

کتبخانه‌سی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

محدث دہلی

نمبر ۱	ماہ محرم الحرام ۱۳۵۲ھ مطابق مئی ۱۹۳۳ء	جلد ۱



مناسبات

خدائے واحد کا ہزار ہزار شکر ہے جس نے ہماری تبلیغ واشاعت کی دلی تمنا پوری کردی۔ اور ہمیں اس قابل کردیا کہ آج ہم ناظرین کے سامنے رسالہ "محدث" کا پہلا نمبر پیش کر رہے ہیں۔

"محدث" کے اجراء سے یہ غرض نہیں ہے کہ ہم دنیا کے دستور کے مطابق کوئی تجارتی نفع حاصل کریں۔ یا محض شہرت وجاہ طلبی کیلئے کاغذی میدان میں کوئی جگہ بنائیں۔ بلکہ اس کا حقیقی مقصد واصل غرض صرف یہی ہے کہ جہانتک ہوسکے ہم کتاب وسنت کی اشاعت کریں کیونکہ یہی اسلام کی سچی خدمت وتبلیغ ہے اور مسلمانان ہند کو الحاد وبیدینی اور مغرب کی موجودہ اسرافی تہذیب سے بچانیکی کوشش کریں ان مقاصد کی تکمیل کیلئے ہم اسلام کے صاف ومقدس اصول اور بہترین اخلاقی تعلیم نہایت واضح اور عمدہ طریق سے پیش کرینگے۔ تاکہ قوم کے عام افراد خصوصاً مغرب زدہ مسلمان اپنے بیش بہا دین کی تعلیم کو بغور دیکھیں اور اسکو دینی ودنیاوی حیثیت سے مفید پاکر اپنا جادۂ عمل بنائیں۔

اللہ تعالی جناب شیخ عطاء الرحمن صاحب مدظلہ العالی کو جزائے خیر دے جنکے دل میں قوم کا سچا درد اور قومی خدمت کا اتنا خیال ہے کہ ایک عظیم الشان مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ قوم کی تعلیمی ضرورت پوری کرنیکیلئے نہایت اچھے اصول کے ساتھ اپنے ذاتی خرچ سے باضابطہ چلا رہے ہیں۔ اب ان کے حوصلہ کی یہ مزید ترقی ہے کہ عام مسلمانوں کی صحیح تبلیغ واخلاقی اصلاح کیلئے انہوں نے اپنے اہتمام سے اس رسالہ کو جاری کیا ہے تاکہ جہاں درسی وتعلیمی

خدمت ہو رہی تھی وہاں ایک جگہ بیٹھکر ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں اپنی تبلیغی آواز پہونچاکر تحریری خدمت بھی فقط لوجہ اللہ انجام دیجائے۔ یہی سبب ہے کہ اس رسالہ کیلئے کوئی سالانہ چندہ مقرر بطور قیمت طلب نہیں ہے۔ بلکہ شیخ صاحب موصوف نے اسکے اخراجات کا تمام بار خود برداشت کر لیا ہے (فجزاہ اللہ) ناظرین صرف ڈاک خرچ بھیجکر سال بھر رسالہ مفت پڑھ سکتے ہیں۔

"محدث" کی ادارت کا بار گراں ہمارے ضعیف و ناتواں کندھے پر رکھدیا گیا ہے۔ ہمیں میدان صحافت کی ناتجربکاری اور علمی کم مائگی کا اعتراف ہے لیکن باوجود درسی مصروفیتوں کے قومی خدمت اور خدائے تعالیٰ کے توکل پر ہم اس بوجھ کو اٹھانے پر تیار اور اسکی صحافتی ادارت کے ذمہ دار ہوئے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ اہل علم و نظر محض ہمارے ذوق تبلیغ اور خدمت قوم کے جذبہ کو دیکھکر ہماری علمی فروگذاشتوں سے درگذر اور قیمتی مشوروں سے شکر گذار فرمائینگے۔ ہماری دعا ہے کہ خدا تعالیٰ شیخ صاحب کو جزائے خیر عطا کرے اور ہم سے اپنی بے لوث دینی خدمت صحیح اصول پرلے۔ آمین

دار الحدیث رحمانیہ دہلی ایک ذاتی ادارہ ہونیکے قوم کی تعلیمی خدمت جس حد تک انجام دے رہا ہے وہ ایک نمایاں حقیقت ہے یہی وجہ ہے کہ آج ہندوستان بھر میں وہ صحیح معنوں میں جماعت اہلحدیث کی مرکزی درس گاہ سمجھا گیا ہے اسکے طریق تعلیم میں قدیم و جدید کے مشترکہ لحاظ نے اسکو بڑی حد تک کامیاب بنایا ہے۔ قوم کو یہ سنکر خوشی ہوگی۔ کہ اس بیمثال ادارہ نے محض اپنی گیارہ سالہ عمر میں پچاس سے زیادہ علماء پیدا کئے ہیں جو ملک کے مختلف اطراف واکناف میں علمی و تبلیغی خدمت نہایت خموشی سے سرانجام دیرہے ہیں۔

حسب دستور امسال بھی باضابطہ تعلیم جاری ہے۔ طلباء میں مخصوص درسی استعداد اور علمی لیاقت پیدا کرنے کے علاوہ خارجی معلومات کیلئے ایک لائبریری ہے۔ جس میں کتابوں کا ایک کافی ذخیرہ ہونیکے علاوہ متعدد اردو و عربی اخبارات و رسائل آتے ہیں۔ تبلیغی و مناظرانہ شان پیدا کرنے کیلئے تمام طلبہ کی ایک متفقہ انجمن بنام جمعیۃ الخطابہ قائم ہے جس کے دو شعبے ہیں۔ ابھی گذشتہ عید اضحی کے موقعہ پر ہر دو شعبہ کا مشترکہ خصوصی اجلاس نہایت اہتمام سے ہوا تھا۔ جس میں منتخب مقررین طلباء نے صرف عید اضحیٰ اور قربانی سے متعلق مختلف مضامین پر عربی و اردو میں اعلیٰ درجہ کی تقریریں کیں۔ اور دواوپر کی جماعت کے طالبعلم نے بحث "ذبیح اللہ حضرت اسماعیلؑ تھے یا حضرت اسحقؑ؟" پر عربی زبان میں نہایت دلچسپ مناظرہ کیا۔ الغرض یہ درس گاہ اپنی آپ مثال ہے۔ ہم آئندہ بھی ناظرین کے سامنے اس کے دلچسپ کوائف پیش کرتے رہیں گے۔ انشاء اللہ

یہ زمانہ ترقی کا ہے۔ ہر قوم و ملک ترقی کے میدان میں آگے بڑھنے کی کوشش میں مصروف ہے۔ ممالک اسلامیہ کے متعلق جو خبریں ہم تک پہونچتی ہیں۔ ان سے عام طور پر ہمیں غم و خوشی دونوں ہی محسوس ہوتے ہیں غم و افسوس اسلئے کہ ہر حکومت مذہبیت و اسلامیت کے قدیمی اصول چھوڑتی جارہی ہے۔ اور شادمانی و مسرت اسلئے کہ سیاسی ترقیاں حاصل کرنے میں پوری طرح کوشاں ہے۔ مثال کے طور پر ترکی ہی کو دیکھئے۔ تاہم ہمیں اور ہر حساس مسلمان کو اعتراف ہے کہ

ترک کی مذہبی آزادی یا مذہب سے بیزاری پروپیگنڈا یا حقیقت کے طور پر کچھ بھی ہو۔ اسکی سیاسی اور دنیاوی ترقی نہایت مستحسن ہے مگر ان تمام حکومتوں سے ہر امتیازی حیثیت حکومت حجاز و نجد کو حاصل ہے۔ اسکی تمام خبریں ہمارے لئے نئی نئی خوشیاں لاتی ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ عربی حکومت باوجود انتہائی مذہبی تثبت کے سیاسی و دنیاوی اعتبار سے خوب ترقی کر رہی ہے۔ اللہم زد فزد۔ اس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ مذہب سے بیزار ہو کر مغرب کی کورانہ تقلید میں جن لوگوں نے فائدہ سمجھا ہے وہ غلطی پر ہیں۔

بہرحال ناظرین یہ سنکر مسرور ہوں گے۔ کہ سلطان ابن سعود ایدہ اللہ بنصرہ ہمیشہ نجد و حجاز کے ضروری اصلاحات میں کوشاں ہیں۔ چنانچہ ابھی حال میں اخبارات میں شائع ہوا ہے کہ حجاز میں ایک ریلوے کمپنی کھلنے والی ہے جس کا مرکز ہندوستان میں ہوگا۔ اور یہ خالص اسلامی کمپنی نہایت اعلیٰ پیمانہ پر عرب میں اپنا کام شروع کریگی۔ خدا کامیاب کرے۔ آمین۔

عبدالحلیم ناظم صدیقی ۔ مدیر "محدث"

الایقاظ

(من الادیب الشہیر مولانا عبداللہ الندوی المدرس بدار الحدیث الرحمانیہ بدہلی)

عفت آثار اسلام و زالت　　وحمال الشریعة فی الجمود
لقد غربت شموس بازغات　　لدین مستقیم فی اللحود
واهل العزم من نوّاب شرع　　لقد ذهبوا الی دار الخلود
فانوار الهداية فی انمحاء　　وظلمات الضلالة فی الصعود
قد اتفق الزنادقة اللعينه　　علی استیصال دین للحميد
لقد ابدت نواجذها ذئاب　　معاندة علی نجل السعود
وقد قیلت اقاویل قباح　　علی الملك الهمام بن السعود
فهل من یدعی الایمان حقاً　　یجوز لهم ملازمة القعود
ایا علما الی ما تغرزونا　　رؤسکم سفاها فی الرقود
وتجرون المخالفة المبيدة　　دعوها واحفلوا تحت البنود
علیکم ایها العلماء دفاع　　عن الاسلام امداد السعود
لکم ظفر اذا جئتم جمیعاً　　بأحکام الشريعة باتحاد

توحید باری عز اسمہ

(از محدث کبیر استاذی مولانا احمد اللہ صاحب "شیخ الحدیث" دار الحدیث رحمانیہ)

تمام خوبیاں اور بزرگیاں اسی مالک حقیقی کے لئے ہیں جس نے ہمکو پیدا کیا اور تمام زمین آسمان اور جو چیزیں اسمیں موجود ہیں سب کو بنایا۔ ہر ایک چیز کو جس طرح چاہا آراستہ کیا۔ اسکا نام اللہ ہے وہ کل عیبوں اور نقصانوں سے پاک ہے اسکے جیسے بڑے پیارے نام بزرگی والے قرآن و حدیث میں موجود ہیں وہ ایک ذات وحدہٗ لاشریک ہے اسکا کوئی شریک نہیں اسکے سوا کوئی عبادت اور پوجا کے لائق نہیں۔

سب کا وہی معبود ہونیکی خود اللہ پاک شہادت دیتا ہے اور سارے فرشتے آسمان زمین کے رہنے والے اور کل نبی ولی عالم متقی اسکی شہادت دیتے ہیں کہ وہ وحدہٗ لاشریک ہے اور کل زمین آسمان تارے ستارے سورج چاند حیوانات خشکی تری والے اسی کی شہادت دیتے ہیں کہ اللہ پاک عبادت کے لائق ہے دوسرا کوئی نہیں۔ عبادت بدنی ہو یعنی نماز روزہ وغیرہ یا عبادت دل کی ہو جیسے اللہ پاک کو ایک معبود مالک جاننا یا عبادت مالی ہو جیسے صدقہ خیرات کرنا نذر و نیاز کرنا یہ کل اللہ پاک کے لئے اور اسی کے ساتھ خاص ہیں دوسرے کیلئے نہیں فرمایا اللہ سبحانہ نے۔ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُو الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ اللہ پاک نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور سارے فرشتے اور کل علم والے جو عدل انصاف میں مضبوط ہیں اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی غالب حکمت والا ہے۔ اور فرمایا اللہ پاک نے سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ زمین آسمان والی کل چیزیں اللہ پاک کی ستھرائی اور پاکی بیان کرتی ہیں۔

اللہ پاک ساتویں آسمان کے اوپر عرش پر قائم ہے جسطرح اسکے لئے مناسب ہے مخلوق کیطرح نہیں۔ فرمایا اللہ پاک نے اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى۔ رحمٰن عرش پر ٹھہرا۔ اسکی مانند کوئی نہیں۔ اسی جگہ سے سارے مخلوق کا انتظام کر رہا ہے کسی چیز سے غافل نہیں کھلی چھپی چیزوں کو جاننے والا ہے بڑی چیز ہو یا چھوٹی باریک سے باریک ہو وہ معبود دیکھتا جانتا ہے۔

علم غیب بھی خاصہ الٰہی ہے۔ ہر ایک ظاہر و باطن کا علم خدا ہی کو ہے۔ مخلوق کو جسقدر علم دیا اسکے سوا ایک ذرہ بھر بھی مخلوق کو علم نہیں۔ فرمایا اللہ پاک نے وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ۔ غیب کی کنجیاں اللہ پاک کے نزدیک ہیں اسکے سوا اسکو کوئی نہیں جانتا۔ ہزارہا لکھوکھا چیزیں ہیں کہ جسکی نہ کسی فرشتہ کو خبر ہے نہ کسی رسول نبی ولی وغیرہ کو خبر ہے اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے۔ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ الآیہ کہدو (اے محمدؐ) جو کوئی بھی مخلوق آسمان اور زمین میں ہے نہیں جانتا ہے غیب کو سوا اللہ تبارک و تعالیٰ کے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی علم غیب نہیں تھا۔ اللہ پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ارشاد فرماتا ہے کہواے نبی وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَا اسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ الایہ اگر میں جانتا ہوتا غیب کو تو بہت سی بھلائیاں جمع کر لیتا اور مجھکو کوئی تکلیف نہ پہونچتی۔

الغرض اللہ سبحانہ کے سامنے کل چیزیں محتاج ہیں فرشتہ نبی ولی زمین آسمان والے اور جو کچھ خلق ہے سب اللہ پاک کی محتاج ہیں۔ اللہ پاک ہی غنی ہے اسکو کسی کی پرواہ نہیں اور نہ کسی کا محتاج ہے۔ اللہ پاک فرماتا ہے وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ۔ اللہ ہی غنی ہے اور تم کل محتاج ہو۔ اللہ پاک سننے والا دیکھنے والا ہے وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ۔ ہر ایک کی آواز کو سن رہا ہے اور ہر ایک چیز کو دیکھ رہا ہے۔

فضیلت توحید

جو لوگ مرد ہوں یا عورتیں توحید الہی اور اسکی عبادت میں پکے ہونگے ان کے لئے عذاب قبر و عذاب آخرت سے نجات ہے اور مرنے کے بعد انکے لئے جنت ہے اللہ پاک گناہوں کو درگذر اور معاف فرمائیگا۔ اور خاص ان لوگوں پر اسکا پیار رہے ہمیشہ جنت میں آرام وعیش وسکون کے ساتھ آباد رہیں گے نہایت راحت وآرام نصیب ہوگا۔ اللہ پاک فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ نَحْنُ اَوْلِيَآؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ترجمہ۔ بیشک جن لوگوں نے کہا رب ہمارا اللہ ہے اور اسی پر جمے رہے (موت) کے وقت فرشتے اترتے ہیں اور کہتے ہیں مت ڈرو اور مت غمگین ہو اللہ پاک مہربان ہے اور خوش ہو جاؤ جنت پر جسکا تم کو وعدہ کیا گیا ہے ہم فرشتے تمہارے دوست ہیں زندگانی دنیا و آخرت میں۔ تمہارے لئے نعمتیں ہیں جو کچھ تمہارا جی چاہیں وہ بھی ہیں اور جو چاہو مانگو یہ مہمانی ہے غفور الرحیم کی۔

شرک کی مذمت

شرک کے معنے ہیں کسی کو کسی چیز میں شریک کرنا اور ساجھی بنانا۔ اللہ تبارک وتعالی معبود اکیلا یکتا ہے سب کا پیدا کرنے والا کل چیزیں اللہ کی ہیں کسی کو اس کے چیزمیں کچھ دخل نہیں۔ اللہ پاک شرک سے پاک ہے کسی کو اپنی چیزوں میں شریک اور ساجھی نہیں بنایا۔ نہ کسی نبی رسول ولی کو اس کے کاموں میں دخل ہے نہ ملائکہ کو جبریل ہوں یا میکائیل وغیرہ یا حاملان عرش یا آسمانی مخلوق ہو یا زمین والی کسی کو اللہ پاک کے کام میں کچھ دخل وساجھا نہیں۔ بڑی چیز ہو یا چھوٹی چیز سب اللہ پاک کے قبضہ قدرت میں ہے اللہ پاک نے نہ کسی سے مشورہ لیا نہ کسی سے صلاح نہ کسی سے کچھ تدبیر سب کو تدبیر سکھانیوالا ہے اور سب کی ضرورتوں کو پورا کرنیوالا کل چیز کا مالک ہے۔ اللہ پاک فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ جن کو تم پکارتے ہو اے مشرکو

وہ بھی تو بندے ہیں تمہاری طرح۔ پھر پکارو تو سہی تمہاری باتوں کا جواب تو دیں اگر تم سچے ہو۔ اللہ پاک فرماتا ہے:۔ قُلْ اَرَاَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَہُمْ شِرْکٌ فِی السَّمٰوٰتِ الایہ سورہ احقاف کہدو (اے محمد) (مشرکوں سے) جو اللہ کے سوا دوسروں کو پکارتے ہو تم لوگ مجھکو خبر دو کون سی چیزیں زمین کی ہیں جنکو انہوں نے پیدا کیا یا ان کا کچھ آسمانوں میں ساجھا ہے۔

آیت کریمہ سے ثابت ہوا جو لوگ اللہ پاک کے سوا اپنے حاجتوں میں نبیوں ولیوں فرشتوں کو یا اور کسی مخلوق پانی پتھر درخت یا کسی حیوان۔ تعزیہ نشان قبر بھوانی کالی وغیرہ کسی مخلوق کے پرستار ہوں یہ سب شرک وکفر ہے یا اللہ پاک کے سوا کسی کو سجدہ کرنا یا رکوع کرنا یا کسی قبر و مزار کا طواف کرنا یہ سب شرک ہے اسلام سے آدمی خارج ہوجاتا ہے اللہ پاک فرماتا ہے لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَہُنَّ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ ہ مت سجدہ کرو لوگو سورج کو اور نہ چاند کو اور سجدہ کرو اللہ کو خاصکر جسنے ان چیزوں کو پیدا کیا اگر تم اسی کی عبادت کا دم بھرتے ہو۔

جس کسی مخلوق کو مشرک مرد و عورت اپنی حاجتوں اور ضرورتوں میں اللہ پاک کے سوا پکارتے ہیں وہ انکی ضرورتیں قیامت تک نہیں پوری کرسکتے۔ اللہ پاک فرماتا ہے۔ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَہٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ وَھُمْ عَنْ دُعَآئِھِمْ غٰفِلُوْنَ ہ کون بڑا گمراہ ہے ان لوگوں سے جو اللہ کے سوا غیروں کو پکارتے ہیں وہ انکو قیامت تک جواب نہیں دیسکتے وہ ان پکارسے غافل ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص مرگیا حالت شرک میں وہ دوزخی ہے۔ اور جس شخص نے اللہ کے ساتھ شرک نہیں کیا وہ موحد مرا اسلئے جنتی ہے (بخاری مسلم) لہذا مسلمانو! توحید پر ثابت قدم رہو۔ اور ہر اس کام سے دور رہو جس میں کفر و شرک اور بدعات کا شائبہ بھی پایا جاتا ہو۔ فقط

موجودہ مسلمان اور قرآن مجید

(از عبدالحلیم ناظم صدیقی "مولوی فاضل" مدیر رسالہ "محدث")

مسلمانوں کے تمام فرقے اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن مجید جس پر ہمارے مذہب اور تمدن وتہذیب کی بنیاد قائم ہے ہمارے عقیدہ کے مطابق کلام الہی یعنی الہامی کتاب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل نبوت یعنی آپ کا محیر العقول معجزہ ہے زمانہ خیر القرون اور ان کے بعد کئی صدیوں تک مسلمان قرآن کے تمام روحانی ومعاشرتی اور سیاسی اصول پر عمل کرتے رہے اور اسی لئے ان کا دور اسلام میں بہت مبارک ومیموں دور تھا۔ لیکن آج تاریخ نے اپنا ورق ایکدم الٹ لیا ہے زمانہ بالکل بدل گیا ہے مسلمانوں میں آئے دن نئے نئے فرقے پیدا ہو ہو کر قرآن اور قرآن کی خدائی تعلیم کو چھوڑ رہے ہیں۔ ہمارے لئے قرآن کی حیثیت اب بجائے عمل کے یہی رہ گئی ہے کہ ہم اسکو اپنے بے بنیاد خیالات کی تائید اور اس پر دلیل تلاش کرنے کیلئے کھولتے ہیں

اور سی قسم کی آیتوں کو انتخاب کر کے ہمیشہ مدنظر رکھتے ہیں جو توڑ مروڑ کر ہمارے مدعا کی تائید کر سکیں۔ افسوس ہے کہ موجودہ مسلمانوں نے قرآن کو نہ معلوم کیا سمجھ لیا ہے اور کس قدر حسرتناک اسکی عزت و توقیر کرتے ہیں۔ اسوقت دنیا میں کتنے ایسے مسلمان ہیں جو قرآن کو اسکے صحیح و حقیقی مقاصد کی نظر سے دیکھتے اور تلاوت کی کثرت سے حظ حاصل کرتے ہوئے نیکیاں کماتے ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ ایسے مسلمان کچھ تو ہونگے ضرور لیکن بہت ہی کم ہیں۔ اکثریت انکی ہے جو بندۂ ہوا وہوس اور ذاتی اغراض کے منقاد ہیں۔

بلاشبہ ہماری حالتیں انہیں لوگوں کیطرح ہوگئیں جن کے متعلق خدا فرماتا ہے۔ الم یأن للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ وما نزل من الحق ولا یکونوا کالذین اوتوا الکتاب من قبل فطال علیھم الامد فقست قلوبھم وکثیر منھم فاسقون۔ ”ترجمہ“ کیا مومنوں کیلئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد کے وقت اور اس چیز کیلئے جو حق سے اتاری جاتی ہے (یعنی قرآن) عاجزی کریں اور ان لوگوں کیطرح نہ ہوں جنہیں پہلے کتاب دی گئی تو ان پر مدت دراز ہوگئی اور ان کے دل سخت ہوگئے۔ اور ان میں بہت سے فاسق ہیں“

مسلمانو! قرآن ایک بحر ذخار ہے جسکو ہم بڑے سے بڑے ظرف میں بند نہیں کر سکتے۔ اسکے مطالب و معانی غیر محدود ہیں۔ جس کا احاطہ ممکن نہیں۔ وہ کون سی دنیاوی یا اخروی اعتبار میں کوئی شئی ہے جسکو قرآن نے بیان نہیں کیا حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید روحانی وجسمانی، دینی ودنیوی، علمی وعملی، ادبی ومادی تمام مطالب ومقاصد کو حاوی وجامع ہے لہٰذا ہمارے لئے قرآن کریم کی اصلی توقیر عملی پروگرام یہی ہے کہ ہم اس کے تمام محاسن پر عمل کریں خواہ وہ طبیعات سے متعلق ہوں یا کائنات سے۔ ہمارے نفوس قرآنی علوم ومعارف سے مزین رہیں۔ اور ہم اپنی زندگی میں برتنے کی سعی بہم کریں تاکہ ہمیں دین ودنیا دونوں کی سعادتیں حاصل ہوں۔ آج ہماری زندگی کیوں تلخ ہے۔ ہم کیوں اقتصادی تباہی میں گرفتار ہیں؟ ہماری معاشی حالت کیوں مایوس کن ہے؟ افلاس ومحتاجی ہم پر کیوں چھا گئے ہیں؟ سب کا ایک ہی جواب ہے وہ یہ کہ قرآن کی تعلیم کو ہم نے چھوڑ دیا ہے۔ اگر مذہبی حیثیت سے بعض قرآنی جزئیات پر ہمارا عمل ہے۔ تو اس سے پورے قرآن پر عمل پیرا ہونے کے ہم دعویدار نہیں ہوسکتے۔

قرآن ہمیں تعلیم دیتا ہے کہ تم اقتصادی زندگی بہتر بنانے کیلئے تجارت وزراعت میں کوشش کرو۔ کائنات میں غور وفکر کرتے ہوئے ایجادات واختراعات سے کام لو۔ صناعتی میدان میں پوری طرح گامزن ہو جاؤ مغرب نے یہ سبق سیکھ لیا اور بہت بڑھ گیا لیکن مشرق نے اپنے گھر کے طاق میں رکھے ہوئے قرآن کی اس تعلیم پر نظر نہ کی۔ ارشاد باری ہے۔ فاذا قضیت الصلوۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ۔ ترجمہ ”جب نماز ختم ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل وروزی (بذریعہ تجارت) حاصل کرو۔ دوسری جگہ فرماتا ہے۔ وھو الذی ارسل الریاح بشرا بین یدی رحمتہ وانزلنا من السماء ماء طھورا لنحی بہ بلدۃ میتا۔ یعنی خدا وہ ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت کی خوشخبری لیکر بھیجتا ہے اور آسمان سے پاک پانی برسا کر مردہ زمین کو زندہ کرتے ہوئے تروتازہ کر دیتا ہے“

مسلمانو! کیا اسوقت تم زراعت کی کوشش کرتے ہو۔ کیا اس سرسبز وشاداب زمین میں خوب محنت سے اناج پیدا

آیتے ہو؟ اگر نہیں تو پھر یہ شکوہ مفلسی کیا یہ گلہ احتیاج کیسا؟ کہیں کائنات میں غور و فکر کرنے اور اس میں حصہ لینے کی اجمالی ترغیب یوں کرتا ہے انظروا ماذا فی السموات والارض۔ کہیں ارشاد ہوتا ہے۔ وکم من آیۃ فی السموات والارض یمرون علیہا وھم عنہا معرضون۔ یعنی آسمان و زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں جن سے ان لوگوں کا سامنا ہوتا ہے حالانکہ وہ ان سے اعراض کر لیتے ہیں۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کس تفصیل سے علم و فن ہنر و حکمت کی طرف ترغیب دیتا ہے۔ ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنھار لآیات لاولی الالباب الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلیٰ جنوبھم ویتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت ھذا باطلا۔ یعنی جو لوگ عقل والے ہیں۔ ان کیلئے آسمان و زمین کی پیدائش اور رات و دن کے اختلاف میں نشانیاں ہیں یہ وہی لوگ ہیں جو اللہ کو اٹھتے بیٹھتے اور پہلو پر لیٹتے ہوئے یاد کرتے ہیں اور آسمان و زمین کی پیدائش میں غور و فکر کرتے ہیں (پھر کہہ اٹھتے ہیں) اے خدا تو نے انکو غلط و عبث نہیں پیدا کیا۔

الغرض قرآن کریم دین و دنیا کی تمام ضرورتوں کو ہمارے سامنے اجمالاً و تفصیلاً، اشارۃً و کنایۃً پیش کرتا ہے۔ نہ صرف اہل اسلام بلکہ بڑے بڑے انگریز مورخین و منکرین نے تسلیم کیا ہے کہ قرآن مجید میں عقائد و اخلاق کا مکمل ضابطہ و قانون موجود ہے، وسیع جمہوریت رشد و ہدایت، انصاف و عدالت، فوجی تنظیم و ترتیب، مالیات، و غرباء کی حمایت و ترقی کے اعلیٰ آئین موجود ہیں۔

آج دنیا میں حقیقۃً صرف مسلمان ہی اپنی مذہبی کتاب کی بہمہ وجوہ حفاظت اور صیانت کا دعویٰ کر کے بجا طور پر مفاخرت کر سکتے ہیں۔ بہت صحیح ارشاد ہوا۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ لیکن ہم اس زمانہ میں اپنے قرآن کریم سے بہت دور جا پڑے ہیں۔ وقت کی بڑی ضرورت یہ ہے کہ ہم اس کیطرف جامعیت و کاملیت کے ساتھ متوجہ ہوں اور اسکے تمام پہلوؤں پر غور و خوض کرتے ہوئے بالاستیعاب عمل شروع کر دیں ؎

علیٰ نفسہ فلیبک من ضاع عمرہ　　ولیس لہ منہا نصیب ولا سھم

(ایڈیٹر)

احادیث کی شرعی اہمیت

(از عبدالحلیم ناظم صدیقی "مولوی فاضل" مدرس دارالحدیث رحمانیہ مدیر "محدث")

دنیا میں انسانوں کی روحانی، جسمانی، معاشرتی و سیاسی تمام اعتبارات کے تحفظ کیلئے جو بہترین مذہب تسلیم کیا گیا ہے وہ اسلام ہے۔ اسلام نے نہ صرف اپنے ماننے والوں بلکہ اغیار سے اپنی صداقت و حقانیت دکھا کر اقرار کرا لیا کہ دنیا کے لئے الہامی اور خدائی مذہب اگر کوئی ہے تو وہ اسلام ہے۔ چنانچہ مسلمانوں نے اس ارشاد ربانی کو سر اور آنکھوں پر رکھ لیا کہ "رضیت لکم الاسلام دینا" یعنی خدا فرماتا ہے۔ مسلمانو! میں نے تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کر لیا ہے۔" اب سوال یہ ہے کہ

دین اسلام جو یقیناً برحق ہے کن اصول کے مجموعہ کا نام ہے اور وہ مجموعہ کہاں ہے جس پر ایک مسلم کیلئے عمل لازمی ہے۔ ہر وہ شخص جو مسلم ہے یا اس نے اسلام کا غائر مطالعہ کیا ہے۔ اسلام کی زبان سے یہی کہے گا کہ ان اسلامی اصول و فرا ہین و ساتیر و احکام کے اصلی مجموعہ کا نام "قرآن" ہے اور اسکی تفصیل و بیان کو "حدیث" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جسطرح ایک حکومت اپنے نظم سلطنت کے لئے دفعات و تعزیرات بناتی ہے اسیطرح اسلام کو مذہبی، سیاسی اور معاشرتی وغیرہ تمام حیثیتوں پر کامل و جامع قرار دیتے ہوئے خدا تعالیٰ نے اس کیلئے دفعات و تعزیرات یا اصولی عمل قرآن مجید میں بیان فرما دیا ہے جسکو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے رسول و پیغمبر کی حیثیت سے باشندگان عالم کے سامنے تفصیلاً بیان کر دیا۔ اسی کو قرآن نے کہا "یعلمہم الکتاب والحکمۃ" انکو قرآن وحکمت (احادیث) کی یہ رسول تعلیم دیتا ہے"

الغرض رسول اللہ نے جو کچھ کہا اور کیا وہ ہمارے لئے نمونہ بنکر عمل پیرا ہونے کیلئے کہا اور کیا۔ ان کے افعال و اعمال بھی ہمارے دینی و شرعی اعتبار میں بہت زیادہ اہم اور واجب العمل ہیں۔ اور اسیکا نام حدیث ہے۔ پس بلا شبہ مسلمانوں کیلئے دو چیزیں اصول دین و احکام مذہب بتانیوالی ہیں قرآن و حدیث یا کتاب و سنت۔

کتاب وہ علم ہے جو اللہ تعالیٰ نے وقتاً فوقتاً اپنے خاص الفاظ میں پیغمبر پر نازل کیے۔ اسکو وحی حقیقی کہتے ہیں اور اسی کا نام علم اصلی یا علم اصولی بھی ہے۔ سنت وہ علم ہے جو پیغمبر کے ملکۂ نبوت یا نور نبوت یا فہم نبوت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اسکو علم ضمنی و فروعی بھی کہتے ہیں۔ اسی اعتباری فرق کو علمائے اصول نے وحی متلو اور وحی غیر متلو سے تعبیر کیا ہے کیونکہ ارشاد ربانی ہے۔ وما ینطق عن الھویٰ۔ ان ھو الا وحی یوحیٰ۔ پیغمبر اپنی خواہش سے نہیں بولتے ہیں۔ ان کا کلام بھی وحی ہے جو خدا کیطرف سے نازل کیجاتی ہے۔

پس قرآن بھی ایک وحی ہے اور حدیث بھی وحی ہے لیکن قرآن میں لفظ لفظ، حرف حرف اور نقطہ نقطہ محفوظ ہے فرمایا۔ وانا لہ لحافظون' ہم (خدا) قرآن کی حفاظت کرنیوالے ہیں۔ اسی وجہ سے نمازوں میں قرآن کی قرأت ہے اور دوسرے اوقات میں بھی اسکی تلاوت سے نیکیاں ملتی ہیں اس میں کمی و بیشی قطعی ناجائز و حرام ہے۔ بلکہ بالکل محال۔ سنت میں صرف معانی و مفہوم کی حفاظت مدنظر ہے۔ لفظ مقصود اصلی نہیں۔ لیکن شرعی اہمیت یقیناً ملحوظ ہے کیونکہ کتاب کی حیثیت کلی قانون کی ہے اور سنت اس کلی قانون کی تشریحات، تفصیلات اور جزئیات ہیں۔ جو اجمالی حیثیت سے کتاب ہی میں مندرج ہیں۔ مگر چونکہ کتاب میں عام فہم نہ تھے اور تھے بھی تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا اشتیاق دینی تفصیل کیلئے اتنا بڑھا ہوا تھا کہ انہوں نے اسکے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیے۔ آپ نے اُسے خوب کھول کر واضح طور پر بیان فرما دیا۔ اگر وہی قرآن ہی کے لفظ کہدیتے تو صحابہ کی غرض تشنہ رہجاتی۔ اسلئے الفاظ بدلکر اور طریقۂ تعبیر کے تغیر سے الفاظ کی تشریح فرمائی۔ یہی حدیث ہیں، قرآن و حدیث کو عمیق نظر سے دیکھنے والے متفق ہیں کہ احادیث دراصل قرآن کا بیان و تفصیل ہیں۔ لہذا دین اسلام میں اصولی حیثیت سے شرعی اہمیت بہت زیادہ قرآن کو حاصل ہے اور اسکے بعد دوسری چیز شرعی اہمیت کو لئے ہوئے حدیث ہی ہے۔ پس ایک مسلم کیلئے ضروری و لازمی ہے کہ سب سے پہلے قرآن پر عملی نظر رکھے اس کے بعد احادیث کو بھی

ضرور دیکھیے کہ قرآن و حدیث یا کتاب و سنت ہی اجمالاً و تفصیلاً مذہب اسلام کو حاوی ہیں۔ حدیث یا سنت سے انکار اور فقط قرآن پر عمل وایمان کبھی ہمارے لئے تفصیلی ہدایت اور تمام اسلامی مسائل کی تشفی کیلئے باعث سیری نہ ہوگی۔ یہی سبب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت بھی یہی رہی کہ ترکت فیکم امرین کتاب اللہ وسنتی لن تضلوا ما تمسکتم بھما یعنی حضور فرماتے ہیں، میں نے مسلمانو! تم میں دو باتیں چھوڑی ہیں کتاب اللہ اور اپنی سنت (قرآن وحدیث) تم جبتک ان کو مضبوط پکڑے رہوگے ہرگز گمراہ نہیں ہوسکتے ؎

اصل دیں آمد کلام اللہ معظم داشتن ‌ ‌ پس حدیث مصطفیٰ برجان مسلم داشتن

آئندہ ہم اس مضمون پر تاریخی حیثیت سے مدلل و مفصل روشنی ڈالیں گے۔ انشاء اللہ۔ (ایڈیٹر)

حضرت امام المحدثین بخاریؒ کی سیرت پر ایک اجمالی نظر

(از مولوی عبدالغفار صاحب حسن عمرپوری مولوی عالم متعلم جامعہ رحمانیہ)

امام بخاری کی شخصیت شہرۂ آفاق ہے کسی تعارف کی محتاج نہیں آپکے علمی کارنامے زبان زد خلائق ہیں آپنے خدمت حدیث میں جو نمایاں حصہ لیاہے اسکو دنیا کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔ اسی علم حدیث کی تحصیل میں دشت و بیابان کی خاک چھانی دریا اور سمندر کو عبور کیا۔ بھوک اور پیاس کی شدت آفتاب کی حدت آپ کے اس مقصد رفیع کے درمیان حائل نہ ہوسکی۔ آپ نے ان سب تکالیف کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا اور دامن صبر واستقلال کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ ہم یہاں انکی سیرت کے بعض حصوں کو مجملاً ذکر کرتے ہیں۔

تحفظ شرافت۔ ایک مرتبہ جہاز پر سفر کررہے تھے۔ چوری کی تہمت کے خوف سے دس ہزار اشرفیوں کی تھیلی دریا میں پھینکدی۔ اس زبردست ایثار سے اپنی عزت شرافت اور ثقاہت پر کوئی حرف نہ آنے دیا۔

سخاوت۔ اسقدر تھی کہ اپنی آمدنی میں سے پانچسو درہم فقراء و مساکین، طلباء و محدثین پر خرچ کرتے۔ عیش پسندی اور تکلفات سے دور رہتے۔ جفاکشی کے دلدادہ و فریفتہ تھے۔ آپ نے کسی کے سامنے دست سوال نہیں پھیلایا۔

خودداری۔ محمد بن ابی حاتم کہتے ہیں امام بخاری اپنے طالبعلمی کے زمانہ میں آدم ابن ابی ایاس کے پاس جاتے وقت زادراہ بھول گئے تو راستہ میں کئی روز پتے اور گھانس کھاکھاکر گذارے لیکن دست سوال تو درکنار کسی کو خبر بھی نہ ہونے دی۔

ایثار نفس۔ ایکمرتبہ امام صاحب علیل ہوگئے امام صاحب کا قارورہ طبیبوں کو دکھلایا گیا۔ طبیبوں نے کہاکہ امام صاحب کا قارورہ درویشوں کے قارورے سے مشابہ ہے یعنی جسطرح درویش خشک روٹیاں سوکھے ہوئے ٹکڑے کھایا کرتے ہیں۔ یہی عادت امام صاحب کی بھی معلوم ہوتی ہے امام صاحب سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ آپ نے چالیس برس اسی طرح

غذا اسے اور کبھی سالن نہیں چکھا۔ رفقا نے اصرار کیا کہ صرف خشک روٹی پر اکتفا نہ کیا کریں۔ سالن کا استعمال ضرور ہو۔ لیکن آپ نے اس علاج سے انکار کیا۔ اور منت و سماجت روٹی کے ساتھ شکر کھانے پر راضی ہوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ جسکا سینہ عشق رسولؐ سے لبریز ہو جس کا دل محبت خداوندی سے پر ہو جو حدیث نبوی کی دھن میں بستیوں اور ویرانوں میں پھرتا رہا۔ جس نے خارزاروں اور پہاڑوں کے نشیب و فراز کا مقابلہ کیا اور تکالیف کو خاطر میں نہ لایا۔ اس کو ان تکلفات سے کیا تعلق۔ وہ کبھی بصرہ میں درس دیتے ہوئے نظر آتے ہیں تو کبھی کوفہ کی درسگاہ میں رونق افروز ہیں کبھی مسجد نبوی محراب و منبر کے درمیان احادیث کا مجموعہ تیار کر رہے ہیں اور اپنی تجلیات معارف سے تشنگان علم حدیث کو سیراب کر رہے ہیں اور کبھی خراسان کے لوگ اسکی ضیا پاشیوں سے بہرہ اندوز ہو رہے ہیں۔ کبھی لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں طالبان علم شیفتگان حدیث فراق کی تاب نہ لاکر تفتیش کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ گھر میں چھپے ہیں بجز لنگی کے بدن پر کچھ نہیں تمام کپڑے فروخت ہو چکے ہیں۔ حیا دامنگیر ہے اسلئے حجرہ سے باہر نہیں نکل سکتے۔ کبھی مسافرخانہ کی تیاری میں مشغول ہیں۔ اینٹیں اور مٹی اٹھا اٹھا کر غزوہ خندق کے دلفریب منظر کو پیش کر رہے ہیں۔ کبھی مسافرت کی حالت میں گھانس اور پتے چبا چبا کر غزوہ ذات الخبط کا نظارہ دکھلا رہے ہیں۔ کبھی اعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل کی تعمیل میں سرگرداں ہیں۔ تیراندازی کیلئے میدان میں گھوڑے دوڑاتے ہوئے نظر آتے ہیں کبھی نماز میں اتنی مشغولیت کہ موذی جانور کے کاٹنے کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ بعد فراغ نماز دیکھا جاتا ہے کہ نیش زدہ عضو سارا سوج گیا ہے۔

تحمل ایک دفعہ آپ کی لونڈی کی ٹھوکر سے دوات گر گئی تو امام صاحب نے فرمایا کیف تمشین کس طرح چلتی ہے۔ شوخ لونڈی نے جواب میں کہا اذا لم یکن طریقا فکیف امشی۔ راستہ نہ ہو تو کیونکر چلوں۔ امام صاحب بجائے غصہ ہونیکے اسے آزاد کر دیتے ہیں۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا اس نے غصہ دلانیوالی بات کی اور آپ نے اسے آزاد کر دیا۔ آپ نے فرمایا ارضیت نفسی بما فعلت جو اس نے کیا اس پر میں نے اپنے نفس کو راضی کر لیا۔ یعنی اسکو تنبیہ دینیکے بجائے میں نے اپنے نفس کو تنبیہ کر لی۔

طبیعت میں اتنی احتیاط تھی کہ کبھی کسی کی غیبت نہیں کی فرمایا کرتے تھے کہ میں چاہتا ہوں کہ قیامت کے روز کوئی میرا خصم نہ ہو۔ آپ انصاف پسند تعصب سے کنارہ کش رہا کرتے تھے۔ امام صاحب نے اپنی جامع میں احادیث داخل کرنے کیلئے بہت تشدد اور شرائط سے کام لیا ہے۔ تاہم بخاری کے اوراق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں شیعہ راوی بھی لئے گئے ہیں۔ اور یہ اسی وقت تک کہ جب تک کہ راوی مروج کذب، معتقد ہوائے نفس نہ ہو۔ یہ تھے اس محترم ہستی کے مختصر واقعات جو کہ خطہ بخارا میں مشہور محدث کبیر اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرہ کی پشت سے ۱۳ ماہ عید الفطر بعد نماز جمعہ بدر کامل کیطرح محمد کے نام سے جلوہ ریزیاں کرتا ہوا نمودار ہوا۔ جس کی ضیا پاشیوں سے اعدار و حاسدین اسلام کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔

(باقی دارد)

صحابہ کرام اور حب نبوی کا بصیرت افروز منظر

(از مولوی حافظ عبدالعزیز "مولوی عالم" متعلم جماعت ہشتم مدرسہ رحمانیہ)

ہر شخص جب کسی سے محبت کرتا ہے تو ضرور کوئی نہ کوئی مطلب براری مقصود ہوتی ہے بغیر کسی انتفاع کے کوئی محبت نہیں کرتا حتی کہ والدہ اپنے لخت جگر کو دودھ پلاتی ہے تو اسی خواہش پر کہ وہ عنقریب بڑا ہو کر کمائیگا پھر اپنی کمائی سے میری خدمت کریگا۔ یہی حالت والد بھائی بہن ودیگر خویش واقارب کی ہے اسکے علاوہ دنیا میں اور بھی محبتیں ہیں جن کا تمام نظام اسی مطلب براری پر موقوف ہے اسکو محبت غرضی کہتے ہیں جب غرض نکل گئی تو محبت کا سلسلہ بھی منقطع ہو گیا مگر حقیقی محبت اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اپنے پیارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی جس میں کوئی غرض مضمر نہیں تھی۔ اسی بے لوث محبت کی بنا پر مکہ میں صحابہ کرام ہر قسم کی بلاؤں میں مبتلا کئے گئے مگر وہ نہایت صبر واطمینان سے ثابت قدم رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت چھوڑنا گوارا نہیں کرتے تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ کو ہجرت کر گئے تو مہاجرین کرام بھی اپنا مال واسباب نیز خویش واقارب کو ظالموں کے ہاتھوں میں چھوڑ کر مدینہ روانہ ہو گئے۔ حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ جب ہجرت کر کے جانے لگے تو کفار نے انہیں آگھیرا اور کہا صہیب جب تو مکہ میں آیا تھا تو مفلس وقلاش تھا یہاں ٹھیر کر تو نے بہت کچھ کمایا۔ آج تو چاہتا ہے کہ سب مال وزر لیکر چلا جائے تو یہ کبھی نہیں ہونیکا صہیب نے کہا اچھا اگر میں اپنا سارا مال ومتاع تمہیں دیدوں تب مجھے تم جانے دوگے قریش بولے ہاں حضرت صہیب نے سارا مال انہیں دیدیا اور یثرب کو روانہ ہو گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قصہ سنکر فرمایا اس سودے میں صہیب نے نفع کمایا۔

حضرت ابوسلمہ جب ہجرت کرنے لگے تو بنو مغیرہ اور بنو الاسد نے ان کی بیوی اور بچہ کو چھین لیا مگر پھر بھی تقاضائے محبت رسول ودین کے لئے ہجرت کرنا فرض سمجھتے تھے لہذا زوجہ اور بچے کے بغیر مدینہ روانہ ہو گئے۔ ایسی ہی مشکلات کا سامنا تقریبا ہر ایک صحابی کو کرنا پڑا جن میں سے حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کی شہادت نہایت دردناک ہے۔ ظالموں نے آپکی شرمگاہ پر نیزہ مار کر آپ کو شہید کیا۔ بہرصورت مہاجرین کرام کو ہجرت کے وقت مصیبتیں جھیلنی پڑیں۔ گھر چھوڑنا بالخاص جدوجہد اور ابتلاو امتحان کے آسان نہ تھا مگر وہ محبت رسول کے متوالے ان کلفتوں کو بلا شکوہ وشکایت گوارا کر گئے اور کبھی زبان سے اُف تک نہ کی اسیطرح غزوۂ احد کا واقعہ ہے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے سپر کا کام لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب آنے والے تیر ہاتھ پر روکے بہاتھ ہمیشہ کیلئے شل ہو گیا۔ بنو دینار کی ایک عورت تھی جس کے باپ بھائی اور شوہر اس جنگ میں شہید ہوئے تھے وہ کہتی تھی کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت بتلاؤ لوگوں نے کہا کہ وہ بفضل خدا صحیح وسالم ہیں۔ کہا مجھے دکھلادو جب دور سے روئے مبارک دیکھ لیا تو بے اختیار کہہ اٹھی کل مصیبۃ بعدک جلل۔ اب ہر ایک مصیبت کی برداشت ہو سکتی ہے غرض آپ کو دیکھنے کے بعد اس عورت کی تمام کلفت دور ہو جاتی ہے اور

اپنے اقربا کی شہادت پر ذرا ملال نہیں ہوتا ان تمام واقعات سے زیادہ نتیجہ خیز اور محبت رسول اللہ کا صحیح موازنہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے۔ کفار آپ کو سولی دینے کی غرض سے صلیب کے پاس کھڑا کرتے ہیں ایک سخت دل نے حضرت خبیبؓ کے جگر کو چھیدا اور پوچھا کہو اب تو تم بھی پسند کرتے ہوگے کہ محمدؐ پھنس جائے اور میں چھوٹ جاؤں۔ خبیب رضی اللہ عنہ نے نہایت جوش سے جواب دیا خدا جانتا ہے کہ میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا میری جان بچ جانے کیلئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھے۔ عموماً رسول اللہ کی محبت میں تمام صحابہ کرام کی یہی حالت تھی ہر ایک اپنا جان و مال آپ پر نثار کرنے میں کچھ تردد نہیں کرتے تھے صرف اسی محبت کو دیکھکر کفار مرعوب ہو جاتے تھے اور آپ کے ساتھ لڑنے سے جی چراتے تھے چنانچہ صلح حدیبیہ کا موجب انعقاد یہی ہے۔

عروہ بن مسعود سفیر قریش نے رسول اللہ کے حضور میں آکر بغور دیکھا کہ صحابہ کرام رسول اللہ کا کتنا ادب کرتے ہیں اور انکی محبت میں مخمور ہیں۔ سفیر اس منظر سے متاثر ہو کر واپس ہوا اور قوم کو صلح پر آمادہ کر لیا۔ غرض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت کا یہ ادنیٰ کرشمہ تھا کہ کفار مکہ جیسی سرکش اور مغرور قوم بھی لرز گئی اور صلح کیلئے مجبور ہوئی۔ اس قسم کی سینکڑوں مثالیں ہیں جن میں صحابہ کرام نے اپنی محبت کو عملی صورت میں ثابت کر دکھایا اور حدیث لا یومن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین کی حقیقی تصویر کھینچ دی ہے۔ اسی محبت کی بنا پر دنیاوی زندگی میں جنت کی خوشخبری سنا دی گئی رضی اللہ عنہم ورضوعنہ۔ امم سابقہ میں ایسی مثالیں نہیں پائی جاتیں اگرچہ وہ بھی اپنے نبی کے ساتھ محبت کرنیکا دعویٰ کرتے تھے مگر جب موقع آن پڑا تو سب کنارا کش ہو گئے۔ قوم موسیٰ علیہ السلام کو عمالقہ سے جہاد کرنیکا حکم ہوا تھا تو سب نے متفقہ جواب دیا اذھب انت وربک فقاتلا انا ھٰھنا قاعدون اسی طرح نصرانیوں کے اعتقاد میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دی گئی تو سب آپ سے جدا ہو گئے جیسا کہ انجیل وغیرہ میں ہے مگر اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا امتحان غزوہ بدر کے وقت ہوا تو سب امتحان میں کامیاب نکلے جب رسول اللہ اپنے صحابہ سے بار بار مشورہ لیتے رہے تو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ شاید حضور نے یہ سمجھا ہے کہ انصار اپنے شہر سے باہر نکل کر حضور کی اعانت کرنا اپنا فرض نہیں سمجھتے ہیں میں انصار کی طرف سے یہ عرض کرتا ہوں کہ ہم تو ہر حالت میں حضور کے ساتھ ہیں کسی سے معاہدہ فرمائیے کسی کے معاہدہ کو نامنظور کیجئے ہمارے زر و مال سے جسقدر منشا مبارک ہو لیجئے ہمکو جو مرضی مبارک ہو عطا کیجئے۔ مال کا جو حصہ ہم سے حضور لے لیں گے ہمیں وہ زیادہ پسند ہوگا اس مال سے جو حضور ہمارے پاس چھوڑ دینگے ہم کو جو حکم حضور دینگے ہم اسکی تعمیل کرینگے۔ اگر حضور غمدان کے چشمہ تک چلینگے تو ہم ساتھ ہونگے اگر حضور ہم کو سمندر میں گھس جانے کا حکم دینگے تو حضور کے ساتھ وہاں بھی چلیں گے۔ مقداد رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول ہم وہ نہیں کہ قوم موسیٰؑ کی طرح۔ اذھب انت وربک فقاتلا انا ھٰھنا قاعدون کہدیں ہم تو حضور کے داہنے بائیں آگے پیچھے قتال کیلئے حاضر ہیں۔ مذکورہ تقریر سے بخوبی اندازہ لگ سکتا ہے کہ اصحاب کرام کو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کس قدر محبت تھی۔ صلح حدیبیہ کے وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سفیر بنا کر قریش کی طرف بھیجے گئے انکے جانے کے بعد لشکر اسلامی میں یہ خبر پھیل گئی کہ قریش نے حضرت عثمان کو قتل یا قید کر دیا اسلئے نبی صلعم نے اس بے سر و سامان جمعیت سے جاں نثاری کی بیعت لی۔

اس بیعت میں جملہ چودہ سو افراد تھے یہ جان نثاری کی بیعت اللہ تعالیٰ کو بہت پسند آئی چنانچہ فوراً آیت مبارکہ لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ نازل ہوئی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے پیارے رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی اور بے لوث محبت کرنیکی توفیق عنایت کرے آمین ثم آمین واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین ہ

محرم الحرام میں مسلمانونکا حقیقی لائحہ عمل

(از مولوی عبیداللہ ٹونکی (مولوی عالم) متعلم جماعت ہشتم مدرسہ رحمانیہ)

دنیا کی قوموں اور جماعتوں کا یہ اصول رہا ہے کہ وہ اپنے کو بیدار مغز اور ترقی یافتہ قوموں سے دوش بدوش چلنے اور ان کا ہم آہنگ ثابت کرنے کی غرض سے مختلف ذرائع ووسائل اختیار کرتی ہیں۔ کبھی اپنی تجارت کو فروغ دیتی ہیں تو کبھی اپنے علم وفضل اور سیاست دانی سے ہمسایہ قوم کو مرعوب کرتی ہیں۔ اور کہیں اپنے اسلاف کے زریں کارناموں کی یاد تازہ کرکے اپنی باحسی اور زندہ دلی کا ثبوت بہم پہنچایا جاتا ہے۔ یہ کسی قوم یا سوسائٹی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ قریب قریب دنیا کی تمام زندہ قوموں میں اس قسم کے اثرات پائے جاتے ہیں۔ مسلمانوں نے بھی ایسے اسباب اختیار کئے جن سے ان کی بیدار مغزی کا کافی ثبوت ملتا ہے لیکن بعض مواقع پر انکو بے اعتدالی اور لاپرواہی کی بدولت بجائے فائدہ کے بیسیوں نقصانات سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ مثلاً ماہ محرم میں خصوصاً یوم عاشورہ میں جو رسومات ادا کی جاتی ہیں وہ نہ صرف شرع ہی کے خلاف ہیں بلکہ اقتصادی اور معاشرتی لحاظ سے بھی ناقابل قبول ہیں۔

اسمیں شک نہیں کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے حسرتناک اور درد انگیز سانحہ نے مختلف اقوام کے دلوں پر نہایت ہی گہرا اثر کیا۔ ایران۔ ترکستان۔ ہندوستان۔ عراق وعجم میں ہر سال اس حادثہ فاجعہ کی مختلف طریقوں سے یاد تازہ کی جاتی ہے اور یہ بھی واقعہ ہے کہ دنیائے اسلام نے جسقدر آنسو اس پرالم واقعہ پر بہائے ہیں اور غم وغصہ کا اظہار کیا ہے اسکی نظیر تاریخ اسلام ہی نہیں تاریخ عالم بھی پیش نہیں کرسکتی۔ مگر اسکی یاد میں ایسی خصوصیات وناجائز رسومات پیدا کردینی ہماری سخت نادانی ہے۔ اسلام میں اس قسم کے بیسیوں واقعات موجود ہیں بلکہ بعض کی اہمیت واقعہ کربلا سے کئی گونہ بڑھی ہوئی ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اسکی یاد ہر سال تازہ کی جاتی ہے اور ان سے اہم واقعات کو بالکل فراموش کردیا جاتا ہے کیا حضرت عمرؓ کی شہادت کا واقعہ آپ نے نہیں سنا۔ ابو لولو نے کس بے رحمانہ طریق سے نماز کی حالت میں برچھا مارا اور ہمیشہ کیلئے آرام کی نیند سلا دیا۔ حضرت عثمانؓ خلیفہ ثالث کا قتل کیسی کس مپرسی کے عالم میں وقوع پذیر ہوا۔ آپکو پانی سے روکا گیا اور کئی روز تک محبوس رکھا اس پر بھی دشمنوں کا جوش خروش ٹھنڈا نہ ہوا تو مکان میں جاکر شہید کر ڈالا۔ اللہ اکبر کتنا الم انگیز واقعہ ہے جو کربلا سے کسی طرح کم نہیں کیا کبھی اس دل آشوب

جگر سوز قصہ کو بھولے سے بھی یاد کیا ؟ کبھی خلیفہ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی دردناک شہادت کا بھی مظاہرہ کیا آنحضرت کے چچا حضرت حمزہؓ کی شہادت کیا دل ہلا دینے والی نہیں آپ کے جسم مبارک کا ایک ایک حصہ حد درجہ بے حرمتی کے ساتھ کاٹ لیا جاتا ہے اور کلیجہ نکال کر دانتوں سے چبایا جاتا ہے۔ جب حضور مدینہ تشریف لائے اور انصار کی عورتوں کو شہیدوں پر روتے دیکھا تو آپکا دل بھر آیا اور بے ساختہ آپکی زبان مبارک سے نکلا اما حمزۃ فلا بواکی علیہ میرے چچا حمزہ پر کوئی رونے والا نہیں۔ آہ کسقدر رنج دہ غمگین سانحہ ہے جس نے حضور کے صابر و مضبوط دل کو بھی بے قرار کر دیا۔ لیکن آپ کے دل پر اسکا کچھ اثر نہیں نہ وہ جزع فزع ہے اور نہ وہ مظاہرات ہیں۔ آخر بتایا جائے کہ وہ کونسی خصوصیات ہیں۔ اور وہ کون سے ممتاز اسباب ہیں جو آپ کو حضرت حسینؓ کی شہادت کی یاد پہ ہر سال ستاتے ہیں اور خلفائے راشدین اور بڑے بڑے اصحاب رسول کی سرفروشیاں آپ کی نظر میں کوئی وقعت نہیں رکھتیں۔

اب دیکھنا ہے کہ یہ ہماری آہ و زاریاں و سینہ کوبیاں اور اسرافات بیجا کس حد تک اس واقعہ شہادت کی یاد کے تازہ کرنے میں ہماری ترجمانی کرتے ہیں اور کہاں تک اصلی مقاصد کے پیدا کرنے میں ہمارا ساتھ دیتے ہیں کیا ہماری اس اشک ریزی اور فلک بوس نعروں میں اہل بیت کے محبت کی بو پائی جاتی ہے ؟ یا محض ریاکاری اور سمعہ پروری اور اپنے اثر و رسوخ کو برقرار رکھنے کی خاطر یہ تمام ڈھونگ اختیار کئے جاتے ہیں کیا کبھی ہم نے اہل بیت کے صحیح اسوہ کا نمونہ بننے کی کوشش کی ؟ اور کیا ہمنے اسکا خیال کیا ؟ کہ حضرت حسینؓ کی اس ایثار و قربانی اور بہادرانہ عزم و استقلال کو اپنے اندر بھی پیدا کیا جائے جو انہوں نے دودھ پیتے بچوں کو اپنے سامنے نذر اجل کرتے ہوئے ظاہر کیا اور اپنی پیاری جان کے بازی لگانے میں بھی کوئی دریغ نہ کیا۔ کیا محبت اسی کا نام ہے کہ چند ایسی رسومات کی ادائیگی کو کافی سمجھا جائے جس سے سلف کی توہین ہی نہیں بلکہ تہذیب اسلام کے منور چہرہ پر بھی بدنما دھبا لگتا ہے۔ ایسی حالت میں کیونکر آپ کو شیدائے اہل بیت اور پروانہ حسین کہا جا سکتا ہے۔

محرم کے موقع پر ہم ہزاروں روپیہ تعزیونکی تیاریوں میں اور سبیلوں کی ظاہری زیب و زینت پر برباد کر دیتے ہیں۔ جس سے دوست و احباب کی واہ واہی کے سوا اور کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ میری اپیل ہے کہ ہماری ان بے اعتدالیوں پر راہنمایان ملک ہی نہیں بلکہ محلوں کے سربرآوردہ بااثر اور ہوشمند حضرات بھی اسکی طرف توجہ کریں اور قوم کو اس بیجا اسراف کی تباہی و بربادی سے باز رکھیں اگر اس روپیہ کو منظم طریقہ پر کسی ایسے مد میں صرف کیا جائے جس سے مسلمانوں کی اقتصادی و معاشرتی حالت درست ہو یا اپنے بچونکی تعلیم و تربیت پر خرچ کیا جائے یا دوسرے ضروری امور سرانجام دیئے جائیں تو بہت ہی مناسب ہوگا۔ اسی طرح عوام میں ان مسائل کی اشاعت و تبلیغ کیجائے جسکو آنحضرت نے خاص ماہ محرم الحرام کے متعلق ارشاد فرمائے ہیں۔ محرم کی حرمت کے طریقے سے روشناس کرایا جائے اسی طرح دیگر مسائل بھی بیان کئے جائیں مسلمانوں نے اگر اپنا یہ دستور العمل رکھا تو تھوڑے عرصہ میں قوم کی نمایاں اصلاح ہو سکتی ہے مجھے ملک کے نوجوان طبقہ سے امید ہے کہ اس دردمندانہ آواز کو صدائے صحرا ثابت نہ ہونے دینگے ؎

من آنچہ شرط بلاغ است با تو میگویم   تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

مہمانداری

(از عبد الحلیم ناظم صدیقی دربھنگوی مدیر محدث)

دنیا میں سب سے پہلے ضیافت و مہمانداری کا طریقہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رائج کیا۔ شریعت محمدیہ نے اکثر ابراہیمی سنتوں کو سراہا ہے اور ان پر عمل کرنیکی اپنے معتقدوں کو ترغیب دی ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاندان ابراہیم میں ہونیکی وجہ سے نیز اس سنت کو بہت کچھ مرغوب سمجھا اور اس پر عمل کرکے اپنے ماننے والوں کیلئے عملی نمونہ بنکر اسے مستقل سنت قرار دی۔ آج ہمارے لئے سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ ہم اپنے پیغمبر کی جہانتک ممکن ہو تمام سنتوں پر عمل کرتے جائیں لیکن افسوس ہے کہ زمانۂ حاضرہ کے مسلمانوں نے جہاں بیشمار سنتوں کو چھوڑ کر بداخلاقی کو اپنا شعار بنا لیا ہے وہاں مہمانداری جیسی عزیز و اخلاقی سنت بھی فراموش کردی۔ اسوقت تو ایسی زبوں حالت ہے کہ ایک مسلم رشتہ دار کی آمد پر بھی ہمارے چہرے پر انقباض و کشیدگی پیدا ہو جاتی ہے ہم اسکا خندہ پیشانی سے استقبال نہیں کرتے چہ جائیکہ ہم اسکے کھانیکا کوئی انتظام کریں۔ غرض ہماری اخلاقی پستی اور بری حالت یہانتک پہونچی ہے کہ ہم واقعی روز بروز اور مفلس ہو رہے ہیں۔ زمانۂ خیر القرون میں فاقہ کشی تھی لیکن پھر بھی مہمانداری کیلئے برابر ایثار کرنیکو تیار رہتے تھے۔ افسوس ہم میں وہ جذبہ بھی مٹ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سیرت پر نظر ڈالیے تو آپ کو اخلاق و مہمانداری کی ہزاروں بہترین مثالیں ملینگی۔ غیر مسلم مہمان رسول اللہ کا دشمن بھی آتا تھا تو آپ اسکے لئے ہر طرح کی تکلیف اٹھاتے اور اسکے آرام کا پورا خیال فرماتے۔ مہمان گھر بھر کا کھانا کھا لیتا ہے۔ بستر مبارک کو خراب کر دیتا ہے مگر کیا مجال کہ جبیں پر کوئی شکن بھی آئے۔ نہایت خوشی سے اپنے ہاتھوں سے اسے صاف کرتے ہیں پھر اس اخلاق کو دیکھکر وہ مسلمان ہو جاتا ہے۔ صحابہ میں آپ نے مہمانداری کی وہ روح بھر دی تھی کہ وہ لوگ اخلاقی ترقی کے مدارج اعلیٰ پر پہونچ گئے تھے۔

ایک مرتبہ ایک مہمان دربار رسالت میں آیا حضرت نے فرمایا کون اسکی مہمانداری کریگا۔ ایک انصاری اسکیلئے تیار ہو گئے اور اس مہمان کو اپنے گھر لے آئے لیکن حالت یہ تھی کہ گھر میں اپنے کھانیکو بھی نہیں تھا چہ جائیکہ مہمان کیلئے مزید کھانا ہو۔ بیوی نے کہا کہ بچوں کیلئے کچھ سوکھی روٹیاں ہیں۔ صحابی نے کہا کہ بچوں کو کسی طرح تھپکا کر سلا دینا۔ اور روٹی کے ان ٹکڑوں کو مہمان کے پاس لاکر رکھدینا۔ مگر اخلاق کا تقاضا تھا کہ مہمان کے ساتھ خود بھی کھائیں کھانا اسقدر کم تھا کہ اگر خود بھی کھاتے تو مہمان کی شکم سیری نہ ہوتی۔ لہذا بیوی سے اشارۃً کہدیا کہ چراغ بجھا دو۔ اب تاریکی ہونیکی وجہ سے مہمان تو سمجھ رہے تھے کہ میزبان بھی کھا رہا ہے لیکن مجسمہ ایثار میزبان نے صرف اسلئے نہ کھایا اور گھر بھر بھوکا رہا کہ ہمارے مہمان کا پیٹ نہ بھرے گا۔ یہ تھا ایثار اور زریں اخلاق جو خدا کو بھی بیحد پسند آیا۔ وراں کے متعلق آیت اتری۔ ویؤثرون علی انفسهم ولو کان بهم خصاصہ۔ ترجمہ۔ اپنے نفس پر غیروں کو ترجیح دیتے ہیں حالانکہ انہیں خود ضرورت ہے۔

اس کے علاوہ اصحاب کرام کی سیرت میں اور بھی مہمانداری کے بے شمار واقعات ملتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ ان میں

[illegible] کی تکلف بھی نہیں کرتے تھے۔ جو حاضر ہوا سامنے لاکر رکھدیا [illegible]

[illegible] مہمانوں کو کھلاتے تھے | کیسے اچھے تھے وہ گھرانے والے

[illegible] اس کے بالکل خلاف ہے۔ اول تو مہمانداری ہی نہیں۔ اگر کسی رشتہ دار یا دوست کی دعوت بھی کی تو اتنا تکلف کرتے ہیں کہ مہمانوں کا حق مار کر اقتصادی حالت خراب کر لیتے ہیں اس لئے مسلمانو! یہ نہ دیکھو کہ رشتہ دار ہے یا غیر، مسلم ہے یا غیر مسلم [illegible] پیغمبر کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اخلاقی حالت بہتر بنانے کیلئے جو تمہارے پاس آئے اس سے خندہ پیشانی سے ملو کھانے کو پوچھو۔ اور فوراً جو حاضر ہو اسکے سامنے بے تکلفی اور محبت و خلوص سے لاکر رکھدو۔ اس سے دنیا و دین دونوں دوست ہو جائیں گے ؎

آسائش دو گیتی تفسیر این دو حرف است | با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا

قدیم عربی تاریخ و ادب کا ایک کثیر حصہ آج بھی ہمارے سامنے کتابی صورت میں موجود ہے گو اسکی حیثیت ایک لٹریچر سے زیادہ نہیں لیکن اس میں بھی ہمارے لئے اخلاق و ادب کے بیش بہا خزانے ملتے ہیں اور ہمیں صاف پتہ چلتا ہے کہ عربوں میں مہمانداری کس قدر تھی۔ عربی قوم مہمان کیلئے جان و مال حاضر کر دیتی تھی اور یہ انکی عزت کا ایک زبردست اور کامیاب ذریعہ شہرت و طغرائے امتیاز تھا۔ ایک عربی شاعر کہتا ہے ؎

لحافی لحاف الضیف والبیت بیتہ | ولم یلهنی عنه غزال مقنع
احدثه ان الحدیث من القری | وتعلم نفسی انه سوف یهجع

یعنی میرا اوڑھنا مہمان کا اوڑھنا ہے اور میرا گھر در اصل مہمان کا گھر ہے۔ مجھے مہمان کی عزت و توقیر سے ہرن جیسی پردہ نشین عورتیں بھی نہیں غفلت میں ڈال سکتیں۔ میں کھانا کھلانے کے بعد مہمان سے اسوقت تک باتیں کرتا رہتا ہوں جبتک کہ میں سمجھ لیتا ہوں کہ اب وہ سوئے گا۔ در اصل خوشگوار باتیں بھی مہمان کیلئے ضیافت ہیں۔

یہی سبب ہے کہ حاتم عرب ہی کا ایک فرد تھا جسکی مہمان نوازیوں کے سچے واقعات آج تک دنیا میں لازوالی شہرت رکھتے ہیں کاش آج ہم بھی اسلئے عربی جوہر چمکاتے اور فرزدق کیطرح یوں فخریہ کہتے ؎

وانا لنعاقون بین رحالنا | الی الضیف منا لاحف ومنیم
فذو العلم منا جاهل دون ضیفه | وذو الجهل منا عن اذاه حلیم

اطلاع

رسالہ "محدث" صرف تبلیغ و اشاعت کیلئے جاری ہوا ہے لہذا شیدایان علم و مذہب کیلئے نادر موقع ہے کہ ہر [illegible] رجسٹر میں نام درج کرائیں۔ اور ان قیمتی مضامین کے مجموعے سے ہمیشہ فائدہ حاصل کرتے رہیں۔ جن حضرات [illegible] ٹکٹ سے جارہا ہے وہ بھی اگر آئندہ ایسا بہترین اور مفت رسالہ پڑھنا چاہتے ہیں تو بہت جلد [illegible] ٹکٹ روانہ کر دیں ورنہ جن کے ٹکٹ نہیں آئینگے وہ ہمیں رسالہ بھیجنے سے معذور سمجھیں۔

منیجر رسالہ "محدث" دار الحدیث رحمانیہ

دہلی

نعرۂ بیداری

(از ناظم صدیقی "مولوی فاضل" ایڈیٹر)

مسلم خستہ! اب اٹھ زیست میں کوشاں ہو جا
درد ذلت کیلئے آپ ہی درماں ہو جا

ہاں پہونچ جائیگا تو منزلِ مقصد پہ مگر
گرد رہ اور تھکن سے تو پریشاں ہو جا

عشرتِ رفتہ تری آئیگی قدموں پہ ضرور
پہلے لیکن ہدفِ دشنہ و پیکاں ہو جا

عیش سے گلکدۂ دہر میں لیٹے گا مگر
کچھ تو وقفِ سفرِ کوہ و بیاباں ہو جا

ہے یقیں مصر کا ملجائے تجھے تختِ شہی
چاہ میں گر کے مگر یوسفِ کنعاں ہو جا

تو بھی پالے گا گلستانِ خلیلِ اکبر
گلشنِ دہر میں جلنے کا تو ساماں ہو جا

ہے ترقی کی اگر تیری تمنا ناظمؔ
قوم سے کہدے یہی "پختہ مسلماں ہو جا"

رجسٹرڈ ایل

نمبر

اللہ نزل احسن الحدیث کتابا

رسالہ

محدث دہلی





سرپرست

شیخ عطاء الرحمن صاحب مہتمم دار الحدیث رحمانیہ

نگرانِ اصول

(مولانا) احمد اللہ صاحب

(شیخ الحدیث)



مدیر مسئول

عبدالحلیم ناظم

مولوی فاضل

بجید برقی پریس دہلی میں چھپا

فہرست مضامین

مقاصد

(۱) کتاب و سنت کی اشاعت۔

(۲) مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح

(۳) دارالحدیث رحمانیہ کے کوائف کی ترجمانی

ضوابط

(۱) یہ رسالہ ہر انگریزی مہینہ کے ابتدائی ہفتہ میں شائع ہوا کریگا۔

(۲) یہ رسالہ ان لوگوں کو مفت بھیجا جائیگا جو ہم ٹکٹ کا خرچ دفتر میں بھیجدینگے۔

(۳) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا ضروری ہے۔

مینجر رسالہ "محدث" دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

محدث دہلی

جلد ۱ | ماہ صفر المظفر سنہ ۱۳۵۲ھ مطابق جون سنہ ۱۹۳۳ء | نمبر ۲

مناسبات

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ بندے سے جو اہم امور صادر ہوتے ہیں وہ دراصل خدا ہی کی بخشی ہوئی توفیق اور غیبی امداد کے پرتو ہوا کرتے ہیں، اب اس وقت میں جو شخص علم حقیقت کے بعد اپنے خدا کا شکریہ ادا کرنے کا فرض بھول جاتا ہے۔ وہی "ان الانسان لربہ لکنود" اور "کفورا" میں شمار ہوتا ہے اور جو حقیقت سمجھ کر اس صداقت کا اعتراف کرتا ہے پھر شکریہ و عبادت کیلئے سر تسلیم و نیاز خم کر دیتا ہے وہی بندہ شاکر و عابد کہلانے کا صحیح مستحق بنتا ہے۔

اس اصول پر ہم خدا کا لاکھ لاکھ شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اسی کے فضل و توفیق سے "محدث" کا پہلا نمبر ناظرین کے ہاتھوں تک پہونچا کر دوسرا نمبر پہونچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ بھی اس مالک حقیقی کا احسان ہے کہ اس نے "محدث" کی پذیرائی کرتے ہوئے ناظرین سے شرف قبولیت عطا کرایا فللہ الحمد پہلا پرچہ شائع ہوتے ہی ہمارے پاس بیشمار درخواستیں پہونچیں اور روزانہ جدید درخواستوں کا سلسلہ لگا ہوا ہے ایک تو رسالہ مفت ہے پھر اپنی تبلیغی نوعیت اور مضامین کے لحاظ سے جو کچھ عمدگی و کاملیت کا نمونہ ہے وہ پیش نظر ہے بنا بر درخواستوں کا یہ روزافزوں اضافہ کوئی زیادہ حیرت و استعجاب کا باعث نہیں۔ بلکہ ہمیں مسلمانوں کے ان بے حس افراد پر افسوس ہے جنہوں نے اپنی تنفر خیز غفلت میں ابتک اس زریں موقعہ سے فائدہ نہیں اٹھایا۔

ہم اپنے مقاصد کی تکمیل میں مسلمانوں کی مذہبی فرقہ بندیوں میں الجھنا نہیں چاہتے بلکہ ہم نزاعی جنگ و جدال سے بالاتر

رہکر خصوصی اور عام اسلامی خدمت بموافق قرآن وحدیث انجام دینا چاہتے ہیں۔ لیکن ہم اہلسنت والجماعت کے علاوہ بعض مدعیانِ اسلام فرقوں کو جب دیکھینگے کہ وہ مسلمانی کے جامہ میں دراصل صریح اسلام دشمنی کررہے ہیں تو اسوقت ہمیں ان کے خلاف ان کو صحیح راہ عمل بتانے کیلئے اپنی نرم پالیسی کو مدنظر رکھکر آواز اٹھانی پڑیگی۔ چنانچہ ذیل کے سطور اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہیں۔

گذشتہ اپریل میں (جبکہ محدث کا پہلا نمبر مطبع میں جاچکا تھا) چند متعصب شیعوں کی حجاز کانفرنس دہلی میں منعقد ہوئی تھی جسکی تقریروں اور تجویزوں میں جلالۃ الامام سلطان ابن سعود ایدہ اللہ بنصرہ اور ان کی حکومت پر مخالفانہ ناپاک حملے کئے گئے تھے۔ بحمداللہ کہ اسوقت دارالحدیث رحمانیہ کے باحساس طلبہ ومدرسین نے شیعوں کے خلاف آواز اٹھانیکی فوری ضرورت محسوس کی۔ چنانچہ حجاز کانفرنس کے ختم ہوتے ہی دارالحدیث کی مرکزی انجمن "جمعیۃ الخطابہ" کے اہتمام سے زیر صدارت مولانا عبداللہ صاحب ندوی مدرس دارالحدیث ایک شاندار جلسہ منعقد ہوا جس میں راقم الحروف کی مفصل تقریر میں چند پیشکردہ تجویزیں باتفاق آراء پاس ہوئیں اور اسکے بعد چند طلبہ اور مدرسین کی پرجوش تائیدی تقریریں ہوئیں جن سے صاف اندازہ لگایا جاسکتا تھا کہ ہمارے دل میں سلطانِ عرب خلد اللہ ملکہ کی عزت وحرمت کس حد تک ہے۔

تجویزیں اخبارات میں بروقت شائع کرادی گئی تھیں جن کا ضروری خلاصہ یہ تھا ہم حضرت الامام سلطان ابن سعود کی دلی حمایت اور شیعوں کی تقاریر وتجاویز کے خلاف نفرت وحقارت کے جذبات ظاہر کرتے ہیں۔ ہم حکومت ہند سے درخواست کرتے ہیں کہ عام مسلمان سلطان کے حامی ہیں لہذا شیعوں کے ان شورش پسندانہ خیالات کو روکا جائے۔ ہم تمام اسلامی اداروں بالخصوص آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس سے اپیل کرتے ہیں کہ شیعہ کانفرنس کے خلاف ایک زبردست جلسہ کیا جائے اور ان میں ضروری تجویزیں پاس کرکے حکومت کو انکی اطلاع دی جائے"۔ الغرض ہندوستان میں سب سے پہلی آواز جو اس جدید شورش کے خلاف اٹھی وہ رحمانیہ کی تھی۔

ہمیں مسرت ہے کہ ہماری تحریک پر بعض اسلامی اخبارات "ہند جدید" ملت، محمدی، انقلاب وغیرہ نے شیعوں کے خلاف آرٹیکل لکھے۔ بالخصوص ہم ہند جدید کلکتہ کے زور قلم کا شکریہ ادا کرتے ہیں جو جماعت اہل حدیث کی صحیح معنوں میں خدمت کررہا ہے اور بلاشبہ سلطان کا سچا عاشق ہے چنانچہ اس نے اسکے قبل اور اس موقعہ پر بھی متعدد مقالات لکھکر اس دعوی کا کافی ثبوت بہم پہونچا دیا ہے (ہمیں افسوس ہے کہ ایسے بہترین اخبار کی مالی حالت کمزور ہے۔ اصحاب خیر کو اسکی طرف ضرور توجہ کرنی چاہئے)۔

بہرحال جن اداروں نے ہماری آواز پر ہنوز حرکت نہیں کی ہے ان سے مکرر درخواست ہے کہ جلد تر اس طرف توجہ کریں اور شیعوں کے خلاف دوش بدوش کوشش کرکے حمایتِ حجاز کا ثبوت دیں۔

حضرات شیعہ نے امتناعِ حج کی بھی ایک مضحکہ خیز تجویز پاس کی تھی اور سنا جاتا ہے کہ وہ اس کوشش میں مصروف بھی ہیں ہمیں تعجب ہے اور افسوس بھی کہ ایک وہ جماعت جو خود کو مسلمانوں میں شمار کرتی ہے کس طرح ایک فریضۂ خداوندی کے خلاف سرگرم عمل ہونے کیلئے تیار ہوگئی۔ کیا ایک مسلم جماعت کو کسی وقت میں بھی فریضۂ ربانی چھوڑنا جائز ہے۔ خصوصًا سلطان ابن سعود ایدہ اللہ بنصرہ کے عہد مسعود میں حج ترک کردینا تو ایک دم بعید از عقل ومذہب ہے کیا ایسے مطمئن، پرسکون اور آسائش رساں دور میں کوئی مسلمان جو اسلام کا دم بھرتا ہو حج ترک کرنیکا تصور بھی کرسکتا ہے؟ ادائے حج کی موجودہ آسانیاں اور حجازی کوائف محتاج بیان وتشریح

نہیں ہیں۔ ہر ہندی مسلمان اس سے ناواقف ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ حضرت الامام سلطان موصوف نے کسطرح عرب کی کایا پلٹ دی ہے اور صحیح معنوں میں خیر القرون کا نقشہ کھینچ دیا ہے۔ اگر ہم مان لیں کہ ہندوستان کے تمام شیعہ حج سے رک جائینگے (جو غالباً قبل ہی سے رکے ہوئے ہیں) تو اس سے سلطان کو کیا نقصان پہونچ سکتا ہے۔ کیا تمام ہندی اہل سنت والجماعت اور مسلمانان عالم پر شیعوں کا کچھ بھی امتناعی زور چل سکتا ہے۔ غیر ممکن۔ اگر دوسرے فرقوں میں بھی ان کی ہمنوائی فرض کر لی جائے تو صاف کہا جا سکتا ہے کہ جو شخص با وجود وسعت مال کے قصداً حج کرنا چھوڑ دیگا وہ اپنی عاقبت خراب کرتے ہوئے اپنے اسلام کا جنازہ نکالیگا۔ اور اگر نقصان کچھ پہونچائیگا بھی تو بعض باشندگان مکہ کو نہ کہ سلطان کو۔ اگرچہ اسکا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ رزق و فلاح کا دارومدار تو ذات خدا پر ہے۔ اسی لئے حضرت السلطان کو اس غلامانہ منافرت و امتناع کی قطعی پروا نہیں۔ ان کا اعتماد و توکل فقط خدا پر ہے۔ ان کی للہیت کے سامنے بڑی سے بڑی انسانی طاقت کچھ بھی قابل توجہ و درخور اعتنا نہیں۔ چہ جائیکہ شیعوں کی مٹھی بھر محکوم جماعت! بے شک ع

دشمن چہ کند چوں مہربان باشد دوست!

ابھی حال ہی میں "ام القریٰ" میں سلطان موصوف کی تقریر چھپی ہے جسکے تراجم اردو اخبارات میں بھی چھپ چکے ہیں۔ اس کو پڑھنے اور غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ سلطان کتنی بڑی شخصیت کا جامع و مالک ہے۔ مسلمان تو مسلمان غیر مسلم بھی اسکی بے نظیر اہمیت تسلیم کرنے سے باز نہیں رہ سکتا۔ ہر ہر فقرہ میں اتباع کتاب و سنت پیروی سلف کا خزانہ پنہاں ہے۔ وہ محمدی ہے۔ قرآن و حدیث دونوں ہاتھوں میں پکڑے ہوئے ہے۔ سچا خادم اسلام ہے۔ اپنے تمام توجہات و طاقتیں صرف علو اسلام کیلئے مرکوز رکھنا چاہتا ہے۔ آؤ ایسے عظیم الشان بادشاہ کیلئے متفقہ طور پر دلی دعا کریں۔

"محدث" کی حیثیت ابھی تبلیغی ہے اسلئے جو مضامین شائع ہوئے اور ہو رہے ہیں، وہ باہم و م ... رف مذہب و اخلاق سے متعلق ہیں۔ لیکن اس نوعیت کو مدنظر رکھنے کے ساتھ ہی ہم اپنے بعض کرم فرماؤں کی رائے سے انہیں مضامین کی علمی حیثیت بھی بلند بنانی چاہتے ہیں۔ چنانچہ زیر نظر اشاعت ہی سے یہ فرق نمایاں اور بدیہی محسوس کیا جائیگا۔ یہ ظاہر ہے کہ "محدث" کی اشاعت کوئی اعلیٰ پیمانہ پر نہیں ہوئی ہے۔ ابھی تحریری طور پر ہم تبلیغ کا تجربہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ آئندہ اس تجربہ و پختگی کے بعد اسکی حیثیت بہت کچھ بڑھ جائے اور پھر اعلیٰ شان سے یہ کام انجام دیا جاسکے (انشاء اللہ) لہذا فی الحال سے تکمیل مقاصد کی تشنگی اور صفحات کی کمی وجہ شکایت و جبیں شکنی نہیں ہونی چاہئے۔

اس ماہ میں ہمارے پاس اتنے مضامین آئے کہ تمام کو شائع کرنا بالکل دشوار تھا لہذا ہمیں مجبوراً اسی قدر شائع کرنا پڑا جسقدر رسالہ میں وسعت تھی باقی مضمون نگار دنسے بشرط پسند ہم آئندہ اندراج کے وعدہ پر عفو خواہ ہیں۔ اس کثرت کی بنا پر ہمیں اپنا مضمون سلسلہ اہمیت حدیث بھی ملتوی کرنا پڑا۔ آئندہ اشاعت سے راقم الحروف کے قلم سے تدوین حدیث و ائمہ مدونین کا ایک مستقل سلسلہ شروع ہوگا۔ انشاء اللہ۔

عبدالحلیم ناظم صدیقی۔ مدیر "محدث"

قرآن کریم پر اغیار کی رائیں

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں * گفتہ آید در حدیث دیگراں

(از ناظم [illegible] رحمانی "مولوی فاضل" ایڈیٹر "محدث")

قرآن مجید ایک ایسی آسمانی کتاب ہے جو سرتاپا خوش اسلوبی اور خوبیوں کا مجموعہ ہے اسکی بے نظیر فصاحت و بلاغت بے مثل سلاست و حلاوت، موثر اور دلربا طرز بیان رعب اور شکوہ، شان کبریائی شوکت و عظمت وغیرہ تمام محاسن قرآن پر جسقدر زیادہ دفاتر لکھے جائیں اتنے ہی کم ہیں۔ یہی وہ امور ہیں جن کی وجہ سے قرآن مجید کے حقیقی اعجاز کا بلند آہنگ دعوی آج تک صحیح و ثابت ہے اور ہمیشہ ہمیشہ رہیگا آئندہ محدث کی کسی اشاعت میں ہم "اعجاز القرآن" پر تفصیلی بحث کرینگے انشاءاللہ۔

قرآن مجید کی بے نظیر اور انوکھی خوبیاں ایسی نہ تھیں جو صرف اسکے معتقدین ہی تک محدود رہتیں بلکہ اسکے حقیقی محاسن کا اغیار اسلام نے بھی اعلانیہ اعتراف کیا ہے ورنہ یہ بات نہ ہوتی تو اسلام کی آناً فاناً ترقی تمام عالم کو کس طرح حیرت میں ڈال دیتی۔ بہرحال ان میں سے صرف انہیں بیانات و اقوال کو انتہائی اختصار و تلخیص کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے جو مخالفین اسلام خواہ یورپین ہوں یا غیر یورپین کی طرف سے قرآن مجید پر بلاتعصب ظاہر کئے گئے ہیں جن سے صاف معلوم ہوجائیگا کہ قرآن کا رتبہ غیر مسلموں کی نظروں میں بھی کیسا بلند اور اشرف ترین ہے "والفضل ما شهدت به الاعداء"

سب سے پہلے اسوقت کے مخالفین کے خیالات ملاحظہ ہوں جبکہ قرآن نے دنیا میں نازل ہوکر ابتداءً اپنی ہدایت و تبلیغ شروع کی تھی ہم بہت اختصار کے ساتھ صرف چند نمونوں پر اکتفا کرتے ہیں۔

جب ابوالولید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سنا تو اپنی قوم سے جاکر کہا "قد سمعت قولا ما سمعت بمثله قط لا والله ما هو بالشعر ولا بالسحر ولا بالكهانة" ترجمہ: میں نے ایسا بے مثل کلام سنا ہے جو اس سے پیشتر کبھی نہیں سنا تھا۔ خدا کی قسم نہ تو وہ شعر ہے، نہ جادو ہے اور نہ کہانت ہے۔" ولید بن مغیرہ نے قرآن سنکر کہا۔ والله ان له لحلاوة وان عليه لطلاوة وان اعلاه لمثمر وان اسفله لمغدق وما يقول هذا البشر وانه ليعلو وما يعلى۔ ترجمہ خدا کی قسم قرآن میں بے بہا شیرینی اور اسپر سنہری تازگی ہے۔ اس کا بالائی حصہ ثمردار ہے اور اندرونی حصہ نہایت شیریں۔ یہ کسی انسان کا قول ہرگز نہیں ہوسکتا۔ یہ غالب ہے مغلوب نہیں۔ کفار مکہ عام طور پر کہا کرتے تھے۔ ان هذا القران لو وجد مكتوبا في مصحف في فلاة من الارض ولم يعلم من وضعه. هنالك لشهدت العقول السليمة انه منزل من عند الله تعالى وان البشر لا قدرة له على تاليف مثل ذالك - ترجمہ - اگر یہ قرآن کسی مصحف میں لکھا ہوا زمین کے کسی میدان میں پایا جاتا اور یہ نہ معلوم ہوتا کہ اسکو وہاں کس نے رکھا تو عقل سلیم شہادت دیتی کہ بلاشبہ قرآن مجید اللہ تعالی کے نزدیک سے اترا ہوا ہے۔ کسی بشر کی طاقت نہیں ہے کہ ایسی کتاب تالیف کرسکے۔ حوالہ کیلئے دیکھیں خضری دول العرب وغیرہ

اب چند مستشرقین یورپ کے خیالات ... بھی ملاحظہ فرمائیں۔

قرآن مجید کا طرز تحریر دل آویز ہے۔ مدلل ہے۔ مختصر اور جامع ہے۔ خدا کا ذکر بہت شاندار طریقے سے کرتا ہے (ڈاکٹر جارٹن)

جب قرآن مجید پیغمبر (صلعم) کی زبان سے منکر سنتے تھے تو بیتاب ہو کر سجدہ میں گر پڑتے تھے اور مسلمان ہو جاتے تھے (جرمن فلاسفر جان جاک ویک)

قرآن کریم بلاشبہ عربی زبان کی سب سے بہتر اور مستند کتاب ہے۔ کسی انسان کا قلم ایسی معجزانہ کتاب نہیں لکھ سکتا۔ اور یہ مردوں کو زندہ کرنے سے بڑا ہوا معجزہ ہے (جارج سیل مترجم قرآن)

قرآن مجید کی سب سے بڑی تعریف اسکی فصاحت و بلاغت ہے۔ مقاصد کی خوبی اور مطالب کی خوش اسلوبی کے اعتبار سے قرآن کو دوسری کتابوں پر فوقیت ہے (ڈاکٹر لیبن فرانسیسی)

اسلام کو جو لوگ وحشیانہ مذہب کہتے ہیں۔ انہوں نے قرآن کی تعلیم نہیں دیکھی جسکے اثر سے عربوں کی تمام بری اور معیوب عادتوں کی کایا پلٹ ہو گئی (موسیو سیدیو فرانسیسی)

قرآن مجید کے مطالب ایسے مناسب وقت اور عام فہم ہیں کہ تمام دنیا انکو آسانی سے قبول کر سکتی ہے۔ ڈاکٹر جانسن)

قرآن مجید کو دیکھکر عقل حیرت میں ہے کہ اس قسم کا کلام اس شخص کی زبان سے کیونکر ادا ہوا جو بالکل امی تھا (کونٹ ہنری کاسٹری)

بیشک ایسا قرآن میں خلوص اور سچائی کا وصف ہر پہلو سے موجود ہے اور سچ یہ ہے کہ اگر کوئی خوبی پیدا ہو سکتی ہے تو اسی سے ہو سکتی ہے (پروفیسر کارلائل)

قرآن شریف وحدانیت کا بڑا گواہ ہے۔ ایک موحد فلسفی اگر کوئی مذہب قبول کر سکتا ہے تو وہ اسلام ہے۔ غرض سارے جہاں میں قرآن کی نظیر نہیں مل سکتی (ڈاکٹر گبن)

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دعویٰ ہے کہ قرآن ان کا مستقل اور دائمی معجزہ ہے۔ اور میں مانتا ہوں کہ واقعی یہ ایک معجزہ ہے (مسٹر بوسورتھ سمتھ)

قرآن مجید میں عقائد و اخلاق کا مکمل ضابطہ و قانون موجود ہے۔ وسیع جمہوریت، رشد و ہدایت، انصاف و عدالت، فوجی تنظیم و ترتیب، مالیات اور غرباء کی حمایت اور ترقی کے اعلیٰ آئین موجود ہیں اور ان سب باتوں کی بنیاد ذات باری کے اعتقاد پر رکھی گئی ہے (الڈ لنگر کلکر)

قرآن الہامات کا مجموعہ ہے اس میں اسلام کے اصول و قوانین اخلاق کی تعلیم روزمرہ کے کاروبار کی نسبت ہدایات ہیں۔ اس لحاظ سے اسلام کو عیسائیت پر فوقیت ہے کہ اسکی مذہبی تعلیم اور قانون علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں (ریورنڈ آرچ بیکسویل کنگ)

قرآن مجید نے ظلم، جھوٹ، غرور، انتقام، غیبت، طمع، فضول خرچی، حرام کاری، خیانت اور بدگمانی کی بہت سخت برائی کی ہے اور یہی اسکی بڑی خوبی ہے (چیمبرس انسائیکلوپیڈیا)

قرآن روشن اور پر حکمت کتاب ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ ایسے شخص پر نازل ہوا جو سچا نبی تھا اور خدا نے اس کو بھیجا تھا۔ (فلاسفر مائکس لیوڈزون)

قرآن مجید مذہبی قواعد اور احکام ہی کا مجموعہ نہیں بلکہ اس میں اجتماعی احکام بھی ہیں۔ جو انسان کی زندگی کے لئے ہر حالت

ہیں مفید ہیں (موسیو ادجین کلافل فرانسیسی)
قرآن مسلمانوں کا مشترکہ قانون ہے، معاشرتی، جنگی تجارتی، فوجی، عدالتی، تعزیری سب حالات اس میں ہیں پھر بھی یہ ایک مذہبی کتاب ہے اس نے جبر کو باقاعدہ بنا دیا ہے۔ (ڈیون پورٹ)
قرآن میں سب کچھ موجود ہے جو ایک اچھے مذہب میں ہونا چاہئے۔ اور جو ایک بزرگ انسان (پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم) میں خالص طور سے موجود تھا۔ (مسٹر مین پول سٹنل)
قرآن کی تعلیم بہترین ہے اور انسانی دماغوں پر نقش ہو جاتی ہے۔ (میجر لیونارڈ)
قرآن نے بے حد و شمار انسانوں کے اعتقاد اور چال چلن پر نمایاں اثر ڈالا ہے (مسٹر جیمس ثانی)
قرآن نے مسلمانوں کو جنگ بھی سکھائی اور ہمدردی و خیرات و فیاضی بھی۔ (مسٹر آرنلڈ وائٹ)
قرآن کا مذہب امن و سلامتی کا مذہب ہے (پادری وال امیس ڈبلیو ڈی)
قرآنی تعلیم سے فلسفہ و حکمت کا ظہور ہوا اور ایسی ترقی کی کہ اپنے عہد کے بڑی سے بڑی یورپین حکومت کی تعلیم سے بڑھ گیا (ایچ ایس)
اسلام کی قوت و طاقت قرآن میں ہے۔ قرآن قانون اساسی ہے۔ حقوق کی دستاویز ہے۔ (اے ڈبلیو مارل)
اگر ہم قرآن کی عظمت و فضیلت اور حسن و خوبی سے انکار کریں تو ہم عقل و دانش سے بیگانہ ہونگے۔ (لندن نیوز)
قرآن کی تعلیم نے بت پرستی مٹائی جنات اور مادیات کا شرک مٹایا۔ اللہ کی عبادت قائم کی۔ بچوں کے قتل کی رسم نیست و نابود کر دی۔ (پادری ریورنڈ۔ جے ایم راڈویل)

ان کی تفصیل و حوالہ کیلئے کتاب "پیام امن" دیکھیں اور اس قسم کے مزید اقوال کیلئے حجۃ الاسلام، دعوت و عزیمت ادب العرب وغیرہ ملاحظہ فرمائیں۔ ان تنگ صفحات میں تمام اقوال یورپ کا استقصا موجب تطویل ہی نہیں بلکہ دشوار تر ہے۔

ایک عربی رسالہ "الاصلاح" مکہ مجریہ ۱۴ اکتوبر ۱۹۲۸ء نے ایک مضمون (موجودہ مغرب میں اسلام کا اثر) میں ایک جرمنی عالم و فلسفی مشہور مستشرق ڈاکٹر چومبس . CHOMBES کی تقریر کے چند جملے درج کئے ہیں جو انہوں نے "جمعیۃ اسلامیہ المانیہ" کی کسی مجلس میں کی تھی۔ ہم اس ٹکڑے کا ترجمہ درج ذیل کرتے ہیں۔ ڈاکٹر چومبس فرماتے ہیں۔

"بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کلام ہے۔ حالانکہ یہ صریح غلطی ہے۔ کیونکہ قرآن تو خدائے تعالیٰ کا کلام ہے۔ جو اسکے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان پر نازل ہوا۔ حضرت محمد (صلعم) ایک ایسے زمانہ میں تھے جس وقت تہذیب و تمدن اور علمی ترقی اس حد تک نہیں تھی۔ پھر یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ ایسے کلام تصنیف کر سکیں جس میں بڑے بڑے حکماء و فلاسفر کی عقلیں حیران و متحیر ہیں اور وہ کلام لوگوں کو تاریکی سے روشنی کی طرف راہ دکھاتا ہے۔ آپ تعجب نہ کریں۔ میں باوجود ایک یورپین ہونے کے اس حقیقت کا صاف اقرار کرتا ہوں۔ کیونکہ قرآن کو میں نے اچھی طرح بغور پڑھا ہے اور میں نے اس میں ایسے ایسے بلند معانی، مضبوط و استوار نظام اور فصاحت و بلاغت پائی ہے کہ اپنی زندگی میں ایسی کتاب کبھی نہیں دیکھی۔ اس لاثانی کتاب کا ایک ایک جملہ بڑی بڑی ضخیم تصنیفوں سے مستغنی کر دیتا ہے۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ یہ ایک بہت بڑا معجزہ ہے۔ جس کو حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے پروردگار کی طرف سے لائے تھے۔

ان کے علاوہ ہندوستانی غیر مسلموں نے بھی قرآن پر اپنی بہترین آرار کا اظہار کیاہے۔ بالخصوص لیڈر ہند مہاتما گاندھی اور انکے صاحبزادے مسٹر دیوی داس گاندھی نے اکثر قرآن کریم کی عظیم الشان روحانیت کا اقرار کرتے ہوئے اسکے متعلق بہترین محبتانہ خیالات ظاہر فرمائے ہیں جوملک کے اخبار بیں طبقہ سے پوشیدہ نہیں۔ الغرض دنیا میں قرآن ہی وہ الہامی کتاب ہے جسکی اتباع حقیقی ہدایت کا سرچشمہ ہے اور بجا طور پر اس لائق ہے کہ اسپر اعلیٰ سے اعلیٰ خیالات اور عملی تعلق کا اظہار کیا جائے۔ (ایڈیٹر)

قرآن حکیم اور فطری تعلیم

(از مولوی ذکراللہ صاحب ابن مولانا عبدالغفور صاحب مدرس دارالحدیث رحمانیہ)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل کا جوہر عطا فرمایاہے اور یہ ہی ایک چیز ہے جسکی وجہ سے انتم الاعلون اور ولقد کرمنا بنی آدم جیسے باعزت لفظوں سے اسے یاد کیا گیاہے مبدأ فیاض سے ہیں یہ جوہر اسلئے نہیں عطا ہوا کہ اسے بیکار در معطل چھوڑ دیا جائے بلکہ اس سے کام لینے کی تلقین کی گئی ہے ارشاد ہوتاہے فلینظر الانسان مم خلق انسان اپنی پیدائش پر نظر ڈالے۔ افلا یتدبرون القرآن۔ انسان قرآن پاک میں غور وفکر کرے وفی انفسکم افلا تبصرون انسانو! تم اپنے اعضاء بدنی کو بصیرت کی نگاہ سے دیکھو غرض یہ کہ متعدد آیات قرآنیہ ایسی موجود ہیں جن میں غور وفکر کی تلقین کی گئی ہے اور بتلایا گیاہے کہ انسان کو اپنے جوہر عقل سے کام لینا چاہیے اس سے غفلت کرنا اور لکیر کا فقیر بنا رہنا نادان اور نافرمانوں کا رویہ ہے مذکور ہوتاہے انا وجدنا آباءنا علی امۃ وانا علی آثارھم مقتدون نافرمان کہتے ہیں ہم اسی طریقہ کی تقلید و پیروی کرینگے جسپر ہم نے اپنے آباواجداد کو پایا ہے۔

ناظرین بے نقاب حقیقت ہے کہ ایسی کورانہ تقلید انسانی جوہر کو معطل اور بیکار محض کر دیتی ہے پھر ایک بلند پایہ انسان اور ذلیل تر حیوان میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا۔

اس نکتہ پر نگاہ رکھتے ہوئے جب ہم غور وفکر کرتے ہیں اور بحر تحقیق میں غوطہ زن ہوکر اسکی آخری گہرائی تک پہونچتے ہیں تو حقیقت حال منکشف ہو جاتی ہے اور انتہائی بصیرت کے ساتھ دل بیساختہ کہہ اوٹھتاہے کہ ان الدین عند اللہ الاسلام بلاشبہ سچا اور خدائی مذہب اسلام ہے۔ جس کی الہامی کتاب قرآن حکیم فطری تعلیمات سے لبریز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام ہر طرح فطرت کی طرف رہنمائی کرتاہے ارشاد ہے فاقم وجھک للدین حنیفا فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا ہر طرف سے منہ پھیر کر دین کی طرف کرلو یہ وہ فطرت ہے جس پر انسان مجبول ہواہے۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ مذاہب عالم پر نظر ڈالنے سے واضح ہوتاہے کہ جملہ ادیان عالم پر دین اسلام کو فوقیت حاصل ہے اس مذہب سے ہمیں اون امور کی ہدایت ہوتی ہے جو ہمیں فطرتاً پیش آتے ہیں۔ دنیاوی وجود میں بنی نوع انسان پر سب سے پہلا اور بڑا احسان خدا کاہے سو دہریہ کے علاوہ تمام فرقوں کا یہ عقیدہ ہے کہ بارانافی خداہے سب یہ سمجھتے ہیں کہ ہم پر اس کا بیشمار احسان ہے کیا یہ کھلی حقیقت نہیں کہ شکم مادر ہی میں خدا نے روح ڈالکر غذا کا معقول انتظام کر دیا جہاں کسی انسانی تدبیر کا کوئی دخل نہیں۔ کیا یہ واضح امر نہیں کہ وجود میں آنیکے بعد اسکے ان گنت احسانات ہوتے رہتے ہیں بالکل درست ہے

جسکا انکار کوئی نہیں کر سکتا ہے۔ بنا بریں کہا جا سکتا ہے کہ انسان کا سب سے پہلا اور بڑا تعلق خدا سے ہے اسکے بعد بتدریج ماں باپ بھائی بہن و دیگر عزیز و اقارب سے عقل و سمجھ سے کام لینے والا انسان یقین کر لیگا کہ یہ تعلقات وہ ہیں جو بالکل فطری ہیں۔ فطرت کا تقاضا ہے کہ ایک بے مثل محسن کے احسانات کی قدر کی جائے اسکے سامنے سر نیاز خم کر دیا جائے۔ فطرت چاہتی ہے کہ ہر طرح تکلیف اٹھا کر راحت پہونچانیوالے ماں باپ کا احترام کیا جائے۔ بہن بھائی کی محبت کا تعلق محض فطرت کے طور پر واقع ہے اسی طرح اگر بالائی تعلقات پر نظر ڈالی جائے تو بہت سے تعلقات ایسے ملیں گے جو محض فطری جذبات سے پیدا ہوتے نظر آئیں گے۔ زن و شوئی کا تعلق دیکھئے کتنے جذبے سے پیدا ہوتا ہے نر و مادہ کا تعلق محض فطری ہے۔ فطری کشش ہے کہ مرد عورت کا خواستگار ہے اور عورت مرد کی طالب ایک پڑوسی کے ساتھ آدمی جتنا مانوس ہو سکتا ہے دیگر بنی نوع سے نہیں۔ غور کیجئے جب انسان اپنے امور کے انجام دینے سے عاجز ہو جاتا ہے تو طبعاً دیگر لوگوں کے تعلقات کا محتاج ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ کوئی ساتھ دے اسلئے یہ تعلقات بھی طبعی تقاضے سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ کہ ایک افسر ہو تو دوسرا ماتحت ایک مخدوم ہو تو دوسرا خادم ایک حاکم ہو تو دوسرا محکوم۔ خلاصہ یہ کہ انسان کے فطری تعلقات مختلف قسم کے واقع ہیں کوئی انسان ان تعلقات سے انکار نہیں کر سکتا ہے اور نہ انکے حقوق ہی سے منکر ہو سکتا ہے چونکہ قرآن ان فطری امور کی تعلیم دیتا ہے اسلئے کہا جاتا ہے کہ قرآنی تعلیم فطرت کے خلاف نہیں۔ اس تمہید و دعوی کے بعد میں چاہتا ہوں کہ ناظرین کرام کے سامنے بطور نمونے کے کچھ قرآنی تعلیمات رکھوں تاکہ بات صاف اور واضح ہو جائے۔

ع۱ پہلے بتلایا جا چکا ہے کہ فطرت انسانی چاہتی ہے کہ خالق مالک بے مثل محسن خدا کے سامنے سر نیاز خم ہو اسکے متعلق قرآن کہتا ہے یا ایها الناس اعبدوا ربكم الذی خلقكم الآیۃ۔ اے انسانو! تم اوس پروردگار کی عبادت کرو اسی کے سامنے سر نیاز خم کرو جس نے تم کو پیدا کیا ہے اسی طرح خدا کے وجود اور اسی کی قدرت وغیرہ کی نسبت قرآنی تعلیمات بیشمار موجود ہیں جو طوالت کے خوف سے نہیں لکھے گئے۔

ع۲ فطرت انسانیہ کا تقاضا ہے کہ ماں باپ کا احترام کیا جائے اور ہر طرح ان کو خوش رکھنے کی سعی کی جائے۔ اسکے متعلق قرآن تعلیم دیتا ہے۔ وقضی ربك ان لا تعبدوا الا ایاه وبالوالدین احسانا۔ اما یبلغن عندك الكبر احدهما او كلاهما فلا تقل لهما اف ولا تنهرهما وقل لهما قولا كریما واخفض لهما جناح الذل من الرحمة وقل رب ارحمهما كما ربیانی صغیرا۔ یعنی خدا کا حکم ہے کہ تم اسکی عبادت کرو اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرتے رہو اگر تمہاری موجودگی میں دونوں یا ایک بوڑھاپے کو پہونچے تو تم انکی خدمت کرتے رہنا اور کبھی اُف بھی نہ کرنا نہ انہیں جھڑکی دینا بلکہ انپر رحم و کرم کرتے ہوئے نرم بات بولنا اور ہمیشہ عاجزی اور ادب سے پیش آنا ان کے حق میں ہمیشہ دعا کرتے رہنا کہ خدایا جسطرح انہوں نے بچپنے میں میری پرورش کی ہے تو بھی ان پر رحم و کرم فرما۔

ع۳ عزیز و اقارب کی نسبت قرآنی تعلیم ہے وات ذا القربی حقه یعنی قرابت داروں کے حقوق ادا کرتے رہو۔ انہیں میں بہن، بھائی وغیرہ کے حقوق بھی آگئے جن کی پوری تفصیل میں آیات میراث واضح طور سے موجود ہیں۔

ع۴ نر و مادہ کی باہمی کشش کا تقاضا ہے کہ اسکی نسبت بھی راہنمائی کیجائے لیکن اسطرح پر کہ کوئی فطرت غیرت اسکے مزاحم نہ ہو۔ کسی انسان کی فطری کشش اُسے آمادہ کریگی کہ وہ اپنی بہن ماں بیٹی سے اپنے حقوق ملاپ کو پورا کرے۔ پس سخت ضرورت ہے کہ فطرت

ملاپ اور فطرت غیرت دونوں کی مراعات کا لحاظ رکھتے ہوئے وہ راہنمائی کی جائے کہ باہمی مزاحمت نہ ہو۔ قربان جائیے قرآنی تعلیم پر کیسی عمدہ اور صاف تعلیم دیتا ہے۔ ولا تنکحوا ما نکح اٰباءکم من النساء الا ما قد سلف انہ کان فاحشۃ ومقتا وساء سبیلا ہ حرمت علیکم امھاتکم وبناتکم واخواتکم وعماتکم وخالاتکم وبنات الاخ وبنات الاخت وامھاتکم اللتی ارضعنکم واخواتکم من الرضاعۃ وامھات نساءکم وربائبکم اللتی فی حجورکم من نساءکم اللتی دخلتم بھن فان لم تکونوا دخلتم بھن فلا جناح وحلائل ابناءکم الذین من اصلابکم وان تجمعوا بین الاختین الا ما قد سلف ان اللہ کان غفورا رحیما. والمحصنات من النساء الا ما ملکت ایمانکم کتاب اللہ علیکم واحل لکم ما وراء ذلکم ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین فما استمتعتم منھن فاتوا اجورھن فریضۃ ولا جناح علیکم فیما تراضیتم بہ من بعد الفریضہ ان اللہ کان علیکم رحیما ہ

تمہارے باپ دادا نے جن عورتوں سے نکاح کرلیا ہے ان سے تم نکاح نہ کرنا یعنی سوتیلی مائیں اور دادیاں حرام ہیں البتہ اسلام سے پیشتر جو باتیں ہوئیں ہوئیں۔ یہ بہت بڑی بیحیائی اور غضب کی بات اور برا راستہ ہے۔ انکے سوا تمہاری سگی مائیں۔ بہنیں۔ بیٹیاں۔ پھوپھیاں۔ خالائیں بھتیجیاں۔ بھانجیاں۔ رضاعی مائیں۔ رضاعی بہنیں۔ تمہاری ساسیں۔ جن بیویوں سے تم مل چکے ان کی دوسرے شوہر کی لڑکیاں۔ تمہارے صلبی لڑکوں کی بیویاں یعنی بہوویں اور ایک وقت ساتھ دو بہنوں کو نکاح میں لانا یہ سب حرام ہیں مگر جو پہلے ہوا سو ہوا بیشک اللہ بخشنے والا رحم کرنیوالا ہے (سنو!) خاوند والی عورتیں بھی تم پر حرام ہیں سوائے ان عورتوں کے جو جنگ میں قید ہوکر تمہاری لونڈیاں بن چکی ہیں۔ تم کو اللہ کا حکم ہے کہ مذکورہ بالا عورتوں کے سوا دیگر عورتوں سے زیور لباس مہر مال وغیرہ دیکر شادی کرو مگر اس نیت سے کہ بھلے مانسوں کی طرح گھر باری بننے کو نہ جوانی کی مستی نکالنے کو پس جتنے مال کے عوض تم نے ان عورتوں سے لطف صحبت اٹھایا ہے وہ مقررہ عوض انکو دیدیا کرو البتہ باہمی رضامندی کے بعد کمی بیشی میں کوئی حرج نہیں۔ بیشک اللہ علم و حکمت والا ہے۔

عــ۵ــ پڑوسی وغیرہ کی نسبت قرآن کی کیسی پاکیزہ تعلیم ہے۔ واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا وبالوالدین احسانا وبذی القربیٰ والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم ان اللہ لا یحب من کان مختالا فخورا ہ اللہ کی عبادت کرو اسکے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں قریبی پڑوسیوں، دور کے ہمسایوں، ساتھ بیٹھنے والوں، مسافروں، اور اپنے ماتحتوں کے ساتھ نیک سلوک کیا کرو۔ یاد رکھو تکبر اور گھمنڈ کرنے والے خدا کو نہیں بھاتے۔

اس آیت کے اندر جن تعلقات کی نسبت احکام صادر کئے گئے ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک عقلمند انسان کی فطرت انکی متقاضی ہے، ایک اجنبی شخص کا ہمارا ساتھ ہوتا ہے تعارف ہوتا ہے۔ باتیں ہوتی ہیں یقیناً فطرت مجبور کرتی ہے کہ میں اسکی طرف دیگر لوگوں سے زیادہ متوجہ ہوجاؤں۔ ایک مسافر جو اپنا گھر بار آل واولاد چھوڑ کر غیر کے پاس پہونچتا ہے ایک دوراندیش شخص کی طبیعت اسکی طرف متوجہ ہوجاتی ہے۔ اپنے نوکر چاکر خادم سے فطرتاً جو لگاؤ ہوتا ہے وہ دوسروں کے نوکروں سے ہرگز نہیں ہوتا اور یہی فطری تقاضا ہے کہ اپنے ماتحت کو چھوڑ کر دوسرونکے ماتحت کو ترجیح نہیں دیجاتی ہے۔

ع حاکم و محکوم وغیرہ کا سیاسی و معاشرتی تعلق جو فطرتاً ہم کو پیش آتا ہے اسکی نسبت کیا عمدہ سبق دیا جا رہا ہے محکوم کو حکم ہوتا ہے۔ یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم ایمان والو اللہ ورسول اور حاکموں کی تابعداری کیا کرو۔ حاکموں کے متعلق ارشاد ہے واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل ۔ حاکمو! جب لوگوں کے درمیان تم فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلہ کرنا۔

ناظرین کرام! بے شمار قرآنی تعلیمات میں سے جو بالکل فطری ہیں نمونتاً چند باتیں آپ کے سامنے رکھی گئی ہیں جن سے صاف صاف واضح ہوتا ہے کہ اسلام جس کا اصل الاصول قرآن ہے بالکل فطری مذہب ہے۔ اگر آپ اسلام کے تمامی اصول پر گہری نظر ڈالیں گے اور زیادہ غور و فکر اور انتہائی تدبر سے کام لینگے تو آپ کو اسلام اور صرف اسلام فطرت کا ایک مجسمہ نظر آئیگا ع

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

احادیث و سیر پر ایک تحقیقی نظر

(از مولوی عبدالوہاب صاحب نظر دی متعلم دارالحدیث رحمانیہ دہلی)

علم و عمل کا صحیح اقتضاء ہے کہ ہر امر میں خوب تحقیق و تنقید کے بعد اعتقادی اور عملی صورت اختیار کی جائے۔ آج میں اسی سلسلہ میں ناظرین محدث کے سامنے اپنی ایک ادنیٰ تحقیق بالکل اجمالی طور پر پیش کرنیکا فخر حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

نہ صرف زمانۂ حاضر میں بلکہ ہمیشہ سے علمائے اسلام میں یہ اختلاف چلا آرہا ہے کہ اگر کوئی صحیح حدیث ارباب سیر و تواریخ کی روایت کے خلاف ہو تو وہ قابل قبول ہو سکتی ہے یا نہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ اگر کوئی حدیث روایت سیرت کے خلاف ہے تو وہ حدیث صحیح نہیں ہے کیونکہ جو روایت کثرت طرق سے موجود ہے اسکے مقابلے میں ایک روایت جو ایک ہی طریق سے مروی ہے اگرچہ اسکے رواۃ اچھے ہوں قابل قبول نہیں ہو سکتی اسی لئے یہ لوگ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کی روایتیں بھی اس موقعہ پر جہاں انکی روایتیں سیرت اور مغازی کی روایتوں کے خلاف ہیں۔ تسلیم نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ تمام ارباب سیر مخالف ہیں۔ میں اپنی مدلل رائے ظاہر کرنے سے پیشتر نمونتاً چند واقعات نقل کرتا ہوں جہاں احادیث و سیر میں اختلاف ہے۔ غزوات نبوی میں ایک غزوہ ذو قرد ہے اسکی نسبت ارباب سیر متفق ہیں کہ صلح حدیبیہ کے قبل واقعہ ہوا۔ لیکن صحیح مسلم میں بلکہ بخاری میں بھی سلمہ بن الاکوع سے روایت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیبیہ کے بعد اور خیبر سے تین دن قبل واقع ہوا اس حدیث کی شرح میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں لا یختلف اهل السیران غزوة ذی قرد کانت قبل الحدیبیة فیکون ما وقع فی حدیث سلمة ابن الاکوع من وهم بعض الرواة (یعنی اہل سیر میں سے کسی کو اس امر میں اختلاف نہیں ہے کہ ذی قرد حدیبیہ سے قبل واقع ہوا تھا تو سلمہ کی حدیث میں جو مذکور ہے وہ بعض راوی کا وہم ہے) دمیاطی ایک مشہور محدث تھے۔ انہوں نے سیرت میں ایک کتاب لکھی تھی جو آج بھی موجود ہے۔ اپنی اس کتاب میں انہوں نے اکثر جگہ ارباب سیر و تواریخ کی روایتوں کو حدیث کی صحیح روایتوں پر ترجیح دی تھی بلکہ بخاری اور مسلم کی روایتیں بھی مرجوح کر دیں لیکن

بعد کو انہوں نے جب زیادہ تتبع و تلاش کیا تو انہیں معلوم ہوا کہ احادیث صحیحہ کو ارباب سیر اور تاریخ کی روایتوں پر بہت کچھ ترجیح حاصل ہے چنانچہ اپنی کتاب میں ترمیم کرنی چاہی لیکن اسکے نسخے کثرت سے شائع ہوگئے تھے اسلئے نہ کرسکے۔ حافظ ابن حجر دمیاطی کا قول نقل کرکے لکھتے ہیں۔ ودل ھذا علی انہ کان یعتقد الرجوع عن کثیر مما وافق فیہ اھل السیر وخالف الاحادیث الصحیحۃ وان ذلک کان بہ قبل تضلعہ منہا والخروج نسخ کتابہ وانتشارہ لم یتمکن عن تغیرہ۔ (اس سے دمیاطی کا ارادہ معلوم ہوتا ہے کہ جن موقعوں پر انہوں نے ارباب سیر سے اتفاق کرکے احادیث صحیحہ کی مخالفت کی ہے ان سے رجوع کرنا چاہتے تھے نیز یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ امر ان سے مہارت فن سے قبل صادر ہوا تھا لیکن چونکہ کتاب کے نسخے شائع ہوچکے تھے اسلئے وہ اپنے مضمون کی اصلاح نہ کرسکے۔ ۲۔ رسول اللہ کے غزوات میں غزوہ ذات الرقاع بھی ہے اس کی نسبت ارباب سیر کا اتفاق ہے کہ جنگ خیبر کے قبل واقع ہوا تھا لیکن امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں تصریح کردی ہے کہ وہ غزوہ خیبر کے بعد واقع ہوا ہے اور اسپر استدلال پیش کرتے ہیں کہ اس غزوہ (ذات الرقاع) میں حضرت ابوموسیٰ اشعری شریک ہوئے اور بیان کیا کہ ہم رسول اللہ کے ساتھ جنگ کے لئے نکلے اور ہم چھ آدمی ایک اونٹ پر باری باری سوار ہوتے تھے جسکی وجہ سے ہم لوگوں کے پیر چلتے چلتے پھٹ گئے۔ ہم لوگوں نے ان پر چیتھڑے لپیٹ لئے تھے۔ اسلئے اس غزوہ کا نام ذات الرقاع پڑ گیا چونکہ یہ حدیث تمام ارباب سیر کے بیان کے بالکل خلاف ہے اسلئے علامہ دمیاطی نے بخاری کی روایت سے اختلاف کیا ہے اور اسکے غلط ہونیکا دعوی کیا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں۔ اما شیخنا الدمیاطی فادعی غلط الحدیث الصحیح وان جمیع اھل السیر علی خلافہ حافظ ابن حجر نے اس قول کو نقل کرکے انکار بھی کیا ہے۔ اب ان نظیروں کے بعد سمجھا جاسکتا ہے کہ بہتیرے واقعات ہیں جن کے بیان میں احادیث و سیر مختلف ہیں۔ لہذا اب تحقیقی طور پر دیکھا جائے کہ اس اختلاف میں ہم کسے قابل قبول اور لائق ترجیح شمار کریں پس ترجیح کے اصلی اسباب تشدد و احتیاط ضبط و صحت اور تحقیق و تنقید کا کافی لحاظ ہیں افسوس ہے کہ سیرت کی روایتوں میں اسکا زیادہ لحاظ نہیں رکھا گیا۔ اور سیرت کی کتابوں کی کم پائیگی کی بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ تحقیق و تنقید کی ضرورت احادیث کے ساتھ مخصوص کردی گئی یعنی جس سے شرعی احکام ثابت ہوں انمیں تنقید زیادہ کی گئی اسکے رواۃ کی جانچ پڑتال کی گئی لیکن کتب سیر میں اسی تشدد کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ اس میں ہر قسم کی رطب و یابس صحیح اور غلط روایتیں جمع کردی گئیں۔ حافظ زین الدین عراقی جو بہت بڑے پایہ کے محدث اور حافظ ابن حجر صاحب فتح الباری کے استاد تھے۔ اپنی کتاب سیرت منظوم کے دیباچہ میں لکھتے ہیں ولیعلم الطالب ان السیرا۔ تجمع ما صح وما قد انکرا۔ طالب کو جاننا چاہئے کہ سیرت میں سبھی طرح کی روایتیں جمع کیجاتی ہیں صحیح بھی اور غلط بھی۔ یہی وجہ ہے کہ مناقب و فضائل میں کثرت سے ضعیف روایتیں شائع ہوگئیں۔ اور بڑے بڑے علمائنے اپنی کتابوں میں ان روایتوں کا درج کرنا جائز رکھا۔ علامہ ابن تیمیہ اپنی کتاب التوسل میں لکھتے ہیں۔ قد رواہ من صنف فی عمل یوم ولیلۃ کابن السنی وابی نعیم ومثل ھذہ الکتب احادیث کثیرۃ موضوعۃ لا یجوز الاعتماد علیہا فی الشریعۃ باتفاق العلماء۔ یعنی اس حدیث کو ان لوگوں نے روایت کیا جنہوں نے رات و دن کے اعمال میں کتابیں تصنیف کی ہیں مثلاً ابن سنی اور ابونعیم اور اس قسم کی کتابوں میں کثرت سے جھوٹی حدیثیں موجود ہیں جن پر اعتماد کرنا ناجائز ہے اور اسپر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ حاکم نے مستدرک میں یہ حدیث بیان کی ہے کہ جب حضرت آدم سے خطا سرزد ہوئی تو انہوں نے کہا کہ اے خدا میں تجھکو محمد کا واسطہ

دیتا ہوں کہ میری خطا معاف کر دے خدا نے کہا کہ تم نے محمدؐ کو کیونکر جانا حضرت آدمؑ نے کہا کہ میں نے سر اٹھا عرش کے پایوں کو دیکھا تو یہ الفاظ لکھے تھے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اس سے قیاس کیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ جس شخص کا نام ملا دیا ہے وہ ضرور محبوب ترین خلق ہوگا۔ خدا نے کہا کہ تم نے سچ کہا اور محمدؐ نہ ہوتے تو تمکو پیدا بھی نہ کرتا۔ حاکم نے اس حدیث کو نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے امام ابن تیمیہ حاکم کا یہ قول نقل کر کے لکھتے ہیں۔ حاکم کا اسی قسم کی حدیث کو صحیح کہنا ائمہ حدیث نے اسپر انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ حاکم بہت سی جھوٹی اور موضوع حدیثوں کو بھی صحیح کہتے ہیں۔ اسی طرح حاکم کی مستدرک میں بہت سی حدیثیں ہیں جنکو حاکم نے صحیح کہا حالانکہ وہ ائمہ حدیث کے نزدیک موضوع ہیں علامہ موصوف ایک اور موقع پر لکھتے ہیں کہ ابو الفتح اصفہانی کی کتاب میں صحیح اور حسن حدیثیں بھی ہیں مگر بہت سی ضعیف اور مہمل اور موضوع بھی اور اسی طرح سے وہ حدیثیں جو خیثمہ بن سلیمان صحابہ کے فضایل میں بیان کرتے ہیں اور وہ حدیثیں جو ابو نعیم اصفہانی ایک مستقل کتاب میں خلفا کے فضائل میں بیان کرتے ہیں اور اسی طرح وہ روایتیں جو ابو بکر و خطیب اور ابو موسے مدینی ابن عساکر اور حافظ عبد الغنی وغیرہ کرتے ہیں ضعیف و موضوع مہمل سے ملو ہیں حالانکہ یہ لوگ ائمہ حدیث ہیں باوجود اسکے جب یہ لوگ خلفا اور صحابہ کے فضائل بیان کرتے ہیں تو ضعیف حدیثیں بے تکلف روایت کرتے ہیں اسکی وجہ یہ تھی کہ یہ خیال عام طور پر پھیل گیا تھا کہ صرف حرام و حلال کی حدیثوں میں احتیاط اور تشدد کی ضرورت ہے اور انکے سوا اور روایتوں میں سلسلہ سند نقل کر دینا کافی ہے تنقید اور تحقیق کی ضرورت نہیں اور سیرت اور مغازی میں جسقدر کتابیں لکھی گئی ہیں انکا ماخذ اسی قسم کی کتابیں ہیں بالکثرت سے واقدی سے روایت کرتے ہیں اور ائمہ حدیث اسکو کذاب کہتے ہیں اسلئے سیرت کی کتابوں میں بہت سی کمزور روایتیں درج ہوگئیں اور اسی بنا پر محدثین کو کہنا پڑا کہ سیر میں ہر قسم کی روایتیں ہوتی ہیں۔ محدثین نے جو اصول قرار دیئے تھے سیرت کی روایتوں میں اس اصول کو نظر انداز کر دیا۔ محدثین کا سب سے پہلا اصول یہ ہے ۱۔ روایت کا سلسلہ اصل واقعہ تک کہیں منقطع نہ ہو۔ ۲۔ اس کی روات عادل ہوں متہم بالکذب نہ ہوں۔ ۳۔ قوت حافظہ زبردست ہو اگر ذرا بھی انکے حافظہ میں نقص ہوگا تو وہ حدیث صحیح نہیں ہوگی ۴۔ معطل نہ ہو۔
۵۔ اور یہ روایت شاذ نہ ہو۔ یعنی یہ روایت کسی اور صحیح روایت کے خلاف نہ ہو جسکے روات اسکے روات سے زیادہ اچھے ہوں۔
۶۔ وہ روایت درایت کے خلاف نہ ہو۔ اگر درایت کے خلاف ہوگی تو مردود ہے۔ یہ اصول ہیں حدیث کے اگر کسی ایک میں بھی کچھ نقص ہو تو وہ روایت صحیح نہیں ہوگی۔ انہی اصولوں کو سامنے رکھکر روایتوں کو جانچا اگر اسمیں صحیح اتری تو اسکو اپنی کتاب میں نقل کیا ورنہ رد کر دیا۔ اسلئے امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری کو آٹھ لاکھ حدیثوں میں سے انتخاب کر کے اور اسکی روایتوں کو ان اصولوں پر جانچ کر کے لکھا ایسا ہی امام مسلم نے اور قریب قریب ابو داؤد، ترمذی، نسائی، وغیرہم نے کیا جب یہ معلوم ہو چکا کہ حدیث کی روایتوں کی بڑی تنقید و تحقیق ہوتی تھی اور اسکی صحت کو معلوم کرنے کیلئے ایسے ایسے اصول بنائے گئے تو اگر ان میں اور سیرت کے روایتوں میں تعارض واقع ہو بلکہ تمام ارباب سیر کی روایتیں ایکطرف ہوں اور ان محدثین کی روایتیں دوسری طرف تو محدثین ہی کی روایتوں کو ہر طرح ترجیح دیجائیگی۔ فقط۔

قطعہ

(از مولانا افق کاظمی)

بھول بیٹھے ہم ترقی کا سبق
ضعف جب سے آگیا ایمان میں
تعبر پستی سے نکل اے مرد حق
"انتم الاعلون" پڑھ قرآن میں

امام المحدثین بخاریؒ کی سیرت پر اجمالی نظر

(۲)

(از مولوی عبدالغفار صاحب حسن رحمانی متعلم رحمانیہ دہلی)

گذشتہ اشاعت میں آپ کے سامنے اس مجسمہ اخلاق پیکر ایثار و صداقت کے خصائل حمیدہ اور اسکے علمی کارناموں پر مختصر سی روشنی ڈالی گئی تھی ذیل کے مضمون میں یہ بتلانا مقصود ہے کہ امام المحدثین کے فضل و کمال کا شہرہ جامع صحیح بخاری کی مقبولیت آپکی ہر دلعزیزی کے اسباب کیا ہیں۔

جسطرح آپ احادیث کی صحۃ و سقم کے امتیاز کرنے میں یکتا تھے اسی طرح آپکی اجتہادی قوت فقہی طاقت بھی بےنظیر تھی۔ اسی وجہ سے امت کے بڑے سے بڑے اولوالعزم محدثین و فقہائے نے آپکو رفقہ خلق اللہ۔ سید الفقہاء جیسے محترم القاب سے ملقب کیا۔

صحیح بخاری کے وہ حصے جن میں معاملات کا ذکر ہے کتاب السیر تک غور سے دیکھ جائیں واقعی بات یہ ہے کہ جو رموز و اعلیٰ قوانین آپ نے احادیثِ نبویہ سے مستنبط کئے ہیں وہ تمدن کی جان اور سلطنت کیلئے روح رواں ہیں۔ اقوام عالم آج انہی قوانین پر عمل پیرا ہوکر آسمان ترقی پر آفتاب بنکر چمک رہی ہیں۔

اخذ روایت میں سختی۔ آپنے صحۃ احادیث کے لئے سخت سے سخت شرطیں لگائیں۔ تاکہ کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہے آپ نے تلمیذ و استاذ میں صرف معاصرت کو کافی نہ سمجھا بلکہ ملاقات کی بھی شرط لگائی کیونکہ ایک زمانہ میں ہونا بلکہ ایک شہر میں بھی ہونا ملاقات کو مستلزم نہیں یہ وہ شئے تھی جسکی وجہ سے آپ کے وہ شاگرد رشید جنکو آپ سے خاص عقیدت تھی اور فرمایا کرتے تھے دعنی اقبل رجلیک اس امر میں آپکی سختی سے مخالفت کرنے لگے اور اسکا ذکر صرف زبانی ہی نہیں بلکہ تصنیفات میں بھی کر دیا لیکن امام صاحب نے اسکی کوئی پرواہ نہ کی بلکہ اسی خیال پہ جمے رہے کہ جتنی سخت شرطیں لگائی جائینگی اسی قدر حدیث کی مضبوطی بڑھ جائیگی۔

فقاہت۔ استنباط مسائل میں آپ نے عبارۃ النص کے علاوہ اشارۃ النص اقتضاء النص۔ دلالۃ النص حمل النظیر علی النظیر قیاس صحیح کو اسطرح پیش کیا کہ مطالعہ کرنیوالے کو آپکی فقاہت کا یقین اسی طرح ہو جاتا ہے جسطرح سورج نکلنے پر دن کا۔

فقہی ابواب کی چند مثالیں۔ مثلاً باب قائم کرتے ہیں باب فضل صلواۃ الفجر فی جماعۃ۔ نماز فجر کی فضیلت کا باب ذیل میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔ والذی ینتظر الصلوۃ حتی یصلیہا اعظم اجرا من الذی یصلی ثم ینام ٭ جو شخص انتظار جماعت کرتا ہے وہ بہتر ہے اس سے جو نماز پڑھکر سو جاتا ہے۔

بظاہر اس حدیث سے نماز عشا کی فضیلت نکلی لیکن جب علت دیکھی جائے تو معلوم ہوگا کہ نیند ترک کرنا اور بیداری کی مشقت برداشت کرنی یہ بات صبح کی نماز میں بدرجہ اتم موجود ہے کیونکہ کچھ دیر تک نیند روکے رہنا آسان ہے اس بات سے کہ میٹھی نیند سے بیدار ہو جائے علامہ عینی نے اسکی تشریح اسطرح کی ہے۔ المشقۃ فی الجماعۃ فی الفجر ازید فیصلح ان

اجرہا ا دفہ کبھی کسی مسئلہ کو چند احادیث سے ملا کر ثابت کرتے ہیں۔ مثلاً باب قائم کرتے ہیں۔ باب ھل علی من لم یشھد الجمعۃ غسل من النساء والصبیان وغیرھم قال ابن عمر انما الغسل علی من تجب علیہ الجمعۃ کیا وہ لوگ جو جمعہ میں حاضر ہوں (بچے عورتیں وغیرہ) ان پر جمعہ کا غسل واجب ہے ابن عمرؓ کا قول ہے جس پر جمعہ ہے اسپر غسل واجب ہے۔ اسی باب کی آخری حدیث یہ ہے عن عمر قال رسول اللہ لا تمنعوا اماء اللہ عن مساجد اللہ خدا کی لونڈیوں (عورتوں) کو مساجد سے مت روکو۔ ظاہراً باب سے کوئی تعلق نہیں لیکن جب اس سے پہلے کی روایت جسکے راوی بھی حضرت عمرؓ ہیں اس سے ملائی جائے ائذنوا للنساء باللیل الی المساجد عورتوں کو رات کیوقت مسجد میں جانے دو۔ اب حضرت عمرؓ کی دونوں حدیثوں کے ملانے سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو مسجد میں جانے سے نہ روکو۔ کیونکہ جس حدیث میں رات کی قید نہیں وہ رات والی قید پر محمول کی جائیگی۔ کما ھو مقتضیٰ حمل المطلق علی المقید پس دنکو روکنے کا جواز نکلا۔ اور جمعہ دنکو ہوتا ہے لہذا ان پر جمعہ واجب نہیں۔ اب اسکے ساتھ ابن عمرؓ کے مذکورہ بالا قول کو ملا لیجئے تو مطلب صاف ظاہر ہے کہ عورتوں پر غسل جمعہ واجب نہیں۔ کبھی کسی مسئلہ کو دلالۃ النص سے ثابت کرتے ہیں۔

دلالۃ النص۔ باب الاستماع فی الخطبہ کے عنوان سے باب قائم کیا۔ ذیل میں یہ حدیث لائے فاذا خرج الامام طووا صحفھم ویستمعون الذکر فرشتے خطبہ سے پہلے آنیوالوں کے نام لکھتے رہتے ہیں لیکن جب امام منبر پر رونق افروز ہوتا ہے تو فرشتے اپنے اپنے دفتر لپیٹ کر خطبہ سننے کیلئے کان لگاتے ہیں۔ جب فرشتے ایسا کرتے ہیں تو انسانوں کیلئے ایسا کرنا بدرجہ اولیٰ ضروری ہے۔ اسی طرح امام بخاری نے معاملات کے مسائل میں بہت موشگافی نظری سے کام لیا جسکے شواہد کتاب البیوع والہبۃ اور شہادات خصومات اجارات وغیرہا میں بکثرت موجود ہیں لیکن بخوف طوالت سب کو چھوڑتا ہوں۔ مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر آپکی فقاہت کی ادنیٰ مثالیں پیش کی گئیں ہیں۔ یہی فقاہت تھی جسکی وجہ سے عالم اسلامی میں ایک شور بپا ہو گیا تھا۔ ہر ایک شخص آپ کے مافوق العادۃ کمالات دیکھنے کا خواہشمند تھا۔ تکمیل علوم کے بعد جب آپ بخارا کی طرف مراجعت فرما ہوئے تو آپ کے استقبال کیلئے شہر کے باہر تین تین میل تک لوگ خیمہ زن ہوئے اور شہر میں بڑے تزک واحتشام سے لائے گئے لوگوں نے وفور نشاط وفرط مسرت سے آپ پر مٹھائیاں اور اشرفیاں نثار کیں۔ اسیطرح نیشاپور لائے گئے تو استقبال کیلئے صرف گھوڑے سوار چار ہزار تھے باقی خچر اور گدھے سوار یا پیادہ کا تو کوئی اندازہ ہی نہیں[۵]۔

شاعری۔ جہاں آپ فن حدیث میں یکتائے زمانہ تھے وہاں شاعری کا ذوق بھی رکھتے تھے ذیل میں آپ کے چند اشعار بطور نمونہ پیش کئے جاتے ہیں۔ جو کہ عاقل کیلئے گرانقدر موتیوں اور بیش بہا جواہر سے کم نہیں ؎

اغتنم فی الفراغ فضل رکوع فعسیٰ ان یکون موتک بغتۃ
کم صحیح رایت من غیر سقم ذھبت نفسہ الصحیحۃ بغتۃ

ترجمہ۔ فرصت کے وقت ثواب نماز حاصل کرنیکو غنیمت جانو۔ کیونکہ بسا اوقات انسان اچانک لقمۂ اجل بنجاتا ہے میں نے بہت چلتے پھرتے کو دیکھا جو ناگہاں بستر مرگ پر جان توڑتے ہوئے نظر آئے۔

سلاطین اور امراء کی صحبت سے اجتناب۔ امام المحدثین کی اس خداداد قابلیت کو دیکھکر خالد بن ذہلی (گورنر بخارا) نے درخواست کی کہ جہاں آپ مسند درس پر فروکش ہو کر تشنگان علوم کو سیراب کرتے ہیں وہاں اتنی تکلیف اور گوارا فرمائیں کہ حریم شاہی میں آکر مجھکو اور شاہزادوں کو صحیح بخاری اور تاریخ کا درس دیں آپ نے اسکا جواب وہی دیا جو کہ امام مالکؒ نے ہارون الرشید کی اسی قسم کی

درخواست کو رد کرتے ہوئے دیا تھا۔ اور بتلا دیا کہ مالک جیسے علم کے قدر دان اب بھی موجود ہیں۔ فرمایا کہ حریم شاہی میں جاکر میں خوشامدی نہیں بننا چاہتا اس میں علم کی ذلت ہے۔ اس نے دوبارہ درخواست کی کہ اگر حریم شاہی میں آنا ناپسند ہے تو کم سے کم شاہزادوں کیلئے کوئی خاص وقت معین کر دیں جس میں عام لوگ شریک نہ ہوں آپ نے اس سے بھی صاف انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ سرور کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث ہے اسمیں سب کا حق برابر ہے مسجد کا در کھلا ہے کسی کی ممانعت نہیں۔ ع

در فیض محمدؐ وا ہے آئے جسکا جی چاہے ساتھ حاکم کی برہمی کا قطعاً خیال نہ کیا شیخ تو یہ ہے کہ جسکا دل عشق خداوندی سے لبریز جسکا قلب حب نبوی سے سرشار ہو اسکو نہ تو حکومت کا ڈر نہ طوق و سلاسل کی پرواہ نہ دار و رسن کی تکالیف کا خیال ہوتا ہے! یہ وہ روحانی قوت ہے جسکے سامنے تمام مادی قوتیں ہیچ ہیں۔ خالد کی حکومت لوگوں کی گردنوں پر تھی لیکن محمد بن اسمٰعیلؒ کی حکومت دلوں پر تھی اسی وجہ سے اسوقت امام بخاری کا خالد کچھ نہ بگاڑ سکا۔ بلکہ چند لوگوں کو آپ پر تہمت تراشنے کیلئے معین کیا تاکہ لوگوں کے دل آپکی محبت سے خالی ہو جائیں۔ جب غلط الزام کی شہرت ہو گئی اور عام لوگوں میں ایک ہنگامہ بپا ہو گیا تو حاکم نے آپ کو شہر چھوڑنے کا حکم دیدیا۔ آپ وطن مالوف سے نکلے اور آپکی زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری تھے۔ اللھم ارھم ما قصدونی بہ فی انفسھم واولادھم (یعنی جسطرح ان لوگوں نے میرے ساتھ برائی کی اے خدا تو بھی اسکا مزہ ان کو چکھا۔ اس بددعا کا اثر یہ ہوا کہ خالد بن ذہلی طاہرین (فرمارو ایان خراساں) کے حکم سے گدھے پر بٹھا کر رسوا کیا گیا۔ اور پھر قید خانہ میں بند کر دیا گیا۔ چند روز میں وہیں مرگیا ۵

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را　　چنداں اماں نداد کہ شب را سحر کند

اسی طرح دوسرے مفسدین گرفتار بلا ہوئے آپ بخارا سے نکلکر بیکس ہوتے ہوئے سمرقند کے قریب موضع خرتنک میں اپنے ایک رشتہ دار کے مکان پر قیام فرما ہوئے اثنائے قیام میں آپ نے ایکمرتبہ نہایت گریہ و زاری سے شب کے آخری حصہ میں اسی شہنشاہ معظم سے درخواست کی کہ اے خدا تیری زمین باوجود کشادہ ہونیکے مجھ پر تنگ ہو گئی مجھے اپنی طرف بلالے۔

وفات۔ دعائے مذکورہ کے چند روز بعد مرض کا آغاز ہوا۔ اسطرف سمرقندیوں نے درخواست بھیجی کہ آپ سمرقند میں آکر مسند درس کو مزین فرمائیں آپ نے درخواست منظور فرمائی لیکن جب آپ پندرہ بیس قدم سواری کی طرف چلے تو ضعف بڑھ گیا اور جسم سے پسینہ جاری ہونے لگا آپ لیٹ گئے لوگوں سے کہا اب مجھکو چھوڑ دو۔ اور لیٹ کر جناب باری میں آہ و زاری کرنے لگے یہاں تک کہ شب عید الفطر کو تیرہ دن کم ۶۲ برس کی عمر میں خدا نے ان کو اپنی طرف بلالیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۵ اور اسی موضع خرتنک میں عید کے روز بعد نماز ظہر دفن کر دیئے گئے۔ اس طرح آفتاب عالمتاب احادیث نبوی کا مخزن، تمام عالم اسلام کا محسن، کتاب وسنت کا شیدا ہمیشہ کیلئے اپنی عظیم الشان یادگاریں چھوڑ کر شیدایان علوم تشنگان فنون کی نظروں سے اوجھل ہو گیا عالم پر ایک تاریکی چھا گئی۔ اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ دفن کے بعد قبر شریف سے ایسی خوشبو نکلی جو بیش بہا عطر گلاب کو بھی شرمندہ کر رہی تھی اور بزبان حال گویا تھی ۵

جمال ہمنشیں در من اثر کرد　　وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

فاعتبروا یا اولی الابصار۔ من کان للہ کان اللہ لہ۔ آنکھیں والو عبرت حاصل کرو جو اللہ کیلئے ہوگا اللہ بھی اس کیلئے ہوگا۔

ف۵ مقدمہ فتح الباری ۱۲

ہمارا ماضی و حال

ع: بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

(از قلم شاعر اسلام لطیف الدین صاحب لطیف ہردوی "منشی کامل" متعلم رحمانیہ دہلی)

گلشن کفر ہوا تھا کبھی ویراں ہم سے
آہ! شیرازۂ باطل تھا پریشاں ہم سے

آہ! ہم ہی تھے کبھی مست مئے علم و ہنر
دیدۂ تنگ زمانہ بھی تھا حیراں ہم سے

حریت اور مساوات کی تصویر تھے ہم
جوہر صدق و صفا بھی تھے نمایاں ہم سے

لوح دل میں تھا فقط خوف خدا کا اک نقش
آہ! برپا تھا کبھی دہر میں طوفاں ہم سے

سرفروشی تھی ہمارے لئے سامانِ حیات
قوتِ شورشِ باطل تھی پریشاں ہم سے

اپنی حالت پہ نہ کیوں خون کے آنسو رودیں
آج اسلام ہے افسوس پشیماں ہم سے

اب وہ پہلا سا کہاں لطف مساوات بہم
آج بیزار ہے ہر ایک مسلماں ہم سے

کفر کی یورشِ پیہم سے ہے خطرہ ہم کو
چھوٹ جائے نہ کہیں دامنِ ایماں ہم سے

عجب و پندار و حسد آج ہیں ہم میں پیدا
ذلت و عار کے ساماں ہیں نمایاں ہم سے

آج سرمایۂ نازش ہے غلامی ہم کو
جادۂ منزل مقصود ہے پنہاں ہم سے

خواب غفلت سے اٹھو سوتے رہوگے کب تک؟
آج ایثار کا اسلام ہے خواہاں ہم سے

کفر کے خرمنِ ہستی میں لگا دیں آتش
پھر نثار رہ ملت ہوں دل و جاں ہم سے

حب اخلاص و مساوات ہو ہم میں پیدا
مشعل علم و ہنر پھر ہو فروزاں ہم سے

سرکٹائیں رہ حق میں تو ہو یہ مد نظر
رنگ لائیگا کبھی خونِ شہیداں ہم سے

پھونک دیں مردہ دلوں میں نئی اک روح لطیف
کفر کا چاک ہو پھر آج گریباں ہم سے

لطیف ہردوی "منشی کامل"

اسلام اور عالمگیر مساوات

(از مولوی عبد الرحمن صاحب بستوی مدرسہ فیض عام مئو ضلع اعظم گڑھ)

فطرت کا تقاضا ہے کہ ہم جنس افراد میں تمدن کے اعتبار سے مساوات ہو ایک کو دوسرے پر ایک جگہ رہنے کی حیثیت سے کوئی فوقیت نہ ہو آپ آئے دن دور جدید کی فضا میں رہنے والوں کو اس فطرتی مساوات کی تلاش میں اخبارات کے کالموں میں دوڑتا ہوا پاتے ہیں لیکن بصد افسوس کہنا پڑتا ہے کہ چند قدم ہی کے بعد ایسی ٹھوکریں کھاتے ہیں کہ انکی ساری تگ و دو ناکامی سے دوچار ہوتی ہے اور تھک کر بیٹھ جاتے ہیں۔ آخر یہ کیا راز ہے کہ بڑے سے بڑا حکیم و فلاسفر اعلیٰ سے اعلیٰ سیاستدان اس وادی پرخار سے کبھی دامن بچا کر نہ نکلا سکا حقیقی راز اسکے سوا کچھ نہیں کہ دماغ انسانی کی محدود واقفیت جب اپنے دائرۂ عمل سے باہر قدم رکھتی ہے تو درماندہ ہو کر خائب و خاسر ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حکیم مطلق باری عز اسمہ نے ان قوانین کو جو ہمہ گیر ہیں انبیاء اور رسولوں کے ذریعہ ہم تک پہونچایا اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم بھی اس عالمگیر مساوات کو اسی خدائی طریق کی روشنی میں ڈھونڈھیں۔ اسلام جسکا دعویٰ ہے اور صحیح دعویٰ ہے کہ وہ دین فطرت ہے اس نے نہ صرف اس حقیقی مساوات کو انما المومنون اخوۃ کے زریں الفاظ میں بیان کیا بلکہ اس دین حنیف کے پرستاروں نے اپنے کو اسکے اصول مساوات کا عملی نمونہ بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا۔ جب خانماں برباد مہاجرین نے اپنے وطن مالوف کو چھوڑ کر دنیاوی عیش و نشاط کو خیرباد کہکر اور تمام اعزہ و اقارب سے صرف خدا کیلئے رشتہ توڑ کر مدینہ طیبہ پہونچے تو انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مساوات کا وہ بہترین ثبوت دیا کہ جسکو سنکر آج دنیا انگشت بدنداں ہے۔ سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ تعالیٰ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ آپ میرے اہل میرے مال اور میری ساری چیزوں میں برابر کے شریک ہیں۔ میں آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ میری ہر چیز میں سے جس نصف کو آپ پسند فرمائیں لے لیں نہ صرف اتنا ہی بلکہ ایک زمانہ تک تو انصار و مہاجرین میں وراثت جاری رہی خلاصہ یہ کہ ایک حقیقی بھائی جسطرح اپنے بھائی کا شریک ہوتا ہے انصار نے مہاجرین کو باوجود کسی دنیاوی تعلق کے نہ ہونیکے اپنا شریک بنایا۔ میں اس کہنے میں اپنے کو بالکل متردد نہیں پاتا کہ اسلام ہی وہ مذہب ہے کہ جس نے اس عالم کون و فساد میں مساوات کا نہ مٹنے والا حقیقی نقش چھوڑا ہے۔ اور مجھے اس کہنے میں بھی کوئی باک نہیں کہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے ہر ہر شعبۂ حیات میں مساوات کی نورانی تصویر کھینچدی ہے۔ اصولی طور پر قرآن مجید کی آیتوں پر غور فرمائیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔ یا ایہا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثیٰ وجعلنا کم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم کہ ہم نے تمام انسانوں کو عورت مرد کے ملاپ سے پیدا کیا اور ان کی جاعتیں اور قبیلے اس لئے بنا دئے کہ باہم تعارف قائم رہے۔ لیکن مذہبی اور تمدنی حیثیت سے کسی کو ایک دوسرے پر ترجیح نہیں ہے۔ اس آیت کی اصلی تصویر اگر آپ کو دیکھنی ہو تو آئینۂ نبوت میں ملاحظہ فرمائیے۔ حضور فداہ ابی و امی فرماتے ہیں دولت و حکومت، سیاہ و سپید، سرخ و زرد، ذات پات اور نسل و قوم کی وجہ سے کسی کو کسی پر کوئی فوقیت نہیں۔ کسی عربی کو عجمی پر نہ کسی عجمی کو عربی پر انسانیت کے لحاظ سے کوئی درجہ امتیاز حاصل ہے بلکہ سب برابر ہیں۔ ہاں خشیت الٰہی اتباع رسالت پناہی البتہ اسکے ترقی درجات آخرت کا باعث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات گرامی کو بھی اس سے مستثنیٰ نہیں فرمایا اور

بزبان خواجہ حالی یہ ارشاد ہوا ؎

نہیں بندہ ہونے میں کچھ مجھ سے کم تم | کہ بیچارگی میں برابر ہیں ہم تم
مجھے دی ہے حق نے بس اتنی بزرگی | کہ بندہ بھی ہوں اسکا اور ایلچی بھی

اسلامی مساوات کو عملی رنگ میں اسطرح پیش کیا گیا کہ خدا کے گھر کی زیارت کا حکم ہوتا ہے واذن فی الناس بالحج، مگر کس شان سے ننگے پاؤں ننگے سر اور ہر قسم کی ان کیفیات سے معرا ہوکر جو انسانی شان و شوکت، جھوٹی نمائش، ظاہری امتیاز، نفس فریب حالات کی حائل ہیں آپ غور فرمائیں کہ اس مخصوص انداز میں حضوری کا منشاء اسکے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ مذہب اسلام نے امیر و غریب غلام و آقا، بادشاہ و رعایا میں نسلی اور بنیادی تفریق کا قطعی استیصال کردیا ہے۔ خدا کے دربار کی حضوری جسطرح غریب پر ضروری ہے ویسی ہی امیر پر بھی سب ایک جگہ ایک مصلی پر ایک صف میں پاؤں میں پاؤں ملا کر کھڑے ہوتے ہیں نہ کوئی امتیازی جگہ ہے نہ امتیازی شان اسلام نے یہ تعلیم نہیں دی کہ امرا کسی خاص معزز جگہ پر نماز ادا کریں اور غربا کسی فروتر اور ذلیل جگہ پر حق عبادت ادا کریں۔ ہاں یہ بھی قابل لحاظ امر ہے کہ اس حضوری اور تقرب کیلئے کوئی تکلف نہیں کوئی خاص معیار قابلیت نہیں بس اگر کوئی شرط ہے تو صفائی اور ستر پوشی کی شرط ہے جسکو غریب سے غریب بھی بآسانی پورا کر سکتا ہے۔ ناظرین اس درس مساوات کو ملاحظہ فرمائیں اور اسی کے مقابلہ میں دیگر مذاہب کے طریق عبادت پر نظر ڈالیں اور پھر فیصلہ کریں کہ کیا ان کی عبادت انکا مذہب اپنے اندر کوئی مساوات کا نتیجہ بھی رکھتا ہے۔ آج ہندوستان میں آریہ حضرات اپنی مذہبی روایات کو نہایت بلند آہنگی سے پبلک سوسائٹیوں میں پیش کرتے ہیں اور مدعی ہیں کہ ہمارا مذہب سائنس و فلسفہ کا ست اور اسکی روح ہے دنیا میں مساوات کا علمبردار اگر کوئی ہے تو ہم اور ہمارا مذہب۔ لیکن غور فرمائیے کہ ان کے ہون کا جو ان کی اعلیٰ عبادت ہے کیا طریقہ ہے۔ ایک مرتبہ ہون کرنیکے لئے منوں گھی، صندل، لکڑی وغیرہ کی ضرورت ہے جسکے معنی یہ ہیں کہ اس عبادت کو بجز امراء اور راجگان کے دوسرا نہیں کر سکتا۔ دوسرا جو عام طریقہ ہے وہ یہ کہ ہر شخص الگ الگ التی پالتی مار کر سینہ نکالکر متکبرانہ صورت میں عبادت کرتا ہے جس میں علاوہ اسکے کہ تذلل اور تخشع مفقود ہے جو عبادت کی روح رواں ہے مساوات اور عالمگیر اخوت کی اسمیں بو تک نہیں۔ بلکہ ان کا طرز عمل یہ بتاتا ہے کہ ان کو مساوات سے سخت نفرت ہے آپ آجکل اخبار میں پڑھتے ہونگے کہ برہمن اور بڑی ذات کے ہندو اچھوتوں کو اپنے مندروں میں نہیں جانے دیتے بخلاف مذہب اسلام کے کہ اللہ کے گھر میں کسی کو مجاز نہیں کہ کسی مسلم کو عبادت کرنے سے روکے۔ ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعی فی خرابھا ارشاد ہے کہ یہ بہت بڑے ظلم اور گناہ کی بات ہے کہ کوئی شخص کسی کو خدا کے گھر میں عبادت کرنے سے روکے ✦

(باقی آئندہ)

اطلاع - جن حضرات نے اپنی درخواستیں محرم کے اواخر میں بھیجی ہیں۔ ہم ان کے پاس پہلا نمبر بھیجنے سے مجبور ہے چونکہ محرم کے تمام پرچے نصف ماہ تک بالکل ختم ہوگئے تھے بہرحال ان متاخرین حضرات کا سال اشاعت ہذا یعنی صفر سے شروع ہوگا۔ رسالہ بالکل مفت ہے جن صاحبان نے ہنوز درخواستیں نہیں بھیجی ہیں وہ جلد ہر کے ٹکٹ بھیجکر اپنے نام سال بھر جاری کرالیں

(عبید اللہ ٹونکی منیجر رسالہ محدث)

جناب شیخ عطاء الرحمن صاحب پروپرائٹر و پبلشر نے جید برقی پریس بلیماران میں چھپوا کر دار الحدیث رحمانیہ دہلی سے شائع کیا۔

رسالہ

محدث

دہلی

سرپرست

شیخ عطاء الرحمن صاحب مہتمم دارالحدیث رحمانیہ



نگران مسئول

مولانا احمد اللہ صاحب

مدیر مسئول

عبدالحلیم آسی

مولوی فاضل



مقاصد

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

محدث دہلی

جلد ۱ | ماہ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ مطابق جولائی ۱۹۳۳ء | نمبر ۳

مناسبات

دنیائے حاضرہ نے اپنے گذشتہ زمانوں کے اعتبار سے جو کچھ ترقی کی ہے وہ بالکل عیاں ہے۔ ترقی کے جتنے منازل اور جتنی وجوہ ہوسکتی ہیں ان کی تحصیل اور انہیں برکار بنانیکیلئے متمدن و ترقی یافتہ ممالک سرپٹ دوڑ رہے ہیں نئے نئے علمی فنی تاریخی اکتشافات، جدید اختراعات و ایجادات نے ہماری آنکھوں میں چکاچوند پیدا کر دیا ہے لیکن ہر وہ شخص جو دنیا کے ماورا انسانیت کیلئے کسی اور چیز (دین) کو ضروری سمجھتا ہے وہ صاف کہہ سکتا ہے کہ یہ تمام ترقیاں، جدتیں اور ندرتیں صرف دنیاوی اور مادی پہلو سے متعلق ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ دین اور خصوصاً دین اسلام نے ان دنیاوی و اقتصادی ترقیوں اور مفید ایجادات کا امتناع نہیں بلکہ حکم کیا ہے۔ اور اسی وجہ سے ہم ان برکات و ایجادات کو گو دنیاوی کہتے ہیں تو دین کے خلاف بھی نہیں کہہ سکتے۔ لیکن یہیں تک بس نہیں ہے بلکہ جدید روشنی نے ہمارے سامنے بعض مضر اثرات و مہلک خیالات کو بھی عملی جامہ میں پیش کیا ہے۔ جن سے ہماری اخلاقی تباہیوں کے علاوہ دینی و مذہبی پہلو بالکل عنقا صورت ہو رہا ہے انسانیت اپنی حقیقی تہذیب کا جنازہ نکلتے دیکھکر ماتم کر رہی ہے یہ سب کچھ تہذیب جدید کی بے پناہ تقلید اور مغرب کی کورانہ اتباع کا مشئوم نتیجہ ہے جہاں ہمارے نوجوان بلا تردد بہتے چلے جا رہے ہیں۔

عورتوں کا پردہ اٹھا کر دفتروں بازاروں اور تمام سیرگاہوں میں مردوں کے دوش بدوش ہونے میں جو کچھ بدعنوانیاں کی گئیں اس پر تمام اہل عقل بلکہ خود عقلائے یورپ بھی افسوس کرتے ہوئے پچھتا رہے ہیں لیکن اسی حد تک انسانی اخلاقی اور عقلی طور و طریق کو زخمی نہیں رہنے دیا گیا بلکہ اسکو مزید پھیلنے کیلئے یورپ کے مختلف شہروں میں ننگے کلب بنائے گئے ہیں جہاں مرد و عورت بالکل ننگے

ہوکر سرگرم تفریح و محو لہو ولعب ہوتے ہیں اب اسکو نئی روشنی یا جدید تہذیب کہا جائے تو انسانیت کیوں نہ خون کے آنسو روئے حقیقت یہ ہے کہ انتہائی ترقی ہام ثریا کا عروج خود پستی اور ذلت سے بدلجایا کرتا ہے جو ایکدم اوپر پہونچ جاتا ہے وہ اندھا ہوکر ایکدم بالکل نیچے گر پڑتا ہے۔ لہذا ہم بجا طور پر ان ترقی یافتہ قوموں کی پستی کے منتظر ہیں۔ الغرض اخبارات سے معلوم ہوا ہے کہ کوئی ہندوستانی صاحب دس سال کے بعد یورپ سے تشریف لائے ہیں۔ اور بعض ہندوستان میں بھی اس انسانیت سوز بربادی و بد اخلاق جراثیم کو پھیلانا چاہتے ہیں چنانچہ بمبئی میں اسوقت ننگوں کا ایک کلب کھولنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ ہے مغرب پرستی اور جدید تہذیب کی کورانہ تقلید جس میں بغیر امتیاز رطب و یابس صحیح و باطل کے جو کچھ یورپ سے آیا ہوا دیکھتے اور سنتے ہیں آنکھ بند کرکے اسکے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ باشندگان ہند عموماً اور مسلمان بھی خصوصاً اس یورپ زدہ انسان کی تجویز و کوشش کو کامیاب نہ ہونے دیں۔ اور اپنے حسن اخلاق و مقدس تہذیب کے تحفظ کیلئے اس کے خلاف نفرت و حقارت کی آواز اٹھائیں۔ تاکہ ہرگز ہرگز اس قسم کا عریاں کلب نہ قائم ہوسکے۔ اور ہندوستان کے پاک و صاف دامن پر کوئی بدنما دھبہ نہ پڑے۔

موجودہ عہد میں دنیا کا کوئی حصہ سوائے نجد و حجاز کے یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ وہاں بداخلاقی کے اڈے نہیں ہیں اور عوام میں بداخلاقی کے جراثیم کا کوئی اثر نہیں ہے۔ مغربی ممالک سے متجاوز ہوکر مشرق میں بھی اخلاقی بیماریاں عام ہورہی ہیں۔ برطانوی ہند میں تو خیر اعمال و اعتقاد کی ہرطرح آزادی ہے لیکن ہمیں مسلم والیان ریاست پر تعجب ہے کہ باوجود انکی اندرونی آزادی کے وہ اپنی رعایا کی درستگی اخلاق کیلئے کوئی قدم نہیں اٹھا رہے ہیں۔ ریاست حیدرآباد ہندوستان کی سب سے بڑی معزز مسلم ریاست ہے اور جو کچھ یہ ریاست مذہبی علمی و ملکی خدمات باحسن وجوہ انجام دے رہی ہے اس کو دیکھکر ہمارے اور تمام اسلامیان ہند کے دل میں اس ریاست کی عزت و توقیر ہے ہمیں اس معزز ریاست سے بجا امید تھی کہ یہ ریاست اپنی رعایا کے نوجوانوں کو بداخلاقی و فضول خرچی کے بڑھتے ہوئے سیلاب میں بہہ جانے سے بچائیگی۔ چنانچہ حال ہی میں حضور نظام اعلی اللہ مقامہ کا ایک اعلان شائع ہوا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے اپنی ریاست میں بداخلاقی و اسراف کا قلع قمع کرنیکی کوشش کردی ہے (فلہ الجزا) حضور نظام کے دل میں مذہب کی بڑی عظمت ہے جسکا اظہار ان کے طرز عمل سے ہمیشہ ہوتا رہتا ہے چنانچہ حال ہی میں دوسرا اعلان یہ شائع ہوا ہے کہ آپ نے اپنی ریاست میں رمضان المبارک کی عظمت و شرف کا خیال کرتے ہوئے اس مہینہ میں گانا اور دوسرے خلاف شرع امور بند کردئے ہیں۔ ہم حضور نظام کے ان اعلانات پر اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہیں اور حضور نظام سے اسلام کی ترقی کیطرف توجہ کرنیکی مزید امید کرتے ہیں نیز حال ہی میں جو حضور نظام کو ریزیڈنسی بازار واپس مل گیا ہے اس پر مسرت دو آتشہ کا اظہار کرتے ہوئے ہدیۂ تبریک و تہنیت پیش کرتے ہیں۔

ماہ میلاد چلا آرہا ہے۔ عام طور پر مسلمانوں میں اس مہینہ میں بالخصوص بارہ تاریخ کو مجلسیں ہوتی ہیں۔ ہم ان مجالس کے متعلق گو زیادہ کچھ سردست نہ لکھیں، لیکن اتنا کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ موجودہ طریقہ ۶۰۴ھ میں ایجاد ہوا ہے۔ اسلئے اسے کسی طرح سنین نبوی میں شمار نہیں کیا جاسکتا نیز جو ۱۳۰۰ھ میں مسلمانوں کی رقمیں ہزار ہا سے زائد صرف ہورہی ہیں۔ اور اسوقت

مسلمانوں کے سامنے اس سے بہتر بہت سے کارہائے مسنون موجود ہیں۔ اس لئے مسلمان جو کچھ کریں قرآن حدیث کی روشنی میں کریں۔

رسالہ محدث کی رجسٹری ماہ محرم سے قبل نہ ہوسکی تھی اسلئے محرم کا پرچہ دو پیسے کے ٹکٹ سے بھیجنا پڑا تھا۔ اب ماہ صفر سے پیشتر رجسٹرڈ کر دینے کی کوشش کیگئی لیکن اس میں بھی ڈاکخانہ والوں نے کافی دیر کی صفر کا پرچہ تیار تھا۔ ہم رجسٹرڈ نمبر کے انتظار میں ایک ہفتہ سے زاید رکے رہے جب خدا خدا کرکے رجسٹرڈ نمبر آگیا تو رسالہ سپرد ڈاک کیا گیا۔ ہمیں یقین ہے کہ ناظرین کو زحمت انتظار گوارا کرنی پڑی ہوگی۔ لیکن ہمیں امید ہے کہ ہماری مجبوریوں کو دیکھتے ہوئے معاف فرمایا جائیگا۔ چونکہ اب رجسٹرڈ ہونے سے ڈاکخانہ والوں سے بھی اسکی اشاعت کا زبردست تعلق ہے اسلئے ہمیں ان کے حساب کی درستگی اور صفائی کا خیال رکھکر ان کے مجبور کرنے سے ہر انگریزی ماہ کی پہلی تاریخ کو رسالہ شائع کرنا پڑیگا۔ لہذا ناظرین خیال رکھیں کہ اب ہر انگریزی ماہ کے ابتدائی ہفتہ میں رسالہ پہونچا کریگا۔

اواخر محرم میں دار الحدیث کا سہ ماہی امتحان ہوا۔ ماشاء اللہ اساتذہ کرام کی علمی قابلیت و تعلیمی استعداد اور طلبہ کی مسلسل محنت سے نتیجہ بہت اچھا رہا۔ جناب مہتمم صاحب نے اپنی مشہور و معروف سخاوت سے کام لیکر سہ ماہی امتحان میں بھی ہر جماعت کے اول آنیوالے لڑکوں کو انعام دیئے۔ (جزاہ اللہ)

دہلی وہ جگہ ہے جہاں سردی بلا کی ہے تو گرمی بھی غضب کی۔ آج کل موسم گرما کی عرق آفریں شدت نے پوری طرح حملہ کر دیا ہے اگرچہ رحمانیہ کی تمام درسگاہوں میں بجلی کے پنکھے لگے ہوئے ہیں۔ اور ہم لوگ انہیں چلتی پنکھوں کے نیچے آرام سے پڑھاتے ہیں لیکن جسدن ہوا بند اور تمازت شمس بہت تیز ہو جاتی ہے اسدن پنکھوں سے بھی گرم ہوا نکلنی شروع ہو جاتی ہے صفر کے نصف اول میں بھی ناقابل برداشت کیفیت دیکھکر دار الحدیث میں چند دنوں کیلئے تعطیل گرما کر دیگئی ہے جس سے اساتذہ و طلبہ کی جان میں جان آگئی ہم کی جانس سے بلکینگے۔

—— xx:xx ——

درس حیات

(از مولوی ہارون الرشید ارشد الہ آبادی (منشی کامل) متعلم رحمانیہ)

موت کے گھاٹ پہ بے خوف اترنا سیکھو ‖ ہیبت سیرت باطل سے نہ ڈرنا سیکھو
پیکر عزم بنو تلخئ آلام سہو ‖ مثل زر شعلۂ آتش سے نکھرنا سیکھو
راہ ملت میں مصائب سے نہ گھبراؤ کبھی ‖ بہر دیں وادئ کلفت سے گذرنا سیکھو
خوئے بغض و حسد و کبر و نفاق و نخوت ‖ پھینک کر دل سے فقط قوم پہ مرنا سیکھو
ہاتھ سے جانے نہ دو دامن خودداری کو ‖ عزت نفس پہ پھر جاں سے گذرنا سیکھو

گفتۂ ارشد جانباز ہے اک درس حیات
یعنی ہے تشنہ لبوں کے لئے دریائے فرات۔

رسالت

(از مولانا احمد اللہ صاحب مدرس دار الحدیث رحمانیہ)

جتنے مرد و عورتیں ہیں تمام بنی آدم اللہ سبحانہ کے لونڈی اور غلام ہیں اللہ سبحانہ ان کا خالق مالک مربی ہے اسکی شکرگذاری ہر ایک شخص پر لازم ہے۔ کوئی شخص اگر ایک نوکر رکھتا ہے اسکا حق اسپر ثابت ہو جاتا ہے اور اسکی تابعداری ضروری سمجھی جاتی ہے اگر تابعداری میں کوتاہی کرتا ہے سزا کا مستحق ہوتا ہے اور ہر ایک کے نزدیک لائق ملامت ہوتا ہے۔

اسی طرح جب اللہ پاک ہمارا خالق و مالک ہے اور ہمارا مربی ہے اسکی شکرگذاری سب سے پہلے لازم ہے۔ اگر اللہ پاک کو اپنا مالک و معبود نجانا اسکے احکام کی پابندی نہ کی پھر کیوں نہ مستحق عذاب ہوں اور قابل ملامت ہوں۔ بیشک حکم الہی کی نافرمانی کرنیوالا مجرم ہے۔ اسکی معرفت اور رضامندی معلوم کرنا ضروری ہے کس بات میں وہ راضی ہے اور کس بات میں وہ ناراض ہے اسکا معلوم کرنا مجرد عقل سے نہیں ہوسکتا۔

اگر عقل ہی کافی ہوتی تو خلق ہزارہا اختلاف اور متضاد باتوں میں نہ پڑتی۔ کوئی وجود الہی کا منکر ہے کوئی اسکے لئے شریک بتاتا ہے کوئی اللہ سبحانہ کیلئے اولاد ثابت کرتا ہے۔ وغیرہ

جب مجرد عقل معرفت الہی اور اسکے احکام کے معلوم کرنے میں کافی نہ ہوئی تو ضروری ہوا کہ آدمیوں میں سے ان کی رہنمائی کیلئے منجانب اللہ کوئی شخص پاک دل پاکباز سچا نیک نیت مقرر کیا جاوے اور دلائل نبوت اسکے ساتھ ہوں اپنی نبوت کو وہ نبی رسول خلق کے سامنے پیش کرے اور ان دلائل کا مقابلہ خلق نہ کرسکے ان کی حقیت کو تسلیم کرلیوے ان کی ہدایت کے مطابق کاربند ہو۔

مرضیات الہی اور غیر مرضیات معلوم کرکے شریعت حقہ کی پوری پیروی کرے۔ جو لوگ اللہ پاک کیطرف سے اس منصب پر مقرر ہوئے مطابق حکم الہی کے خلق کی اصلاح کرتے تھے یہی لوگ رسول و نبی ہیں۔ جس نے انکی نافرمانی کی دنیا بھی تباہ ہوئی اور آخرت بھی غارت ہوئی۔ باغی الہی قرار پایا انہیں لوگوں کو کافر و ملحد کہا جاتا ہے۔ رسولوں کے حکم نہ ماننے سے قومیں سور بندر وغیرہ ہوکر ہلاک ہوگئیں اور قسم قسم کے عذاب کا شکار ہوئیں۔ قرآن شریف و کتب دینیہ و تواریخ اسکے بیان سے پر ہیں۔ اسکا انکار ضد اور مکابرہ سے خالی نہیں۔

اللہ پاک فرماتا ہے رُسُلاً مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ الآیۃ رسولوں کو ہمنے بھیجا خوشخبری دینے اور ڈرانیکیلئے تاکہ لوگوں کو اللہ پر کوئی حجت باقی نہ رہے۔ اور فرمایا اللہ سبحانہ نے ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا۔ پھر بھیجا ہم نے رسولوں کو پے درپے فرمایا اللہ پاک نے وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ کوئی بستی نہیں ایسی مگر ڈرانیوالے اسمیں گذر چکے۔

ہر ایک ملک میں ہادی لوگ آئے لوگوں کو اللہ پاک کیطرف بلایا احکام الٰہی سناتے رہے مرضی الٰہی اور غیر مرضی الٰہی سے لوگوں کو آگاہ کرتے رہے جنہوں نے انکا کہنا مانا عذاب الٰہی سے نجات پا گئے اور جنہوں نے کہنا نہ مانا ان کی آخرت تباہ ہوئی اور غارت ہوگئے۔

سلسلۂ انبیاء برابر جاری رہا یہاں تک کہ آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم من جانب اللہ رسول مقرر ہوئے قیامت تک کیلئے آپ خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ روشن اور چمکیلی شریعت لیکر آئے یہ شریعت قیامت تک رد و بدل نہیں ہو سکتی اور نہ کسی کی طاقت ہے کہ رد و بدل کر دیوے بخلاف شریعت موسیٰ و شریعت عیسیٰ کے جو رد بدل ہو گئیں نہ کتاب الٰہی کا پتہ رہا اور نہ انبیاء کی تعلیم کا وجود رہا۔ عیسائیت یہودیت فی زمانہ ان کو انبیاء سے کچھ تعلق نہیں طرح طرح کے شرک و کفر میں مبتلا ہوگئے۔ بعد رسالت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کوئی دعوئے نبوت کرے وہ کافر و مرتد ہے و مخلد فی النار ہے۔

سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نبی عربی کی مدنی ابراہیم خلیل اللہ کے پوتے پر پوتے ہیں نسب میں اعلیٰ خاندان۔ شرافت نجابت میں یکتا چالیس برس کی عمر میں عہدہ نبوت کے ساتھ مشرف ہوئے۔ بچپن کا زمانہ پاکیزہ ہے جوانی کا زمانہ پاکیزہ ہے نہ صغر سنی میں کوئی خطا بھول چوک ہوئی نہ جوانی میں کسی گناہ قصور کے مرتکب ہوئے چالیس برس کا زمانہ ایسی پاکدامنی سے گذرا کہ کنبہ قبیلہ والے اور عرب کے لوگ مداح تھے آپ کو ہونہار جوان کہتے تھے نہایت درجہ کا آپ کو امانتدار جانتے تھے جو مشکل فیصلہ ہوتا تھا آپ کے پاس پیش کرتے تھے آپ ایسا ٹھیک فیصلہ فرماتے تھے کہ طرفین کے لوگ راضی ہو جاتے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم فداہ روحی اخلاق حسنہ کے جامع تھے صبر تحمل سخاوت شجاعت رحم دل ہر ایک کے ساتھ سلوک کرنیوالے پاکدامن صادق مصدوق ہر ایک کی عزت آبرو کے نگراں۔ حیا و شرم حد درجہ کی آپ میں تھی کل صفات حمیدہ سے لبریز تھے۔ ہر ایک معیوب باتوں سے پرہیز کرنیوالے خلق کی ہدایت کیلئے کامل نمونہ تکبر غرور و عجب سے قطعی کنارہ تھے۔

قوم قریش نے جسوقت مکہ کو تعمیر کیا تھا اسوقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پچیس برس یا اس سے عمر میں کچھ زائد تھے بیت اللہ بنانے میں آپ بھی شریک تھے۔ جب بیت اللہ کی تعمیر ختم ہو چکی۔ حجر اسود جس جگہ رکھا ہوا تھا اس جگہ رکھنے کا وقت آیا۔ آپس میں تنازعہ شروع ہونے لگا کہ حجر اسود کو اصلی مقام پر کون رکھے۔ ہر ایک سردار مدعی تھا کہ ہم اس جگہ رکھینگے۔ قصہ یہاں تک پیش آیا کہ کہیں جنگ کی صورت نہ چھڑ جائے جو لوگ ہوشیار تھے انہوں نے کہا ہمارے نوجوان محمد کے سامنے اس فیصلے کو پیش کرو وہ جو فیصلہ کردیویں جانبین کے لوگ اسکو منظور کریں آپ کے سامنے فیصلہ پیش ہوا۔ آپ نے فرمایا ایک بڑا چادر لاؤ چادر لایا بچھایا گیا۔ آپنے چادرہ میں حجر اسود رکھا۔ ہر ایک قوم کے سردار چادر کے گوشہ کو پکڑ کر کھینچے جہاں حجر اسود اصلی مقام پر رکھا تھا سب نے رکھدیا مطابق آپ کے فیصلے کے پھر آپنے حجر اسود کے نیچے سے چادر کو نکال لیا۔ اس فیصلے پر ساری قوم کے لوگ راضی ہو گئے۔

زمانۂ نبوت۔ آپ کی نبوت کا زمانہ جب قریب آ گیا محبت الٰہی نے اسقدر آپ کے دل میں جوش مارا کہ اپنے پروانہ کے اپنے رب پر فدا ہونے لگے۔ حرا مکہ کے قریب ایک پہاڑ ہے اس غار میں دس دس یا پندرہ پندرہ روز خلوت نشینی میں رہتے اور عبادت میں مصروف رہتے وہاں پر نہ کوئی آدمی نہ مونس ہوتا محبت الٰہی کے جذبہ میں غرق ہو جاتے۔

قبل نبوت جو خواب دیکھتے ٹھیک ظاہر ہوتے جسقدر زمانۂ نبوت قریب آتا گیا سچے خوابوں کی کثرت ہوگئی جو خواب دیکھتے اسکا ظہور صبح شام میں ہوتا آخر انجام وہ ناموس مخبر جو موسیٰ علیہ السلام وعیسیٰ علیہ السلام کے پاس آتے تھے یعنی جبرئیل علیہ السلام آپ کے آمنے سامنے آگئے اور کہا اے محمد پڑھو (جو کچھ پڑھا رہا ہوں) آپ نے فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ جبرئیل علیہ السلام نے سینے سینہ میں لگا کر بھینچا آخر امر آپ کی زبان مبارک جاری ہوئی سورۂ اقراء کی چند آتیں عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ تک نازل ہوئیں۔ تقریباً تین برس تک وحی الٰہی کسی مصلحت سے بند ہوگئی آپ کو قلق ہوا۔ کئی مرتبہ پہاڑ پر تشریف لیگئے کہ اپنے کو ہلاک کر دیں اس زندگی سے تو موت بہتر ہے کہ قرب الٰہی ہو کر اس سے دوری ہو رہی ہے۔

جسوقت پہاڑ کی چوٹی پر جاتے کہ اپنے کو گرادیں جبرئیل علیہ السلام پکار کر سامنے ہوجاتے اور کہتے یا محمد اَبْشِرْ خوش ہوجاؤ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ تم رسول اللہ ہو۔ آپ پھر خوش ہو کر واپس ہوجاتے اسی طرح کئی مرتبہ واقعہ پیش آیا حضرت جبرئیل علیہ السلام آسمان سے آکر تسلی دیتے آپ کو تسکین ہوجاتی۔

جب تین برس کا زمانہ پورا ہوچکا پھر پے در پے وحی الٰہی پیغام الٰہی آنے لگے (صحیح بخاری) تئیس برس تک بعد نبوت آپ پر برابر وحی کے ذریعہ احکام الٰہی آتے رہے یہانتک کہ شریعت الٰہی مکمل ہوگئی اور یہ آیت کریمہ حجۃ الوداع میں نازل ہوئی۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا الآیۃ آج کے دن تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں پوری کر دیں اور اسلام جو دین تمہارا ہے اس سے میں راضی ہوگیا۔

اعجاز قرآن مجید

(مولوی عبد الغفار حسن رحمانی عمر پوری مولوی عالم متعلم رحمانیہ)

قبل اس کے کہ اعجاز قرآن مجید پر تحقیقی قلم اٹھایا جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ معجزہ کی تعریف امکان معجزات۔ سحر اور معجزہ میں فرق۔ معجزہ دلیل نبوت ہے یا نہیں۔ ان تمام پر تمہیداً کچھ خامہ فرسائی کی جائے۔ تاکہ مضمون کا ہر پہلو واضح اور روشن نظر آئے

معجزہ کی عام تعریف۔ معجزہ خارق عادت شئی کو کہتے ہیں جس سے کہ نبوت کی تصدیق مقصود ہوتی ہے۔

عدم امکان معجزہ۔ عام طور پر یہ شبہ پیش کیا جاتا ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اشیاء باہمی علائق اسباب وعلل سے مربوط ہیں اور اسی سلسلہ میں منسلک ہیں پھر کس طرح یہ ممکن ہے کہ ایک چیز کا وقوع اس سلسلۂ اسباب وعلل سے خارج ہو کر پایا جائے۔ آگ کی خاصیت جلانا ہے کنکر و پتھر بول نہیں سکتے آدمی مر کر زندہ نہیں ہوتا علیٰ ہذا القیاس پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ آگ ہو اور جلائے نہیں کنکر پتھر ناطق بن جائیں مردہ ایک اشارے سے زندہ ہوجائے یہ گویا سلسلۂ اسباب وعلل کی بنیادوں کو اکھیڑنا ہے تجربہ سے جو چیزیں ہزار ہا مرتبہ ثابت ہوچکی ہیں انکے خلاف مان لینے کو عقل کسطرح تسلیم کر سکتی ہے۔

سلسلۂ اسباب اور حکمائے اسلام۔ پہلے یہ دیکھنا ہے کہ واقعی سلسلۂ اسباب و علل ناقابل تنسیخ ہے یا نہیں اسمیں تغیر و تبدل کی گنجائش ہے یا نہیں۔ فارابی۔ شیخ ابن سینا کا خیال ہے کہ علل و اسباب کا تعلق واقعی ناقابل شکست ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ معجزات سلسلۂ اسباب و علل سے علیحدہ نہیں بلکہ یہ بھی انہی اسباب کے نتائج ہیں اگرچہ ہمارا فہم وہاں تک رسائی نہ کرسکے اور یہ ضروری بھی نہیں کہ ہماری عقل تمام اسباب و علل پر حاوی ہو ممکن ہے کہ آئندہ انسانی تحقیقات کا دائرہ وسیع ہو۔ اور ان خوارق عادات کی عقدہ کشائی ہو جائے۔

معتزلہ سلسلۂ اسباب و علل کے اسقدر ہمہ گیر ہونیکے قائل نہیں وہ کہتے ہیں کہ نظام فطرت اشیاء کیلئے خواص اور سلسلۂ اسباب و علل سب موجود ہیں۔ مثلاً نباتات دانہ سے حیوانات نطفہ سے پیدا ہوتے ہیں لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ سب وسائط حذف ہو جائیں اور مٹی کے خمیر سے انسان منصۂ شہود پر جلوہ آرائی کرتا ہوا نظر آئے۔ پس خرق عادت کلیۃً محال نہیں۔ اشاعرہ کے نزدیک خواص اشیاء سلسلۂ اسباب و علل کوئی چیز نہیں صرف باریتعالیٰ بغیر کسی واسطہ کے مؤثر اور متصرف ہے وہ جسطرح چاہتا ہے کرتا ہے۔

ازالۂ وہم۔ حکمائے اسلام مذکورہ بالا شبہ کا جواب چند وجوہ سے دیتے ہیں۔

(۱) کیونکہ معجزہ کا حصول مادی اسباب سے ہوتا ہوا نظر نہیں آتا اسلئے اسکو ممتنعات میں سے قرار دیا جاتا ہے حالانکہ مادی اسباب و علل پر ہی اشیاء کا تغیر و تبدل موقوف نہیں بلکہ حکماء گردش افلاک حرکت نجوم کو بھی مؤثر مانتے ہیں ایسی صورت میں اگر ہمکو معجزہ کے اسباب مادیہ معلوم نہیں تو کیا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اسباب فلکیہ کی وجہ سے ایسا ہو گیا ہو۔

(۲) تمام اشیاء کسی نہ کسی اسباب کی بنا پر وقوع پذیر ہوتی ہیں لیکن اسکے یہ معنی نہیں کہ ہماری عقل تمام اسباب کے علم پر حاوی ہو بہت سی ایسی علل خفیہ ہیں جہانتک ہمارا فہم ہماری مساعدت نہیں کرسکتا۔ ہزارہا رموز قدرت ہیں کہ عقل وہاں عاجز ہو کر رہجاتی ہے۔ یہی حال معجزات کا ہے مثلاً کسی نے چالیس دن تک روزہ رکھا لیکن اسکے قوائے جسمانی بدستور اپنی حالت پر قائم رہے۔ اور کسی قسم کا انحطاط رونما نہ ہوا ظاہراً یہ ایک تعجب خیز بات معلوم ہوتی ہے مگر سبب طبعی سے خالی نہیں بھوک لگنے کی وجہ یہ ہے کہ قوائے معدہ غذا ہضم کرنیکے بعد خالی ہو جاتے ہیں جسکی وجہ سے انکو دوسرے کام کی تلاش ہوتی ہے مگر بعض مرتبہ عوارض مثلاً بیماری کی وجہ یا خوف سے انسان طویل عرصہ تک بھوک محسوس نہیں کرتا کیونکہ قوائے معدہ بیکار رہوتے ہیں اسی طرح یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کا روحانیات کے ساتھ اسقدر تعلق بڑھجائے کہ اسکے قوائے معدہ معطل ہو جائیں اور وہ زمانہ مدید تک بغیر کھائے پیے زندہ و سلامت رہے۔ علیٰ ہذا القیاس دوسرے معجزات کی بھی توجیہہ ہو سکتی ہے۔

(۳) کائنات عالم میں جتنے انسانوں کو ہم دیکھتے ہیں۔ ہر ایک میں کوئی نہ کوئی فرق ضرور نمایاں ہے۔ ایک کند ذہن اور سفیہ ہے تو دوسرا ذکاوت ذہنی۔ قوت حافظہ میں اپنا مثل نہیں رکھتا۔ ایک سخاوت کا پیکر ہے تو دوسرا بخل کا مجسمہ۔ ایک جنگجو اور جھلو کا علمدار ہے تو دوسرا اس سے متنفر۔ انسان اگر کسی وصف سے خالی ہو تو دوسرے میں اس وصف کو پاکر نہایت متعجب ہوگا۔ بخیل جب سنتا ہے کہ فلاں شخص نے راہ خدا میں اپنا سارا گھر بار لٹا دیا تو وہ محو حیرت ہو جاتا ہے اسی طرح اگر کسی معمولی حافظہ والے شخص سے کہا جائے کہ امام بخاریؒ کو چھ لاکھ حدیثیں یاد تھیں۔ اندلس کے ایک نابینا کو کتاب الاغانی کی بیس جلدیں نوک زبان تھیں تو اسکی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہیگی۔ کسی بزدل کے سامنے خالد۔ طارق بن زیاد۔ تیمور کے سرفروشانہ کارنامے سناؤ تو سرتاپا استعجاب نظر آئے گا۔

آخر اس میں اختلاف کیوجہ؟ حالانکہ تمام کی ماہیت ایک ہے اسکا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ ترکیب عنصری میں اختلاف مزاج کیوجہ سے یہ عجیب و غریب افعال ہر ایک سے سرزد ہوتے ہیں کسی پر روحانیت کا غلبہ ہے تو کسی پر جسمانیت کا تسلط ہے اسی ماہیت انسانی کے افراد میں انبیاء بھی ہیں لیکن وہ چونکہ سراپا روحانیت ہیں اسلئے ان سے مافوق العادۃ افعال سرزد ہوتے ہیں لیکن ندرت وجود کیوجہ سے دیکھنے یا سننے والوں کو حیرت انگیز معلوم ہوتے ہیں۔

(۴) ایک معمولی انسان جس طرح چاہتا ہے اپنے نفس کو حرکت دیتا ہے اور وہ اسپر قادر ہے لیکن وہ نفوس قدسیہ جو اس سے بھی بڑھکر ہیں وہ جسم میں تصرف کرنیکے علاوہ دیگر اجسام کے تصرف پر بھی قادر ہوتے ہیں۔ تمام عالم مادی ان کے نزدیک ایک جسم کیطرح ہوتا ہے وہ اس میں اسیطرح تصرف کرتے ہیں جسطرح ایک معمولی انسان اپنے جسم میں کرتا ہے۔

(۵) روزمرہ کا تجربہ ہے کہ انسان بعض فطرتی اثرات کیوجہ سے بہت سے تغیرات قبول کرلیتا ہے مثلاً غصہ سے چہرہ سرخ اور شرم و خجالت سے زرد پڑجاتا ہے بعض توہمات کی بنا پر انسان بیمار ہی نہیں بلکہ مر بھی جاتا ہے یہ تو ایک معمولی انسان کا حال ہے لیکن وہ لوگ جو نفوس قدسیہ کے مالک ہیں انکی قوت سے دوسرے اجسام بھی اثر پذیر ہوتے ہیں جس سے کائنات عالم میں عجیب و غریب حوادث رونما ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

(۶) یہ اسباب و علل کا سلسلہ جنکو ہم رات دن دیکھتے ہیں ان کا مدار صرف تجربہ پر ہے چونکہ ہم سورج کو پورب سے نکلتا دیکھتے ہیں اسلئے اگر کوئی کہے کہ قیامت کے دن سورج مغرب سے نکلیگا تو ہماری عقل محال سمجھیگی۔ ہمارا مشاہدہ ہے کہ بغیر باپ کے بیٹا نہیں پیدا ہوتا اسلئے عیسیٰ کی پیدائش پر حیرت ہوتی ہے۔ جی کرمنا ہمارے نزدیک تعجب خیز نہیں اسلئے کہ تجربہ ہوتا چلا آرہا ہے لیکن مرکر جینا تجربہ سے خالی ہے اسلئے مستبعد معلوم ہوتا ہے مگر کسی چیز کا نہ دیکھنا۔ تجربہ میں نہ آنا فی نفسہ اسکے محال ہونے پر دال نہیں۔ طبعیات جدیدہ نے طبعیات قدیمہ کی تحقیقات کو غلط ثابت کر دکھایا۔ بہت سی اختراعات جدیدہ نے سینکڑوں قدیم محالات و ممتنعات کو ممکن بنا کر دکھا دیا۔ فلسفہ یونان پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین ساکن اور آفتاب متحرک ہے لیکن ہیئت جدیدہ نے بتلایا کہ آفتاب ساکن زمین متحرک ہے یہی خیال اگر قدیم درسگاہوں میں سنا جاتا تو مضحکہ خیز معلوم ہوتا لیکن چونکہ اسوقت عام ہوچکا ہے اسلئے کوئی حیرت نہیں۔ پس ارباب حکمت جدیدہ کو جو امور مذہبی مستبعد معلوم ہوتے ہیں۔ ہوسکتا ہے آئندہ دائرہ تحقیقات و ایجادات کی وسعت سے انکے مسلمات کی بنا پر ممکن بنجائیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سلسلہ اسباب و علل کی بنا صرف تجربہ اور مشاہدہ پر ہے اور اسکو کیونکر ناقابل تنسیخ کہا جا سکتا ہے ایک شخص کو ہم زمانہ دراز سے دیکھتے ہیں کہ وہ انتقام نہیں لیتا۔ عصر کے بعد تفریح ضرور کرتا ہے۔ یہ علم ہمکو بار بار تجربہ سے حاصل ہوا ہے۔ اب اگر یہ سنا جائے کہ اس نے فلاں شخص سے انتقام لیا یا شام کی تفریح چھوڑدی تو کیا اسکو محال سمجھا جائیگا۔ ہرگز نہیں بس صرف اتنا کہہ سکتے ہیں جو جتنے بار بار تجربہ کیا اسکے خلاف نکلا۔

(باقی دارد)

ملکُ الحجاز و شیعۃُ الهند

(للمولوی ذکراللہ بن مولانا عبدالغفور البسکوہری المدرس بدارالحدیث الرحمانیہ)

بحر الفساد لقد تموّج مزبدا — ومضی صلاح القوم عنهم مُبعدا

قد ضللت قوم تعاظم فریۃً — عبدالعزیز بن السعود المقتدی

قد جاء مکۃ والبدائع احدثت — بحریم کعبۃ وامحت طرق الهدی

واشنّت القطاع غارات علی — زوار بیت اللہ قد بلغوا المدی

لما رأی فی ارض مکۃ منکرا — محی وما بالی وان غضب العدی

ماخاف فی ذا الامر لومۃ لائم — وانی بما یرضاہ مولاہ غدا

قام الامان بارض مکۃ وامّحی — اثر المخافۃ من لصوص وعدی

یا شیعۃ الهند اتقوا لا تفتروا — کذبا علی الملک البریٔ المقتدی

المثل هذا تقصدون اساءۃً — وتروبها امرا رشیدا اجودا

سترون ما تلقونہ فتربصوا — حتی تجازوا بالذی یردی غدا

تبغون غایۃ بغیها ان تطفئوا — نورا مبینا ساطعا متوقدا

وینمری لامحالۃ نورہ — رضیت بہ او انکرت فیها العدی

لاشک ان ابن السعود لمصلح — قوما طغوا وعتوا واحسن مقصدا

اللہ ایدہ باعظم نصرہ — واعزہ عزا بدا ومخلدا

ووقاہ شر الحاسدین وزادہ — حرصا علی سنن النبی موحدا

دم ایها الملک الهمام مکرما

برغید عیش الی دهرک اسعدا

ترجمہ

از مولوی لطیف الدین صاحب

تعریف

تدوین حدیث

(از عبد الحلیم ناظم صدیقی "مولوی فاضل" مدرس رحمانیہ و مدیر محدث)

اسلام کے اکمل اور حقانیت سے لبریز دین ہونے پر نہ صرف تمام اسلامی فرق متفق ہیں بلکہ مخالفین اسلام نے بھی اسکی حقانیت کا اعتراف کیا ہے۔ اسلامی اصول بتانیوالی الہامی کتاب قرآن مجید کے سامنے تمام اسلامی فرقے اجتماعی طور پر سر تسلیم و نیاز خم کرتے ہیں۔ ہر وہ شخص جو خود کو مسلم و مومن کہتا ہے قرآن کریم کے ایک حرف اور ایک نقطہ سے بھی اختلاف نہیں کر سکتا۔ قرآن حکیم کے جو کچھ اوامر و نواہی وغیرہ سے متعلق فرامین ہیں ان کے واجب العمل ہونے سے کسی کو قطعی انکار نہیں۔ لیکن بایں ہمہ مقام حیرت و استعجاب یہ ہے کہ آج کل مذہبی و عملی آزادی کے خواہاں بعض ایسے اسلامی فرقے اور ذاتی اعتقاد کے ذمہ دار مسلمان پیدا ہوگئے ہیں جو نہ عم خود قرآن کو تو اصولی اور ہر حیثیت سے واجب العمل مانتے ہیں مگر احادیث یعنی اسلام کے بہترین مذہبی ذخیرے سے انکار کرتے ہیں۔ حدیث کو ظنی اور تاریخی حیثیت سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ اگرچہ اس پر خود غلط اعتقاد کے لوگ مسلمانوں میں بہت کم ہیں۔ اکثریت اور اجماع اسی پر ہے کہ قرآن و حدیث دونوں کو اجمال و تفصیل کے ساتھ واجب العمل سمجھا جائے اور یہی حق ہے جو شخص حدیث کا انکار کریگا وہ تو لازمی طور پر قرآن کا بھی منکر سمجھا جائیگا۔ کیونکہ قرآن مجید نے متعدد مقامات میں حدیث کی اتباع اور اس پر عمل ضروری قرار دیا ہے۔ جسکی مثالیں منکرین حدیث کا جواب دیتے ہوئے بہتیرے حضرات نے پیش کردی ہیں ہم نے بھی "محدث" مجریہ محرم ۱۳۵۳ھ میں اہمیت حدیث پر اپنے مدلل خیالات ظاہر کردیئے ہیں۔ ہمارا یہ مسلسل مضمون صرف حدیث کی تدوین اور تاریخی بلند پایگی سے متعلق ہے۔

حدیث کا پایہ کمزور اور غیر اہم بنانیکیلئے کہا جاتا ہے کہ حدیث پہلی صدی ہجری کے بعد مدون ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میمون میں حدیث کی تدوین نہیں ہوئی۔ بلکہ رسول اللہ احادیث کی کتابت سے منع فرماتے اور اگر کسی صحابی کے لکھنے کا حال معلوم ہوتا تو ناراض ہوتے۔ آنحضور کے انتقال کے بعد صحابہ کرام خصوصًا خلافت راشدہ کے زمانہ میں بھی حدیث کی کوئی کتاب مدون نہ ہوئی۔ اور نہ لوگ حدیث لکھتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو ہریرہ کو حدیث کی روایتوں میں اکثار کرنے پر سزا دی تھی۔ حضرت ابو بکرؓ نے کچھ حدیثیں لکھکر جمع کی تھیں جنکو پھر جلا دیا تھا۔ ان تمام وجوہ کو پیش کرکے نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ چونکہ حدیثیں قابل عمل و لایق توجہ نہ تھیں اسلئے صحابہ کرام اور خود رسول اللہ اس کیطرف زور نہ دیتے تھے بلکہ کتابت و تدوین سے روکتے تھے۔ نیز کہا جاتا ہے کہ جب پہلی صدی ہجری میں تدوین نہ ہوئی تو دوسری صدی اور اسکے بعد کی صدیوں میں تدوین حدیث قابل اعتبار نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ حفظ و بیان روایت میں خرابی و نقص واقع ہوگیا ہو۔ یہ مذکورہ بالا خیالات مستشرقین یورپ نے اپنی کم فہمی کیوجہ سے ظاہر کئے تھے جنکو آج بعض مسلم طبقہ یورپ کی کورانہ تقلید اور مذہبی لزوم سے قطعی آزادی حاصل کرنیکے لئے بڑے طمطراق سے پیش کرتا ہے لیکن ہم سطور ذیل میں بتائینگے کہ ان اقوال و خیالات کی اصلیت کہاں تک درست

وصحیح ہے؟ ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی صدی ہجری میں تدوین حدیث

"علم حدیث وہ علم ہے جسکے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اقوال وافعال وحالات معلوم ہوں"۔ رسولؐ کی عالیشان وبلند مرتبت ہستی کو مان لینے کے بعد ضروری ہوجاتا ہے کہ ان کے تمام اقوال وافعال آئندہ آنیوالی قوموں کیلئے نمونہ بناکر قائم ودائم اور برقرار باقی رکھے جائیں۔ قرآن کہتا ہے۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ ہ اب ہمارے لئے اتنی صدیاں گذرنیکے بعد رسول اللہ کی کامل وجامع زندگی جبھی نمونہ بن سکتی ہے کہ آنحضرتؐ کے تمام حالات ہمارے سامنے ہوں۔ بحمداللہ کہ اللہ کے فضل وتوفیق اور صحابہ وتابعین ومحدثین کی کوششوں سے تمام حالات مکمل وجامع طور پر ہمارے سامنے موجود ہیں اور اسی سے ہم فخر کرتے ہیں کہ دنیا کی کوئی قوم ومذہب اپنے رہبر وہادی کی حالتیں قولی وفعلی مسلمانوں کے مقابلہ میں مکمل طور پر پیش نہیں کرسکتا۔ چونکہ اسلام اور پیغمبر اسلام کا اثر قیامت تک کیلئے خدا نے مترتب فرمایا ہے اسلئے قرآن کے اشارات کو دیکھکر خود رسولؐ اللہ اور صحابہ کرام نے احادیث کا تحفظ ضروری سمجھا۔ چنانچہ مدلل طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حدیث کی تدوین رسولؐ اللہ کے زمانہ سے شروع ہوگئی تھی اور رفتہ رفتہ ترقی کرتے ہوئے محدثین کرام نے اس حق کو خوب واضح طور پر پورا کردیا۔ اس میں شک نہیں کہ پہلی صدی ہجری میں یا خود رسولؐ اللہ صلی اللہ وسلم کے مبارک عہد میں حدیث کا کوئی صحیح مجموعہ کتابی صورت میں مدون نہیں ہوا تھا۔ یہ بھی درست ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے تمام صحابہ کرام کو کتابت وتدوین حدیث کی اجازت نہ تھی اس کی خاص وجہ تھی اور وہی وجہ خلفائے راشدین کے بھی پیش نظر تھی۔ وجہ یہ تھی کہ اگر حدیث کی کتابت کا اذن عام ہوجاتا تو لوگ یہود ونصاریٰ کیطرح حدیث ہی میں لگجاتے اور قرآن چھوڑ دیتے۔ چونکہ عہد رسول میں قرآن بھی مدون نہ تھا اسلئے خوف تھا کہ کہیں قرآن وحدیث باہم مخلوط نہ ہوجائیں۔ اسی لئے رسولؐ اللہ عام طور پر کتابت سے منع فرماتے تھے اور خلفائے راشدین بھی اسی احتیاط کو مد نظر رکھکر اکثار حدیث وکتابت حدیث سے روکتے تھے۔ چنانچہ جب یہ خوف جمع وتدوین قرآن سے جاتا رہا تو عام طور پر تدوین وروایت حدیث شروع ہوگئی۔ حضرت ابوبکرؓ کے مجموعۂ حدیث اور اسکو جلانیکی روایت بالکل کمزور ہے چونکہ قرآن کئی نسخوں میں حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں باقاعدہ مدون وجمع ہوا۔ اسلئے زمانہ ماقبل میں حضرت ابوبکرؓ کے جمع قرآن کے بعد بھی کبار صحابہ کو یہی خوف تھا کہ لوگ احادیث میں غلو نہ کرلیں اور قرآن مجید کو چھوڑ نہ دیں۔ حضرت عمرؓ اس باب میں زیادہ محتاط تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ تدوین حدیث کا مشورہ صحابہ سے حضرت عمرؓ نے لیا تھا لیکن ایک نئی چیز کیلئے چندن بہت پریشان رہے۔ پھر وہی تلبس واختلاط کا خوف ظاہر کرکے تدوین کا خیال چھوڑ دیا یہ ان کا کمال احتیاط تھا۔ اور اسی جذبہ پر حضرت ابوہریرہؓ کو بھی اکثار حدیث سے روکتے تھے۔ الغرض رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن ایکدم مدون نہ تھا اسلئے تلبس کا خوف اور زیادہ غالب تھا۔ اسوجہ سے تدوین حدیث کا خیال عمومی طور پر مناسب نہ تھا۔ دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اسکی ضرورت بھی صحابہ کو پیش نہیں آئی کیونکہ جس شخص کو جو فتویٰ دریافت کرنا ہوتا تنہا یا مجمع میں رسول اللہ سے پوچھکر اسی وقت سے عمل درآمد شروع کردیتا تھا اسے ظاہر ہے کہ عملی حیثیت حفظ کیلئے بہت قوی ہوتی ہے نیز امور دین ودنیا کی اجتماعی باتیں طول طویل ہوجاتیں اسلئے حدیث کی تدوین کی ضرورت نہ سمجھی۔ ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ اس زمانہ کے لوگوں میں تحریر وکتابت کا عام طور پر رواج بالکل نہ تھا۔ چند ہی ایسے صحابہ تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے اسلئے عمومی طور پر

حدیث کی کتابت کا چرچا کیسے ملسکتا ہے یہ تو عام طور پر حدیث کی کتابت وتدوین پہلی صدی کے وسط اول میں نہ ہونیکے وجوہ تھے اب آیئے ہم آپ کو بتائینگے کہ باوجود ان دشواریوں اور ان احتیاطی تدابیر کے اس زمانہ میں بھی بعض اس قسم کی مثالیں ملتی ہیں جن سے صاف طور پر کہا جا سکتا ہے کہ بعض شیفتگان علم حدیث حضور کی اجازت سے حدیث کی کتابت وتدوین میں لگے رہتے تھے۔ سب سے پہلے خود زمانۂ حضور کو لیجئے اور اس میں کتابت حدیث کی مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

یہ مسلم ہے کہ حضور کا ہر قول وفعل حدیث ہے لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلاطین کو خطوط ہدایت بھیجنا بھی حدیث کا تحریری پہلو ہے۔ جس سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا۔

حجۃ الوداع کے خطبہ کے بعد ایک یمنی صحابی نے درخواست کی کہ یہ احکام مجھے لکھدئے جائیں تاکہ مکمل طور پر محفوظ رہیں چنانچہ رسول اللہ نے فرمایا۔ اکتبوا لابی شاہ۔ یعنی ابوشاہ کیلئے ان احکام کو لکھدو۔

حدیث کی اکثر کتابوں میں ابواب الصدقہ میں یہ حدیث ملتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن حزم کو بحرین کا والی بناتے وقت امور صدقات لکھوا کر دئیے۔

ترمذی وابوداؤد میں ابن عمر سے مروی ہے کہ حضور نے احکام صدقات تمام عمال کیلئے لکھوائے۔ بخاری کی حدیث ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص حدیثیں لکھتے تھے تو ان پہ لوگ اعتراض کرتے تھے۔ ایکدن ابن عمرو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں کے اعتراض اور اپنی کتابت حدیث کو بیان کیا۔ حضور نے ارشاد فرمایا۔ اکتب فوالذی نفسی بیدہ ما یخرج منہ الا حق (لکھا کرو۔ قسم خدا کی میری زبان سے سوائے حق کے اور کچھ نہیں نکلتا)

ترمذی میں ایک انصاری کا واقعہ ہے۔ انہوں نے رسول اللہ سے شکایت کی کہ حضور کے اقوال حافظہ کی کمزوری کیوجہ سے یاد نہیں رہتے۔ حضور نے ارشاد فرمایا اپنے داہنے ہاتھ سے مدد لیا کرو (لکھلو) مذکورہ بالا واقعات سے پتہ چلتا ہے۔ کہ کتابت حدیث سے امتناع مخصوص وقت اور مخصوص اصحاب کیلئے تھا۔ بعض صحابہ کرام کو اجازت تھی۔ وہ حدیثیں لکھتے تھے۔ چنانچہ حضور کے انتقال کے بعد بھی صحابہ کرام کے زمانہ میں بعض مخصوص اصحاب حدیثیں لکھنے اور مدون کرنے میں کوشاں تھے۔ مسلم شریف میں موجود ہے کہ حضرت علیؓ کے پاس حدیثوں کا ایک مجموعہ کتاب العقل کے نام سے تھا۔ تذکرۃ الحفاظ میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس ایک مجموعہ حدیث تھا۔ طبقات ابن سعد میں ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کو حدیث کی ایک کتاب مدون کرنیکا خیال ہوا تھا۔ سیر کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس کی وفات کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد انکی جمع کردہ حدیث کی ایک کتاب ملی تھی۔ تہذیب التہذیب میں حضرت ابوہریرہ کا قول مذکور ہے کہ عمرو بن العاص بعض حدیثیں لکھ لیا کرتے تھے۔

الغرض تاریخ وسیر کی کتابوں سے نمایاں طور پر بغور مطالعہ کرنیوالے کو معلوم ہوجاتا ہے کہ عہد فاروق تک کتابت وتدوین حدیث کی مثالیں بہت کم ہیں۔ تلبس کے خوف سے صحابہ کا خیال حدیث کی طرف علی وحفظی تو تھا لیکن تحریری بہت کم تھا۔ لیکن عہد عثمان میں تدوین قرآن سے اختلاف وتلبس کا خوف جاتا رہا تو صحابہ کرام احادیث کثرت سے روایت کرنیلگے۔ لیکن پھر بھی احتیاط بہت تھی حدیث "من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار" کا خوف دامنگیر رہتا تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ اس حدیث سے ڈر کر اکثر اصحاب احتیاطاً روایت سے دور رہے۔

تہذیب التہذیب سے پتہ چلتا ہے کہ دورِ صحابہ میں حضرت علیؓ حضرت حسنؓ حضرت انسؓ حضرت عمرو بن العاصؓ حضرت ابن عباسؓ حضرت عبداللہ بن ربیعہؓ تدوین حدیث کے حامی ذکوشاں تھے بحسب ذیل سات ایسے صحابی ہیں جنہوں نے کثرت سے روایتیں کی ہیں۔ ان کو مکثرین کہا جاتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ سے ۵۳۷۴۔ حضرت عبداللہ بن عمر سے ۲۶۳۰۔ حضرت انس بن مالک سے ۲۲۸۶۔ حضرت عائشہ سے ۲۲۱۰۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے ۱۶۶۰۔ حضرت جابر سے ۱۵۴۰۔ حضرت ابو سعید سے ۱۱۷۰ حدیثیں مروی ہیں۔

صحابہ کے بعد ہی تدوین حدیث پوری طرح شروع ہوجانیکی یہ بھی وجہ ہے کہ جوں جوں کتابت وتحریر کا زور ہوتا گیا حافظہ میں کمزوری ہوتی گئی۔ اسلئے تحفظ حدیث کو لازمی سمجھکر تدوین کا آغاز کردیا گیا لیکن صحیح حدیث کے جمع وتلاش میں بہت احتیاط وپابندی برتی گئی۔ ابن سیرین کہتے ہیں کہ تابعین کے زمانہ میں واضعین حدیث بھی پیدا ہوگئے تھے۔ لہذا تابعین کے عہد میں اعتبار مفقود تھا۔ وہی لوگ معتبر تھے جو ثقات تھے۔ جنہوں نے صحابہ کو اپنی آنکھ سے دیکھا اور خود ان سے سنا تھا اور صحابہ نے بھی انکی تعریف کی تھی مثلاً سعید بن المسیب۔ عروہ بن زبیر۔ قاسم بن محمد۔ حسن بصری۔ علقمہ۔ نافع۔ سالم بن عبداللہ وغیرہ

زرقانی میں مذکور ہے کہ عمر بن عبدالعزیز متوفی ۱۰۱ھ کا عہد خلافت بنی امیہ کا زمانہ خلافت پہلی صدی ہجری کا آخری زمانہ تھا۔ یہ ایک نہایت پارسا ومحدث خلیفہ تھے۔ انہوں نے امام محمد بن شہاب زہری کو تدوین حدیث کا حکم کیا تھا چنانچہ امام زہری نے حدیث کی ایک مبسوط کتاب تالیف کی تھی۔ اور انہیں کی ترغیب سے ابوبکر حزمی نے بھی حدیث کی ایک کتاب مدون کی تھی۔ ان واقعات وشواہد سے بخوبی معلوم ہوگیا کہ کتابی صورت میں تدوین حدیث پہلی صدی ہجری ہی سے شروع ہوگئی تھی۔ اب سوال یہ ہے کہ اسوقت کی مدون کتابیں یا مجموعے آج کیوں موجود نہیں۔ جواب میں ہم بھی مانتے ہیں کہ پہلی صدی ہجری کی کوئی حدیث کی کتاب آج ہمارے سامنے موجود نہیں ہے۔ اسکی دو وجہیں ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ چونکہ اسوقت طباعت کا کوئی انتظام نہ تھا۔ اسلئے وہ کتابیں یقیناً قلمی طور پر کتابی صورت میں کتبخانوں میں رہی ہونگی اور تاریخ بتاتی ہے کہ اسلامی کتبخانے کتنی دفعہ شام وبغداد میں ہلاکو خاں جیسے حملہ آوروں کے ہاتھوں تباہ وبرباد ہوئے۔ ممکن ہے یہ تالیفات انہیں موقعوں پر ضائع ہوگئی ہوں دوسری وجہ جو اصل اور بڑی وجہ ہے وہ یہ ہے کہ چونکہ اس زمانہ میں طباعت اور چھپائی وغیرہ کی کوئی صورت نہ تھی اسلئے پہلی صدی ہجری کی تمام تالیفات بے ترتیب اور بیاض کیطرح تھیں۔ جو دوسری صدی کی تالیفات میں مدغم ہوگئیں۔ اور آئندہ جو کتابیں چھپکر شائع ہوئیں انہیں میں بعض حصے پہلی صدی کے جمع کردہ بھی ایک نئی ترتیب سے شامل کرلئے گئے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

آئندہ دوسری صدی ہجری سے سلسلۂ تدوین حدیث کو بتایا جائیگا۔ انشاءاللہ (ایڈیٹر)

از مولانا افق کاظمی

یہ خود غرضی یہ خود پرستی کب تک	یہ غفلت وبے حسی ومستی کب تک
رفعت کی طرف افق ہو جلدی مائل	نادان متوجہ سوئے پستی کب تک

اسلام میں جہاد

(از مولوی عبداللطیف صاحب حصاری متعلم رحمانیہ)

اسلام ہی ایک مذہب ہے جو انسانی تہذیب و تمدن کا علمبردار اور فلاح و بہبود بشری کا حامی و مددگار رہے یہی تمام سیرابیوں کا سرچشمہ اور منبع ہدایت ہے جس نے ہر کس و ناکس کو سفرۂ عام سے بہرہ اندوز کیا لیکن باوجود اسلام کے ان اوصاف و خصائص کے مخالفین اسلام اپنی دریدہ دہنی اور کوتہ چشمی سے اسلام کی پاکیزہ اور روشن تعلیم پر اعتراضات کرتے ہیں۔ آج ہم جس مسئلہ پر خامہ فرسائی کر رہا ہوں وہ مسئلہ جہاد ہے میں ثابت کرونگا کہ اسلام نے حکم جہاد کیوں دیا۔ جہاد کے معنی لغت میں مشقت کے ہیں لیکن اصطلاح شرع میں یہ ہیں کہ جب کسی قوم کے شعائر مذہبی پر حملہ کیا جاوے اور ان کے مراسم مذہبی کے انہدام میں ہر امکانی قوت سے کام لیا جاوے مختصر یہ کہ ایک ظالم مظلوم قوم کو صفحۂ ہستی سے مٹانے اور قلع قمع کرنے پر آمادہ ہو جاوے تو ایسے وقت میں اسی مظلوم کو اپنی عزیز زندگی کی حفاظت کیلئے زبردست قوت کا مقابلہ مردانہ وار کرنا چاہیئے۔ مخالفین کی جانب سے کہا جاتا ہے کہ اسلام کو مادہ سلم سے بنایا ہے جسکے معنی ہیں کہ یہ مذہب دنیا میں امن وچین اور سکون و اطمینان کی نشر و اشاعت کیلئے آیا ہے لیکن اگر غائر نظر سے دیکھا جائے تو وہ سراسر فساد و خونریزی پر مبنی ہے جس پر اسلام کا مسئلہ جہاد شاہد عدل ہے لیکن مشہور ہے۔ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم۔ چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

ناظرین کرام! جدوجہد حیات یا تنازع للبقا (یعنی دنیا میں زندگی بسر کرنیکے لئے جنگ کرنا ہے) یہ ایک مسئلہ ہے جسکے بغیر کسی نوع کا عام ازیں کہ انسان ہو یا حیوان پرند ہو یا چرند زندہ رہنا دشوار ہے آپ نے دریا میں دیکھا ہوگا کہ چھوٹی مچھلیاں بڑی کا شکار ہو جاتی ہیں کیا آپ نے غور نہیں کیا کہ ایک بڑے درخت کے نیچے ایک چھوٹا درخت اگتا ہے اور بعد ازاں وہ خشک ہو کر راہی عدم ہوتا ہے کیا جنگل میں شیر کو نہیں دیکھتے کہ اپنے آہنی پنجہ سے کمزور جانوروں کو ہڑپ کر جاتا ہے یہ سب مشاہدات بتا رہے ہیں کہ ایک بڑی طاقت چھوٹی کو نیست نابود محض اسی غرض سے کرتی ہے کہ مبادا کبھی یہ کمزور طاقت قوت پکڑ کر ہماری ہلاکت اور بربادی کا سامان نہ پیدا کردے غرضیکہ مقصود یہ ہے کہ قدرت نے ہر چیز کی فطرت میں بقائے حیات کیلئے جہاد ودیعت کیا ہے۔ اب ہم بتاتے ہیں کہ مسلمانوں کا کیا جہاد کسی ظلم و ستم کیلئے تھا یا سلطنت و حکمرانی کیواسطے نہیں بلکہ اسلامی جہاد ظلم کو مٹانے کیلئے تھا اور مظلوم قوم کو ظالم کے آہنی پنجہ سے چھڑانے کیلئے جسکو قرآن مجید۔ پارہ ۱۷ سورہ حج میں نہایت وضاحت سے بیان کیا گیا آیۃ اذن للذین یقتلون فی سبیل اللہ بانھم ظلموا ان اللہ علی نصرھم لقدیر۔ الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ الخ اسی آیت سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ مسلمانوں کو حکم جہاد ہوا جب مسلمانوں کو بے خانماں کر دیا گیا اور ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ ڈہائے گئے قرآن مجید میں دوسرے مقام میں فرمایا۔ وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین ○ فرمایا کہ مسلمانو! تم انہیں سے لڑائی کرنا جنہوں نے تم سے کی ورنہ تم ظالم قرار دیئے جاؤ گے یہ صرف ہم نے قرآن سے ثابت کیا کہ لڑائی کی ابتدا مسلمانوں کی طرف سے نہیں ہوئی اور جتنی لڑائیاں ہوئیں وہ مدافعانہ ہوئیں نہ کہ ظالمانہ۔

اب ہم تاریخی روشنی میں رہ کر ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مسلمان جتنے غزوات میں گئے تو ابتدا کس کی طرف سے ہوئی۔ جب آنحضرت نے مکہ میں دعوت توحید دیا تو تمام کفار غیظ و غضب میں بھر گئے اور گوناگوں آپ کو مصائب دینے لگے آخر کار آپ کو اور جو چند افراد مسلمان ہوئے تھے انکو مجبوراً ہجرت کرنی پڑی چند ہی روز گذرے تھے کہ کفار مکہ کو خوف دامنگیر ہوا۔ کہ کبھی ایسا نہ ہو کہ ان کی تحریک کامیاب ہو جائے اور پھر ان کا مقابلہ ایک دشوار امر ہو لہذا انکی بیخ کنی میں عجلت سے کام لیا جاوے۔ چنانچہ کفار ایک ہزار جرار و مسلح فوج لیکر جانب مدینہ روانہ ہوئے۔ مسلمان بالکل بے خبر تھے پتہ لگنے پر تین سو تیرہ مجاہد لیکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بارہ رمضان سنہ ہجری کو مقام بدر پر پہونچے۔ ایک نہایت معرکۃ الآرا اور خونریز جنگ ہوئی لیکن فتح مسلمانوں کے ہاتھ رہی۔ ستر کفار مقتول ہوئے اور مسلمانوں کو ہر قسم کا مال غنیمت ہاتھ لگا۔ عکرمہ بن ابو جہل و دیگر کفار جنکے خویش و اقارب جنگ بدر میں مارے گئے تھے وہ ابو سفیان کے پاس آئے اور اپنے مقتولین کے انتقام پر برانگیختہ کیا غرضیکہ انہوں نے خفیہ طور پر مدینہ پر چلنے کیلئے لشکر روانہ کر دیا آنحضرت کو معلوم ہوا کہ کفار کا لشکر چراگاہ مدینہ میں آپہونچا اور بروز بدھ پہاڑ احد پر جنگ کا جھنڈا لہرائیگا آنحضرت بروز جمعہ بعد از فراغت نماز جمعہ مدافعت کیلئے دشمن کے مقابلہ میں نکلے۔ ظاہر ہے کہ ان ہر دو غزووں میں ابتدا کفار کی جانب سے ہوئی۔ مسلمانوں کا مقابلہ صرف مدافعانہ تھا علاوہ ازیں جتنے غزوات ہوئے ہیں سب میں سازش اور اسباب جنگ مخالفین کیطرف سے ہوئے صرف مسلمان ان کی سرکوبی کیلئے اپنی بقائے حیات کیلئے کھڑے ہوئے بس ہمارے اس بیان سے بخوبی واضح ہو گیا کہ مسلمانوں کا جہاد ظلم و ستم کیلئے نہ تھا جیسا کہ ہمارے معترضین حضرات سمجھے ہیں بلکہ یہ مدافعانہ طور پر تھا۔ فقط

استقامت اور صحابہ کرام رض

(از مولوی لطیف الدین صاحب لطیف ہردوی "منشی کامل" متعلم رحمانیہ)

اس میں شک نہیں کہ اسلام اپنی گوناگوں خوبیوں کی بدولت اپنے دشمنوں کو آئے دن اپنے دائرۂ امن میں داخل کرتا رہتا ہے۔ لیکن بسا اوقات شیدائیان اسلام کو بھی ایسے حوادث سے دوچار ہونا پڑتا ہے جو ان کے پائے ثبات کو ڈگمگا دیتے ہیں۔ اور اس کا اثر الحاد و ارتداد کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

ملک کی موجودہ کساد بازاری سے دشمنان اسلام نے جسقدر فائدہ اٹھایا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ مسلمانوں کو جن بیہودہ طریقوں سے یہ لوگ سبز باغ دکھا کر دین حق سے برگشتہ کرتے رہتے ہیں۔ ان پر مسلمانوں کے قلوب جسقدر خون کے آنسو روئیں وہ کم ہیں آہ! آج ہماری ایمانی پستی اس حالت کو پہنچ گئی ہے کہ ہم شدت مصائب اور طمع و ترغیب کے فریب میں آکر خدا کے اس پاک دین کو چھوڑ دیتے ہیں جس نے اپنی ذاتی خوبیوں کی بنا پر اپنے اعداء سے بھی خراج حقانیت وصول کر لیا ہے

ہم نے کبھی اپنے اسلاف کی تاریخ کو نظر بصیرت سے نہیں دیکھا۔ وہ ہمارے ہی اسلاف تھے جنہوں نے مردانہ وار

مصائب وحوادثِ روزگار کا مقابلہ کیا۔ ہفتوں بھوک اور فاقہ کی تکلیف سے بیقرار ہو کر اپنے پیٹ پر پتھر باندھے رہے۔ وہ اسوقت نبی امی صلعم کی مدد کو اٹھ کھڑے ہوئے جبکہ سرزمین عرب کا ایک ایک ذرہ آپ کے خون کا پیاسا ہو رہا تھا۔ ان کے پائے استقامت میں سوسائٹی کا مقاطعہ بھی لغزش نہ پیدا کر سکا۔ ان کو اسلام لانیکی وجہ سے اپنے وطن مالوف کو بھی خیرباد کہنا پڑا حمایت اسلام میں انہوں نے اپنے خون کے بہانے میں بھی دریغ نہ کیا۔ یہ سب کچھ انہوں نے نہایت صبر اور ثابت قدمی کے ساتھ گوارا کر لیا۔ لیکن ان کے پائے ایمان میں لغزش کے کیا معنی ان کے دل میں کبھی اسلام سے برگشتہ ہونیکا خیال تک نہیں پیدا ہوا۔ وجوہ ارتداد میں ہمیں سخت غور و فکر کے بعد ذیل کے اسباب زیادہ اہم نظر آتے ہیں۔

(۱) شدتِ مصائب۔ (۲) طمع و ترغیب۔ (۳) قطع علائق۔ (۴) مفارقت وطن۔

لیکن کیا ان اسباب نے صحابہ کے ایمان وعزم میں کچھ تزلزل اور لغزش پیدا کی یا نہیں۔ اس سوال کے صحیح حل کیلئے دقت اور بصیرت کے ساتھ ذیل کے مضمون کو ملاحظہ کیجئے۔

تحمل مصائب۔ انسان فطرتاً ضعیف القلب واقع ہوا ہے اس پر جب کوئی مصیبت پڑتی ہے تو وہ گھبرا اٹھتا ہے لیکن صحابہ کرام نے اسلام اور دین کی حمایت میں مردانہ وار ان مصائب کا مقابلہ کیا صحابہ کرام کے اس بے نظیر تحمل و برداشت نے مخالفین اسلام کو بھی داد تحسین دینے پر مجبور کر دیا ایک عیسائی مورخ لکھتا ہے۔

"عیسائی اس کو یاد رکھیں تو اچھا ہو کہ محمدؐ کے مسائل نے وہ درجہ نشہ دینی کا آپ کے پیروؤں میں پیدا کیا جسکو عیسیٰ کے ابتدائی پیروؤں میں تلاش کرنا بیفائدہ ہے۔ جب عیسیٰ کو سولی پر لیگئے تو ان کے پیرو بھاگ گئے ان کا نشہ دینی جاتا رہا۔ اور اپنے مقتدا کو موت کے پنجے میں گرفتار چھوڑ کر بھاگ گئے برعکس اس کے محمدؐ کے پیرو اپنے مظلوم پیغمبر کے گرد آئے اور آپ کے بچاؤ میں اپنی جانیں خطرہ میں ڈال کر کل دشمنوں پر آپ کو غالب کر دیا۔" (اپالوجی گاڈفری ہیگ ترجمہ اردو صفحہ ۶۶-۶۷ مطبوعہ بریلی)

انسانی آزمائش کا اگر کوئی سب سے بڑا معیار ہو سکتا ہے تو وہ یہی مصائب و آلام ہیں۔ یہی وہ مقامات ہیں جہاں انسان کا نقد وغش ظاہر ہو کر اس کے اصلی جوہر نمایاں ہو جاتے ہیں۔ قرآن مجید نے بھی اسی چیز کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا ہے۔ ولنبلونکم بشئ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات الخ خوف وفاقہ، نقص مال وجان کی آزمائش پر صحابہ کرام نے جسطرح پورے اتر کر اپنی ایمانی پختگی کا ثبوت بہم پہونچایا اس کو ذیل کے واقعات میں ڈھونڈھیئے۔

حضرت بلالؓ کے نام سے آج دنیا کا کونسا غیور مسلمان ناواقف ہے۔ یہ جس وقت اسلام اور پیغمبر برحق پر ایمان لائے ہیں تو کفار مکہ ان کو لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں ڈال دیتے ہیں۔ قریش کے لڑکے ان کے گلے میں رسی ڈالکر مکہ کی پہاڑیوں میں ان کو گھسیٹتے پھرتے ہیں لیکن ایمانی پختگی کا یہ عالم ہے کہ اسوقت بھی زبان احد احد کے وظیفہ میں مشغول ہے۔

حضرت خبابؓ ام نمار کے غلام تھے یہ جب اسلام لائے تو ام نمار نے انکے سر پر لوہا گرم کر کے رکھا حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ ان کی پیٹھ دیکھکر فرمایا کہ ایسی پیٹھ میری نظر سے کبھی نہیں گذری حضرت خباب نے جواب دیا کہ کفار مجھ کو انگاروں پر لٹا کر گھسیٹتے تھے۔

حضرت عمرؓ کی ایک لونڈی لبینہ نام کی تھی وہ آپ کے اسلام لانے سے قبل ہی مسلمان ہو چکی تھی حضرت عمرؓ کفر کے

[illegible] بلکہ اس نے چھوڑ دیا

[illegible] اور زید نے [illegible] ورد ہی پر اعتبار کرکے اپنے آپ کو کفار کے سپرد کر دیا لیکن کفار [illegible] کو مکہ میں لیجا کر بیچ ڈالا ان کو فروخت کر دیا۔ حبیبؓ کو حارث بن عامر کے لڑکوں نے خرید لیا کہ آپ کے [illegible] کیونکہ انہوں نے جنگ احد میں حارث بن عامر کو قتل کر دیا تھا۔ خاندان حارث ان کو قتل کرنے کیلئے حرم سے باہر [illegible] انہوں نے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت مانگی جو ان کی یہ التماس منظور کر لی گئی۔ آپ نے نماز پڑھنے کے بعد کہا جی [illegible] نماز پڑھنے کو چاہتا ہے لیکن تم یہ خیال کرو گے کہ میں موت سے بچنے کیلئے ان حیلوں کو آڑ بنا رہا ہوں پھر یہ اشعار پڑھے

ومان ابالی حین اقتل مسلما — علی ای شق کان للہ مصرعی

جب میں اسلام کے لئے قتل کیا جا رہا ہوں — تو اس کی کیا پروا کہ میرا دھڑ کس بل گرے گا

وذلک فی ذات الالہ وان یشاء — یبارک علی اوصال شلو ممزع

یہ جو کچھ ہے خاص خدا کیلئے ہے اگر وہ چاہے گا تو — ان کٹے ہوئے جوڑوں پر برکت نازل کرے گا

حضرت زید کو صفوان بن امیہ نے خریدا تھا۔ صرف اسلام لانے پر صفوان کے غلام قسطاس نے صفوان کے حکم سے ان کو قتل کر دیا ان کے قتل کا تماشا دیکھنے کیلئے تمام سرداران قریش جمع ہوئے تھے۔

حضرت ابوذر غفاری نہایت قدیم الاسلام صحابی ہیں یہ مکہ میں آکر آنحضور صلعم کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں آنحضور صلعم ان کو وطن واپس جانے کی رائے دیتے ہیں لیکن جوش ایمان کا یہ عالم ہے کہ بے اختیار کہہ اٹھتے ہیں کہ اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ انہیں کفار مکہ کے سامنے اپنے ایمان کا اعلان کروں گا۔ باوجود غریب الوطن بے یار و مددگار ہونے کے مسجد حرام میں آتے ہیں اور اشہد ان لا الہ الا اللہ کا اعلان کرتے ہیں کفار یہ آواز سن کر ان پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور کنکر، پتھر [illegible] سے اس قدر مارتے ہیں کہ ان کا تمام بدن لہولہان ہو جاتا ہے یہاں تک کہ یہ بیہوش ہو کر گر پڑتے ہیں لیکن جوش اسلام [illegible] ہو کر دوسرے دن پھر اپنے اسلام کا اعلان کرتے ہیں اور کفار پھر ان کے ساتھ اسی برے طریقے سے پیش آتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود سے پہلے خانۂ کعبہ میں کوئی علانیہ تلاوت قرآن مجید نہیں کر سکتا تھا لیکن جب اسلام لائے تو خانۂ کعبہ میں ایک دن دوپہر کے وقت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الرحمٰن علم القرآن با آواز بلند پڑھا قریش نے ان کی اس حرکت پر ان کو اس قدر زد و کوب کیا کہ چہرے پر زخم کے نشان پڑ گئے تھے لیکن دوسرے دن پھر صحابہ کو ان الفاظ کیساتھ مخاطب کر رہے تھے، اگر کہو تو [illegible] کو اسی طرح علانیہ قرآن سنا آؤں۔

[illegible] صحابہ کے حالات تھے جن میں اکثر غلام اور غریب الوطن تھے لیکن متمول صحابہ بھی کفار کے ظلم و ستم سے محفوظ نہ رہ سکے [illegible] جب سب سے پہلا اسلام پر خطبہ دیا تو کفار نے آپ کو اس قدر مارا کہ آپ قریب المرگ ہو گئے۔ آپ کے قبیلہ والے [illegible] جب ہوش میں آئے تو سب سے پہلے آپ نے آنحضور صلعم کی خیر و عافیت دریافت کی۔ اب [illegible] کس ترکیب سے آپ کو نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے پاس پہنچا دیا گیا۔ آپ کی حالت

دیکھ کر آنحضور صلعم نے سخت غم و اندوہ کا اظہار کیا۔

حضرت عثمان نہایت معزز اور متمول صحابی تھے لیکن یہ جب اسلام لائے ہیں تو ان کے چچا ان کو رسی میں باندھکر خوب مارتے ہیں +

حضرت زبیر بن عوام جب اسلام لاتے ہیں تو آپ کے چچا نے آپ کو چٹائی میں لپیٹ کر آپ کی ناک میں دھواں دیا۔ اللہ اکبر! یہ تھا وہ صبر و ثبات اور یہ تھی وہ ایمانی پختگی جس کے باعث اللہ تعالیٰ نے اصحاب کرام کی شان میں رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ فرمایا +

(باقی آئندہ)



رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۰۴

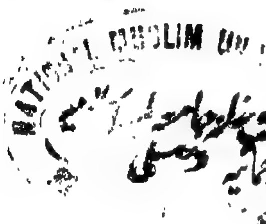
اللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتٰبًا

رسالہ

محدث

دھلی

سرپرست



شیخ عطاء الرحمٰن صاحب مہتمم دار الحدیث رحمانیہ دھلی

مدیر مسئول

عبدالحلیم ناظم (مولوی فاضل)

نگران اصول

(مولانا) احمد اللہ صاحب (شیخ الحدیث)



جید برقی پریس دھلی میں چھپا

فہرست مضامین

مقاصد

(۱) کتاب وسنت کی اشاعت

(۲) مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح

(۳) دارالحدیث رحمانیہ کے کوائف کی ترجمانی

ضوابط

(۱) یہ رسالہ ہر انگریزی مہینہ کے ابتدائی ہفتہ میں شائع ہوا کریگا۔

(۲) یہ رسالہ ان لوگوں کو سال بھر مفت بھیجا جائیگا جو ہر ٹکٹ کا خرچ دفتر میں بھیجدینگے۔

(۳) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا ضروری ہے۔

منیجر رسالہ "محدث" دہلی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

محدث دہلی

جلد ۱ | ماہ ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ مطابق اگست ۱۹۳۳ء | نمبر ۴

مناسبات

ہمیں بیحد خوشی ہے کہ ہمارے محترم دوست مولوی امام خانصاحب نوشہروی اسوقت دو ایسی کتابیں تالیف کررہے ہیں جو ہماری جماعت کی تاریخی ضرورت کو کسی حدتک پوری کردینگی۔ ان کی پہلی کتاب "مصنفات اہلحدیث ہند" کے نام سے تیار ہوگی اس میں جماعت اہلحدیث کی تصنیفات، مضمون کتاب، ضرورت تصنیف اور صاحب کتاب کے ترجمہ ووفیات وغیرہ کا بیان ہوگا۔ مولوی صاحب موصوف کی دوسری تیار ہونیوالی کتاب کا نام "تذکرۂ علمائے اہلحدیث ہند" ہے اسمیں ابتداء سے لیکر آج تک کے علماء اہلحدیث کے حالات ہوں گے۔ جن میں پیدائش ووفات، تعلیم واساتذہ، تدریس وتلامذہ، تبلیغ وتصنیف، مناظرات، مصائب وآلام، فوز وفلاح اور اولاد واحفاد سب کا ماجرا ہوگا۔ اسلئے میری پرزور درخواست ہے کہ علماء کرام ان دونوں کتابوں کیلئے اپنے اور اپنے قریب کے دوسرے شناسا علماء کے سوانح وحالات تصنیف مولوی صاحب کے اس پتہ (مولوی عبدالغنی صاحب سالق امام خاں نوشہروی۔ سوہدرہ۔ ضلع گوجرانوالہ) پر بھیجکر اعانت فی الدین میں حصہ لیں۔

دارالحدیث رحمانیہ نے طلباء میں علمی ودرسی استعداد تام وکمال پیدا کرنے کے علاوہ تقریر وتحریر، مناظرہ اور عام معلومات میں اضافہ وترقی کیلئے مدرسہ کی طرف سے ایک مرکزی انجمن بنام "جمعیۃ الخطابۃ" قائم کررکھی ہے۔ جس میں طلبہ کے مختلف انواع کے کمالات کی مشق دیکھکر ایک اہل علم کی طبیعت بیحد خوش ہوتی ہے ہم اس جمعیۃ کے کوائف پہلے بھی انہیں صفحات

میں کچھ درج کر چکے ہیں۔ اور آئندہ بھی درج کرتے رہیں گے۔

پچھلے دو ماہ میں جمعیۃ الخطابہ کے ہر ہفتہ عمومی اجلاسوں کے علاوہ دو خصوصی اجلاس ہوئے۔ پہلے اجلاس میں آٹھویں جماعت کے دو طالبعلموں نے "الہامی کتاب" پر اور پانچویں اور چھٹی جماعت کے بعض طلبا نے "ختم نبوت" پر نہایت اچھے مناظرے کئے۔ دوسرا اجلاس صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے متعلق تھا۔ جس میں منتخب طلبا نے آنحضور کی زندگی کے تمام پہلوؤں پر تحریر و تقریر میں نہایت اچھی روشنی ڈالی۔

مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ دہلی کے مہتمم صاحب مد ظلہ کی غرض اس رسالے کی اشاعت سے جہاں عام تبلیغ ہے وہاں یہ بھی ہے کہ مدرسہ ہذا کے ہونہار طلبہ میں تحریری قابلیت اور مفید اور ضروری مضامین لکھنے کا چسکا اور ملکہ پیدا ہو۔ اور ان کے دلکش اور دلچسپ مضامین بے روک پبلک کے سامنے آتے رہیں۔ اور بحمد اللہ ہر ماہ مدرسے کے لائق طلبہ کے مضامین بکثرت پہنچ بھی رہے ہیں۔ اسلئے بیرونی احباب ہمیں معاف فرمائیں اور جن حضرات کے مضامین آچکے ہیں چونکہ وہ بھی چھپ نہیں سکتے لہذا وہ لفافہ بھیجکر اگر چاہیں واپس منگوا سکتے ہیں۔

نیز گذارش ہے کہ جدید درخواست بھیجنے والے اپنا پتہ صاف اور خوشخط لکھا کریں۔ اور تمام ناظرین خط وکتابت میں خریداری نمبر ضرور لکھیں۔ گذشتہ پرچے ہمارے پاس اب باقی نہیں رہے کیونکہ جسقدر درخواستیں موجود ہوتی ہیں اتنی ہی تعداد میں پرچہ چھپوایا جاتا ہے۔ لہذا بہت ممکن ہے کہ گذشتہ پرچے نئے احباب کو دفتر نہ بھیج سکے۔

"خواہشِ دل"

(از مولوی عبد الخالق اسیر گونڈوی متعلم رحمانیہ جماعت ثالثہ)

آج سینہ میں ہے پھر شوقِ فراواں پیدا
بامِ رفعت پہ پہنچنے کا ہے ارماں پیدا

"خواہش دل" ہے کریں ختم ہم اپنی ذلت
خارزاروں میں ہوا پا گلِ ریحاں پیدا

پس روی چھوڑدیں معیار بنے پیش روی
یعنے ہوں قوم کے پھر سچے نگہباں پیدا

خواب غفلت سے اٹھیں، پیکر ایثار بنیں
راہ عزت میں ہو پھر اپنا حدی خواں پیدا

پھر زمانے کو دکھا دیں وہی جوشِ عربی
قوم میں پھر ہوں نئے خالد و سلماں پیدا

الغرض میرے دلِ زار کی خواہش ہے اسیر
قوم مسلم میں ترقی کے ہوں ساماں پیدا

رسالت

(۲)

(از مولانا احمد اللہ صاحب شیخ الحدیث رحمانیہ)

ادلہ نبوت رسول اللہ صلعم | جسقدر کتب سابقہ تھیں جو انبیا پر نازل ہوئیں تورات انجیل، زبور صحیفہ سلیمان صحیفہ ابراہیم تمام کتابوں میں آپ کی نبوت کی پیشینگوئی کی گئی آپ کا نام آپ کا حلیہ شکل مبارک آپ کے خلفاء کے صفات آپ کی امت کے صفات کی خبر دی گئی۔ جتنے نبی آئے ہر ایک نے آپ کے آنے کی خبر دی اپنی امتوں کو متنبہ کر دیا تھا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ لے ان کی پیروی کرنا اور ان کی امداد کرنا۔ برناباس وغیرہ اناجیل میں آپ کا نام اب تک موجود ہے

یہ خبر شہرت کے درجہ تک پہونچی ہوئی تھی کہ نبی آخر الزماں مکہ میں پیدا ہونگے۔ نبوت کے کچھ دنوں بعد مدینہ میں ہجرت کرینگے مدینہ سے دین الہی کی اشاعت ہوگی۔

جس روز آپ پیدا ہوئے ایک یہودی مکہ میں بطور مسافر کے ٹھیرا تھا۔ لوگوں سے کہا آج کی رات کیا کوئی بچہ بنی ہاشم میں پیدا ہوا۔ لوگوں نے کہا ہاں۔ کہا اس بچہ کو میرے پاس لاؤ۔ میں اسکو دیکھوں گا۔ چنانچہ حضرت کو گود میں لائے جسوقت آپ کے چہرہ پر نور کو دیکھا کہا واللہ اس زمانہ کا یہ نبی ہے یہ رحمۃ للعالمین ہے۔

عیسائی راہب کا قصہ ترمذی میں موجود ہے جسوقت ملک شام میں ابوطالب کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قافلہ تجارت میں تشریف لیگئے تھے ایک راہب جو گرجا میں رہتا تھا اس مرتبہ قافلہ قریش کے استقبال کے لئے آیا اس کے قبل کسی قافلہ کے استقبال کو نہیں آتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کیطرف دیکھکر آپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا یہ سید العالمین، رسول رب العالمین اور رحمۃ للعالمین ہے۔

قریش نے پوچھا کسطرح تجھے معلوم ہوا۔ اسنے کہا جسوقت تم لوگ پہاڑ کی گھاٹی سے اتر رہے تھے۔ تمام پتھر اور درخت ان کے سامنے سجدہ کر رہے تھے اور یہ صرف نبی ہی کیلئے جھکتے ہیں۔ اور میں ان کو پہچانتا ہوں مہر نبوت سیب کے مانند کندہے کے نیچے ہے۔

اسی راہب نے قافلہ قریش کے لئے کھانا پکوایا جب لیکر آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے باری پر اونٹ چرانے کیلئے گئے تھے۔ اس نے کہا کسی آدمی کو بھیجکر جلد محمد کو بلاؤ۔ جب آپ آئے آپ پر ابر سایہ کئے ہوئے تھا لوگوں کے قریب آئے دہوپ کا وقت تھا۔ سب لوگ سایہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ آکر جسطرف سایہ نہیں تھا اسی طرف بیٹھ گئے یکایک درخت کا سایہ لوگوں سے کترا کر آپ کی طرف مائل ہوگیا آپ سایہ میں ہوگئے۔ راہب نے کہا دیکھتے ہو درخت کا سایہ آپ کیطرف کسطرح مائل ہوگیا۔ راہب قریش کو قسم دلانے لگا کہ اسکو روم کیطرف نہ لیجانا۔ رومی لوگ آپ کو دیکھیں گے صفات سے پہچان لینگے یہ کہکر راہب واپس ہوا۔

سات آدمی رومی آ رہے تھے جب سامنے آئے کہا تم لوگ کہاں جا رہے ہو انہوں نے کہا ہمکو خبر ملی ہے کہ نبی آخرالزماں اس مہینہ میں یہاں آنے والا ہے۔ چنانچہ ہر راستے پر اس نبی کی تلاش میں لوگ بھیجے گئے ہیں ہم کو خبر ملی ہے کہ اسی راستے سے آنے والا ہے۔

راہب نے کہا اگر اللہ پاک نے ایک چیز کا ارادہ کر لیا ہے کہ وہ ہو۔ کیا کسی کی طاقت ہے کہ اس کے حکم کو رد کر دے۔ رومیوں نے کہا کہ نہیں۔ راہب نے کہا اس نبی کے ہاتھ پر بیعت کرو۔ ان کے ساتھ ہو جاؤ۔ پھر قافلہ قریش کے پاس آکر کہا ان کے متولی کون ہیں۔ لوگوں نے کہا ابوطالب ہیں۔ ابوطالب سے قسم لیا کہ جلد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ واپس کرو۔ آپ کو ابوطالب نے مکہ کی طرف واپس کیا راہب نے کیک وغیرہ آپ کو توشہ دیا۔ انتہیٰ۔

کاہن نجومیوں نے بھی آپ کی نبوت کی خبر دی تھی کہ اللہ پاک کے یہ نبی ہیں بادشاہ ہرقل قیصر رومی نے بھی آپ کی نبوت سے متعلق خبر دی تھی اور روم کے مثل ماہر علم نجوم میں تھے۔ ایک نے خبر دی کہ یہ شخص نبی ہے۔ قیصر روم نے اسلام لانے کا ارادہ کیا مگر دنیائی نہت سے مجبور ہو کر نا کامیاب رہا۔ صحیح بخاری۔

صحیح مسلم وغیرہ میں موجود ہے قبل نبوت جب راستوں سے آپ تشریف لیجاتے تھے تو پتھر آپ پر سلام کرتے تھے۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰہ۔ اسقدر واقعات نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر موجود ہیں کہ اسکا احاطہ مشکل ہے اور اسکے لئے زیادہ مدت درکار ہے۔ سب سے بڑھکر آپ کے نبی ہونے پر دائمی معجزہ قرآن ہے۔ قرآن شریف کتاب الہی الیکی بحر فصیح بلیغ کتاب ہے کہ قدرت انسان سے بلند و بالاتر ہے۔ اسکی تعلیم عجیب تعلیم ہے۔ سیاست مدینہ طریق سلطنت یہ کتاب سکھاتی ہے۔ تدابیر المنزل یعنی آل اولاد و ماں باپ و عزیز رشتہ و ہمسایہ کے حقوق کو یہ کتاب سکھاتی ہے۔ تہذیب الاخلاق یعنی صفات حمیدہ صبر تحمل رحم و کرم وغیرہ و اجتناب صفات ذمیمہ کو یہ کتاب بتاتی ہے۔

انسان کو اپنے خالق کے ساتھ کیا تعلق ہونا چاہئے اور اپنے بنی نوع انسان کے ساتھ کسطرح تعلق رکھنا چاہئے۔ یہ معجزہ قیامت تک رسول اللہ کیلئے دلیل نبوت ہے اور دین محمدی کی حقانیت کے لئے قیامت تک برقرار رہنے والی دلیل ہے۔ اس کتاب کے مقابلہ کرنیسے خلق عاجز ہے۔ مخالف سے مخالف ہو لیکن اسکی عقل اس کتاب کے مقابلہ سے کند ہو جاتی ہے۔ شانہ اعلیٰ و اجل فرمایا اللہ پاک نے وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ اے لوگو اگر تم کو شک ہے اس چیز میں جسکو میں نے اپنے بندہ (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر اتارا ہے تو ایک ہی سورت مانند قرآن کے بنا لاؤ۔ اپنے مددگاروں کو بھی ساتھ لیلو اللہ کے سوا اگر تمہیں صداقت ہے۔

مکہ والوں نے مطالبہ کیا اگر تم نبی برحق ہو تو چاند کو دو ٹکڑے کرکے دکھاؤ۔ تاکہ ہم معلوم کریں کہ تم اللہ کے نبی ہو۔ اللہ پاک کیطرف آپ متوجہ ہوئے پھر چاند کی طرف اشارہ کیا چاند دو ٹکڑے ہو گیا پھر پہاڑ کے دونوں جانب سے نکلکر دونوں ٹکڑے مل گئے قرآن شریف اور احادیث صحیحہ بخاری مسلم وغیرہ کی اسکی شاہد ہیں۔ اللہ پاک فرماتا ہے ۔ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ الآیہ ۔ یہ کھلی ہوئی دلیل نبوت ہے۔

بعد نبوت مکہ مدینہ میں صدہا معجزات آپ سے صادر ہوئے۔ خندق کی لڑائی تھی آپ کے چہرہ مبارک پر بھوک کے

آثار تھے۔ حضرت جابر صحابی اپنے گھر گئے بیوی سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت ہے بیوی نے کہا بکری کا بچہ ذبح کر دو۔ تھوڑا سا جو ہے میں پیستی ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور چند آدمیوں کو بلا لاؤ۔ رسول اللہ سے کہنا آپ تشریف لے چلئے اور چند آدمیوں کو اور لیلیجئے تھوڑا سا کھانا ہے زیادہ نہیں۔

آپ نے تمام خندق والوں کو پکارا کہ چلو جابر کے یہاں دعوت ہے ایک ہزار کے قریب رسول اللہ کے ساتھ لوگ آئے جابر نے جب یہ دیکھا جلد گھر آگئے بیوی سے یہ قصہ کہہ سنایا بیوی نے کہا اسمیں کچھ راز ہے آپ جابر کے گھر پر تشریف لائے آٹا گوندھا ہوا تھا ہانڈی چولھے پر تھی آپ کی دعا سے برکت ظاہر ہوئی روٹی پکنی شروع ہوئی۔ آپ روٹی اور شوربا بوٹی لوگوں کو دینے لگے لوگ حلقہ باندھ کر بیٹھے ہوئے تھے۔ کھانا شروع کیا یہانتک کہ سب کے سب آسودہ ہوگئے۔ ہزار سے زائد لوگ تھے۔ تاہم روٹی سالن جوں کا توں باقی رہا۔ آپ نے فرمایا محلوں میں لوگوں کو تقسیم کرو لوگ بھوکے ہیں لوگوں کے گھروں میں تقسیم ہوا یہانتک کہ کھانا ختم ہوگیا۔ (بخاری) تھوڑا سا سالن اور چند روٹیاں اس پر اسقدر برکت کا ظہور۔ اللہ اکبر صریح دلیل نبوت ہے۔

(باقی آئندہ)

اعجاز قرآن مجید

(مولوی عبد الغفار صاحب حسن رحمانی عمر پوری متعلم رحمانیہ)

(۲)

سحر اور معجزہ میں فرق ۔ یہاں پر یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ جسطرح معجزہ حیرت انگیز اور تعجب خیز ہے اسی طرح سحر سے بھی خارق العادت امور نمایاں ہوتے ہیں پھر بابہ الامتیاز کیا چیز ہوگی؟ اسکا جواب ذیل کی سطروں میں پڑھیئے۔

بظاہر دونوں میں امتیاز کرنا مشکل ہے لیکن قرائن و آثار سے ان دونوں کی حقیقت روز روشن کیطرح عیاں ہوجاتی ہے۔ معجزہ دشمنان دین الہی کیلئے عذاب اور پیروان اسلام کیلئے غیبی امداد ہوتی ہے۔ سحر کھیل اور شعبدہ بازی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ اسکا ظہور ساحر سے صرف لوگوں کو محو حیرت کرنے اور روزی کمانے کیلئے ہوتا ہے۔ سحر سے لوہا سونا ہو سکتا ہے لیکن زنگ آلود دل جلا نہیں پا سکتا۔ صاحب معجزہ مکارم اخلاق کا مجسمہ خصائل حمیدہ کا پیکر راست گوئی اور دیانت داری کا حامل ہوتا ہے اسکی تمامتر زندگی فواحش و مناکیر سے منزہ اور صاف ہوتی ہے۔

بخلاف ساحر کے کہ وہ ان مکارم اخلاق سے عاری ہوتا ہے دنیا میں سحر اور معجزہ کی طرح بہت سی چیزیں ہیں جن کے درمیان صرف ارباب ذوق سلیم ہی فرق کر سکتے ہیں۔ کفایت شعاری اور بخل۔ سخاوت اور ایثار۔ حق گوئی اور گستاخی۔ ان اوصاف کے درمیان اتنا تشابہ ہے کہ عامی شخص امتیاز نہیں کر سکتا۔

سحر ایک آنی چیز ہے جو جلدی زوال پذیر ہوتی ہے بخلاف معجزہ کے کہ اسکا اثر دائمی ہوتا ہے اور اس سے عظیم الشان امور انجام پاتے ہیں اور اس پر شاندار نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ جب فرعون نے حضرت موسیٰ کے معجزہ کو سحر کہا تو آپ نے

جواب میں ارشاد فرمایا اسحر ھذا ولا یفلح الساحرون (یونس ۸ ع) یعنی جادوگر تو کبھی فلاح یاب ہو ہی نہیں سکتا۔ حالانکہ یہیں فلاح یاب ہو ہی پس اتنی اور ساحر کے درمیان اتنا فرق اور بھی نکل سکتا ہے۔ کہ ساحر ناکام اور صاحب معجزہ کامیاب و فائز المرام ہوتا ہے۔

معجزہ دلیل نبوت ہے یا نہیں۔ معتزلہ کے نزدیک معجزہ دلیل نبوت نہیں اور اشاعرہ کے نزدیک معجزہ دلیل نبوت ہے۔ اس نزاع کی کوئی حقیقت نہیں کیونکہ معتزلہ جس بنا پر معجزہ کو دلیل نبوت قرار نہیں دیتے اس سے مراد دلیل منطق ہے یعنی دعوی اور دلیل میں مناسبت ہو۔ اور اشاعرہ معجزہ کو دلیل نبوت اس لحاظ سے نہیں قرار دیتے کہ وہ دلیل منطقی ہے بلکہ عموم کا لحاظ کرتے ہیں

وجہ اعجاز قرآن حکیم۔ اس مسئلہ میں ارباب علم کی بہت سی آراء ہیں جو ذیل کی سطور میں پیش کیجاتی ہیں۔

(۱) بعض معتزلہ کے نزدیک قرآن مجید باعتبار حسن ترتیب و نظم معجزہ ہے کیونکہ عرب میں یا تو شعراء کا منظوم کلام یا کاہنوں کے منثور مقالات رواج پذیر تھے لیکن قرآن مجید کا اسلوب بیان ان دونوں کے بین بین ہے (خیر الامور اوسطھا) نہ صرف شعر ہے اور نہ نثر بلکہ اپنے اندر ایک جدت اور پاکیزگی لئے ہوئے ہے۔

(۲) اشاعرہ اور جاحظ کے نزدیک قرآن حکیم میں وجہ اعجاز اسکی بے نظیر فصاحت و بلاغت ہے۔

(۳) بعض[۵۲] متکلمین کا خیال ہے کہ قرآن حکیم چونکہ غیب کی خبریں بتلاتا ہے (جیسا کہ آیت غلبت الروم سے ظاہر ہے) اس لئے معجزہ ہے۔

(۴) بعض کے نزدیک وجہ اعجاز یہ ہے کہ قرآن دل کے بھیدوں کو فاش کر دیتا ہے (جیسا کہ آیت اذ ھمت طائفتان ان تفشلا سے ظاہر ہے)۔

(۵) بعض کا خیال ہے کہ قرآن معجزہ اسلئے ہے کہ وہ ایک امی کی زبان سے نکلا۔

(۶) کسی کے نزدیک وجہ اعجاز یہ ہے کہ انسان کے کلام میں کہیں ترقی کہیں تنزل کہیں کمال کہیں نقصان ہے بخلاف قرآن مجید کے کہ وہ باوجود ایک طویل کلام ہونے کے بلحاظ کمال و صحت شروع سے آخر تک ایک ہی لڑی میں منسلک ہے۔

(۷) چونکہ قرآن مجید موثر اور اپنے اندر جاذبیت لئے ہوئے ہے اس لئے معجزہ ہے۔

(۸) بعض کے نزدیک اسکے احکام و ارشادات اور مستحکم قوانین وجہ اعجاز ہیں۔

(۹) نظام معتزلی اور ابن حزم[۵۳] ظاہری کا مذہب ہے اللہ تعالی نے تمام فصحاء عرب و عجم سے اس بات کی قوت سلب کر لی تھی کہ وہ قرآن شریف کے مقابلہ میں کچھ پیش کر سکیں۔

(۱۰) بعض کا خیال ہے کہ قرآن شریف میں چونکہ تناقض و اختلاف نہیں اسلئے معجزہ ہے علامہ جلال الدین سیوطی نے نظام کا مذہب باطل کرتے ہوئے لکھا ہے[۵۴] کہ اس خیال کی بنا پر آیت قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یأتوا بمثل

---

[۵۱] یہ مضمون بہت ہی طویل ہے۔ انشاء اللہ آئندہ پھر کبھی اس پر بحث کی جائیگی سردست اصل مقصود کو لیتا ہے ۱۲ منہ [۵۲] الاتقان للسیوطی ص۱۲۲
[۵۳] الفصل فی الملل والنحل لابن حزم جلد سوم ص۱۱ [۵۴] الاتقان جلد دوم ص۱۲۲

ھذا القرآن لا یأتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظہیرًا ۔ اگر تمام انسان وجن اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو ہرگز نہیں لاسکتے ہیں کیا معنی ہوں گے کیونکہ وہ شخص جس سے قوت معارضہ سلب کرلی جائے پھر اسکو تحدی کے ساتھ کسطرح مخاطب کیا جاسکتا ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اعجاز کی نسبت قرآن شریف کی طرف کیجاتی ہے اگر خدا نے اس قوت معارضہ کو سلب کرلیا ہے تو خدا معجز ہوا نہ کہ قرآن مجید۔ اور پھر اسکو دوسرے کلاموں پر کسطرح فوقیت وفضیلت حاصل ہوسکتی ہے کیونکہ فی نفسہٖ دیگر کلاموں کی طرح معجز ہوا۔

امام[۵۹] رازی نے بھی اس مذہب کی کمزوری ظاہر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر اہل عرب خدا کے عاجز کردینے سے معارضہ کی تاب نہ لا سکے تو ان کے دلوں میں قرآن کی غایت درجہ کی عظمت کیوں[۶۰] تھی۔ کیونکہ سلب قوت سے پہلے وہ ضرور قادر رہوں گے۔ اب تو تعذر کی وجہ سے ان کو صرف تعجب ہی ہوسکتا ہے۔ اسیطرح[۶۱] اخبار بالغیب یا عدم اختلاف وتناقض کو بھی وجوہ اعجاز میں سے نہیں قرار دیا جاسکتا۔ کیونکہ اخبار بالغیب صرف چند آیتوں میں ہے اور تحدی قرآن جملہ آیات کیساتھ کیگئی ہے۔ اسی طرح کلام عرب میں بہت سے ایسے خطب ومقالات ہیں جنکی مقدار سورۂ کوثر کے برابر ہے اور انمیں تناقض نہیں تو کیا وہ بھی معجز ہونگے؟ حقیقت امر یہ ہے کہ ہر شخص اپنے ذوق کے مطابق وجہ اعجاز قرار دیتا ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ وجوہ اعجاز کوئی آپس میں متناقض ومتخالف نہیں اور نہ صرف ان چند صورتوں کے اندر محدود ہیں اسکی مثال ایسی ہے کہ جب ماہرین فن کے سامنے ایک حسین شے لائی جاتی ہے تو کوئی اسکے نقش ونگار کا مدح سرا ہوتا ہے تو کوئی اسکی معنوی خوبیوں پر فریفتہ نظر آتا ہے۔ اور کوئی اسکی رفتار وگفتار کو پسند کرتا ہے حالانکہ وہ ان سب کا مجموعہ ہے۔

عباراتنا شتی وحسنک واحدٌ　　ہماری تعبیرات اگرچہ مختلف ہیں لیکن تیرا حسن ایک ہی ہے۔

وکل الی ذاک الجمال یشیر　　اور سب کا مشار الیہ وہی ستا اجمال ہے۔

(باقی دارد)

اخلاق نبوی اور قرآن کریم

(از مولوی عبید اللہ ٹونکی (مولوی عالم) متعلم رحمانیہ)

یہ مضمون طلبا رحمانیہ کی مرکزی انجمن جمعیۃ الخطابہ کے ایک خصوصی اجلاس متعلقہ سیرت نبوی میں پڑھکر سنایا گیا تھا ۱۲۔ (ایڈیٹر)

انسان کی علمی وارادی حرکات بلکہ اسکی پوری زندگی مختلف قوتوں اور طاقتوں کی رہین منت رہی ہے وہ کبھی اپنی اندرونی قوت کے زیر اثر کسی چیز کا ادراک کرتا ہے۔ اور اس کے حسن وقبح نافع اور ضار ہونیکے اسباب وعلل پر آگاہی حاصل کرتا ہے اور کبھی اسکی فکر نارسا اشیار کی حقائق کے معلوم کرنے میں عاجز رہتی ہے تو اسوقت اسکو ایک ایسی قوت کی ضرورت

محسوس ہوتی ہے جو صحیح معنی میں اسکی رہبری کرسکے اور اسکو منزل مقصود تک پہنچا دے۔ وہ قوت قانون ربانی ہے جس کو مذہب کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ جو کہ حقیقی طور پر اسکی سربراہی و راہنمائی کرسکتا ہے اور اس عالم گم گشتگی میں خضر راہ ثابت ہوسکتا ہے۔

انسان جب مقصود کو حاصل کرنیکے لئے اپنی توجہ اسباب وعلل کیطرف منعطف کرتا ہے اور وہ وسائل اختیار کرتا ہے جس سے کہ مقصد حاصل ہونیکی امید ہوتی ہے۔ تو ان وسائل وذرائع کو مذہب اپنی روشنی میں جانچتا اور پرکھتا ہے۔ اور میدان تحقیق میں صحیح نتائج وحقائق پیش کردیتا ہے مذاہب عالم نے جہاں اور دیگر امور کو ضروری قرار دیا وہاں اخلاق کو بھی عنصر لاینفک تصور کیا۔ اسلام سے پہلے قریب قریب تمام ادیان نے اسمیں حصہ لیا۔ لیکن بعض تو افراط وتفریط کی دلدل میں پھنسکر رہ گئے اور بعض مذاہب نے حالات وواقعات سے مجبور ہوکر اخلاق کے جمیع گوشہ جات کے احاطہ سے قاصر رہے۔ لیکن جب اسلام آیا تو اس نے اخلاق کے منتشر اور نامکمل اجزاء سے (جو مختلف قوموں میں پائے جاتے تھے) حشو وزوائد کو دور کیا اور مناسب اضافہ کے ساتھ ایک بہترین مجموعہ قرآنی شکل میں پیش کرکے اس تشنگی کو بجھا دیا جو اسلام سے پہلے محسوس کیجاتی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت کا مقصد ہی تکمیل اخلاق قرار دیا چنانچہ فرمایا انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق ؀ یعنی میں اس غرض سے پیغمبر بناکر بھیجا گیا ہوں تاکہ فضائل اخلاق کی تکمیل کروں۔

تعلیم قرآنی کو آپ نے نہ صرف بیان کیا بلکہ اسکی ہر ایک جزئی کو عملی جامہ پہناکر مخلوق کے سامنے کھلے بندوں پیش بھی کردیا حضرت عائشہ ؓ ایک صحابی کو جواب دیتے ہوئے فرماتی ہیں ان خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان القرآن (ابوداؤد) گویا قرآنی تعلیم کا پرتو سرور دوعالم کی ذات اقدس میں کامل طریقہ سے جلوہ نمائی کررہا تھا جب ہی تو حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا کہ آنحضرت کا اخلاق کلام مجید ہے۔ اس اجمال کی تفصیل بسط کی محتاج ہے اسلئے بطور تمثیل چند واقعات سے قرآن کریم کا اخلاق نبوی سے موازنہ کیا جاتا ہے۔

ناظرین! اخلاق رذیلہ میں ہر وہ فعل شامل ہے جسکی شریعت نے مذمت کی ہو۔ جیسے جھوٹ بولنا۔ غریبوں پر ظلم کرنا۔ وعدہ خلافی کرنا۔ خیانت کرنا۔ نادار ومفلس کو حقیر شمار کرنا۔ بدسلوکی کرنا احسان فراموشی کرنا۔ بزرگوں کی شان میں گستاخی کرنا۔ غیبت کرنا۔ بغض وحسد رکھنا۔ نمامی کرنا بزدلی کرنا احسان جتانا وغیرہ یہ سب اخلاق رذیلہ کی فہرست میں داخل ہیں۔ اور خلق حسن ہر اس فعل کو کہا جائیگا جسکی شریعت نے تعریف کی ہو اور مستحسن نظر سے دیکھا ہو۔ جیسے فروتنی۔ صلہ رحمی۔ مظلوم کی مدد۔ تیمارداری۔ غمخواری مہمان نوازی۔ راستبازی۔ بہادری۔ سخاوت۔ حلم وبردباری۔ عفو وکرم۔ ہمت واستقلال طہارت وعدالت وغیرہ ہیں۔

یہ آپ ہی کی خصوصیت تھی کہ امت کے سامنے مجسمہ عمل بنکر بتلایا۔ اور یہ آپ کی امت کا امتیازی طغرا ہے کہ ان کے مقدس نبی کا کامل اسوہ من وعن ان کے پاس موجود ہے۔ تمام اوصاف حمیدہ اور خصائل جمیلہ جو آپ کی ذات جامع کمالات میں تھے اسکا اظہار قرآن نے بایں الفاظ کیا۔ انک لعلی خلق عظیم ؀ اے محمد تم بہت بڑے خلق پر ہو۔

بعض متعصب اور کوتاہ چشم دشمنان اسلام یہ اعتراض کرتے ہیں کہ آنحضرت سخت دل اور بیرحم تھے۔ نعوذ باللہ اس سے بڑھکر بے بنیاد الزام اور کیا ہوسکتا ہے کہ رحمۃ للعالمین کو سنگدل اور شقی القلب کہا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں نے

انصاف کا خون کیا۔ عصبیت نے ان کو صحیح خیالات کے اظہار سے روکے رکھا۔ ورنہ ایسا ہو سکتا ہے کہ جو نبی تمام جہاں کیلئے رحمت بنکر آیا ہو وہ اخلاق کے بہترین جوہر سے محروم رہے۔ قرآن شریف نے ان کے خلاف یہ شہادت دی فبما رحمۃ من اللّٰہ لنت لھم ولو کنت فظاً غلیظ القلب لانفضوا من حولک۔ (آل عمران) خدا کی رحمت سے تم ان کے ساتھ نرمی برتتے ہو اور اگر تم کج خلق اور سنگدل ہوتے تو یہ لوگ تمہارے آس پاس سے چلے جاتے۔ اسی طرح بیسوں واقعات انکی تردید میں موجود ہیں حد تو یہ ہے کہ آپ سرزنی کبدیر تلطف ونرمی کی تلقین کیا کرتے ہیں۔ پھر کیونکر آپ کو سنگدل کہا جا سکتا ہے (عفوو کرم) تاریخ شاہد ہے کہ آپ نے حدود شرعیہ کے علاوہ کبھی کسی سے ذاتی معاملہ میں انتقام نہیں لیا۔ فتح مکہ کے وقت آپ کے جانی دشمن مغلوب ہو کر سامنے آتے ہیں جن کے دست تظلم سے آپ کو طرح طرح کی اذیتیں پہونچی تھیں جانی ومالی اور روحانی ہر قسم کا صدمہ آپ کو اٹھانا پڑا حتیٰ کہ وطن مالوف کو بھی خیرباد کہا لیکن جب آپ کی خدمت میں قیدی کی حیثیت سے پیش کئے جاتے ہیں تو بجائے اس کے کہ آپ ایک موذی دشمن سے انتقام لیتے۔ نہایت فراخ دلی سے فرماتے ہیں۔ لا تثریب علیکم الیوم فاذھبوا انتم الطلقاء؟ آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو۔ یہ اخلاق کا بلند ترین مقام ہے کہ ایک ایسے دشمن سے جو خون کا پیاسا ہو اور جس نے ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا ہو۔ قابو میں آنے کے بعد درگذر کیا جائے اور کچھ تعرض نہ ہو۔ باوجودیکہ آپ ہر قسم کے بدلہ لینے پر قادر تھے۔ اور اخلاقاً بھی کوئی جرم نہ تھا لیکن پھر بھی طبیعت کے خلاف دست انتقام دراز نہیں کرتے بلکہ معاف کر دیتے ہیں۔ یہ اخلاق کا بہترین نمونہ ہے جسکی نظیر بہت نادر الوجود ہے۔ لیکن محمد صلعم (فداہ ابی وامی) کی زندگی میں اس قسم کی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں۔ قرآن نے بھی اسی اخلاق کی تعلیم دی ہے الکاظمین الغیظ والعافین عن الناس۔ (صداقت اور سچائی) انبیاء کے لئے ایک ضروری صفت ہے اس لحاظ سے اس کی تفصیل کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ لیکن مخالفین کے بعض واقعات نقل کر کے یہ دکھانا مقصود ہے کہ آنحضرتؐ کو دشمن بھی صداقت جیسے اخلاقی زیور سے آراستہ پاتے تھے۔

جب آنحضرت صلعم کو خداوند تعالیٰ کی جانب سے حکم ہوا کہ اپنے خاندان والوں کو دعوت اسلام دیں تو آپ نے ایک پہاڑ پر چڑھکر قبیلۂ قریش کو جمع کیا اور فرمایا اے لوگو اگر میں تم سے یہ کہوں کہ پہاڑ کے پیچھے سے ایک لشکر آ رہا ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے۔ سب نے کہا بیشک ہم آپ کو سچا سمجھیں گے کیونکہ ہم نے آپ کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں دیکھا۔ اسی طرح ابوجہل کا مقولہ ہے (جو اسلام کا سخت ترین دشمن تھا) کہ اے محمدؐ میں تمہیں جھوٹا نہیں سمجھتا۔ لیکن مجھے تمہارے خیالات سے اتفاق نہیں۔

کفار نے آپ کو ساحر مجنوں شاعر کاہن سب کچھ کہا لیکن کاذب نہیں کہا کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ آپ کذب جیسی بدترین صفت سے بالکل بری ہیں۔ قرآن نے بھی یہی تعلیم دی کہ یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللّٰہ وقولوا قولاً سدیداً (احزاب رکوع ۹) آنحضرت نے اسپر عمل کر کے نہ صرف موافقین بلکہ مخالفین سے بھی خراج تحسین حاصل کر لیا۔

عزم واستقلال قرآن کریم نے اخلاق کے اصلی عناصر عزم واستقلال کی طرف بھی توجہ دلائی چنانچہ ارشاد ہوا فاذا عزمت فتوکل علی اللّٰہ ان اللّٰہ یحب المتوکلین (آل عمران رکوع ۱۷) آپ کا عملی پہلو اس کے متعلق

نہایت شاندار اور کامیاب ثابت ہوا۔ آپ نے تمام باشندگان عرب کے عقائد و رسومات کے خلاف صدائے حق بلند کی تو عرب کے ریگستان کا ذرہ ذرہ آپکی مخالفت میں پہاڑ بنکر سامنے آیا۔ بجائے اسکے کہ آپ کا پائے ثبات متزلزل ہوتا تمام مخالف قوتیں عزم و استقلال نبوت سے ٹکرا کر چور چور ہوگئیں اور آپ اپنے ارادہ پر پہاڑ کیطرح برابر جمے رہے۔ انتہا ہے کہ ساری قوم دشمن ہو چکی تھی صرف آپ کے چچا ابوطالب معین و مددگار تھے جب انہوں نے بھی ساتھ چھوڑنا چاہا تو آپ نہایت دلیری و استقلال سے فرماتے ہیں۔ چچا جان اگر قریش میرے داہنے ہاتھ میں سورج اور بائیں میں چاند رکھدیں تب بھی اعلان حق سے باز نہ آؤنگا (ابن ہشام) غزوہ حنین میں کہ صحابہ مخالفین کے حملہ کی تاب نہ لاسکے لیکن سرور کونین چند جاں نثاروں کے ساتھ میدان جنگ میں تیروں کی بارش کے اندر برابر مقابلہ کرتے رہے۔ اسی حالت جوش میں آپ کی زبان مبارک پر بے ساختہ یہ شعر جاری ہوگیا۔ انا النبی لا کذب و انا ابن عبد المطلب ان کے علاوہ اور بیسیوں واقعات آپ کے عزم و استقلال پر شاہد ہیں جنکو بخوف طوالت نظر انداز کردیا جاتا ہے۔ (باقی آئندہ)

استقامت اور صحابہ کرامؓ

(از مولوی لطیف الدین صاحب لطیف سہروردی (منشی کامل) متعلم رحمانیہ)

طمع و ترغیب صحابہ کرامؓ عرب جیسے بے آب و گیاہ ملک میں پیدا ہوئے تھے جہاں وسائل معاش نہایت مشکل سے مہیا ہوتے تھے عموماً صحابہ کرام فاقہ اور تنگدستی کی حالت میں زندگی بسر کرتے تھے لیکن اسی طرح زندگی کتنے دنوں تک بسر کی جاسکتی تھی آخر قرض لینا ہی پڑتا تھا تو خواہ مخواہ کو اس صورت میں اپنی مذہبی تبلیغ کے موقع بخوبی مہیا ہوجاتے تھے۔ درحقیقت قرض ایک ایسا آلہ تھا جسکے ذریعہ مسلمانوں کو ان کے مذہب سے برگشتہ کرنا نہایت آسان تھا۔ اس افلاس زندگی اور تنگدستی کی حالت میں زکوٰۃ کا مسئلہ ایک ایسا ثیر عامسئلہ تھا جس کے بارگراں سے سبکدوش ہونے کیلئے برگشتگی مذہب کی ترغیب دیجاسکتی تھی۔ مالی اعتبار سے یہودیوں کی قوم دوسرے لوگوں سے بڑھی ہوئی تھی۔ اس لئے صحابہ کرام اکثر ان کے زیر بار رہا کرتے تھے۔ یہودی اس موقعہ پر اپنی مذہبی تبلیغ میں کوتاہی نہ کرتے تھے۔ لیکن باوجود اس کے صحابہ کرامؓ کے پختہ ایمان پر ان چیزوں کا کوئی اثر نہیں ہوا انہوں نے یہودیوں کی مالی ترغیبات کو سرپائے استحقار سے ٹھکرا دیا۔ صحابہ کرامؓ کے ایمان میں اسقدر پختگی پائی جاتی تھی کہ بڑے سے بڑے بادشاہ کی توجہات بھی ان کو دین حق سے برگشتہ کرنیکا یارا نہیں رکھتی تھیں۔

حضرت کعب بن مالک کسی وجہ سے غزوۂ تبوک میں شرکت نہ کرسکے تھے جس کی وجہ سے رسول کریمؐ اور تمام اصحاب کرامؓ آپ کے ناراض ہوگئے حتی کہ قطع تعلقات تک نوبت پہنچ گئی۔ جب یہ خبر رئیس غسان کو پہنچی تو اس نے اپنے قاصد کو ایک خط دیکر کعب بن مالک کے پاس مدینہ روانہ کیا۔ قاصد نے یہ خط کعبؓ کو دیا جس میں مرقوم تھا۔ میں نے سنا ہے کہ محمدؐ نے تمہاری کچھ

قدر بندی کی اسلئے میرے پاس چلے آؤ میں تمہاری شان کے موافق تم سے سلوک کرونگا۔

خیال کیجئے کہ اسوقت کعب بن مالک کی حالت بقول ان کے یہ ہے کہ صحابہ کرام اور خود رسول اللہ صلعم ان سے کلام نہیں کرتے زمین و آسمان ان کو اپنے دشمن نظر آتے ہیں۔ نبی صلعم نماز کے بعد مسجد میں تھوڑی دیر تک بیٹھا کرتے تھے۔ اس حالت میں وہ آکر آپ کو سلام کیا کرتے تھے اور دلمیں کہتے تھے کہ لبہائے مبارک کو سلام کے جواب میں حرکت ہوئی یا نہیں۔ پھر آپ کے متصل کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے لیکن ان سب کا جواب آنحضور اور صحابہ کرامؓ کی طرف سے ایک کامل سکوت اور بے اعتنائی کے ساتھ دیا جاتا ہے اسکے بالمقابل شاہ غسان کعب کے ساتھ ہر طرح کی مراعات کرنے کیلئے تیار ہے لیکن حضرت کعب کا ایمان کچھ ایسا کمزور نہ تھا کہ وہ عقبیٰ کے مقابلے میں مادی فوائد کو ترجیح دیتے حضرت کعب شاہ غسان کے نامہ کو پڑھکر تنور میں جھونک دیتے ہیں اور قاصد کو صاف روکھا جواب دیکر محروم واپس کرتے ہیں۔

ابتلا اور آزمائش کا سب سے بڑا موقع وہ ہوتا ہے جب انسان کو اپنی جائداد سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔ کیونکہ بہت ممکن ہے کہ انسان دوسروں کے مال و دولت سے بے نیاز ہوجائے لیکن اپنے مال و دولت سے دست بردار ہوتے وقت انسان کا کلیجہ کانپ اٹھتا ہے۔ یہی وقت ہے جب انسان کے ایمان میں تزلزل واقع ہوجاتا ہے لیکن صحابہ کرامؓ پر یہ چیزیں بھی کچھ اثر نہ کرسکیں۔

ہجرت کے موقع پر عموماً صحابہ کرام نے اپنے مال و اولاد سے ہاتھ دھویا لیکن پھر بھی ان کے پائے استقامت کو لغزش نہ ہوئی ہجرت کے بعد بھی صحابہ کرامؓ کے اظہار عقائد میں نجاشی کے مادی فوائد رکاوٹ نہ ڈال سکے چنانچہ حضرت جعفر طیار نے جس صداقت اور بے باکی کے ساتھ قریش کی ریشہ دوانیوں کا مقابلہ کرتے ہوئے دربار حبش میں اپنا مسلک پیش کیا ہے وہ آج بھی مسلمانوں کو ثبات و استقامت کا ایک لازوال سبق دے رہا ہے۔

قطع علائق | انسان ابتلا و امتحان کے تمام مواقع میں ثابت قدم رہ سکتا ہے لیکن سوسائٹی اور خویش اقارب کے بائیکاٹ کے موقع پر اپنے ایمان کو سلامت نہیں رکھ سکتا۔ لیکن صحابہ کرامؓ اس موقع پر بھی پورے پورے ثابت قدم رہے ہیں صحابہ کرامؓ کو اسلام لانے کے وقت سب سے پہلے اسی مصیبت سے دوچار ہونا پڑا۔

حضرت خالد بن سعیدؓ جس وقت ایمان لاتے ہیں تو ان کے والد ان کو خوب مارتے پیٹتے ہیں یہانتک کہ ان کا کھانا بند کردیتے ہیں اور اپنے دوسرے لڑکوں کو ان سے بات چیت کرنے سے منع کردیتے ہیں۔ آخر یہ ان کے مظالم سے تنگ آکر حبش کیطرف ہجرت کرجاتے ہیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی ماں ان کے اسلام لانے سے بطور احتجاج فاقہ کرنے لگیں اور فاقوں سے بیہوش ہوجاتیں لیکن حضرت سعد پر اسکا کچھ اثر نہ ہوا وہ اپنے اسلام پر قائم رہے۔

باپ کا بیٹے پر اور بیٹے کا باپ پر تلوار اٹھانا بظاہر مستبعد معلوم ہوتا ہے لیکن صحابہ کرامؓ نے اپنے جوش ایمان کے تقاضے کی بنا پر اس کا عملی ثبوت پیش کیا۔

عتبہ غزوۂ بدر میں شمشیر بکف میدان میں آیا مسلمانوں کیطرف سے اسکے مقابلے کیلئے لخت جگر حضرت ابو حذیفہ نکلے آپ کے اس فعل کی ہجو عتبہ کی بیٹی ہند نے چند اشعار میں کی تھی۔ حضرت ابو بکرؓ اور ان کے بیٹے عبدالرحمٰن کا مقابلہ بھی اسی کی ایک تمثیل تھی۔

قطع علائق کا سلسلہ صرف یہیں تک آکر نہیں رک جاتا بلکہ شریعت اسلامی کی بموجب متعدد صحابہ نے اپنی بیویوں سے قطع تعلق کرلیا صلح حدیبیہ کے بعد قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی۔ ولا تمسکوا بعصم الکوافر کافرہ عورتوں کو نکاح میں نہ رکھو۔ چنانچہ اس آیت کے بموجب حضرت عمرؓ نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی اسی طرح بہت سی صحابیات مکہ سے مدینہ ہجرت کر آئی تھیں ان کو بھی واپس نہیں کیا گیا حضرت عائشہ کا قول ہے۔ ما نعلم ان احدا من المھاجرات ارتدت بعد ایمانھا۔ ہمیں کسی ایسی عورت کا علم نہیں جو ایمان لانے کے بعد مرتد ہوگئی ہو۔ بہت سے صحابہ کرام نے اپنے قبائل تک سے اپنا قطع تعلق کرلیا تھا۔

ہجرت اوپر جتنے مصائب کا ذکر کیا گیا ہے ان کو کسی نہ کسی طرح سے انسان ایک حد تک برداشت کرسکتا ہے۔ لیکن فراقِ وطن کی جانگداز مصیبت کو سہہ لینا انسانی حوصلہ سے باہر ہے۔ ہجرت مکہ کوئی ایسی معمولی چیز نہ تھی جو صحابہ کرام کو بے چین نہ کر دیتی صحابہ کرام پر ہجرت کا ناقابل برداشت صدمہ نہایت شاق گذرتا تھا چنانچہ اکثر صحابہ کرام اپنے وطن کی یاد نہایت رقت انگیز اور دردناک انداز میں کیا کرتے تھے۔ حضرت بلالؓ کو مکہ کی پہاڑیوں وادیوں اور چشموں کی یاد جب کبھی بیتاب کرتی تھی تو بے اختیار ان کی زبان پر یہ شعر جاری ہو جاتے تھے۔

الا لیت شعری ھل ابیتن لیلۃ — بواد وحولی اذخر وجلیل

کاش میں ایک رات اس میدان میں بسر کرتا جس میں میرے گرد اذخر اور جلیل ہوتے۔ (مکہ کی دو قسم کی گھانس کا نام ہے)۔

وھل اردن یوما میاہ مجنۃ — وھل یبدون لی شامۃ وطفیل

کیا میں پھر کبھی مجنہ کے پانی سے سیراب ہوں گا۔ کیا میرے سامنے پھر کبھی شامہ اور طفیل (دو پہاڑیاں) ہوں گی۔

حضرت عامرؓ مکہ کی یاد سے بیتاب ہو کر یہ شعر پڑھتے تھے۔

انی وجدت الموت قبل ذوقہ — ان الجبان حتفہ من فوقہ

مجھے موت سے پہلے ہی موت آ گئی — نامردوں کی موت اوپر سے آتی ہے۔

مدینہ کی آب و ہوا صحابہ کے مزاج کے موافق نہ تھی۔ اکثر صحابہ کرام بخار میں مبتلا رہتے تھے اس پر فراق مال و اولاد اور مستزاد تھا لیکن باوجود اس کے عموماً صحابہ کرام ہجرت کے مشتاق نظر آتے تھے۔

معاہدہ حدیبیہ کے مکمل ہونے سے پیشتر حضرت ابوجندلؓ پا بجولاں صحابہ کرام کی خدمت میں پہنچے اور اپنے کو ان کے سامنے ڈال دیا معاہدہ میں اگرچہ ایک دفعہ یہ بھی تھی کہ جو مسلمان مدینہ جائیگا وہ قریش کو واپس کردیا جائیگا لیکن چونکہ ابھی معاہدہ مکمل نہیں ہوا تھا اسلئے نبی کریم نے ان کی حالت پر رحم کھا کر ان کو لینا چاہا لیکن ابوجہل نے کہا کہ سب سے پہلے انہیں کو واپس کرنا ہوگا چنانچہ مصلحتہً آپ نے مجبور ہو کر ان کو واپس کرنا چاہا تو انہوں نے نہایت دردناک لہجہ میں کہا "مسلمانو! کیا میری مصیبتوں کو نہیں دیکھتے کیا میں پھر مشرکین کی طرف واپس کردیا جاؤں گا حالانکہ میں مسلمان ہوں" لیکن اسوقت سوائے واپسی کے اور کوئی چارہ ہی نہ تھا چنانچہ مجبوراً ان کو واپس کردیا گیا۔

اللہ اکبر! یہ ابوجندلؓ کا ہی ایمان تھا کہ وہ ایسے موقع پر بھی دامنِ ایمان کو ہاتھ سے چھوٹنے نہیں دیتے۔ اگر اور

کوئی شخص ہوتا تو یقیناً ایسے موقع پر اس کے پائے استقامت کو لغزش ہو جاتی۔ حضرت صہیبؓ کو کفار نے اسوقت ہجرت کرنیکی اجازت دی جب ان کے تمام مال ومنال لے لئے۔

ان تمام مصائب وآلام میں صحابہ کیلئے یہ خیال باعث مسرت تھا انہوں نے کفرستان مکہ سے نجات پائی تھی حضرت ابوہریرہ اگرچہ سفر ہجرت سے پریشان ہوگئے تھے تاہم ان کی مسرت کا اندازہ اس شعر سے کیا جا سکتا ہے۔

یا لیلۃ من طولہا وعنائہا　　علی انہا من دارۃ الکفر نجت

کتنی لمبی اور تکلیف دہ رات ہے۔　　تاہم یہ بات تسکین دہ ہے کہ اس نے دار الکفر سے نجات دلائی۔

ہجرت کی مصیبت سخت ترین مصیبت تھی چنانچہ خود احادیث میں یہ الفاظ وارد ہیں۔ ان شان الھجرۃ لشدید یعنی ہجرت کا معاملہ نہایت سخت ہے۔

لیکن باوجود اس کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس مصیبت کو بھی مردانہ وار جھیل گئے۔ برگشتگی ایمان کہاں؟ ان کی پیشانی صبر واطمینان پر ایک شکن تک نہ پیدا ہوئی۔ یہ تھیں وہ سخت ترین مصائب وآلام جنکے مقابلے میں انسان کا مذہب وایمان پر برقرار رہنا نہایت مشکل ہے لیکن صحابہ کرام کے اندر اس قدر زبردست قوت ایمان تھی کہ انہوں نے ان مصائب کو برداشت کرتے ہوئے پختگی ایمان واستقامت کا وہ عملی ثبوت دیا جس کی نظیر قوموں کی تاریخ میں ملنا نہایت مشکل ہے۔ آج ہمارے سامنے بھی وہی اسباب ومصائب پیش آتے ہیں جو صحابہ کرامؓ کو پیش آئے تھے لیکن ہمارے ایمان و استقامت کے پیر ڈگمگا جاتے ہیں لیکن ایک وہ صحابہ کرام بھی تھے جن کے پائے ثبات کو ان مصائب کی وجہ سے ذرہ بھر لغزش نہ ہوتی تھی۔ آہ آج ہماری حالت اور صحابہ کرام کی حالت میں کس قدر فرق ہے۔

"ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بہ کجا"　　(فقط)

انتقال پر ملال

دار الحدیث رحمانیہ کے مشہور معقولی مدرس مولانا عبد السلام صاحب تقریباً ڈیڑھ ماہ مریض رہ کر ۱۳ر جولائی کی شب کو دنیائے فانی سے عالم جاودانی کیطرف رحلت کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کا فضل وکمال بالخصوص فنون معقولات کی لیاقت واستعداد ملک بھر میں مشہور تھی۔ مرحوم نے دوسری تصانیف کے علاوہ منطق کی مشہور کتاب حمد اللہ کی عربی شرح بھی لکھی تھی جسے چھپوانے کا ارادہ تھا لیکن افسوس عمر نے وفا نہ کی۔ حقیقت یہ ہے کہ ملک کا ایک غیر معمولی معقولی دنیا سے اٹھ گیا۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عنائت کرے اور پس ماندگان کو صبر جزیل کی توفیق بخشے آمین۔

(ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الترحيب بالمحدث

(لمولانا عبد اللہ الندوی معلم اللغۃ العربیۃ بدار الحدیث الرحمانیہ)

منار يهدى الناس بعد ضلالهم　　باضيانه الى طريق الفضائل
حوى احسن الاخبار يذرى بدرة　　وفاق بافكار الرجال الاماثل
مآب لارباب العقول ومرجع　　لان يقتنى قنوا علوم الاوائل
له خطرات فوق كل خواطر　　تُهزّز فى النادى رؤس الجلاجل
كفيل لاسرار الشريعة والهدى　　حفيل لاخلاق النبى الحُلاحل
مقاصده راقت واغراضه سمت　　فيخلو بها عن مقصد غير طائل
ويدعو الى التوحيد ناساً بحكمة　　ويغدو هدىً للعارف المتمائل
ويشفى صدور الناس من كل علة　　شفاء وينجى من جميع الغوائل
ويروى عطاشا هلكا فى غليلهم　　بماء فرات وهو احلى المناهل
مطرنا بماء المزن بعد جدوبة　　به اهتزاز للقلوب الخوامل
جرت فى بلاد الهند صحف كثيرة　　ولكن اتانا وهو خير الرسائل
ادام اله العالمين عطائه　　نصيح لطلاب ومأوى الافاضل

لقد نضّر الوجوه للمسلمين نضر
ةً بالمحدث الرفيع المنازل

اشاعت اسلام کے چند اسباب

(از مولوی ہارون الرشید ارشدؔ مئوی الہ آبادی (منشی کامل) متعلم مدرسہ رحمانیہ)

تشنگی کے وقت اگر کوئی چشمۂ شیریں نظر آجاتا ہے تو تمام لوگ اسکی طرف اپنی توجہ کو منعطف کردیتے ہیں اور اس سے سیراب ہونے کیلئے اپنی تمام امکانی کاوشوں کو صرف کردیتے ہیں۔ اسلام نے جب روشن آفتاب بنکر تیرگیٔ عالم کو کلیۃً دور کیا۔ اسی زمانہ میں صنم کدۂ آذر کی عزت و وقعت نے عامۃ الناس کے قلوب پر جگہ اپنی حاصل کرلی تھی اس زمانہ کے لوگ اگر سفاکی میں یکتائے زمانہ تھے تو بدکرداری میں بھی بےنظیر لیکن اسلام ہی کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس نے بدوؤں کو انسان بنا کر ان کے قدموں میں تخت قیصر اور سر کسریٰ کو ڈالدیا ہم اپنے مضمون میں اس چیز کو بیان کرینگے کہ ایسے وقت میں اسلام کیوں ہمہ گیر ہوگیا اور مسیحیت عیسائیت و یہودیت نیز بت پرستی جو عرب میں ہر چہار جانب اپنا قبضہ کئے ہوئے تھے کیونکر معدوم ہوگئے؟

اشاعت اسلام کی پہلی وجہ یہ ہے کہ اسلام دنیا میں اسوقت پرتو افگن ہوا جبکہ دنیا میں تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ ادیان عالم عقلائے کے نزدیک کچھ وقعت نہ رکھتے تھے بلکہ طائفۂ عقلاء ان سے بالکل بیزار اور طلب حق میں سرگرداں تھے۔ طائفۂ عقلائے نے جب احکام اسلام کو سنا تو انہوں نے شریعت اسلامیہ کو انوکھا اور ستھرا دین دیکھا۔ اسکی تعلیم کو اہل عالم کیلئے مفید پایا پھر کیونکر وہ مسلمان نہ ہوں اسکی مثالیں چند اصحاب رضی اللہ عنہم کے واقعات میں ملاحظہ کریں۔

حضرت ابوذر غفاری کو دین حق کا بیحد انتظار تھا۔ جب بعثت نبوی کی خبر سنی تو خود پاپیادہ مکہ آکر رسول اللہؐ میں تمام شرائط رسالت دیکھتے ہوئے مشرف باسلام ہوگئے۔

حضرت عثمانؓ ذالنورین خلیفہ سوم کی نیکی کا پتہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ لوگو میں وہ شخص ہوں کہ جس نے حالت کفر میں بھی اپنی عصمت کو ملوث بزنا نہیں کیا۔ قبل از اسلام کفار کی حالت جو کچھ تھی وہ سب ظاہر ہے مگر اس وقت میں بھی جناب عثمانؓ ان خرافات سے محفوظ رہے۔ ابوبکر صدیقؓ نے جب اسلام کی طرف آپ کی رہنمائی کی تو آپ مسلمان ہوگئے۔ کیوں کیا وجہ تھی؟ یہی اور صرف یہی کہ یہ مذہب سچا اور من جانب اللہ تھا۔ اور لوگوں کے دلوں میں فوراً جگہ حاصل کرلیتا تھا۔

حضرت ابوبکر قبل از اسلام بہت بزرگ مہذب صفائی پسند اوصاف حمیدہ سے متصف زہد و اتقا کی تصویر نیکیوں کا سرچشمہ تھے آپ کو وہ شرف اسلام میں حاصل ہوا جو کسی کو نصیب نہ ہوا یعنی آپ ہی وہ شخص ہیں جو سب سے پہلے مسلمان ہوئے آپ نے جب غور کیا تو معلوم ہوگیا کہ واقعی یہ مذہب دین حنیف کے بالکل مطابق ہے اور اسی دین کو عقل سے گہرا تعلق ہے چونکہ جو بندگان حق سے آپ بھی تعلق رکھتے تھے اسلئے بلا چون و چرا دامن اسلام میں آپ نے پناہ حاصل کرلی۔

حضرت سلمان فارسی کی جستجوئے حق اور رسول اللہؐ میں تمام علامات نبوت دیکھکر اسلام لانا حقانیت اسلام کی

بے نظیر دلیل ہے۔

(۲) قبل از اسلام عرب بت پرستی کا مرکز تھا۔ عیسائی و یہودی بھی عبادت اصنام کو شعار بنا چکے تھے۔ لیکن اسوقت ایسے لوگ بھی تھے جو کہ صنم کدہ آزر کو بازیچۂ اطفال سمجھتے تھے۔ اپنے دین کی نسبت صرف دین حنیف کی طرف کرتے تھے۔ مگر سچا دین وہ بھی تلاش کرتے تھے۔ زید اسی جماعت کے ایک فرد تھے ان کو حقیقی مشرب کی تلاش تھی جس سے وہ اپنی تشنگی کو دور کریں مگر افسوس کہ یہ خیال ان کیساتھ ہی چلا گیا اور انہیں کامیابی نہ ہوئی مگر ان کے نیک سرشت فرزند سعید نے اپنی مراد قلبی کو حاصل کر لیا یعنی جب احکام اسلام ان گوش گذار ہوئے تو انہوں نے اس کو لبیک کہا اور صدق دل سے مسلمان ہو کر اسکی محبت کا دم بھرنے لگے۔

(۳) وہ نیک دل عیسائی کہ محبت، دلسوزی، خلوص اور ہمدردی انکا خاصہ فطری ہے انکا خیال تعصب سے پاک ہے۔ اثبات حق ابطال کذب انکا اصل اصول ہے۔ دنیاوی حشمت وجاہ کو بیت العنکبوت تصور کرتے ہیں اپنی شرافت قومی کو حق کیلئے ہاتھوں سے دیدیتے ہیں۔ کذب و ملمع سازی کو بازیچۂ اطفال سمجھتے ہیں ان کو جب عطر اسلام کی بھینی بھینی خوشبو نے کیف سرور سے ہم آہنگ کر دیا تو وہ اپنی زبان سے بیساختہ کہہ اٹھے کہ واقعی اسلام دین حق ہے اور یہ اس سیراب کن شہر کا ایک چشمہ ہے جس سے حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام نکلے تھے اور وہ مشرف باسلام ہوگئے اسکی نظیر شہر "بُصریٰ" کا مشہور راہب بحیرا ہے ملسکتی ہے کہ اس نے حضور کو دیکھتے ہی حضور کے نبی آخر الزماں ہونے پر یقین کر لیا

اس دعوے پر دوسری دلیل ہم ورقہ بن نوفل کو پیش کر سکتے ہیں گو کہ وہ اسلام کے قبل ہی دنیائے دنی سے دار البقا کیطرف روانہ ہوگئے مگر آپکے کلام سے مترشح ہے کہ اگر آپ زندہ رہتے تو ضرور مشرف باسلام ہو جاتے۔ پہلی وحی کے بعد حضرت خدیجہؓ کی معیت میں آنحضور ان کے پاس جا کر پورا قصہ بیان فرماتے ہیں تو ورقہ کہتے ہیں کہ کاش اسوقت میں زندہ رہتا جب کہ آپ کی قوم آپ کو شہر بدر کردیگی تو میں آپ کا مدد ومعاون ہوتا۔ اس قول سے یہ مفہوم واضح طور پر نکلتا ہے کہ اگر وہ زندہ رہتے تو مسلمان ہو جاتے۔ تو اس خیال کے جتنے لوگ تھے وہ اسلام پر فدا ہوگئے۔

(۴) گو کہ طائفہ یہود نے آنحضور کی مخالفت میں قطعاً کوتاہی سے کام نہ لیا بلکہ حی بن اخطب اور کعب بن اشرف (جو کہ علاوہ سردار یہود ہونیکے بہت بڑے فاضل تھے) نے بھیانک اسکیم تیار کر لی تھی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے نیست ونابود کر دیا تاکہ تمام فتنے فساد اللہ جائیں دیگر یہودیوں کی شرارت انہیں کی ایما سے ہوا کرتی تھیں۔ مگر بروں کے ساتھ نیک لوگ بھی ہوا کرتے ہیں اسی طرح یہود میں بھی ایک حق پرست جماعت موجود تھی جو کہ اسلام کو سچا مذہب سمجھکر مسلمان ہوگئی۔ یہ لوگ عبد اللہ بن سلام اور ان کے رفقا تھے بخاری شریف میں حضرت عبد اللہ بن سلام کا واقعہ مفصل موجود ہے۔ جس سے یہودیوں کے تعصب اور عبد اللہ بن سلام کی ایمانی پختگی پر اچھی روشنی پڑتی ہے۔

دوسری حدیثوں میں عبد اللہ بن سلام کا قول یہ بھی ہے کہ جب انہوں نے آپ کو دیکھا تو ایسا پہچانا جسطرح لوگ اپنے بچوں کو پہچانا کرتے ہیں ایک جگہ اور زیادہ توضیح ہے کہ بچوں میں شک ہو سکتا ہے مگر آپ کے نبی ہونے میں بالکل نہیں۔ اس قسم کے لوگ جب اسلام کی طرف آنے شروع ہوگئے تو اسلام کی اشاعت کافی طور پر ہوئی اور یہ ثابت ہوگیا کہ اسلام ہی حق مذہب ہے

کلمۃ اللہ ھی العلیاء

(فقط)

اخلاق

اخلاق سب سے کرنا تسخیر ہے تو یہ ہے
خاک آپ کو سمجھنا اکسیر ہے تو یہ ہے

(از مولوی محمد امین صاحب مبارکپوری متعلم جماعت ثالثہ رحمانیہ)

اگرچہ لغت میں اخلاق کے معنی مطلق خو کے ہیں۔ مگر اصطلاح میں خوئے نیک اور اچھے برتاؤ کو کہتے ہیں۔ اس جگہ ہمارا خاص مقصد صرف عمدہ برتاؤ اور لوگوں کے ساتھ اچھی طرح پیش آنے سے ہے۔ خلق وہ شے ہے جسکی بدولت ادنیٰ درجے کے آدمی ایک بڑے مرتبہ اور اعلیٰ حیثیت کے سمجھے جاتے ہیں اور خود بزرگ بن جاتے ہیں۔ دیکھو بخل کیسی بری عادت ہے کہ اپنے تک بخیل کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ مگر وہ بخیل جن کا اخلاق اچھا ہوتا ہے ان سے قرابت مند حتیٰ کہ گاؤں والے راضی اور خوش ہو جاتے ہیں خیال کرنے کی بات ہے کہ جس دوا نے ایسے برے زہر کی اصلاح کردی اور جس تریاق نے ایسے موذی اور مہلک مرض کا اثر نہ ہونے دیا وہ ضرور کوئی نسخہ اکسیر یا اسم اعظم ہے۔

لوگوں کے مال سے ان لوگوں کو نفع ہوتا ہے جو ان سے متعلق ہوں۔ مثلاً کنبہ قبیلہ اور اور لواحق۔ اور کسی نے کہا ہے کہ کوئی بڑا آدمی ہوگا تو اپنے گھر کا۔ اور کوئی دانشمند اور مدبر ہے یا کسی کو قانون اچھا آتا ہے تو اس سے اس آدمی کو فائدہ ہو سکتا ہے جو اس سے رائے لینے جائے۔ یا کوئی بڑا عالم ہے تو اس عالم سے انہیں لوگوں کو فائدہ ہو سکتا ہے جو اس کے علم وہنر سے خاص طور پر منتفع ہونگے۔ مگر ایسی دولت جسمیں ساری دنیا کا حصہ ہو۔ ایسا کمال جس سے عام خلائق کو فائدہ پہونچے۔ ایسی بات کہ جس سے ہر کہہ ومہ۔ اپنا بیگانہ۔ دوست دشمن یہانتک کہ چلتا مسافر بھی خوش ہو جائے وہ اخلاق ہی ہے۔ ناظرین! اخلاق ہی ایسی چیز ہے جسکے باعث بلا معاملہ اور بغیر کسی نفع کے بندگان خدا مطیع اور سو جان سے قربان ہو جاتے ہیں ؎

سیرت کے ہم غلام ہیں صورت ہوئی تو کیا
سرخ وسفید مٹی کی مورت ہوئی تو کیا

جتنے انبیاء کرام مبعوث ہوئے۔ اور جتنے بزرگ ہادی اور رہنما بنے۔ سارے کے سارے خلیق۔ سبکے سب ملنسار تھے یہی وجہ ہے کہ ان کے مذہب آج ساری دنیا میں رائج ہیں اور آج تک ان کے پاک اسما کو بڑے تعظیم سے لیتے ہیں۔ اللہ اللہ خود خالق عالم ہی کتنا بڑا خلیق ہے۔ کوئی گالی دے گلہ نہیں۔ کوئی برا کہے خفا نہیں۔ اگرچہ ظالم کو ظلم کا نتیجہ اور بد کو بدی کا بدلہ دیگا مگر اخلاق کا یہ حال ہے کہ ہر وقت بھلائی اور احسان کرتا ہے انواع واقسام کی نعمتیں دیتا ہے۔ چنانچہ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اولم یروا الی الارض کم انبتنا فیھا من کل زوج کریم ؕ کیا نہیں دیکھتے ہو زمین کی طرف کہ ہمنے اس میں کتنی اچھی قسم کی چیزیں اگائیں اگر وہ کریم خفا ہو جائے اور صرف ہوا ہی کو بند کردے تو اس مشت خاک کی جان ہوا ہو جائے۔

خوئے نیک امرا کیلئے افزونی جاہ وجلال کا باعث ہے اور غریب کیلئے روٹی کی صورت - باخلق دکاندار کی بکری زیادہ اور خوش خلق وکیل کے پاس مقدمے بہت آتے ہیں غرض یہ کہ لوگ اسکی بدولت بہت کچھ کھا کما سکتے ہیں برخلاف اس کے بدخلق کے پاس جاتے ہوئے لوگ گھبراتے ہیں ؎

اگر حنظل خوری از دست خوش خوے
بہ از شیرینی از دست ترش روے

زبان درازی اور بدخلقی نے بڑے بڑے فساد کئے ہیں یہاں تک کہ بڑے بڑے ہلاک ہوئے اور ہزاروں کی جانیں جاتی رہیں - چنانچہ جب سلطان محمد تغلق (جوناشاہ) نے دولت آباد کو دارالسلطنت بنایا تو ایک محصل مسمی علی کو ملک بہرام ابیہ حاکم ملتان کے پاس بھیجا - کہ وہ اپنے زن و فرزند کو دولت آباد فوراً بھیجدے اور مکان بنوائے - حاکم ملتان نے اپنے زن و فرزند کو بھیجنے سے انکار کیا اسکے بعد علی نے ابیہ کے داماد سے یہ بات کہی - کہ کسواسطے یہ دولت آباد نہیں جاتے؟ شاید حرم زدگی کا ارادہ ہے اس بدخلقی کا یہ اثر ہوا کہ علی قتل کر ڈالا گیا اور بادشاہ نے چڑھائی کی طرفین کے ہزاروں آدمی مارے گئے - ابیہ کا سر کاٹا گیا - اگر خاصان خدا میں سے ایک درویش رکن الدین صاحب سفارش نہ کرتے تو ملتان میں قتل عام ہو جاتا -

ابھی حال ہی کا واقعہ ہے کہ ایک ماتحت منشی دیر کرکے آیا - افسر کج خلق تھا - کہا کہ تو دیر کرکے کیوں آیا؟ منشی بولا کہ زبان سنبھال کر بولو - تو کس کو کہا کرتے ہیں؟ افسر نے کہا تجھکو - منشی نے جواب دیا تو تیرا باپ - غرض افسر سخت کلامی کرتا تھا اور منشی بڑھ بڑھ کے جواب دیتا تھا - سچ ہے ؎

بد نہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سنے
ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

ذرا سی بات سے بات بڑھ گئی اور مقدمہ دائر ہوا جانوں کے لالے پڑ گئے - افسر صاحب جدا خوشامدیں کرتے پھرتے ہیں اُدھر منشی صاحب گواہوں کو کھانا کھلا رہے ہیں اور جھوٹے سچے مسودے تیار کر رہے ہیں - آخر یہ ہوا کہ اپنے اخلاق کے بدولت افسر کا مرتبہ لوٹا اور منشی جی بدرے گئے - قاعدہ کی بات ہے کہ بدخلق آدمی ہمیشہ تیر بلا کا نشانہ اور اپنوں تک کا بیگانہ رہتا ہے - الغرض اس زمانہ میں اخلاق مسلمانوں سے بالکل سلب ہو گیا ہے - بلکہ کسی حد تک ہندؤں میں پایا جانے لگا ہے - جس کے سبب سے وہ ہردلعزیز اور سرخرو پائے جاتے ہیں لہذا مسلمانوں سے پر زور اپیل کیجاتی ہے کہ اپنی قدیمی شے کو پھر سے دوبارہ اپنے میں پیدا کرنیکی کوشش کریں اور غیر مسلموں کے سامنے سرخروئی حاصل کریں -

---

اطلاع

ناظرین مناسبات کالم ۲ ضرور ملاحظہ فرمائیں اور اسے ملحوظ رکھتے ہوئے آئندہ خط وکتابت میں نمبر خریداری یقیناً لکھا کریں - پچھلے رسالے ختم ہو چکے ہیں نئے احباب اسکے مطالبہ نہ کریں اور پتہ ہمیشہ صاف لکھیں ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف - منیجر

نمبر ۳۲۰۴ رجسٹرڈ ایل

اللّٰهم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه

ستمبر ۳۶ء

رسالہ

محدث دہلی



سرپرست

شیخ عطاء الرحمن صاحب مہتمم دارالحدیث رحمانیہ

نگرانِ اصول

(مولانا) احمد اللہ صاحب

(شیخ الحدیث)

مدیر مسئول

عبدالحلیم ناظم

(مولوی فاضل)



جید برقی پریس دہلی میں چھپا

فہرست مضامین

مقاصد

(۱) کتاب و سنت کی اشاعت۔

(۲) مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح۔

(۳) دارالحدیث رحمانیہ کے کوائف کی ترجمانی۔

ضوابط

(۱) یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کے ابتدائی ہفتہ میں شائع ہوا کریگا۔

(۲) یہ رسالہ ان لوگوں کو سال بھر مفت بھیجا جائیگا جو ہر ٹکٹ کا خرچ دفتر میں بھیجدینگے۔

(۳) جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا ضروری ہے۔

منیجر رسالہ "محدث" دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

محدث دھلی

جلد ۱ | ماہ جمادی الاول سنہ ۱۳۵۲ مطابق ستمبر سنہ ۱۹۳۳ عیسوی | نمبر ۵

مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ دھلی میں انعامی جلسہ

ارباب بصیرت کا اتفاق ہے کہ کسی چیز کے حصول پر انعام مقرر کردینے سے اسکے حاصل کرنیوالوں کو بڑا فائدہ پہنچتا ہے۔ بالخصوص علمی دنیا میں طلبہ کا جب انعامی مقابلہ کیا جاتا ہے تو ہر طالب العلم اپنے دوسرے مقابل سے بڑھنے اور بازی جیتنے کی کوشش کرتا ہے۔ لہذا اس سعی مسلسل اور جہد فلاح میں اگرچہ کسی ایک ہی کو انعام ملتا ہے۔ لیکن فائدہ ہر ایک کا ہوتا ہے۔ کیونکہ اسکے حصول کے ذرائع اور طریقے کی مشق ہر فرد کرتا ہے۔ اس زریں اصول کو مدارس عربیہ میں سب سے زیادہ دار الحدیث رحمانیہ نے سمجھا چنانچہ ہمیشہ سالانہ امتحان کا نتیجہ سناتے وقت جسقدر خطیر رقم انعام میں تقسیم کی جاتی ہے وہ ایک نہایت کھلی ہوئی بے نظیر حقیقت ہے۔ اسکا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ طلبہ اپنی درسی کتابوں میں بیحد محنت کرتے ہیں اور انعام حاصل کرنیکی کوشش میں لگے رہتے ہیں جس میں انکی لیاقت واستعداد میں ہمیشہ برقرار رہنے والی روشنی پیدا ہوجاتی ہے۔

ہم ناظرین کو طلبائے رحمانیہ کی "جمعیۃ الخطابہ" سے بارہا روشناس کرچکے ہیں۔ ماہ گذشتہ میں ۱۰ اگست سنہ ۳۳ء کو اسی انجمن کا ایک شاندار خصوصی جلسہ زیر صدارت جناب مولانا نواب ضمیر الدین مرزا صاحب دہلوی منعقد ہوا۔ جس میں علاوہ اساتذۂ کرام مقامی علمائے اکابر بھی شریک بزم تھے۔ یہ اجلاس انعامی تھا۔ تاکہ طلبہ اپنی درسیات کے ساتھ عربی واردو تقریر وتحریر میں بھی ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرتے ہوئے اجتماعی حیثیت سے اس میدان کے بھی شہسوار ہوں۔ یہ واضح رہے کہ جمعیۃ کے دو شعبے ہیں۔ شعبہ اول جماعت ہشتم سے لیکر پنجم تک اور شعبہ دوم جماعت چہارم سے لیکر اولیٰ وادنیٰ تک کے طلبہ کیلئے ہے شعبہ اول میں عربی تقریر بھی لازمی ہے چنانچہ اس خصوصی اور انعامی اجلاس میں شعبہ اول کے چند طلبہ نے عربی زبان میں " نتائج مبعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم " پر اور شعبہ دوم کے

چند طلبہ نے اردو زبان میں "محاسن اسلام" پر نہایت دلچسپ اعلیٰ تقریریں کیں۔ اگرچہ گلدستہ کا ہر پھول اپنی خوشبوئی اور خوشنمائی میں نرالا تھا لیکن انعامی تقابل ہونیکی وجہ سے جناب صدر نے تمام تقریروں پر نہایت قابلیت سے نمبر عطا کئے جس کے مطابق جناب مہتمم صاحب مدظلہ العالی کی طرف سے علی قدر مراتب گرانقدر انعامات تقسیم کئے گئے۔ مولوی حاکم علی عربی تقریر میں اول آنیوالے کو چاندی کا بیش قیمت قلمدان مع نقرئی قلم دوات کے اور مولوی لطیف الدین اردو تقریر میں اول آنیوالے کو ایک قیمتی فونٹین پن اور ایک نقرئی قلم اور دوسرے طلبہ کو مختلف قسم کے قیمتی فونٹین پن دیئے گئے انعام پانیوالوں کے نام مع جماعت و نمبرات حسب ذیل ہیں۔

شعبہ اول عربی: مولوی عبد الغفار حسن (متعلم جماعت ہشتم) ۷۹۔ مولوی محمد لقمان متعلم جماعت ہشتم ۷۵۔ مولوی حاکم علی متعلم جماعت ہفتم ۹۰۔ مولوی ہارون الرشید متعلم جماعت ششم ۷۰۔ مولوی عبد الجلیل جماعت پنجم ۸۰۔

شعبہ دوم اردو:۔ لطیف الدین متعلم جماعت چہارم ۸۰۔ عبد الخالق جماعت سوم ۵۸۔ ابو الخیر جماعت دوم ۵۵۔ برکت اللہ ادنیٰ ۶۰۔ اکبر ادنیٰ ۵۰۔

(ایڈیٹر)

الثناء علی المحدث

لمولوی عبد الغفور البسکوہری المدرس بدار الحدیث الرحمانیہ

یری فیہ نظم اللفظ فی سلک مقصد ... کأن عقود الدر فی جید اغید
مخدرۃ فیہ معانٍ نفیسۃ ... کحسناء فی قصر منیف ممرد
بہ لذۃ شوقیۃ لنواظر ... وحظ عظیم للنہی المتوقد
تمیل الیہ العارفون صبابۃ ... یقولون فی رفع وعز تخلد
ھنیئا لاصحاب الحدیث محدث ... یحدث اخبار النبی محمد
یقود الی امر یزینک دائما ... ویمنع عن امر یشینک فی غد
ویھدی سبیلا یرتضیہ الہنا ... وینھی عنیفا عن طریقۃ ملحد
امنھوم عنم ذا المحدث مغنم ... بدار الیہ لا ابالک ترشد
ایا آئسا طول الحیوۃ من الہدی ... ھلم الیہ نلت غایۃ مقصد
رسائل اخری منہ سنا کبیرۃ ... واقرأ منہا ذا واعلم فاقتد
وصاحب رحمانیۃ دام عزہ ... یقوم بہ روما لاعظم مقصد
تصدی لتبلیغ الشریعۃ باذلا ... کریما ثمینا من طریف ومتلد

یفوز بحسنی عاجل ثم اٰجل
علی رغم انف الحاسد المتشدد

رسالت

(از جناب مولانا احمد اللہ صاحب شیخ الحدیث رحمانیہ)

(۳)

درختوں نے آپ کی نبوت کی شہادت دی۔ ایک بدو آیا اس نے کہا کون آپ کی نبوت کی شہادت دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ درخت یکایک ایک شاخ درخت کی سامنے جھکی اور کہا میں گواہی دیتی ہوں اللہ پاک اکیلا معبود ہے اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔ (مشکواۃ)

مقام نخلہ میں آپ تبلیغ کے لئے تشریف لے گئے تھے فجر کی نماز میں قرآن شریف پیاری آواز سے پڑھ رہے تھے۔ ایک درخت پر جن لوگ قرآن شریف سن رہے تھے جب نماز سے آپ فارغ ہوئے جماعت جن کی چلی گئی۔ درخت نے آپ کو خبر دی کہ جنات آئے ہوئے تھے قرآن شریف سن رہے تھے پھر سورۂ جن نازل ہوئی کل واقعہ کی تفصیل خبر معلوم ہوئی۔ آپ کی صداقت معلوم کرکے وہ جن کل مشرف باسلام ہوئے۔ (بخاری)

ایک غزوہ میں آپ تشریف لیگئے تھے آپ کو ضرورت کسی حاجت کی ہوئی وہاں پردہ نہیں تھا۔ آپ ایک درخت کے پاس تشریف لیگئے اسکی ٹہنی پکڑلی اپنی جگہ سے وہ درخت حیوان جاندار کیطرح آپ کے ساتھ چلا ایک جگہ آپنے اشارہ کیا کھڑا ہوگیا دوسرے درخت کے پاس تشریف لیگئے اسکی شاخ پکڑلی وہ بھی آپ کے ساتھ ہولیا پہلے درخت کے ساتھ ملکر کھڑا ہوگیا پردہ ہوگیا آپ حاجت ضروری سے فارغ ہوئے۔ بعد فراغت آپ نے درختوں کو اشارہ کیا کہ اپنی اپنی جگہ چلے جاؤ۔ وہ درخت اپنی جگہ چلے گئے۔ (صحیح مسلم) یہ روشن دلیل آپکے نبی ہونے پر ہے۔

حدیبیہ کے واقعہ میں لوگ پیاسے تھے۔ ایک کنوئیں میں تھوڑا سا پانی تھا لوگوں نے کل پانی کھینچ لیا اب پانی کنوئیں میں نہ رہا لوگ سخت پیاسے ہوئے رسول اللہ صلعم سے اسکی شکایت ہوئی پندرہ سو آدمی تھے۔ آپ کوئیں پر تشریف لیگئے تھوڑا سا پانی مانگا پانی لایا گیا اسمیں آپ نے دعا کی پانی کنوئیں میں ڈلوا دیا اسقدر پانی کی کثرت ہوئی اور جوش مار رہا تھا کہ عام لوگوں نے پانی پیا اور سواریوں کو پلایا کنواں اسی طرح جوش مارتا رہا۔ یہ آپ کی نبوت کی دلیل بین ہے۔

اسی واقعہ حدیبیہ میں یہ قصہ بھی بعض وقتوں میں پیش آیا۔ لوگ پیاسے ہوئے پانی نہیں تھا ایک پیالہ میں تھوڑا سا پانی تھا۔ آپ نے انگلی مبارک کو پانی میں رکھا۔ انگلی سے مثل نل کے پانی اُبلنے لگا۔ پندرہ سو آدمی کل پانی پیکر سیراب ہوگئے (صحیح بخاری) ایک حدیث میں ہے کہ اگرچہ لاکھ آدمی ہوتے پھر بھی ہر ایک کیلئے کافی ہوجاتا۔

اللہ اکبر کیا ہی شان الہی ہے اسکی قدرتوں پر میری جان قربان ہے اور کسقدر اپنے نبی کی رعایت تھی صلی اللہ علیہ النبی آلہ

تبوک کی لڑائی میں آپ تشریف لیجا رہے تھے چالیس ہزار کے قریب آپ کے ساتھ مسلمان صحابہ کرام تھے۔ آپ نے فرمایا ایک نہر تک آئیگی فرمایا بغیر میری اجازت اس نہر کا کوئی پانی نہ لیوے۔ تھوڑا پانی تھا۔ بعض لوگوں نے غلطی سے پانی استعمال کیا آپ سخت غصہ ہوئے

جب نہر پر پہونچے تھوڑا تھوڑا پانی جاری تھا کسی کو کفایت نہ کر سکتا تھا۔ آپ نے فرمایا تھوڑا پانی لاؤ۔ پانی لایا گیا دعا کی ہاتھ دہوئے کلی کی فرمایا اسکو نہر میں ڈالدو۔ پانی نہر میں ڈالا گیا اسقدر نہر جوش مارنے لگی کہ قدرت الٰہی کا عجیب نظارہ تھا۔ چالیس ہزار آدمی کل سیراب ہوگئے نہر اسی طرح جوش مار رہی تھی آپ نے فرمایا ایک زمانہ آئیگا اس نہر کے اردگرد زراعتوں اور باغات کے سبزہ سے ہرا بھرا ہوگا۔ (صحیح بخاری)

آپ نے پیشینگوئی کی تھی بذریعہ قرآن یہ دین الٰہی کل ادیان پر غالب ہوجائیگا۔ مکہ فتح ہوگا امن امان ملک عرب میں ہوجائیگا۔ مسلمانو! کسریٰ وقیصر کے خزانے تمہارے گھروں میں آجائینگے۔ اوران کے ملک وسلطنت میری امت کو دیئے جائینگے میرا دین مشرق مغرب تک پھیل جائیگا جسطرح آپ نے پیشینگوئی کی تھی اسی طرح واقعہ ظہور میں آیا ۸ھ میں مکہ فتح ہوگیا۔ حضرت عمرؓ کی خلافت میں کسریٰ وقیصر کے خزانے مسلمانوں کے گھروں میں آگئے۔ تمام عرب مسلمان ہوگیا ملک مصر، روم وفارس وہند وسندھ وچین وغیرہ واندلس وغیرہ میں اسلامی جھنڈہ منصب ہوگیا۔ مخالف سے مخالف بھی اس بات کا انکار نہیں کرسکتے۔ تمام زمین اللہ جلالہ کے ذکر سے پر ہوگئی بہ اذان اور تعلیم قرآنی سے تمام شہر وقریہ وپہاڑ وجنگل گونجنے لگے۔ جل جلالہ ایسے پیارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم صادق مصدوق پر جو ایمان نہ لایا وہ دنیا سے آخرت تک ذلیل ورسوا ہوگا اور اسکی آخرت تباہ وغارت ہوگئی اور نار جہنم اسکا ٹھکانہ ہے۔ اورجسنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی پیروی کی اور آپ پر ایمان لایا اور شریعت الٰہی پر عمل کیا۔ اور اپنے جان ومال اللہ ورسول پر قربان کئے اسکی آخرت بہتر ہوگئی اسکے لئے نجات ابدی ہے۔ اور خلد بریں جنت نعیم میں اسکی سکونت ہے اور طرح طرح کے آرام وآسائش اسکے لئے ہیں۔

سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں — آپ کے بعد کوئی عہدہ نبوت ومنصب پر نہیں پہونچ سکتا آپ کی شریعت میں سے ایک حکم کو بھی کوئی رد وبدل نہیں کرسکتا اور کسی حکم کو کوئی منسوخ نہیں کرسکتا۔ جو دعویٰ نبوت آپ کے بعد کرے وہ کافر دجال کذاب لعنتی ابدی جہنمی ہے۔ فرمایا اللہ پاک نے وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔ محمد اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے سلسلہ کو ختم کرنیوالے ہیں۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔ ترمذی وغیرہ رسالت نبوت کا سلسلہ کٹ گیا میرے بعد نہ کوئی رسول آنیوالا ہے نہ نبی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میری مثال اس طرح ہے کہ ایک مکان ہے وہ بالکل مکمل ہوگیا مگر ایک اینٹ کی جگہ باقی ہے فرماتے ہیں وہ اینٹ میں ہوں مکان نبوت پورا ہوچکا اب کسی کو گنجائش نہیں کہ اسمیں داخل ہوسکے۔ یہ مضمون صحیح بخاری صحیح مسلم میں ہے۔

توراۃ کی پیشینگوئی ۔ عمرو بن عاص صحابی سے انکے شاگرد نے کہا توراۃ کتاب موسیٰ علیہ السلام میں جو تعریفیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آئی ہیں۔ بیان کرو۔ اللہ کی قسم کہا کر فرمایا جو تعریفیں قرآن میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وارد ہیں وہ بعض خوبیاں آپ کی توراۃ میں بھی موجود ہیں۔ اللہ پاک توراۃ میں ارشاد فرماتا ہے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم تجھکو دنیا میں بھیجتے ہیں گواہ بناکر (توحید وشریعت کے متعلق) جنت کی خوشخبری سنانیوالا ہے جو تیرا کہنا مانیں تو ڈرانیوالا ہے (آگ جہنم اور غصہ الٰہی سے جو تیرا کہنا نہ مانیں)

(عرب عجم کے) اَن پڑھوں کی تو حفاظت کرنیوالا ہے۔ تو میرا بندہ ہے۔ تو میرا رسول ہے۔ میں نے تیرا نام متوکل رکھا ہے۔ (اللہ پر بھروسا کرنیوالا) نہ تو سخت زبان ہے نہ سخت دل۔ بازاروں میں چیخ چاخ کرنا تیرا شیوہ نہیں۔ نہ تو کسی کی بدی کا بدلہ لیتا ہے جو تیرے ساتھ بدی کرتے ہیں) بلکہ تو معاف اور درگذر کردیگا۔

اللہ پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہرگز قبض نہیں کریگا یہانتک کہ اپنا دین سیدھا کردیگا۔ جس دین کو لوگوں نے ٹیڑھا کردیا ہے۔ یہانتک کہ پکارنے لگیں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (شرک و کفر سے توبہ کرکے لوگ پکے مومن بنجاینگے) بذریعہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آنکھیں اللہ ہی کو دیکھنے لگیں گی۔ کان بہرے سننے لگیں گے جو دل پردہ میں ہیں کھل کر کشادہ ہوجاینگے (صحیح بخاری)

عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کعب احبار جو یہودی سے مسلمان ہوئے تھے اور توراۃ کے عالم تھے اون سے میں نے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریفیں کیا تم نے تورات میں دیکھی ہیں کعب نے جواب دیا میں تورات میں آپ کی تعریفیں یہ پاتا ہوں آپ کا نام محمدؐ رسول اللہ ہے عبداللہ کے بیٹے ہیں۔ مکہ میں پیدا ہوں گے۔ مدینہ طیبہ میں ہجرت کرکے سکونت کرینگے۔ آپ کی سلطنت میں ملک شام ہوگا نہ بیہودہ گو ہیں نہ بازاروں میں چیخ چاخ کرنے والے ہونگے نہ بدی کا بدلہ لینگے بلکہ معاف اور درگذر فرمائینگے۔ آپ کی امت اور پیرو حمادون ہونگے یعنی اللہ کی بکثرت تعریف کرنیوالے۔ الحمد للہ ہر وقت راحت و تکلیف میں اونکا وردزبان ہوگا۔ اللہ اکبر ہر ایک بلند مقام پر پکارتے ہوں گے منہ ہاتھ پیر دھو کر وضو کرینگے (پنجگانہ فرضی نفلی نمازوں کیلئے)

ان کی ازار پجامہ آدھی پنڈلی تک ہونگے۔ نمازیں صف بندی کے ساتھ بجماعت ادا کرینگے جسطرح صف بندی کیساتھ جنگ کرتے ہیں۔ مسجدیں ان کی ذکر اللہ الحمد للہ سبحانہ کے ساتھ گن گناتی ہوں گی۔ جس طرح شہد کی مکھی بھن بھناتی ہیں۔ موذن کی آواز زمین آسمان کے درمیان سنائی دیگی۔ یہ حدیث دارمی شریف میں ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تقریباً تین ہزار برس مقدم ہے سو قرآن کے نزول پر تورات کا نزول تین ہزار برس مقدم ہوا۔ جو تورات میں یہ بشارت گذری حرف بحرف صادق آئی۔ پیارے نبی کا نام اور آپ کا نسب اور آپکی جائے ولادت مکہ و ہجرت مدینہ کیطرف۔ ملک شام میں سلطنت ہونا وصفات کریمانہ و اخلاق عظیم کا منبع اور آپ کی امت کا اللہ پاک کی تعریف کرنا وضو کرنا نمازوں میں صف بندی کرنا مسجدیں ذکر اللہ سے پرہونا۔ موذن کا اذان دینا۔ کلمات طیبہ کے ساتھ کل خبریں صادق آئیں اور ہر ایک کا وقوعہ ہوا۔ جو مانے وہ سعید اور جنتی ہے۔ اور جو نہ مانے وہ شقی اور جہنمی ہے۔ سبحان اللہ ما اعظم شانہ۔

(باقی آئندہ)

قطعہ

(از مولوی عبدالجبار آزاد گونڈوی متعلم رحمانیہ)

وقت آپہنچا ہے مسلم اخواب سے بیدار ہو ... کوششیں کر اپنی تکلیفیں ہٹانے کیلئے
کیا تجھے معلوم ہے۔ افسوس اقوام جہاں ... کر رہے ہیں فکر بد تجھکو مٹانے کیلئے
ہاں مگر تو وہ جماعت ہے جو مٹ سکتی نہیں ... خلق ہے تو تا ابد دنیا بسانے کے لئے
پھنس رہی ہے آج کیوں کشتی تری گرداب میں ... ہاں ذرا ٹھوکر لگا دے پار جانے کے لئے
قلب سے نکلے ہوئے آزاد کے یہ شعر ہیں ... مسلم خوابیدہ دل ترے جگانے کے لئے

اعجاز قرآن مجید

(از مولوی عبدالغفار حسن صاحب عمرپوری رحمانی متعلم رحمانیہ)

×۳×

دلائل اعجاز } یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جسوقت سرورکائنات نورقرآنی کو لیکر ظلمتکدہ عرب میں جلوہ افروز ہوئے اسوقت اہل عرب ملک خطابت وشاعری میں شہنشاہی کے مدعی تھے۔

عربی خطبا اپنی آتش بیانیوں سے بزم عیش ونشاط کو عرصہ کارزار بنادیتے تھے۔ انہی کے چند کلمات کی بناپر قبائل کے قبائل لیس آتشیں سلحہ لیکر میدان حرب میں ھل من مبارز کے فلک شگاف نعرے لگاتے ہوئے اترآتے تھے اورچشم زدن میں خون کی ندیاں بہہ اٹھتی تھیں۔ اسی طرح شعراء عرب اپنے سحرآفریں کلام سے قوموں میں انقلاب پیدا کردیا کرتے تھے۔ انکو اپنی خطابت اور شاعری پر ناز تھا غیرعربوں کو عجم (گونگے) کہا کرتے تھے۔ لیکن جسوقت یہ لایزال نور اپنی تجلیات بکھیرتا ہوا ارض مقدس میں نمودار ہوا تو خرمن خطابت وشاعری پر بجلی کوندگئی اور اہل عرب کے تمام بلند بانگ دعاوی دھرے کے دھرے رہ گئے۔ اور سب نے اس سرمدی صوت کے سامنے سرتسلیم خم کردیا۔ کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ اک چھوٹی سی عبارت بھی مقابلہ میں لاکر قرآنی چیلنج کو منظور کرتا۔ امام رازی دلیل اعجاز قرآن بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ الدلیل علی کون القران معجزاً ان العرب تحدوا الی معارضتہ ولم یأتوا بھا ولو لا عجزھم عنہا لکان محالاً ان یترکوھا ویتعرضوا لشبا الاسنۃ ویقتحموا موارد الموت۔ انتہی۔ قرآن معجزہ اسلئے ہے کہ اسنے تمام اہل عرب کو معارضہ کا چیلنج دیا لیکن وہ اس سے قاصر رہے۔ اگر فی الواقع وہ عاجز نہ تھے تو کیا وجہ ہے کہ انہوں نے نیزوں کا مقابلہ کیا اور موت کی پرخطر راہوں میں گھس گئے لیکن یہ نہ ہوسکا کہ قرآن کی چھوٹی سے چھوٹی سورت کا مثل لاتے۔

اہل عرب جانتے تھے کہ وہ قرآن جسکی فصاحت بےمثل جسکی بلاغت عدیم النظیر جسکا انداز بیان پرشوکت اور طرز کلام پرعظمت الفاظ بھی شستہ اور معانی بھی دلکش۔ استعارات لطیفہ سے پر اور بدائع غریبہ سے لبریز ہے اسکا مقابلہ کرنا قوت بشری سے باہر ہے۔ چند حواس باختہ لوگوں نے قرآن کے مقابلہ میں چند عبارتیں بنائیں اور مقابلہ میں آئے لیکن انکو منہ کی کھانی پڑی اور اپنے مقصد مشئوم میں ناکام رہے۔

قرآن مجید کی صرف ظاہری خوبیاں اسقدر ہیں کہ انکا استقصا قوت بشری سے بالاتر ہے فن بلاغت میں اس بات کی زیادہ اہمیت ہے کہ غیرمانوس اور مبتذل الفاظ نہ لائے جائیں لیکن اگر شعراء عرب کے کلام میں غور وفکر سے کام لیا جائے تو یہ حقیقت منکشف ہوجائیگی کہ کسی سے یہ پابندی نہ ہوسکی اور مجبوراً ان کو غیرمانوس الفاظ استعمال کرنے پڑے۔ مثلاً متنبی کہتا ہے۔ یصیح الحصا فیہا صیاح اللقالق علی ہذا لقالق ایک غیرمانوس لفظ ہے لیکن وہ اسکو بلاتامل استعمال کرگیا۔ شطارہ کا استعمال بازاری لوگ اکثر کیا کرتے ہیں لیکن ابونواس بھی بلا رعایت فن بلاغت کہہ گیا۔ اترک الحبل صحبۃ الشطار۔ مندف سوقیوں کی بول چال ہے لیکن فرزدق کے کلام میں پایا جاتا ہے۔ علی

مسوعات المبیت قطن مندف۔

اینٹ کے معنی میں عرب میں کئی الفاظ بولے جاتے ہیں۔ آجر۔ اجور۔ قرمد۔ قرمید۔ طوب۔ لیکن سب غرابت سے پر ہیں۔ مگر نابغہ ذبیانی بغیر استعمال کے نہ رہا ؎ اودمیۃ فی مرمر مرفوعہ۔ بنیت بآجر یشاد بقرمد۔

اب قرآن کے انداز بیان کو دیکھئے جب اینٹ کے استعمال کی ضرورت ہوئی تو فرمایا فاوقد لی یا ھامان علی الطین۔ وقود علی الطین لطافت کے ساتھ ساتھ جدت بھی لئے ہوئے ہے۔ بہت سے الفاظ زبان پر ثقیل اور فصاحت سے گرے ہوئے ہوتے ہیں قرآن انہی الفاظ کو اس خوش اسلوبی کے ساتھ بیان کرتا ہے کہ وہی الفاظ فصاحت سے پر اور لطافت سے لبریز نظر آتے ہیں۔ قمل کا لفظ قرآن میں بھی آیا ہے اور فرزدق کے شعر میں بھی۔ فرزدق کہتا ہے ؎

من عزہ احتجرت کلیب عندہ ۔۔۔ وزربا کأنھم لدیہ القمل

اب قرآن میں دیکھئے۔ فارسلنا علیھم الطوفان والجراد والقمل والضفادع والدم اٰیٰت مفصلات
فرزدق نے قطع کلام میں لایا ہے اسلئے فصاحت سے گر گیا بخلاف قرآن شریف کے کیونکہ یہاں وسط کلام میں آیا ہے۔ اس آیت میں پانچ لفظ لائے گئے ہیں۔ طوفان۔ جراد۔ قمل۔ ضفادع۔ دم۔ انمیں طوفان۔ جراد۔ دم ہلکے اور خفیف الاستعمال ہیں بخلاف قمل اور ضفادع کے کہ انمیں ثقالت ہے۔ لیکن جب استعمال کی ضرورت ہوئی تو جراد۔ طوفان کو پہلے لایا گیا تاکہ ابتدا میں پہلے الفاظ سے کافی آشنا ہوں اور آخر میں دم رکھا گیا تاکہ خاتمہ بھی حسن وخوبی کیساتھ ہو اور ضفادع وقمل کی ثقالت کی تلافی بھی ہو جائے ارض کا لفظ قرآن میں بہت استعمال کیا گیا ہے اور فصیح بھی۔ لیکن اسکی جمع ارضین واراضی فصاحت سے گری ہوئی ہیں پھر کیونکر ہو سکتا تھا کہ قرآن میں انکا استعمال ہو۔ لیکن جب جمع کی ضرورت محسوس ہوئی تو اس طرح ارشاد ہوا۔ اللہ الذی خلق سبع سموات ومن الارض مثلھن۔ ایک جگہ قرآن میں مذکور ہے کہ "قیامت کے روز تمام اعضار انسانی گواہی دینگے" جنمیں بدکاروں کے اعضار تناسل بھی شامل ہیں۔ یہاں پر اعضار تناسل کا ذکر ضروری بھی ہے اور حیا سوز بھی۔ لیکن قرآن نے اس عقدہ کو کس دلفریب انداز سے حل کر دیا یوم یحشر اعداء اللہ الی النار فھم یوزعون حتی اذا ما جاؤھا شھد علیھم سمعھم وابصارھم وجلودھم۔ جلود سے سارا مقصد حاصل ہو گیا اور تہذیب وشائستگی بھی ہاتھ سے نہ گئی فصاحت وبلاغت کے دائرے میں رہکر ان تمام قیودات کی پابندی کرنا قوت بشری سے خارج اور بالاتر ہے۔

تاثیر اعجاز } واقعات کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو بہت سے دلائل اعجاز آپ پر منکشف ہو جائینگے۔ قرآن ہی کی وہ قوت تاثیر ہے کہ جس سے بڑے بڑے سرکشوں اور معاندین کے دل موم ہو گئے۔ بہت سے اکاسرہ وقیاصرہ کی طرح کبر وتجبر سے چلنے والے قرآن کے دلفریب انداز بیان اور دلکش اسلوب موعظت سے متاثر ہو کر محو حیرت ہوئے۔ حضرت عمرؓ وہی تھے جو زہر آلود شمشیر لیکر غراتے ہوئے سرور کائنات کے قتل کیلئے روانہ ہوئے تھے لیکن انہی قرآنی آیات کی کشش تھی کہ اپنے تمام عزائم مشومہ کو طاق نسیاں میں رکھکر ہمیشہ کیلئے فخر رسل کے تابع ہو گئے۔

عتبہ بن ربیعہ جو کہ عرب میں کہانت جادوگری اور شعر گوئی میں مشہور تھا دربار نبوی میں آکر شرائط صلح پیش کرنے لگا۔ آنحضور اس کے جواب میں سورہ فصلت تلاوت فرمانے لگے۔ عتبہ ابھی چند آیات ہی سن نے پایا تھا کہ حواس باختہ ہو گیا اور آنحضرت کے منہ پر ہاتھ

رکھدیا۔ قرابت کا واسطہ دیکر کہنے لگا بس محمد بس واپس جاکر پندرہ روز تک گھر سے باہر نہ نکلا۔ ابوجہل نے آکر طعنہ دیا بس عتبہ تم پر بھی اسکا جادو چل گیا۔ عتبہ نے جواب میں کہا محمد نے جو کلام پیش کیا نہ وہ جادو تھا اور نہ کہانت تھی اور نہ شعر۔ یہ کلام تو ایسی دلربائی و رعنائی اپنے اندر لئے ہوئے ہے کہ آجتک میں نے کسی کی زبان سے ایسا کلام نہیں سنا۔ نجاشی کے دربار میں جب حضرت جعفرؓ نے سورہ مریم کی تلاوت کی تو اسکی آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔

خود سرور رسل جب قرآن شریف سنتے یا تلاوت فرماتے تو چشم مبارک سے آنسو موتیوں کی لڑیاں بنکر ٹپکنے لگتے اور آپ پر رقت طاری ہوجاتی۔ قرآن ہی وہ کتاب ہے جو مخالف و موافق۔ شاہ و گدا۔ جاہل و عالم سب پر اپنا مقناطیسی اثر کرتی ہے۔ صرف انسان ہی نہیں اگر پہاڑ پر بھی نازل ہوتا تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہوجاتا یہی معنی ہیں اس آیت کے لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرئیتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ۔ ؎

بعم السمیر کتاب اللہ ان لہ	حلاوۃ ھی احلی من جنی الضرب
بہ فنون المعانی قد جمعن فما	تفتر من عجب الا الی عجب
امر و نھی و امثال و موعظۃ	و حکمۃ اودعت فی اشرف الکتب
مواعظ یجتلیھا کل ذی بصر	و روضۃ یجتنیھا کل ذی ادب

تدوین و نسخ قرآن کی مختصر تاریخ

(از مولوی لطیف الدین صاحب لطیف سرودی منشی کامل متعلم رحمانیہ)

تاریخ القرآن ایک نہایت وسیع مضمون ہے جس کے ماتحت ترتیب نزول۔ نظم و تسلسل، قرآنی قصص، ناسخ و منسوخ، اختلاف قرات، اعجاز قرآن، اور تدوین و جمع قرآن سے لازمی طور پر بحث کرنا چاہئے لیکن ایک مختصر مضمون میں ان تمام مباحث کا بالتفصیل تذکرہ کرنا نہایت ہی مشکل امر ہے اسلئے آج ناظرین "محدث" کی زیادتی معلومات کیلئے صرف تدوین و جمع قرآن پر قلم فرسائی کی جارہی ہے۔

فن کتابت صحابہ کرام میں بہت ہی کم پایا جاتا تھا اسلئے ابتدائے اسلام میں عموماً لوگ قرآن مجید کو حفظ یاد کیا کرتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب کبھی کوئی آیت اترا کرتی تھی تو آپ اسکو لکھانے کے علاوہ لوگوں کو حفظ یاد کرایا کرتے تھے صحابہ سے بار بار سنا کرتے تھے اور خود بھی سنایا کرتے تھے۔

مکہ میں حضرت ارقم مخزومیؓ کے گھر کو آپ نے تلاوت خانہ مقرر کیا تھا وہیں تمام صحابہ جمع ہوا کرتے تھے اور آپ کو قرآن مجید سنایا اور آپ سے سیکھا کرتے تھے۔ یہ مکان ابتک مکہ میں موجود ہے لیکن نہایت افسوس کی بات ہے کہ مسلمان ابتک ایسے تذکار تاریخی اثر

کیطرف سے بالکل غافل ہیں۔
اصحاب صفہ (۸۰ نفوس) کو خاص طور پر آپ قرآنی آیات اسلئے یاد کرایا کرتے تھے کہ وہ مدینہ کی گلیوں میں پھر کر دوسرے لوگوں کو قرآن مجید یاد کرائیں۔
مہاجرین میں سے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ۔ اور عبداللہ بن مسعودؓ ابتداہی سے قرآن مجید حفظ کرتے آئے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کو قرآن مجید کے ساتھ اسقدر شغف تھا کہ آپ نے مکہ میں اپنے مکان کے ایک حصہ کو تلاوت قرآن کیلئے مخصوص کردیا تھا۔ عبداللہ بن مسعودؓ کی قرأت آپ کو نہایت پسند تھی۔ آپ نے ان کو خاص اہتمام سے بذات خود قرآن مجید حفظ کرایا تھا۔ مرض الموت کے زمانے میں آپ نے ان سے پورا قرآن مجید پڑھوا کر سنا۔
سالم مولےٰ حذیفہ، ابی بن کعب، اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم اجمعین کو بھی پورا قرآن مجید حفظ تھا خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قرآن مجید سکھایا تھا اور لوگوں کو ان سے قرآن مجید یاد کرنے کی ترغیب دیا کرتے تھے۔
مہاجرین میں سے خلفائے اربعہ کے علاوہ حضرت طلحہ سعد بن وقاص، ابوہریرہ، عبداللہ بن صائب، عبداللہ بن عمرو بن العاص حضرت عائشہ، حفصہ، ام سلمہ اور انصار میں سے عبادہ بن الصامت، ابوحلیمہ، مجمع بن جاریہ، فضالہ بن عبید، مسلمہ بن مخلد، تمیم داری، عقبہ بن عامر اور ابوموسیٰ اشعری جیسے اجلۂ صحابہ قرآن کریم کے حافظ تھے اس کے علاوہ ہر ایک مسلمان قرآن کا ایک معتد بہ حصہ یاد رکھتا تھا یہ ایک ایسا طریقہ تھا جس سے قدرتاً قرآن مجید کی حفاظت کا سامان مہیا ہوگیا تھا اور قرن اول کے بعد بھی ہر ایک زمانہ اور ہر ایک اسلامی ملک میں لاکھوں کی تعداد میں حفاظ قرآن موجود رہے ہیں۔
اہل عرب کی قوت حافظہ اور حدت ذہن میں کون شک کرسکتا ہے وہ اپنے شجرہائے نسب، قومی واقعات اور قصائد کو ایک بار سنکر حفظ کرلیا کرتے تھے قرآن مجید کی حفاظت کا خداوند کریم نے ابتدائے نزول سے ایک بہت بڑا سبب یہ پیدا کردیا تھا کہ اصحاب کرام کی ایک بہت بڑی تعداد قرآن کی حافظ تھی اور ایسا ہونا بھی ضروری تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ کبھی جھوٹ نہیں ہوسکتا تھا۔
انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون ۝ ۹/۱۴ "ہم نے قرآن مجید کو نازل کیا اور ہمیں اسکی حفاظت کرینگے"

کتابت قرآن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں قرآن مجید مکمل طور پر لکھا گیا تھا یا نہیں؟ اس کیلئے قرآن مجید کی ذیل کی آیات قابل غور ہیں۔

۱۔ ذلک الکتاب لا ریب فیہ ۝ ۲/۱ "اس کتاب میں کوئی شک نہیں"
۲۔ اولم یکفھم انا نزلنا علیک القرآن ۝ ۲۹/۵ "کیا ان کیلئے یہ کافی نہیں کہ ہم نے تجھ پر قرآن نازل کیا"
۳۔ رسول من اللہ یتلوا صحفا مطھرۃ فیھا کتب قیمۃ ۝ ۹۸/۲ (سورۂ بینہ)

ان آیات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن مجید آپ کے زمانے میں مکمل و مرتب لکھا جاچکا تھا اور وہ آپ کے زمانے میں کتاب کے نام سے معروف و مشہور تھا۔ اور زیادہ وضاحت کیلئے ابوداؤد کی ایک روایت کے الفاظ ذیل ملاحظہ ہوں:۔
جب کوئی آیت اترتی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم فوراً کسی کاتب وحی کو بلاکر اس کو لکھا دیا کرتے تھے اور یہ بھی بتلا دیا کرتے تھے کہ فلاں جگہ اس کو لکھو۔

حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے واقعہ سے آج کون مسلمان ناواقف ہے آپ اپنی بہن کے یہاں چند قرآن کے لکھے ہوئے اوراق کے پڑھنے سے اسلام لائے تھے۔ اس سے ایک اور بات کی صاف توضیح ہوتی ہے کہ قریش میں سے جو لوگ پڑھے لکھے تھے وہ بھی قرآن مجید کو لکھ لیا کرتے تھے۔ حضرت زید بن ثابت کہتے ہیں:۔ کنا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نؤلف القرآن من الرقاع۔ ہم لوگ آنحضرت کے پاس قرآن مجید کو پرزوں اور ٹکڑوں سے لیکر جمع کرتے تھے۔

حضرت انسؓ سے ایک روایت ہے۔ جمع القرآن علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربعۃ کلہم من الانصار ابی ابن کعب ومعاذ بن جبل وابوزید وزید بن ثابت۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں چار شخصوں نے قرآن مجید کو جمع کیا اور چاروں انصاری تھے ابی بن کعب، معاذ بن جبل، ابوزید اور زید بن ثابت۔

نبی کریم صلعم کے زمانہ میں قرآن مجید رق (چمڑا) کھجور کے پتے اور چھال، ہڈی، شانہ، (لوح) لکڑی، اور سفید پتھر کے ٹکڑوں وغیرہ پر لکھا جاتا تھا رق پر لکھی ہوئی چند آیات ابتک یورپ کی بوڈلین لائبریری میں موجود ہیں جس کا چربہ ہیوز نے اپنی ڈکشنری میں دیا ہے۔ کتابت قرآن کے معاملے میں آپ نہایت ہی اہتمام اور احتیاط سے کام لیتے تھے آپ کی ہمیشہ یہی کوشش ہوا کرتی تھی کہ قرآن مجید کے کاتب ہمیشہ دیانتدار اور باایمان شخص مقرر کئے جائیں۔ مکہ میں کاتبان وحی حضرت ابوبکرؓ عثمانؓ اور حضرت علیؓ وغیرہ تھے۔ مدینہ آکر اس زمرہ میں زبیر بن العوام، ابی بن کعب، حنظلہ الربیع، زید بن ثابت، ابی بن فاطمہ، عبداللہ بن ارقم، شرجیل بن حسنہ، عبداللہ بن رواحہ، امیر معاویہ، خالد بن سعید، اور ریان بن سعید بھی شامل ہوگئے ان کے علاوہ دیگر لوگ بھی قرآن مجید کو اپنے پاس لکھوا کر محفوظ کئے ہوئے تھے ان لوگوں میں معاذ بن جبل، ابوالدرداء، ابو ایوب انصاری، عبادہ بن الصامت، عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عمر کا نام زیادہ مشہور ہے۔

جماعت صحابہ میں اسقدر کاتبوں کے ہوتے ہوئے بھی آپ کی ہمیشہ یہی خواہش رہتی تھی کہ جماعت کتاب میں کسی نہ کسی طرح ہمیشہ زیادتی ہوتی رہے۔ اسرائے بدر میں سے کتابت جاننے والے لوگوں کے فدیہ کا واقعہ آپ لوگوں کو یاد ہوگا۔ آپ نے قیدیوں کے فدیہ میں مال و دولت ملک ومتاع نہیں طلب کیا بلکہ ہرایک کتابت جاننے والے قیدی کا فدیہ صرف یہ مقرر کیا کہ وہ مدینہ کے دس آدمیوں کو لکھنا سکھادے۔ کتابت قرآن میں آپکی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ آپنے حدیث کی کتابت سے عام لوگوں کو منع کر دیا تھا۔ شاید اسلئے کہ کہیں قرآن مجید کے ساتھ غلط ملط نہ ہو جائے۔

خلافت صدیقی اور جمع قرآن | نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اگرچہ قرآن مکمل طور پر لکھا جاچکا تھا لیکن وہ متفرق اور منتشر تھا۔ عموماً قرآن حافظوں کے سینوں میں محفوظ تھا۔ آپ کی وفات کے بعد عہد صدیقی میں جنگ یمامہ واقع ہوئی جس میں بہت سے حفاظ اور قاری شہید ہوگئے۔ حضرت عمرؓ نے جب یہ حالت دیکھی تو آپنے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے اس کا تذکرہ کیا اور کہا کہ اگر اسی طرح اور جنگوں میں بھی حفاظ شہید ہوتے رہے تو قرآن کا ایک بہت بڑا حصہ ہم سے فوت ہو جائے گا اسلئے میری رائے یہ ہے کہ قرآن مجید کو ایک کتابی صورت میں جمع کر دیا جائے۔ حضرت ابوبکرؓ کسی طرح اس بات پر آمادہ نہ ہوتے تھے انہوں نے کہا کہ میں اس کام کے کرنیکی جرأت کیسے کروں جس کو آنحضور نے اپنے زمانے میں نہیں کیا اور نہ کرنیکا حکم دیا لیکن عمر فاروقؓ برابر اپنی بات پر اصرار کرتے رہے جس کا اثر حضرت ابوبکرؓ پر بقول ان کے یہ ہوا کہ خدا نے ان کا سینہ کھول دیا اور بالآخر وہ جمع قرآن پر آمادہ ہوگئے (زیادہ تفصیل کیلئے بخاری کی باب جمع القرآن کی

روایت پیش نظر رکھئے) چنانچہ سلاھ میں حضرت صدیقؓ نے زید بن ثابتؓ، سالم مولے حذیفہ اور کئی ایک آدمیوں کو جمع قرآن پر مقرر کیا زید بن ثابت کو نبی کریم نے خود قرآن مجید سکھایا تھا اور مرض الموت کے زمانے میں ان سے پورا قرآن مجید پڑھوا کر سنا تھا۔ نیز عہد نبوی میں بھی یہ کاتب وحی رہ چکے تھے اسلئے ان کو اس جماعت کا سرغنہ بنایا گیا۔ حضرت عمرؓ نے مسجد نبوی کے سامنے کھڑے ہو کر اعلان کر دیا کہ جس کے پاس قرآن مجید کا جو کچھ حصہ لکھا ہوا محفوظ ہو وہ زید بن ثابتؓ کے پاس لے آئے تاکہ اس کو یکجا جمع کر دیا جائے۔ لوگ برابر چمڑے، کھجور کی پتیاں چھال اور پتھر کے ٹکڑے جن پر قرآن مجید لکھا ہوا تھا لانے لگے۔ جمع کا طریقہ یہ تھا کہ حضرت زید بن ثابت ہر اس قرآن کے حصے پر جس کو لوگ ان کے پاس لاتے تھے قسم اور دو گواہ طلب کرتے تھے جب اس طریقے سے وہ چیز پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی تھی تو آپ اس کو قلمبند کر لیا کرتے تھے صرف لکھے ہوئے کو وہ کافی نہ جانتے تھے حالانکہ زید خود حافظ تھے (فتح الباری جلد ۹ ص۱۲)

سورۂ برأت کی دو آیتیں چونکہ نبی کریم کے مرض الموت کے زمانے میں اتری تھیں جس کے ۹ دن کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا اسلئے وہ سب کے پاس لکھی ہوئی نہ تھیں اور نہ ہی اس کی عام طور پر اشاعت ہوئی تھی لیکن وہ صحابہ جو آپ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے ان سے با خبر تھے۔ حضرت زید بن ثابت نے ان کے لکھنے میں تامل کیا۔ چنانچہ جب حضرت عمر، عثمان، ابی بن کعب اور حارثؓ وغیرہ نے شہادت دی تو آپ نے ان کو سورۂ براۃ کے آخر میں لکھ دیا۔ علامہ حارث محاسبی لکھتے ہیں۔

"قرآن کو خود آنحضور نے اپنی زندگی میں لکھوایا تھا لیکن وہ چمڑوں، تختیوں اور کھجور کے پتوں پر لکھا ہوا متفرق اور منتشر تھا حضرت ابوبکر نے انہیں متفرق اور منتشر صحیفوں کو صحت اور احتیاط کے ساتھ لکھوا کر ایک جگہ جمع کرا دیا اور شیرازہ لگا کر تاگے سے سی دیا تاکہ اس کا کوئی ورق ضائع نہ ہو۔ یہ مجموعہ بلا کسی ایک حرف کے تغیر و تبدل یا کمی و بیشی کے بجنسہ وہی قرآن تھا جس کو نبی صلعم نے لکھوایا تھا۔ اس میں اسقدر احتیاط اور صحت کا لحاظ رکھا گیا تھا کہ کوئی لفظ قرآن کا نہ لکھنے سے رہ گیا اور نہ کوئی بڑھایا گیا اور بلا استثنا اس پر کل امت کا اجماع ہے (دیکھو تاریخ القرآن)

یہ ایک ایسا مسلم امر تھا جس کے تسلیم کرنے کے علاوہ مخالفین اسلام کو بھی کوئی چارہ نہ تھا سر ولیم میور لکھتے ہیں۔

"کوئی جزو یا کوئی فقرہ اور کوئی لفظ ایسا نہیں سنا گیا جس کو جمع کرنیوالوں نے چھوڑ دیا ہو اور نہ کوئی ایسا لفظ یا فقرہ پایا جاتا ہے جو اس مسلم مجموعہ میں داخل کر دیا گیا ہے کیونکہ اگر ایسے الفاظ یا فقرے ہوتے تو ضرور تھا کہ ان کا تذکرہ ان احادیث میں ہوتا جن میں محمد (صلعم) کی چھوٹی چھوٹی باتیں بھی ان کے افعال و اقوال کے متعلق محفوظ رکھی گئی ہیں" (تاریخ القرآن)

یہ مجموعہ قرطاس پر لکھا گیا تھا، خلافت صدیقی میں یہ مصحف حضرت ابوبکر کے پاس رہا آپ کے بعد پھر حضرت عمر کے قبضے میں آیا، حضرت عمر نے چونکہ اپنی زندگی میں اپنا کوئی جانشین نہ بنایا تھا اسلئے آپ کی وفات کے بعد امانۃً آپ کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ کے پاس رکھا رہا۔

(باقی آئندہ)

تدوین حدیث

(از ایڈیٹر)

بسلسلہ محدث ماہ جولائی ۱۹۳۳ء

دوسری صدی ہجری میں تدوین حدیث | ہم اس مضمون کے حصہ اول میں بتا چکے ہیں کہ عہد نبوی ہی سے حدیث کی جزئی کتابت بعض صحابہ کرام ذاتی طور پر کرنے لگے تھے۔ اور یہ سلسلہ رفتہ رفتہ ترقی پذیر ہوتا گیا۔ چنانچہ پہلی صدی ہجری کے اواخر میں بعض حدیث کی کتابیں مدون بھی ہوئیں، گرچہ استداد زمانہ نے انہیں ہم تک پہونچنے کا موقعہ نہ دیا تاہم ان امور پر مفصل روشنی ڈال چکے ہیں۔ آج کی اشاعت میں صرف دوسری صدی ہجری میں تدوین حدیث کی کیفیت ذکر کرنی مقصود ہے۔

چونکہ قرآن مجید حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں جمع ہو چکا تھا پھر حضرت عثمانؓ کے عہد میں اختلاف قرأۃ کا لحاظ کرتے ہوئے اسکے متعدد نسخے تیار ہو کر متعدد ممالک میں بھیجدیئے گئے تھے اسلئے قرآن کیطرف سے اطمینان کلی ہو گیا کہ وہ حدیث کے کسی حصہ میں مخلوط نہیں ہو سکتا۔ لہذا حدیث کی تحصیل و تدوین کیطرف عام طور پر توجہ منعطف کیگئی۔ تابعین عظام نے صحابہ کرام سے احادیث رسول سیکھنے کیلئے اپنی زندگیاں وقف کردیں۔ پھر تبع تابعین نے سلف کے نقش قدم پر چلکر اس علم کی وسعت میں اور کوششیں کیں۔ اگرچہ اسوقت کتابت عام ہو چکی تھی لیکن مطابع کی غیر موجودگی کے باعث طباعت کی مشکلیں بدستور موجود تھیں۔ دوسری صدی کا زمانہ تابعین اور تبع تابعین کا ہے۔ اور یہ وہ زمانہ ہے کہ جس میں ان بزرگان دین نے علم حدیث سے انتہائی شغف کے ساتھ بے شمار کتابیں مدون کیں۔ جن کا احصاء بہت دشوار ہے۔ دوسری صدی کے نصف اول میں نسبتاً کم کتابیں لکھی گئیں۔ کیونکہ خلافت امویہ کے خلاف عام سازشوں نے علما کو بھی پریشان کر رکھا تھا۔ لیکن نصف ثانی میں تو ان صغار تابعین اور تبع تابعین نے بہت زیادہ تدوین کیطرف توجہ کی سینکڑوں حدیث کے مجموعے، مسانید اور مغازی مدون کی گئیں۔

مختلف تاریخ و طبقات اور اسماء الرجال کی کتابوں کی ورق گردانی کے بعد دوسری صدی کے مدونین حدیث میں حسب ذیل بزرگوں کے اسمائے گرامی ملتے ہیں۔ یہ کوئی حصر کی صورت نہیں ہے بلکہ صرف اپنا استقراء و تفحص ہے۔

امام عبدالملک بن جریج بصری متوفی ۱۵۰ھ۔ ابو نصر سعید بن عروبہ متوفی ۱۵۶ھ۔ ربیع بن صبیح متوفی ۱۶۰ھ۔ ابن ابی ذئب متوفی ۱۵۹ھ۔ معمر بن راشد متوفی ۱۵۳ھ۔ سفیان ثوری متوفی ۱۶۱ھ۔ محمد بن معین، عبدالرزاق، ولید بن مسلم اوزاعی متوفی ۱۵۶ھ۔ حماد بن سلمہ متوفی ۱۶۷ھ، روح بن عبادہ، ہشیم متوفی ۱۸۸ھ، جریر بن عبدالحمید متوفی ۱۸۸ھ عبداللہ بن مبارک متوفی ۱۸۱ھ، عبداللہ بن راہب، سفیان بن عیینہ، امام محمد، امام مالک متوفی ۱۷۹ھ، ابوداؤد طیالسی متوفی ۲۰۴ھ وغیرہ وغیرہ[۵۰]

فہرست بالا سے پتہ چلتا ہے کہ تدوین کا کام تابعین کے آخری دور ہی سے نہایت باقاعدہ پوری توجہ و شغف کے ساتھ شروع ہو گیا تھا۔ کیونکہ ہماری پیش کردہ فہرست میں بعض حضرات ایسے ہیں جو صغار تابعین میں تھے۔ یہ بھی واضح رہے کہ ان بزرگوں نے

۵۰ بحوالہ النظر فی الحدیث ۱۲

ایک جگہ جمع ہوکر تدوین کا کام نہیں کیا تھا بلکہ ہر ایک نے اپنی اپنی جائے سکونت مختلف اقطارِ عالم میں ذاتی طور پر جمع حدیث اور اسکی نشر و اشاعت کو ضروری سمجھتے ہوئے تالیف کی تھیں۔ مثلاً مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ، یمن، مصر، شام، خراسان، واسط رے وغیرہ شہروں میں تدوین ہوئی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں جہاں اسلام پہونچا ہوا تھا تمام مقامات میں محدثین کی جماعت پھیلی ہوئی تھی اور جو بھی تابعی یا تبع تابعی انہیں ملجاتے تھے اسے غنیمت سمجھکر برسوں ان سے تحصیل حدیث کرتے رہے۔ حصول حدیث میں دریاؤں۔ جنگلوں دور دراز مقامات کی سیاحتوں۔ دشوار گذار گھاٹیوں۔ فاقوں اور تکلیفوں کی انہیں کچھ پرواہ نہیں ہوتی۔ ہر دور میں پروانہ حدیث کی بیشمار تعداد موجود تھی جنکی جاں نثاریوں اور کوششوں سے حدیث جیسا عظیم الشان علم نہایت حسن و کمال کے ساتھ جمع ہوکر آسودۂ تکمیل ہوتا رہا۔ محدثین کرام کی ان اہم بالشان خدمات کو بیان کرنیکیلئے دفتر کے دفتر چاہئیں۔ اس جگہ اسکی ضرورت بھی نہیں۔ کتب متداولہ ان کوائف سے مفصل طور پر لبریز ہیں۔ ہم بھی آئندہ کسی قسط میں عام معلومات کیلئے اسکو ذکر کرینگے۔

طرز تدوین اوپر کے سطور سے بخوبی معلوم ہوگیا کہ دوسری صدی ہجری میں شروع ہی سے حدیث جیسا ضروری فن شریعت اسلامیہ کا دوسرا رکن کتابوں میں مدون ہونے لگا۔ اور اس صدی کے نصف آخر میں تو بہت زیادہ کتابیں لکھی گئیں۔ اب بتانا یہ ہے کہ اسوقت تک حدیثوں کے جمع کرنیکا طریقہ یعنی طرز تدوین کیا تھا؟ پہلی صدی ہجری کے آخر میں جو زہری متوفی ۱۲۴ھ ابوبکر حزمی متوفی ۱۲۵ھ اور عامر شعبی متوفی ۱۰۴ھ وغیرہ نے جو حدیثیں جمع کیں وہ بغیر کسی باب و عنوان کے ایک طرف سے حدیثیں اپنے اپنے مجموعوں میں لکھوادی تھیں۔ لیکن دوسری صدی ہجری میں جبکہ تدوین میں پہلے سے ترقی ہوگئی تھی طرز تدوین میں بھی نمایاں ترقی ہوئی۔ اگرچہ دوسری صدی میں بھی بعض کتابیں پہلی صدی کیطرح بغیر کسی باب و عنوان کے یعنی فقہی ترتیب کے خلاف مدون ہوئی تھیں۔ مگر عام طور پر دوسری صدی کی تدوین کا یہی طریقہ تھا کہ پہلے عناوین مقرر کردیئے جاتے اور جس عنوان کے ماتحت جتنی احادیث آسکتی تھیں وہ اسمیں لکھدی جاتیں ایک باب جامع الابواب ہوا کرتا تھا۔ یہ ترتیب فقہی تھی۔ لیکن بعض عنوان فقہ سے علیحدہ ہوتے تھے۔ جیسے کتاب العلم، کتاب العقائد کتاب الادب۔ کتاب بدء الخلق، نیز دوسری صدی کی تالیفات میں یہ بھی قابل لحاظ چیز تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کے علاوہ صحابہ کرام کے شرعی قول و فعل بھی داخل کر لیئے گئے۔ موطا میں اسی وجہ سے اقوال صحابہ و آثار تابعین موجود ہیں۔ بعدکو (تیسری صدی میں) جو شرائط صحت محدثین نے ضروری قرار دیئے وہ اسوقت ملحوظ نہ تھے۔ اسی لیئے احادیث ضعیفہ و مرسلہ بھی مندرج ہوگئیں جو بحمداللہ تیسری صدی کے محدثین کی کوششوں سے چھنٹ چھنٹا کر صاف ہوگئیں جنکی تفصیل آئندہ اپنے موقعہ پر کیجائیگی۔

دوسری صدی کے علماء میں ترتیب ابواب کے طور پر سب سے پہلے جمع کرنیوالے حسب ذیل تھے۔ ابن جریج متوفی ۱۵۰ھ، معمر بن راشد متوفی ۱۵۳ھ، سعید بن عروبہ متوفی ۱۵۶ھ، اوزاعی متوفی ۱۵۷ھ، ابن ابی الذئب متوفی ۱۵۹ھ، سفیان ثوری متوفی ۱۶۱ھ، حماد بن سلمہ متوفی ۱۶۷ھ، عبداللہ بن مبارک متوفی ۱۸۱ھ، ہشیم متوفی ۱۸۸ھ، جریر بن عبدالحمید متوفی ۱۸۸ھ، امام مالک متوفی ۱۷۹ھ ابوداؤد طیالسی متوفی ۲۰۴ھ مگر علامہ سیوطی کہتے ہیں کہ عامر شعبی نے ان سے پہلے (پہلی صدی کے آخر میں) ترتیب الواب کے ساتھ کوئی مجموعہ تیار کیا تھا۔ واللہ اعلم۔ دوسری صدی کے وسط سے تدوین کا ایک طریقہ یہ شروع ہوا تھا کہ صرف کسی خاص عنوان پر حدیثیں جمع کی جاتیں۔ جیسے بعد کی کتابوں میں بخاری کی کتاب القرأت طبری کی کتاب التفسیر ہے۔ اس قسم کی سب سے پہلی تالیف جو دوسری صدی میں ہوئی امام ابویوسف متوفی ۱۸۲ھ کی ہے۔ مسانید کی تالیف دوسری صدی کے آخر سے شروع ہوگئی تھی اور تیسری صدی کے ابتدا تک

ابتک ہوتی رہی۔ چنانچہ مسدد، نعیم بن حماد، عبد بن موسیٰ وغیرہ کے مسانید دوسری صدی کے اواخر ہی میں تالیف کئے گئے تھے۔

انجام اب سوال یہ ہے کہ دوسری صدی کی اسقدر کثیر تالیفات بجز چند کے کیا ہوگئیں؟ کیا سبب ہے کہ آج ہمارے سامنے وہ موجود نہیں ان کا انجام کیا ہوا؟

ہم بتا چکے ہیں کہ طباعت کی دشواریوں کیوجہ سے وہ کتابیں بہت دنوں تک یوں ہی کتبخانوں میں بیاض کی صورت میں پڑی رہیں بعض اسی طرح زمانہ گذرتے گذرتے ضائع ہوگئیں اور اکثر تیسری صدی کی کتابوں میں مخلوط ہوگئیں۔ چنانچہ ہمام بن منبہ متوفی ۱۳۲ھ نے حضرت ابوہریرہؓ سے کسب علم کے بعد ایک صحیفہ جمع کیا تھا جسکے کثیر حصہ کو امام مسلمؒ اور دوسرے محدثین نے تصریح کے ساتھ ہم تک پہنچا دیا ہے۔ خلاصۂ کلام یہ کہ اسوقت دوسری صدی کی تالیفات میں سے صرف دو کتابیں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ ایک تو امام مالک کی جمع کردہ مشہور کتاب موطا ہے جو ہر دور میں موجود رہی اور لوگ اس سے منتفع ہوتے رہے۔ دوسری کتاب ابوداؤد طیالسی کا مسند ہے۔ یہ کتاب بھی دوسری صدی کی ہے اگرچہ انکی وفات ۲۰۴ھ میں ہوئی ہے لیکن یہ ظاہر ہے کہ یہ مسند وفات کے چند سال پیشتر کا جمع کردہ ہوگا گویا اسے دوسری صدی کی آخری کتاب کہا جاسکتا ہے۔

مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ انکا مسند انکی وفات سے تقریباً تیس سوسال بعد کو مدون ہوا۔ لیکن مجھے بعد تلاش وجستجو کسی کتاب میں یہ خیال نظر نہ آیا۔ اسلئے میں مولانا کی اس رائے کو تسلیم کرنیکیلئے تیار نہیں۔ کیونکہ یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ جو کتاب جس شخص کے ساتھ صحیح تاریخ کی روشنی میں منسوب ہوگی۔ وہ یقیناً اس کا جامع ہوگا۔ الغرض یہ مسند بھی نایاب تھا لیکن بفضل خدا سلطان العلوم اعلحضرت شہریار دکن کی مشہور علمی سرپرستی کیوجہ سے اب چھپکر شائقین کے ہاتھوں میں حال ہی میں پہونچا ہے۔

موطا میں بتا چکا ہوں کہ یہ کتاب امام مالک متوفی ۱۷۹ھ کی تالیف ہے جو دوسری صدی کے وسط میں لکھی گئی۔ یہ اسلامی تمدن کی اولین کتاب ہے جو آج تک موجود و معروف ہے۔ فقہی مضامین کے لحاظ سے مرتب ہے۔ یہ بھی عجیب بات ہے کہ امام مالک کے دور کے محدثین نے حدیث کی کتابیں مدون کیں جن میں ہر ایک کا نام موطا تھا۔ مگر سب نابود ہوگئیں۔ ۲۰۰ھ کے قبل کی تو کوئی کتاب صفحۂ ہستی پر سوائے موطا کے نہ رہی۔ بعض کتابوں میں روایت ہے کہ امام مالک سے کسی نے عرض کیا کہ ابن ابی ذئب کا موطا آپ کے موطا سے زیادہ جامع ہے آپ کی کتاب کی کون قدر کریگا۔ تو امام نے فرمایا کہ خدا کیلئے جو کتاب لکھی جائیگی وہ ضرور عالم میں باقی رہے گی۔ خدا کی شان ہے کہ آج تک موطا تمام اطراف عالم میں موجود و مشہور رہے۔ اور اکثر جگہ درسیات میں شامل ہے۔ چنانچہ ہندوستان کی مشہور علمی درسگاہ دارالحدیث رحمانیہ کے نصاب میں بھی موطا داخل ہے۔ اکثر علماء صحاح ستہ میں ابن ماجہ کے بجائے موطا کو شمار کرتے ہیں۔ میرا بھی یہی خیال ہے۔ کیونکہ بہ نسبت موطا کے ابن ماجہ میں ضعاف زیادہ ہیں۔ حضرت امام شافعیؒ کا قول ہے۔ ماعلی وجہ اویم الارض بعد کتاب اللہ اصح من موطا۔ (روئے زمین پر کتاب اللہ کے بعد موطا سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں) لیکن یہ واضح رہے کہ یہ قول بخاری ومسلم کی تدوین سے بہت پہلے کا ہے ورنہ اجماع امت ہے کہ دنیا میں قرآن کے بعد بخاری ومسلم سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں۔

یہ شرف صرف موطا ہی کو حاصل ہے کہ خلفائے عباسیہ کے دو بڑے خلیفہ امین و مامون نے بحالت شہزادگی مولف کی خدمت میں جاکر بغیر کسی شاہانہ امتیاز کے خود مولف سے پوری موطا پڑھی۔

آئندہ تیسری صدی ہجری سے سلسلۂ تدوین حدیث پر مفصل روشنی ڈالی جائیگی۔ انشاء اللہ۔ (ایڈیٹر)

نکاح بیوگان

(از مولوی ابوالرشید عبدالرؤف خاں صاحب رحمانی مدرس رحمانیہ)

مذہبی تعلیم کے لحاظ سے بیواؤں کے حق میں پناہ کی جگہ اسلام ہی ہے جو بانگ دہل اعلان کرتا ہے "وانکحوا الایامی منکم" بیوگان کی شادی کر دیا کرو۔ (سورۂ نور پارہ ۱۸)

حدیث شریف میں ہے کہ اے علی تین چیزیں میں تاخیر جائز نہیں ہے۔ جب نماز کا وقت ہو جائے فوراً پڑھی جائے، جب جنازہ حاضر ہو فوراً تیار ہونا چاہئے جب رانڈ اور بیوہ ہو فوراً نکاح کر دینا چاہئے۔ اسکے برخلاف ہندوں کے گرو سوامی دیانند کی تعلیم ہے کہ شریف ذاتوں (برہمن۔ کھتری۔ ویش) میں مکرر شادی نہیں ہوسکتی ہاں شودر قوم میں مکرر شادی ہو جاتی ہے اور اسی وجہ سے اس اچھوت وشودر قوم کو ہندوؤں نے اپنے سے علیحدہ کر رکھا ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ جب مسلمانوں کو اس اعلیٰ تعلیم کے باوجود اس امر پر توجہ نہیں ہے بلکہ کتنے ہی لوگ ہیں جو دوبارہ شادی نکاح کو عیب خیال کر کے بہت قبیح سمجھتے ہیں۔ کاش مسلمان بیوگان کے حال زار پر غور کرتے ان کے ناگفتہ بہ حالات کا مطالعہ کرتے ان کے دردناک حالات پر دو آنسو بہاتے اور ان کے رنجدہ واقعات اور افسوسناک داستانوں کو سنکر اپنی آنکھیں کھولتے۔ حیف صد حیف وہ مسلمان جنکو مذہبی تعلیم حاصل ہے نہ صرف اجازت واباحت ہی ہے بلکہ صاف لفظوں میں حکم فرمایا گیا ہے کہ بیواؤں کا نکاح کر دو مگر ہندوستان کے مسلمان ہندوؤں سے مل جلکر رہنے سہنے سے اس تعلیم کو بھول گئے اور رسمی ومذہبی طور پر ان کی طرح یہ بھی نکاح بیوگان کو سخت عیب اور برا سمجھنے لگے ہمیں کیا خود ہندوں اور آریوں کو ان کے حال زار پر رحم آیا اور خون کے آنسو بالآخر انہوں نے بہلائے حالانکہ ان کو مذہب نہیں سکھاتا پھر بھی خلاف مذہب کرنے پر وہ آمادہ ہیں ۱۹۱۷ء کا ذکر ہے کہ "آریہ گزٹ" نے ایک مضمون لکھا تھا جو اسکے لفظوں میں درج ہے" درحقیقت آج ہندو ودہواؤں (بیوہ) کی حالت نہایت ناگفتہ بہ ہے اور زیادہ قابل افسوس بات یہ ہے کہ انکی تعداد دن بدن بڑہتی چلی جا رہی ہے ۱۸۸۱ء کی مردم شماری میں نو سال تک کی ودہوا بچیاں ۷۳ ہزار ۵سو ۷ دہقیں لیکن ۱۹۱۱ء کی مردم شماری میں نو سال کی ودہوا لڑکیوں کی تعداد ۷۷ ہزار نو سو ۵۸ ہو گئی ہے اور چوبیس سال کی عمر کی ودہوائیں ۱۸۸۱ء میں ۶ لاکھ دس ہزار چار سو ۹۲ تھی لیکن اسی عمر تک کی ۱۹۱۱ء میں سات لاکھ دو ہزار ہوگئیں۔ ۱۸۸۱ء میں کل ہندو ودہواؤں کی تعداد ۲ کروڑ سے بھی بہت کم تھی لیکن ۱۹۱۱ء میں دو کروڑ انیس ہزار ہوگئی ہے اب جبکہ چھ سال اور گذر چکے ہیں اس عرصہ میں تعداد اور بڑھ گئی ہو گی" (آریہ گزٹ ۱۶ اگست ۱۹۱۷ء صہ) چنانچہ اسی قسم کی آہ وفغاں کا یہ اثر ہوا کہ ہندوؤں میں قانون پاس ہو گیا اور صرف اسلامی تعلیم کے مطابق اب ہندوؤں کا بھی دستور العمل ہے۔ مولانا شاہ عبدالعزیز نے رسالہ "نکاح ثانی" میں لکھا ہے" پس الیں بحال ایشاں آنست کہ خود را از زمرہ سادات وشیوخ نہ شمارند بلکہ در زمرۂ راجپوتاں ورانگھڑاں ودیگر کفرۂ فجرۂ ہندوستان داخل نمانید۔ یعنی ایسے مسلمانوں کو جو اس نکاح پر عیب گیر ہیں انکو چاہئے کہ مسلمان اور سید اپنے کو نہ جانیں بلکہ رانگھڑ اور راجپوت دوسرے کافران ہند سے سمجھیں۔ عرصہ ہوا کہ مولانا احمد علی سہارنپوری مرحوم نے جنھوں نے بخاری پر حاشیہ چڑھایا ہے ایک فتوی نکاح ثانی کے بارہ میں لکھا تھا جسکا خلاصہ یہ ہے کہ عورت کے نکاح ثانی کو جو عیب سمجھے وہ کافر ہے اور اس فتوی پر چالیس سے زیادہ عالموں کی مہر اور

دستخط ہیں و بحوالہ تحفۃ الہند صفحہ ۱۱۲ یہ آفت صرف ہند کی ولایت میں ہے ورنہ مکہ معظمہ مدینہ منورہ اور سارے عرب و روم و فارس و ترکستان چین کہیں یہ رسم بد نہیں ہے ان ممالک کے تمام مسلمانوں میں نکاح بیوہ بڑی خوشی سے ہوا کرتا ہے ہماری زبانی نہیں بلکہ ایک ثالث با خبر شاعر خوش بیان کی زبانی سنئے ۔ مثنوی بات یہ ملک ایران میں ہے نہیں مصر اور روم و افغان میں ہے نہ مکہ مدینہ نہ توران میں ہے نہ یہ کربلا میں نہ نعمان میں ہے مگر ہند میں شرکوں کا چلن مسلمان گئے سیکھ با صد محن ہے نہیں حبش میں اور نہ ہی چین میں ہے نہ لداخ طہران و ماچین میں ہے نہ قندھار و کابل کے آئین میں ہے نہیں رسم بد یہ کسی دین میں ہے مسلماں گئے بھول راہ ہدیٰ ہے لگے کرنے کار بد و بد نما ہے یہ مسدس بہت طویل ہے ہم نے بنظر اختصار اتنے پر کفایت کی ہے۔

ہمارے دل کا یہ شبہ کہ خاوند بمنزلہ پرمیشر کے ہے اور پرمیشر ایک ہوتا ہے لہذا خاوند ایک ہونا چاہیئے بالکل غلط ہے خاوند کو پرمیشر قرار دینا ہی صریح غلطی ہے۔ دنیا میں سیکڑوں ہزاروں خاوند و شوہر ہیں تو کیا ہزاروں پرمیشر بھی ہوگئے۔ ظاہر ہے کہ ایسا خیال تار عنکبوت سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔

ہم مسلمانوں کو توجہ دلاتے ہیں کہ انکی اس رسم بد سے دو باتیں ذیل اور دو خرابیاں اٹل پیدا ہو جاتی ہیں ایک تو اس سے یہ لازم آیا کہ جو طریقہ اللہ پاک نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص کیا ہے کہ رسول کریم کی بیبیوں کا بعد ان کے نکاح نہ ہو کیونکہ وہ مسلمانوں کیلئے بجائے ماں کے ہیں ، یہ آپ کیلئے خاص تر ہے بلکہ دوسری بیوگان بھی گویا لوگوں کی مائیں ہوئیں جن سے نکاح کرنا عیب ہے۔ دوسری خرابی اس سے یہ لازم آئی کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت علیؓ کی ان تمام بیٹوں پر جو دوبارہ نکاح میں دیں گئی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیوی اور بہت سی ان صالحہ بیبیوں پر جن کا نکاح ثانی ہوا ان تمام پر عیب لگایا اور بہ سبب ان کے نکاح ثانی کے ان کو قبیح سمجھا اور اپنے نکاح ثانی نہ کرنیکو افضل جانا ہیچ ہے بریں عقل و دانش بباید گریست۔ وہ بیبیاں یہ ہیں۔ بی بی رقیہؓ ان کا پہلا خاوند۔ عتبہ بن ابی لہب دوسرے خاوند حضرت عثمانؓ ۔ حضرت ام کلثوم کا پہلا خاوند عتبہ کا بھائی عتیبہ تھا دوسرے خاوند ان کے حضرت عثمانؓ حالانکہ یہ دونو بی بیاں رسول کریم کی بیٹیاں تھیں اور لخت جگر حضرت فاطمہؓ کی بیٹی جن کا نام بھی ام کلثوم تھا ان کے چار نکاح ہوئے پہلے خاوند ان کے حضرت عمر فاروق تھے اور تین خاوند جعفر طیار کے تینوں بیٹے تھے پہلے عونؓ دوسرے محمدؓ تیسرے عبداللہ۔ علاوہ ازیں اسپر غور کرو کہ سوائے عائشہؓ کے رسول کریم کی تمام بی بیاں وہ تھیں جنکو آپ سے پہلے متعدد نکاح کا اتفاق ہوا۔ مثلاً حضرت خدیجہؓ جو سب میں افضل تھیں ان کے تین نکاح ہوئے اسی طرح حضرت حفصہ حضرت زینب حضرت میمونہ حضرت ام سلمہ حضرت ام حبیبہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنھن کا بھی یہ دوسرا نکاح تھا۔ اسیطرح ام رومان حضرت عائشہؓ کی ماں کا پہلا خاوند عبداللہ بن سنجر اور انکے دوسرے شوہر حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے۔ تفصیل کیلئے احادیث کی شرح ملاحظہ ہوں۔

پس مسلمانو ہم آپ سے ان واقعات کو سامنے رکھکر اور نکاح ثانی نہ کرنیکی صورت میں تمام خرابیاں بتاکر باادب درخواست کرتے ہیں کہ آپ لوگ ایسے نکاحوں کو ضروری سمجھیں اور جہاں کہیں بیوہ عورت ہو آپ کوشش کرکے نکاح کرادیں تو آپ کے نامۂ اعمال میں نیکیاں لکھی جائیں گی۔

وما علینا الا البلاغ

اسلام اور نسلی امتیاز

(از مولوی سید نظیر الحسن صاحب سہسوانی متعلم رحمانیہ)

بنی نوع انسان من حیث انسانیت کے بالکل برابر ہیں۔ قومیت، رنگ و نسل کوئی امتیازی نشان نہیں۔ اگر کوئی تمیز ہوتی بھی تو وہ صرف مذہب سے کیونکہ انسانوں کی تخلیق آدم وحوا علیہما السلام سے ہوئی تو کیا یہ ممکن ہے کہ اسکا ایک لڑکا اونچی ذات سے ہو اور دوسرا نیچی ذات سے ایک کی اولاد دوسرے کے ساتھ نہ بیٹھ سکے ایک دوسرے کے ساتھ کھانا نہ کھا سکے ایک کی شادی دوسرے کے یہاں نہ ہو سکے اسکو عقل سلیم تسلیم کرتی ہے۔ کسی عاقل بالغ کا یہ عقیدہ ہونا اسکی انتہار درجہ کی بیوقوفی کی دلیل ہے مسلمانو! تمنے قرآن پاک کی تعلیم کو بالکل بھلا دیا کیا تمہیں یاد نہیں کہ تمہیں کیا سبق دیا گیا تھا۔ قرآن پاک میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے وجعلنا کم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ ہمنے جو تمکو دنیا میں قبائل در قبائل کر دیا وہ محض پہچان کیلئے (کسی شرافت کی وجہ سے نہیں) تم میں معزز شخص خدا کے نزدیک وہی ہے جو زیادہ متقی ہو اس سے صاف طور سے معلوم ہو گیا کہ دنیاوی شرافت اور رذالت کوئی شئی نہیں ہے بلکہ دراصل شرافت اخروی ہے انسان کو اسی کی کوشش کرنی چاہیئے جاہلیت کے زمانہ میں عرب میں بھی شرافت کا بہت چرچا تھا۔ نبی علیہ السلام کے ہمنشین بلال عمار خبیب وغیرہ تھے چونکہ یہ لوگ غلام تھے اسلئے کفار مکہ حضور کی خدمت کی میں نہیں آتے تھے اور حضور سے درخواست کرتے تھے کہ جب ہم آپ کے پاس آیا کریں تو ان لوگوں کو اپنے پاس سے ہٹا دیا کیجئے بعض دفعہ حضور نے اسوجہ سے کہ شاید یہ لوگ اسلام لے آئیں اپنے دلمیں ایسا کرنیکا خیال کیا ہی تھا کہ فوراً فرمان خداوندی نازل ہوا۔ ولا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداوۃ والعشی یریدون وجھہ ما علیک من حسابھم من شئ ومامن حسابک علیھم من شئ فتطردھم فتکون من الظالمین۔ جو لوگ خدا تعالیٰ کو صبح شام یاد کرتے ہیں تم ان کو اپنے پاس سے مت ہٹاؤ اگر تمنے ایسا کیا تو تم ظالم ہو گے جب خدائے قدوس اپنے پیارے رسول کے متعلق ایسا فرماتا ہے تو کیا تم کو اسکے عذاب کا ڈر نہیں ہم دیگر مذاہب والوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے مذہب کی تبلیغ عورتوں کے ذریعہ سے کر رہے ہیں مگر مسلمانوں کا حال اسکے برخلاف ہے اگر کوئی معزز قوم کا شخص اسلام لائے اور وہ کسی شریف خاندان میں شادی کرنا چاہے تو یہ کسی صورت میں ممکن نہیں بصورت نو مسلم ہی کے ساتھ مخصوص نہیں اگر کوئی نیچ ذات کا شخص کسی شریف خاندان سے مراسم پیدا کرے یہ بھی ممکن نہیں۔ اگر ان شریف حضرات سے انکے اس امر پر کوئی دلیل مانگی جائے تو وہی جواب ملتا ہے جو کفار قریش نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یا امم سابقہ اپنے اپنے انبیاء کو دیا کرتی تھیں بڑے افسوس کا مقام ہے کہ آباؤ واجداد کی اقتدار انکو اتنی محبوب ہے کہ اسپر جان و مال قربان کرنیکو تیار ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتا اور باوجود اس کے دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں حالانکہ سرور کائنات کا فرمان ہے لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔ کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جبتک کہ میں اسکے نزدیک اسکے والدین اور اولاد او تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں لہذا بہتر یہی ہے کہ یہ لوگ آئندہ اپنے کو یا تو مسلمان کہنا چھوڑ دیں یا اپنے اقوال سے رجوع کریں اور خدا سے توبہ کریں اور وہ لوگ جو کہ اپنے کو اہلبیت سے کہتے ہیں اور بڑے فخر سے اپنے کو سید لکھتے ہیں انکے اندر سب سے زیادہ یہ مرض پایا جاتا ہے انکو بھی چاہیئے کہ وہ آئندہ اہلبیت اور سید کے مقدس نام کی ہتک نہ کریں مسلمانو سنو اور غور سے سنو نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ احسن الی جارک تکن مومنا واحب للناس ما تحب

لنفسك تكن مسلماً۔ مومن کی علامت ہے کہ وہ اپنے پڑوسی سے اچھا سلوک [illegible] کی علامت یہی ہے کہ جو اپنے لئے پسند کرے وہی دوسروں کیلئے محبوب رکھے۔ آپ [illegible] محبوب رکھتے ہیں کہ کسی مجلس میں جائیں اور دھتکار کر نکال دئے جائیں اور لوگ ذلت کی نگاہ سے دیکھیں کیا آپ کو یہ پسند ہے کہ آپ کے کسی رشتہ دار کی شادی کا پیغام دیا جائے اور وہ محض اسلئے رد کر دیا جائے کہ نسل میں فرق ہے غور کیجئے کہ اسمیں آپ کی کتنی سخت ذلت ہے آپ اسکو کبھی نہیں برداشت کر سکتے پھر کیا دوسروں کی ذلت کرنا آپ کو گوارا ہے بخدا اگر آپ کے یہی خیالات ہیں تو مسلمان ہونا تو درکنار آپ دائرہ انسانیت ہی سے خارج سمجھے جائیں گے یقین پیدا کرکے آپ ایک مسلم کی ذلت نہیں کر رہے بلکہ حقیقتاً تعلیم اسلام کی ذلت کر رہے (اعاذنا اللہ منہ) کیونکہ نبی علیہ السلام نے اپنے آخری حج کے خطبے میں فرمایا تھا ایک مسلم کی عزت و آبرو اسکی جان و مال تم پر اسیطرح حرام ہیں جسطرح کہ یہ حرمت والا شہر اور حرمت والا مہینہ اور حرمت والا دن ہے اور سنو دوسری حدیث میں آتا ہے کہ خدا کے نزدیک ایک مسلم کی عزت آسمان و زمین کے تباہ و برباد کرنے سے زیادہ وقیع ہے جس چیز کو خدا اور اسکا رسول محبوب رکھے مگر طبقۂ شرفا و امرا اسکو برا سمجھے یہ اسلام دشمنی نہیں تو اور کیا ہے کیا قرآن کی آیت لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ آپ کو غور و خوض کرنیکے لئے ناکافی ہے اللہ کے رسول کا طرز عمل بنو ہاشم و قریش و انصار اور غلاموں کیساتھ یکساں تھا ہر ایک کو اپنے پاس بٹھلاتے اور شفقت و محبت سے گفتگو کرتے تھے بلکہ خود انکے مکانوں پر تشریف لیجاتے اسی طرح امہات المومنین میں سے حضرت زینبؓ کے سوا کوئی بھی بنو ہاشم سے نہیں تھیں بلکہ بعض امہات المومنین قریش سے بھی نہیں تھیں مثلاً حضرت صفیہؓ آپ حیی بن اخطب سردار یہود کی بیٹی تھیں اسی طرح حضرت ماریہ قبطیہؓ قبطی تھیں کیا اسوۂ رسول قابل [illegible] نہیں جسپر خود خدا تعالیٰ عمل کرنیکا حکم دیتا ہے دوسری جگہ فرمایا۔ لا یرحم اللہ من لا یرحم الناس۔ خدا اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اگر تمہیں خدا کی نظر عنایت درکار ہے تو وہ لوگوں سے بہترین سلوک کرنے پر حاصل ہو سکتی ہے۔ بغیر اسکے نہیں۔ نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں جو فصیح و بلیغ لمبا چوڑا خطبہ دیا تھا اسمیں یہ بھی فرمایا تھا لا فخر لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی الا بالتقوی کلکم بنو آدم و آدم من التراب۔ کسی عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں اور نہ کسی عجمی کو عربی پر فضیلت حاصل ہے البتہ ان دونوں میں سے جو شخص بھی زیادہ متقی و پرہیزگار ہوگا (خواہ کسی قبیلہ اور کسی قوم سے ہو) وہی افضل ہوگا تم تمام آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے تھے۔ غالباً اب تو اسپر اور دلائل قائم کرنیکی ضرورت نہ ہوگی اور اگر ہے تو ہمارے پاس کوئی کمی نہیں اب آثار صحابہ لیجیے سرور رسل نے ایک سریہ اسامہ بن زیدؓ کی سرکردگی میں روانہ فرمایا مگر حضور کی بیماری بڑھ گئی اسلئے وہ سریہ واپس آگیا جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے آپنے اس سریہ کو اسامہ بن زید کی سپہ سالاری میں روانہ کیا اسامہ نبی علیہ السلام کے آزاد کردہ غلام زید کے بیٹے تھے اور لشکر میں بڑے بڑے قریش بھی تھے اسلئے چند لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ سے کسی تیری سے سپہ سالار بنانے کو کہا مگر حضرت ابوبکر نے اس سے انکار کر دیا اور فرمایا جو نبی علیہ السلام نے کیا وہی میں بھی کرونگا حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانہ میں حضرت بلال و عمار وغیرہ آتے ہیں دوسری طرف سے ابوسفیان وغیرہ سرداران قریش بھی آتے ہیں دربار خلافت میں اطلاع کرائی جاتی ہے خادم آتا ہے اور حضرت بلال و عمار وغیرہ کو لیجاتا ہے اور ابوسفیان وغیرہ بیٹھے رہجاتے ہیں اسی طرح تمام صحابہ حضرت بلال کو سردار کہکر پکارا کرتے تھے حضرت عمرؓ نے لوگوں کا وظیفہ مقرر کیا اسمیں اسامہ بن زید کا وظیفہ زیادہ مقرر کیا اور اپنے بیٹے کا کم جب ان کے بیٹے نے شکایت کی کہ اسامہ تو مجھسے کسی حیثیت سے بڑھے ہوئے نہیں ہیں مگر آپ نے انکا وظیفہ زیادہ مقرر کیا امیر المومنین حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمر کے بیٹے کو اتنا نہیں چاہتے تھے جتنا کہ اسامہ کو اور اسیطرح کے ہزاروں واقعات ہیں اسلام نے دنیا کو مساوات کا قیمتی سبق دیا ہے اس نے ایک کو دوسرے کا بھائی بنا دیا ہے۔ جسقدر جلد ممکن ہو ان بدترین خیالات کو دماغ سے دور کرو اور متحد ہو کر وہ کام کرو کہ تمام عالم کے دلمیں تمہاری ہیبت و عظمت اسیطرح بیٹھ جائے جسطرح تمہارے اسلاف نے بٹھلائی تھی

وفقنا اللہ وایاکم لما یحب ویرضاہ۔

رجسٹرڈ ایل

نمبر ۳۲۰۴

اللہ نزل احسن الحدیث کتابا

رسالہ محدث دہلی



سرپرست

شیخ عطاء الرحمن صاحب مہتمم دار الحدیث رحمانیہ

نگران اصول

(مولانا) احمد اللہ صاحب

(شیخ الحدیث)

مدیر مسؤل

عبد الحلیم ناظم

(مولوی فاضل)



جید برقی پریس دہلی میں چھپا

فہرست مضامین

مقاصد

(۱) کتاب وسنت کی اشاعت۔

(۲) مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح۔

(۳) دارالحدیث رحمانیہ کے کوائف کی ترجمانی۔

ضوابط

(۱) یہ رسالہ ہر انگریزی مہینہ کے ابتدائی ہفتہ میں شائع ہوا کریگا۔

(۲) یہ رسالہ ان لوگوں کو سال بھر مفت بھیجا جائیگا جو ہر ٹکٹ کا خرچ دفتر میں بھیجدینگے۔

(۳) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا ضروری ہے۔

مینجر رسالہ "محدث" دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

محدث

دہلی

جلد ۱ | ماہ جمادی الثانی ۱۳۵۲ھ مطابق اکتوبر ۱۹۳۳ عیسوی | نمبر ۶

صور بیداری

(از ایڈیٹر)

سنبھل اے قوم! پھر اپنی گذشتہ شان پیدا کر
تو مسلم ہے مسلمانی کی اصلی آن پیدا کر

طلوع صبح اور تو بے خبر خواب تغافل میں
خدارا اٹھ! ترقی کا کوئی سامان پیدا کر

خزینہ تیرے ہاتھ آجائے گا رازِ ترقی کا
فقط سینہ میں پہلے الفتِ قرآن پیدا کر

اگر ہے یاد شرطِ "اطلاع" انتم الاعلون"
تو اپنے دل میں صادق جذبۂ ایمان پیدا کر

مکرر یاد کرلے درس "اوذوا فی سبیلی" کا
نظر میں معنئ ایثار کا عرفان پیدا کر

نہاں ہے شورش پیہم میں لطفِ زندگی غافل!
ابھر کر بحر ہستی میں کوئی طوفان پیدا کر

زمانہ انقلاب آگیں ہے اٹھ! ہنگامہ آرا ہو
جہاں میں اپنی فطرت کی نرالی شان پیدا کر

ترا ہر شعر ہے ناظم صدائے "صورِ بیداری"
تو ان نغموں سے ہر مسلم میں قومی جان پیدا کر

(ناظم صدیقی)

رسالت

(از جناب مولانا احمد اللہ صاحب شیخ الحدیث رحمانیہ)

آپ کی پیشینگوئیاں اللہ کے پیارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے آئندہ کے متعلق جو خبریں دیں تمام اپنے محل پر پوری
ہوئیں اور ہوگی۔ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لَرَادُّکَ اِلٰی مَعَادٍ۔ سورہ قصص پارہ ۲۰۔
بیشک وہ اللہ جس نے مضبوط کر دیا قرآن البتہ پہنچائیگا تجھکو مکہ میں۔ یہ پیشینگوئی آپ کی ٹھیک ٹھیک پوری ہوئی اور
کہ آپ کی حفاظت میں دیدیا گیا۔ جس جگہ سے آپ کا سختی سے اخراج ہوا تھا ۸ھ ہجری میں مکہ فتح ہوگیا اور مشرکین سے چھین لیا
گیا۔ یہ سورہ قصص مکی ہے اسوقت اسکا نزول ہے جسوقت آپ پر مصائب کی بوچھار تھی۔
اللہ پاک نے وعدہ فرمایا تھا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول کرکے بھیجا ہے ان کے ذریعہ سے نور توحید و نور شریعت چمکایا
جائیگا اور ہر ایک مذہب پست ہوجائیگے اور انکی جڑیں کھوکھلی ہوجائیں گی اور دین اسلام ہر ایک پر غالب ہوجائیگا۔ اسیطرح ہوا
تمام روئے زمین میں اسلام پھیلا ہوا ہے اور سارے شہروں بستیوں جنگلوں اور پہاڑوں میں اسلامی اذان اور احکام شرعی گونج رہے
ہیں اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے۔ هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ
وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ سورہ صف پارہ ۲۸۔ اللہ وہی ہے جس نے اپنے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو بھیجا ہدایت اور
دین حق دیکر تاکہ اپنا دین کل مذاہب پر غالب کردیوے اگرچہ شرک (مخالف اسلام) برا جانے۔
اللہ پاک نے اپنی کتاب میں مسلمانوں سے وعدہ کیا تھا کہ اللہ پاک کا وعدہ ہے ایمان والوں کو جو بہتر عمل کرنے والے ہیں
(شریعت کے مطابق) بے شک زمین پر خلافت عنایت کریگا سارے عرب شام مصر ہند سندھ چین یورپ اور اندلس وغیرہ زمین پر
جیسے پہلے لوگوں کو زمین کا نائب بنایا تھا (حضرت سلیمان داؤد علیہما السلام کیطرح) مسلمانو! تمہارے دین کو بھی تمام روئے
زمین پر پھیلا دیگا وہ دین جسکو اللہ نے تمہارے لئے پسند کیا ہے اور جو مشرکین کفار کی بدامنی ہے اسکو امن امان سے بدل دیگا۔
اس شرط پر کہ اللہ کے ساتھ شریک نہ کرنا اور اللہ اکیلے کی عبادت کرتے رہنا۔ جب تک اے مسلمانو! تم درست رہوگے توحید اور عمل
نیک پر اور شرک سے بچتے رہوگے تمام دنیا پر تمہاری سلطنت رہیگی اور اگر اسکے بعد بھی نافرمان ہوجاؤگے تو پھر ایسے لوگ تو فاسق
ہیں یعنی ایسے لوگوں کے ساتھ اللہ کا وعدہ نہیں یہ مضمون سورہ نور پارہ اٹھارہ میں ہے۔ یہ پیشین گوئی بذریعہ قرآنی آیت آپکے
نبی حق ہونے پر حرف حرف صادق آئی مسلمانوں کی سلطنت تمام روئے زمین پر ہوئی ہر ایک مسلم اور غیر مسلم اسکا مقر ہے۔
مشرکین کے ستانے سے جب آپ کو اپنا وطن مالوف بحکم الٰہی ترک کرنا پڑا اور مدینہ تشریف لے گئے لیکن مکہ کی محبت ازحد
تھی اللہ پاک نے آپ کو خبر دی کہ ایک دن آنے والا ہے اے نبی! تم مع مسلمانوں کے بیت اللہ جاؤگے امن امان کے ساتھ عمرہ
کرکے احرام سے حلال ہوگے بعض سر منڈاتے ہوں گے اور بعض بال ترشواتے ہونگے جسکا بیان آیت کریمہ سورہ فتح میں ہے

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ الآیۃ ۔ یہ پیشین گوئی ؁ ہجری میں صادق آئی سال ڈیڑھ سال کے بعد اسکا وقوع ہوا ۔ جل جلالہ ۔

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر محتاجگی کی شکایت کی دوسرے شخص نے آکر ڈاکئوں کی شکایت کی آپ نے ارشاد فرمایا اے عدی کیا تم نے حیرہ جگہ جو (عراق) میں ہے دیکھا ہے۔ کہا دیکھا نہیں۔ لیکن مجھے اسکا حال معلوم ہے آپ نے فرمایا اگر تیری عمر زیادہ ہوئی البتہ تو دیکھ لیگا اکیلے عورت وہاں سے اونٹ پر سفر کریگی اور بیت اللہ آکر طواف کرے گی اکی منزلوں کا راستہ چلکر) کسی سے نہیں ڈریگی سوائے اللہ کے۔ عدی کہتے ہیں میں اپنے دل میں کہہ رہا تھا کہ یہ مفسد جبل طی کے جن لوگوں نے ڈکیتی سے آگ لگا رکھی ہے شہروں لبتیوں میں انکا کیا حال ہوگا ۔

اور اے عدی اگر تیری زندگی لمبی ہوئی (ایک وقت آئیگا) کہ تم فتح کروگے (فارس کو/ان کے خزانے (لاؤگے) میں نے کہا کسریٰ بن ہرمز۔ آپ نے فرمایا (ہاں) کسریٰ بن ہرمز۔ عدی صحابی کہتے ہیں" دونوں پیشینگوئی رسول اللہ کی صادق آئی میں نے دیکھا اکیلی عورت مسافت بعیدہ طے کرکے بیت اللہ آتی تھی سوائے اللہ کے کسیکا ڈر اور کوئی چور مفسد کا خوف نہ تھا ۔

حضرت عمر کی خلافت کے زمانہ میں یہ پیشین گوئی صادق آئی بالکل امن وامان تھا۔ اور میں خود کسریٰ کے مکان وخزانہ کے فتح کرنے میں موجود تھا۔ (صحیح بخاری) یہ ہرایک شخص کو تسلیم کرنا پڑیگا کہ مسلمانوں کی سلطنت وحکومت روم وفارس پر حضرت عمر کے زمانہ میں ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی پوری صادق آئی بلاشبہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی کی جب کسریٰ ہلاک ہوجائیگا۔ اسکے بعد کسریٰ نہیں ہوسکتا۔ اور جسوقت قیصر روم ہلاک ہوجائیگا۔ پھر قیصر نہیں ہوسکتا۔ میں اس ذات کی قسم کھاکر کہتا ہوں جسکے ہاتھ میں محمد کی جان ہے بیشک تم لوگ اے مسلمانو! اون دونوں کا خزانہ اللہ کی راہ میں خرچ کروگے۔ حدیث یوں ہے۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا هَلَكَ كِسْرٰى فَلَا كِسْرٰى بَعْدَهٗ وَاِذَا هَلَكَ قَيْصَرُ فَلَا قَيْصَرَ بَعْدَهٗ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَتُنْفِقُنَّ كُنُوْزَهُمَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (صحیح بخاری) ۔

یہ پیشین گوئی حرف حرف آپ کی صادق آئی۔ کسریٰ وقیصر اوران کے خزانہ کیا ہوگئے۔ مسلمانوں نے صرف کیا بیشک آپ سچے اللہ کے رسول ہیں۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَقْتَتِلَ فِئَتَانِ دَعْوَاهُمَا وَاحِدَةٌ ۔ صحیح بخاری ۔ قیامت قائم نہیں ہوسکتی یہانتک دو جماعتیں آپس میں لڑپڑینگے اور دونوں کا دعوے ایک ہوگا ۔

یعنی دونوں مسلمان ہوں گے حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ کی جنگ کے لئے آپ نے پیشین گوئی کی جو فلسطین میں واقع ہوئی جسمیں ایک جماعت کثیر مسلمانوں کی شہید ہوئی۔ آپ کے انتقال کے تقریباً پچیس برس کے بعد یہ لڑائی واقع ہوئی۔ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امام حسنؓ کو لائے اور منبر پر لیکر چڑھ گئے۔ فرمایا یہ میرا بیٹا سردار ہے اور اللہ پاک اسکے ذریعہ سے دو جماعت مسلمانوں میں صلح کرادیگا ۔ (صحیح بخاری) یہ پیشین گوئی آپ کی حرف بحرف صحیح ہوئی جو عناد حضرت

معاویہ اور حضرت علی کی لڑائی سے مسلمانوں میں ہو بھا حضرت امام حسن کے ذریعے اس میں صلح ہوگئی مسلمانوں کی جماعت پھر منظم ہوگئی۔

ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں تشریف لیگئے اور مجھے باغ کے دروازہ پر پہرہ دار کیطرح مقرر کردیا۔ ایک شخص آئے اذن مانگنے لگے رسول اللہ نے فرمایا اذن دے اور جنت کی خوشخبری اسکو سنادے۔ یکایک دیکھا کہ وہ ابوبکر تھے میں نے اذن دیا وہ باغ کے اندر داخل ہوئے۔ پھر دوسرے شخص آئے جو اجازت طلب کرتے تھے رسول اللہ نے فرمایا اجازت دے اور جنت کی خوشخبری اسکو سنا۔ اچانک دیکھتا ہوں وہ عمر ہیں خوشخبری سنائی بعد اجازت باغ میں داخل ہوکر رسول اللہ کے پاس بیٹھ گئے۔

پھر ایک شخص اور آئے تھوڑی دیر رسول اللہ خاموش رہے پھر فرمایا اسکو آنیکی اجازت دے اور جنت کی خوشخبری سنادے قریب ہے کہ ایک بلوہ مصیبت میں وہ مبتلا ہوگا اچانک دیکھتا ہوں کہ وہ عثمان ہیں حضرت عثمان نے الحمد للہ کہا اور فرمایا واللہ المستعان صحیح بخاری وغیرہ یہ پیشین گوئی حرف بحرف آپ کی صادق آئی۔

حضرت عثمان کے قتل اور شہید ہونے کی خبر دی ٹھیک اور درست ہوئی۔

آپکے انتقال فرمانے کے بعد دو دجال مسلیمہ کذاب اور اسود عنسی ظاہر ہوئے۔ آپ نے پہلے خبر دی تھی کہ یہ نبوت کے مدعی ہوں گے یہ پیشین گوئی صحیح ہوئی حضرت ابوبکر کی خلافت میں انکا فتنہ ہوا دونوں قتل کردئے گئے مسلیمہ کذاب کو وحشی نے قتل کیا اور اسود عنسی کو فیروز دیلمی نے قتل کردیا۔ صحیح بخاری صحیح مسلم وغیرھما میں یہ قصہ موجود ہے۔

آپ نے خبر دی قوم ثقیف سے ایک مبیر یعنی ہلاکو اور ایک کذاب کا ظہور ہوگا ایسا ہی ہوا۔ ہلاکو حجاج بن یوسف ثقفی تھا جو امت رسول اللہ کیلئے ایک فتنہ تھا ایک لاکھ بیس ہزار مسلمانوں کو قتل کرایا اور دوسرا مختار بن عبید جس نے نبوت کا دعوی کیا تھا اسکے فتنے نے بھی زور پکڑا تھا یہ بھی قتل ہوا۔ یہ قصہ بھی کتب صحاح میں موجود ہے۔

یہ پیشین گوئیاں باآواز بلند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی برحق ہونے پر دلیل ہیں جسنے آپ کی تابعداری کی اسکی آخرت بہتر ہوئی جو مخالف ہوا اسکے لئے ہمیشہ ہلاکت وخسران ہے (باقی آئندہ)

اخلاق نبوی اور قرآن کریم

(بسلسلہ ماہ اگست)

(از مولوی عبید اللہ صاحب ٹونکی (مولوی عالم) متعلم رحمانیہ)

آپ جتنی عمیق نظر سے سیرت کا مطالعہ کرینگے اسیقدر یہ حقیقت واضح ہوتی جائیگی کہ جہاں آنحضور کی ذات اقدس علوم وفنون کی منبع ومخزن تھی وہاں عمل کا بھی خزینہ تھی۔ یا جہاں آپ کی تعلیمات قانون کا درجہ رکھتی تھیں وہاں آپ کی ذات ستودہ صفات نفاذ

قانون کی بھی حیثیت رکھتی تھی۔ آپؐ نے اپنی آواز میں علم و عمل کی آمیزش سے وہ بلند آہنگی پیدا کی جس سے سخت سے سخت قلوب بھی پانی پانی ہو گئے۔ چنانچہ آپ کی عملی کیفیت ملاحظہ ہو قرآن نے اوفوا بالعهد ان العهد كان مسئولا کہکر وعدہ خلافی سے باز رہنے کی تعلیم دی۔ اور آپ اس پابندی سے اسپر عمل پیرا ہوئے کہ ایک شخص عبداللہ بن ابی الحمساء کے وعدہ پر تین روز تک آپکو ایک جگہ قیام کرنا پڑا (ابوداؤد) اسی طرح آپ نے مختلف غزوات میں مخالفین سے جو عہد و پیمان کئے تھے انکا بھی ہر حالت میں پاس کر کے مہذب سلطنتوں کے لئے قابل اتباع مثالیں قائم کر دیں۔

(جود و کرم) قرآن شریف نے باب اخلاق میں جود و سخا کو نہ صرف تحسین نظر سے دیکھا بلکہ انسانی فلاح و بہبود کیلئے اسکو واحد ذریعہ قرار دیا۔ ارشاد ہے۔ لن تنالوا البر حتى تنفقوا مما تحبون۔ تم لوگ ہرگز فلاح کو نہیں پہنچ سکتے جبتک کہ اپنی محبوب ترین چیز کو خدا کی راہ میں صرف نہ کر دو۔ اس اسوہ کو بھی ہم آپ کے اندر نمایاں طور پر پاتے ہیں ایک مرتبہ آپ نے حضرت ابوذرؓ سے فرمایا کہ اے ابوذرؓ اگر احد کا پہاڑ میرے لے سونیکا کر دیا جائے تو میں یہ کبھی پسند نہ کرونگا۔ کہ تین راتیں گذر جائیں اور اسمیں سے ایک دینار بھی میرے پاس باقی رہ جائے۔ لیکن ہاں وہ دینار جسکو میں ادائے قرض کیلئے رکھ چھوڑوں (بخاری)

آپ کی یہ عادت تھی کہ نقدی کے آتے ہی اسکو خیرات کرنا شروع کر دیتے تھے جب تک کل خدا کی راہ میں خرچ نہ کر دیتے اطمینان سے نہیں بیٹھتے تھے۔ ایک مرتبہ عصر کی نماز پڑھکر آپ فوراً گھر میں تشریف لیگئے اور پھر فوراً ہی نکل بھی آئے لوگوں کو تعجب ہوا اسپر آپ نے وجہ بتائی کہ گھر میں کچھ سونا رہ گیا تھا گمان ہوا کہ کہیں رات نہ ہو جائے اور وہ گھر ہی میں پڑا رہے اسے خیرات کر دینے کیلئے کہہ آیا ہوں۔ ایک دفعہ آپ صحابہ کرامؓ کے مجمع میں تشریف فرما تھے اتنے میں ایک بدو آیا اور گردن مبارک کی چادر کو زور سے جھٹکا دیکر کہنے لگا کہ اے محمد! یہ مال نہ تیرا ہے اور نہ تیرے باپ کا لا اسمیں سے ایک اونٹ کا بوجھ مجھے دے۔ محسن عالم بجائے اسکے کہ بدو کی اس ناشائستہ حرکت پر برافروختہ ہوتے نہایت نرم دلی اور خندہ پیشانی سے اسکے اونٹ کو جو اور کھجوروں سے لدوا دیتے ہیں (ابوداؤد)

(زہد و صبر) فخر عالم کے صبر و انقار کی یہ کیفیت تھی کہ اکثر گھر میں فاقہ رہتا اور رات کو تو اکثر آپ مع اہل و عیال کے بھوکے سوتے تھے ترمذی میں ہے۔ كان رسول الله يبيت الليالي المتتابعة طاويا هو واهله لا يجدون عشاء دو دو مہینے تک متواتر گھر میں آگ نہیں جلتی تھی۔ اسپر عروہ بن زبیرؓ نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ آخر گذارا کیسے ہوتا تھا تو جواب دیا کہ کبھی کبھی ہمسائے بکری کا دودھ بھیجدیتے تھے ورنہ ہمیشہ پانی اور کھجور پر بسر ہوتی تھی بخاری شریف کی بعض روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ سرور کائنات نے مدنی زندگی میں کبھی دو وقت سیر ہو کر روٹی نہیں کھائی اور اکثر ایسا ہوتا تھا کہ آپ صبح ازواج مطہرات کے پاس تشریف لاتے اور پوچھتے کہ آج کچھ کھانیکو ہے عرض کرتیں کہ نہیں تو آپ فرماتے اچھا میں نے روزہ رکھ لیا (مسند ابن حنبل) صحابہ کرام نے بارہا شہنشاہ دو عالمؐ (فداہ ابی وامی) کے شکم مبارک پر شدت گرسنگی سے پتھر بندھے ہوئے دیکھے۔ باوجودیکہ آپ تاج و تخت کے ساتھ زبردست ملکوتی اور قدسی طاقتوں کے بھی مالک تھے لیکن اسپر بھی نہایت افلاس کی زندگی بسر کی اور ایک بشر ہوتے ہوتے دنیا کے بیجا عیش و تنعم سے باوجود قدرت رکھنے کے کنارہ کشی اختیار کی۔ آپ ہمیشہ سادہ لباس زیب تن فرماتے تھے۔ اور پرہیزگاری کو اصل لباس شمار کرتے تھے شب کو چمڑے کے بستر پر جسمیں کھجور کا چھلکا بھرا ہوتا تھا آرام فرماتے اور کبھی ٹاٹ کے ٹکڑے کو دوہرا کر کے بچھا لیتے تھے۔ متذکرہ صدر واقعات اخلاق کے اس زریں پہلو کا عملی مرقع ہیں جسکا ذکر ذیل کی آیت میں ہے یا ایها الذين امنوا

اصبروا وصابروا ورابطوا۔ واتقوا اللہ لعلکم تفلحون (آل عمران رکوع ۲۰)

(رافت و رحمت) عفو و درگزر کا مادہ آپ کی فطرت ثانیہ تھی اور رحمدلی بھی آپ کی ایک ممتاز صفت تھی ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ طائف میں وعظ کیلئے تشریف لیگئے تو انہوں اور پتھروں کے سیلاب آپ کے استقبال کو آئے راستے کے دونوں طرف لوگ کھڑے تھے اگر کہیں زخموں سے چور ہو کر بیٹھتے تو حق ناشناس دونوں بازو تھام کر اٹھا دیتے۔ محسن دو جہاں جو قدم اٹھاتے اور ساتھ ہی پتھروں اور گالیوں و دشنامیوں کی بارش شروع ہو جاتی۔ ایک جگہ جبکہ صاحب مقام محمود بے ہوش ہو گئے تو حضرت زیدؓ پشت پر اٹھا کر (آہ کتنا دل خراش منظر ہے) آبادی سے باہر لائے۔ جب واپس پھرے تو آقا نے غلام سے چپکے چپکے یہ فرما رہے تھے" زید! میں خدا سے ان لوگوں کا برا کیوں چاہوں۔ اگر یہ نہیں تو ان کی آئندہ نسلیں ضرور خدا پر ایمان لائینگی گویا کہ آپ نے لا اکراہ فی الدین کی عملی تعلیم دی۔

جنگ احد مسلمانوں کے سے ندامت کا نمونہ تھی خواتین قریش نے شہیدان اسلام کے ناک اور کان کاٹ کے ہار بنائے اور ابو سفیان سپہ سالار قریش کی بیوی ہندہ نے حضرت حمزہؓ کا کلیجہ نکالا اور دانتوں سے چبا گئی۔ اسی جنگ میں حضور کے دندان مبارک شہید ہوئے۔ آپکو غار میں گرا دیا گیا جس سے آپ کا چہرہ اور پیشانی مبارک بری طرح زخمی ہوئی۔ اسپر صحابہ کرامؓ نے بد دعا کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا انی لم ابعث لعانا ولکن بعثت داعیا و رحمۃ اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون۔ یہی جواب آپ نے ملک الجبال کے سامنے دیا جبکہ اس نے کہا تھا کہ اے رحمت عالمیان! اگر آپ حکم دیں تو طائف کی ان دونوں پہاڑیوں کو چشم زدن میں ٹکرا کر ان فاحشہ بے سامان کو کیفر کردار تک پہنچا دوں لیکن آپ نے والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس پر عمل کرکے عفو و درگزر کا بے نظیر نمونہ پیش کیا۔

الغرض یہ مقصد پیش نظر کا ایک مختصر ساخاکہ ہے ورنہ اسکی تکمیل کیلئے تو دفاتر چاہئیں۔ سچ ہے ع ہر چند وصفت میکنم در حسن زاں زیبا تری۔ اسلئے اسی پر اکتفا کرتے ہوئے مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ قرآن شریف کو ہمیشہ سامنے رکھیں اور فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ پر عمل پیرا ہو کر اپنی شوکت رفتہ اور عظمت دیرینہ حاصل کریں۔ ہاں اے مسلم ہندی! اسے

عظمت اخلاق وہ عظمت ہے جو فانی نہیں — دل کہاں وہ دل کہ جس میں اسکی تابانی نہیں
بنگیا پیکر اگر تو سیرت و اخلاق کا — سامنے جھک جائیگا تیرے علم آفاق کا

مذہب و سائنس

(از مولوی عبداللطیف صاحب حصاری متعلم رحمانیہ)

حضرات ہر عنوان اپنے معنوں کے لئے ایک تعبیر ہوتا ہے جس سے معنوں کی حقیقت کا انکشاف کلی ہو جاتا ہے میرا عنوان جو دو مختلف لفظوں سے شروع ہوتا ہے جسطرح وہ دونوں لفظ صورت میں باہمی اختلاف رکھتے ہیں اسیطرح اپنے مفہوم اور مسمی میں بھی کافی

تفاوت رکھتے ہیں میری غرض مذہب و سائنس میں نسبت بتلانے سے یہ ہے کہ آج ایک جماعت نے ان دونوں میں امتیاز نہ کرتے ہوئے سائنس کو صداقت مذہب کیواسطے معیار ٹھہرا کر اکثر امور مذہبی کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا ہے اور الحاد و دہریت اختیار کرلی ہے لیکن سائنس کو مذہب کی صداقت کیلئے معیار قرار دینا سراسر جہالت اور نادانی ہے۔ مذہب میں بحث حشر و نشر مبدا و معاد اور دیگر امور سے ہوتی ہے اور یہ وہ اشیا ہیں جو بالکل قوی حاسہ سے غائب اور سائنس کی دست برد سے بالاتر ہیں عقل کی رسائی ان تک امر محال ہے سائنس کا موضوع تو مشاہدات سے تعلق رکھتا ہے پھر کیسے۔ سائنس و عقل کو امور مذہبی کی صداقت کیلئے آلۂ معیار قرار دیا جا سکتا ہے پس جب معلوم ہوا کہ یہ دونوں بلحاظ موضوع متغائر ہیں تو پھر ایک کو دوسرے کیلئے کسوٹی قرار دینا یا ایک کو دوسرے پر دست درازی کا موقع دینا ایسا ہے جیسے کوئی ڈاکٹر حکیم کے مجوزہ نسخہ کو دیکھکر مریض کو کہے کہ یہ اجزائے نسخہ تمہارے لئے سخت مضر ہیں آپ دیکھ سکتے ہیں بھلا ڈاکٹر کو اعتراض کا کیا حق ہے؟ جب دونوں کا طریق علاج علیحدہ تجویز نسخہ جدا گانہ پھر اعتراض کیا معنی رکھتا ہے۔ ہمارے سائنسداں حضرات جو تعلیم مغربی کے دلدادہ ہیں انہوں نے معجزات کا سرے سے انکار کر دیا جنکو ان کی عقل تسلیم کرنے سے قاصر ہے گو انہوں نے دیگر امور مذہبی کا انکار بھی کیا لیکن ہم ایک ہم چیز کو واضح کرنا چاہتے ہیں کیونکہ اسکا انکار کرنا گویا رسول کی رسالت کا انکار ہے قرآن مجید میں حضرت نبی علیہ السلام کے عصا کا سانپ بننا یہ ایک معجزہ ہے۔ فرعون نے جبوقت موسیٰ ؑ کو ساحر قرار دے کر اور دنیا کے جادوگروں کو مقابلہ کیلئے جمع کیا تو انہوں نے مقابلہ میں رسیوں کو سانپ بنایا ادہر موسیٰ ؑ کو حکم ایزدی ہوا کہ آپ عصا پھینکدیں۔ بس عصا پھینکا تو بہت بڑا اژدہا بن گیا اور تمام کو نگل گیا تمام جادوگر بیساختہ پکار اٹھے اٰمنا برب موسیٰ وھٰرون۔ الخ الایۃ۔ اسیطرح حضرت صالح علیہ السلام سے انکی قوم نے ان کی صداقت پر ایک پتھر سے اونٹنی نکالنے کا مطالبہ کیا پیغمبر کی استدعا سے خدا تعالیٰ نے اونٹنی نکالدی لیکن انہوں نے ایفا عہد نہ کیا اور تباہ و برباد ہوگئے یہ چند معجزات ہیں نے بطور مشتے نمونہ از خرواری ذکر کر دئیے ہیں گو قرآن مجید میں بیشمار معجزات ہیں جنپر ہمارا پورا اعتقاد اور ایمان ہے کہ یہ چیزیں برحق ہیں لیکن حامیان سائنس نے انکا بالکل انکار کر دیا کہ عقل اسکو تسلیم نہیں کرتی کہ لاٹھی سانپ بن جاوے اور پتھر سے اونٹنی نکل آوے گویا انہوں نے صاف قرآن کی تکذیب و انکار کیا یہ مسلمہ بات سمجھ رکھیں کہ سائنس کا موضوع دیگر اور موضوع مذہب دیگر ہے اسی بناپر انکار کرنا محض دہوکہ دہی ہے اور اگر ان اعتراضات کو تھوڑی دیر کیلئے صحیح مان لیا جائے۔ کہ لکڑی کا سانپ اور پتھر سے اونٹنی کا نکلنا ایک امر محال ہے تو کیا انہوں نے مشاہدہ نہیں کیا کہ اربعہ عناصر میں انقلاب آتا ہے جس سے پانی ہوا بن جاتا ہے اور یہی بخارات ہوائیہ بادل بنکر برستے ہیں اور لوہار کی بند بھٹی میں اندر ہوا دی جائے تو یہ ہوا آگ بن جاتی ہے یہ وہ چیزیں ہیں جنکو دنیا کے فلاسفروں نے تسلیم کرلیا ہے تو کیا وہ ہستی جس نے ایک عنصر کی حقیقت کو بدلکر دوسرا عنصر بنا دیا وہ قادر نہیں کہ لکڑی کا سانپ بنا دے اور پتھر سے اونٹنی نکالدے بلاشبہ اسکی شان ہے یخرج الحی من المیت و یخرج المیت من الحی۔ نیز اگر عقل پر دار و مدار رکھا جاوے تو عقل کب تسلیم کرتی تھی کہ ایک ہی سمندر میں میٹھا اور کھارا پانی باہم چلیں اور ایکدوسرے سے ملنے نہ پاویں لیکن آج امریکہ وغیرہ کیطرف مشاہدہ سے معلوم ہوگیا ہے کہ ایسے چشمے اور سمندر موجود ہیں جہاں عقل انسانی بالکل ناقص ہے جو دن بدن کمال حاصل کر رہی ہے کل جو چیز محال نظر آتی تھی آج تجربے نے بالکل ممکن ثابت کر دی حقیقت میں مذہب اور عقل کی نسبت راکب اور مرکوب کی ہے مذہب راکب اور عقل مرکوب ہے پھر مرکوب جو ایک ارذل چیز ہے کیسے راکب پر زبانی طعن و تشنیع

دراز کر سکتی ہے۔

مسئلہ معجزات میں ہمارے علمائے اسلام نے بھی غیر مذاہب کے جواب دینے میں ٹھوکریں کھائیں اور انہوں نے جملہ آیات قرآنیہ کی تاویل کر ڈالی لیکن اگر یہ معلوم کر لیا جائے کہ سائنس ابھی بہت ناقص ہے وہ کسی چیز مذہبی پر جھٹ پٹ اعتراض نہیں کر سکتی جبتک وہ درجہ تکمیل کو نہ پہنچ جاوے اور یہ واضح رہے کہ جوں جوں سائنس ترقی کرتی جائیگی اسیقدر اس کا تطابق مذہبی امور سے بڑھتا جائے گا۔

اسلامی عبادات کی چند خصوصیات

(از مولوی محمد ابو الخیر صاحب پرتاب گڈھی متعلم جماعت ثانیہ رحمانیہ)

ہر شخص کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے حقیقی معبود اور اصلی محسن کو پہچانے اور ایسے کام کرے جسکی وجہ سے اس سے قرب حاصل ہو وہ کونسا طریقہ ہے جس کی وجہ سے انسان اپنے مالک کو پہچان سکتا ہے اور وہ کونسا پہلو ہے جسکو اختیار کرنے سے خدا راضی ہو سکتا ہے؟ دیگر مذاہب اور ملل نے بھی اس سوال کا جواب دیا ہے اور پرستش خالق کے مختلف اصول مقرر کئے ہیں لیکن مذہب اسلام نے عبادت کے طریقے کیا مقرر کئے ہیں وہ آج ہمیں بتانا ہے یہ امر مسلم ہے کہ دنیا صفائی کو محبوب رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو شخص گندگی سے محترز نہیں رہتا اسکو ہر کہ ومہ ذلیل سمجھتا ہے اور حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے اسکے برعکس کوئی آدمی غریب ہی کیوں نہ ہو اگر پاک وصاف رہتا ہے تو اس سے ہر شخص نہایت عمدہ طریقہ سے ملتا ہے صفائی سے صحت کو جو فوائد پہنچتے ہیں آج ان سے کون واقف نہیں اسی سبب سے اسلام نے ہر نماز کیلئے وضو لازمی قرار دیا پاکیزہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ بھی محبوب رکھتا ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے یحب المتطھرین۔ یعنی پاکیزہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ محبوب سمجھتا ہے۔ اسلام نے بتایا کہ اگر کوئی شخص محتلم ہو اور مجامعت کرے تو اسکو غسل کرنا چاہئے بغیر غسل کے اسکو عبادت کرنا ممنوع ہے غیر جنبی لوگوں کیلئے ہفتہ میں کم سے کم ایک دفعہ غسل کرنا واجب قرار دیا ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے الغسل یوم الجمعۃ واجبٌ۔ عبادت کے سلسلے میں اس نے ہر انسان کے لئے دربار خداوندی میں ہر روز پانچ دفعہ حاضر ہونا لازمی قرار دیا نماز کیلئے وضو کو جن مصالح کی بنا پر ضروری قرار دیا گیا ہے اسکا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے اس کے علاوہ وضو میں ایک یہ بھی حکمت ہے کہ دنیاوی کاروبار میں مشغول رہنے کی وجہ سے انسان کے اعضا گرد آلود ہو جاتے ہیں اسلئے ان کو صاف وشفاف کرنیکے لئے وضو سے بہتر اور کوئی طریقہ نہیں ہو سکتا تھا۔

آج یورپ نے ہر انسان کیلئے ورزش کو ضروری قرار دیا ہے لیکن ہمارے مذہب اسلام نے ایسے عبادت کے اصول مقرر کئے ہیں جن کی وجہ سے علیحدہ مستقل طور پر ورزش کرنیکی ضرورت نہیں۔ یہ مانی ہوئی بات ہے کہ آج تک اس قوم نے ترقی نہیں کی جس نے اپنے اندر اتحاد و اتفاق نہیں پیدا کیا وہ قوم منہ زور فنا ہو گئی جس میں تشتت اور تفرقہ پیدا ہو گئی مثلاً عربوں کو دیکھئے قبل از اسلام یہ لوگ خانہ جنگیوں کی وجہ سے نہایت وحشیانہ زندگی بسر کر رہے تھے مختلف قبائل میں مدتوں سے آپس میں لڑائی چلی آرہی تھی لیکن

جسوقت اسلام آیا ان تمام خانہ جنگیوں اور کینہ پروریوں کو مٹا کر لوگوں کو واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا کی پاکیزہ تعلیم دی۔ اسلام اس دعوت اتحاد و اتفاق میں جن طریقوں سے کامیاب ہوا ان کو غور سے سنئے۔

لوگوں کو دن میں مختلف وقتوں میں ایک مرکز پر جمع کرنے کیلئے اس نے پانچ وقت اذان دینے کا حکم دیا اس ضمن میں ان کلمات پر بھی غور کیجئے جن کے ذریعہ مسلمانوں کو بلایا جاتا ہے اور ان کا مقابلہ دوسرے ادیان والوں کے طریق دعوت سے کیجئے ان مذاہب میں سے کسی مذہب میں تو باجے سے بلایا جاتا ہے جو ایک لہو لعب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا لیکن اسلام ایسے طریقوں کا ابتدا ہی سے دشمن ہے چہ جائیکہ وہ اس سے نماز کی طرف لوگوں کو بلائے جس کا اولین مقصد ہی منکرات و فواحش کو مٹانا ہے چنانچہ ارشاد ہے الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر " یعنی نماز ہر اس کام سے جو کہ انسان کو بری چیز کی طرف مائل کرتا ہے روکتی ہے اذان کے کلمات میں سے پہلے کلمے پر غور کیجئے تم ہوتا ہے سب سے پہلے کہو اللہ اکبر اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے خدا کی جلالت شان کے اظہار کا طریقہ اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے دنیا میں جتنے نبی مبعوث ہوئے سب کا اولین مقصد یہی تھا کہ وہ جا کر اقوام دنیا کو بتائیں کہ اگر کوئی ذات پوجا اور پرستش کے لائق ہے تو صرف وہ وحدہ لا شریک ہے قرآن نے اس مضمون کو اور زیادہ صراحت کیسا تھ بیان کیا چنانچہ فرمایا الٰھکم الٰہ واحد دوسری جگہ فرماتا ہے لو کان فیھما اٰلھۃ الا اللہ لفسدتا اسلام میں توحید پر اسقدر زور دیا گیا ہے کہ بغیر توحید کے انسان کے تمام اعمال بیکار ہیں۔ کیا کوئی مذہب اس بات کا دعویٰ کر سکتا ہے کہ اس کی عبادت میں اسقدر وحدانیت پر زور دیا گیا ہو۔ اذان کا پانچواں کلمہ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ ہے پھر اسکے بعد اشھد ان محمدا رسول اللہ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اس کلمہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ ہم اس نبی کی امت میں ہو کر عبادت کرتے ہیں جو دنیا کی سب سے اعظم ترین ہستی تھی نہ صرف مسلمان بلکہ دیگر اقوام نے بھی آپ کو ساری دنیا سے بڑھکر تسلیم کیا ہے اذان کا نواں کلمہ حیّ علی الصلوٰۃ ہے جس سے لوگوں کو ایک ایسی چیز کی طرف دعوت دیجاتی ہے جو مانع فواحش اور منکرات ہے اسکے بعد حیّ علی الفلاح یعنی لوگو فلاح اور نجات کی طرف آؤ تمہاری نجات اگر ہو سکتی ہے تو صرف اسی نماز سے ہو سکتی ہے فلاح اور نجات کا دروازہ کھلا ہوا ہے آ کر اپنے عصیان و نافرمانی کی معافی مانگو اور انعامات خداوندی کا شکریہ بجالاؤ آخر میں پھر اللہ اکبر کی تکرار کی جاتی ہے جس سے وحدانیت کا اظہار اہتمام مقصود ہے اسلام کی عبادت کے اوقات تمام تر فوائد سے مملو ہیں۔ سب سے پہلے فجر کی نماز کو لیجئے۔ انسان جب رات بھر خواب غفلت میں مدہوش پڑا رہتا ہے تو اسکے تمام اعضاء سست پڑ جاتے ہیں اسلئے اس سستی اور کاہلی کو دور کرنے کیلئے نماز فجر کو فرض کیا گیا اس کے علاوہ خود حکماء کا قول ہے کہ جو شخص طلوع سورج تک نیند سے ہم آغوش رہتا ہے اسکے دماغ کو سخت نقصان پہونچتا ہے اور اس کی صحت بالکل خراب ہو جاتی ہے اسکے بعد ظہر پر ایک نظر ڈالئے انسان جب دنیاوی کاموں سے فراغت پانے کے بعد کھانا کھاتا ہے اور پھر قیلولہ کرتا ہے تو پھر صبح کی طرح سستی اور مردنی تمام بدن پر چھا جاتی ہے بس اسوقت پھر ضرورت ہوتی ہے کہ اعضاء کو درست کیا جائے چنانچہ اس غرض کیلئے ظہر کی نماز مقرر کی گئی اسی طرح عصر مغرب اور عشاء کے وقت نماز اور وضو سے جو فرحت اور تر و تازگی پیدا ہوتی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔

یہ تو پنجوقتہ نماز کی حالت تھی لیکن ان کے علاوہ اسلام نے ایک ہفتہ واری نماز بھی فرض کی ہے جس میں حکم دیا گیا ہے

کہ سب لوگ یکجا جمع ہوکر نماز پڑھیں اتفاق کی اس سے بہتر اور کیا صورت ہوسکتی ہے۔ اب ادائیگی نماز کی صورت دیکھئے اور اس کا دیگر مذاہب سے مقابلہ کیجئے۔ رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں لا صلوٰۃ الا بحضور القلب یعنی نماز بغیر حضور قلب کے ممکن نہیں خشوع اور خضوع کو مقدم ملحوظ رکھا جاتا ہے کہ نماز میں دیکھنے کی اجازت نہیں دی جاتی کیونکہ حالت نماز میں بندہ اپنے رب سے سرگوشیاں کرتا ہے اسی لئے کہا گیا ہے۔ الصلوٰۃ معراج المومنین نماز میں صف بندی اور جماعت کو لازمی قرار دیکر مساوات کا عملی نمونہ پیش کردیا ہے جس کا جواب دوسرے مذاہب میں ملنا ناممکن ہے۔

بعد لوگوں کو سال بھر میں دو دفعہ عیدین کے موقع پر جمع ہوجانے کی تعلیم پر ایک ایسا اتحادانہ اصول پیش کیا ہے جس کی تہ تک اگر مسلمان پہونچ جائیں تو اب بھی وہ دنیا میں ایک انقلاب عظیم پیدا کرسکتے ہیں۔ اسلام نے نماز کو کھڑے ہوکر پڑھنے کی تعلیم دی ہے لیکن اگر کھڑے ہوکر پڑھنے کی طاقت نہیں تو بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں اگر اس طرح بھی نہیں ادا کرسکتے تو صرف اشارے سے چنانچہ خود خداوند قدوس کہتا ہے لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا۔ اسلام کی یہ سب سے بڑی عبادت تھی جس کا ادا کرنا ہر فرد بشر پر ضروری تھا اس کے علاوہ ایک دوسری عبادت بھی ہے جسکو حج کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے اس میں تمام دنیا کے لوگ ایک جگہ جمع ہوجاتے ہیں اور آپس میں تبادلہ خیالات کرکے ایک دوسرے کے دکھ سکھ پر واقفیت حاصل کرتے ہیں یہ عبادت انہیں لوگوں کیلئے ضروری ہے جو مالدار ہوں غریبوں پر فرض نہیں۔ اسلام کی ایک تیسری عبادت روزہ ہے اطباء کہتے ہیں کہ قیام صحت کیلئے قلت طعام کا لحاظ رکھنا چاہئے۔ غور کیجئے کہ اسلام نے سال بھر میں ایک مہینہ روزہ فرض کرکے ہم پر کتنا بڑا احسان کیا ہے۔ اوائل اسلام میں ایک زبردست حکیم نے اسلئے عرب میں آتا ہے کہ وہ صحابہ کرام کی خدمت کرے لیکن عرصہ تک قیام کرنیکے بعد بھی اس کے پاس کوئی مریض نہیں آتا۔ اور ان کو اسکی ضرورت ہی کیا تھی قلت طعام ہی ان کے تمام مرضوں کو کافور کردیتی تھی۔ اسلام کی چوتھی عبادت زکوٰۃ ہے یہ بھی صرف مالداروں پر فرض ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ امراء اور رؤسا کے مال سے غرباء کی جماعت بھی متمتع ہوسکے۔

الغرض اسلامی عبادت میں آپ جس قدر غور کرینگے آپ کو ان میں محاسن و فوائد کا ایک ایسا سلسلہ بے پایاں نظر آئے گا جو دنیا کے کسی مذہب میں نہیں مل سکتا۔ فقط

اطاعت والدین

(از مولوی محمد داؤد مالدہی متعلم رحمانیہ بجماعت ثالثہ)

اسلام نے دنیا میں معاشرتی تعلقات کیلئے بہت کچھ قوانین ذکر کئے ہیں جو مسلمانوں کیلئے انکی زندگی کے ہر پہلو کو روشن کرتے ہیں انہیں میں رشتہ داروں کے ساتھ اچھے سلوک و برتاؤ اور والدین نیز عام مسلمانوں کے ساتھ عمدہ زندگی بسر کرنیکے طریقے بھی داخل ہیں جن کا بیان کرنا ان چند اوراق میں ناممکن ہے لہذا ہم صرف ایک پہلو کو اختیار کرتے ہیں جو والدین کی اطاعت و فرمانبرداری متعلق ہے۔ ناظرین کرام ہمکو دیکھنا چاہئے کہ قرآن کریم و احادیث نبویہ نے والدین کا کیا رتبہ رکھا ہے اور کتنی تاکید فرمائی ہے چنا

کلام اللہ میں ارشاد ہوتا ہے وقضی ربك الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا اما یبلغن عندك الکبر احدھما او کلٰھما فلا تقل لھما اف ولا تنھرھما وقل لھما قولا کریما واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ وقل رب ارحمھما کما ربینی صغیرا۔ ترجمہ اللہ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اسکے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ سے نیک برتاؤ رکھو۔ اگر تمہارے سامنے کوئی ان میں سے یا دونوں ہی بڑھاپے کو پہونچیں تو اف بھی نہ کہو اور نہ ان کو جھڑکو۔ اور انکے سامنے عزت کے الفاظ بولو انکے آگے اپنے بازوؤں کو نرمی کے ساتھ محبت سے جھکائے رکھو اور اللہ سے دعا کرو اے رب العالمین میرے ماں باپ پر رحم و مہربانی فرما جیسا کہ انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنی عبادت کا حکم کرتا ہے یعنی غیروں کی پرستش سے منع فرماتا ہے اور اپنی عبادت کے بعد ساتھ ہی ساتھ والدین کی خدمت اور ان کے ساتھ اچھی طرح پیش آنے کی تعلیم دیتا ہے حتیٰ کہ ان سے کوئی بات کہنی ہو تو نہایت نرمی سے کہو۔ اور اگر کچھ کہیں تو ان کے سامنے اف بھی مت کرو۔ اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اللہ کی عبادت کے بعد والدین کی خدمت ہم پر فرض ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ماں کی نافرمانی مت کرو (حدیث) ان اللہ حرم علیکم حقوق الامھات تحقیق اللہ نے تمپر ماں کی نافرمانی حرام کی ہے (بخاری و مسلم) آپ کا فرمان ہے کسی کے والدین کو گالی مت دو کیونکہ انہیں گالی دینا اپنے والدین کو گالی دینا ہے (حدیث) قال من الکبائر شتم الرجل والدیہ قالوا یا رسول اللہ ھل یسب الرجل والدیہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسب ابا الرجل فیسب اباہ ویسب امہ فیسب امہ (الحدیث) آنحضرت نے فرمایا ہے کہ اپنے والدین کو گالی مت دو اپنے والدین کو گالی دینا بڑا گناہ ہے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کون اپنے والدین کو گالی دیتا ہے حضرت نے فرمایا ہاں جو دوسرے کے والدین کو گالی دیگا وہ دوسرا اس کے والدین کو گالی دیگا تو یہ گالی اپنے والدین کو دی (بخاری و مسلم) سرور کائنات کا فرمان ہے کہ تم اپنے والدین کو خوش رکھو کیونکہ انکی خوشنودی اللہ کی خوشنودی ہے حدیث قال رضی الرب فی رضی الوالدین (ترمذی) اور آپ فرماتے ہیں کہ والدین کو ناراض نہ کرو کیونکہ انکی ناراضی اللہ کی ناراضی کا سبب ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخط الرب فی سخط الوالدین الخ آپ فرماتے ہیں ماں یا خالہ (ماں کی بہن) کے ساتھ اچھا سلوک کرنا گناہ کا کفارہ ہے۔ حدیث ان رجلا اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ انی اجنبت جنبا عظیما فھل لی من توبۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھل لك من ام قال لا قال وھل لك من خالۃ قال نعم قال فبرھا الخ ایک شخص نے نبی کریمؐ کے پاس آکر عرض کیا کہ میں نے ایک بڑا گناہ کیا ہے کیا اسکے لئے توبہ ہے آپ نے فرمایا تیری ماں موجود ہے اسنے کہا نہیں آپنے فرمایا تیری خالہ ہے کہا ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی خالہ کیساتھ سلوک کر اپنی خالہ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا تیرے گناہ کا کفارہ ہے (ترمذی)۔ سعد سے مروی ہے اسنے کہا ہملوگ حضرت کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اچانک بنی سلمہ میں سے ایک شخص نے دربار نبوی میں آکر عرض کیا یا رسول اللہ والدین کے مرجانے کے بعد کیا انکے ساتھ سلوک کرنا پھر باقی رہتا ہے تو آپنے فرمایا ہاں انکے لئے استغفار کرنا ان کے ساتھ سلوک کرنا ہے اور آپنے فرمایا ان کے عہد کو نہ توڑنا اور ان کے دوستوں کے ساتھ نیک برتاؤ کرنا ہے ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ والدین اور انکے

احباب کے ساتھ اچھے برتاؤ و سلوک کرنا باعث جنت اور دوزخ سے بچاتا ہے۔ مسلمانو! ہمکو چاہیئے کہ جہانتک ہوسکے اپنے والدین کی فرمانبرداری کیلئے ہمہ تن تیار رہیں اور انہیں کسی قسم کی تکلیف حتی الامکان نہ ہونے دیں آج کل مسلمانوں میں اس فرمان خداوندی و فرمان رسول پر عمل متروک ہوا جا رہا ہے اور لئے جائے۔ گھر میں جنگ و جدال کا ایک بازار گرم ہے کیا ہمیں معلوم نہیں ہے کہ آنحضرت کی رضاعی ماں حضرت کے پاس آتی ہیں تو آپ ان کے لئے چادر مبارک بچھا دیتے ہیں۔ صحابہ کرام آپ کا یہ سلوک دیکھکر متعجب و متحیر رہتے ہیں۔ اس سے جب سلوک رضاعی ماں کیساتھ تھا تو حقیقی ماں کے ساتھ کتنا ہو سکتا ہے۔ لہذا ہمیں چاہیئے کہ ہم بھی اپنے والدین کے ساتھ نیک برتاؤ اور کامل تعظیم و تکریم سے پیش آئیں۔

محاسن اسلام

(از مولوی لطیف الدین صاحب لطیف بردوی، منشی کامل متعلم رحمانیہ)

جمعیۃ الطلبہ کے گزشتہ شاندار انعامی جلسہ میں اردو تقریروں میں یہ تقریر سب سے بہتر قرار دی گئی تھی چنانچہ مقرر کو اول درجہ کا انعام ایک قیمتی فونٹین پن اور ایک چاندی کا قلم ملا تھا۔ ہم ناظرین محدث کی دلچسپی و معلومات کیلئے پوری تقریر دو قسطوں میں شائع کریں گے پہلی قسط حسب ذیل ہے۔ (ایڈیٹر)

معزز حضرات! اصول اسلام میں وہ بہترین محاسن پائے جاتے ہیں جن کا دیگر اقوام عالم میں ڈھونڈھنا بیکار ہے یہی وجہ ہے کہ آج اس ترقی و تہذیب کے زمانے میں جب الحاد کا دور دورہ ہے دنیا بے اختیار اسلام کیطرف بھاگی چلی آ رہی ہے۔ فاروق ہیڈلے، خالد شیلڈرک، مسٹر گاباکوئی معمولی ہستیاں نہیں تھیں جو کسی تحریص یا دباؤ سے متاثر ہوکر اسلام قبول کر لیتیں اسلامی اصول اپنے اندر وہ پختگی اور استحکام رکھتے ہیں جس نے اغیار کو مجبوراً اپنے آگے جھکنے پر مجبور کر دیا ہے۔ دیگر مذاہب کے مقابلے میں اسلام کے محاسن پیش کرنے سے پہلے مذہبی احکام کی ایسی ہمہ گیر تقسیم کرنا چاہیے جس کے دائرے میں ہر ایک مذہب کے احکام آ جائیں۔

مذہبی احکام میں سخت غور و فکر کرنے کے بعد ہمیں ایک کثیر حصہ ان تعلیمات کا نظر آتا ہے جو ایک قادر مطلق ہستی اور ایک فوق العقول طاقت سے متعلق ہوتا ہے اس حصہ میں بعض احکام ایسے ہوتے ہیں جن سے ہمارے جسم و مال کا کوئی علاقہ نہیں ہوتا بلکہ ان سے مقصود صرف تزکیہ نفس اور حصول صفائی روح ہوتا ہے ان کو مذہبی زبان میں عقائد کے نام سے موسوم کرتے ہیں برخلاف اسکے بعض ایسے احکام بھی ہوتے ہیں جن سے ہمارے مال و جان پر بھی کچھ نہ کچھ اثر ضرور پڑتا ہے ان کو عبادات کہتے ہیں۔ ان کے علاوہ مذہبی تعلیمات کا ایک بڑا حصہ انسان کے باہمی تعلقات سے وابستہ ہوتا ہے۔ یہ حصہ بھی دو حیثیتوں سے خالی نہیں یا تو وہ احکام قانونی حیثیت رکھتے ہونگے یا نہیں پہلی صورت معاملات کی ہے اور دوسری صورت کا نام اخلاق ہے۔ الغرض مذہبی احکام ان چار مراتب عقائد، عبادات، معاملات اور اخلاق سے متجاوز نہیں ہوسکتے دنیا کے کسی مذہب کو لے لیجئے اس کے احکام انہیں چار اقسام میں منحصر ہونگے

پس اب ہمیں مذہب اسلام کی انہی چاروں حیثیتوں کے محاسن کو دوسرے مذاہب کے مقابلے میں جاگر کرنا چاہیئے۔

عقائد اور اسلام

عقائد میں ویسے تو چھ امور اہم المسائل ہیں جن کا تذکرہ حدیث ذیل میں کیا گیا ہے۔

امنت باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاخر والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالے

میں اللہ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اس کے رسولوں پر اور آخرت کے دن اور قدر پر ایمان لایا اسکا خیر وشر سب اللہ کی طرف سے ہے۔ لیکن میں یہاں صرف توحید، نبوت اور جزا و سزا سے بحث کرونگا کیونکہ بالاستیعاب ہر ایک پر اظہار خیال سے طوالت مضمون کا خوف ہے۔

توحید توحید باری کے متعلق تمام دنیا سخت غلطیوں میں مبتلا تھی۔ عیسائی تین خدا کے قائل تھے اور طرفہ تریہ تھا کہ وہ ان تینوں کو ایک کہتے تھے اگرچہ یہ تناقض خود ان کی سمجھ میں بھی نہیں آتا تھا لیکن وہ کہتے تھے کہ عقیدہ کا سمجھ میں آنا ضروری نہیں۔ مصری کئی کروڑ خدا مانتے تھے۔ یونانی ہر ایک وصف وحالت کیلئے الگ الگ دیوی اور دیوتاؤں کے معتقد تھے ایرانیوں کی الٰہی مملکت دو خداؤں میں منقسم تھی (۱) یزداں جو خالق خیر تھا (۲) اہرمن جو خالق شر تھا۔ ہنود نے خدا کی مخصوص اور روشن صفات کو خدائی وجود عطا کر دیا تھا چنانچہ برہما، بشن اور مہیش اسی قسم کے خدا تھے یہود اگرچہ ایک خدا کے قائل تھے لیکن انہوں نے اس کی صفات ایسی قرار دی تھیں جو انسانی درجہ سے بڑھکر نہ تھیں۔

یہ تو ان لوگوں کا حال تھا جو کسی نہ کسی طرح سے خدا کے قائل تھے ان گروہوں کی بھی کمی نہ تھی جو سرے سے خدا کے منکر تھے یہ گروہ۔ زنادقہ، دھریین، اور ملاحدہ کے ناموں سے پکارے جاتے تھے لیکن اسلام نے آکر ان تمام توہمات اور خرافات کا پردہ چاک کر دیا اس نے آکر لوگوں کو توحید الٰہی کی تعلیم دی۔ قل ھو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد ۔ کہدے وہ اللہ یکتا ہے اللہ پاک ہے نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ اس کو کسی نے جنا ہے اس کا کوئی ہمسر نہیں۔

اس مہتم بالشان مسئلہ میں محض زبانی تلقین ہی کو کافی نہیں سمجھا گیا بلکہ عقلی دلائل کو بھی کام میں لایا گیا ہے لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا۔ اگر زمین اور آسمان میں خدا کے سوا کوئی دوسرا معبود ہوتا تو یہ دونوں کب کے فنا ہوگئے ہوتے۔

اسلام نے صرف توحید فی الذات ہی کو ثابت نہیں کیا بلکہ اس نے توحید فی الصفات اور توحید فی العبادات کا ایسا جامع تخیل دنیا کے سامنے پیش کیا جس میں کسی قسم کی زیادتی ہو ہی نہیں سکتی۔ اسلام نے خدا کو تنزیہہ و تقدیس کے عالم میں ہر ایک قسم کی قید سے پاک کرکے ایک ایسی صورت میں پیش کیا جس سے بڑے بڑے فلاسفر اور عقلا تک دنگ ہیں۔

اس ضمن میں سب سے بڑا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسان براہ راست خدا تک رسائی حاصل کر سکتا ہے یا نہیں؟ دنیا کے تمام مذاہب اس سوال کے جواب میں سخت غلطیوں کے شکار ہوگئے ہیں۔ انہوں نے خدا تک پہنچنے کیلئے مختلف پیروں۔ اوتاروں اور دیوتاؤں کے توسطات اور وسیلے قائم کر رکھے تھے لیکن اسلام نے آکر ان تمام واسطوں کو یک لخت مٹا کر خدا کی ذات کو دنیا کی

شہنشاہیت سے بہت بلند کر دیا اس نے یہ بانگ دہل اعلان کیا کہ خدا تک پہنچنے کیلئے کسی درمیانی واسطہ کی ضرورت نہیں ہر انسان براہ راست خدا تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔ خدا کے دربار میں سعی۔ سفارش اور توسط کی ضرورت نہیں وہ ہر شخص کے پاس موجود ہے جو چاہے اس سے اپنی حاجتیں عرض کرے۔ نحن اقرب الیہ من حبل الورید ط ہم اس سے اس کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

نبوت | عقائد کا دوسرا اہم باشان مسئلہ نبوت ہے غور سے دیکھو لوگوں نے ایسے ضروری مسئلہ میں کیسی زبردست ٹھوکریں کھائی ہیں۔ تمام دنیا کے لوگ نبی کو انسانیت کے درجہ سے بالاتر سمجھتے تھے۔ ان کی سمجھ میں کسی طریقے سے یہ خیال آتا ہی نہ تھا کہ ایک انسان نبی کے درجہ پر فائز ہو سکتا ہے یہی خیال تھا جس نے عیسیٰؑ، رام، اور کرشن وغیرہ کو خدا کے درجہ تک پہنچا دیا تھا دنیا کے قدیم مذاہب پر جب آپ ایک عمیق نظر ڈالیں گے آپ کو صاف نظر آئیگا کہ ان میں نبوت اور خدائی کے ڈانڈے ملا دئے گئے ہیں لیکن اسلام نے آکر نہایت سخت اور غیر مبہم الفاظ میں اس پردۂ طلسم کو چاک کر کے صاف بتلا دیا کہ نبی انسانیت کے دائرے سے ایک ذرہ بھی باہر نہیں۔ قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الٰھکم الٰہ واحد۔ اے محمد کہہ دو کہ میں بھی تمہیں جیسا آدمی ہوں مجھ پر وحی آتی ہے کہ تمہارا خدا واحد ہے۔ لن یستنکف المسیح ان یکون عبداً للہ۔ مسیح کو اس بات سے عار نہیں کہ وہ خدا کے غلام ہیں۔

اس ضمن میں یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ ہم تمام مسلمان حضرت ابراہیمؑ کو خلیل اللہ اور حضرت موسیٰؑ کو کلیم اللہ اور حضرت عیسیٰؑ کو روح اللہ کے پاکیزہ لفظوں سے یاد کرتے ہیں لیکن نبی کریم علیہ التحیہ والتسلیم کو جو تمام پیغمبروں سے افضل ہیں صرف رسول اللہ کے مختصر سے لفظوں کے ساتھ یاد کرتے ہیں اور صرف اسی پر اکتفا نہیں کرتے ہیں بلکہ آپ کیلئے عبدیت کا ثبوت بھی لازمی سمجھتے ہیں چنانچہ ہم ہر نماز میں پڑھتے ہیں۔ اشھد ان محمداً عبدہٗ و رسولہٗ۔ درحقیقت خدا کی توحید کا کمال ہی یہ ہے کہ اس کے سامنے دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی ہستی بھی بندگی کی حد سے نہ بڑھنے پائے۔

عذاب و ثواب | جسطرح دیگر عقائد میں اہل مذاہب نے سخت غلطیاں کی تھیں اسی طرح وہ اس مسئلہ میں بھی مغالطہ میں پھنسنے سے بچ نہ سکے تمام اہل مذاہب آج تک یہ کہتے آئے تھے کہ جسطرح ایک آقا اپنے غلام کی نافرمانی سے ناراض ہو کر اس کو سخت سزائیں دیتا ہے اسیطرح وہ قادر مطلق بھی اپنے احکام کی نافرمانی سے اپنے بندوں کو عذاب گوناگوں میں مبتلا کریگا لیکن ان مذاہب نے عذاب و ثواب کی اصلی حقیقت کو پیش کرنے کی کبھی کوشش نہیں کی۔ اسلام نے آکر جہاں جزا و سزا کے اصلی مفہوم کو واضح کیا وہاں اسنے ان اوہام کو بھی باطل کر دیا جو عذاب کے مفہوم سے خدا کی قہاریت کے متعلق پیدا ہو سکتے تھے۔

درحقیقت جسطرح مادی کائنات میں علل و اسباب کا سلسلہ جاری ہے اسیطرح یہی موثرات و اسباب کا قانون روحانی دنیا میں بھی ساری ہے۔ جسطرح ہم یہ دیکھتے ہیں کہ سنکھیا قاتل ہے۔ گلاب محرک نزلہ ہے اسیطرح نیک و بد افعال کا اثر بھی روح پر مترتب ہوتا رہتا ہے۔ برے افعال سے روح میں شقاوت۔ انقباض اور نجاست کے اثرات پیدا ہوتے ہیں اور اچھے کاموں سے نفس میں سعادت و انبساط اور تازگی کی لہریں دوڑتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں انہیں اثرات سعادت و شقاوت کو مذہبی اصطلاح میں ثواب و عذاب کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ اثرات افعال نیک و بد کے لازمی نتائج ہیں جو ان سے کبھی جدا نہیں ہو سکتے

عبادات اور اسلام

عبادت ایسا مہتم بالشان مسئلہ ہے جس پر تمام مذاہب کی بنیاد ہے لیکن دیکھو لوگ ایسے مسئلہ کے اندر کیسی سخت غلطیوں میں مبتلا تھے تمام دنیا آج تک یہ مانتی چلی آرہی تھی کہ عبادت خود ایک مقصود بالذات شے ہے اور اس سے اطاعت الٰہی کا اظہار مقصود ہوتا ہے۔ اس کو اور زیادہ واضح طور پر یوں سمجھئے کہ جسطرح ایک مالک اپنے غلام کو رات بھر کھڑے رہنے کو کہتا ہے اور اس سے مقصود اس کا امتحان اطاعت لینا ہوتا ہے غلام رات بھر کھڑا رہتا ہے اس قیام سے نہ تو مالک کو کوئی نفع پہنچتا ہے اور نہ غلام کو کوئی فائدہ؟ اسیطرح ہم جو نماز، روزہ، حج وغیرہ فرائض بجالاتے ہیں اس سے نہ ہمیں کوئی فائدہ ہوتا ہے نہ خدا کو اس سے محض اطاعت خدا کا اظہار اور امتثال امر مقصود ہوتا ہے دراصل انسان کوئی خیال اپنے حواس سے بالاتر پیدا ہی نہیں کر سکتا وہ جو خیال پیدا کرے گا وہ اپنے گرد وپیش کی اشیاء کے علم ہی سے کچھ گھٹا بڑھا کر پیدا کریگا چونکہ خدا کا مفہوم انسانی دماغ میں ابتدائی حالت میں ایک جابر شہنشاہ کی حیثیت سے آیا اس لئے لازمی تھا کہ انسان اس کیلئے انہیں خواص کو ثابت کرے جو ایک دنیاوی شہنشاہ میں پائے جاتے ہیں وہ دنیا میں ہمیشہ مشاہدہ کرتا تھا کہ بادشاہ اظہار اطاعت سے خوش ہوتے ہیں۔ اسلئے اس نے اس خیال کا تعلق خدا کیساتھ پیدا کرتے ہوئے عبادت کا اصول ایجاد کیا۔ اطاعت میں جتنا غلو کیا جاتا تھا اسی قدر دنیاوی بادشاہ خوش ہوتا تھا۔ اس خیال نے مذہبی دنیا کے اصول عبادت میں کیسی کیسی سختیاں پیدا کردی تھیں۔ لوگ سخت چلے کھینچتے تھے دنیا سے قطع تعلق کر لیتے تھے سخت جاڑوں میں برہنہ رہتے تھے، تمام عمر شادی نہیں کرتے تھے، اپنا ایک ہاتھ ہر وقت ہوا میں معلق کرکے سکھا دیتے تھے۔ اور اس طرح کے سینکڑوں بیہودہ طریقے رائج تھے جن سے انسان اظہار اطاعت کرکے خدا کی خوشنودی طلب کیا کرتے تھے۔ یہاں تک لوگ طلب رضائے الٰہی کیلئے اپنی جان اور اس سے بڑھکر اپنی اولاد کی جانوں کو بھی بھینٹ چڑھا دیا کرتے تھے۔

یہ وہ چیزیں تھیں جن سے بدظن ہو کر ملاحدہ کو کہنا پڑا کہ مذہبی خیالات سب انسانی دماغ کی پیداوار ہیں ملاحدہ کا یہ خیال غیر از اسلام مذاہب کے متعلق اگرچہ کسی قدر صحیح ہی کیوں نہ ہو لیکن اسلام کی نسبت اس خیال کا کبھی تصور بھی نہیں کیا جا سکتا خود انہیں ملاحدہ کی ایک جماعت نے (جس نے فطری مذہب ایجاد کیا ہے) عبادات کے جتنے اصول وضع کئے ہیں غور سے دیکھئے۔ اسلامی عبادات میں وہ تمام وکمال پائے جاتے ہیں۔

فطری مذہب والوں نے عبادت کے حسب ذیل اصول قرار دئے ہیں (۱) انسان کے تمام فرائض (مثلاً اکتساب معاش، پرورش اولاد وغیرہ وغیرہ) عبادت قرار دئے جائیں۔ دیکھو اسلام کیسے صاف الفاظ میں انسانی فرائض کو عبادات میں داخل کرتا ہے قرآن تجارت کے متعلق فرماتا ہے۔ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ۔ زمین میں پھیل جاؤ اور خدا کے فضل (رزق) کو ڈھونڈو۔

احادیث کی کتابوں میں کثیر حدیثیں اس مضمون کی ملیں گی جن میں بتایا گیا ہے کہ مومن کا ہر ایک کام عبادت ہے۔

(۲) عبادات جسمانی مقصود بالذات نہ قرار دی جائیں بلکہ ان پر اخلاقی نتائج مترتب ہونا چاہئے خیال کرو کہ اسلامی عبادات سے بڑھکر اور کس مذہب کی عبادات پر اخلاقی اثرات مترتب ہوں گے۔ نماز کے متعلق قرآن میں ہے إن الصلوٰۃ تنھیٰ عن

الفحشاء والمنکر والبغی الخ. نماز فحش اور لغو باتوں سے روکتی ہے۔
روزہ کے متعلق فرمایا۔ لعلکم تتقون۔ تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔
حج کے بارے میں ارشاد ہے لیشہدوا منافع لہم تاکہ وہ اپنے منافع کی جگہ آئیں۔
زکوٰۃ کے فوائد محتاج بیان نہیں۔ دستگیری محتاجاں، قومی مصالح کا اہتمام و بندوبست زکوٰۃ کے علاوہ اور کس چیز سے ہو سکتا ہے۔

(۳) عبادات میں اعتدال مدنظر ہونا چاہئے۔ اسلامی عبادات غیر اسلامی عبادات سے جس چیز کے باعث ممتاز ہو جاتی ہیں وہ یہی اعتدال ہے۔ قرآن میں ہے۔

(۱) ان اللہ یرید بکم الیسر ولا یرید بکم العسر۔ خدا تمہارے ساتھ سہولت برتنے کا ارادہ کرتا ہے تنگی کا نہیں۔
(۲) لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا۔ خدا کسی نفس کو اس کی وسعت سے زائد تکلیف نہیں دیتا۔

(۴) یہ قرار دیا جائے کہ عبادات کی خدا کو کوئی ضرورت نہیں بلکہ ان سے خود انسان کا فائدہ ہے۔ خیال کرو کہ اس اصول کو آج سے ۱۳½ سو برس پیشتر قرآن نے کس بلند آہنگی کے ساتھ پیش کیا تھا۔

من عمل صالحا فانما یجاھد لنفسہ ان اللہ لغنی عن العلمین۔ جو شخص محنت اٹھاتا ہے تو اپنے لئے اٹھاتا ہے خدا تمام عالم سے بے نیاز ہے۔ من عمل صالحا فلنفسہ ومن اساء فعلیہا۔ جو شخص اچھا عمل کرتا ہے اپنے لئے کرتا ہے اور جو برا کرتا ہے تو اپنے لئے۔

(باقی آئندہ)

محاسن اسلام

(از مولوی برکت اللہ کپورتھلوی متعلم جماعت ادنی رحمانیہ)

انعامی اجلاس کی اردو تقریروں میں یہ تقریر دوسرے درجہ پر رہی۔ یہ تقریر ایک ۱۳۔۱۴ سالہ لڑکے کی ہے جو عربی کی بالکل ابتدائی جماعت میں پڑھتا ہے۔ کمسن مقرر کو خوبی مضامین کی اختصار و جامعیت اور طرز ادا پر ایک قیمتی فونٹین پن انعام میں دیا گیا۔ (مدیر)

معزز حضرات! محاسنِ اسلام ایسے وسیع مضمون کو وہی شخص کما حقہ بیان کر سکتا ہے جو ایک کامیاب مقرر ہو۔ اسلئے سب سے پہلے اس امر کی معذرت آپکی خدمت میں پیش کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر اثنائے مضمون میں کسی جگہ میرے پائے بیان کو لغزش ہو جائے تو آپ حضرات مجھے معاف فرمائیں گے کیونکہ میں ایک مبتدی ہوں کوئی مقرر ہوں نہ واعظ۔ ہاں جو کچھ مواد میں اس مضمون کیلئے جمع کر سکا ہوں وہ پیش خدمت ہے۔

مذہب اسلام کی پہلی خوبی | اسلام ہی نے سب سے پہلے توحید باری کو پایۂ کمال تک پہنچایا اور ہمیشہ کیلئے یہ اعلان

کردیا کہ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ ۔ سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو بلکہ اس خدا کو سجدہ کرو جسنے ان کو پیدا کیا ہے۔ سورج و چاند کو خاص طور پر بیان کرنیسے یہ مطلب ہے کہ جو اشیار تمہاری نظروں کو بلند دکھائی دیتی ہیں وہ اس لائق نہیں ہیں کہ تم انکی عبادت کرو۔ عبادت کے شایاں وہی پروردگار عالم ہے جس نے ان کو بلندی عطا کی ہے۔

اسلام کی دوسری خوبی اسلام نے حقوق العباد کی ادائگی کو فرض قرار دیا۔ یہ وہ خوبی ہے جو مذاہب غیر اسلام میں سے کسی میں بھی نہیں پائی جاتی۔ اگر کسی مذہب نے حقوق العباد کو بیان بھی کیاہے تو بالکل معمولی طور پر۔ حقوق العباد میں سب سے بڑھکر ماں باپ کا حق ہے جسکے لئے ارشاد باری ہے۔ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ یعنی جبکہ تیری موجودگی میں تیرے ماں باپ میں سے ایک یا دونوں ضعیفی کی حالت کو پہنچ جائیں تو ان کو اُف بھی نہ کہہ اور نہ ان کو ڈانٹ اور ان کیلئے اچھی بات کہہ۔

ماں کی فضیلت کے متعلق حدیث شریف میں آیا ہے۔ اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ اُمَّهَاتِكُمْ یعنی جنت تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اگر کسی نے اپنی ماں کی تابعداری کی تو وہ جنت میں جائیگا اور جس نے نافرمانی کی وہ اس عظیم الشان نعمت سے محروم رہیگا۔

تیسری خوبی اسلام نے دنیا میں آکر لوگوں کو اتفاق و اتحاد کی تعلیم دی جس کی مثال پیش کرنے سے تمام مذاہب قاصر ہیں چنانچہ ارشاد خداوندی ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ یعنی تمام ایماندار بھائی بھائی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا ۔ یعنی ایمان داروں کی مثال ایک دیوار کے مثل ہے جس میں ایک اینٹ دوسری اینٹ کو تھامے رہتی ہے۔

چوتھی خوبی اسلام نے ظہور پذیر ہو کر ان باشندگانِ عرب کو جو انسانیت سے بالکل ناآشنا تھے کامل انسان بنادیا۔ قبل از اسلام بہائم اور ان میں کوئی فرق نہ تھا۔ ہزاروں سالوں سے خونریزی ان کا پیشہ تھا۔ ذرا ذراسی بات پر تلوار چلنی شروع ہوجاتی تھی انکے نزدیک عورت دائرہ انسانیت سے خارج سمجھی جاتی تھی۔ اسلام نے آکر علانیہ طور پر کہدیا کہ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ یعنی عورتیں تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کیلئے ہو۔ تم میں اور عورتوں میں کوئی وجہ امتیاز نہیں دونوں کے حقوق بالکل مساویانہ ہیں۔ اسیطرح اسلام نے اپنی پاک تعلیمات سے ہمیشہ کیلئے باہمی خانہ جنگیوں اور خونریزیوں کا خاتمہ کردیا۔

پانچویں خوبی قبل از اسلام ہر ایک فرقہ اپنے تئیں اللہ تعالیٰ کا مقبول اور دوسروں کو راندۂ درگاہ الٰہی سمجھتا تھا۔ رنگ و نسل اور قوم کے امتیاز سے دنیا کے کسی مذہب کا دامن پاک نہ تھا لیکن اسلام نے اس قوی امتیاز کو مٹاتے ہوئے ارشاد فرمایا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ یعنی تمہاری بزرگی اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارے تقوی کے سبب سے ہے

چھٹی خوبی اسلام نے دین کے معاملہ میں جبر و زبردستی کو ممنوع قرار دیا ہے برخلاف دیگر مذاہب کے جن میں مذہبی اکراہ و جبر کو بالکل جائز رکھا گیاہے۔ قرآن میں ارشاد باری ہے لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ یعنی دین کے معاملہ میں کوئی زبردستی نہیں اسلئے کہ ہدایت گمراہی سے ظاہر ہوچکی۔

ساتویں خوبی اسلام نے غیر مذاہب کی بھی ہمدردی کرنے کیلئے اپنے پیرؤں کو تعلیم دی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ یعنی ان کفار کو ہدایت کرنا تیرے ذمہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جسکو چاہے ہدایت کرے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اس آیت کے نزول سے پہلے بعض مسلمانوں نے تکالیف کی وجہ سے جو ان کو کافروں کی طرف سے پہنچیں تھیں اپنے مشرک رشتہ داروں پر فی سبیل اللہ مال خرچ کرنے سے ہاتھ روک لیا تھا۔ اس آیت میں یہ بتلایا گیا کہ مسلمانوں کی ہمدردی مسلمانوں تک محدود نہیں رہنی چاہئے اور ان کا برتاؤ غیروں کیلئے تنگ نہ ہونا چاہئے بلکہ مسلمانوں کا برتاؤ وسیع وغیر محدود ہونا چاہئے۔

آٹھویں خوبی۔ اسلام نے اپنے پیرؤں کو معزز بنانے کیلئے ان کاموں سے دور رہنے کا حکم دیا ہے جن سے آدمی دنیا و آخرت میں ذلیل ہوجاتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص چوری کرے تو اسکو سب لوگ حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اسلام نے اعلان کردیا اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا یعنی اگر کوئی مرد یا عورت چوری کرے تو ان کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔

نویں خوبی اسلام نے اپنے پیرؤں کو پایۂ ترقی تک پہنچانے کیلئے ان کاموں کو جن میں ترقی کا راز مضمر ہے کار ثواب قرار دیا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ يُبْعَثُ مَعَ الشُّهَدَاءِ یعنی سچائی سے تجارت کرنے والے قیامت کو شہیدوں میں سے اٹھائے جائینگے۔ جو لوگ تجارت میں سچائی سے کام لیتے ہیں وہ شہیدوں کے ساتھی ہیں۔ تجارت ہی ایک ایسی چیز ہے کہ جس سے مسلمان ترقی کرسکتے ہیں۔ اسوقت تجارت کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ مسلمان غیر قوموں کی نظروں میں حقیر ہوگئے ہیں۔ فقط۔



دفتری اطلاع

بعض احباب خراب ٹکٹ بھیجدیتے ہیں۔ ہم غلطی سے ان کے نام بھی رسالے بھیج رہے ہیں۔ آئندہ تمام ناظرین مطلع رہیں کہ خراب ٹکٹ بھیجنے والوں کے نام رسالہ نہیں جاری ہوسکتا بعض احباب رسالہ نہ پہنچنے کی شکایت کرتے ہیں۔ ان کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ دفتر سے نہایت احتیاط وقاعدہ کے ساتھ رسالہ سپرد ڈاک کیا جاتا ہے۔ لہٰذا نہ پہنچنے پر اولاً اپنے ڈاکخانہ سے شکایت کرکے اچھا انتظام کرالیں۔ پھر بھی نہ ملے تو انگریزی کی دسویں تاریخ تک دفتر میں اطلاع دیں ورنہ رسالہ ختم ہوجانے پر دوبارہ بھیجنے سے مجبوری ہے۔ تبدیلی پتہ اور دوسرے امور میں چٹ نمبر ضرور لکھا کریں۔ ضروری گذارش یہ ہے کہ آئندہ ٹکٹ بھیجنے والے احباب پیسہ والے تمام ٹکٹ بھیجیں تو بہتر ہے تاکہ دفتر کو تبادلکی دقت نہ پیش آئے۔ پچھلے پرچے بالکل ختم ہیں ملنے گذشتہ پرچے ہم کسی کو بھیجنے سے قطعی مجبور ہیں۔

منیجر

جناب شیخ عطاء الرحمن صاحب پروپرائیٹر و پبلشر نے جید برقی پریس بلیماراں میں چھپوا کر دارالحدیث رحمانیہ دہلی سے شائع کیا۔

جلد اول

اللّٰہ نزّل احسن الحدیث کتٰبًا

رسالہ



محدث

دہلی



سرپرست
شیخ عطاء الرحمٰن صاحب مہتمم دار الحدیث رحمانیہ

نگرانِ اصول
(مولانا) احمد اللہ صاحب
(شیخ الحدیث)

مدیر مسئول
عبد الحلیم ناظم
(مولوی فاضل)





حیدری پریس دہلی میں چھپا

فہرست مضامین

مقاصد

(۱) کتاب و سنت کی اشاعت

(۲) مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح۔

(۳) دارالحدیث رحمانیہ کے کوائف کی ترجمانی۔

ضوابط

(۱) یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کے ابتدائی ہفتہ میں شائع ہوا کریگا۔

(۲) یہ رسالہ ان لوگوں کو سال بھر مفت بھیجا جائیگا جو ہم ٹکٹ کا خرچ دفتر میں بھیجدینگے

(۳) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا ضروری ہے۔

ہر خط و کتابت کا پتہ

منیجر رسالہ محدث دارالحدیث رحمانیہ دہلی

نوٹ:۔ ہمیشہ پتہ کی چٹ کا چھپا ہوا خریداری نمبر لکھیں ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف!

بسم الله الرحمن الرحيم نحمده ونصلي على رسوله الكريم

محدث
دهلی

جلد ۱ | ماہ رجب المرجب سنہ ۱۳۵۲ھ مطابق نومبر سنہ ۱۹۳۳ عیسوی | نمبر ۷

الدعوة الى العمل

للمولوی محمد لقمان المرشد ہادی المتعلم بدار الحدیث الرحمانیة

هلموا یا ذوی عز و طید ‌ ‌ ‌ لنعلم ای ضرفی القعود
هلموا کی نؤسس ما هدمنا ‌ ‌ ‌ من البنیان لنمجد التلید
هموا فاستقیموا ثم صبرًا ‌ ‌ ‌ علی الحد ثان للدین السدید
فانکم ذوو حسب قدیم ‌ ‌ ‌ واباکم ذوو صیت بعید
فمالکم تقاعد تمولنمتم ‌ ‌ ‌ واوقظ کل قوم من رقود
وشر اشئ فی الدنیا خمول ‌ ‌ ‌ وشر الناس فیها ذو الجمود
وما بلغ البنة غیر ساع ‌ ‌ ‌ ولم یصعب مرامٌ للمرید
نفاخر بالجد ودع علی سوانا ‌ ‌ ‌ الیس لنا سوی ذکر الجدود
حُرمنا من وراثتهم جمیعا ‌ ‌ ‌ فیا اسفا علی فقد السعود
حرمنا من جمیع الخیر کسلا ‌ ‌ ‌ فیا اسفا علی طول الجمود
لنا حظ من الدنیا قلیل ‌ ‌ ‌ واعد انا علی عیش رغید
وایضا نحن فی جهل مبید ‌ ‌ ‌ فصرنا کالبهائم والقرود
وکنا من زمان مسبطر ‌ ‌ ‌ سلاطین الموالی والعبید
نهُبّوا من عزارکم نجاحًا ‌ ‌ ‌ فان التعس فی طول الهجود
هلموا کی نؤسس صرح مجد ‌ ‌ ‌ ونرجع ما فقدنا من جدود
عسی الایام ان یرجعن یومًا ‌ ‌ ‌ یُوَدِّینا الٰی عزٍّ وطید

رسالت

(از جناب مولانا احمد اللہ صاحب شیخ الحدیث رحمانیہ)

بقیہ پیشنگوئیاں | سیدنا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہزارہا پیشین گوئیاں ہیں جنکا کامل احاطہ سخت مشکل ہے صرف بقدر کفایت مزید درنقل کی جاتی ہیں قرآن کے ذریعہ سے آپ کو اللہ پاک نے آگاہ کیا تھا کہ یہ مکہ کے مشرک اے نبی علیہ السلام جو تمہارے مقابلہ میں لڑنے آئے ہیں عنقریب شکست کھاکر بھاگ جائینگے وہی ہوا جو بذریعہ وحی الٰہی آپ کو خبر دی گئی سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ سورہ قمر ۲۷ سپارہ۔

قصہ اس طرح ہے کہ ہجرۃ کے دوسرے سال مشرکین مکہ مدینہ پر ایک ہزار لشکر لیکر کے آئے مسلمان فقط تین سو تیرہ آدمی تھے مشرکین سے مسلمانوں کی یہ پہلی لڑائی تھی یہود بھی خفیہ طور پر ان کے مددگار تھے۔ صحابہ رسول اللہ میں ایک قسم کی گھبراہٹ تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گر پڑے اللہ پاک سے دعائیں کر رہے تھے یہانتک کہ آپ نے اللہ کے حضور میں گریہ وزاری کرتے ہوئے فرمایا۔ اے اللہ اگر تو چاہتا ہے کہ تیری عبادت زمین پر نہ کیجاوے تو یہ تھوڑی سی جماعت ہے مسلمانوں کی ان کو تہہ تیغ کرادے) اسی وقت آیت مذکورہ آسمان سے نازل ہوئی۔ سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ

رات کے وقت آپنے فرمایا تھا فلاں کافر کی لاش فلاں جگہ اور فلاں کی فلاں جگہ گری ہوگی جسطرح آپ نے فرمایا فرمایا تھا۔ ایک کافر اسی جگہ مردہ پایا گیا ایک انچہ بھی اسجگہ سے نہیں ہٹا۔ (صحیح بخاری صحیح مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتدا زمانہ میں دو سلطنتیں بہت بڑی تھیں روم۔ اور فارس یعنی کسریٰ وقیصر دونوں میں سخت جنگ ہوئی۔ کسریٰ کو قیصر روم پر فتحیابی ہوئی۔ مسلمانوں کو اس سے ایک قسم کا رنج ہوا۔ اور مشرکین مکہ کو خوشی ہوئی۔ اسلئے کہ روم کا بادشاہ اہل کتاب میں سے تھا۔ انسے مناسبت مسلمانوں کی تھی اور کسریٰ آتش پرست تھا مکہ والے بھی بت پرست تھے اسلئے مکہ والوں کو مناسبت کسریٰ سے تھی۔ اللہ پاک نے سورہ روم کو نازل فرمایا۔ الٓمٓ غُلِبَتِ الرُّومُ فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ فِي بِضْعِ سِنِينَ + قبل ہجرۃ یہ سورۃ نازل ہوئی بعد ہجرۃ جب مدینہ میں آئے قیصر روم کو بادشاہ کسریٰ پر فتح ہوئی اور کسریٰ کو مار بھگایا۔ بادشاہ روم شکست پانے کے تقریباً سات برس بعد فتحیاب ہوا مسلمانوں کو دو خوشی ہوئی ایک تو قیصر روم کے فتح پر اور دوسری مسلمانوں کو مشرکین مکہ پر فتحیابی ہوئی بہت سامال غنیمت حاصل ہوا ستر آدمی بڑے بڑے سردار مشرکین مکہ کے مارے گئے۔ اور ستر آدمی کافروں کے قید ہوئے فدیہ لیکر چھوڑے گئے فرمایا اللہ پاک نے وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ الآیۃ اور جسوقت وعدہ کیا تھا اللہ پاک نے تمہارے لئے اے مسلمانوں دو گروہ میں سے ایک تمہارے لئے ہے آخرکار مسلمانوں کو کفار کے لشکر پر فتحیابی حاصل ہوئی۔ اور کفار ومشرکین دین و دنیا دونوں میں ذلیل وخوار ہوئے۔ قرآنی آیت سے جو پیشین گوئی تھی ہو بہو صادق آئی۔ صدق اللہ ورسولہ۔

امیہ بن خلف کے متعلق آپ نے پیشین گوئی کی تھی کہ قتل کیا جائے گا ایسا ہی ہوا بدر کی لڑائی میں مارا گیا (صحیح بخاری)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت سے پہلے بیت اللہ میں نماز پڑھ رہے تھے مشرکین مکہ ابوجہل وغیرہ ایک جانب بیٹھے ہوئے تھے آپس میں مشورہ کرکے اونٹ کی اوجھڑی آپ کی پیٹھ پر نماز کی حالت میں ڈالدی حضرت فاطمہؓ آئیں اور اس اوجھڑی کو آپ کی پیٹھ پر سے پھینکدیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوئے آپ نے بددعا کی اے اللہ بکڑ عمرو بن ہشام یعنی ابوجہل، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ۔ ولید بن عقبہ۔ امیہ بن خلف۔ عقبہ بن معیط۔ اور عمارہ بن ولید کو (ہر ایک کو ہلاک کردے) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے خود دیکھا یہ ساتوں کے ساتوں بدر کی لڑائی میں مارے گئے اور گھسیٹ کر کنوئیں میں ان کی لاشیں ڈالدی گئیں اور اللہ پاک کی لعنت ان پر واقع ہوئی (صحیح بخاری)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے اور قریب الوفات ہوگئے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ سے سرگوشی کی اور فرمایا وَلَا اُرٰی اِلَّا قَدْ حَضَرَ اَجَلِیْ حضرت فاطمہ نہیں گمان کرتا اپنے متعلق مگر میری موت آگئی۔ حضرت فاطمہ رونے لگیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ادھر آؤ اور پھر) فرمایا اِنَّكِ اَوَّلُ اَهْلِیْ لُحُوْقًا بِیْ وَنِعْمَ السَّلَفُ اَنَا لَكِ میرے اہل میں سے تو جلد مجھ سے ملنے والی ہے اور میں تیرے لئے بہتر پیش خیمہ ہوں اور تو سیدۃ نساء المومنین ہے۔ تمام عورتوں مومنین کی تو سردار ہے (یعنی جنت میں) (صحیح مسلم)۔
یہ بشارت آپ کی حضرت سیدہ کے متعلق صادق آئی آپ کے انتقال کے چھ ماہ کے بعد تقریباً انتقال فرماگئیں رضی اللہ عنہا
ابوہریرہ صحابی فرماتے ہیں میری ماں مشرکہ تھی میں نے اسلام کیطرف ایک دن بلایا کہ اے ماں مسلمان ہوجا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق کچھ ایسی بات کہنے لگی جسکو میں نے مکروہ جانا (یعنی کچھ سب وشتم) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روتا ہوا آیا کہ یارسول اللہ میں نے اپنی ماں کو مسلمان ہونے کیلئے کہا لیکن اسنے کچھ مکروہ باتیں آپ کے متعلق کہہ سنائیں۔ آپ اسکے لئے دعا کیجئے کہ اللہ پاک اسکو مسلمان کردے آپ نے فرمایا۔ اَللّٰهُمَّ اهْدِ اُمَّ اَبِیْ هُرَیْرَةَ + اے اللہ ہدایت دے ابوہریرہ کی ماں کو۔ کہتے ہیں میں خوش خرم رسول اللہ کے پاس سے نکلکر آیا میں اپنے مکان کے دروازہ پر پہنچا۔ دروازہ بند دیکھا میرے آنے کی آواز اسنے سنی۔ کہا اے ابوہریرہ اپنی جگہ ٹھہرجا۔ میں نے پانی گرنے کی آواز سنی۔ میری ماں نے غسل کیا کرتہ پہنکر اوڑھنی اوڑھکر دروازہ کو کھولا پھر کہا اے ابوہریرہ اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ۔ اے اللہ میں گواہی دیتی ہوں کہ نہیں کوئی معبود سوا اللہ کے اور میں گواہی دیتی ہوں کہ محمد بندہ ہیں اللہ کے اور اس کے رسول ہیں۔ ابوہریرہ کہتے ہیں میں خوش باش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور میں نے کہا یارسول اللہ اللہ نے آپ کی دعا قبول کرلی میری ماں کو اللہ نے ہدایت دیدی۔ آپ نے اللہ کی تعریف اور خوبی بیان کی اور کلم بہتر فرمایا۔ میں نے کہا یارسول اللہ آپ مجھے دعا کیجئے کہ اللہ پاک مجھکو اور میری ماں کو اپنے بندوں مومنین کا محبوب بنادیوے اور انکی محبت ہم لوگوں کو عنایت فرماوے آپ نے دعا کی کہ اے اللہ ابوہریرہ کی اور اسکی ماں کی محبت مومنوں کے (دلوں میں) ڈالدے اور مومنوں کی محبت انکو دے۔ ابوہریرہ کہتے ہیں نہیں کوئی مومن کہ مجھکو سنتا یا دیکھتا ہے مگر میرے ساتھ محبت رکھتا ہے (صحیح مسلم)
بہت صحیح ہے کہ ابوہریرہ ہر ایک مومن کے دل میں محبوب ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول ہوئی۔ صدق رسولہ۔

مشرکین مکہ جو رسول اللہ کے ساتھ بھی رشتہ رکھتے تھے۔ ابو طالب جو آپ کے چچا تھے اور آپ پر بڑے مہربان تھے ان کے پاس آئے ابوجہل وغیرہ نے آپ کی طرح طرح کی شکایت کی۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لائے ابوجہل روکنے کا ارادہ رکھتا تھا ابوطالب بیمار تھے آپ سے کہا اے بھتیجے کیا چاہتے ہو اپنی قوم سے آپ نے فرمایا میں ایک کلمہ کے اقرار تسلیم کرینے کو چاہتا ہوں سارے عرب انکے تابعدار ہو جائینگے (اس کلمہ کی برکت سے) اور عجمی یعنی عرب کے سوا جو قومیں ہیں انکو خراج وٹیکس ادا کرینگے۔ کہا ایک کلمہ۔ آپ نے فرمایا ایک ہی کلمہ ہے۔ اے میرے چچا تم لوگ کہو لاالہ الا اللہ قوم کے لوگ بگڑ گئے اور کہا ہم سے یہ نہیں ہوگا۔ ہم نے اپنے باپ دادا سے کبھی یہ نہ سنا (ترمذی)

یہ پیشین گوئی آپ کی صادق آئی صحب مکہ مدینہ اور کل عرب کے لوگ مسلمان ہو گئے فارس مصر ملک شام عراق یورپ روم ہند ہر ایک مسلمانوں کو جزیہ خراج دیتے تھے اور ٹیکس کی وصول ہوتی تھی اسکو کہہ وجہہ ہر شخص جانتا ہے مخالفین اسلام کو بھی اسکا اقرار ہے۔

حیوانات او بیجان چیزوں اور مردوں کا آپ کے سامنے ہم کلام ہونا

عبداللہ بن مسعود صحابی فرماتے ہیں پانی کی قلت تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھوڑا سا پانی لاؤ۔ ایک برتن میں قدرے قلیل پانی دیا گیا۔ آپ نے برتن میں ہاتھ رکھا مثل چشمہ کے پانی آپ کی انگلیوں سے جاری ہو رہا تھا۔ آپ نے فرمایا آؤ پانی برکت والا ہے یہ برکت اللہ کی طرف سے ہے (ایک جماعت کثیر تین سویا اس سے زائد بیکر آسودہ ہو گئے) کھانا لایا گیا لوگ کھا رہے تھے اس کھانے سے ہم لوگ سبحان اللہ سبحان اللہ تسبیحات کی آواز سن رہے تھے (صحیح بخاری)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک چرواہا بکری چرا رہا تھا بھیڑیئے نے حملہ کیا اور ایک بکری لیکر بھاگا۔ چرواہے نے اس سے چھین لیا۔ بھیڑیئے نے بلند آواز سے کہا کہ ان بکریوں کا کون نگراں ہوگا جسوقت یہ (بستی ویران ہو جائیگی) میرے سوا اس کا کوئی نگرانی کرنیوالا نہ ہوگا۔

ایک آدمی بیل پر سوار ہو کر ہانک رہا تھا بیل نے اسکی طرف پھر کر دیکھا۔ اور کہا میں سواری کیلئے نہیں پیدا ہوا۔ میں کھیتی کیلئے پیدا ہوا ہوں صحابہ کرام نے کہا سبحان اللہ بھیڑیا اور بیل بات کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا اسپر میں ایمان لایا اور ابوبکر و عمر ایمان لائے (صحیح بخاری)

عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں ایک دیہاتی آپ کے سامنے آیا آپ نے فرمایا تو کہاں کا ارادہ رکھتا ہے۔ کہا میں اپنے اہل وعیال میں جانا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اس سے بہتر تو چاہتا ہے۔ کہا وہ کیا ہے آپ نے فرمایا گواہی دے تو کہ اللہ اکیلا ہے اسکا کوئی شریک نہیں اسکے سوا اور کوئی معبود عبادت کے لائق نہیں۔ اور محمد اللہ کے بندہ اور رسول ہیں۔ کہا اسپر اور کون گواہی دیتا ہے فرمایا آپ نے یہ درخت ببول کا آپ نے اس درخت کو اشارہ کیا زمین کو پھاڑتا ہوا آپ کے سامنے آکھڑا ہوا۔ اور لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تین مرتبہ گواہی دی۔ پھر درخت اپنی جگہ پر جاکر قائم ہو گیا۔ دیہاتی ایمان لایا کہا میں اپنی قوم میں جاتا ہوں اگر میری قوم پیروی کریگی تو ان کے ساتھ آؤنگا ورنہ میں خود واپس آجاؤنگا اور آپ کے پاس ٹھہرونگا۔ (دارمی)

آپ کے لئے لکڑی کا منبر بنایا گیا تاکہ اسپر لوگوں کو وعظ سناویں جب آپ منبر پر تشریف لیگئے کھجور کی جڑ جس پر ٹیک لگا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھا کرتے تھے منبر بنانیکے پہلے اسقدر روئی کہ بچے کی طرح سسکنے لگی آپ منبر سے اتر کر آئے اور اسپر ہاتھ پھیرا، پھر خاموش ہوگئی - (بخاری دارمی)

خیبر جسوقت فتح ہوا یہودیوں کے سکھلانے سے ایک یہودیہ نے ایک بکری ذبح کرکے گوشت بھنا ہوا آپ کو ہدیہ دیا آپ نے اس میں سے کچھ لیا اور بعض صحابہ کرام نے کھایا۔ کھانے سے آپ نے ہاتھ اٹھا لیا اور فرمایا یہ (بوٹی) مجھکو خبر دے رہی ہے کہ میں زہر آلودہ ہوں (آپ نہ کھائیے) بشیر بن براء صحابی اسی میں انتقال فرما گئے۔ وہ عورت بلائی گئی آپ نے فرمایا یہ تو نے کیوں کیا اس نے کہا اگر آپ نبی ہوں گے تو آپ کو کچھ ضرر نہ پہنچیگا اور اگر آپ بادشاہ ہوں گے تو آپ سے ہمکو راحت ملجائیگی (دارمی)

آپ کا بدن خوشبو دار تھا جابرؓ کہتے ہیں جس راستہ یا گلی سے آپ تشریف لیجاتے تھے لوگوں کو پتہ چل جاتا تھا کہ آپ اس راستہ سے تشریف لیگئے ہیں (دارمی)

انس کہتے ہیں آپ کا پسینہ مبارک جو بدن سے نکلتا تھا مشک سے زیادہ اوسمیں خوشبو ہوتی تھی (دارمی)

یہ پسینہ آپ کا یا بدن جو خوشبو دار تھا بغیر خوشبو لگائے ہوئے یہ کل آپ کی نبوت کے ادلہ ہیں سیدنا محمد صلعم اللہ کے رسول ہیں جو آپ پر ایمان لایا اسکی دنیا آخرت درست ہوئی جس نے آپ کی تابعداری نہ کی آخرت اسکی غارت ہوئی اے اللہ سبحانہ تو اپنی اور اپنے رسول برگزیدہ کی محبت عنایت فرما اور مرتے دم تک اپنی نبی کی پیروی میں رکھ اور مرنے کے بعد آپ کے گروہ میں شامل کردے۔ رب الحقنی بالصالحین۔ آمین۔

تدوین و نسخ قرآن کی مختصر تاریخ

(از مولوی لطیف الدین صاحب لطیفؔ ہردوی منشی کامل متعلم رحمانیہ)

(بسلسلہ ماہ ستمبر) (۲)

حضرت عثمانؓ اور اختلافات قرأت کا ازالہ عرب میں مقامات و قبائل کے اختلاف سے لب و لہجہ میں بھی سخت اختلاف تھا۔ ادائے حروف میں مخارج کے خفت و ثقل کی وجہ سے اختلاف کا ہونا لازمی تھا۔ بہت سے قبیلے علامت مضارع کو مکسور پڑھتے تھے۔ کوئی قبیلہ حتی کو عتی اور ثمانیہ کو تمانیہ کہتا تھا کہیں کہیں ابتدائی الف، یا کی آواز دیتا تھا جیسے امیر کو میبر۔ ان صوتی اور لہجی اختلاف کو عہد نبوت میں دور کرنے کی کوشش نہ کی گئی اور ہونا بھی ایسا ہی چاہیئے کیونکہ لوگوں کو ایک خاص لب و لہجہ کا پابند نہیں کیا جا سکتا۔ (لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا) (دیکھو تاریخ القرآن)

نبی کریم صلعم کے بعد جب فتوحات میں وسعت ہوئی عجمی لوگ کثرت سے اسلام لائے لیکن یہ لوگ لہجوں کے اختلاف اور قرأت کی ناواقفی کی وجہ سے قرأت میں بہت غلطیاں کرتے تھے ان اختلافات کی وجہ سے لازمی طور پر حضرت عثمان کے دل

میں اختلافات قرأت کے مٹانے کا خیال پیدا ہوگیا چنانچہ آپ نے سنہ ۲۳ھ میں حضرت حفصہ کے یہاں سے حضرت ابوبکرؓ کا جمع کیا ہوا قرآن منگایا اور اس کو صحیح قرآت کے موافق لکھواکر مختلف اسلامی ممالک میں بھیج دیا۔ اس کی مفصل کیفیت بخاری میں حذیفہ بن الیمان کے واقعہ میں دیکھیے حضرت عثمانؓ کے جمع قرآن کے متعلق انس بن مالک فرماتے ہیں۔

حضرت عثمان نے کوئی مزید کام نہیں کیا صرف یہی کیا کہ قرآت کے اختلافات چونکہ بڑھ رہے تھے انہوں نے معتبر صحابہ کے ہاتھوں سے اسی قرآن کو جس کو حضرت ابوبکرؓ نے جمع کیا تھا مستند قرأت کے مطابق جو آنحضور سے ثابت تھی نقل کرایا۔ نقل کے زمانے میں جب کسی آیت یا لفظ میں اختلاف پڑتا تھا تو اس کی جگہ چھوڑ دیتے تھے جب کسی معتبر ذریعے اس کی صحیح قرأت کا ثبوت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا تھا تو اس کو اس جگہ پر لکھ دیتے تھے اس سلسلہ میں تصفیہ کیلئے تین تین دن کی مسافت سے ان صحابہ کو بلایا جاتا تھا جن کی نسبت یہ گمان ہوتا تھا کہ وہ اس کے متعلق کوئی صحیح علم رکھتے ہونگے۔

اختلاف کی ایک مثال

جمع قرآن کے سلسلے میں جو اختلافات پڑتے تھے اگرچہ وہ نہایت ہی خفیف اور معمولی ہوتے تھے لیکن پھر بھی ان کی خوب تنقیح کی جاتی تھی۔ اختلاف کی ایک مثال جو حافظ ابن حجر نے نقل کی ہے اس سے یہ امر بخوبی واضح ہوجاتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ لفظ "تابوت" میں اختلاف واقع ہوا۔ زید بن ثابت کہتے تھے کہ "تابوہ" ہے متعدد صحابہ سے اس کے متعلق استفسار کیا گیا آخر حضرت عثمان نے فیصلہ کیا کہ صحیح قرارت "تابوت" ہے کیونکہ قریش تابوت ہی بولتے ہیں آخرکار "تابوت" ہی لکھا گیا"

اس واقعہ سے ایک اور بات معلوم ہوتی ہے کہ حضرت عثمان کے زمانے میں قرآن قریش ہی کی زبان وقرأت کے مطابق لکھا گیا تھا۔ حضرت علیؓ کا قول ہے کہ قرآن قریش کی زبان میں نازل کیا گیا۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمان کے جمع قرآن میں کیا فرق تھا۔ اسکے متعلق علامہ ابن التین لکھتے ہیں۔

"حضرت ابوبکر نے قرآن کو اس حالت میں جمع کیا تھا جبکہ اسکے ضائع ہوجانیکا اندیشہ تھا قرآت کے اختلافات مٹانے کی آپ نے کوئی کوشش نہ کی تھی آپ نے جو کچھ لوگوں کے پاس مکتوب یا غیر مکتوب قرآن مجید پایا اسکو ترتیب نبوی کے مطابق ایک کتابی صورت میں جمع کردیا لیکن حضرت عثمان نے مصحف صدیقی ہی کو قریش کی صحیح قرأت میں نقل کراکر مختلف ممالک میں بھیج دیا۔

حضرت عثمان کی کوشش جمع قرآن حضرت ابوبکر کی سعی جمع قرآن سے صرف اس وجہ سے ممتاز ہے کہ آپ نے قرأتی اور لہجی اختلافات کو دور کردیا" حضرت عثمان کے اس جمع کردہ قرآن پر تمام امت کا اجماع ہے کسی فرد نے بھی اس سے اختلاف نہیں کیا قاضی ابوبکر نے لکھا ہے کہ

"حضرت علیؓ کا قول تھا کہ اگر اس وقت میں خلیفہ ہوتا تو میں بھی وہی کرتا جسکو عثمانؓ نے کیا کیونکہ اسکے سوا چارہ ہی نہ تھا۔

مخالفین عثمان حضرت عثمانؓ پر ایک یہ بھی الزام لگاتے ہیں کہ آپ نے حضرت ابوبکرؓ کا جمع کیا ہوا قرآن مجید جلا ڈالا تھا لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر بالفرض حضرت عثمان نے ایسا کیا بھی تو آپ کے اس فعل پر کوئی نکتہ چینی نہیں کی جاسکتی کیونکہ آپ نے جو کچھ کیا وہ نہایت ہی بہتر کیا۔ کیونکہ جب باتفاق صحابہ صحیح قرأت نبوی کے مطابق قرآن مجید مرتب ومدون ہوچکا تھا پھر ایک ایسی چیز کا باقی رکھنا جس سے اختلاف پیدا ہوجانے کا اندیشہ تھا کسی عقلمند کا کام نہیں ہوسکتا۔ آپ نے اگر اس قرآن مجید کو جلا دیا تو یہ آپ نے امت محمدیہ

پر ایک بہت بڑا احسان کیا جس سے وہ کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتی۔ اس کے علاوہ یہ واقعہ سرے ہی سے بے بنیاد ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کے جمع کردہ قرآن مجید کو ۴۶ھ میں مروان بن حکم نے جب وہ مدینہ کا حاکم مقرر ہو کر آیا عبداللہ بن عمرؓ سے بجبر منگوا کر چاک کر ڈالا (دیکھو فتح الباری ج ۹ ص ۱۵ بحوالہ علوم القرآن از علامہ شبلی نعمانی (تہذیب الاخلاق صفر ۲۹ھ)}

حضرت عثمانؓ نے اپنے ترتیب قرآن کی مختلف نقول مصر، کوفہ، بصرہ، مکہ، شام، یمن اور بحرین کے عاملوں کے پاس بھجوا دیں تھیں مدینہ میں جو نسخہ پایا جاتا ہے اس کے آخر میں یہ عبارت بھی مکتوب ہے کہ یہ حضرت عثمانؓ کے حکم سے لکھا گیا۔ وہ قرآن مجید جو آپ نے اپنے پاس نقل کرا کر رکھا تھا اس کا نام امام تھا۔ یہ قرآن ۶۴ھ سے پیشتر محفوظ تھا لیکن افسوس ۶۴ھ میں مروان کے ہاتھ سے یہ کسی سفر میں ضائع ہو گیا۔

ابن ابی حاتم نے نافع بن ابی نعیم متوفی ۱۶۹ھ سے روایت کی ہے کہ مصحف امام ایک خلیفہ کی زیارت کیلئے لایا گیا میں نے اس میں بچشم خود الیہ فسیکفیکھم اللہ، عثمانی خون کے اثر کا معاینہ کیا۔

ابو عبید قاسم بن سلام متوفی ۲۲۴ھ نے کہا ہے کہ میرے لئے بعض امرا کے خزائن سے مصحف امام نکالا گیا اور میں نے اس میں خون کا اثر دیکھا۔

علامہ شیخ حسین بن محمد بن حسن دیار بکری تاریخ خمیس میں لکھتے ہیں کہ شب جمعہ اول شہر رمضان ۶۵۴ھ میں اتفاقاً مسجد نبوی میں آگ لگ گئی جس کی وجہ سے مسجد کا تمام سامان مع چھت کے جل گیا لیکن وہ قبہ جسکو ناصر الدین اللہ نے بنایا تھا مصحف عثمانی کی برکت سے بچ گیا۔

مولانا محمد سعید منتظم مدرسہ صولتیہ واقع مکہ معظمہ کے ۱۸ صفر ۱۳۴۵ھ کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ مصحف عثمانی مدینہ منورہ میں موجود ہے (حدائق البیان فی معارف القرآن از مولانا محمد عبد الغفور فاروقی صفحہ ۱۱۹)

مکہ میں جو مصحف عثمانی موجود تھا اسکو ۵۷۹ھ میں محمد جبیر اندلسی نے دیکھا تھا اس پر زید بن ثابت کے ہاتھ کی عبارت بھی لکھی ہوئی تھی یہ لمبے چوڑے ورقوں پر لکھا ہوا تھا اور لکڑی کی تختیوں سے مجلد تھا جس میں برنجی کے قبضے لگے ہوئے تھے (حدائق البیان)

بصرہ یا کوفہ کا مصحف عثمانی کسی زمانہ میں قرطبہ پہنچا پھر وہاں سے عبد المومن اپنے دار السلطنت میں لے آیا ۶۴۵ھ میں کسی صورت سے یہ معتضد کے قبضے میں آیا جب ابو الحسن نے تلمسان فتح کیا تو یہ نسخہ اس کے ہاتھ لگا اسکے انتقال کے بعد یہ نسخہ پھر جگہ جگہ پہنچا وہاں سے پھر اسکو ایک تاجر نے حاصل کیا اور آخر کار یہ ۷۴۵ھ میں شہر فاس لایا گیا جہاں یہ ایک مدت تک خزانۂ شاہی میں موجود رہا۔ (دیکھو علوم القرآن)

۸۰۰ھ میں جامع بصرہ میں ابن بطوطہ نے نسخہ قرآن مجید دیکھا۔ پھر عہد تیمور میں ابوبکر الشاشی کی طرف سے مرقد شیخ عبد اللہ پر رکھا گیا جہاں سے یہ بالشویکوں کے قبضہ میں آیا ۱۹۲۳ء میں یہ نسخہ ماسکو پہنچا جہاں وہ ابتک موجود ہے۔ دمشقی مصحف عثمانی کو ۶۵۷ھ میں ابو القاسم سبتی نے جامع دمشق میں دیکھا اس قرآن مجید کو عبد الملک نے بھی ۷۲۵ھ میں دیکھا تھا علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ یہ مصحف میرے سفر قسطنطنیہ کے زمانہ میں دمشق میں موجود تھا۔ سلطان عبد الحمید کے زمانے میں جامع مسجد میں آگ لگنے کی وجہ سے یہ قرآن مجید بھی جل گیا۔

علامہ مقریزی نے کتاب الخطط میں قاضی فاضل وزیر سلطان صلاح الدین کے مدرسہ کے ذکر میں لکھا ہے کہ مصحف عثمانی کا

ایک نسخہ قاضی موصوف کے کتب خانہ میں موجود تھا جسکو قاضی مذکور نے تیس ہزار اشرفی میں خریدا تھا (علوم القرآن از علامہ شبلی) حضرت علی کے ہاتھ کی مصحف عثمانی کی نقل ابھی تک مشہد علی میں محفوظ ہے جس پر آپ کے دستخط بھی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت علی کے ہاتھ کے لکھے ہوئے چند اوراق لاہور کی شاہی مسجد میں بھی موجود ہیں (پیام امن صفحہ ۹)

حضرت عثمان کے علاوہ دیگر صحابہ نے بھی خاص اپنی ذات کیلئے قرآن مجید لکھے تھے جن میں ذیل کے مصاحف خاص خصوصیات کے مالک ہیں

۱۔ مصحف عبد اللہ بن مسعودؓ۔ موصوف نے اپنے اجتہاد کے موافق اس میں سورتوں کی ترتیب قائم کی تھی (فتح ج ۹ ص ۳۸)

۲۔ مصحف حفصہ رضؓ۔ اس قرآن کو عمر بن رافع نے لکھا تھا (تیسیر الوصول)

۳۔ مصحف عائشہؓ۔ اس کی کتابت آپ کے آزاد کردہ غلام ابو یونس نے کی تھی (ترمذی)

۴۔ مصحف علیؓ۔ حضرت علیؓ نے اس میں ترتیب نزول کا خاص لحاظ رکھا تھا (فتح ج ۹ ص ۳۸)

ابن ندیم (سنہ ۳۷۸ھ) کتاب الفہرست میں لکھتا ہے کہ ابو یعلی حمزہ الحسنی کے پاس حضرت علی کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن مجید موجود تھا (الفہرست ص ۳۸) ان لوگوں کے علاوہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ عبد اللہ بن عمرؓ اور حضرت ابی بن کعب کے پاس بھی قلمی کلام مجید تھے۔

موجودہ اور صدر اول کے قرآن مجید میں بہت زیادہ اختلاف نہیں ہے صدر اول میں آیت کیلئے (..) شکل مقرر تھی اور اب (○) ہے صدر اول میں نقطے بھی نہیں لگائے جاتے تھے اور صرف امت کے تواتر قرأت ہی کو کافی سمجھا جاتا تھا۔ لیکن جب حدود اسلام زیادہ وسعت پذیر ہوئیں اور عجمیوں پر قرأت قرآن بغیر نقطوں کے نہایت گراں گذری اسلئے مشکل کو دور کرنے کیلئے حجاج بن یوسف نے نصر بن عاصم کاتب سے نقطوں اور حرکتوں والے قرآن مجید لکھائے اور اسوقت سے اب تک برابر اس کی پابندی کی جاری ہے۔ ابتدا میں قرآن مجید خط کوفی میں لکھا جاتا تھا لیکن چوتھی صدی ہجری کی ابتدا میں جب ابن مقلہ وزیر نے خط نسخ ایجاد کیا تو اسوقت سے برابر اسی خط میں قرآن مجید لکھا جانے لگا۔ فقط۔

تدوین حدیث

(از عبد الحلیم ناظم صدیقی (مولوی فاضل) ایڈیٹر محدث مدرس رحمانیہ)

بسلسلہ ماہ ستمبر

(۳)

تیسری صدی میں تدوین حدیث | اس سے پہلے ہم دو اشاعتوں میں پہلی اور دوسری صدی ہجری میں تدوین حدیث پر مفصل اور سیر حاصل بحث کر چکے ہیں۔ اشاعت زیر نظر میں تیسری قسط درج ذیل ہے۔

تاریخ اسلام میں تیسری صدی ہجری وہ اہم زمانہ ہے جس میں اسلام دنیا میں مہر درخشاں کیطرح ضیاء پاش ہو رہا تھا۔ اسلامی ترقی کے منازل جگمگا رہے تھے۔ دنیا کے ہر شعبے میں مسلمان اپنی مہارت و کمال کے جوہر دکھا رہے تھے۔ علوم و فنون کیطرف

...ح توجہ کی کہ اس میں ہر ممکن اور ارتقائی ذریعے سے چار چاند لگا دیئے۔ خلفاء عباسیہ کے علمی سیلاب کی موجیں ٹھاٹھیں مار رہی تھیں۔ جہاں یہ تمام ترقیاں تھیں وہاں مذہبی امور اور شرائع و احکام بھی کتابوں اور تحریروں میں ترویج پا رہے تھے۔ علماء کرام اور محدثین عظام حدیث کی خدمتوں میں معروف تھے مسلمان علماء کا ایک مستقل گروہ شروع ہی سے حدیث کی ترقی، تدوین و ترویج میں لگا ہوا تھا لیکن تیسری صدی ہجری میں تو بہت زیادہ اس طرف توجہ کی گئی۔ ایسے ایسے محدثین کبار پیدا ہوئے اور وہ کام کر دکھایا کہ آج تک دنیائے اسلام انکی کوششوں سے بہرہ ور اور مستفیض ہو رہی ہے اور انہیں ہمیشہ برقرار رہنے والے اعمال صالحہ و صدقات جاریہ کے ثواب مل رہے ہیں اور ملتے رہیں گے۔ اس صدی میں کتابت و قرأت کا زور ہو چکا تھا۔ اسلام تقریباً ہر جگہ پہنچ چکا تھا۔ تدریجی اعتبار سے دنیا اپنے ماضی سے زیادہ ترقی کر چکی تھی اسلئے مشتاقانِ علم رسول و فدایان حدیث نبوی نے بھی اپنی عمریں اسی ایک اور مہتم بالشان فن کی تحصیل میں صرف کر دیں اور اپنی زندگی کا کارنامہ تمام سرمایہ جات کو ایک کتابی صورت میں جمع کر دیا۔ طالبان حدیث کی قدر تھی۔ عزت و منزلت تھی۔ ان سے اسلام کے حقیقی شرائع و احکام کی تفصیل قوت پا رہی تھی اس لئے ہر معزز اہل علم مذہب و رسول کا عاشق دور دراز ملکوں کا سفر طے کرتا اور حدیث رسول کے باغ کی گلچینی کرتا ہوا خوشنما خوشبودار پھولوں سے اپنے اور اپنے علاوہ دوسروں کے دل و دماغ کو معطر کرتا حصول حدیث میں عام بیداری کی لہر پیدا ہو چلی تھی بڑے بڑے حفاظ حدیث جن پر آج تک دنیائے اسلام کو ناز ہے اسی تگ و دو میں فن حدیث کے درخشاں ستارے بن کر چمکے۔ اس طرح حدیث کی تدوین جو پہلی صدی ہی سے شروع ہوئی تھی اس صدی میں پورے زور پر آگئی ہر طرف حدیث کی بڑی ضخیم کتابیں لکھی جانے لگیں۔ عالم اسلام کا اتفاق ہے کہ جسقدر تیسری صدی میں علم حدیث کی خدمت، نشر و اشاعت، توسیع و تدوین ہوئی اسکی مثال تاریخ اسلام کی اور دوسری صدیوں میں نہیں ملتی۔ اگرچہ ہر دور میں محدثین کی ایک بڑی جماعت حدیث کے تذکار و تدوین میں مصروف رہی تیسری صدی میں حدیث کے جتنے مجموعے اپنے اپنے خاص طرز و انداز سے مرتب ہوئے انکو ایک طرف اور دوسری صدیوں کے تمام مجموعوں کو ایک طرف رکھو مگر کیا بلحاظ تعداد اور کیا بلحاظ صحت و وقار تیسری صدی کے مجموعے ہی بڑھ جائینگے۔ اس صدی میں بیشمار حدیث کی کتابیں، مسانید و مجموعے مرتب و مدون ہوئے۔ اتنے زیادہ کہ ہم ان تمام کا پوری طرح استقصار نہیں کر سکتے تاہم اپنی تتبع و تلاش سے ہم جسقدر معلوم کر سکتے ہیں اور جو اب تک مطبوع یا غیر مطبوع حیثیت سے پائی بھی جاتی ہیں ان کو ہر ایک پر مجمل کتابی بحث کرتے ہوئے درج ذیل کرتے ہیں۔ یہ مکرر واضح رہے کہ اس صدی کی تالیفات درج ذیل فہرست سے بہت زیادہ ہیں مگر ان میں اکثر غیر معروف رہیں۔ کچھ چوتھی صدی کی تالیفات میں منضم ہو گئیں۔ بعض کی روایتیں مابعد کی کتب سیر و تفاسیر میں منقول ہو گئیں۔ اور اکثر دست برد زمانہ کیوجہ سے مفقود ہو گئیں:۔

تیسری صدی کی تالیفات

(۱) **مسند امام احمد بن حنبلؒ:۔** امام احمد بن حنبلؒ ایک جلیل القدر امام اور بلند مرتبہ محدث تھے ائمہ اربعہ میں یہ چوتھے امام ہیں۔ مگر حفظ حدیث کے اعتبار سے میرے نزدیک سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔ ان کا مسلک بھی محض رائے و قیاس کا ذخیرہ نہیں بلکہ صریح قرآن و حدیث ہی ہے۔ یہ کئی لاکھ حدیثوں کے حافظ تھے۔ ان کا مسند احادیث کا گراں قدر خزانہ ہے۔ تقریباً سات لاکھ حدیثوں سے چالیس ہزار بعض کے نزدیک تیس ہزار احادیث انتخاب کر کے علیحدہ اپنے مسند میں جمع کیں۔ انکی اولاد میں بھی حفظ حدیث کا ذوق تھا

چنانچہ حضرت الامام نے اپنا مسند اپنی اولاد کو اور لوگوں کو سنایا اور اپنے انتخاب کی کیفیت بیان کی۔ انکی وفات کے بعد ان کے لڑکے عبداللہ اور پوتے ابوبکر قطعی نے جو اس کے راوی ہیں کچھ روایتیں ملا کر اسکو اٹھارہ مسندوں پر مشتمل کر دیا۔ بہرحال امام احمدؒ کا مسند مطبوعہ ہے۔ نایاب بھی نہیں ہے۔ میری نظر سے گذر چکا ہے۔ انکی ولادت ۱۶۴ھ اور وفات ۲۴۱ھ میں ہوئی۔

(۲) **مسند عبد بن حمیدؒ**:۔ ان کا نام عبدالحمید بن حمید بن نصر اور کنیت ابو محمد ہے مگر عبد بن حمید ہی سے مشہور ہیں۔ یہ بھی بلند پایہ محدث ہیں۔ ان سے امام مسلمؒ۔ امام ترمذیؒ۔ اور امام بخاریؒ نے باب دلائل النبوۃ میں احادیث روایت کی ہیں۔ ان کی کتاب مختصر ہے۔ حجم ص ۲۵۴ ہنوز غیر مطبوع ہے۔ حیدرآباد کے ایک کتبخانہ میں قلمی صورت میں موجود ہے۔ بعض حضرات نے اس کی طباعت کی ضرورت محسوس کی ہے۔ امید ہے کہ عنقریب چھپکر شائقین کے ہاتھوں میں آجائیگی۔ انشاء اللہ۔

(۳) **مصنف عبدالرزاقؒ**:۔ ان کا پورا نام عبدالرزاق بن نافع حمیر اور کنیت ابوبکر ہے۔ یہ کتاب بھی غالباً ابھی غیر مطبوع ہے اور ہندوستان کے کئی قدیم و مشہور کتبخانوں میں پائی جاتی ہے۔ انکی وفات ۲۱۱ھ میں ہوئی اسلئے بعض لوگ ان کے مصنف کو دوسری صدی کے اواخر کی تصنیف سمجھتے ہیں۔ مگر میرے خیال میں تیسری صدی کی بالکل ابتدا کی تصنیف کہی جائے تو بہتر ہے یہ کتاب میری نظر سے نہیں گذری۔

(۴) **سنن سعید بن منصورؒ**:۔ ان کا پورا نام سعید بن منصور بن شعبہ اور کنیت ابوعثمان ہے۔ یہ کتاب بھی غالباً ابھی غیر مطبوعہ ہے مگر اسکا مسودہ بعض کتبخانوں میں موجود ہے۔ انکی وفات ۲۲۷ھ میں ہوئی یہ کتاب بھی میری نظر سے نہیں گذری۔

(۵) **مصنف ابی بکر بن ابی شیبہؒ**:۔ ان کا نام ابراہیم بن عثمان العبسی اور کنیت ابوبکر ہے۔ یہ کتاب بھی غیر مطبوعہ ہے مگر ہندوستان کے بڑے بڑے کتبخانوں میں قلمی صورت میں موجود ہے۔ انکی وفات ۲۳۵ھ میں ہوئی۔ یہ کتاب بھی میری نظر سے نہیں گذری۔ معلوم ہوا ہے کہ حیدرآباد کے ایک کتبخانہ میں قلمی موجود ہے جس کا حجم تقریباً۔ صفحات ہے۔

(۶) **جامع صحیح البخاریؒ**:۔ زبان پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا + کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لئے۔
ان کا نام محمد بن اسماعیل بن المغیرہ اور کنیت ابوعبداللہ ہے۔ انکی ولادت ۱۹۴ھ اور وفات ۲۵۶ھ میں ہوئی۔

یہی صحیح احادیث کا وہ مشہور مجموعہ ہے جسکو دنیائے اسلام کا بچہ بچہ جانتا ہے۔ تیسری صدی کیا پورے عالم اسلام قرون اول سے لیکر آج تک کی یہ اعلیٰ ترین تصنیف ہے جس پر تمام علماء و آئمہ اسلام کا اتفاق ہے کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ البخاری (اللہ کی کتاب قرآن کے بعد دنیا کی صحیح ترین کتاب بخاری ہے) تیسری صدی کا زمانہ جہاں حدیث کی صحیح نشر و اشاعت اور عمومی تذکار و تدوین کا زمانہ ہے وہاں یہی وہ زمانہ ہے جس میں حدیث کی طرف لوگوں کی عام توجہ دیکھکر بے شمار وضاع حدیث بھی پیدا ہوگئے تھے۔ عام لوگوں کو صحیح و غلط اور صدق و کذب میں امتیاز کرنا بھی دشوار ہوگیا تھا۔ ایسے نازک دور میں امام بخاری نے اپنی زندہ جاوید کتاب تالیف کرکے صحیح اسلامی شرائع و احکام کی حفاظت اور دنیائے اسلام پر ہمیشہ برقرار رہنے والا احسان کرگئے (ہم اسماء الرجال پر بحث کرتے ہوئے وضع حدیث کے خلفشار کی پوری تفصیل کبھی درج کرینگے انشاء اللہ)

امام بخاری دراصل آیۃ من آیۃ اللہ تھے۔ قوت حافظہ بلا کی تھی۔ حدیث میں ان کا پلہ بہت بلند ہے۔ لاکھوں احادیث کے حافظ تھے۔ اپنے اس جامع میں کل مع مکررات تقریباً سات ہزار حدیثیں جمع کیں۔ اجتہادی قوت بھی بہت زبردست تھی اسلئے

ایک ایک حدیث متعدد بار ذکر کرکے بیسیوں مسئلے متفرع کئے ہیں۔ حدیث کی صحت واحتیاط کو ملحوظ رکھتے ہوئے نہایت بلند شرائط مقرر کیں۔ تاکہ رسول اللہ صلعم کی پاک وصاف اور صحیح وصریح ستھری ہوئی حدیثیں چھنٹ کر ایک جگہ جمع ہوجائیں۔ بخاری ومسلم پر جرح رواۃ کے اعتبار سے شرح اصول بزدوی اور دارقطنی وغیرہ میں جو کچھ کمزور اعتراضات کئے گئے ہیں۔ ان کا مفصل جواب محدثین و شارحین صحیحین نے دیا ہے۔ ہم آئندہ کسی موقعہ پر ایک علیحدہ مضمون میں اسکی تفصیل عرض کرینگے۔ مختصر یہ کہ جسطرح رسول اللہ صلعم کیلئے کہاگیا ہے ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ اسی طرح صحیح بخاری یعنی مجموعۂ کلام رسول کیلئے بھی اتنا ہی کہدینا کافی ہے ع

بعد از قرآن خوب توئی قصہ مختصر۔ ؎[5]

(۷) صحیح مسلمؒ:۔ ان کا نام مسلم بن ابی الحجاج دردین القشیری اور کنیت ابوالحسین ہے۔ انکی ولادت سنہ ۲۰۴ھ اور وفات سنہ ۲۶۱ھ میں ہوئی۔

صحیح مسلم بھی دنیائے اسلام کی مشہور کتاب ہے۔ بخاری کے بعد مسلم ہی کا رتبہ ہے۔ بخاری آفتاب ہے تو مسلم ماہتاب۔ ان دونوں آفتاب وماہتاب کی ضیا پاش کرنوں سے احادیث رسول بقعۂ نور بنکر لوگوں کے سینوں میں جگمگا اٹھیں۔ امام مسلمؒ کے شرائط صحت وجمع بھی بہت بلند ہیں لیکن بخاری سے کم۔ امام مسلم نے بغیر مکررات کے تمام احادیث کو فقہی اعتبار سے ہر باب کے ماتحت ذکر کیا ہے۔ اندلس کے علماء جنہیں مغاربہ کہا جاتا ہے مسلم کو بخاری پر ترجیح دیتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ مسائل وحدیث کی تلاش مسلم میں آسان ہے لیکن پھر بھی بخاری بخاری ہی ہے۔ تمام لوگوں کا اتفاق ہے کہ مسلم پر بخاری کو ترجیح حاصل ہے۔ الغرض یہ دونوں کتابیں دنیائے اسلام کی عجیب ترین کتابیں ہیں۔ جن سے دین اسلام کا ایک تفصیلی حصہ بڑی حد تک محفوظ و مامون ہے۔ ان دونوں کتابوں کو صحیحین کہا جاتا ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں ہر جگہ چھپی ہوئی ملتی ہیں۔ مدارس عربیہ کی نصاب میں اس حد تک داخل ہیں کہ بغیران کے عالمیت وفضیلت کی تکمیل ہی نہیں ہوسکتی یوں تو مسلم کی بھی کئی شرحیں ہیں لیکن علامہ نوویؒ کی شرح بہترین شرح ہے اسکے بعد مسلم کیلئے کسی شرح کی ضرورت نہیں:۔

(۸) سنن ابی داؤدؒ:۔ ان کا نام سلیمان بن الاشعث بن اسحٰق سجستانی اور کنیت ابو داؤد ہے۔ انکی ولادت سنہ ۲۰۲ھ وفات سنہ ۲۷۵ھ میں ہوئی۔ یہ کتاب بھی صحت وسند کے اعتبار سے نہایت موقر اور صحاح ستہ کی ایک رکن رکین ہے جسطرح اس صدی کی عام کتابوں کی فقہی ترتیب ہے اسی طرح سنن ابی داؤد کی ترتیب بھی فقہی ہے۔ یہ بھی عام طور پر مدارس عربیہ میں پڑھائی جاتی ہے اور ہر جگہ بکثرت ملتی ہے۔ اسکی بہترین شرح عون المعبود ہے جو زمانہ حال کی شرح ہے لیکن افسوس ہماری جماعت کی غفلت سے اب نایاب ہورہی ہے:۔

(۹) جامع ترمذیؒ:۔ ان کا نام محمد بن عیسیٰ سلمی اور کنیت ابوعیسیٰ ہے۔ انکی ولادت سنہ ۲۰۹ھ اور وفات سنہ ۲۷۹ھ میں ہوئی۔ یہ کتاب بھی صحت کے لحاظ سے نہایت معتبر ومعزز اور اجتہاد کی حیثیت سے بہت بلند پایہ ہے۔ امام ترمذی امام بخاری کے شاگرد بھی ہیں اور حدیث کے جمع وتدوین میں امام بخاری ہی کی اجتہادانہ پیروی کی ہے۔ اسکی ترتیب بھی فقہی ہے۔ یہ بھی مدارس عربیہ کے نصاب تعلیم میں داخل اور بزم صحاح ستہ کی ایک معزز رکن ہے۔ امام ترمذی کا طریقہ ہے کہ ہر حدیث کا رتبہ صحت اپنے خاص معیار کے موافق بتاتے چلتے ہیں۔ اس کتاب کی بھی متعدد شرحیں لکھی گئیں لیکن سب سے بہتر اور کامیاب ومفید شرح مولانا عبدالرحمن صاحب

[5] صحیح بخاری کی بے شمار شرحیں لکھی گئیں جن میں مشہور شرحیں فتح الباری، قسطلانی اور عینی ہیں ان میں سب سے بہتر جامع اور کامیاب

مبارکپوری عصر حاضر میں لکھ رہے ہیں۔ جس کا نام تحفۃ الاحوذی ہے۔ اسکی دو جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ بقیہ جلدیں بھی تیار ہو چکی ہیں۔ عنقریب چھپکر مشتاقان حدیث کے ہاتھوں میں پہونچ جائینگی۔ انشاء اللہ

(۱۰) مسند حارث :- ان کا نام حارث بن اسامہ اور کنیت ابو محمد ہے۔ انکی وفات ۲۸۲ھ میں ہوئی۔ غالباً یہ کتاب بھی غیر مطبوعہ ہے۔ لیکن بعض کتبخانوں میں موجود ہے۔ میری نظر سے نہیں گذری۔

(۱۱) مسند بزار :- ان کا نام احمد بن عمر بن عبد الخالق اور کنیت ابو بکر ہے۔ ان کی وفات ۲۹۲ھ میں ہوئی۔ یہ کتاب بھی غیر مطبوعہ ہے۔ لیکن بعض کتبخانوں میں موجود ہے۔ میری نظر سے نہیں گذری۔

(۱۲) مسند دارمی :- ان کا نام عبداللہ بن عبدالرحمن الدارمی السمرقندی ہے۔ انکی ولادت ۱۸۱ھ اور وفات ۲۵۵ھ میں ہوئی یہ بھی حدیثوں کا ایک صحیح مجموعہ ہے لیکن اس کا پایہ صحاح ستہ کے برابر نہیں اسی لئے صحاح ستہ میں اسکا شمار نہیں ہے۔ تاہم صحاح کے بعد یہ بڑی حد تک معتبر ہے یہ کتاب چھپی ہوئی ہے اور عام طور پر ملتی ہے۔ نصاب تعلیم میں داخل نہیں ہے میری نظر سے گذر چکی ہے۔

(۱۳) سنن ابی مسلم :- ان کا نام ابراہیم بن عبداللہ اور کنیت ابو مسلم ہے۔ انکی وفات ۲۹۲ھ میں ہوئی یہ کتاب بھی غیر مطبوع ہے اسی وجہ سے میری نظر سے نہیں گذری۔

(۱۴) سنن نسائی :- ان کا نام احمد بن شعیب بن علی النسائی اور کنیت ابو عبدالرحمن ہے۔ انکی ولادت ۲۱۵ھ اور وفات ۳۰۳ھ میں ہوئی۔ یہ بھی زبردست محدث تھے۔ اصحاب صحاح میں سب سے پیچھے گذرے ہیں۔ انکی کتاب بھی صحاح ستہ میں داخل ہے اور مدارس عربیہ میں عام طور پڑھائی جاتی ہے انہوں نے اپنے مجموعہ میں بغیر کسی جرح و تعدیل کے تذکارکے نہایت صفائی و صراحت سے صحیح حدیثیں جمع کی ہیں یہ کتاب بڑی آسان ہے اور درسی ہونیکی وجہ سے ہر جگہ عام طور پر ملتی ہے۔

(۱۵) سنن ابن ماجہ :- ان کا نام محمد بن یزید بن عبداللہ بن ماجہ قزوینی اور کنیت ابو عبداللہ ہے۔ انکی ولادت ۲۰۹ھ اور وفات ۲۷۳ھ میں ہوئی۔ یہ کتاب مختصر ہے اور اکثر جگہ نصاب تعلیم میں داخل ہے۔ اکثر لوگ بجائے موطا کے اسی کو صحاح ستہ میں شمار کرتے ہیں۔ لیکن میرے نزدیک صحاح ستہ میں موطا کا شمار کرنا بہتر ہے۔

(۱۶) طحاوی :- ان کا نام احمد بن محمد بن سلامۃ المصری الطحاوی اور کنیت ابو جعفر ہے۔ انکی ولادت ۲۳۹ھ اور وفات ۳۲۱ھ میں ہوئی۔ بعض لوگ اسے چوتھی صدی کی تالیف سمجھتے ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ تیسری صدی کی تالیف ہے۔ محدثین کے نزدیک طحاوی کا پایہ زیادہ بلند نہیں۔ یہ ایک ضخیم کتاب ہے اور اکثر ضعاف و آثار پر مشتمل ہے۔ مطبوعہ ہے۔ عام طور پر ملتی ہے۔ نصاب تعلیم میں داخل نہیں ہے۔ اخبار اہلحدیث مجریہ ۱۴ جولائی ۱۹۳۳ء صہ ۹ میں ایک نامہ نگار نے انکو امام شافعی کا شاگرد لکھدیا ہے۔ حالانکہ امام شافعی کے زمانہ میں انکی پیدائش بھی نہ ہوئی تھی۔

(۱۷) مسند ابو یعلی موصلی :- ان کا نام احمد بن علی المثنی ہے۔ انکی وفات ۳۰۷ھ میں ہوئی۔ یہ کتاب بھی غیر مطبوعہ ہے۔ میری نظر سے نہیں گذری۔ حیدر آباد کے ایک کتبخانہ میں قلمی صورت میں موجود ہے ضخامت تقریباً ۵۰۰ صفحات ہیں۔

ان کے علاوہ مسند شافعیؒ اور سنن شافعیؒ بھی اسی صدی کی کتابیں کہی جاسکتی ہیں۔ لیکن دراصل یہ کتابیں خود امام شافعیؒ کی جمع کردہ نہیں ہیں بلکہ ان کے بہت بعد ان کے شاگردوں نے انہیں جمع کر دیا ہے جس طرح مسند امام اعظم کو امام ابو حنیفہؒ کے بہت

زمانہ کے بعد پچھلوں نے خود تالیف کرکے انکی طرف منسوب کر دیا ہے۔ سنن شافعیؒ ابتک غیر مطبوعہ[۱] تھی لیکن میرے ایک دوست مولوی عبدالرحمن فریدکوٹی اسکی طباعت کرا رہے ہیں عنقریب چھپکر تیار ہوجائیگی۔ کتاب الام للشافعیؒ الادب المفرد للبخاریؒ بھی حاشیہ کے مجموعے ہیں جو اسی صدی کی تالیفات سے ہیں اور مطبوعہ ہر جگہ ملتے ہیں۔

الغرض تیسری صدی ہجری تدوین حدیث کی نہایت کامیاب صدی ہے۔ متذکرہ صدر کتابوں کے علاوہ بہت سی حدیث کی مطبوعہ وغیر مطبوعہ کتابیں موجود ہیں جو بعد کی صدیوں کی تالیف ہیں۔ آئندہ ہم چوتھی صدی ہجری کے سلسلۂ تدوین حدیث پر بحث کرتے ہوئے انکی تفصیل عرض کرینگے۔ ان شاء اللہ۔

(ایڈیٹر)

اسلام اور تعلیم نسواں

(از مولوی عبدالغفار صاحب حسن رحمانی عمرپوری متعلم رحمانیہ)

کسی بزرگ نے ہمارے پاس جواب کیلئے چند سوالات بھیجے تھے ان میں اکثر فرقہ وارانہ اور فروعی اختلاف سے متعلق تھے جن سے ہم محدث کا دامن قطعی پاک رکھنا چاہتے ہیں۔ ہمارا مقصد اصولی حیثیت سے ٹھوس اسلام کی خدمت کرنا ہے۔ سائل کا ایک سوال عورتوں کے پڑھانے لکھانے کے متعلق تھا جسکا جواب ہمارے فاضل نامہ نگار کے قلم سے ذیل میں ملاحظہ کریں۔ (مدیر)

عقائد و اعمال اور اخلاق کی صحت و درستگی کا تمامتر دارومدار بچپن کی تربیت پر ہے۔ کیونکہ ان ایام کی نصیحت انسان کیلئے پتھر کی لکیر ثابت ہوتی ہے۔

اگر تربیت صحیح اصول و قوانین کو مدنظر رکھتے ہوئے دیجاتی ہے تو انسان عہد طفولیت سے نکلکر عہد شباب میں ایک ثمرآور درخت معلوم ہوتا ہے جسکے ثمرہائے شیریں سے لوگ مستفیض و محظوظ ہوتے ہیں۔ یہ درخت اسی بیج کا نتیجہ ہوتا ہے جو انسان کے ابتدائی دور میں کسی بہترین مربی کے ہاتھ سے اسکے تخم قلب میں بویا جاتا ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ عہد طفولیت کا زیادہ تر تعلق صنف نازک سے ہے۔ اگر اسکی معلمہ تربیت یافتہ علمی روشنی سے شناسا اور مذہبی معلومات سے واقف اور مکارم اخلاق سے آراستہ ہے تو اس درخت کے لگانے میں کامیاب ہوسکتی ہے ورنہ غار جہالت میں رہتے ہوئے خود اسکو گوناگوں مصائب اور بوقلموں نوائب سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور اسکی اولاد بھی جہل کی خاردار وادی میں بھٹکتی رہتی ہے۔ اس صاف اور واضح حقیقت کے ہوتے ہوئے عورت کو تعلیم سے بے بہرہ رکھنا کہاں کا انصاف ہے اور اسکو علمی سرچشمہ سے سیراب نہ کرنا کونسی عقلمندی ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ نہ افراط ہو نہ تفریط۔ بلکہ میانہ روی جو کہ اسلام کا اصل الاصول ہے۔ ملحوظ خاطر رہے۔ نہ اسقدر علمی شغف ہو کہ امور خانہ داری سے بے پروائی برتی جائے اور نہ اسقدر جہالت کہ قوی عمارت کی اساس منہدم ہوجائے۔

آج کل اسی طبقہ نسواں میں جہالت کیوجہ سے اولاد تہذیب و شائستگی سے کوسوں دور اور اخلاق حسنہ سے قطعاً ناآشنا

[۱] محمدی کے تازہ پرچہ میں کسی صاحب نے لکھا ہے کہ یہ کتاب پہلے چھپ چکی ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے اور نہ کہیں دستیاب ہوتی ہے۔

ہوتی ہے۔ اول لہو ولعب اور بزرگوں کے ارشادات سے بے اعتنائی برتنے کی خو گر نظر آتی ہے۔

تعلیم کے مفہوم میں پڑھانا بھی داخل ہے اور لکھانا بھی کتابت نسواں کے عدم جواز پر بعض علمائے دین ذیل کی حدیث پیش کرتے ہیں۔ عن عائشۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تسکنوھن الغرف ولا تعلموھن الکتابۃ و علموھن المغزل وسورۃ النور۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا عورتوں کو بالاخانوں میں سکونت پذیر مت ہونے دو اور نہ انکو تحریر سے آشنا کرو بلکہ سوت کاتنے اور سورۂ نور کی تعلیم دو۔

اس حدیث کو مختلف الفاظ سے ابن حبانؒ نے کتاب الضعفاء اور حاکمؒ نے مستدرک اور بیہقیؒ نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے لیکن کوئی سند قابل احتجاج نہیں۔ روایت ابن حبانؒ کی سند اسطرح ہے انبانا محمد بن عمرو ابنانا محمد بن عبداللہ بن ابراھیم قال حدثنا یحیی بن زکریا بن یزید الرقاق حدثنا محمد بن ابراھیم ابو عبداللہ الشافی ثنا شعیب اسحق الدمشقی عن ھشام بن عروۃ عن عائشۃ [1] اس سند میں محمد بن ابراہیم الشامی آیا ہوا ہے جو منکر الحدیث اور وضاع ہے امام ذہبی نے لکھا ہے [1] قال الدارقطنی کذاب وقال ابن عدیؒ عامۃ احادیثہ غیر محفوظۃ قال ابن الجوزیؒ ھذا الحدیث لا یصح۔ محمد بن ابراھیم کان یضع الحدیث۔ یعنی سب ائمہ اسکو کذاب اور احادیث کو اپنی طرف سے اختراع کرنیوالا قرار دیتے ہیں محدث ابن حبانؒ اور حافظ ابن حجرؒ نے بھی اسکی تاکید کی ہے۔

علامہ خزاعیؒ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ امام نسائیؒ اور ابوحاتمؒ نے اسکی توثیق کی ہے لیکن خزرجی کا یہ قول محل نظر ہے کیونکہ کتب اسماء رجال میں کہیں ان حضرات کی توثیق وتعدیل مذکور نہیں۔ اگر مان بھی لی جائے تو دارقطنیؒ۔ ابونعیمؒ۔ ابن حبانؒ ابن عدی کے مقابلہ میں ابوحاتمؒ اور نسائیؒ کو کسطرح ترجیح دیجا سکتی ہے۔

اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ جرح مفسر تعدیل پر مقدم ہوتی ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن صلاح نے تحریر فرمایا ہے اذا اجتمع فی شخص واحد جرح وتعدیل فالجرح مقدم علی التعدیل لان المعدل یخبر عن ماظھر من حالہ والجارح یخبر عن باطن خفی [2] انتھی۔ حاکمؒ کی روایت بھی الفاظ مذکورہ کیساتھ ہے صرف سند بدلی ہوئی ہے اسمیں عبدالوہاب بن ضحاک راوی ہے جسکو ابوحاتم نے کاذب اور امام نسائی نے متروک الحدیث اور دارقطنی نے منکر الحدیث اور ابن حبان نے وضاع قرار دیا ہے [3]

بیہقی کی دوسری روایت ہے جسکی سند میں بھی محمد بن ابراہیم الشامی موجود ہے جسکے ضعف کا حال تحریر کیا جا چکا۔

نیز ابن حبان نے ایک اور روایت نقل کی ہے عن ابن عباس مرفوعا لا تعلموا نساءکم الکتابۃ ولا تسکنوھن العلالی خیر لھو المرءۃ المغزل وخیر لھو الرجال السباحۃ اس حدیث کا مطلب ماسبق حدیث سے ملتا جلتا ہے۔ اس حدیث کی سند میں جعفر بن نصر آیا ہوا ہے جو متھم بالکذب ہے قال ابن الجوزی ھذا لا یصح

یہ وہ تمام احادیث ہیں جنکو عدم جواز کتابت نسواں پر پیش کیا جاتا ہے لیکن ان احادیث کے تمام طرق مخدوش ہیں۔ مفسرین میں سے امام بغوی اور خازن اپنی اپنی تفاسیر میں اس حدیث کو سورہ نور کے اختتام پر لائے ہیں لیکن اول الذکر محمد بن ابراہیم کے طریقے سے اور ثانی الذکر بغیر کسی سند کے لائے ہیں۔ اب اگر تحقیق کی روشنی میں صحیح حدیث تلاش کیجائے تو یہ ملیگی عن الشفاءؓ بنت عبداللہؓ قالت دخل علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم وانا عند حفصۃؓ فقال

[1] میزان الاعتدال ج ۲ ص ۳۲۵ ۔ [2] مقدمہ ابن صلاح ۱۲ [3] میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۶۹ ۔

الا تعلمین ھذہ رقیۃ النملۃ کما علمتیہا الکتابۃ۔ (ابوداؤد) یعنی شفا بنت عبداللہؓ سے روایت ہے کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اس حال میں کہ میں عائشہؓ کے پاس تھی آپ نے فرمایا کیا تو اسکو نملہ بیماری کا رقیہ نہیں سکھلاتی جیسا کہ تونے اسکو لکھنا سکھایا ہے۔ اس حدیث کی سند اسطرح ہے۔ حدثنا ابراھیم بن مھدی المصیصی نا علی بن مسھر عن عبد العزیز بن عمر بن عبد العزیز عن صالح بن کیسان عن ابی بکر بن سلیمان بن ابی حثمۃ عن الشفاء بنت عبد اللہ الحدیث اس حدیث کے تمام رواۃ ثقہ ہیں صرف دو راوی ایسے ہیں جنپر بعض حضرات نے شبہ کیا ہے لیکن محدثین نے اسکو بھی صاف کردیا ہے۔

(۱) ابراہیم بن مہدی المصیصی۔ اسکو ابوحاتمؒ۔ امام احمدؒ۔ ابوعاصمؒ نے ثقہ کہا ہے یحییٰ بن معینؒ نے جار بمناکیر سے تعبیر کیا ہے لیکن یہ لفظ ایسا نہیں جو اسکے ضعف اور عدم ثقاہت پر دال ہو۔ محدثین کے نزدیک منکر الحدیث اور جار بمناکیر میں بہت بڑا فرق ہے۔ اسکے یہ معنی نہیں کہ اسکی تمام مرویات منکر ہیں بلکہ یہ لفظ اس ثقہ پر بولا جاتا ہے جسکی بعض مرویات منکر ہوں ورنہ اگر اس بنا پر ضعیف قرار دیا جائے تو پھر محمد بن ابراہیم التیمی اور زید بن انیسہؒ کے بارے میں بھی امام احمد نے یہی الفاظ استعمال کئے ہیں۔ حالانکہ امام بخاری اور مسلم دونوں انکی ثقاہت پر متفق ہیں۔ بعد تسلیم اسکا متابع و مؤید ثقہ راوی یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم موجود ہے جسکی روایت امام نسائیؒ سنن کبریٰ میں لائے ہیں۔

نیز شفا والی حدیث پر ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ نے سکوت کیا ہے جو کہ اسکی صحت کی بین علامت ہے۔

(۲) عبد العزیز بن عمر بن عبد العزیزؒ۔ یہ بھی بنا بر اقوال جمہور محدثین ثقہ ہیں صرف ابومسہر نے ضعیف کہا ہے[۱]۔ لیکن صرف ایک محدث کی مبہم جرح بغیر کسی حجت کے تسلیم نہیں کیجا سکتی جبکہ اس کے مقابلہ میں یحییٰ بن معینؒ۔ ابوداؤدؒ نسائیؒ۔ ابوزرعہؒ۔ ابن عمارؒ۔ ابوحاتمؒ۔ ابونعیمؒ جیسے کبار محدثین اسکو ثقہ کہہ رہے ہیں اسی طرح تاریخ کی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سی صحابیات وتابعات سلسلہ تعلیم وتعلم وکتابۃ کو جاری رکھتی تھیں لیکن اسوقت کے علماء نے اس کے خلاف کوئی آواز نہیں اٹھائی۔

امام بخاریؒ نے کتاب ادب المفرد میں تخریر فرمایا ہے کہ عائشہ بنت طلحہ ام المومنین حضرت عائشہؓ کے پاس رہا کرتی تھیں اور حضرت عائشہ کے پاس جو خطوط ومکاتب آیا کرتے تھے انکا جواب عائشہ بنت طلحہ حسب ارشاد حضرت عائشہؓ لکھا کرتی تھیں۔ شہدہ بنت ابی نصر احمد بن الفرج متوفیہ ۵۷۴ھ جو بغداد میں علمی حیثیت سے نمایاں امتیاز رکھتی تھیں کتابۃ اور علمی قابلیت میں شہرہ آفاق تھیں[۲]۔

عائشہ بنت احمد القرطبیہ متوفیہ ۴۰۰ھ کو شاعری اور زبان آوری وانشا پردازی میں خاص ملکہ تھا اور اپنی لیاقت کیوجہ سے ضرب المثل تھی اسی کے بارے میں کہا گیا ہے انھا من عجائب زمانھا وغرائب اوانھا۔ اور بہت سی مثالیں موجود ہیں جو بخوف طوالت نظرانداز کی جاتی ہیں۔

چند شبہات کا ازالہ۔ مانعین تعلیم نسواں بہت سے شبہات اور عقلی احتمالات پیش کرتے ہیں، لیکن سب میں حقائق سے اغماض کیا گیا ہے مثلاً کہا جاتا ہے کہ ممکن ہے حضرت شفاؓ والی حدیث ازواج مطہرات کے ساتھ مخصوص ہو

[۱] میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۳۹ [۲] ج ۱ ص ۳۰ [۳] ج ۲ ص ۱۳۵ [۴] وفیات الاعیان لابن خلکان

کیونکہ عوام عورتوں پر جس فتنے کا خوف ہے اسکا خوف ازواج مطہرات پر نہیں ہو سکتا۔ اسیطرح اور بہت سے ایسے نظائر ہیں جسمیں انکی تخصیص ہے اور آیت یا نساء النبی لستن کاحد من النساء اسپر صاف طور سے دال ہے پس یہ حدیث ازواج مطہرات کے ساتھ مخصوص ہے اور لا تعلموہن الکتابۃ عام مستورات کیلئے ہے لیکن اگر دقت نظر سے دیکھا جائے اور بصارت کیساتھ بصیرت کو بھی کام میں لایا جائے تو یہ حقیقت منکشف ہو جائیگی کہ شفا والی حدیث تخصیص کی مبطل ہے نہ کہ مثبت کیونکہ اگر اسمیں ازواج مطہرات کی تخصیص ہے تو پھر شفا کو کتابت کی اجازت کیوں دی گئی اور اگر واقعی غیر ازواج مطہرات کیلئے ممنوع تھا تو شفا کو آنحضرتؐ نے کیوں منع نہ فرمایا اور اگر فتنہ وفساد کا ڈر ازواج مطہرات پر نہیں تھا تو اس حدیث کی کیا توجیہ کیجائیگی کہ ایک مرتبہ حضرت ابن ام مکتوم (ضریر البصر) بیت نبوی میں تشریف لاتے ہیں تو آپ اپنی ازواج مطہرات ام سلمہؓ اور میمونہؓ کو حکم دیتے ہیں کہ پردہ میں ہو جائیں اسپر وہ جواب دیتی ہیں کہ وہ نابینا ہیں آنحضرت ارشاد فرماتے ہیں افعمیا وان انتما الستما تبصرانہ یعنی کیا تم بھی نابینا ہو اور ان کو نہیں دیکھتی ہو۔

دوسرا احتمال یہ بھی نکالا جاتا ہے کہ ممکن ہے سلف کیساتھ خاص ہو۔ اسوقت فتنہ وفساد کا بازار بہت گرم ہے اسلئے کتابت کی اجازت نہ دینی چاہئے مگر یہ توجیہ بھی کوئی وقیع حیثیت نہیں رکھتی کیونکہ قوانین اسلامی کے لحاظ سے خلف وسلف سب برابر ہیں آیت ولقد علمنا المستقدمین منکم ولقد علمنا المستاخرین (ہم تمہارے اگلوں اور پچھلوں کے کوائف سے واقف ہیں) صاف مظہر ہے کہ اگر تعلیم وکتابت نسواں فی نفسہ باعث فساد ہوتی تو شارع کبھی اسکو جائز قرار دیتے ما کان ربک نسیا (تمہارا رب بھولا ہوا نہ تھا) فساد وشر کے اور بہت سے محرکات ودواعی خارجیہ موجود ہیں جنکی بنا پر عورتیں اجانب سے سازباز کر کے اغوا کا شکار بنجاتی ہیں تعلیم فی نفسہ بشرطیکہ صحیح معیار پر دیجائے ضرر رساں نہیں۔

ایک اور انکشاف) اسٹار آف انڈیا نے اغوا اور جبری بدکاری اور فواحش کے جو اعداد وشمار شائع کئے ہیں اسمیں یہ بھی ہے کہ ۱۹۲۶ء سے ۱۹۳۱ء تک بنگال میں ۲۶۵۳ مسلمان عورتیں اغوا کا شکار ہو چکی ہیں، اس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ یہ تمام عورتیں تعلیمیافتہ نہیں تھیں کیونکہ بنگال میں طبقہ نسواں تعلیمی حیثیت سے غالباً ۵ فیصدی ہوگا بلکہ اس سے بھی کم نظر آئیگا۔

اب بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کسی فتنہ کا باعث وسبب تعلیم نہیں۔

اسلام اور صنف نازک

(از مولوی سید نظیر الحسن صاحب رحمانی سہسوانی متعلم رحمانیہ)

اسلام نے اہل دنیا پر جو احسانات کئے وہ اہل نظر سے مخفی نہیں۔ اسلام ان خوبیوں کا حامل ہے جو اسکے ماسوا کسی اور دین میں نہیں پائی جاتیں یہ اسلام ہی کی شان تھی کہ اسنے درندوں سے بھی بدترین خصائل رکھنے والے لوگوں کو صحیح معنوں میں انسان بنا دیا۔ اونٹ ونیزیچ جیسے نبرد آزما وجنگجو قبائل کو بھائی بھائی کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں تو دنیا کے ہر طبقہ پر عمدہ اخلاق کی خیر وبرکت سے احسانات کئے ہیں خصوصاً آپنے طبقہ صنف نازک پر جو احسان فرمایا ہے اسکی مثال نہیں ملسکتی۔ جو شخص محمد رسول اللہ کی معاشرتی واصلاحی

زندگی اور دیگر حکومتوں ومذاہب کا موازنہ کریگا اسپر یہ بخوبی واضح ہو جائیگا کہ وہ طبقہ جسکو عوام الناس دنیا کی تمام حقیر اشیاء سے حقیر تر سمجھتے تھے اسکو محمد الرسول اللہ نے کسقدر بام رفعت پر پہنچا دیا سب سے پہلے ہم آپکے سامنے سلطنت رومۃ الکبریٰ کو پیش کرتے ہیں کیونکہ یہ اس زمانہ کی سب سے بڑی مہذب ومتمدن سلطنت شمار کی جاتی تھی اس سے آپ پر واضح ہو جائیگا کہ جب ایک مہذب سلطنت کا یہ حال ہے تو غیر مہذب ممالک کا حال یقیناً اس سے بدتر ہوگا۔ رومن قانون کے مطابق عورت بچپن میں باپ کی ملکیت ہوتی تھی اور شادی کے بعد شوہر کی مملوکہ ومقبوضہ حتیٰ کہ شوہر کو اسکے قتل کر دینے کا حق بھی تھا۔ اگر عورت اپنے بچہ کو چھوڑ کر کسی اور کے بچہ کو اٹھا لیتی یا کسی شخص کی شراب وغیرہ سے خاطر ومدارات کر دیتی تو واجب القتل قرار دیجاتی۔ مردانہ مکانات میں اسکو جانیکا حق حاصل نہ تھا نہ وہ کسی کو متبنیٰ بنا سکتی تھی نہ خود بنائی جا سکتی تھی کسی کے حق میں وصیت نہیں کر سکتی تھی۔ یونان میں عورت ورثہ میں دیجا سکتی تھی اسکی بیع وشرا جائز تھی۔ دوسری عورت سے اپنی بیوی کو بدلا جا سکتا تھا۔ چین وجاپان میں عورت معبدوں میں نہیں جا سکتی تھی۔ بلکہ وہ کسی مذہبی رسوم میں حصہ ہی نہیں لے سکتی تھی۔ ہندوستان میں معصوم بچیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔ شوہر کی موت پر چتا میں جلنا ہوتا اگر انکار کرتی تو جبراً جلائی جاتی۔ جن عورتوں کی شادی بچپن میں ہو جاتی اگر کمسنی ہی میں اسکا شوہر مرجاتا تو اسکو دوسری شادی کرنیکی اجازت نہیں تھی۔ عورت کی ہر چیز کا مالک اسکا شوہر ہوتا تھا۔ اب آیئے ہم آپکو دیگر یورپین ممالک کی سیر کرائیں جو آج کل اپنے مہذب ہونے پر بہت نازاں ہیں اور دیگر ممالک کے لوگ بھی اسکی تہذیب کے بہت ہی دلدادہ بنے ہوئے ہیں۔ وہاں بھی عورت کی حالت زار قابل رحم ہے طرح طرح کے مظالم بیدریغ کئے جاتے تھے بلکہ بعض مقامات پر ساحرہ سمجھکر زندہ جلا دیا جاتا تھا۔ ڈاکٹر اسپرنگر نے اندازہ لگایا ہے کہ عیسائیوں نے ساحرہ ہونیکے وہم پر نوے لاکھ عورتوں کو زندہ نذر آتش کر دیا۔ عرب تو ظلم وستم کا ملجا وماویٰ ہی بنا ہوا تھا لڑکیوں کو زندہ درگور کر ہی دیا جاتا تھا مزید برآں نکاح کے وقت ایک شرط یہ بھی ہوتی تھی کہ اگر لڑکی پیدا ہوگی تو ماں کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا ہوگا۔ باپ کے مرنے کے بعد ماں بیٹے کے ورثہ میں آتی تھی اب وہ مختار تھا خواہ اپنے نکاح میں لائے یا کسی اور کو دیدے یا یونہی معلق چھوڑ دے اسکے بعد پیشوایان مذاہب کے اقوال کو بھی ملاحظہ فرما لیجئے۔ نوجی فرماتے ہیں۔ بدقسمتی۔ موت۔ دوزخ۔ زہر۔ سانپ میں سے کوئی بھی اتنا خطرناک نہیں جتنی عورت ہے۔ بہت سے بھائیوں کی ایک مشترکہ بیوی ہو سکتی ہے ایک یہودی مصنف کا قول ہے کہ مرد کی بدی عورت کی نیکی سے بہتر ہے۔ نیز عورت کسی سے معاہدہ نہیں کر سکتی عیسائی مذہب میں رومن کیتھلک فرقہ کے نزدیک عورت انجیل مقدس کو نہیں چھو سکتی۔ سینٹ برنارڈ کہتے ہیں کہ عورت شیطان کا آلہ کار ہے۔ سینٹ جیروم کا قول ہے کہ عورت بدی کا دروازہ ظلم وتعدی کی شاہراہ اور بچھو کا ڈنک ہے۔ سینٹ جان ڈامسن کہتے ہیں کہ عورت کذب وافترا کی بیٹی۔ دوزخ کی سنتری۔ امن کی دشمن۔ اور وحشی درندوں سے بھی زائد گزند رساں ہے۔ حضرت مسیح کے متعلق منقول ہے کہ آپنے عورت سے بچنے کو بہشت میں داخل ہونا قرار دیا ہے یہ اقوال واحوال دیگر امم ومذاہب کے ہیں اب ہم صنف نازک کے متعلق وہ احکام آپ کے گوش گذار کرنا چاہتے ہیں جنہیں سرکار دو جہاں احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے۔ غور سے ملاحظہ کیجئے۔ عورت کی تین حالتیں ہیں ماں۔ بیوی۔ بیٹی۔ ہم علی الترتیب ہر ایک کے متعلق حضور کا فرمان آپکو بتلاتے ہیں۔ ایک شخص آتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتا ہے کہ میرے حسن سلوک کا زیادہ مستحق کون ہے آپ فرماتے ہیں تیری ماں وہ تین مرتبہ دریافت کرتا ہے آپ یہی فرماتے ہیں اسکے بعد اور مستحقین کو بتلاتے ہیں۔ حضرت اسماءؓ دریافت کرتی ہیں کہ میری ماں مشرکہ آئی ہے اور وہ مجھ سے حسن سلوک چاہتی ہے آپنے فرمایا اس سے حسن سلوک کرو۔ یہ حکم آپ کا اس ماں کیلئے ہے جو مشرک خدا اور اسکے رسول کی دشمن ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں جنت میں داخل ہوا اور قرآن پڑھنے کی آواز سنی دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حارثہ بن نعمان صحابی ہیں آپنے فرمایا جو شخص اپنے ماں باپ سے حسن سلوک کریگا وہ بھی اسیطرح جنت میں ہوگا کیونکہ یہ اپنی ماں سے بہت زیادہ حسن سلوک کرتے تھے۔ جہاد میں چلنے کا اعلان ہو چکا ہے فہرست تیار ہو رہی ہے لوگ بھرتی ہو رہے ہیں ایک شخص آتا ہے اور جہاد میں چلنے کی خواہش

ظاہر کرتا ہے آپ دریافت کرتے ہیں کیا تیری ماں زندہ ہے وہ کہتا ہے جی ہاں۔ آپ فرماتے ہیں جا اسکی خدمت کرو کیونکہ جنت اسی کے قدموں کے نیچے ہے دوسری جگہ ارشاد ہے کہ ماں باپ کا نافرمان جنت میں نہیں داخل ہو گا۔ ابو الطفیل بیان کرتے ہیں کہ مقام جعرانہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم گوشت تقسیم فرما رہے تھے اتنے میں ایک عورت آئی آپنے فوراً ان کیلئے اپنی چادر مبارک کو بچھا دیا وہ اسپر بیٹھ گئیں جب وہ چلی گئیں تو دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ آپکی رضاعی ماں حلیمہ سعدیہ تھیں۔ آپکی حقیقی والدہ تو بچپن ہی میں انتقال کر گئیں تھیں اگر وہ حیات ہوتیں تو نہ معلوم آپ کتنا ادب و احترام کرتے۔ بیوی کے متعلق آپ کا ارشاد سنیئے! آپ فرماتے ہیں تم میں وہ شخص بہتر ہے جو اپنی بیوی سے اچھا برتاؤ کرے۔ اور میں تم سب سے زیادہ اچھا برتاؤ اپنی بیویوں سے کرتا ہوں ایک مرتبہ چند حبشی آئے اور انہوں نے مسجد میں تلوار کے جوہر دکھلانے کی اجازت طلب کی آپنے اجازت دی۔ اور یہ کھیل عائشہ صدیقہ کو بھی دکھلایا جبتک حضرت عائشہ خود تھک کر نہیں ہٹ گئیں آپ برابر اسی طرح انکے سامنے آڑ بنے کھڑے رہے۔ حضرت معاویہ قشیری کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول سے دریافت کیا کہ عورت کا اپنے شوہر پر کیا حق ہے آپنے فرمایا جو کھاؤ وہ اسے کھلاؤ۔ جو پہنو وہ اسے پہناؤ۔ اور اسکو اپنی لونڈیوں کی طرح مت مارو۔ گالی وغیرہ مت دو۔ اور اس سے اگر ناراض ہو تو مکان سے باہر مت نکالدو۔ اگر بیوی کو شوہر ناپسند ہے طلاق طلب کرتی ہے مگر کامیابی نہیں ہوتی تو اس صورت میں عورت خلع کر کے اپنا نکاح فسخ کرا سکتی ہے۔ محمد رسول اللہ نے عورت کیلئے مہر کو مقرر کیا۔ مہر نہ دینے اور نکاح کر لینے کو آپنے زنا قرار دیا۔ بیوی کا ورثہ شوہر کے مال میں مقرر فرمایا۔ آپنے اپنے آخری حج کے خطبہ میں یہ بھی فرمایا تھا کہ عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ انکے بارے میں خدا سے ڈرنا۔ ظلم و تعدی نہ کرنا کیونکہ تم نے انکو اپنے نکاح میں خدا کے نام پر لیا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ حضورؐ سے ناراض ہو کر آپسے زور سے باتیں کر رہی تھیں اتنے میں انکے والد حضرت ابوبکر صدیق تشریف لے آئے انہوں نے یہ سنکر حضرت عائشہؓ کو تھپڑ مارنا چاہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم فوراً بیچ میں آ گئے اور ان کو بچا لیا۔ ایک مرتبہ حضرت حفصہؓ و عائشہؓ نے حضرت صفیہؓ سے کہا کہ ہم تم سے زیادہ معزز ہیں تم ایک یہودی کی لڑکی ہو اور ہم آپکی چچازاد بہن بھی ہیں اور بیوی بھی۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے حضرت صفیہ کو مغموم دیکھکر وجہ دریافت کی انہوں نے واقعہ بیان کیا آپنے فرمایا تمنے یہ کیوں نہ کہا کہ تم مجھسے کسطرح زیادہ معزز ہو سکتی ہو میرے باپ ہارونؑ چچا موسیٰؑ شوہر محمد سب ہی نبی ہیں۔

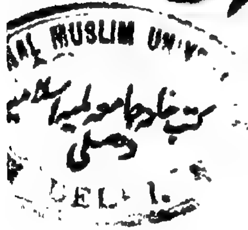
عورت کا درجہ بحیثیت لڑکی۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس شخص کے ایک لڑکی ہو اور اسنے اسکو زندہ درگور نہیں کیا نہ اسنے ذلیل سمجھا۔ نہ لڑکوں کو اسپر ترجیح دی۔ تو خدا اسکو جنت میں داخل کریگا جس شخص کو خدا نے لڑکیاں عنایت کیں اور اسنے انکی اچھی طرح پرورش کی تو وہ لڑکیاں قیامت کیدن اسکے اور عذاب دوزخ کے درمیان آڑ بن جائینگی۔ آپنے فرمایا کیا میں تمکو تمام نیکیوں میں بہترین نیکی نہ بتلاؤں صحابہ نے عرض کیا ہاں ضرور بتلایئے آپنے فرمایا سب سے بہتر نیکی یہ ہے کہ تم اپنی لڑکی کی دستگیری کرو جب اسکا کوئی دستگیر نہ ہو۔ نکاح کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ بغیر لڑکی کی اجازت کے ولی کو نکاح کرنا درست نہیں۔ اگر کسی ولی نے لڑکی کا نکاح اسکی بغیر اجازت کر دیا تو لڑکی کو شرعاً اختیار ہے خواہ نکاح کو صحیح رکھے یا فسخ کر دے چنانچہ ایک لڑکی حضورؐ کی خدمت میں آتی ہے اور کہتی ہے کہ اے رسول اللہ میرے باپ نے اپنے بھتیجے سے میرا نکاح کر دیا ہے مگر میں اسکو ناپسند کرتی ہوں آپنے اسکو اجازت دیدی کہ اپنا نکاح فسخ کر دے۔ حضرت فاطمہ زہراؓ جب حضورؐ کے پاس آتیں تو آپ فوراً کھڑے ہو جاتے۔ انکو پیار کرتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ عورتوں کے یہی وہ حقوق تھے جنکے متعلق دیگر اقوام و ملل کو گمان تک نہ ہوا ہو گا۔ یہ تھی صرف ہمارے نبی رحمۃ للعالمین کی شفقت اس جنس کے ساتھ جسکو دنیائے قدیم کا کوئی شخص اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتا تھا۔ حضور کا یہ ایک ایسا احسان ہے جسکا بدلہ عورتیں کسی صورت میں نہیں کر سکتیں۔ ؎ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

جلد اول

نمبر ۳۲۰۴
دسمبر ۴۳

اللہ نزل احسن الحدیث کتٰبًا

رسالہ محدث دہلی



سرپرست

شیخ عطاء الرحمٰن صاحب مہتمم دار الحدیث رحمانیہ

نگران اصول
(مولانا) احمد اللہ صاحب
(شیخ الحدیث)

مدیر مسئول
عبد الحلیم ناظم
(مولوی فاضل)



جید برقی پریس دہلی میں چھپا

فہرست مضامین

مقاصد

(۱) کتاب و سنت کی اشاعت۔

(۲) مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح۔

(۳) دارالحدیث رحمانیہ کے کوائف کی ترجمانی۔

ضوابط

(۱) یہ رسالہ ہر انگریزی مہینہ کے ابتدائی ہفتہ میں شائع ہوا کریگا۔

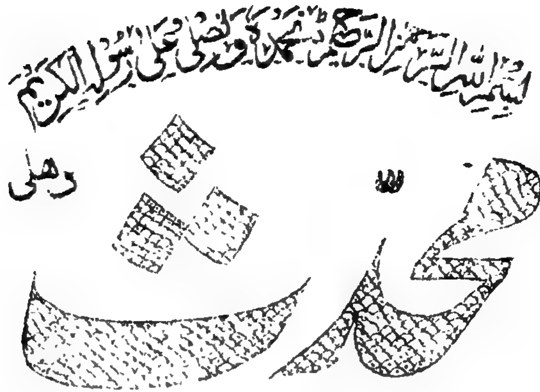
(۲) یہ رسالہ ان لوگوں کو سال بھر مفت بھیجا جائیگا جو ہر ماہ کے ٹکٹ کا خرچ دفتر میں بھیجدینگے۔

(۳) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا ضروری ہے

ہر خط و کتابت کا پتہ

منیجر رسالہ محدث دارالحدیث رحمانیہ دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم



جلد ۱ | ماہ شعبان المعظم ۱۳۵۲ھ مطابق ماہ دسمبر ۱۹۳۳ء عیسوی | نمبر ۸

جمعیۃ الخطابہ کا سالانہ شاندار اجلاس

دارالحدیث رحمانیہ کے ہونہار اور زندہ دل طلبہ کا ہمیشہ سے یہ دستور چلا آتا ہے کہ وہ اپنی علمی و درسی مصروفیتوں اور لائبریری کی عمدہ عمدہ کتابیں اردو و عربی اخبارات و رسائل کے مطالعہ کے علاوہ ایک انجمن کے ماتحت ہر پنجشنبہ کو شوال سے لیکر رجب تک تقریروں تحریروں اور مناظرہ کی مشق کرتے ہیں۔ دوران سال میں بھی حسب مواقع خصوصی اجلاس اعلیٰ پیمانوں پر ہوتے رہتے ہیں چونکہ ہمیشہ شعبان میں دارالحدیث کا سالانہ امتحان اپنی مخصوص پابندیوں کے ساتھ ہوا کرتا ہے اسلئے طلبہ ایک ماہ پیشتر سے انجمن وغیرہ سے یکسو ہو کر صرف اپنی درسی کتابوں میں منہمک ہو کر امتحان کی شاندار تیاریوں میں مصروف ہو جاتے ہیں کہ یہی چیز اصل مقصود ہے لہذا ابتدار رجب میں انجمن امتحان اور سالانہ تعطیل کی مدتوں تک ملتوی کر دیجاتی ہے۔ اس سال انجمن کا جو آخری اجلاس ہوتا ہے جس پر انجمن کا التوا ہو جاتا ہے وہی انجمن کا سالانہ اجلاس کہا جاتا ہے جو ہمیشہ اعلیٰ خصوصیتوں کے ساتھ نہایت عظیم الشان ہوا کرتا ہے اس اجلاس میں طلبہ ظاہری زیب و زینت اور آرائش محفل کے علاوہ ایک بہت بڑی دعوت کا اہتمام کرتے ہیں۔ جس میں خود بھی جشن مناتے ہیں اور مقامی مدارس کے احباب علمار و طلبار کو بھی باقاعدہ اس دعوت سے لطف اندوز ہونیکا موقعہ دیتے ہیں۔ پھر سالانہ اجلاس میں منتخب طلبہ اپنی عالیشان تقریروں سے اور چار چاند لگا دیتے ہیں۔

امسال بھی حسب دستور ۲۶ رجب مطابق ۲۶ اکتوبر ۱۹۳۳ء کو طلبہ دارالحدیث کی متفقہ انجمن موسوم بہ "جمعیۃ الخطابہ" کا نہایت مہتم بالشان آخری سالانہ اجلاس زیر صدارت جناب مولانا احمد اللہ صاحب شیخ الحدیث منعقد ہوا جس میں مدرسہ کے قابل اور ہونہار طلبہ نے عربی و اردو زبانوں میں علمی، ادبی، مذہبی، تحقیقی، اور تاریخی تقریریں نہایت اعلیٰ پیمانہ پر کیں دو طالب العلموں نے جو امسال فارغ ہونیوالے ہیں بروقت جناب صدر کے دیئے ہوئے عنوان پر برجستہ عربی میں بہترین تقریریں کیں۔ چند طلبہ نے عربی قصیدہ اور اردو نظموں سے سامعین کو محظوظ

[illegible] مضمون کا نتیجہ ہے کہ رحمانیہ کے ہونہار و زندہ دل طلبہ میں شعراء کی تعداد بھی کافی ہے جنکے تخیل کی گلفشانیاں [illegible] جلسہ کے آخر میں ایک سپاسنامہ عہدہ داران جمعیت کے شکریہ میں پیش کیا گیا۔ اور ایک [illegible] حاضرین کو پڑھکر سنائے۔ اسکے بعد مولانا محمد صاحب جوناگڈھی [illegible] اظہار رائے [illegible] جامع تقریر [illegible] جناب مہتمم صاحب نے [illegible] آخر میں اپنے جذبات مسرت ظاہر کرتے ہوئے جلسہ دعا پر [illegible] خوش اسلوبی سے ختم کیا۔

اگرچہ [illegible] انعامات کا مشہور موقعہ مدرسہ کا سالانہ جلسہ ہوتا ہے جس میں طلبہ کا [illegible] کتابوں کے نمبروں پر [illegible] تقریریں ہوتی ہیں ان پر بیشمار انعامات تقسیم کئے جاتے ہیں لیکن جناب مہتمم صاحب [illegible] طلبہ کے انتظامات اور تقریروں سے اتنے خوش ہوئے کہ اپنی مشہور دریا دلی سے کام لیکر اس موقعہ پر بھی [illegible] طلبہ کو انعامات دیئے فلله الحمد

جمعیت [illegible] اجلاس اپنی ظاہری اور معنوی حیثیتوں سے بہت ہی کامیاب رہا۔ جلسہ کے بالکل اختتام پر تمام حاضرین میں شیرینی تقسیم کی گئی۔ اور مدعو حضرات نے ایک عالیشان دعوت تناول فرمائی۔

طلبہ دار الحدیث رحمانیہ سالانہ امتحان کی تیاریوں میں ہمہ تن کے ساتھ مصروف ہیں۔ انشاء اللہ امتحان شعبان کے پہلے عشرہ میں شروع ہو جائیگا۔ اور دوسرے عشرہ کی کسی تاریخ میں نتیجہ وغیرہ سنا کر پوری طرح فارغ ہو جائیں گے۔ اسکے بعد ۱۵ رشوال تک سالانہ تعطیل کے لئے مدرسہ بند رہے گا۔ طلبہ و مدرسین اپنے اپنے مکان چلے جائیں گے ۔

جدید طلبہ جو اس عالیشان درسگاہ میں آنا چاہیں اور تمام خرابات سے بے نیاز ہو کر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا چاہیں وہ ابتداء سال یعنی شروع شوال سے آخر تک ضرور آجائیں تاکہ داخلہ اور امتحان داخلہ میں آسانی ہو۔

تاریخ رحمانیہ | محدث کے لائق مضمون نگار مولانا عبدالغفار حسن صاحب رحمانی ابن مولانا عبدالستار حسن صاحب عمر پوری عرصہ سے ایک مضمون تاریخ مدرسہ رحمانیہ پر مرتب فرما رہے تھے جو اسوقت کامل ہو گیا ہے۔ اسے بہ اقساط چھاپنے میں حقیقی لطف باقی نہ رہنے کا اندیشہ تھا۔ اسلئے اس نمبر کے ساتھ کل مضمون روانہ ہے۔ یہ اسلئے بھی کہ ہر شخص کو اس کو شۂ علم کی نسبت عام معلومات ہو جائے اور اسلئے بھی کہ یہ رسالہ دار الحدیث رحمانیہ کی ایک زندہ تاریخ اور قابل قدر یادگار رہے۔ ہم نے علاوہ رسالہ محدث کی تعداد کے اسکو اور زیادہ تعداد میں چھپوا لیا ہے۔ جو صاحب چاہیں محصولڈاک دو پیسہ کا ٹکٹ بھیجکر اسے الگ منگوا سکتے ہیں خواہ وہ خریدار رسالہ ہوں یا نہ ہوں ۔

ناظم صدیقی
(ایڈیٹر)

رسالت

(از جناب مولانا احمد اللہ صاحب شیخ الحدیث رحمانیہ)

آپ کی امداد کیلئے آسمان سے ملائکہ کا نازل ہونا۔

اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے (اے مومنو!) جب تم اپنے رب سے فریاد چاہتے تھے اللہ نے تمہاری فریاد سن کہ بیشک میں مدد کرونگا ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ جو سلسلہ وار آئینگے (۹ پارہ) تمہارا رب مدد کریگا تین ہزار فرشتوں، پانچ ہزار فرشتوں کے ساتھ جو ایک خاص حالت کے ساتھ نشان لگائے ہوئے ہیں۔ (سورہ عمران پارہ ۴) اصلی مدد اللہ تعالیٰ کی ہے یہ فرشتوں کی مدد تمہاری تسکین کیلئے ہے۔ سعد بن وقاص صحابی عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ احد کی لڑائی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھے۔ کہتے ہیں احد کے دن آپ کے دائیں بائیں جانب سخت (مدافعانہ) دو شخص کفار سے لڑ رہے تھے (تاکہ کوئی دشمن نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ پہنچاوے) میں نے ان دونوں کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اور وہ دونوں فرشتے جبرئیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام تھے۔ (بخاری مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن فرمایا کہ یہ جبرئیل علیہ السلام ہیں لڑائی کا (ہتھیار وغیرہ) ان کے اوپر ہے اور گھوڑے کے لگام کو پکڑے ہوئے ہیں (صحیح بخاری)

عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں (بدر کے دن) ایک مرد مسلمان ایک کافر پر قتل کرنیکے لئے حملہ کرتا ہے۔ اچانک ایک آواز ایک شہسوار کی سنتا ہے اور وہ کہتا ہے اے حیزوم آگے بڑھ اور ایک آواز کوڑے کے مارنے کی سنی صحابی کیا دیکھتا ہے کہ اسکے مارنے سے پہلے ہی ایک کافر چت گر کر مرگیا میں نے دیکھا کہ اسکی ناک ٹوٹ گئی اور چہرہ بیٹھا ہوا تھا اور اسکی لاش نیلی ہوگئی۔ صحابی نے رسول اللہ سے اس واقعہ کو بیان کیا آپ نے فرمایا تو سچا ہے تیسرے آسمان کے فرشتے مدد کے لئے آئے ہیں۔ (صحیح مسلم)

غزوہ خندق کی لڑائی میں بھی ملائکہ آپ کی مدد کیلئے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خندق کی لڑائی سے واپس ہوئے ہتھیار اتار کر رکھ دیئے اور غسل کرنے لگے۔ جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے گرد غبار جھاڑتے ہوئے۔ کہا آپ نے ہتھیار اتار دیا میں نے ابتک ہتھیار نہیں اتارا۔ جلد نکلئے (تشریف لیچلئے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہاں جبرئیل علیہ السلام نے اشارہ کیا بنی قریظہ کے یہود کیطرف آپ جنگ کے لئے نکلے حضرت انس فرماتے ہیں جسوقت جبرئیل علیہ السلام سوار ہوکر بنی غنم کی گلی سے جارہے تھے۔ گلی میں گرد غبار اوڑرہا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی قریظہ کیطرف جنگ کیلئے تشریف لیگئے۔ اور صحابہ کو حکم دیا جلدی چلو۔ آخرکار بنی قریظہ کے قلعہ کا حصار کرلیا۔ ان لوگوں کو قلعہ سے نکلنا پڑا اور جنگ کی وجہ سے قتل کئے گئے۔ (صحیح بخاری۔ صحیح مسلم) ۔ ان لوگوں نے مشرکین مکہ کی جنگ میں مدد کی تھی، جنگ کیلئے مکہ والوں کو آمادہ کیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غداری بھی کی تھی۔ یہی وجہ ان سے جنگ کی ہوئی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور کہا بدر کی لڑائی میں جو مسلمان تھے اُن کو آپ لوگوں میں کیا سمجھتے ہیں آپ نے فرمایا مسلمانوں میں وہ بہتر اور افضل ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا جو فرشتے بدر کی لڑائی

جن حاضر تھے وہ بھی اسی طرح سب فرشتوں میں وہ فرشتے افضل ہیں۔ (صحیح بخاری)

حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا احد کی لڑائی سے بھی زیادہ کبھی آپ کو تکلیف پہنچی واقعہ احد میں دندان مبارک شہید ہوئے تھے۔ سر پر چہرہ پر کافر نے مارا جس سے زخم پہنچا تھا۔ پنڈلی مبارک کھل گئی تھی اور بہت سے مسلمان شہید ہو گئے تھے اسوقت آپ کو سخت صدمہ تھا۔ آپ نے فرمایا تیری قوم سے مجھکو سخت سخت تکلیفیں ہوئیں اور اس سے بھی زیادہ وہ تکلیف ہے جسوقت میں طائف میں گیا تھا اور ابن عبد یالیل کے پاس اپنے نفس کو پیش کیا (کہ مجھے امن دیں ان کے ساتھ طائف میں رہتے ہوئے اسلام کی تبلیغ کروں) اس نے کچھ جواب نہ دیا جو میں نے ارادہ کیا تھا۔ میں واپس چلا مشرکین نے آپ کو پتھروں سے اسقدر زخمی کردیا۔ آپ فرماتے ہیں میں چلتا ہوں ہوش نہیں تھا جسوقت قرن الثعالب کے نزدیک پہنچا اسوقت مجھے ہوش آیا آسمان کیطرف سر اٹھایا دیکھا ایک ابر کا ٹکڑا مجھ پر سایہ کئے ہے میں نے دیکھا جبرئیل علیہ السلام کو آکر مجھپر سلام کیا اور پکارا کہ اے محمد اللہ پاک نے بیشک تمہاری قوم کی باتیں سن لیں اور جو کچھ ان لوگوں نے آپ کو جواب دیا (اور گستاخی کی) اللہ پاک نے ملک الجبال فرشتہ کو بھیجا جو کچھ چاہیں آپ اسکو حکم کریں۔ فرشتہ ملک الجبال (جو پہاڑوں کی نگرانی پر مقرر ہے) نے سلام کیا پھر کہا اے محمد اللہ پاک نے تیری قوم کی باتیں سن لیں میں ملک الجبال ہوں۔ اللہ پاک نے مجھکو بھیجا ہے آپ جو حکم کریں اسکی تعمیل کروں۔ اور ان دونوں پہاڑوں کو ملا دوں مکہ والے (کل کچل کر نابود ہو جاویں) آپ نے ملک الجبال سے فرمایا (میں یہ نہیں چاہتا) امید رکھتا ہوں کہ اللہ پاک ان کی پشت سے ایسی نسل پیدا کریگا وہ لوگ اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرینگے اور شرک سے علیحدہ رہیں گے (صحیح مسلم)

ابو سعید خدری کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کوئی نبی نہیں (پہلے گذرے) مگر دو وزیر انکے آسمانی تھے اور دو وزیر زمین والوں سے۔ میرے لئے بھی دو وزیر آسمان والوں میں جبرئیل میکائیل اور دو وزیر میرے زمین والوں میں سے ہیں ابوبکر و عمر (ترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل ہجرۃ مکہ میں نماز پڑھ رہے تھے مشرکین بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ ابو جہل نے کہا آج محمد کی گردن کچل دونگا وغیرہ یکایک جسوقت آپ کی طرف بڑھا ارادہ باطل کے ساتھ۔ پھر پیچھے ہٹنے لگا دونوں ہاتھوں سے دفع کرتا ہوا۔ لوگوں نے کہا تجھے کیا ہوا۔ کہتا ہے میرے سامنے ایک خندق ہے کچھ لوگ ہیں پروں سے مجھے مارنے کیلئے مجھے خوف اور آواز دہشتناک دکھا اور سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اگر میرے قریب آتا فرشتے اسکی بوٹی بوٹی اچک لیجاتے (صحیح مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جب ہم پہنچے (معراج کی رات) بیت المقدس میں جبرئیل علیہ السلام نے انگلی سے پتھر میں سوراخ کیا اور براق (جو میری سواری تھی) اسمیں باندھ دیا (ترمذی) انس صحابی فرماتے ہیں معراج کی رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ایک براق لگام زین کے ساتھ لایا گیا جب آپ نے سواری کا قصد کیا براق (سواری کا جانور) اچھل کود کرنے لگا۔ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا کرتا ہے تیری پیٹھ پر انسے بڑھ کر کبھی کوئی سوار نہیں ہوا۔ براق پسینہ پسینہ ہو گیا یعنی شرم سے (ترمذی)

شان نبی میں گستاخوں کا حشر کیا ہوا۔

ایک نصرانی مسلمان ہوا سورہ بقرہ آل عمران پڑھ لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی امر میں لکھنے کیلئے منشی مقرر کیا تھا۔ مرتد ہو کر نصرانی ہو گیا۔ اور لوگوں سے کہنے لگا محمد کچھ نہیں جانتا مگر (جو کچھ میں سکھا دیتا تھا) اور لکھ دیتا تھا۔ آخر وہ مرگیا۔ لوگوں نے زمین میں دفن کر دیا۔ جب صبح ہوئی اسکی لاش کو

زمین نے اوپر پھینکدیا۔ مشرکین نے کہا کہ محمدؐ کے ساتھی لوگ ایسا کرتے ہیں اسلئے کہ ان کے یہاں سے بھاگ آیا۔ پھر دفن کردیا پھر صبح کو زمین نے لاش کو پھینکدیا۔ پھر کافروں نے خوب گہری قبر کھودی اور دفن کردیا تیسرے روز زمین نے پھر پھینک دیا۔ لوگوں نے سمجھ لیا کوئی آدمی نہیں پھینکتا بلکہ زمین ہی اسکی لاش کو قبول نہیں کرتی۔ صحیح بخاری (تین روز تک خوب ہی پہرے داری کی لیکن اللہ پاک نے دکھا دیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ایذا دینے والوں کا یہ نتیجہ ہوتا ہے۔

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی مسلمان ہوگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کہا کرتا تھا۔ اسلام سے مرتد ہوکر مشرکین سے جاملا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسکو زمین (جو مرنے کے) قبول نہیں کریگی ابوطلحہ صحابی فرماتے ہیں میں گیا جس جگہ وہ مرگیا تھا اسکی لاش کو دیکھا زمین پر پھینکی ہوئی تھی۔ لوگوں سے کہا اسکا کیا حال ہے جواب دیا کئی مرتبہ ہم لوگوں نے اسکو دفن کیا مگر زمین اسکی لاش اوپر پھینک دیتی ہے۔ صحیح بخاری۔

آپ جن وبشر دونوں کے رسول ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے آپ بنی بنی آدم کیلئے ہیں اسی طرح جنوں کیلئے بھی ہیں۔ قبل ہجرت کئی مرتبہ مکہ کے جنگلوں پہاڑوں میں جنوں کی تبلیغ وتعلیم کیلئے تشریف لیگئے اور ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں بھی جنوں کی تبلیغ کیلئے پہاڑوں میں تشریف لیگئے۔

مکہ کے باہر مقام نخلہ میں آپ فجر کی نماز میں پیاری آواز سے قرآن شریف پڑھ رہے تھے جنوں کی ایک جماعت آئی قرآن شریف خوب کان لگا کر سنا۔ ان کے دلوں پر گہرا اثر ہوا۔ اپنی قوم میں گئے اور کہا اے میری قوم والو ہمنے ایک قرآن عجب خبر سنا اور وہ سیدہی راہ دکھاتا ہے ہم سب اسپر ایمان لائے اور کبھی شرک نہیں کرینگے بیشک اللہ پاک بلند ہے شرکت سے نہ اسکے بیوی ہے نہ اولاد والا ہے وحدہ لاشریک ہے اور محمدؐ اسکے بندہ ہیں اور اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے جنوں کے متعلق اوران کا قول نقل فرماتا ہے سورہ احقاف ملا۲ پارہ میں یَا قَوْمَنَا أَجِيبُوا دَاعِيَ اللّٰهِ وَآمِنُوا بِهِ يَغْفِرْ لَكُمْ مِنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ جنوں نے اپنی قوم سے جاکر کہا۔ اے ہماری قوم قبول کرو پکارنیوالیکی آواز یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اوران پر ایمان لاؤ اللہ پاک تمہارے گناہ بخش دیگا اور عذاب سخت سے نجات دیگا سورہ جن اور سورہ احقاف میں جنوں کا قصہ خوب تفصیل سے بیان ہوا ہے۔

عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں ایک جماعت جنوں کی قوم کے قاصد ہوکر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور کہا یا رسول اللہ آپ کی امت ہڈی اور لید اور کوئلے کے ساتھ استنجا کرتی ہے اور اللہ نے ہماری روزی اسمیں رکھی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہملوگوں کو اس سے منع کردیا۔ (ابوداؤد)

ہڈی میں ان کیلئے خوب گوشت لگ جاتا ہے من جانب اللہ اسکو جن کھاتے ہیں اور لید گوبر انکے حیوانوں کے روزی ہے۔ کوئلے میں ہوسکتا ہے پھل لگ جاتا ہو یا اسی کو کھاتے ہوں یا ان کے حیوان کھاتے ہوں واللہ اعلم۔ اسکے علاوہ اور بھی چیزیں جنوں کی غذا ہیں۔ عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجکو حکم ہوا ہے کہ میں جنوں میں جو تمہارے بھائی ہیں جاکر قرآن پڑھوں ایک آدمی تم میں سے میرے ساتھ چلے میں اٹھ کھڑا ہوا جب آپ میدان میں نکلے میرے اردگرد ایک خط کھینچ دیا فرمایا اس سے باہر نہ نکلنا اگر تو اس سے نکلا تو قیامت تک نہ تو مجھکو دیکھیگا اور نہ میں تجھکو دیکھونگا۔ بیہقی۔

(باقی باقی)

احکام ماہ شعبان

(از جناب مولانا احمد اللہ صاحب شیخ الحدیث رحمانیہ)

شعبان مبارک مہینہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس مہینہ کا تمام وکمال روزہ رکھتے تھے دو ایک روز آخر مہینہ میں ترک کر دیتے تھے تاکہ روزہ رمضان کے لئے قوت حاصل ہو یا اور کوئی مصلحت ہو۔ اس مہینہ میں بنی آدم کے عمل درگاہ الٰہی میں پیش ہوتے ہیں آپ فرماتے ہیں میں محبوب رکھتا ہوں کہ میرے عمل اٹھائے جائیں حضور الٰہی میں اور میں روزہ کی حالت میں ہوں احادیث کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے اعمال کی پیشی حضور الٰہی میں ہر دن صبح وشام ہوتی ہے نماز فجر وعصر کے وقت میں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرشتوں سے جو فجر و عصر کی نماز میں حاضر رہتے ہیں باوجود کمال علم کے پوچھتا ہے فرماتا ہے کیف ترکتم عبادی فیقولون ترکناهم وهم یصلون اتیناهم وهم یصلون رواہ مسلم وغیرہ۔ کس حالت میں میرے بندوں کو چھوڑ کر آئے ہو۔ فرشتے کہتے ہیں ہم چھوڑ کر آئے ہیں نماز پڑھتے ہوئے اور آئے تھے جب ان کے پاس اور وہ نماز پڑھ رہے تھے۔

دوسری پیشی ہفتہ میں دو دن کی ہے یعنی اعمال حضور رب العلمین میں دوشنبہ اور جمعرات کے دن پیش ہوا کرتے ہیں۔ حدیث شریف میں وارد ہے عن ابی هریرة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال تعرض الاعمال یوم الاثنین والخمیس فاحب ان یعرض عملی وانا صائم رواہ احمد والترمذی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں عمل (لوگوں کے) پیش کئے جاتے (حضور رب العالمین) میں ہر دوشنبہ اور جمعرات کے دن میں محبوب رکھتا ہوں کہ میرے عمل پیش ہوں حالت روزہ میں اسی واسطے آپ ہر مہینہ میں دوشنبہ اور جمعرات کو روزہ رکھتے تھے۔

تیسری پیشی سالانہ ہے بنی آدم کے اعمال ماہ شعبان میں پیش ہوتے ہیں جسکا بیان اس حدیث میں آیا ہے عن اسامة قال قلت یارسول اللہ لم ارك تصوم من شهر من الشهور ما تصوم من شعبان قال ذلك شهر یغفل الناس عنه بین رجب ورمضان وهو شهر ترفع الاعمال الی رب العالمین فاحب ان یرفع عملی وانا صائم۔ رواہ النسائی وابوداؤد وصححه ابن خزیمه۔ حضرت اسامہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ماہ شعبان میں اسقدر آپ روزہ رکھتے ہیں کہ کسی اور مہینہ میں اسقدر نہیں رکھتے فرمایا یہ مہینہ رجب و رمضان کے درمیان میں ہے لوگ اس سے غفلت کرتے ہیں۔ اس مہینہ میں (لوگوں کے) عمل رب العالمین کے حضور میں پیش ہوتے ہیں۔ میں محبوب رکھتا ہوں کہ میرے عمل بلند کئے جاویں اور میں روزہ سے ہوں۔

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہینہ کا پورا روزہ نہیں رکھتے تھے مگر شعبان رمضان کے ساتھ ملادیتے تھے۔ ترمذی وغیرہ۔ دوسری حدیث میں ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں جسقدر آپ ماہ شعبان میں روزہ رکھتے تھے اور مہینہ میں اسطرح نہیں دیکھا تقریباً آپ رمضان سے ملادیتے تھے صحیح بخاری صحیح مسلم ملخص۔

اسی ماہ شعبان میں شب براءۃ بھی ہے جو پندرھویں رات شعبان کی ہے اس رات کی فضیلت قرآن وحدیث دونوں سے ثابت ہوتی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِیْنَ فِیْهَا یُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِیْمٍ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا

۴ آیہ - سورہ دخان پارہ ۲۵ - بیشک ہمنے اتارا اس قرآن کو برکت والی رات میں بیشک ہم ڈرانیوالے ہیں۔ اسی رات میں فیصلہ کئے جاتے ہیں ہر ایک کام سے جو حکمت والے ہیں ہماری جانب سے یعنی ہم بذریعہ قرآن و نبی کے جہنم کی آگ سے ڈرانیوالے ہیں اگر نافرمانی سے باز نہ آئے تو ان کے لئے ہلاکت ہے۔ لیلۂ مبارکہ کی تفسیر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نصف شب شعبان ہے اگرچہ جمہور مفسرین اس آیت کو منطبق کرتے ہیں شب قدر کے ساتھ جسکا بیان سورہ لیلۃ القدر میں ہوا ہے۔

احادیث سے بھی شب برأۃ کی فضیلت ثابت ہے۔ اول حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھسے فرمایا کیا تو جانتی ہے رات نصف شعبان کیسی ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ نہیں۔ فرمایا یہ رات ہے جتنی اولاد بنی آدم کی اس سال میں پیدا ہونیوالی ہیں ہر ایک کی پیدائش لکھی جاتی ہے اور جتنے سال بھر میں مرنے والی ہیں انکی (چھٹی) لکھی جاتی ہے اور لوگوں کے عمل اسی رات میں اٹھائے جاتے ہیں یعنی رب العالمین کے حضور میں اور جسقدر روزی ملنے والی ہے (اسکا اندازہ کیا جاتا ہے) حضرت عائشہؓ نے فرمایا یا رسول اللہ جنت میں کوئی داخل نہیں ہوگا بغیر رحمت الٰہی کے۔ آپنے فرمایا (مکرر تین مرتبہ) جنت میں کوئی داخل نہیں ہوسکتا مگر اللہ کی رحمت سے میں نے کہا یا رسول اللہ کیا آپ بھی نہیں۔ آپ نے ہاتھ مبارک سر پر رکھا اور فرمایا میں بھی نہیں مگر اللہ کی رحمت نے مجھکو ڈھانک رکھا ہے تین مرتبہ (اس کلمہ کو مکرر فرماتے رہے) بیہقی۔ ترغیب ترہیب میں ہے کہ یہ حدیث مرسل جید ہے اسکی تائید میں کئی حدیثیں وارد ہوتی ہیں۔ اسوجہ سے یہ حدیث درجہ حسن کو ہوگئی۔ اور حجت لینے کے لائق ہے۔

دوسری حدیث حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر سے گم پایا۔ یکایک آپ کو دیکھتی ہوں جنت البقیع میں (دعا کر رہے تھے) فرمایا کیا تو ڈرتی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کچھ زیادتی کرینگے۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میرا خیال گذرا کہ آپ کسی اپنی بی بیوں کے یہاں تشریف لیگئے ہونگے۔ فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نصف شب شعبان میں آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے۔ اور لوگوں کی بخشش فرماتا ہے بنی کلب کی بکریوں کے ہر ایک بال سے زیادہ۔ ترمذی ابن ماجہ۔ یہ روایت منقطع ہے یحییٰ بن کثیر کو عروہ سے اور حجاج بن ارطاط کو یحییٰ سے سماع ثابت نہیں۔

ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت آئی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نصف شعبان کے رات میں (بندوں کیطرف) جھانکتا ہے۔ کل خلق کی بخشش فرماتا ہے مگر مشرک اور کینے ور (بغض عداوت) رکھنے والی کی (بخشش نہیں ہوتی) ابن ماجہ اس روایت میں ولید بن مسلم مدلس ہے۔ ابن لہیعہ صدوق ہیں لیکن انکی کتابیں جلگئی تھیں اسوجہ سے حافظہ میں نقصان آگیا تھا۔

چوتھی حدیث معاذ بن جبل سے اس باب میں آئی ہے حدیث ابی موسیٰ اشعری کے ہم معنی ہے طبرانی نے اسکو روایت کیا ہے۔ ابن حبان اپنے صحیح میں لائے ہیں۔ پانچویں حدیث عبداللہ بن عمرؓ سے مرفوعاً مروی ہے۔ یہ بھی ہم معنے حدیث معاذ ہے حاصل یہ ہے کثرت طرق سے شب برأۃ کے متعلق روایتیں وارد ہوئیں اسوجہ سے درجہ حسن تک یا صحیح لغیرہ تک پہنچگئیں۔ اصل رات کی فضیلت ثابت ہوئی رات میں عبادت اور دعا و تسبیح وتہلیل کی فضیلت ثابت ہوئی۔

چھٹی حدیث حضرت علیؓ سے ہے جسکے الفاظ یہ ہیں اذا کانت لیلة النصف من شعبان فقوموا لیلها وصوموا یومها فان الله تعالیٰ ینزل فیها بعد غروب الشمس الی السماء الدنیا فیقول الا من مستغفر فاغفر له الا مسترزق فارزقه الا مبتلی فاعافیه الا کذا الا کذا حتی تطلع الفجر رواہ ابن ماجہ۔ حاصل مضمون شب برأۃ میں رات کو عبادت کرو۔ دن میں روزا

رکھو۔ اللہ پاک بعد غروب آفتاب آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے۔ اور ارشاد فرماتا ہے کیا کوئی روزی مانگتا ہے کہ اسکو روزی دوں۔ کیا کوئی بخشش طلب کرنے والا ہے کہ بخشدوں کیا کوئی مصیبت میں مبتلا ہے کہ اسے سلامتی دوں علی ہذا القیاس طلوع صبح تک۔

یہ روایت سخت ضعیف ہے اسمیں ایک راوی ابوبکر بن ابی سبرہ ہے جو متہم بالکذب ہے بلکہ موضوع حدیثیں بناتا تھا یہ حدیث قابل حجت نہیں تھا یہ شاہد ہونے کے بھی لائق نہیں۔ نزول اللہ تبارک وتعالیٰ کا آسمان دنیا پر آخر رات تہجد کے وقت میں ہمیشہ کیلئے ثابت ہے قیام لیل کی فضیلت ہر ایک رات میں ثابت ہے۔ پندرہویں شعبان کے دن میں ایک روزہ کا ثبوت صحیح و حسن کسی حدیث سے نہیں ہوتا لہذا ایک روزہ رکھنا بے ثبوت ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص ایام بیض کے تین روزہ رکھے اسکا ثبوت احادیث صحیحہ سے ہے کچھ شعبان کی تخصیص نہیں۔ شعبان میں بھی رکھے۔ ہر مہینہ کی تیرہویں چودہویں پندرہویں تاریخ ایام بیض ہیں۔

شعبان کے مہینہ میں ازواج مطہرات نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بھی روزہ رکھتی تھیں۔ قضاء رمضان کے روزہ کی قضا رکھی رکھتی تھیں جو بوجہ حیض کے ترک ہو جاتے تھے بعد رمضان کے قضا اور مہینوں میں بوجہ اشتغال نبوی کے نہیں رکھتی تھیں اس سے بھی روزہ شعبان کی فضیلت ثابت ہوئی کہ یہ مہینہ بھی روزہ کا ہے لیکن نفلی یا روزہ کی قضا۔

ایک حدیث میں نصف شعبان کے بعد روزہ کی ممانعت نکلتی ہے مگر دونوں میں یہ تطبیق ہے کہ جو شخص قدرت روزہ کی رکھتا ہے وہ اول ونصف آخر یہ آخر تک رکھ سکتا ہے بشرطیکہ روزہ رمضان میں خلل نہ پڑے اور جسکو قدرت نہیں وہ بعد نصف شعبان نہ رکھے۔ ممکن ہے کہ ضعف ہو جانیکے سبب سے روزہ رمضان میں خلل واقع ہو۔ حدیث ممانعت یہ ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان النصف من الشعبان فلا صوم حتی یجیٔ رمضان۔ رواہ ابن ماجہ والترمذی نحوہ۔ اس حدیث میں علاء بن عبدالرحمن ہیں۔ تقریبا میں ہے صدوق ربما وہم۔ الحاصل یہ راوی حسن الحدیث ہیں۔ روایت منع یا معارض حدیث صحیح کے نہیں ہو سکتی جسمیں ماہ رمضان میں روزہ رکھنے کی فضیلت دستیہ ثابت ہے۔

استقبال رمضان کیلئے آخر شعبان میں ایک دو روزہ رکھنے منع ہیں۔ اگر کوئی شخص رکھے تو اب سے محروم ہے۔ مگر وہ شخص رکھ سکتا ہے جو کہ کسی دن روزہ رکھتا تھا اور یہ دن آگئے وہ رکھ سکتا ہے۔ عن ابی ہریرہ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تقدموا صیام رمضان بیوم ولا یومین الا رجل کان یصوم صوما فیصومہ رواہ ابن ماجہ والترمذی پیشقدمی نہ کرو ایک دن دو دن (آخر شعبان میں) رمضان کے رعایت سے۔ مگر وہ شخص جو کسی دن روزہ رکھتا تھا وہ رکھ لیوے۔

شعبان بھی متبرک مہینہ ہے۔ رمضان المبارک سید الشہور ہے۔ بوجہ جوار ہونیکے شعبان بھی باعث برکت ہے جو عبادت مسنون ہے اور ذکر اذکار سنت صحیحہ سے ثابت ہیں اس سے تجاوز نکریں ورنہ بدعت کے مرتکب ہونگے۔ آتش بازی اسراف ہے اسوجہ سے ممنوع ہے قال اللہ تعالیٰ ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین۔ بے جا خرچ کرنیوالے شیطان کے بھائی ہیں خاصکر شعبان کے مہینہ میں عمل بنی آدم کے درگاہ رب العالمین میں پیش ہوتے ہیں اس پر توبہ استغفار چاہیے تاکہ عمل صالح درجہ قبولیت میں ہوں اور گناہوں کی مغفرت ہو۔ نمرود یا جوج ماجوج کی پیروی ہوتی ہے۔ نمرود کافر آسمان کیطرف تیر مار کر اللہ پاک سے جنگ کیلئے تیاری کی تھی۔ ایسے ہی یہ آتشبازی والے اللہ جل جلالہ سے جنگ کرتے ہیں باتفاق علماء ماہ شعبان میں آتشبازی ممنوع ہے اور شیطانی طریقہ ہے۔

مردوں کی روح کو حلوہ پوری وغیرہ پکا کر شب براۃ میں ایصال ثواب کرنا بدعت ہے شریعت مطہرہ سے ثابت نہیں اور یہ اعتقاد

سمجھنا کہ مُردوں کی روحیں اس رات میں آتی ہیں بالکل بے ثبوت ہے۔

رجب کے ستائیس تاریخ کو روزہ رکھنا اور اسکو ہزاری روزہ کہنا بدعت ہے اور بے ثبوت امر ہے۔ یوم الشک کا روزہ رکھنا منع ہے یوم الشک کہتے ہیں اونتیس تاریخ کو چاند دیکھا نہیں تیس شعبان میں شبہ ہے کہ چاند ہوگیا ہو تو روزہ رمضان ہوجائیگا ورنہ روزہ نفلی ہوگا۔ ترمذی وغیرہ میں ممانعت کی حدیث موجود ہے۔ مسلمانو! ٹھیک شریعت الٰہی پر عامل ہوجاؤ۔ رسومات بدعیہ سے بچو تاکہ آخرت درست ہو ورنہ خسارہ میں پڑوگے۔ بدعتی کی نماز فرض۔ نفل، صدقہ۔ خیرات کچھ بھی قبول نہیں۔ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وعید کے متعلق سنن ابن ماجہ میں موجود ہے۔

محاسن اسلام

(از مولوی لطیف الدین لطیف ہردوی، منشی کامل متعلم رحمانیہ)

۲

معاملات اور اسلام

معاملات کا تعلق چونکہ انسان کے باہمی قانونی تعلقات سے ہوتا ہے اسلئے ہمیں نہایت تدبر و دانش سے کام لیتے ہوئے ان تعلقات کا استقصا کرنا چاہیئے کہ ان کے متعلق اسلام نے کیا احکام دیئے ہیں سب سے پہلا تعلق جو انسانی تعلقات میں اولین مرتبہ کی سلم اور غیر مسلم لوگوں میں حیثیت رکھتا ہے وہ خود اس کا تعلق اپنے نفس کے ساتھ ہے۔ اسکے بعد بالترتیب والدین۔ زوجین۔ اولاد۔ ذموں، اور حربیوں کے تعلقات پیدا ہوتے ہیں۔ یہ وہ تعلقات ہیں جن کا انسانی زندگی میں پیدا ہونا ناگزیر ہے اس کے علاوہ بعض وہ تعلقات اور قوانین بھی ہیں جو انسان کی موت کے ساتھ وابستہ ہیں ان میں وراثت کے قوانین زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان تمام تعلقات پر سیر حاصل بحث کرنے کیلئے دفاتر کی ضرورت ہے لیکن میں یہاں صرف ان پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے پر اکتفا کروں گا۔

اپنی ذات

فطری طور پر چونکہ انسان خود اپنی ذات کا مالک ہے اسلئے بہت سے حکما نے اس خود اختیاری کا غلط مفہوم سمجھکر خودکشی کو جائز قرار دیا تھا چنانچہ یونان کے بڑے بڑے حکما خودکشی کرلینے میں کوئی مضائقہ نہ سمجھتے تھے لیکن اسلام نے آکر خودکشی کی بیہودہ رسم کو سختی سے ممنوع قرار دیا۔ لا تقتلوا انفسکم (اپنی جانوں کو ہلاک مت کرو)۔

والدین کے ساتھ کیا معاملہ ہونا چاہیئے

اس مرحلے میں بھی اسلام نے نہایت رواداری اور حسن سلوک کی تعلیم دی ہے وبالوالدین احسانا واما یبلغن عندک الکبر احدھما او کلاھما فلا تقل لھما اُفٍ ولا تنھرھما وقل لھما قولا کریما واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ وقل رب ارحمھما کما ربیانی صغیرا۔ اور ماں باپ سے نیکی کرنا اور جو کوئی ان دونوں سے بڑھا ہوجائے تو نہ جھڑک ان کو اور نہ ڈانٹ بتا اور ان سے ادب کی بات کر اور ان کے آگے پیار سے عاجزی کے کندھے جھکا اور کہہ کہ اے خدا ان پر رحمت کر جسطرح دونوں نے

مجھ کو بچپن میں یاد!!

[illegible] بڑھ کر [illegible] ہے کیونکہ ان میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اگر مشرک والدین کسی مومن شخص کے مذہب میں مداخلت کریں تو اس کو ان کے ساتھ سختی نہیں کرنی چاہیے بلکہ حسن سلوک سے ہمیشہ پیش آتے رہنا چاہیے چنانچہ ارشاد باری ہوتا ہے۔ وان جاهداك على ان تشرك بی ما لیس لك به علم فلا تطعهما وصاحبهما فی الدنیا معروفا یعنی اگر وہ دونوں اس بات پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک کرے جس کا تجھ کو علم نہیں ہے (یعنی اگر والدین شرک پر مجبور کریں) تو ان کا کہنا نہ مان لیکن دنیا میں ان سے اچھا برتاؤ کر۔ بتلائیے کیا اس سے بڑھ کر بھی [illegible] وفاداری اور اطاعت والدین کی کسی مذہب میں تعلیم مل سکتی ہے۔

ازدواجی تعلقات

ازدواجی تعلقات پر بحث کرنے سے پیشتر ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ آیا عورت کو قدیم زمانے میں کوئی وقار یا کچھ حقوق حاصل تھے یا نہیں؟ تاریخ کا ہم جتنی دقت نظر سے مطالعہ کرتے ہیں وہ ہمیں صاف اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ یونان میں [illegible] عورت لاشئی محض سے بڑھ کر نہ تھی اس کو کسی قسم کے حقوق حاصل نہ تھے وہ محض ایک ایسا آلہ تھی جس سے خانگی اور شہوانی ضروریات کا کام لیا جاتا تھا۔ رومن جو کہ قانونی حیثیت سے تمام دنیا سے فائق خیال کیا جاتا ہے اسکے دستور حکومت میں عورت شادی کے بعد بالکل شوہر کی زرخرید ہو جاتی تھی اس کو کسی قسم کا کوئی حق حاصل نہ تھا یہاں تک وہ عہدہ، ضمانت، شہادت اور وصیت کے حقوق سے بھی قطعاً محروم تھی۔ انگلستان میں بھی تقریباً یہی قوانین رائج تھے۔ سنہ ۵۸۶ء میں خاص عورت کی ذات کے مبحث پر انگلستان میں ایک زبردست جلسہ کیا گیا جس میں یورپ کے تمام مفکرین شامل تھے اس جلسہ میں یہ سوال اٹھایا گیا کہ آیا عورت کی روح ہے یا نہیں؟ اہل جلسہ نے نہایت فیاضی سے کام لیکر عورت کی روح کو تو تسلیم کر لیا لیکن پھر بھی وہ شوہر کی خدمتگار رہی نہی رہی وومن ایکٹ اگرچہ عورتوں کی زبوں حالت کی اصلاح کیلئے پاس ہوا لیکن افسوس اس قانون نے بھی عورتوں کو گری ہوئی حالت کی کوئی اصلاح نہ کی۔ یہود کے یہاں عورت کو اس قدر پست قرار دیا گیا تھا کہ ان کو ان کے والد قلیل رقم کے معاوضے میں ان کے شوہروں کے ہاتھ بیچ دیا کرتے تھے۔ ہنود کے یہاں بھی بعینہ وہی قواعد جاری تھے جو رومن امپائر میں نفاذ پذیر تھے انکے یہاں مرد، عورت اور اس کے مال کا مالک و مختار تھا۔ عرب کی حالت بھی عورت کے معاملے میں بالکل اتنے دیگر ہمسایہ ممالک کی طرح تھی۔ ان کے ہاں عورت کو وراثت سے کوئی حصہ نہیں ملتا تھا نیز باپ کے مرنے پر لڑکے اپنی ماؤں کے وارث اور مالک بن جاتے تھے۔

جب دنیا عورت کے معاملہ میں اس قدر تنگ نظر اور پست خیال واقع ہوئی تھی اسوقت دیکھو اسلام نے عورت کو کیا حقوق دیئے سب سے پہلے اسلام نے آکر یہ بتلا دیا کہ مرد اور عورت میں کیا فطری تعلقات ہیں یعنی اس نے بتلایا کہ عورت مرد کیلئے سکون قلب اور اس کی معاشرت کا جزو اعظم ہے۔

وخلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیها وجعل بینکم مودة ورحمة اور تمہارے لئے خود تمہاری جنس سے جوڑے پیدا کئے تاکہ تم انکے پاس آرام پاؤ اور تم دونوں میں محبت اور پیار پیدا کیا ہے اس کے بعد اسلام نے عورتوں اور مردوں کو برابر درجات اور مساوی حقوق عنایت کئے چنانچہ فرمایا ھن لباس لکم وانتم لباس لھن (بقرہ) لھن مثل الذی علیھن بالمعروف یعنی عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم ان کے، عورتوں پر مردوں کے جو حقوق ہیں اسی قسم کے ان کے حقوق مردوں پر ہیں۔

ہندوؤں اور رومیوں کے اسی قانون کو کہ عورت کا مال فی نفسہ شوہر کا مال ہو جاتا ہے آیت ذیل سے رد و قرار دیا۔ للرجال نصیب

مما اکتسبوا وللنساء نصیب مما اکتسبن مرد جو کمائیں وہ ان کا ہے اور عورتیں جو کمائیں وہ ان کا + مہر کو بالکل عورت کا زرخرید شمار کیا جاتا تھا اور اس کا مالک باپ ہوتا تھا اسلام نے صاف فرمایا کہ مہر عورت کو ملنا چاہیئے۔

واٰتوا النساء صدقاتھن نحلہ (نساء) عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دو۔

اس کے علاوہ اسلام نے عورتوں کے ساتھ معاشرتی زندگی میں حسن سلوک محبت اور یگانگت سے پیش آنے کا حکم دیا چنانچہ فرمایا:

وعاشروھن بالمعروف۔ عورتوں کے ساتھ بطرز معقول زندگی بسر کرو۔

لیکن کبھی کبھی خانگی زندگی میں بعض ایسے ناگفتہ بہ امور پیدا ہوجاتے ہیں جن کی وجہ سے انسان اپنی رفیقہ حیات سے رشتہ تعلق قطع کرنے کیلئے مجبور ہو جاتا ہے۔ اسلام نے اس صورت میں اپنی حقانیت کا ثبوت دیتے ہوئے طلاق کو جائز قرار دیا ہے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ نہایت سخت قیود لگا کر مرد کیلئے اتنی سہولت پیدا کر دی کہ شاید وہ اپنی بیوی سے مصالحت کر کے رجوع کرے۔ قوانین طلاق تفصیل کے ساتھ لکھنے کی یہاں گنجائش نہیں لیکن ہاں ان کا ماحصل صرف یہی ہے کہ اگر مرد عورت کو طلاق دے تو اُسے بتدریج تین مہینوں میں ایک ایک طلاق دینا چاہیے طلاق کے بعد عدت میں جس کی مقدار تین مہینے ہے عورت کے تمام مصارف مرد کے ذمے عائد ہونگے۔ اس مدت میں عورت کو اپنے نئے شوہر کے انتخاب کے بہترین مواقع ہاتھ آئیں گے۔ اگر عورت حاملہ ہے تو وضع حمل اور حمل کے بعد دوسری مدت تک اور دیگر مصارف کا کفیل مرد ہی کو بننا پڑے گا۔ ان سب امور کے علاوہ مہر کی کل رقم عورت کو دینا پڑے گی۔

کیا کوئی دنیا کا مقنن طلاق کے اس سے بہتر قوانین بنا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں!! یہی وجہ ہے آج تمام دنیا کی قومیں کھلم کھلا مسائل طلاق کے سامنے سر تسلیم خم کر کے اسلام کی حقانیت کا ثبوت دے رہی ہیں۔

اولاد اولاد کے ساتھ انسان کا تعلق بعینہ ایسا ہے جیسا کہ خود اسکا اپنی ذات کے ساتھ تعلق ہوتا ہے انسان جسطرح اپنے تئیں اپنی ذات کا مختار مطلق گمان کر کے خودکشی کو جائز سمجھتا تھا اسی طرح اس کے نزدیک اپنی اولاد کے قتل کر دینے میں بھی کوئی مضائقہ نہ تھا اس خیال باطل کے پیدا ہونے کا اصلی سبب صرف یہ تھا کہ انسان اپنی ذات کیطرح اپنی اولاد کو بھی اپنی ملک شمار کرتا تھا۔ تاریخ عالم پر آپ ایک نظر ڈالیئے آپ کو اولاد کشی یقیناً ہر قوم کے ابتدائی دور میں نظر آئیگی۔ ہندوستان اور کارتھیج میں تو عین تہذیب کے زمانے میں لوگ اولاد کشی کو مباح سمجھتے تھے۔ اہل اسپارٹا اور ارسطو اور افلاطون شدت سے اس بات پر عامل تھے کہ کمزور اولاد کو ضائع کر دیا جائے اہل عرب ایام جاہلیت میں اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے لیکن اسلام جسوقت آتا ہے تو وہ ان تمام خرافات کا بالکل استیصال کر دیتا ہے چنانچہ وہ علی الاعلان کہتا ہے۔ لا تقتلوا اولادکم اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔

واذا الموءودۃ سئلت بای ذنب قتلت۔ اور جبکہ موودۃ (زندہ درگور لڑکی) سے قیامت میں سوال ہوگا کہ کس جرم میں وہ قتل کی گئی تھی۔

(باقی آئندہ)

دین کی محبت

(از مولوی محمد امین مبارکپوری متعلم مدرسہ رحمانیہ دار الحدیث دہلی)

ہمارے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آخری پیغمبر تھے۔ ان کے اصحاب کرام کو کسقدر تکلیفیں دی گئیں انکے تصور سے دنیا لرزہ براندام ہے یہ عاشقان رسول وارفتگان دین، ایمان، مال، واسباب بھائی بہن ماں باپ سب کو ترک کر دیتے ہیں دین حق کے پھیلانے میں اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال دیتے ہیں سولی پر چڑھ جاتے ہیں اور قتل کر دیئے جاتے ہیں پھر بھی جان نثاری تو نیت ذرا بھی نہیں دبے اور برابر احکام خداوندی پہنچاتے رہے انکی دینی محبت کا اظہار فقط ایک واقعہ سے ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے ورنہ تاریخ اسلام اس قسم کی سینکڑوں مثالوں سے بھری ہے۔

جنگ احد کے بعد عضل اور قارہ کا ایک گروہ جو کہ ہون ابن مدرکہ کی شاخ سے دو قبیلے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور دربار نبوی میں عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے قبیلہ نے اسلام قبول کر لیا ہے آپ ہمارے ساتھ چند اصحاب کو روانہ کریں تاکہ وہ ہماری قوموں کو دین خداوندی کی تعلیم دیں اور ہمیں قرآن مجید پڑھائیں نیز اسلام کے عقائد و احکام سکھائیں تو آپنے دس اشخاص کو ان لوگوں کے ہمراہ روانہ کئے بعض اصحاب کرام کے اسمائے گرامی یہ ہیں مرشد ابن ابی مرثد الغنوی۔ خالدؓ ابن بکیر لیثی۔ عاصمؓ ابن ثابت۔ خبیبؓ ابن عدی۔ زیدؓ ابن وثنہ۔ عبداللہؓ ابن طارق رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عاصم ابن ثابت انصاری کو جو عاصم ابن عمر ابن خطاب کے نانا تھے صحابہ کی جماعت پر سردار مقرر کیا۔ یہ لوگ جب مقام رجیع یا ہدہ پر پہنچے جو عسفان اور مکہ معظمہ کے بیچ میں ہے تو ان غداروں اور ملعونوں نے صحابہ کرام سے بد عہدی کی اور قبیلہ ہذیل کی ایک شاخ بنو لحیان کو انکے خلاف بھڑکایا۔ اور بنو لحیان دو سو آدمی جن میں سو تیر انداز تھے ان کے تعاقب میں روانہ ہوئے اور انہوں نے صحابہ کرام کا کھوج لگانا شروع کیا چنانچہ ان لوگوں نے ایک مقام پر جہاں اصحاب کرام نے ڈیرہ ڈالا تھا کھجور کی گٹھلیاں پائیں تو آپس میں کہنے لگے یہ یثرب (مدینہ) کی کھجور ہے اور اسی پتہ پر انکے قدم کے نشان دیکھتے ہوئے آگے چلے جاتے تھے جب اصحاب کرام نے دیکھا کہ دشمنوں کی جماعت قریب آگئی ہے۔ تو انہوں نے ایک بلند ٹیلہ پر چڑھ کر ان غداروں سے پناہ لی اور بنو لحیان کے کفار نے جب چاروں طرف سے انہیں گھیر لیا تو کہا کہ اگر تم لوگ ٹیلہ سے اتر کر اپنے تئیں ہمیں سپرد کر دو تو ہم عہد کرتے ہیں کہ تم میں سے کسی کو قتل نہ کرینگے یہ سنکر عاصم ابن ثابت نے اپنے ساتھیوں سے کہا لوگو! میں تو کافر کی پناہ میں کبھی نہیں اترتا اور پھر اپنے معبود خالق عالم سے خطاب کر کے یوں دعا مانگی۔ اللھم اخبر عنا نبیک صلی اللہ علیہ وسلم اسکے معنی یہ ہیں اے اللہ اپنے نبی کو یہ خبر پہنچا دے۔ الغرض بنو لحیان کے لوگوں نے تیر اندازی شروع کی اور عاصم بن ثابت مع سات آدمیوں کے انکے بیدرد اور بے رحم ہاتھوں سے شہید ہوئے اور حضرت خبیب ابن عدی اور زید بن وثنہ اور عبد اللہ ابن طارق نے مجبور ہو کر ان کے عہد و پیمان پر بھروسہ کر لیا اور ٹیلے سے اتر آئے جب ان کافروں نے تینوں صحابہ کرام پر قابو پالیا تو ان غداروں نے اپنے قول و پیمان کو بالائے طاق رکھکر غداری کی اور اسیوقت مشکیں کس لیں اسپر عبد اللہ ابن طارق نے فرمایا یہ پہلی دغا ہے اور نہ معلوم کیا کیا بد عہدیاں کرینگے خدا کی قسم میں تمہارے ساتھ کبھی بھی نہیں جاؤں گا بلکہ میں ان مقتول ساتھیوں کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں جو تمہارے ظالم ہاتھوں سے تیروں کا نشانہ بنے مگر انہوں نے اسے بہت کھینچا اور مکہ تک لیجانیکی بہت سعی کی لیکن انہوں نے کسی طرح نہ مانا اور برابر انکار کرتے رہے آخر کار انہوں نے

ان بزرگ کو بھی جام شہادت پلادیا۔ اور خبیب ابن عدی اور زید ابن وثنہ کو مکہ میں لاکر بنو لحیان کے کافروں نے اپنے قیدیوں کے بدلہ جو مکہ میں قید تھے فروخت کر دیا چنانچہ حضرت خبیب کو حجیر ابن ابی اہاب تمیمی نے عقبہ ابن حارث ابن عامر کے واسطے خریدا کیونکہ ابو اہاب حارث ابن عامر کا شریک بھائی تھا اور چونکہ حضرت خبیب نے جنگ بدر میں حارث ابن عامر کو قتل کیا تھا۔ اسلئے عقبہ نے اپنے باپ کے عوض قتل کرنیکے واسطے خریدا۔ اور اسی طرح زید ابن وثنہ کو بھی صفوان بن امیہ نے اپنے باپ امیہ کے عوض قتل کرنیکا حکم دیا اسوقت تمام کفار قریش اس بندہ خدا اور عاشق رسول کے قتل کا تماشہ دیکھنے کیلئے جمع ہوئے اور حدود حرم سے انکو باہر لیگئے اور جب انہیں مقتل میں حاضر کیا گیا تو ابی سفیان نے بڑھکر کہا۔

"اے زید! تم یہ بات پسند کرتے ہو کہ تم اپنے گھر میں خوشی سے بیٹھے رہو اور تمہارے بجائے اسجگہ محمد کی گردن ماری جائے" ایسی حالت میں جب کہ دشمن کے گروہ نے چاروں طرف سے اسے گھیر رکھا ہے خونریز تلواریں اسکے سر پر لٹک رہی ہیں مگر واہ رے انکی محبت و مودت کہ موت کی ڈراونی صورت سامنے ہے مگر اسلام اور داعی اسلام کے مقابلہ میں سب کچھ ہیچ ہے اور اس تیر خدا کی زبان سے جو الفاظ جوابی سفیان کے جواب میں نکلے وہ یہ تھے۔ واللہ ما احب ان محمدا الان فی مکانہ الذی ھو فیہ تصیبہ شوکۃ تؤذیہ وانی جالس فی اھلی۔ خدا کی قسم میں یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ اب اپنے مکان میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کانٹا لگے اور میں اپنے گھر میں آرام سے بیٹھوں اس دلاورانہ جواب کو سنکر ابوسفیان نے کہا جیسا میں نے محمد کے اصحاب کو دوست دیکھا ہے ایسا کسی کے دوست کو نہیں دیکھا۔ اسکے بعد ظالم نطاس نے اپنے آقا کے حکم سے آپ کو شہید کرڈالا اور یہ مبارک روح قفس عنصری سے پرواز ہو کر اعلی علیین کیطرف چلی گئی انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آہ ثم آہ کیسی مبارک ہستیاں تھیں جنہوں نے اپنی تکالیف کو بالائے طاق رکھا اور اپنے متبوع رسول کریم کو اپنی جانوں سے محبوب رکھا اور ایسی حالت میں جب کہ انہیں پھانسی کے قریب لاکر ان سے اسلام کے متعلق پوچھا گیا انہوں نے اپنے ایمان اور اسلام کا اقرار خاتم النبیین کی بعثت کی تصدیق کی اور اپنی روحیں جان آفرین کے سپرد کیں مگر کلمہ حق سے منہ نہ موڑا یہ تھی دین کی محبت" فقط والسلام

صداقت اسلام

(از مولوی محمد ابوالخیر بریلوی پرتاب گڈھی متعلم بجماعت ثانیہ رحمانیہ)

ہر مذہب کی سچائی معلوم کرنے کیلئے یہ ضروری امر ہے کہ اس کی غرض و غایت کو دیکھا جائے پس جو مذہب اپنی غرض کو پورا کرتا ہوگا اور بطریق اکمل انجام دیتا ہوگا وہ سچا اور قابل تسلیم ہوگا اور جو مذہب اپنی غرض کے پورا کرنے میں ناقص ہوگا وہ قابل تردید ہوگا اسی اصول مسلمہ کی بنا پر ہم اب دیکھتے ہیں کہ تمام مذاہب سے وہ کونسا مذہب ہے جو اپنی غرض کو بطریق اکمل انجام دے رہا ہے اور یہ یاد رہے کہ مذہب اسلام کی غرض کو معلوم کرنا بہ نسبت باقی مذاہب کے نہایت ہی سہل اور آسان ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ یہ مذہب اسلام عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے اور عربی زبان میں یہ خصوصیت ہے کہ ہر لفظ اپنے اندر کوئی نہ کوئی خاص معنی رکھتا ہے اسی وجہ سے زبان عربی کو

ام اللغۃ کہا جاتا ہے مثلاً اس عورت کو جس کے پیٹ سے بچہ پیدا ہو اس کو اردو زبان میں ماں کہتے ہیں اور اس آدمی کو جس کے نطفے سے پیدا ہوتا ہے اس کو باپ کے لفظ سے موسوم کیا جاتا ہے انہی الفاظ کے بجائے اگر کوئی دوسرے لفظ سے ان کو تعبیر کیا جاتا تب بھی مقصود حاصل ہو سکتا تھا لیکن عربی زبان پر غور کیجئے اس عورت کو جس کے بطن سے بچہ پیدا ہوتا ہے لفظ ام کہا جاتا ہے۔ ام کے دو معنے آتے ہیں ایک ام کے معنی جڑ کے ہیں دوسرے ام اس چیز کو کہتے ہیں جس کے پیچھے پیچھے چلا جائے اور یہ ظاہر امر ہے کہ اس لفظ کو جننے والی سے مناسبت ہے چونکہ جننے والی بچے کیلئے جڑ ہوا کرتی ہے لہذا پہلا معنی کی مناسبت ثابت ہوگئی اور ثانیاً چونکہ بچہ اسکے پیچھے پیچھے چلتا ہے اسلئے معنے ثانی کی بھی مناسبت ثابت ہوگئی اب اگر ام کے بجائے اور کوئی دوسرا لفظ رکھ دیا جاتا تو یہ معنیٰ ادا نہ ہوتا خلاصہ کلام یہ ہے کہ عربی زبان کا ہی لفظ اپنے اندر کوئی نہ کوئی خاص خوبی ضرور رکھتا ہے بخلاف باقی زبانوں کے وہ اس خصوصیت سے بالکل محروم ہیں پس اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ مذہب اسلام کی کیا غرض وغایت ہے؟ سب سے پہلے لفظ مذہب کے معنیٰ پر غور کرنا چاہئے عربی زبان میں مذہب کہتے ہیں راستہ طریقہ منہاج شریعت یا وہ قواعد جو انسان کو اخلاقی طور پر نہ کہ جسمانی طور پر ایک جگہ سے دوسری جگہ تک پہنچا دے دوسری جگہ کے متعلق تمام مذاہب عام متفق ہیں کہ اس سے مراد خداوند لایزال ہے خلاصہ کلام یہ ہوا کہ مذہب کی غرض یہ ہے کہ انسان کا تقرب خداوند قدوس سے حاصل ہو جائے اب ہم دیکھتے ہیں کہ وہ کونسا مذہب ہے جو انسان کا تقرب خداوند قیوم سے پیدا کر دیتا ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ مذہب کے سچا ہونیکا یہ معنے نہیں کہ باقی مذاہب من کل الوجوہ کاذب اور سراپا لغو ہیں بلکہ ہر اک مذہب اپنے اندر کوئی نہ کوئی خوبی و کمال کا مادہ ضرور رکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ اکناف عالم میں جنگ وجدل کا ایک طوفان بپا ہوا ہے اسلئے کہ ہر مقرر جو تقریر کرنیکے لئے کھڑا ہوتا ہے اور اپنے مذہب کی صداقت پر پر زور لیکچر دیتا ہے تو وہ صداقت کا مطلب یہ بیان کرتا ہے۔ ہمارے مذہب کے سوا باقی دیگر ادیان وملل بالکل کاذب اور سراپا لغو ہیں لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ یہ محض غلط فہمی ہے بلکہ مذہب کی صداقت کا مطلب یہ ہے کہ وہ کونسا مذہب ہے کہ تمام مذاہب کی خوبیوں کو لیتا ہوا اپنے اندر وہ خوبیاں اور کمالات رکھتا ہو جو باقی مذاہب میں بالکل مفقود ہوں تو مطلب یہ ہوا کہ سادق مذہب وہی ہوگا جس میں تمام مذاہب سے زیادہ تر خوبیاں پائی جائیں اگر کسی مذہب میں یہ تعلیم دیجاتی ہے کہ چوری نہ کرو تو ہم یہ کہتے ہیں کہ آخر وہ کونسا مذہب ہے جسکے اندر یہ تعلیم دیجاتی ہے کہ چوری کرو اسی طرح کوئی کہتا ہے کہ محبت پیدا کرو ہمارے مذہب کی یہ تعلیم ہے ایسے ہی کوئی کہتا ہے کہ ہمارا مذہب کہتا ہے کہ عدل کرو؟ بہرکیف ہر مذہب اپنے اندر کوئی نہ کوئی ضرور خوبی رکھتا ہے اور نیز یہ یاد رہے کہ مذہب کی حقانیت چند اخلاقی باتوں پر پیش کرنے پر موقوف نہیں بلکہ تعلیم کی خوبی پر ہے اور تعلیم میں اپنے اصول وفروع میں متفق ہونے پر موقوف ہے پس جس مذہب کی تعلیم اچھی ہوگی اور اپنے اصول وفروع میں متفق ہوگی وہی مذہب حق ہوگا اب ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید فرقان حمید اس بات کا مدعی ہے کہ ہماری تعلیم سب سے اچھی ہے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔

اللہ نزل احسن الحدیث کتابا متشابھا مثانیا تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربھم قرآن شریف نے صراحتاً کہہ دیا کہ میری تعلیم تمام مذہب سے اچھی ہے اور متشابہاً سے یہ اشارہ کیا کہ میرے اصول وفروع سب کے سب متفق و راسخ ہیں اور مثانیاً سے اس بات کیطرف اشارہ کیا کہ میری اچھی تعلیم ہونیکی وجہ سے میرے اندر وہ طاقت اور اقتدار حاصل ہے کہ میں اپنے پڑھنے والوں کو اس امر پر مجبور کرتا ہوں کہ وہ مکرات اور مرات پڑھیں یا یہ معنی ہیں کہ میں اہل عالم کو اپنی طاقت سے انہیں مجبور کرتا ہوں کہ وہ مجھے ہر زمانہ میں دہرائیں اور مجھے جب لوگ پڑھتے ہیں تو ان رونگٹے اللہ کے خوف سے کھڑے ہو جاتے ہیں اور پھر اللہ کے ذکر کی جانب

مائل ہوجاتے ہیں الیٰ ذکر اللہ کہکر خداوند باقی نے ان لوگوں کے اوہام باطلہ کی تردید کی جو لوگ کہتے ہیں کہ خدا ایک محض ڈراؤنی چیز ہے جیسے کہ انسان ایک ڈراونی چیز سے ڈرتا ہے ویسے ہی تمام لوگ خدا سے بھی ڈرتے ہیں لیکن یہ معلوم ہونا چاہئے کہ ڈرانی چیز کی دو قسم ہے پہلی قسم تو وہ ہے جو ایذا کی وجہ سے خوف کیا جاتا ہے۔

بدیں وجہ آپس میں محبت کا شائبہ بھی نہیں پیدا ہوتا دوسری قسم یہ ہے کہ کسی کی شان وشوکت جاہ وجلال قوت ودبدبہ کی وجہ سے خوف پیدا ہوتا اور اس سے محبت ہوتی ہے اور انسان اس کے ذکر میں مشغول ہوجاتا ہے لیکن خداوند قیوم نے الیٰ ذکر اللہ کہکر اشارہ کیا کہ میں ایک ڈراونی چیز تو ہوں لیکن مجھ سے خوف کرنیوالے میں محبت ہوتی ہے اور میرے ذکر میں مشغول ہوجاتے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ مجھ سے خوف وایذا کی وجہ سے نہیں بلکہ میری شان وشوکت اور جاہ وجلال کی وجہ سے مجھ سے خوف کرتے ہیں اور اسمیں ضرور محبت ہوتی ہے۔ لہذا ہم اس قرآن کی تعلیم کو پڑھکر بجا طور پر کہتے ہیں کہ قرآن صدر درجہ اپنے دعوی میں ثابت اور قرآن شریف کی واقعی تعلیم سب مذاہب سے عمدہ ہے اور قرآن شریف ہی ایک ایسی چیز ہے جسکی وجہ سے خدا مل سکتا ہے۔ (باقی آئندہ)

دارالحدیث رحمانیہ میں قاضی مدینہ کا ورود مسعود

جلسۂ خیر مقدم میں بصیرت افروز تقریر

علامہ قاضی [illegible] شویل صاحب مدینہ منورہ کے ایک مشہور اور زبردست عالم ہیں۔ آپ ایک عرصہ تک مدینہ میں قاضی القضاۃ کے نائب رہ چکے ہیں۔ اور فی الحال مسجد نبوی میں درس عمومی دینے کے علاوہ مدرس الامارۃ کے منصب پر فائز [illegible] ہیں۔ آج کل قاضی صاحب موصوف ہندوستان میں سیر و سیاحت کی غرض سے تشریف لائے ہوئے ہیں۔ اسی سلسلہ میں موصوف کی دہلی میں تشریف آوری پر دارالحدیث رحمانیہ نے زیر اہتمام جمعیۃ الخطابہ ایک پر رونق خیر مقدم کا جلسہ بتاریخ ۹ نومبر ۱۹۳۳ء منعقد کیا۔ علامہ موصوف بڑی خوشی سے دارالحدیث میں تشریف لائے۔ سب سے پہلے دارالحدیث، کتبخانہ اور دارالمطالعہ کا معائنہ فرمایا۔ اسکے بعد جلسہ گاہ میں رونق افروز ہوئے۔ تلاوت قرآن مجید کے بعد مولوی محمد لقمان صاحب نے (امسال فارغ ہونگے) مبارکبادی کا ایک عربی قصیدہ سناکر ارمغان تہنیت پیش کیا۔ اور مولوی عبدالغفار صاحب رہپی نے (یہ بھی امسال فارغ ہونگے) ایک برجستہ عربی تقریر کی جس میں قاضی صاحب کی آمد پر جذبات بہجت وانبساط ظاہر کرتے ہوئے دارالحدیث کے کوائف پر اجمالی روشنی ڈالی۔ اسکے بعد محترم قاضی صاحب نے تقریباً پون گھنٹہ تک آیۂ آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنون الخ پر ایک زبردست ایمان پرور تقریر فرمائی۔ آخر میں جناب مولانا احمد اللہ صاحب شیخ الحدیث نے عربی میں فاضل مہمان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے دارالحدیث کی ترقی اور خیر وخوبی کی دعا پر جلسہ ختم کیا۔ اسکے بعد چاء اور پھلوں سے مہمانوں کی تواضع کی گئی۔ قاضی صاحب کے ساتھ ان کے صاحبزادے مولوی عبدالاحد مدنی جو رحمانیہ کے سابق متعلم ہیں اور شیخ محمد زیدان صاحب مدرس مدرسہ سعودیہ مدینہ بھی تھے:۔

(ایڈیٹر)

گلشنِ علوم

دار الحدیث رحمانیہ دہلی

(از مولانا عبد الحلیم صاحب ناظم صدیقی رحمانی مولوی فاضل مدیر محدث و مدرس رحمانیہ)

صحنِ گلشن سے عیاں ہے جلوۂ حسنِ بہار　　رشکِ خلدِ بریں ہے منظرِ خوش آشکار
فصلِ گل آئی چمن میں ہے فضائے خوشگوار　　پھر رہی ہے ناز سے ہر سو نسیمِ مشکبار

اللہ اللہ کیا شباب آیا ہے علمی گلستاں
ذرہ ذرہ ہو رہا ہے ایک مہرِ ضوفشاں

گلشنِ رحمانیہ اے نوبہارِ مقتدر!　　مرحبا کس شان سے عالم میں ہے تو جلوہ گر
تونے ایسے سینکڑوں پیدا کئے روشن گہر　　جنکے علم و فضل سے خیرہ ہے دنیا کی نظر

کامیابی چومتی ہے فخر سے تیرے قدم
قابلِ صد آفریں ہے یہ ترا جاہ و حشم

تونے ایسی راحتیں دیں اے مکانِ علم و فن　　تیری جانب آ گئے خود عاشقانِ علم و فن
یوں نوازش تونے کی اے بوستانِ علم و فن　　کامراں ہونے لگے سب طالبانِ علم و فن

ایسی راحت ایسی شفقت اور پھر علمی کمال!
واقعی "رحمانیہ" ہے درسگاہِ بے مثال!

بارک اللہ ہے یہی پیشِ نظر اصل الاصول　　"خدمتِ قولِ خدا اور خدمتِ قولِ رسول"
ہاں بطورِ فرع ان کے ساتھ ہیں علمِ عقول　　کیوں نہ ہو دونوں جہاں میں پھر ترقی کا حصول

بالیقین ناظم ہے یہ دار الحدیثی شاہراہ
ہند میں بتلائے کوئی مجھکو ایسی درسگاہ؟

(برائے "تاریخ رحمانیہ")

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

تاسیس مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ کے دواعی و محرکات

تمہید اسلام جہاں اور بہت سی خصوصیات کی بنا پر عالم ادیان پر فائق ہے وہاں اس میں یہ خصوصیت بھی نمایاں طور پر پائی جاتی ہے کہ اسلام نے اقوام عالم کو علم کیطرف مائل کیا اور اسکی طرف غایت درجہ کی رغبت دلائی۔

طلوع آفتاب اسلام کے وقت دنیا جہالت سے پر تھی انسانی دنیا بربریت و وحشت کی خوگر اور تہذیب و تمدن سے ناآشنا تھی۔ ہندوستان میں رامائن اور مہابھارت کی داستانوں کو منتہائے علم قرار دیا جاتا تھا۔ عوام عیسائیوں میں تعلیم کا قطعًا ذوق نہ تھا۔ پادریوں کا مبلغ علم صرف بائبل کے حروف کو یاد کرنا تھا۔ یہود ان سے بڑھکر قعر جہالت میں پڑے ہوئے تھے۔ چین۔ ایران اور دوسرے ممالک بھی انہی کیطرح دیوتائے جہالت کے بھینٹ چڑھ چکے تھے۔ یورپ بالکل جہالت کدہ بنچکا تھا۔ عرب کو اپنی امیت پر ناز تھا۔ لیکن اسلام نے ہی جہالت کی گھٹا کو مطلع انوار بنکر چھانٹ دیا۔ اور ساری دنیا اسی کی تجلیات سے بہرہ اندوز ہونے لگی۔

اسلام نے کہا یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات :۔ یعنی خدا ایمانداروں اور علماء کے درجات و مراتب بلند کرتا ہے اور بابانگ دہل اعلان کیا۔ طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ :۔ طلب علم مرد و عورت سب پر فرض ہے فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادنکم یعنی عالم کی فضیلت جاہل پر ایسی ہے جیسا کہ تم میں سے کسی ادنی شخص پر میری فضیلت ہے۔ نقلی دلائل کے علاوہ اگر آپ تاریخ اسلام کی ورق گردانی کرینگے تو یہ حقیقت روز روشن کیطرح آشکار ہو جائیگی کہ جہاں جہاں اسلام گیا وہاں علمی چشمے بہہ اٹھے۔ حدائق علوم اور ریاض فنون کے دلفریب و نشاط پرور مناظر آنکھوں کے سامنے پھرنے لگے۔ جہالت زدہ انسان آسمان علمیت پر انجم بنکر چمکا۔ خود عرب ہی کو لیجئے۔ اسلام کے بعد امام مالکؒ اور زہریؒ جیسے علوم شرعیہ کے حامل اور اسرار دین کے مخزن پیدا ہوئے جنکی خدمات کی دنیا شرمندۂ احسان ہے۔

ترک حسن کا امتیازی وصف یہ تھا ؎ چناں بردند صبر از دل کہ ترکان خوان یغمارا۔" لیکن جسوقت سرزمین ترکستان پر آفتاب اسلام نے تجلیات بکھیریں تو ابو نصر فارابی اور خسرو جیسے علماء و فضلاء پیدا ہوئے۔ اسلام ہی کی علم نوازی ہے کہ اس نے نعمت علم کو سب کے لئے عام کر دیا۔ اور خیر القرون میں ہی ہندوستان سے لیکر سوڈان تک اور خراسان سے لیکر سرحد مراکش تک علمی دریا بہہ اٹھے جس زمانہ میں سلطنت امویہ اندلس میں۔ حکومت عباسیہ بغداد میں۔ دولت فاطمیہ مصر میں قائم تھیں اسوقت علمی فنون ترقی پر تھے۔ ہر ایک سلطنت چاہتی تھی کہ اپنے حریف سے متاع علمی میں سبقت لیجائے۔

اگر اندلس نے اٹلی اور فرانس و جرمن کو علمی دولت سے نوازا تھا تو بغداد نے بھی ہند اور چین و تاتار تک علمی دریا بہا دئے تھے اسلامی دنیا علمی درسگاہوں سے پر تھی۔ بغداد میں مدرسہ نظامیہ بہت زور و شور پر ترقی پذیر تھا اسمیں چھ ہزار طلبہ کی خوراک کا مدرسہ

آئیڈوفت سے اتنی اہم کیا تھا اسکا ہوستے وزیر نظام الملک بہت فراخدلی سے علوم و فنون کی خدمت انجام دے رہا تھا۔ اسی سے
اسوقت تک ہندوستان کے علمی کا بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ جب ہندوستان میں بھی آفتاب اسلام ضیا پاشیاں کرتا ہوا جلوہ
افگن ہوا تو یہاں بھی علمی چرچے شروع ہونے لگے اور ایک ایسی جماعت پیدا ہوئی جس نے لوگوں کو شاہراہ اسلام پر استوار کرنے
کی جدوجہد شروع کر دی۔ اس جماعت کی برکت سے قال اللہ و قال الرسول کی صدائیں ہندوستان میں گونجنے لگیں۔ لیکن اس بابرکت
جماعت کے اولوالعزم سحاب آہستہ آہستہ اٹھنے لگے۔ شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز، شاہ محمد اسحٰق، مولانا سید نذیر حسین صاحب جیسے
برگزیدہ باکمال حضرات علمی جھنے چلتے ہوئے سب جا چکے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شیفتگان قرآن و حدیث گوناگوں مصائب اور بوقلموں نوائب میں گرفتار ہوگئے۔ نہ انکے لئے کوئی جامع درسگاہ تھی اور نہ صحیح
معنی میں تربیت کا کوئی ... کا سیلاب عظیم ہر طرف تلاطم خیزی کے ساتھ بڑھ رہا تھا۔ دہریت کی مسموم ہوائیں چہار جانب چل
رہی تھیں۔ ... دین کی کوئی وقعت باقی نہ رہی تھی۔ ضرورت تھی کہ قرآن و حدیث کی صحیح صحیح تعلیم اور اعدائے اسلام کے حملوں کو
روکنے کیلئے دوسرے فنون معقول و ادب وغیرہ سے مسلمانوں کو بخوبی آگاہ کیا جائے۔ دہلی ہمیشہ سے علم کا گہوارہ بنی رہی لیکن
اسوقت دہلی کی حالت بھی بہت ردی ہو رہی تھی طلبہ کی رہائش و طعام کا کوئی معقول انتظام کہیں نہ تھا۔ عموماً مسجدوں میں پڑے رہتے
تھے ... وظیفہ ملجاتا تھا جس سے اپنے ہاتھ سے پکا کر سخت تکالیف برداشت کرکے اپنا پیٹ پال لیا کرتے تھے! محلوں میں
روٹی ... بے سود ... حالات اس حضرت کی خودداری اور آزادی جذبات کو سخت ٹھیس لگتی ہر وقت کو یہی بے بسی اور
بے کسی کی حالت میں رہتے ... معقولوں کی پڑھائی کا کوئی اعلیٰ انتظام نہ تھا کہ تشنگان علم کو سیراب ہوتے انہی اثرات
سے متاثر ہوکر ان نقائص کو دور کرنے اور تعلیم اسلام کو اوج پر لانے کیلئے ۔ ۔ ۔ مولانا عبدالعزیز صاحب رحیم آبادی کے دل
میں خیال پیدا ہوا کہ علمائے اہلحدیث دن بدن اٹھتے جارہے ہیں اور انکی جگہ لینے والا کوئی نہیں تعلیم و تعلم کے باقاعدہ سلسلے ٹوٹ رہے ہیں
کوئی جامع درسگاہ موجود نہیں اسلئے کوئی ایسی درسگاہ قائم کی جائے جسکی وجہ سے گزرنے والوں کی نیابت ہوسکے۔ اور جماعت اہلحدیث
قبل از وقت لقمہ اجل نہ بنجائے۔

چنانچہ یہ تجویز مولانا مرحوم نے محترم جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب مرحوم کے سامنے پیش کی جسکو انہوں نے بسروچشم قبول
کیا اور اسکو عملی جامہ پہنانے کیلئے کوشاں ہوگئے۔ ذرا سی تاخیر کو بھی گوارا نہ کیا کیونکہ یہ حقیقت بالکل ظاہر تھی کہ عربی طلبہ کی بے مائگی
اور تہی دستی اس حد تک پہنچی ہوئی تھی کہ نہ خورد و نوش کا کوئی اچھا انتظام تھا نہ رہایش و سکونت کا کوئی معقول سامان۔
نہ پڑھائی کا کوئی باقاعدہ بندوبست۔ ایک عربی تعلیم کا دلدادہ و شیفتہ بغیر جسمانی و روحانی مصائب و آلام برداشت
کئے ہوئے اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوسکتا تھا۔ بلکہ کامیابی کے قریب بھی نہ ہوسکتا تھا۔

ایک وہ شخص جسکے دل میں اسلامی تڑپ اور ایمانی جذبہ موجزن ہو وہ ان حالات و کوائف سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا
چنانچہ حاجی صاحب موصوف اس ذہنی خاکہ کو منصۂ شہود پر لانے کیلئے ہمہ تن مصروف و منہمک ہوگئے۔ چونکہ آپ حلقۂ حکام میں کافی
رسوخ رکھتے تھے اسلئے آپ نے مدرسہ و مسجد کیلئے گورنمنٹ سے مفت زمین حاصل کی اور اسیوقت تعمیری سلسلہ شروع ہوگیا چونکہ
حاجی صاحب موصوف الصدر اور ان کے محترم برادر شیخ عطاءالرحمٰن صاحب تمام کاروبار میں شریک تھے اسلئے ان دونوں کے مشترکہ

سرمایہ سے دار الحدیث کی خوشنما عمارت ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۱ء میں تقریباً ایک لاکھ روپے سے بنکر تیار ہوئی۔ اس تعمیر کے سلسلہ میں مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی دونوں حضرات کو اپنے بہترین آراء و مشوروں سے مستفیض فرماتے رہے لیکن افسوس کہ یہ علمی پودہ اپنی بہار شباب سے لطف اندوز ہونے بھی نہ پایا تھا بلکہ ایک سال بھی نہ گذرا تھا کہ اسکے باغبان جناب حاجی عبدالرحمن صاحب مرحوم تمام بوجھ اپنے قدیم بھائی شیخ عطاء الرحمن صاحب زید مجدہ پر ڈالکر راہی ملک بقا ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جناب حاجی صاحب مرحوم کے بعد انکے بڑے صاحبزادے حاجی عبدالستار صاحب نے اپنی توجہ مدرسہ کیطرف منعطف کی اور اس کام میں دلچسپی سے حصہ لیا۔ لیکن افسوس آپ بھی عالم شباب ہی میں رحلت کر گئے۔ جنابہ والدہ صاحبہ حاجی صاحب مرحوم کو اپنی دور حیات میں مدرسہ سے تمام دلچسپی تھی طلبہ کے آرام و آسائش کیلئے آپ ہی نے برقی روشنی اور بجلی کے پنکھوں کا انتظام کیا۔ ہماری تہ دل سے دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ان تینوں بزرگوں کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور جنت الفردوس میں انکی بہترین مہمان نوازی کرے۔ اسوقت جناب حاجی عبدالرحمن صاحب مرحوم کے اور دوسرے صاحبزادگان سلمہم اللہ تجارتی معاملات میں مشغول ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ وہ اپنے محترم والد اور اپنے نیک نہاد بھائی کے نقش قدم پر چلکر اپنے بزرگ چچا شیخ عطاء الرحمن صاحب کیلئے قوت بازو ثابت ہونگے اور اس مدرسہ کیطرف کامل توجہ کرینگے۔

مدرسہ کی عمارت

مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ کا قلمی فوٹو پیش خدمت ہے۔ دہلی کے مغربی حصہ میں ایک وسیع اور شاندار عمارت ہے جسمیں طلبہ کی رہائش کیلئے ۲۵ کشادہ اور ہوادار کمرے ہیں۔ درس و تدریس کیلئے ان سے وسیع تر آٹھ کمرے اور ہیں جنمیں برقی روشنی اور بجلی کے پنکھوں کا انتظام ہے۔ مدرسہ کے جنوبی حصہ میں ایک بہت بڑا ہال (دار التذکیر) ہے جسمیں سالانہ امتحان و دیگر خاص جلسے منعقد کئے جاتے ہیں۔ ایک مطبخ بھی ہے جسمیں ہوشیار باورچیوں اور منتظم کے ماتحت طلبہ کیلئے بہترین خورد و نوش کا انتظام کیا جاتا ہے۔ عمارت مدرسہ کے بالائی حصہ میں ایک شاندار مکتبہ کی عمارت ہے جسمیں عربی اردو کی ہزاروں کتابیں موجود ہیں۔

مدرسہ کے مغربی جانب ایک کشادہ اور شاندار مسجد ہے۔ مدرسہ اور مسجد کے درمیان طلبہ کی ورزش کیلئے ایک سبزہ زار بنا ہوا ہے۔ جسکے چاروں طرف پختہ دیوار ہے۔ مدرسہ کا صحن مختلف قسم کے مفید پھول و پھل کے درختوں اور پودوں سے آراستہ و پیراستہ رہتا ہے جو طلبہ کیلئے دلفریب باغیچہ سے کم نہیں۔

نظام تعلیم

تاسیس رحمانیہ کے بعد ابتدائی سال میں بغیر جماعت بندی کے تعلیم ہوئی۔ لیکن اسکے بعد ۱۳۴۱ھ سے باقاعدہ جماعت وار آٹھ سال نصاب تعلیم مقرر کئے گئے۔ اسکے علاوہ دو سال سے ایک ادنیٰ جماعت بھی قائم کردی گئی ہے اور قابل و مستند علماء کے ماتحت اس مبارک تعلیمی دور کا آغاز ہوا جو آجتک تزک و احتشام کیساتھ جاری ہے۔ اور اپنی عالم افروز ضیا باریوں سے شیفتگان علم دین کے قلوب کو منور اور تشنگان اسرار شریعت کو سیراب کر رہا ہے۔ اللہم زد فزد

نصاب تعلیم

یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مدرسہ کا موجودہ مطبوعہ نصاب ناظرین کی خدمت میں پیش کردیا جائے تاکہ تمام حقیقت منکشف ہو جائے اور ہر شخص اسکے متعلق صحیح رائے قائم کرسکے۔

نصاب تعلیم وقواعد

جماعت اولیٰ

کتب ضروری

		ماہ
۱	ہدایۃ النحو	۵
۲	فصول اکبری	۵
۳	رسالہ منطق مصنفہ مولانا عبداللہ غازیپوری	۶
۴	معانی الادب صدہ تک	۴
۵	ترجمہ قرآن (۲) پارہ اخیرہ ۲۹ تا ۳۰	۳
۶	کافیہ	۵
۷	انشاء متعلقہ اخلاق بزبان اردو	

کتب اختیاری

(۱) مقدمہ آئینہ حقیقت نما (۲) جغرافیہ ہندوستان
(۳) اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر۔

جماعت ثانیہ

کتب ضروری

		ماہ
۱	اوضح المسالک	۵
۲	شرح تہذیب	۶
۳	سراجی	۵
۴	ترجمہ قرآن (۵) پارہ اخیرہ ۲۴ تا ۲۸	〃
۵	شرح جامی بحث غیر منصرف (داخل)	۳
۶	بلوغ المرام نصف اول	۴
۷	قدوری کامل	۶
	انشاء متعلقہ اقتصادیات بزبان اردو	

کتب اختیاری

(۱) سیرت امین۔ (۲) الفاروق۔
(۳) جغرافیہ ایشیا

جماعت ثالثہ

کتب ضروری

		ماہ
۱	نورالانوار بحث قیاس (خارج)	۶
۲	قطبی تصدیقات	۵
۳	مشکوٰۃ نصف اول	۹
۴	ترجمہ قرآن اخیرہ ۱۶ تا ۲۳	۶
۵	سبعہ معلقہ	۳
۶	شرح نخبہ	۴
۷	رشیدیہ	۳
۸	ترجمتین جواب مضمون بزبان اردو متعلقہ مذہب	

کتب اختیاری

(۱) فوز الاصغر (۲) فلسفہ اسلام مصنفہ ڈاکٹر عابد حسین۔
(۳) تہذیب الاخلاق۔ عقیدہ احمد بن حنبل۔

جماعت رابعہ

کتب ضروری

		ماہ
۱	شرح وقایہ کتاب الطلاق (داخل) ملہ	۹
۲	مشکوٰۃ جلد ثانی	۹
۳	تلخیص	۶
۴	قطبی تصورات	۴
۵	ابن ماجہ شریف	〃
۶	اقلیدس	۳
۷	نورالانوار بحث قیاس	۴
۸	ترجمتین جواب مضمون بزبان عربی متعلقہ اخلاق	

کتب اختیاری

(۱) مقدمہ ابن صلاح۔ (۲) مفتاح السنہ
(۳) اعجاز القرآن لہلالی

ملہ کتاب الطلاق سے کتاب الایمان تک خارج

جماعت خامسہ

کتب ضروری

		ماہ
۱	متنبی قافیہ دال تک	۶
۲	مختصر المعانی فن اول	۵
۳	جلالین (۱۵) پارہ	۶
۴	شرح ہدایت الحکمت	"
۵	ترمذی شریف کامل	۹
۶	شرح عقائد	۴
۷	محیط الدائرہ	۳
۸	ترجمتین جواب مضمون متعلقہ اقتصادیات بزبان عربی	

کتب اختیاری

(۱) فوز الکبیر و تاریخ علم الشرائع ۔ (۲) بدایۃ المجتہد
(۳) حجۃ اللہ البالغہ ۔

جماعت سادسہ

کتب ضروری

		ماہ
۱	ابوداؤد شریف	۹
۲	صدرا بحث مکان تک	۶
۳	سلم العلوم کامل	"
۴	مقامات حریری (۲۰) مقامہ	۵
۵	رسالہ میر زاہد	۳
۶	نسائی شریف	"
۷	تصریح	"
۸	ترجمتین جواب مضمون متعلقہ تصوف اسلام	

کتب اختیاری

(۱) رسالہ حمیدیہ (۲) مقاصد الفلاسفہ
(۳) معیار العلم ۔

جماعت سابعہ

کتب ضروری

		ماہ
۱	بخاری شریف جلد اول	۹
۲	مسلم شریف کامل	"
۳	حمد اللہ بحث شرطیات تک	۶
۴	توضیح تلویح بحث حقیقت مجاز (داخل)	"
۵	بیضاوی (۱) پارہ	۳
۶	مسلم الثبوت	"
۷	موطا امام مالک	۵
۸	ترجمتین جواب مضمون متعلقہ ادب عربی (زبان عربی)	

کتب اختیاری

(۱) تاریخ اسلام ۔ (۲) نقد الشعر
(۳) البیان والتبیین ۔

جماعت ثامنہ

کتب ضروری

		ماہ
۱	بخاری شریف جلد ثانی	۹
۲	قاضی موضوع تک	۶
۳	حماسہ (باب الحماسہ والادب)	۴
۴	ہدایہ جلد ثالث عبد ماذون (خارج)	۳
۵	میر زاہد امور عامہ	۹
۶	اشارات	۵
۷	ترجمتین جواب مضمون متعلقہ مذہب	

کتب اختیاری

(۱) تہافتہ الفلاسفہ (۲) مقدمہ فتح الباری
(۳) شرح مقاصد (۴) زاد المعاد

ایقاظ

(۳) ہر طالب علم کو اختیار ہوگا کہ وہ اپنی جماعت کے کتب اختیاری میں سے کسی ایک کتاب یا دو کتاب کا امتحان پرائیوٹ طور پر مطالعہ کرکے دے سکتا ہے۔ (الف) کتب اختیاری سے حاصل کردہ نمبر کے مجموعی نمبروں میں شامل کئے جائینگے۔ (ب) کتب اختیاری کے نمبر اس صورت میں مجموعہ نمبروں میں شمار نہیں کئے جائینگے کہ جب وہ کتب ضروری میں سے دو کتابوں میں ۵۰ یا ۱۵ نمبر سے کم حاصل کرے۔

(۴) وہ طلباء جو جماعت اولی میں داخل نہیں ہو سکتے اور تحریر و فارسی میں اتنی قابلیت رکھتے ہیں جس سے ابتدائی کتب صرف نحو بخوبی سمجھ سکیں ان کے لئے ابتدائی کتب صرف و نحو کی تعلیم کا مدرسہ میں انتظام ہوگا جس کا نصاب صرف ایک سال میں ختم کر لینے کے بعد ایسے طلباء بھی جماعت اولی میں داخل کئے جائیں گے۔

مدرسین و ائمہ و فرائض

(۱) دار الحدیث کا مدرس وہ شخص ہوگا جو اعتقاد و عمل میں اہلحدیث ہو یا کم از کم اسکو بنظر استحسان دیکھتا ہو۔ (۲) ہر ایک مدرس کا فرض ہوگا کہ وہ اپنی زیر تدریس کتابیں پوری تیاری اور مطالعہ کے ساتھ پڑھائے اور طلبہ کے مطالعہ کا اندازہ کرتے ہوئے اسکو مطالعہ اور محنت پر مجبور کرانے کی کوشش کرے۔ (۳) مدرسین کا فرض ہوگا کہ وہ تعلیم کے ساتھ تربیت طلبہ کو مدنظر رکھیں۔ نیز تمام فرائض و سنن نبوی پر طلبہ کو عمل کرانے کی کوشش کریں۔ (۴) ہر ایک مدرس کا فرض ہوگا کہ وہ رجسٹر حاضری پر جو مدرسہ میں موجود ہوگا۔ اپنے نام کے مقابل اپنی حاضری مع وقت کے درج کرے (۵) ہر ایک مدرس کا فرض ہوگا کہ وہ درس کے وقت اپنی جائے معینہ پر موجود رہے۔ (۶) کسی مدرس کا کوئی گھنٹہ اپنے درس کے اوقات معینہ سے خالی ہو تو اسکو اپنی درسگاہ سے اس گھنٹہ میں غیر حاضر ہونا جائز نہیں اگر ناظم یا صدر مدرس کوئی کام درس یا تحریر کا سپرد کریں تو اسکو انجام دینا ہوگا۔ (۷) تمام مدرسین پر لازم ہوگا کہ علاوہ تعلیم کے دیگر نگرانی پر دار الحدیث یا طلباء کے متعلق منجانب ناظم یا صدر مدرس انکو تفویض ہوگی اسکی تعمیل کریں۔ (۸) ناظم مدرسہ طالب علم کو امتحان داخلہ کیلئے جس مدرس کے سپرد کردے تو اس کا فرض ہوگا کہ طالب العلم کی لیاقت کا اندازہ کرکے جماعت کی تعیین کی رپورٹ ناظم کو کرے۔ (۹) ہر مدرس کا فرض ہوگا کہ جدید طلبہ کے داخلہ کے ایک ماہ بعد اسکی لیاقت کا اندازہ کرتے ہوئے ناظم کو رپورٹ کرے کہ وہ جس جماعت میں داخل ہے۔ اسکی صلاحیت رکھتا ہے یا نہیں (۱۰) بوقت ضرورت ہر ایک مدرس کو رخصت کی تحریری اجازت ناظم سے لینی ہوگی۔ (۱۱) روزانہ جو رجسٹر حاضری و دیگر کارہائے متعلقہ دار الحدیث مہیا کئے جائینگے انکی خانہ پوری ہر ایک مدرس پر جسکے وہ سپرد کئے گئے ہوں کرنا لازمی ہوگا۔

داخلہ و فرائض طلباء

(۱) جو طالب العلم مدرسہ میں داخل ہونا چاہے اسپر لازم ہوگا کہ مدرسہ کا فارم داخلہ (جو چھپا ہے اور دفتر مدرسہ سے درخواست پر بلا قیمت مل سکتا ہے) حاصل کرکے قانون ۲۷ کے مطابق خانہ پری کرکے فارم کو ناظم مدرسہ کے پاس برائے منظوری پیش کرے۔ (۲) منظوری حاصل کرنیکے بعد اسکی سند ساتھ لائے ناظم سند دیکھکر بعد امتحان داخلہ جس جماعت کے لائق ہوگا اس میں داخل کریگا۔ (۳) پانچویں جماعت سے نیچے کے طالب علم کیلئے مدرسہ کے علاوہ کسی دوسرے امتحان کی تیاری ممنوع ہوگی اوپر کی جماعت کے طالب العلم کیلئے لازم ہوگا کہ دوسرے امتحان کی تیاری کی اجازت ناظم مدرسہ سے حاصل کرے۔ ناظم اسکی لیاقت کو دیکھتے ہوئے اسکو اجازت دیدیگا۔

(۵) جماعت پنجم سے لیکر ہشتم تک کے طلبہ کو اوقات مدرسہ میں عام گفتگو عربی میں کرنا لازمی ہوگا۔ ہاں حل شبہات کے لئے استاد سے اردو میں گفتگو کر سکتا ہے۔ (۶) مدرسہ کی جانب سے ایک انجمن ہوگی جس میں ہر طالب العلم کا شریک ہونا لازمی ہوگا (۷) عصر کے بعد سے مغرب تک جملہ طلبار کو چاہیئے کہ اپنی صحت کا لحاظ کرتے ہوئے کھیل میں شریک ہوں اور جو طالب العلم کھیل میں شریک ہونا نہ چاہتے ہوں وہ کسی قسم کی ورزش کریں۔ (۸) ہر طالب العلم کا فرض ہے کہ اپنی زیر درس تمام کتابوں کا لازمی طور پر مطالعہ کرے۔ اسکی خلاف ورزی کی صورت میں کافی تنبیہہ ہوگی۔ (۹) ہر طالب العلم کا فرض ہوگا کہ اپنے تمام اسباق و نماز پنجگانہ میں باجماعت ہمیشہ حاضر رہے۔ غیر حاضری کی صورت میں مناسب نتیجہ کا ناظم کو اختیار ہوگا۔ (۱۰) اگر کوئی طالب علم قواعد مدرسہ میں کسی قاعدہ کی خلاف ورزی کریگا تو پہلی اور دوسری مرتبہ سخت تنبیہہ ہوگی اسکے بعد خلاف ورزی کرنیوالے کو ناظم جو سزا تجویز کرے اسکی تعمیل ضروری ہوگی سزا کی نوعیت اخراج بھی ہو سکتی ہے۔ (۱۱) طلبا کو اپنی صحت کا خیال کرتے ہوئے قیام گاہ و دیگر اشیار مثلاً بستر و لباس کی پوری صفائی رکھنی لازمی ہوگی (۱۲) ہر ایک طالب العلم جو مدرسہ میں داخل ہو اسکو لازم ہوگا کہ جملہ قواعد مدرسہ کی پابندی کرے۔ (۱۳) جملہ احکامات مدرسین و مہتمم کی تعمیل سب پر لازم ہوگی۔ (۱۴) ہر ایک طالب العلم پر لازم ہوگا کہ درس کیوقت درسگاہ میں حاضر رہے (۱۵) جملہ طلبار پر لازم ہوگا کہ وہ احترام و آداب اساتذہ کو قائم رکھیں۔ (۱۶) مطالب کتاب زیر درس میں شکوک حل کرنیکا اساتذہ سے طلبا کو حق ہوگا۔ لیکن گفتگو میں احترام و آداب کا لحاظ رکھنا ہوگا۔ (۱۷) طلبائے مدرسہ کو حقہ یا سگریٹ پینا یا کسی دوسری مکروہ چیزوں کا استعمال کرنا سخت جرم ہے اگر منع کرنے پر بھی باز نہ آئے تو مدرسہ سے خارج کر دیئے جائیں گے۔ (۱۸) اگر کوئی طالب العلم شرع کے خلاف اپنی وضع رکھے تو اساتذہ پر لازم ہے کہ اسکو تنبیہہ کریں بصورت عدم تعمیل ناظم صاحب کو رپورٹ کر دیں تاکہ وہ مناسب کارروائی کریں۔ (۱۹) کسی طالب العلم مقیم مدرسہ کو احاطہ مدرسہ سے بلا اجازت صدر مدرس باہر جانیکا مجاز نہ ہوگا۔ اس سے عصر کے بعد سے مغرب کا وقت مستثنیٰ ہے لیکن اسکو بھی ناظم صاحب کسی خاص طالب العلم یا جملہ طلبار کیلئے مصلحت وقت کا لحاظ کرکے منسوخ کر سکتے ہیں (۲۰) کسی طالب العلم کو بلا اجازت ناظم دار الاقامہ میں کسی غیر شخص کو دو روز سے زیادہ ٹھیرانیکا حق نہ ہوگا (۲۱) قیام طلبا کے لئے جو جگہ تجویز کیجائیگی اسکو اسی جگہ قیام کرنا ہوگا۔ (۲۲) جو طالب العلم بلا عذر معقول شریک امتحان سالانہ نہ ہوگا اسکا نام مدرسہ سے خارج کر دیا جائیگا۔ (۲۳) ہر ایک رخصت کی اجازت تحریری ناظم کو دینی ہوگی اور بعد منظوری اسپر عملدرآمد ہو سکیگا۔ (۲۴) مدرسہ کے کسی طالب علم کو جبتک وہ اس مدرسہ میں داخل ہے کوئی کتاب دوسری جگہ پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔ نیز مدرسہ میں کسی سے ایسی کتابیں پڑھنے کی ممانعت ہے جو اسکی جماعت میں نہیں ہے۔ ہاں وہ کتابیں پڑھ سکتا ہے جو نصاب مدرسہ میں نہیں ہے لیکن اسکی کتاب کے معاون ہے۔

قواعد عمومی

(۱) جملہ مدرسین و ملازمین کو ناظم کے احکام کی تعمیل واجب ہوگی (۲) تمام متعلقین مدرسہ کو لازم ہوگا کہ ہر ایک اپنے متعلقہ قواعد مدرسہ کی پابندی کرے (۳) چونکہ مدرسہ کو سیاسیات سے کوئی تعلق نہیں ہے اسلئے وہ شخص جو مدرسہ سے تعلق رکھتا ہے عام ازیں کہ طالب العلم ہو یا ملازم سیاسیات میں اسکو عملی حصہ لینے کی اجازت نہ ہوگی۔ (۴) مدرسہ کا جو ڈاکٹر ہوگا اسکا فرض ہوگا کہ ہفتہ وار دار الاقامۃ کا معائنہ کرے اور صحت کے

متعلق ضروری ہدایات اپنی رپورٹ میں ناظم کے پاس پیش کرے (۵) کمروں اور بستروں کی صفائی صدر مدرس کے زیر نگرانی ہوگی یا جسکو وہ سپرد کریں (۲) ناظم مدرسہ کو اختیار کلی ہوگا کہ وہ حسب ضرورت جس قانون کی تبدیلی چاہے کرے اور اس پر مدرسین وطلبا رکو کاربند کردے۔

فرائض ناظم

ناظم کا فرض ہوگا کہ تمام متعلقین مدرسہ کو قواعد مدرسہ کے احترام پر مجبور کرے نیز تمام انتظامات کے متعلق بوقت ضرورت ہدایات جاری کرے اور اپنی طرف سے ایسے شخص کو مقرر کرے جو صفائی مدرسہ کی پوری نگرانی کرے (۲) ناظم مدرسہ کبھی کبھی بذات خود مطبخ و دیگر ضروری مقامات ہوں اور دارالاقامۃ کا معائنہ کریگا اور جملہ انتظامات کا جو ملازمین مدرسہ کے سپرد کئے گئے ہیں دیکھ بھال کرے گا۔ (۳) امور انتظامیہ میں جو شکایت پیدا ہوگی اس کا ازالہ ناظم کا فرض ہوگا۔

تعطیلات مدرسہ

علاوہ یوم جمعہ حسب ذیل ہونگی۔ امتحان سہ ماہی ایک یوم۔ امتحان ششماہی دو یوم۔ امتحان سالانہ ذیقعدہ ... عید الضحی ۵ یوم۔ رخصت علالت ایک ماہ نصف تنخواہ پر۔

نوٹ:۔ تعطیل کلاں کی تنخواہ اور ایک ماہ کی نصف تنخواہ کا مستحق وہی مدرس یا ملازم ہوگا جس نے پوری ایک سال دارالحدیث میں ملازمت کی ہے۔ (۲) تعطیلات مقررہ کے علاوہ کسی ملازم مدرسہ کو کوئی رخصت نہیں ملیگی۔ اگر رخصت لے تو ایام رخصت کی تنخواہ وضع ہوگی۔ (۳) میعاد رخصت ختم ہونیکے بعد بلا حصول رخصت ثانیہ دیگر ایام غیر حاضری میں شمار ہونگے جنکی دوچند تنخواہ وضع ہوگی (۴) ایام رخصت کے درمیان اگر کوئی یوم یا ایام تعطیل آجائینگے تو اختتام رخصت تک کل ایام رخصت میں شمار ہونگے (۵) اگر ایام رخصت کے بعد کوئی تعطیل واقع ہو تو مزید رخصت بعد اختتام ایام تعطیل حاضری لازمی ہے صرف تحریر کافی نہ ہوگی۔

خصوصیات نصاب مدرسہ ہذا

(۱) نصاب تعلیم میں حتی الامکان افراط و تفریط سے احتراز و تجنب اختیار کیا گیا ہے۔ نہ تو کتب ادب کی فراوانی ہے اور نہ کتب منطق و فلسفہ کی بھرمار بلکہ ہر فن کیلئے حسب ضرورت مفید کتابیں منتخب کی گئیں ہیں۔ مدرسہ کا نصاب ستر فنوں۔ نحو۔ صرف۔ منطق۔ ادب۔ حدیث۔ فقہ فرائض۔ اصول فقہ۔ مناظرہ۔ اصول حدیث۔ ہندسہ۔ عقائد۔ تفسیر۔ فلسفہ، ریاضی، ہیئت بلاغت پر مشتمل ہے۔

(۲) ترجمہ قرآن کے ساتھ خاص اعتنا کیا گیا ہے۔ چنانچہ ابتدائی جماعتوں میں قرآن مجید کے مختلف پارے ادبی حیثیت سے رکھے گئے ہیں تاکہ طلبہ میں شروع ہی سے قرآن مجید سے ایک دلچسپی اور اسپر عمل کرنے کا ذوق پیدا ہو۔

(۳) ابتدائی جماعتوں میں طلبہ کو اردو مضمون نگاری کی مشق کرانے کیلئے انشاء کو لازمی قرار دیا گیا ہے تیسری جماعت سے ترجمتین۔ اور چوتھی سے جواب مضمون بزبان عربی آٹھویں تک مختلف شعبوں پر ضروری قرار دیا گیا ہے۔ تاکہ طلبہ اردو جریدہ نگاری اور عربی مضمون نویسی اور زبان دانی میں کافی مہارت پیدا کر سکیں۔ اس سے اس خامی کو پورا کرنا مقصود ہے جو آجکل ہمارے اکثر علماء میں موجود ہے۔

(۴) نام چونکہ دارالحدیث رحمانیہ ہے اسلئے حدیث کیطرف خاص توجہ کیگئی ہے۔ دوسری جماعت سے آٹھویں جماعت تک

ہر ایک درجہ میں ایک یا دو کتب احادیث داخل کیگئی ہیں اور سند دینے کیلئے لازمی قرار دیا گیا ہے کہ طالب علم حدیث میں معتدبہ کامیابی حاصل کرے۔

(۵) طلبہ کی آسانی و سہولت کیلئے ہر جماعت میں صرف چھ یا سات کتابیں رکھی گئیں ہیں جن کا امتحان دینا ضروری و لازمی ہے ہاں اگر طالب علم اپنے اندر زیادہ استعداد رکھتا ہے تو کتب اختیاری کا امتحان بھی دے سکتا ہے جیسا کہ قواعد مدرسہ میں اس کی تشریح مذکور ہے۔

(۶) جو طلبہ صرف حدیث کے شائقین ہیں انکے لئے جماعت دورہ بھی رکھی گئی ہے جسکی تکمیل ایک سال میں کرادی جاتی ہے۔

مدرسہ کی تاسیس کا مقصد

معزز ناظرین۔ غالباً اب آپکو ایک گونہ مدرسہ کے قیام و افتتاح کے اغراض سے اجمالی واقفیت ہوگئی ہوگی۔ لیکن میں ایک مرتبہ پھر آپ کو ذرا واضح لفظوں میں اسکو بتانا چاہتا ہوں۔ کیونکہ کسی چیز کا حسن و قبح نفع و نقصان اسکے اغراض سے ہی ظاہر ہوا کرتے ہیں۔ پس معلوم ہونا چاہئے کہ اس مدرسہ کا اولین مقصد یہ ہے کہ طالبان علم دین کو قلبی سکون و راحت و طالبعلمانہ زندگی کی ضروریات کا بہترین طریقہ پر انتظام کرتے ہوئے قرآن مجید اور احادیث نبویہ علی صاحبہا السلام والتحیۃ کی صحیح تعلیم اور محققانہ درس دیا جائے اور انکو اعتقاداً و عملاً تعلیمات نبویہ کا حقیقی پیرو بنا کر سنت اور اہل سنت کا سچا خادم بنایا جائے اور علوم نقلیہ کے ساتھ ساتھ فنون عقلیہ پر بھی حاوی و قادر ہوں جیسے ہمارے اسلاف تھے۔ خود عامل حدیث بنکر دنیا کو عمل بالحدیث کی دعوت دیں۔

مکتبہ رحمانیہ

جہاں طلبہ کو ٹھوس اور مضبوط تعلیم دینے کیلئے جید علماء رکھے جاتے ہیں وہاں انکے ذہنی ارتقاء روحانی ترقی اور ملی و قومی روح پیدا کرنیکے لئے ایک عظیم الشان لائبریری ہے جسکا شاندار افتتاح ۴۸ھ ماہ رجب میں زیر صدارت مولانا مولوی محی الدین صاحب قصوری کیا گیا تھا۔ مہتمم صاحب کی اسطرف خاص توجہ ہے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ روز افزوں ترقی پر ہے۔ بہت سی نادر کتابیں اور قلمی نسخے موجود ہیں جو پانچ پانچسو روپے دیکر حاصل کئے گئے تفاسیر، شروح حدیث۔ لغت۔ ادب۔ معقول۔ مناظرہ۔ تاریخ۔ جغرافیہ وغیرہ کی عربی و فارسی اردو میں تقریباً سات ہزار کتابیں موجود ہیں۔ کتابوں کے علاوہ زمانہ شناس علماء پیدا کرنیکے لئے چالیس کے قریب اردو عربی کے مختلف اخبارات و رسائل منگائے جاتے ہیں۔

فن خطابتہ

طلبہ میں تقریری مشق پیدا کرنیکے لئے شروع سے ہی خیال رکھا گیا۔ مدرسہ کے ابتدائی دور میں ہر جماعت الگ الگ ایک ایک استاد کے پاس ہفتہ وار تقریری مشق کیا کرتی تھی اسکے بعد طلبہ کی صوبہ وارتین انجمنیں قائم ہوگئیں۔ ہندوستانی طلبہ انجمن تہذیب الکلام میں اور پنجابی طلبہ اصلاح اللسان میں اور بنگالی طلبہ انجمن اصلاح الکلام میں تقریری مشق کرتے رہے۔ سنہ ۱۳۵۲ھ میں جمعیۃ الخطابہ قائم کی گئی۔ یہ دو شعبوں میں منقسم ہے۔ شعبہ اول کے اراکین عربی و اردو میں بہترین تقریر کرتے ہیں۔ شعبہ دوم کے طلبہ صرف اردو میں تقریر کی مشق کرتے ہیں۔ بسا اوقات طلبہ آپس میں ادیان غیر اسلامی کے مسائل پر مناظرے بھی کرتے ہیں۔ لائق اساتذہ کے ماتحت ان دونوں شعبوں کے فرائض خوش اسلوبی کیساتھ انجام پاتے رہتے ہیں جمعیۃ کے تمام رجسٹر و پروگرام وغیرہ مطبوع اور کارروائی باقاعدہ ہے۔

طلبہ عربی دانندہ میں برجستہ تقریر کرنے پر قادر ہیں۔ ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ میں جمعیۃ الخطابہ کا ششماہی اجلاس زیر صدارت جناب مولانا مولوی نواب ضمیر مرزا صاحب رئیس لوہارو منعقد ہوا تھا۔ اعلیٰ درجہ کے مقرر کو نقرئی قلمدان مع نقرئی قلم ودوات انعام میں دیا گیا۔ نیز دوسرے مقررین نے بھی مختلف قسم کے انعامات حاصل کئے۔ دوم نمبر پر آنیوالے مقرر کو عہ۱۵ روپے نقد انعام میں دئے گئے۔

شعبہ تبلیغ

تبلیغ کی دو صورتیں قرار دیجا سکتی ہیں۔ تقریری اور تحریری۔ مدرسہ ہر دو امور میں پیش پیش ہے۔

تقریری تبلیغ

طلبہ مدرسہ کے خرچ سے مضافات دہلی کے دیہاتوں اور قصبوں (فریدآباد بلب گڈھ وغیرہ) میں جاتے رہتے ہیں۔ ۱۳۵۱ھ میں چند طلبہ بلب گڈھ بھیجے گئے جہاں انہوں نے کامیاب تقریریں کیں ۱۳۵۱ھ میں شعبان میں جمعیۃ تبلیغ المحدیث کلکتہ کی درخواست پر تین طلبہ جمعیۃ مذکورہ کے سالانہ اجلاس میں مدرسہ کے خرچ سے بھیجے گئے۔ سامعین طلبہ کی پرمغز خوش آئند اور امید افزا تقریریں سنکر بہت خوش ہوئے۔ چنانچہ وہاں کی جماعت کی طرف سے جو تحریر اخبار محمدی دہلی جلد ۱ عہ۵ میں چھپی اسکی نقل ملاحظہ ہو۔

کلکتہ میں المحدیث کا شاندار جلسہ۔ اور طلبائے مدرسہ رحمانیہ

بتاریخ ۲۳-۲۴-۲۵ کو کلکتہ میں یہ جلسہ نہایت شاندار ہوا۔ ہر وقت کے اجلاس نہایت پر رونق ہوئے اور مقررین کی سامعہ نواز تقریروں سے حاضرین بہت اچھی طرح متاثر ہوئے جو حضرات المحدیث جماعت سے بدظن تھے ان کی بدظنیاں بھی بحمد اللہ دور ہوگئیں۔

سب سے ممتازبات اس جلسے میں یہ تھی کہ مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ دہلی سے تین طالب علم صاحبان اس جلسہ میں بلوائے گئے تھے۔ فیاض دل مہتمم صاحب نے ان کو اپنے خرچ سے بھیجدیا تھا۔ ان کی تقریروں نے جلسے میں جان ڈالدی جو موضوع جس کے سپرد کیا گیا تھا جب وہ بیان کرنے کو کھڑے ہوتے تھے معلوم ہوتا تھا پھول جھڑ رہے ہیں عقلی نقلی دلائل کی بارش برسائے جاتے تھے۔ الحمد للہ ان کی تقریروں سے سامعین کو وجد پر وجد آتے تھے آج بنگال کی دنیا نے جان لیا کہ مدرسہ رحمانیہ کس قدر خدمت قرآن وحدیث کر رہا ہے۔ ان تینوں مولوی صاحبان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ مولوی عبد الغفار صاحب عمرپوری رحمانی۔ مولوی عبد الرؤف صاحب بستوی رحمانی۔ مولوی لطیف الدین صاحب لطیف حصاری رحمانی۔ ہم مدرسے کی ترقی کیلئے دست بدعا ہیں جناب مہتمم صاحب کے شکر گذار ہیں اور تینوں صاحبوں کو جزاکم اللہ کہکر باقی مفصل مضمون پھر لکھنے کا وعدہ کرکے اس مضمون کو ختم کرتے ہیں۔

(عبد الرحمن از کلکتہ)

۱۳۵۱ھ ماہ شعبان میں مدرسہ مذکور کے عظیم الشان ہال میں بموقعہ سالانہ امتحان شاندار تبلیغی اجلاس منعقد ہوا جسمیں مشاہیر ملت اکابر علمائے المحدیث مولانا مولوی ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل امرتسری مولانا مولوی حافظ عبد اللہ صاحب روپڑی مولوی فاضل مولانا مولوی محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی مولانا مولوی محمد صاحب دہلوی فخر ملت مولانا مولوی ابو القاسم صاحب بنارسی مدعو تھے

جلسہ بہت کامیاب رہا۔ اپنی ظاہری و معنوی شان و شوکت کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ تھا۔ اس جلسے کے انعقاد پر تقریباً دو ہزار روپے ناظم صاحب زید مجدہ نے اپنی مخصوص فیاضانہ شان سے خرچ کئے (جزاہ اللہ)

۱۳۴۹ھ میں دارالحدیث رحمانیہ کی انتہائی جماعت کے طلبہ نے ختم نبوت۔ الائمہ من القریش۔ حیات مسیح پر بہت ہی بے نظیر مناظرے کئے تھے۔ مناظرین نے انتہائی عرقریزی اور جانفشانی سے اپنے موضوع پر دلائل و براہین بہم پہنچائے تھے۔ مدارس عربیہ کے طلبہ اور باشندگان دہلی کافی دلچسپی کے ساتھ شریک جلسہ ہوئے۔ مدرسہ کے ابتدائی دور میں سلطان ابن سعود ایدہ اللہ بنصرہ کے داخلہ حجاز کے وقت دارالحدیث میں ایک مہتم بالشان اجلاس منعقد ہوا تھا جسمیں سلطان ابن سعود کی حمایت اور کوائف حجاز پر مشاہیر قائدین ملت نے پرجوش تقریریں فرمائیں تھیں۔ اور رحمانیہ کے متعلق بہترین خیالات کا اظہار کیا تھا۔

تحریری تبلیغ التحقیق الراسخ فی اثبات ان احادیث رفع الیدین لیس لہا ناسخ اور مطرق الحدید، الحزب المقبول و حکم میلاد مروجہ و دیگر رسالے مدرسہ کیطرف سے مطبوع ہو کر مفت تقسیم کئے گئے۔ اور اسپر مستزاد یہ ہے کہ اس سال ایک ماہوار رسالہ موسوم بہ "محدث" مفت جاری کیا گیا ہے۔ جو اپنے بے نظیر مضامین اور نشاط پرور و نصیحت آموز نظموں کی وجہ سے ہمہ گیر مقبولیت حاصل کر چکا ہے۔

طلبہ کی تربیت روحانی تعلیم و تعلم کے ساتھ ضروری تھا کہ جسمانی تربیت کا لحاظ اور اخلاق و عادات کی دیکھ بھال بھی کیجائے۔ اسی لئے مدرسے کے ابتدائی دور میں ایک منتظمہ کمیٹی کا تقرر ہوا مگر جب یہ کمیٹی اپنے فرائض کو خوش اسلوبی کے ساتھ انجام نہ دیسکی اور مدرسہ نمایاں ترقی نہ کر سکا۔ تو جناب ناظم صاحب زید مجدہ نے اس ادارہ اہتمام کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور مدرسہ کو بام عروج پر پہنچانے کیلئے ایسے وسائل و ذرائع اختیار کئے جسکی وجہ سے مدرسہ دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہا ہے (اللہم زد فزد) اسی لئے آپ نے اس مدرسہ کے انتظام کے خاطر اپنے کاروبار کو چھوڑ دیا۔ صبح سے شام تک مدرسہ میں قیام فرما کر طلبہ کی نگرانی اور ان کے اخلاق و عادات کی دیکھ بھال کرتے رہتے ہیں۔ اور طلبہ کے ساتھ اسطرح پیش آتے ہیں جس طرح ایک شفیق باپ اپنی اولاد کے ساتھ برتاؤ کرتا ہے۔ آپ ہی کی سرپرستی میں خورد و نوش کا بہترین انتظام کیا جاتا ہے۔ جملہ طلبہ کو ایک جگہ ایک وقت میں باقاعدہ بروقت کھانا کھلایا جاتا ہے۔ یہ سلوک تو بالعموم تمام طلبہ کے ساتھ ہے لیکن غریب و مسکین و یتیم طلبہ کے ساتھ خاص مراعاۃ برتی جاتی ہیں طعام و لباس کے ساتھ ماہانہ وظائف بھی مقرر کر دیئے جاتے ہیں۔

اس پہلو کو واضح کرنیکے لئے اپنے واقعات مختصر الفاظ میں آپکے سامنے پیش کرتا ہوں جن سے یہ امر بالکل واضح ہو جائیگا کہ یتیم اور نادار طلبہ کی کہانتک رعایت کیجاتی ہے۔

جس وقت میں مدرسہ میں داخل ہوا تو والدین کا سایہ زمانہ دراز سے اٹھ چکا تھا۔ صرف دادی صاحبہ نگران اور سرپرست تھیں۔ انہی کی کوشش و سعی سے میں یہاں داخل ہوا۔ لیکن افسوس ابھی دو سال ہی گذرنے پایا تھا کہ دادی صاحبہ داغ مفارقت دیگئیں یہ وہ جانگداز اور روح فرسا حادثہ تھا جسکی وجہ سے مجکو سخت صدمہ پہنچا۔ پیمانہ صبر لبریز ہو چکا تھا قریب تھا کہ چھلک جائے اور دامن تحمل و استقلال ہاتھ سے چھوٹ جائے۔ خویش و اقارب اپنے اپنے مشاغل میں مصروف منہمک تھے۔ نہ کسی کو ہمدردی کا خاص خیال تھا اور نہ کسی نے توجہ کی ضرورت محسوس کی۔

ان فقدت مالی فلا اخل یصاحبنی + او زاد مالی فکل الناس خلانی
فصحم عدو لبذل المال صاحبنی + وصاحب عند فقد المال خلانی

جبتک جب میں غربت میں تھا تو کوئی بھی دوست نظر نہیں آیا۔ لیکن جب مجھ پر خدا کی نظر رحمت ہوئی تو تمام لوگ دوست نظر آنے لگے کتنے دشمن مال خرچ کرنیکی وجہ سے دوست بنگئے اور کتنے دوست مال نہ ہونے کی وجہ سے کنارہ کش ہوگئے۔

لیکن حضرت مہتمم صاحب طالب کو بروقت میرے مصائب و آلام کا احساس ہوا اور اپنا دست شفقت مجھ پر رکھکر اطمینان دلایا اور مجھ پر اپنے انعامات و احسانات کی اسطرح بارش کی جسطرح ایک بزرگوار باپ اپنے اکلوتے بیٹے پر کرتا ہے۔ فللہ الحمد

چوتھی جماعت میں نانی صاحبہ کا حادثۂ انتقال اور چھٹی جماعت میں بڑی پھوپی صاحبہ کا سانحہ ارتحال میرے جگر کو پارہ پارہ کر رہا تھا لیکن ان تمام ہوشربا صدمات کے شعلوں کو ناظم صاحب زید مجدہ کے ابر کرم نے بجھا دیا۔

بندہ اسوقت اللہ تعالی کے فضل و کرم اور ناظم صاحب مدظلہ کے گرانقدر فیوض و الطاف سے متمتع ہوتا ہوا فارغ التحصیل ہو چکا ہے اور دادی صاحبہ زندہ ہیں۔ کی تمام دعائیں جو انہوں نے میرے لئے شب کی تاریکی میں اپنی میٹھی نیند کو چھوڑ کر کی تھیں قبول ہوئیں خدا ان کی قبر کو اپنے انوار رحمت سے منور کرے اور انکو اپنے سایۂ رحمت میں اعلی مقام مرحمت فرمائے۔ آمین۔ کم و بیش اسی طرح اور طلبہ کے ساتھ بھی ناظم صاحب زید مجدہ کا برتاؤ رہا اور ہے۔

انتظامات مدرسہ کی تفصیلی کیفیت

یہاں نہایت مناسب معلوم ہوتا ہے کہ طلبہ کی حوائج تعلیمی اور غیر تعلیمی کا خیال جو مدرسہ کیطرف سے رکھا جاتا ہے اسکے ہر پہلو کو واضح کر دیا جائے۔

(۱) طلبہ کی تشنگی علم بجھانے اور اعلی درجہ کی قابلیت و لیاقت پیدا کرنے کیلئے سو سو اور ڈیڑھ سو روپیہ تک مشاہرے پر جید اساتذہ کرام کا انتظام کیا جاتا ہے۔ اسی مقصد کو مد نظر رکھتے ہوئے اسوقت مدرسہ میں نو مدرس ہیں جو اپنے فرائض کو بہت خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیرہے ہیں۔ (۲) طلبہ کی صحت کی تحفظ و بقا کیلئے مدرسہ کیطرف سے ڈاکٹر مقرر ہے جو روزمرہ مریض طلبہ کی نگرانی کیلئے مدرسہ میں آتا ہے۔ اور انکا باقاعدہ علاج کرتا ہے ادویہ و پرہیزی کہانے کا معقول انتظام کیا جاتا ہے۔ (۳) سال میں ایک دو مرتبہ طلبہ کو تفریح کیلئے کسی دلفریب سیرگاہوں میں لاریوں میں بٹھا کر لیجایا جاتا ہے۔ اور انکے لئے بہترین خورد و نوش و سامان تفریح کا انتظام وہاں پر کیا جاتا ہے۔ (۴) چند ملازم طلبہ کی قیام گاہوں اور مسجد و مدرسہ کی صفائی کیلئے مقرر ہیں اور ایک منشی بھی ہے جو طلبہ کی پنجوقتہ نماز کے بعد حاضری اور شب و روز نگرانی کرتا ہے (۵) طلبہ کو استراحت کیلئے چارپائیاں اور جاڑوں میں لحاف کوٹ وغیرہ اور مطالعہ کتب کیلئے لالٹینیں اور تیل اور کپڑوں کی صفائی کیلئے ہفتہ وار صابون وغیرہ مدرسہ کیطرف سے دیئے جاتے ہیں (۶) مدرسہ کی سالانہ تعطیل میں جو طلبہ ناداری اور مفلسی کیوجہ سے اپنے مکان نہیں جاسکتے انکو مدرسہ کیطرف سے سفر خرچ دیا جاتا ہے اور جو طلبہ زمانہ تعطیل مدرسہ میں ہی گذارنا چاہتے ہیں تو ان کیلئے رمضان میں سحری و افطاری کا خاطر خواہ انتظام کیا جاتا ہے۔ (۷) ناظم صاحب زید مجدہ نے اگرچہ منشی وغیرہ نگرانی کیلئے ملازم رکھا ہوا ہے لیکن خود بھی صبح سے شام تک ایک معمولی سی چارپائی پر مدرسہ کے دروازہ میں بغیر کسی تکلف کے بیٹھے رہتے ہیں اور طلبہ کی نقل و حرکت کا اندازہ لگاتے رہتے ہیں اور طلبہ کی شکایات کو خندہ پیشانی سے سنتے ہیں اور انکے دفع کی ہر ممکن کوشش فرماتے ہیں (۸) طلبہ کی روزمرہ

علیہ: بتاریخ [illegible] شعبان المعظم ۱۳۵۲ھ کو [illegible] صاحب [illegible] انتقال [illegible] اللہ تعالیٰ ان [illegible]

غذا کا خاص اہتمام ہے۔ ناظم صاحب اسکی سختی سے نگرانی کرتے ہیں بلکہ بسا اوقات خود بھی مطبخ سے کھانا منگا کر تناول فرماتے ہیں۔ تاکہ غذا مرغوب اور باقاعدہ ہونیکا صحیح اندازہ ہو جائے۔ گھی اچھا ہو گوشت اعلیٰ ہو لذت ٹھیک ہو۔ ترکاری موسم کے مطابق ہو (۹) ناظم صاحب زید مجدہ موسمی پھل بھی طلبہ کو منگا کر کھلاتے ہیں۔ تاکہ انکی کسی قسم کی خواہش باقی نہ رہے اور اپنے گھر کی طرح لطف زندگی حاصل کریں۔ (۱۰) طلبہ کی حجامت کیلئے ایک نائی بھی مقرر ہے جو ہر جمعرات کو آکر اپنے فرائض کو انجام دیتا ہے (۱۱) صرف اسلئے کہ مدرسہ کا فیض عام ہو سیر چشم مہتمم صاحب نے اسکی بھی اجازت دے رکھی ہے کہ دہلی کے دیگر مدارس کے طلبہ بھی جماعت میں شریک ہیں شرکت کریں چنانچہ فنون منقول و معقول اور علم حدیث کے شائق مختلف مدارس سے آتے ہیں اور مدرسہ کی مخصوص برکات سے فیضیاب ہوتے ہیں انکی مقدار بھی کافی تعداد میں ہوتی ہے۔ ہاں یہ چیز اور بھی قابل اظہار ہے کہ ان طلبہ کو کتابیں بھی مدرسہ کیطرف سے پڑھنے کے لئے دی جاتی ہیں اور بعض طلبہ کا کھانا بھی مقرر کر دیا جاتا ہے۔ (۱۲) اس مدرسے کے طلبا کو یہاں کیسی کچھ آسائشیں ہیں وہ اس تحریر سے ظاہر ہوتی ہیں جو ان کے متفقہ دستخطوں سے اخبار محمدی جلد ۱ علے میں چھپی ہے وہو ہذا۔

مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ دہلی کے طلبہ کا متفقہ بیان

مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ زیر اہتمام محترم مکرم جناب شیخ عطاء الرحمن صاحب رئیس دہلی ظلہ العالی بحمد اللہ عرصہ بارہ سال سے جاری ہے آپ نے اپنی بینظیر فیاضی سے مدرسہ کا وہ انتظام کیا کہ جسکی وجہ سے وہ موجودہ مدارس عربیہ میں لاثانی ہے جس طرح یہاں تعلیم کے لئے قابل اساتذہ کا انتظام ہے اسی طرح طلبہ کی رہائش اور کھانے و دیگر حوائج کا بھی باحسن وجوہ اہتمام ہے مدرسہ میں مطبخ ہے جس میں بہترین کھانے کا انتظام ہے ہر جمعرات کو حجام برائے حجامت آتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب بھی مقرر ہیں طلبہ کیلئے ہر قسم کی سہولیت بہم ہے یہانتک کہ ہر طالب علم کو دو لحاف ایک گرم کوٹ اور کمبل دیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں غریب طلبہ کا خاص خیال رکھا جاتا ہے اگر کسی طالب علم کو معمولی سی تکلیف ہوتی ہے تو حضرت ناظم صاحب کو مریض سے زیادہ بیقراری ہوتی ہے اور مریض کے لئے ہر قسم کی اغذیہ وادویہ مہیا کیجاتی ہیں غرضیکہ مدرسہ مذکور کے طلبہ اپنے گھر سے زیادہ یہاں آسائش و آرام سے ہیں اور ہر قسم کی سہولیت بہم پہنچائی گئی ہے۔ یہاں طلبہ کو تقریر و تحریر اور مناظروں کی مشق کرائی جاتی ہے۔ ہم حلفیہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارا طالب علمی کا زمانہ نہایت آسائش و آرام و راحت و لطف سے گذرا ہے۔

حضرت محترم جناب مہتمم صاحب ہمیں اپنے بچوں کی طرح عزیز سمجھتے ہیں اور نہایت ہی لطف و کرم سے پیش آتے ہیں فجزاہ اللہ خیر الجزاء فی الدنیا والآخرۃ۔ الغرض جو کچھ آرام و آسائش اور انتظام ہے حضرت میاں صاحب (مدظلہ العالی متعنا اللہ بطول حیاتہ) آمین۔ کی فیاضی اور کشادہ دلی کا ادنیٰ نمونہ ہے۔ ہم دست بدعا ہیں کہ خدایا تو ایسی برگزیدہ ہستی کو زمانہ درازتک با سلامت زندہ رکھ اور اپنے دین کی خدمت لیتا رہ اور دارین میں ان کیلئے تیری رحمت کشادہ رہے آمین

محمد زماں غفر اللہ لہ ولوالدیہ الرحمن۔ عبد الغفار حسن رحمانی عمر پوری محمد اسحاق بقلم خود۔ عبد الجلیل۔ عبید اللہ ٹونکی (مولوی عالم) بقلم خود۔ عبد الواحد بقلم خود۔ عبد العزیز بقلم خود۔ عبد الواحد بقلم خود۔ محمد سلیم الدین بقلم خود۔ عبد الغفور بقلم خود۔ نذیر الحسن۔ عطاء الرحمن۔ ابو التصراب عبد الوہاب غفر لہ۔ ابو الحسن بقلم خود۔ عبد الکبیر بقلم خود۔ محمد عبد الحفیظ برنا پوری بقلم خود۔ ریاض احمد بقلم خود عبد الخالق بقلم خود۔ محمد عبد الرؤف خاں غفر اللہ و لوالدیہ۔ امام الدین بقلم خود۔ بقلم خود عبد الحفیظ۔ محمد ادریس خاں۔

ہارون الرشید ارشد اسیہ وار (کامل) عبدالکریم میواتی۔ عبدالجلیل عفی عنہ۔ محمد ابوالخیر۔ ابوالقاسم نقیر اللہ فاضل مدیث رحمانی بقلم خود۔ عبدالرزاق۔ محمد ابوالخیر۔ مسیح الدین۔ عبدالحمید۔ عابد حسین گیاوی (مولوی) عبدالعزیز مدراسی۔ ضیا راحمد۔ محمد لقمان۔ محمد شفیع نواب علی بقلم خود۔ محمد عبدالستار بقلم خود۔ محمد شبیر آراوی۔ فضل المتین۔ محمد مظفر حسین۔ محمد داؤد بقلم خود۔ عبدالجبار۔ علی محمد بقلم خود۔ احمد حسن عبدالشکور بقلم خود۔ عبدالقدوس گوڑگانوی عبدالکریم بقلم خود۔ عبدالحلیم۔ سید عبدالرشید بقلم خود۔ محمد ایوب الہ آبادی۔ محبوب الرحمن بقلم خود لطیف الدین لطیف ہردوی منشی کامل۔ حاکم علی بقلم خود۔ عبداللطیف۔ نذیر احمد بقلم خود سعید الرحمن غفرلہ بقلم خود۔

خاکسار اپریل ۱۹۲۵ء میں داخل مدرسہ موصوف بالا ہوا تھا۔ میں نے مذکورہ بالا خوبیوں کے علاوہ جو خصوصیات دیکھی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔ مثلاً طلبہ سے درس اور مطالعہ کیلئے کتابیں مدرسہ کی جانب سے دیجاتی ہیں اور طلبہ کے ذوق علم کو بڑھانے کیلئے مذہبی۔ اخلاقی اخبارات ورسائل اردو عربی منگائے جاتے ہیں اور طلبہ کو تبدیل آب وہوا کی غرض سے مقامی سیرگاہوں مثلاً قطب۔ اوکھلہ وغیرہ کی خاص طور پر جناب محترم حضرت میاں صاحب کی جانب سے سیر کرائی جاتی ہے اور ہر موسم کے لحاظ سے طلبہ کیلئے فواکہہ ومیوہ جات کا بھی خاص لحاظ رکھا جاتا ہے۔ غرضیکہ مدرسہ ہمہ اوصاف سے موصوف ہے۔

محمد اسلم جماعت ثامنہ متعلم مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی۔ ابوالقاسم محمد رحمانی دارالحدیث رحمانیہ دہلی۔

انعامات مدرسہ

طلبہ کی حوصلہ افزائی اور ترغیب وتشویق کیلئے مدرسہ کیطرف سے مختلف قسم کے گرانقدر انعامات مقرر ہیں جنکی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) سالانہ امتحان کے موقع پر جماعت میں اول آنیوالے طالبعلم کو ۵ سے ۱۰ تک روپے (حسب درجات) انعام میں دئے جاتے ہیں۔

(۲) قرآن وحدیث میں اول آنیوالے کو ۱۰ سے ۱۵ اور ۲۰ روپے تک انعام میں دیئے جاتے ہیں تاکہ طلبہ قرآن و حدیث میں نہایت عرقریزی اور سعی بلیغ سے کام لیں۔

(۳) عمدہ عربی یا اردو تقریر کرنیوالے طالب علم کو ۵ سے ۱۰ روپے تک دئے جاتے ہیں۔ تاکہ فن خطابۃ کیطرف زیادہ رغبت اور شوق ہو۔

(۴) وہ طالب علم جو سال بھر تک جماعت نماز میں باقاعدہ شرکت کرتا رہا اسکو دس روپے انعام کے عطا کئے جاتے ہیں۔

(۵) وہ طالب علم جو خوش خطی اور مضمون نویسی میں مہارت رکھتا ہو اسکو ۵ سے دس روپے تک دئے جاتے ہیں۔

(۶) وہ طالب علم جو تمام مدرسہ میں زیادہ نمبر حاصل کرتا ہے اسکو تیس سے چالیس روپئے تک مع دیگر تحفہ کے انعام میں دیئے جاتے ہیں

(۷) انتہائی جماعت میں کامیاب ہونیوالے طلبہ کو مدرسہ کی سند اور جبہ اور عمامہ دیا جاتا ہے اور اعلیٰ نمبر حاصل کرنیوالے کو میڈل اور ۲۰ سے تیس روپے تک انعام میں دیئے جاتے ہیں۔ زیادہ تر نقد انعامات اسلئے رکھے گئے ہیں کہ طلبہ کو سہولت وآسانی ہو۔

(۸) اسی طرح اور ششماہی امتحان کے موقع پر بھی لائق طلبہ کو ناظم صاحب انعام دیتے ہیں۔

(۹) اسی طرح سہ ماہی اور ششماہی جمعیۃ الخطابۃ کے اجلاس میں جو مقابلہ کی تقریریں ہوتی ہیں انمیں اعلی مقررین کو بیش بہا انعامات مرحمت فرماتے ہیں۔

رحمانی علماء

مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ بارہ سال کی مدت میں کثیر التعداد جید علماء پیدا کر چکا ہے۔ جو ہندوستان کے

تمام اطراف واکناف میں علمی دریا بہا رہے ہیں۔ یہاں انہیں سے چند حضرات کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

مشرقی ہند (بہار) کے رحمانی علماء۔

مولوی محمد شفیع صاحب رحمانی آروی آپ بعد تکمیل تعلیم مدرسہ احمدیہ آرہ میں مدرس ہوئے۔ مولوی ابوالحسن صاحب رحمانی آروی آپ بعد تحصیل علوم ائی اسکول اینڈ گورنمنٹ میں ٹیچر ہوئے۔ مولوی محمد مصطفیٰ صاحب رحمانی آروی آپ بھی رحمانیہ سے فارغ ہونیکے بعد بلوسا روڈ مظفرپور اسکول میں ٹیچر ہوئے۔ مولوی عبیداﷲ الرحمٰن صاحب رحمانی دربھنگوی۔ فن معقول اور ادب میں خاص مہارت رکھتے ہیں اسوقت جامعہ دارالسلام میں استاذ ادب ہیں اور اس سے پہلے معقول کی کتابیں پڑھا چکے ہیں۔ مولوی عبیداﷲ صاحب رحمانی دربھنگوی اسوقت دارالسلام عمرآباد مدراس میں استاذ التاریخ ہیں۔ مولوی عبدالحلیم صاحب ناظم رحمانی دربھنگوی مولوی فاضل عربی اور فارسی و اردو ادب میں کافی مہارت رکھتے ہیں اسوقت دارالحدیث رحمانیہ میں مدرس اور مدیر محدث ہیں۔

مشرقی ہند بنگال کے رحمانی علماء

مولوی شجاع الدین صاحب رحمانی مرشدآبادی آپ اسوقت مدرسہ اسلامیہ باندیب پور میں درس وتدریس کا کام کر رہے ہیں۔

مولوی محمد وقاص علی صاحب رحمانی۔ آپ بھی سلسلہ درس تدریس میں منسلک ہیں۔
مولوی ولایت حسین صاحب رحمانی آپ مدرسہ عربیہ ضلع بگرا میں مدرس ہیں۔ مولوی عبدالرؤف صاحب رحمانی مرشدآبادی مدرسہ اسلامیہ چکلہ لال گور مرشدآباد میں درس دیتے ہیں۔ مولوی ریاض الدین صاحب رحمانی مالدہی مدرسہ اسلامیہ نوگانوں میں مدرس ہیں۔ مولوی کبیرالدین صاحب رحمانی ڈھاکوی۔ موضع بیرانڈ ڈاکخانہ بڑا بیرانڈ ضلع ڈھاکہ مدرسہ دارالحدیث میں صدر مدرس ہیں۔ مولوی انیس الرحمٰن صاحب فن حدیث میں آپکو خاص لیاقت ہے۔ اسوقت ہاشوڈیپ مدرسہ دارالعلوم میں صدر مدرس ہیں۔

مغربی ہند (پنجاب) کے رحمانی علماء

مولوی عطاءاﷲ صاحب رحمانی گورداسپوری مدرسہ خانپور ضلع ہوشیارپور میں تعلیم دیتے ہیں۔ مولوی محمد رفیق صاحب رحمانی فیروزپوری قصبہ فاضلکا ضلع فیروزپور مدرسہ اسلامیہ میں مدرس ہیں۔ مولوی عبدالحکیم صاحب رحمانی قصوری۔ عربی ادب میں خاص ملکہ رکھتے ہیں۔ اسوقت مدرسہ احمدیہ دربھنگہ میں استاذ ادب ہیں۔

جنوبی ہند (مدراس) کے رحمانی علماء

مولوی حافظ عبدالواحد صاحب رحمانی فن ادب میں کافی مہارت رکھتے ہیں اسوقت جامعہ دارالسلام عمرآباد میں مدرس ہیں۔

شمالی ہند کے نیپالی وغیرنیپالی رحمانی علماء

مولوی عبدالرؤف صاحب رحمانی نیپالی۔ معقول میں خاص مہارت رکھتے ہیں مدرسہ جھنڈینگر میں پڑھاتے ہیں۔ مولوی محمد زماں صاحب رحمانی۔ مدرسہ عربیہ جھنڈینگر میں مدرس ہیں۔ مولوی عبدالرحیم صاحب رحمانی بستوی مدرسہ عربیہ بہشت پورہ میں صدر مدرس ہیں۔ مولوی محمد صدیق صاحب رحمانی بستوی۔ اسوقت ویزاگاپٹم (مدراس) مدرسہ عربیہ میں مدرس ہیں۔

شمالی ہند (صوبجات متحدہ) کے رحمانی علماء

مولوی محمد داؤد صاحب رحمانی شاہجہانپوری۔ اسوقت جامعہ دارالسلام عمرآباد میں مدرس ہیں۔ مولوی محمد مجتبیٰ صاحب رحمانی

شاہجہانپوری۔ آپ رحمانیہ سے تکمیل علوم کے بعد جامعہ دار السلام میں مدرس ہوئے۔ مولوی عبد الرحمن صاحب رحمانی مئوی مدرسہ فیض عام مئو میں مدرس ہیں۔ مولوی عصمت اللہ صاحب رحمانی مئوی رحمانیہ سے تکمیل علوم کے بعد مدرسہ فیض عام میں مدرس ہوئے مولوی رشید محمد صاحب ... مظفرنگری آپ ایک اسکول میں مدرس ہیں۔

مولوی عبید اللہ صاحب مبارکپوری خلف الرشید مولانا مولوی عبد السلام صاحب مبارکپوری مؤلف سیرۃ البخاری۔ رحمانیہ سے فارغ ہونیکے بعد آپ دار الحدیث رحمانیہ میں مدرس ہو گئے فن حدیث اور ادب میں خاص مہارت رکھتے ہیں۔ اسی قابلیت کی بنا پر فخر المحدثین حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب مبارکپوری نے اپنی ضعف بصارت کیوجہ سے تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی کی تصنیف میں معاونت کیلئے مولانا موصوف ہی کو منتخب فرمایا۔ آپ اسوقت ... کی طرف سے مولانا مدظلہ کی خدمت میں دو سال سے جملہ امور متعلقہ تصنیف شرح مذکور باحسن طریق انجام دیرہے ہیں۔ یہ بھی حضرت ناظم صاحب کی ایک تبلیغی خدمت ہے خدا تعالے قبول فرمائے۔ آمین۔

مولوی نذیر احمد صاحب رحمانی اعظم گڈہی۔ جملہ فنون کے علاوہ معقول میں خاص مہارت رکھتے ہیں۔ بہت سی غیر درسی کتابوں کو بھی پڑھکر کمال حاصل کیا ہے اور اب مدرسہ رحمانیہ ہی میں مدرس ہیں۔

مولوی حافظ محمد ابراہیم صاحب رحمانی نے تکمیل علوم کے بعد آپ ملی اور قومی خدمات میں منہمک و مصروف ہوگئے اور ایسی ہمہ گیر شہرت حاصل کی جو محتاج بیان نہیں۔ آپ ہی نے اپنی روح پرور و کیف آور تقریروں سے کشور ہندوستان میں ایک گونج پیدا کر دی تھی آپکی آتش بیانیوں اور سحر آفریں تقریروں کی یاد ابھی تک لوگوں کے دلوں میں ایک جوش اسلامی پیدا کر رہی ہے لیکن افسوس رحمانیہ کی یہ مایہ ناز کلی ابھی پورے طور پر چٹک نے بھی نہ پائی تھی کہ مرجھا گئی انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خدا انکی قبر کو نور سے پر کرے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عنایت فرمائے۔ ع

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

دار الحدیث رحمانیہ علماء ملت و زعمائے اسلام کی نظر میں

اکابر ملت و علماء دین کی وہ زریں آراء جو انہوں نے مدرسہ میں تشریف لاکر اسکے بارے میں فرمائیں حسب ذیل ہیں۔

مولانا عبد القادر صاحب قصوری سابق صدر خلافت پنجاب و نائب صدر مجلس مرکزیہ ہند۔ ۱۷ محرم ۱۳۴۴ھ "میں نے آج اس درسگاہ کا معائنہ کیا بحمد اللہ مدرسہ ہذا تمام انتظامات مکان رہائش اور خورد و نوش کے لحاظ سے نہایت اعلیٰ پیمانہ پر ہے طلبہ نے میرے سامنے تقریریں کیں اور ادیان غیر اسلامی کے مقابلہ میں دین اسلام کی صداقت کو عقلاً و نقلاً ثابت کیا۔ یقیناً طلباء میں ملکہ تقریر و تحریر و تبلیغ کی مدد کرنیکی سعی نہایت قابل تحسین ہے"۔

مولانا مولوی سید عبد اللہ صاحب خلف الرشید مولانا محمد عبد اللہ صاحب غزنوی۔ مولوی فاضل۔ منشی فاضل ممتحن السنہ مشرقیہ پنجاب و صوبہ سرحد۔ "آج پندرہ سال کے بعد مجھے دہلی آنیکا اتفاق ہوا سب سے بہتر و زیادہ خوش کن و مسرت افزا ایمان

انہ کن بات جو یہاں مینے دیکھی وہ مدرسہ رحمانیہ کی رونق ہے۔ نہ صرف رونق ہے بلکہ بلڈنگ عمارت مدرسہ نہایت شاندار ہمت افزا کمرے فراخ۔ طلبہ میں باقاعدگی وحاضری وغیرہ تمام امور نہایت عمدہ اور موزوں وقابل تعریف ہیں۔ مدرس اعلیٰ و نیز دیگر جماعت علما و فضلا نیک سیرت دیکھنے میں آئی۔ ۲۵ر دسمبر ۳۰ئہ

مولانا مولوی داؤد صاحب غزنوی۔ ۳۱ر دسمبر ۲۵ئہ۔ مدرسہ کیطرف عمارت وغیرہ کی تعریف وتوصیف کے بعد فرماتے ہیں: "طلبا کو مناظرہ کرتے ہوئے مینے دیکھا اس سے سب سے پہلے مجھ پر اسکا عمدہ اثر یہ ہوا کہ مدرسین اور بالخصوص صدر مدرس ضروریات زمانہ سے باخبر ہیں اور انکی بہترین خواہش یہ ہے کہ اس مدرسہ کے طلبہ فن تقریر اور مکالمہ ومباحثہ سے باخبر و واقف ہوں اگر اسی طرح مساعی جاری رہیں تو اس مدرسہ کا مستقبل نہایت عمدہ ہوگا۔

مولانا مولوی محمد اسماعیل صاحب غزنوی۔ سابق نائب صدر مجلس خلافت پنجاب۔ ۳۱ر دسمبر ۲۵ئہ۔ میں ہمیشہ اس فکر میں رہا کرتا تھا کہ جدید طریق پر کتب عربی کا مدرسہ قائم کیا جائے الحمدللہ یہ ضرورت دار الحدیث رحمانیہ نے پوری کر دی۔

مولانا ابو الکلام آزاد ۲۲ر ربیع الاول ۱۳۵۱ھ " عمارت معقول ہے مصارف کا کافی انتظام ہے۔ مدرسہ میں طلبہ کے قیام کا بھی انتظام کیا گیا ہے تقریباً ستر طلبہ مقیم ہیں جنکے تمام مصارف کا مدرسہ متکفل ہے۔ اور انکی ضروریات کا سیر چشمی کے ساتھ انتظام کیا جاتا ہے مدارس عربیہ کی عام بے سروسامانیاں دیکھتے ہوئے یقیناً یہ صورت حال نہایت مغتنم اور خوش آئند ہے۔

مولانا ابو الوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری مولوی فاضل۔ ۸ر رجب ۱۳۵۱ھ ۸ر نومبر ۱۹۳۲ء " میں آج اتفاقیہ مدرسہ میں گیا۔ طلبا کی عربی اردو تقریریں سنیں امید افزا ہیں خدا اسکے بانی اور مربی کو جزائے خیر دے اور اس کا صدقہ جاریہ رکھے۔

ایضاً۔ ۷ار شعبان ۵۰ئہ ۲۸ر دسمبر ۳۱ئہ " مدرسہ رحمانیہ مایہ ناز اہلحدیث ہے۔"

مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی۔ ۱۷ شعبان ۵۰ئہ " مدرسہ رحمانیہ کے سالانہ جلسہ منعقدہ $\frac{15}{16}$ شعبان میں عاجز بھی شریک ہوا اسکے انتظامات داخلیہ کو درست پایا۔

فخر ملت مولانا مولوی ابو القاسم محمد صاحب بنارسی۔ مدرسہ رحمانیہ کے دسویں سالانہ جلسہ میں مینے بھی شرکت کی مجھے مدرسہ کی عمارت اور اسکے انتظامات دیکھکر بے انتہا مسرت ہوئی اور میں اس بات کے کہنے میں مطلقاً مبالغہ نہیں سمجھتا کہ سارے ہندوستان میں اہلحدیث کا قابل فخر یہی ایک مدرسہ ہے جسے صحیح معنوں میں مدرسہ کہنا چاہیئے نتیجہ امتحان مجموعی طور پر بہت اچھا رہا خدا اس مدرسہ کو تا ابد قائم رکھے ۲۹ر دسمبر ۳۱ئہ

مولانا عبد العزیز المیمن پروفیسر جامعہ علیگڈہ و رکن ادارہ علمیہ عربیہ دمشق ۶ر رجب ۵۱ئہ ۶ر نومبر ۱۹۳۲ء

کنت اسمع بالمدرسۃ الرحمانیہ منذ بنا بیتھا ولکن لم تسم لی الظروف بزیارتھا۔ وقمت لھا باشارۃ صدیقی وبلدی الاستاذ العمید محمد الجونا نکری فاذا بالاساتذہ والطلبۃ قد احتفلوا بی وقرطوا سامعی بخطاباتھم المرتجلۃ وخطبھم بالعربیۃ والاردیۃ والبنجابیۃ والبنگالیۃ کما قال ابو الطیب تجمع فیہ کل لسن وامۃ۔ فما تفھم الحداث الا التراجم۔ فسرنی کل ما رئیت وما سمعت من دین وادب ومعرفۃ وزادا غتباطی ان یکون بربوع الھند مدارس تربی النشاء وتغنی بحالھم وتبذل لھم مجھودھا کھذہ۔ وانی کنت اسمع عنھا کثیرا الا

ان روئی العین قد ازرت علی کل وصف وجانت عن کل بیان ت

کانت مسائلہ الرکبان تخبرنی + عن احمد بن داود اطیب الخبر

حتی التقینا فلا واللہ ما سمعت + اذنی باحسن مما قد رأی بصری

وما هذا الا من غیرة المالک الغیور انه جرا صدوق لا یبین عطاء الرحمن فانه جنی ثمر ما غرس فی هذا الحرم وذلک بانه لا یمهد ولا غرض الا ان نراہ محفوفا بحوایج الطلبة کاب رحیم یقضی حاجتهم ویقضی به ییلمی شئونهم فجزاہ اللہ عن الاسلام خیرا فانه غریب فی هذه الاعصار ومثل هذا الدیار واکثر اللہ من امثال وهو ولی ذالک ۰

مولانا عبدالعزیز میمن کے ارشادات گرامی کا ماحصل

میں دارالحدیث کا نام اسکی تعمیر کے وقت سے سن رہا تھا لیکن یہ ہی آنکھیں اسکی زیارت سے محروم رہیں۔ اب مولوی محمد صاحب جوناگڈھی کے ایما سے یہاں آیا اور میں نے دیکھا کہ تمام اساتذہ و طلبہ نے ایک جلسہ منعقد کیا جسمیں طلبہ نے برجستہ عربی و اردو اور بنگلہ و پنجابی میں امید افزا تقریریں کیں۔ زبان و فن اور ادب کی تمام باتیں جو میں نے سنیں اور دیکھیں میرے لئے موجب مسرت ہوئیں۔ اور میری خواہش میں افزونی ہوئی کہ کاش کہ ہندوستان میں اور بھی ایسے مدارس ہوتے جہاں طلبہ کیلئے خاطرخواہ انتظام کیا جاتا۔ میں رحمانیہ کے متعلق بہت کچھ سنا کرتا تھا لیکن جو محاسن و محامد میں نے بچشم خود آکر دیکھے وہ کہیں بڑھکر تھے ان سے جو میں نے سنا۔ یہ سب کچھ ایک دیانتدار امین تاجر کی غیرت کا نتیجہ ہے جس نے اپنے بوئے ہوئے پودے کے پھل کو دنیا میں ہی پالیا۔ آپ طلبہ کی تمام حوائج کو پورا کرنے کیلئے ہروقت کوشاں رہتے ہیں اور انکی ہر ایک تکلیف کے دور کرنے کیلئے شفیق باپ سے زیادہ سعی بلیغ سے کام لیتے ہیں۔ باوجودیکہ نہ آپکی کوئی غرض ہے اور نہ کسی قسم کی حاجت۔ خدا انکو جزائے خیر مرحمت فرمائے۔ ایسا شخص اس زمانہ میں اور پھر اس شہر میں عنقائے صفت نہیں تو پھر اور کیا۔

۱۳۵۲ھ میں جمال پاشا الغزی مندوب حکومت حجاز دارالحدیث رحمانیہ میں تشریف فرما ہوئے۔ آپکے سامنے دارالحدیث کے طلبہ نے ارتجالا عربی میں تقریریں کیں جس سے آپ بہت محظوظ ہوئے دوسرے روز آپ کو مدرسہ کیطرف سے چائے کی دعوت دی گئی جس میں آپ نے عربوں اور ترکوں کے باہمی روابط پر ایک پرمغز اور نشاط پرور تقریر فرمائی۔ دعوت میں بہت سے اکابر ملت (مولانا محمد صاحب جوناگڈھی۔ ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب پرنسپل جامعہ ملیہ۔ شیخ التفسیر خواجہ عبدالحی صاحب۔ مولانا محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی) مدعو تھے یہ پرلطف صحبت بہت شاندار رہی۔

مولانا اعزاز علی صاحب استاذ الادب دیوبند۔ ۱۹ محرم الحرام ۱۳۵۲ھ انی قد دخلت بهذه المدرسة المسماة باسم صاحبها الرحمانیه ودعانی الیها اعز احبائی المولی عبدالغفور خان سلمہ فتشرفت برؤیة هذه المدرسة واساتذتها وتلامذتها ثم ان بعضا منهم انشد اشعارا رائعة بدایعة بالعربیه وبالفارسیة وایضا خطب احد منهم وکان موضوعه الرد علی الفرقة المسماة بالقرانیة وکانت خطبة حسنة مفیدة للضلال وهادیة الی مدارج الفضل والکمال۔ اللهم اجعله هادیا مهدیا۔

میں مولوی عبدالغفور صاحب مدرس دارالحدیث کی

دعوت پر رحمانیہ میں حاضر ہوا۔ اور یہاں کے اساتذہ اور طلبہ کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ طلبہ میں سے بعض نے عربی فارسی و اردو میں نہایت فصیح و بلیغ قصائد سنائے اور ان میں ایک نے اہل قرآن کی تردید میں عربی میں ایک پر مغز تقریر کی جو بہت مفید اور گم گشتہ راہ کے لئے ولائل ہدایت تھی۔

مولانا فضل الرحمن صاحب غازیپوری لکچرار کلکتہ یونیورسٹی۔ مجھے دار الحدیث رحمانیہ دہلی کو آج چار سال کے بعد دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے میری عرصے سے یہ رائے ہے کہ مدرسہ اسوقت اپنی متعدد خصوصیات کے لحاظ سے ہندوستان میں اہلحدیث کا بہترین دینی مدرسہ ہے اسکی عالیشان و وسیع عمارت، لائق مدرسین محنتی پابند شرع طلبہ اور اچھے انتظام کو دیکھکر میرے دلمیں مسرت کی لہریں دوڑنے لگتی ہیں۔

امتحانات دار الحدیث رحمانیہ

ہر سال میں تین امتحان ہوتے ہیں تمام امتحانات تحریری لئے جاتے ہیں سہ ماہی اور ششماہی امتحانات مدرسہ کے اساتذہ لے لیتے ہیں لیکن سالانہ امتحان کا انتظام بیرونی طریق سے کیا کیا جاتا ہے۔ اثنائے امتحان میں سخت نگرانی اور نگہداشت کرنے کیلئے ممتحن صاحب اپنے رفقاء میں سے چند اشخاص کو مقرر فرما دیتے ہیں زیادہ بصیرت کیلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ۱۳۵۱ھ سال گذشتہ کا نتیجہ امتحان اجمالی صورت میں پیش کر دیا جائے۔

سالانہ امتحان میں ۶۲ طلبہ شریک ہوئے تھے جنمیں سے ۵۶ طلبہ پاس اور ۶ فیل ہوئے۔ مجموعی حیثیت سے نتیجہ امتحان بہت اچھا رہا۔ بڑی جماعتوں کے طلبہ سب پاس تھے۔ اور اکثر اعلیٰ نمبر حاصل کرکے گرانقدر انعامات کے مستحق ہوئے۔ تمام طلبہ مستحقین انعامات کی فہرست حسب ذیل ہے۔

امام الدین مظفر نگری جماعت ادنی۔ جماعت میں اول آیا اسلئے ۵ر روپے اور نماز میں ہمیشہ شریک رہا اسلئے دس روپے کل ۱۵ر دیئے گئے۔

ابو بخیر پرتاپگڈہی جماعت اولیٰ۔ قرآن مجید میں اول آیا اسلئے ۵ر روپے اور جماعت میں اول آیا اسلئے ۵ر اور خوشخطی کے ۵ر کل ۱۵ر انعام میں دیئے گئے

علی محمد جماعت دوم۔ جماعت میں اول آنیکی وجہ سے ۵ر روپے حاصل کئے۔

لطیف الدین جماعت سوم۔ چونکہ یہ جماعت میں اول مدرسہ میں اول اور خوشخط تھے اسلئے ۱۵ر روپے انعام میں دئے گئے۔

سعد یمانی جماعت سوم۔ قرآن و حدیث میں اول آئے اسلئے انکو مبلغ ۱۰ر روپے انعام میں دیئے گئے۔

عبد الجلیل جماعت چہارم۔ جماعت میں اول رہے اسلئے ۵ر روپے انعام میں دیئے گئے۔

نظیر الحسن جماعت پنجم۔ جماعت میں اول آئے اسلئے ۵ر روپے انعام میں دیئے گئے۔

حاکم علی جماعت ششم۔ جماعت میں اول رہے اسلئے ۵ر روپے دیئے گئے۔

ابو القاسم جماعت ششم۔ حدیث میں انہوں نے اعلیٰ نمبر حاصل کئے اسلئے ۱۰ر روپے دیئے گئے۔

محمد لقمان جماعت ہفتم۔ ۵ر روپے انعام میں دئے گئے چونکہ جماعت میں اول تھے۔

عبد الغفار حسن جماعت ہفتم۔ حدیث میں امتیازی نمبر حاصل کئے۔ اسلئے ۱۰ر روپے انعام میں دئے گئے۔

عبد الرؤف جماعت ہشتم۔ چونکہ آپ جماعت اور مقابلہ کی تقریر و نظم عربی میں اول رہے اسلئے آپکو ۱۰ر اور ایک قیمتی گھڑی انعام میں دیگئی۔

عبد الحکیم جماعت حدیث۔ خوشخطی اور تقریر میں دوم نمبر آنیکی وجہ سے مبلغ ۳ر روپے انعام میں دیئے گئے۔

انیس الرحمن نے جماعت حدیث میں اول اور خوشخط ہونیکی وجہ سے مبلغ ۱۵ روپے حاصل کئے۔

جناب ناظم صاحب نے اس امتحان میں دریافت کیا کہ دو سو کے قریب روپے کی رقم طلبہ کی حوصلہ افزائی کے لئے انعامات میں خرچ کی اور اسی طرح ہر سال خرچ کرتے ہیں۔ جزاہ اللہ

ذیل میں ممتحن صاحب کی وہ رائے جو آپ نے اس امتحان کے موقع پر ظاہر کی تحریر کیجاتی ہے۔

الحمد للہ مدرسہ رحمانیہ اپنی خصوصیات میں دن بدن ترقی کر رہا ہے اور اسکی خوبیاں نمایاں ہو رہی ہیں ۶۲ لڑکوں میں سے کل چھ نیل اور اکتیس نمبروں سے پاس ہوئے جنکو معقول انعام دیا گیا کسی کو دس کسی کو پانچ روپے کو پچیس اسکے علاوہ لڑکوں نے عربی و اردو میں زبردست تقریریں کیں اور اردو فارسی و اردو میں اچھی نظمیں پڑھیں جن پر انکو معقول انعام دیا گیا۔ قریباً دو سو روپے تقسیم ہوئے۔ بڑی کامیابی اس سال ہوئی کہ اعلیٰ جماعتوں کے طلبہ سب کامیاب ہوئے۔ ساتویں میں آٹھ آٹھویں میں چھ دورے میں دو ہوئے انتہائی تعلیم میں کامیابی مشکل ہوتی ہے لیکن منتظمین مدرسہ کے حسن انتظام کا نتیجہ ہے کہ مدرسہ ترقی پر ہے تعلیم پختہ ہو رہی ہے حالات حاضرہ کے موافق مکمل کوشش جاری ہے۔ شیخ عطاء الرحمن صاحب کو خدا جزائے خیر دے جنہوں نے اپنی فیاضی اور فراخ حوصلگی سے اتنے بڑے کام کا اہتمام اپنے ذمے لے رکھا ہے۔

مدرسہ کیلئے شاہ افغانستان کا گرانقدر تحفہ

ناظرین کو یاد ہوگا کہ ۳۲ء میں اعلیحضرت نادر خاں والئی افغانستان مرحوم نے مدرسہ رحمانیہ کیلئے الفاروق فارسی اور دیگر کتب بطور تحفہ ارسال فرمائی تھیں جنکو ہم نے بہت مسرت وابتہاج کے ساتھ قبول کیا تھا۔

لیکن افسوس کہ ابھی ہم اس مسرت عامہ مسلمین کے سامنے پیش کرنے بھی نہ پائے تھے کہ اعلیحضرت کی روح کسی ناعاقبت اندیش شخص کے حملے سے قفص عنصری سے پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

دار الحدیث رحمانیہ میں نائب قاضی القضاۃ مدینہ طیبہ کا ورود مسعود

علامہ محمود شویل نائب قاضی القضاۃ مع علامہ شیخ محمد زیدان مدرس مدرسہ سعودیہ مدینہ منورہ ۲ نومبر ۳۳ء کو دار الحدیث رحمانیہ میں تشریف لائے۔ طلبہ رحمانیہ نے آپکے خیر مقدم کیلئے ایک شاندار جلسہ منعقد کیا جس میں چند طلبہ نے عربی میں خیر مقدمی قصیدے و برجستہ تقریریں کیں اور قاضی صاحب نے بھی فی البدیہہ پر ایک بصیرت افروز روح پرور تقریر فرمائی۔ اور مکتبہ وغیرہ کا معائنہ کیا۔ ان تمام اثرات سے متاثر ہو کر قاضی صاحب نے ایک تحریر بہ تبصرہ معائنہ پر ثبت فرمائی جسکے اہم اور ضروری اقتباسات درج ذیل ہیں

طویل تمہید کے بعد ارشاد فرماتے ہیں۔ وبعد نظرنا مکتبۃ المدرسۃ متفقدین خزائنها ناظرين فی کتبها۔ واللہ لقد الفیناها مکتبۃ مفیدۃ حاویۃ کل ما یحتاجہ الطالب۔ ہم نے مدرسہ کا کتب خانہ دیکھا اس حال میں کہ ہم اسکے علمی خزائن اور کتب کے تلاش و جستجو میں تھے بیشک ہم نے مکتبہ کو ان تمام کتب پر مشتمل پایا جنکی کہ طلبا کو ضرورت ہوتی ہے۔

بعد ازاں خیر مقدمی جلسہ کا تذکرہ اسطرح فرماتے ہیں۔ فالقی قصیدۃ مدح جللنی العرق عند سماعها کیف لا وانا الطلیع الذی لا یصلح لی الوقوف موقف الضلیع وذالك بعد قراءۃ اخر سورۃ البقرۃ مفتتحا بها الاحتفال ثم تلت احد الطلبۃ فالقی خطابا ارتجالیا اتی فیہ علی تاریخ المدرسۃ ومزیتها التی حازتها وفوائدها التی قدرها علی

طلبتھا و اسلمت اهلا بما تضمنه ذالک الخطاب مما اتی فیه عجب من العجب العجاب ترجمہ - اسکے بعد ایک طالب علم نے قصیدہ مدحیہ سنایا جسکے سننے سے میں مارے ندامت کے پسینہ پسینہ ہوگیا اور کیسے نہیں حالانکہ مجھ جیسے بے مایہ شخص کے لئے تاریخ روآور کی جگہ کھڑا ہونا مناسب نہیں اور یہ قصیدہ سورۂ بقر کی آخری آیت کی تلاوت کے بعد سنایا گیا۔ قصیدہ کے اختتام کے بعد ایک طالب علم نے تاریخ رحمانیہ اور اسکی برکات پر برجستہ عربی میں تقریر کی اور میرے بارے میں ایسے الفاظ مدحیہ استعمال کئے جسکا میں اپنے آپ کو اہل نہیں سمجھتا۔ غرضیکہ یہ تقریر اپنی نوعیت کے لحاظ سے بہت ہی تعجب خیز تھی۔

خاتمہ کلام پر فرماتے ہیں۔ انی اقول والحق اقول ان هذه المدرسة خیر ملجاء فی هذه البلاد یجد فیها طالب العلم الصحیح حاجته واسیل منهامرید الدین الخالص خلته فاللهم احفظ عطاء الرحمن واطل عمره میں کہتا ہوں اور سچ کہتا ہوں بیشک یہ مدرسہ طلبہ عربیہ کیلئے ان بلاد میں بہترین جائے پناہ ہے۔ علم کا سچا عاشق دین خالص کا شیدائی یہاں اپنی مراد کو بہترین طور پر پاتا ہے اے خدا شیخ عطاء الرحمن صاحب کو تمام آفات و مصائب سے محفوظ رکھ اور انکی عمر دراز کر آمین۔

آپ کے ساتھی محترم حضرت الاستاذ العلامہ محمد زیدان صاحب نے بھی مدرسے پر بہترین ریمارک فرمایا ہے اور اپنی انتہائی خوشی کا اظہار کیا ہے۔

جمعیۃ الخطابہ کا سالانہ شاندار اجلاس

۲۶ راکتوبر ۱۹۳۳ء کو مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ کی جمعیۃ مذکورہ کا سالانہ شاندار اجلاس زیر صدارت شیخ الحدیث علامہ احمد اللہ صاحب منعقد ہوا۔ جسکے اندر علاوہ اردو تقریروں کے مولوی محمد لقمان صاحب اور عاجز (عبدالغفار) نے عربی میں برجستہ تقریریں کیں اول الذکر نے ایک عربی قصیدہ بھی سنایا جو بہترین منوال پر منسوج تھا۔ مہتمم صاحب مدفیوضہ نے بہترین مقررین کو معقول انعام عطا فرمایا۔ آخر میں مدرسہ کے مختصر کوائف سنا کر جلسہ ختم کردیا گیا۔

بارگاہ رب الانام میں التجا

اے خدائے برتر و باکمال ذوالجلال دارالحدیث رحمانیہ کو دن دونی اور رات چوگنی ترقی عطا فرما۔ اس چشمے کی روانی میں اور افزونی پیدا کر۔ اس حدیقہ علوم اور بستان فنون کی مہک کو تمام روئے زمین پر پھیلا اور اسکی تروتازگی و شادابی کو دوبالا کر اور اس علمی سبزہ زار و لالہ زار کو دائمی قیام عطا فرما۔ اس کے باغبان کو اس حدیقہ علمی کے بدلے اپنا حدیقۂ رضواں عطا فرما اور اس کے موجودہ ناظم کی زندگی دراز کر۔ اسکے متاع حیات میں فراوانی بخش اور اسکو سرمایہ علم کیلئے موجب عروج و کمال بنا اور اسکی دینی پرخلوص خدمات کو شرف قبول سے ممتاز فرما۔ اور عاجز کو بھی اپنے فیوض و برکات اور الطاف عمیم سے نواز۔

خواہش نہ قند کی ہے نہ خواہاں شکر کے ہیں
چسکے پڑے ہوئے تری میٹھی نظر کے ہیں

عبدالغفار حسن رحمانی عمرپوری

[illegible]

[illegible]

رسالہ محدث دہلی



سرپرست

شیخ عطاء الرحمن صاحب مہتمم دارالحدیث رحمانیہ



مدیر مسئول

عبدالحلیم ناظم

(مولوی فاضل)

نگران اصول

(مولانا احمد اللہ صاحب)

(شیخ الحدیث)

ایک روپیہ بھیج کر سال بھر رسالہ
مفت جاری کرائیں۔

جید برقی پریس دہلی میں چھپا

فہرست مضامین

مقاصد

(۱) کتاب وسنت کی اشاعت

(۲) مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح

(۳) دارالحدیث رحمانیہ کے کوائف کی ترجمانی۔

ضوابط

(۱) یہ رسالہ ہر انگریزی مہینہ کے ابتدائی ہفتہ میں شائع ہوا کریگا۔

(۲) یہ رسالہ ان لوگوں کو سال بھر مفت بھیجا جائیگا جو ہم ٹکٹ کا خرچ دفتر میں بھیجدینگے۔

(۳) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ ۱؎ آنا ضروری ہے۔

ہر خط وکتابت کا پتہ

منیجر رسالہ محدث دارالحدیث رحمانیہ دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

محدث
دہلی

نمبر ۹	ماہ رمضان المبارک ۱۳۵۲ھ مطابق جنوری ۱۹۳۴ء	جلد ۱

دار الحدیث رحمانیہ کا سالانہ شاندار جلسہ

علماء کے اہم اجتماع میں تقسیم انعام واسناد

مورخہ ۲۴ دسمبر ۱۹۳۳ء مطابق ۱۵ شعبان ۱۳۵۲ھ کو دار الحدیث رحمانیہ دہلی کے تقسیم انعام واسناد کا ایک شاندار جلسہ رحمانیہ کے وسیع ہال (دار التذکیر) میں زیر صدارت مولانا خواجہ عبد الحی صاحب فاروقی منعقد ہوا۔ حاضرین کی تعداد بہت کافی تھی۔ شہر کے اکثر معززین واکابر نے شرکت فرمائی جن میں خصوصیت سے قابل ذکر حسب ذیل حضرات ہیں۔ علامہ سر عبد اللہ المامون سہروردی ایم۔ اے بیرسٹرایٹ لا ممبر اسمبلی۔ مولانا عبد الرحمن صاحب مبارکپوری شارح ترمذی۔ مولانا فضل الرحمن صاحب باقی پروفیسر کلکتہ یونیورسٹی۔ مولانا حافظ عبد اللہ صاحب امرتسری ایڈیٹر تنظیم ممتحن رحمانیہ۔ مولانا حافظ اسلم صاحب جیراجپوری۔ مولانا نواب ضمیر مرزا صاحب۔ خانصاحب حاجی محمد صدیق ملتانی میونسپل کمشنر دہلی۔ مسٹر محمد جعفری صاحب ایڈیٹر "ملت" وغیرہ وغیرہ بہت سے مقامی علماء ومدرسین رحمانیہ ودیگر مدارس موجود تھے۔ تلاوت قرآن مجید کے بعد جلسہ نو بجے شروع ہوا۔ مولوی محمد ایوب ناظم متعلم رحمانیہ نے ایک دلنواز اردو نظم پڑھی۔ پھر مولوی ابو الخیر۔ مولوی عبد اللطیف۔ مولوی عبد العزیز۔ مولوی عبد الوہاب۔ مولوی عبید اللہ ٹونکی متعلمان رحمانیہ نے مولانا نواب مرزا صاحب کے فوراً دئے ہوئے عنوان "اسوۂ حسنہ" پر تنوع بیان کے ساتھ برجستہ اردو میں نہایت بصیرت افروز تقریریں کیں۔ ان کے بعد مولوی لقمان نے ایک بلند پایہ عربی قصیدہ پڑھا۔ اور پھر حاکم علی فیروزپوری مولوی عبد الغفار حسن۔ مولوی لقمان موصوف نے نواب صاحب موصوف کے بروقت دیئے ہوئے عنوان پر برجستہ عربی زبان میں فصیح وبلیغ تقریریں کیں۔ جن سے حاضرین پر اتنا اثر ہوا کہ سب عش عش کرنے لگے۔ طلبہ کے اس تقریری مقابلہ کے بعد ممتحن صاحب نے ایک مختصر تمہید کے بعد سالانہ امتحان کا نتیجہ سنایا۔ بحمد اللہ گذشتہ سالوں کے اعتبار سے امسال نتیجہ بہت اچھا رہا۔ جماعت ہشتم یعنی فارغ ہونیوالے سات طلبہ تھے۔ یہ سب کامیاب رہے۔ انکو بھرے اجلاس میں مبارکبادی کے ساتھ جبہ ودستار اور

سندات عطا کی گئیں۔ ان کے نام یہ ہیں۔ مولوی عبید اللہ ٹونکی۔ مولوی عبد الغفار حسن دہلوی۔ مولوی عبد العزیز مدراسی۔ مولوی عبد الوہاب دربھنگوی۔ مولوی محمد لقمان مرشد آبادی۔ مولوی عبد المجید کلکتوی۔ مولوی حفیظ اللہ پنجابی۔ میری دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ان سے اپنے دین کی سچی خدمت لے اور لوگوں کو ان کے علوم سے نفع پہنچائے آمین۔ آخر میں مولانا محمد صاحب ایڈیٹر محمدی نے ایک نہایت پرجوش اور موزوں تقریر کی۔ اسکے بعد جلسہ مدرسہ کی کامیابی و ترقی کی دعا پر بخیر و خوبی ختم ہوا۔

اس شاندار اجلاس میں امتیازی حیثیت سے کامیاب طلباء کو راس الاسخیا جناب شیخ عطاء الرحمن صاحب مہتمم دار الحدیث رحمانیہ نے حسب دستور سابق مندرجہ ذیل تفصیل کے ساتھ نقدی انعامات تقسیم کئے۔

عبد الرحمن خورد کو جماعت اولیٰ میں اول آنے سے صہ، حبیب اللہ کو جماعت اولیٰ میں اول آنے اور قرآن میں اول آنے سے عہ۔ عبد الشکور کو جماعت ثانیہ میں اول آنے سے صہ، ابو الخیر کو خوشخطی اور اردو تقریر کے عہ، محمد داؤد کو جماعت ثالثہ میں اول آنے سے صہ، اور قرآن و حدیث میں اول آنے سے عہ، محمد علی کو جماعت رابعہ میں اول آنے سے صہ اور حدیث میں اول آنے سے عہ، مولوی محمد عثمان کو جماعت خامسہ میں اول آنے سے صہ، مولوی نظیر الحسن کو جماعت سادسہ میں اول آنے سے صہ، حدیث میں اول آنے سے عہ، مولوی تسلیم خاں کو جماعت سابعہ میں اول آنے سے صہ، مولوی محمد لقمان کو جماعت ثامنہ میں اول آنے سے ایک سنہری گھڑی منجانب شیخ محمد احمد صاحب پسر جناب حاجی عبد الرحمن صاحب مرحوم بانی رحمانیہ اور مہتمم صاحب کی طرف سے حسب دستور سابق و سلسلہ مذکور عہ اور عربی میں برجستہ تقریر سب سے عمدہ کرنیکی وجہ سے مبلغ عہ، مولوی محمد لقمان کو کل مبلغ صہ انعام میں دئے گئے۔ نیز مولوی حاکم علی متعلم جماعت ہشتم کو عربی میں برجستہ تقریر کرنیکی وجہ سے مبلغ عہ، مولوی عبد الغفار حسن متعلم جماعت ہشتم کو عربی میں برجستہ تقریر کرنے سے عہ، مولوی عبید اللہ ٹونکی متعلم جماعت ہشتم کو خوشخطی کے عہ اور اردو تقریر برجستہ کرنیکی وجہ سے عہ، مولوی عبد اللطیف متعلم درجہ ہشتم کو اردو میں برجستہ تقریر کرنے سے عہ، مولوی عبد العزیز متعلم درجہ ہشتم کو اردو میں برجستہ تقریر کرنے سے صہ، مولوی عبد الوہاب متعلم درجہ ہشتم کو اردو میں برجستہ تقریر کرنے سے صہ، محبوب الرحمن کو بنگلہ تقریر کرنیکی وجہ سے مبلغ صہ انعام میں دیئے گئے۔ کل ایک سو ستتر روپے بروقت جلسہ میں انعامات کے تقسیم کئے گئے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جناب شیخ صاحب موصوف کو ان اعمال حسنہ کی جزائے خیر دے اور اس سے بڑھ چڑھ کر دین اسلام و علوم عربیہ کی خدمت کی توفیق دے۔ دراصل اسطرح دریا دلی سے انعام کی تقسیم مدارس عربی کیلئے ایک بے نظیر چیز ہے۔ اور اس سے طلبہ میں جو تحصیل علوم کا شغف سعی بلیغ کا شوق اور علمی ترقی جسقدر ہوتی ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ دار الحدیث رحمانیہ اپنے طرز کی ایک بے مثال اور مایہ فخر درسگاہ ہے۔ خدا اسکو روز افزوں ترقی عطا کرے آمین۔

الحزب المقبول:۔ جناب شیخ عطاء الرحمن صاحب کی علمی و تبلیغی خدمت بذریعہ مال جسقدر ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ آپ ہمیشہ لوگوں کے فائدے کیلئے کتابیں اور رسائل چھپوا کر مفت تقسیم کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ شیخ صاحب موصوف صحیح احادیث سے ثابت شدہ دعاؤں کی مشہور کتاب "**الحزب المقبول**" اپنے خرچ سے دوبارہ اپنے پسران عزیز کیطرف سے چھپوا رہے ہیں۔ ناظرین کے ہاتھوں میں رسالہ پہونچنے تک کتاب تیار ہوجائیگی جن حضرات کو اس ضخیم کتاب کی ضرورت ہو وہ صرف دو پیسہ کا ٹکٹ پتہ ذیل پر بھیجکر اسے مفت منگوا سکتے ہیں۔

پتہ:۔ جناب شیخ عطاء الرحمن صاحب مہتمم دار الحدیث رحمانیہ باڑہ ہندو راؤ دہلی

رمضان کا محدث :- زیر نظر پرچہ محدث کے رمضان کی اشاعت ہے - یہ معمول سے زیادہ ضخامت میں شائع ہو رہا ہے اسمیں محترم استاذ مولانا احمد اللہ صاحب کا ایک بسیط مضمون احکام رمضان سے متعلق تمام و کمال درج کر دیا گیا ہے اسلئے کچھ صفحات بڑھا دیئے گئے ہیں - مولانا محترم قدیم بزرگوں کی ایک یادگار رہیں اسلئے آپکے طرز انشا میں رنگ سلف غالب ہے - اپنے عام فہم مفید مضامین سے ناظرین محدث کو ہمیشہ فیض پہنچاتے ہیں - امید ہے کہ ہمارے قدامت پسند ناظرین اور معمولی تعلیم یافتہ حضرات اس سے کافی دلچسپی لیتے ہونگے - مولانا کا موجودہ مضمون رمضان کے تمام مسائل پر حاوی ہے اور عوام کیلئے بیحد مفید ہے -

عربی مدارس میں رمضان کا مہینہ ہمیشہ تعطیل کا ہوا کرتا ہے - چنانچہ رحمانیہ میں بھی تعطیل رہیگی - اور تمام طلبہ و مدرسین کیطرح میں بھی ایام تعطیل گذارنے یا سال بھر کی محنت کے بعد آرام لینے کیلئے وطن چلا جاؤں گا - اسلئے رمضان و شوال کا محدث میرے غائبانہ میں شائع ہوگا - لیکن اپنے دستور سابق ہی کیطرح شائع ہوگا تاکہ ناظرین کو بیتابئ شوق کی کلفت نہ برداشت کرنی پڑے -

عبدالحلیم ناظم صدیقی "مولوی فاضل"

دعائے عید

سب سے پہلے ایخدا تو لائق تحمید ہے — بعدہ تجھ سے ہماری یہ دعائے عید ہے

ایخدا ہر سال یہ آتی رہے عید سعید — اور ظاہر ہو ہمیشہ اسمیں پھر شان جدید

قوم مسلم کو وہی پچھلی ترقی کر عطا — بھر دے انکے گھروں میں پھر مسرت کی ضیا

غربت و افلاس و نکبت مومنوں کی دور کر — اپنی صہبائے امارت سے انہیں مخمور کر

غیر قوموں پر بھی یا رب کر انہیں منصور تو — ہاں انہیں جلدی بنا دے ہر طرح مسرور تو

قوم مسلم صرف تیری نام لیوا ہے خدا! — دیکھتا سنتا ہے تو اسوقت اسکا ماجرا

ہاں مدد کر دور کر دے جلد انکی ذلتیں — اور دے انکو خصوصاً ہند میں پھر عزتیں

شوکت و عظمت سے ناظم پھر مبارک عید ہو
ہاں بفضل ایزدی سچی خوشی کی دید ہو

(ناظم - صدیقی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

احکام رمضان

(از جناب مولانا احمد اللہ صاحب شیخ الحدیث دھلوی)

روزۂ رمضان اسلام کی بنیاد ہے۔

اسلام کے پانچ ارکان ہیں۔ توحید رسالت۔ نماز۔ زکوٰۃ۔ روزۂ ماہِ رمضان۔ اور حج بیت اللہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبوقت چوبیس برس کے ہوئے خلعت نبوت کے ساتھ متصف ہوئے۔ ابتدا نبوت سے تعلیم توحید کی شروع ہوئی اور تابع رسالت کی فرضیت اور وجوب کا بیان ہوتا رہا۔ ملائکہ پر ایمان لانا۔ کتب انبیاء پر جو نازل ہوئیں اس پر ایمان لانا۔ اور کل انبیاء پر ایمان لانا۔ قیامت وحساب کتاب۔ تقدیر الٰہی پر ایمان لانا کل اعتقادی باتوں کا بیان ہوتا رہا۔ شرک کی مذمت اور محرمات الٰہی وغیرہ کا بیان ہوتا رہا۔ پانچویں برس رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی۔ معراج کی رات پانچ وقت کی نماز فرض ہوئی آپ مکہ ہی میں تھے۔ نماز کے بعد زکوٰۃ فرض ہوئی ہجرت سے پہلے۔ دوسرے سال ہجرت کے روزہ رمضان فرض ہوئے۔ اس کے بعد آٹھویں سال فتح مکہ کے وقت میں حج بیت اللہ فرض ہوا۔ توحید واعتقادی باتیں راس الطاعات ہیں یعنی کل عبادات وغیرہ کی جڑ اور بنیاد۔ اور ارکان اس کی شاخیں ہیں۔ جب آدمی توحید میں کامل ہوگیا آخرت کا پختہ یقین ہوگیا اسوقت شریعت کی کل باتیں انسان پر اس کی تعمیل آسان ہوجاتی ہے۔

ماہ رمضان کا روزہ فرض ہے

قال اللہ تعالیٰ۔ یایھا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم الآیہ۔ فرمان الٰہی ہے۔ اے ایمان والو روزہ تم لوگوں پر فرض کردیا گیا۔ تاکہ تم پرہیزگار بنجاؤ۔ اور تیسری آیت جو اسکے بعد ہے اسمیں اسبات کو بیان فرمایا کہ وہ روزہ کا مہینہ رمضان مبارک ہے ایک مہینہ کے روزے فرض ہیں۔ اسکا منکر کافر ہے۔ تارک روزہ بغیر عذر فاسق فاجر دوزخ کی آگ دھکتی اسکے لئے ہے شریعت الٰہی میں روزہ نام ہے کھانے کی چیز اور پینے کی چیز سے اور بیوی سے صحبت کرنیسے پرہیز کرنا صبح صادق سے آفتاب ڈوبنے تک۔

چاند کا دیکھنا اور اسکا حکم

مہینہ عربی کبھی انتیس کبھی تیس دن کا ہوتا ہے جبوقت چاند رمضان کا ہوگیا روزہ رکھنا فرض ہوگیا۔ قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم صوموا لرویتہ وافطروا لرویتہ فان غم علیکم فاکملوا عدۃ شعبان ثلثین متفق علیہ۔ صحیح بخاری صحیح مسلم۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں چاند دیکھنے پر روزہ رکھو چاند دیکھنے پر افطار کرو۔ اگر ابر ہوجائے شعبان کے تیس دن پورے کرو۔ یعنی تیس دن شعبان کے پورے کرکے اسکے بعد سے پھر روزۂ رمضان شروع کرو۔ اسی طرح چاند بعد رمضان کے شوال کا دیکھا جاوے انتیس یا تیس روزہ افطار کر ڈالو۔ رمضان شریف ختم ہوا۔ اگر ابر کے سبب سے چاند عید کا نہ دیکھا۔ رمضان کے روزہ تیس پورے کرکے افطار کرنا ضروری ہے نماز عید کی پڑھیں۔

ابر یا غبار کے سبب سے بعض جگہ چاند دیکھا نہ گیا۔ اور بعض جگہ لوگوں نے اسی روز چاند دیکھ لیا ان کی شہادت کی بنا پر روزہ

رکھنا ہو گا۔ دو سے زیادہ نے دیکھا بہت بہتر ہے اگر ایک شاہد بھی سچا عادل متقی ہے اور اس نے شہادت دی کہ میں نے چاند فلاں جگہ دیکھا فلاں وقت۔ اسکی شہادت پر بھی روزہ رکھنا ہو گا۔

عن ابن عباسؓ قال جاء اعرابی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی رأیت الهلال یعنی هلال رمضان فقال اتشهد ان لا الہ الا اللہ قال نعم قال اتشهد ان محمدا رسول اللہ قال نعم فقال یا بلال اذن فی الناس ان یصوموا غدا۔ رواہ ابو داؤد۔ ترمذی نسائی ابن ماجہ دارمی

ایک بدوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ سوا اللہ کے اور کوئی معبود نہیں (وہ اکیلا ہے اسکا کوئی شریک نہیں) کہا ہاں (میں گواہی دیتا ہوں) آپ نے فرمایا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں کہا ہاں (میں گواہی دیتا ہوں) آپ نے فرمایا اے بلال لوگوں میں اعلان کر دے کہ کل سے لوگ روزہ رکھیں۔

عن ابن عمر قال ترائی الناس الهلال فاخبرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی رأیتہ فصام وامر الناس بصیامہ رواہ ابو داؤد۔ والدار قطنی۔ والدارمی وابن حبان والحاکم وصححہ وصححہ البیہقی وصححہ ابن حزم۔

عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں لوگ چاند دیکھ رہے تھے۔ (لیکن ان لوگوں نے نہ دیکھا) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ میں نے چاند دیکھ لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھ لیا اور لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ یہ حدیث صحیح ہے اور حدیث عبد اللہ بن عباس کی مرسل ہے یہ حدیث پہلی حدیث کی شاہد ہے اور حدیثیں بھی اسکے متابع ہیں۔

تیسری حدیث عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اختلف الناس فی اخر یوم من رمضان فقدم اعرابیان فشهدا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللہ لاهلا الهلال امس عشیۃ فامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الناس ان یفطروا۔ رواہ احمد وابو داؤد وزاد فی روایۃ وان یغدوا الی مصلاهم رواہ احمد وابو داؤد والنسائی وابن ماجہ وصححہ ابن السکن وابن حزم۔ حدیث اول بھی صحیح ہے سکت عنہ ابو داؤد والمنذری ورجالہ رجال الصحیح نیل الاوطار۔

ایک صحابی فرماتے ہیں لوگوں نے اختلاف کیا رمضان کا آخر دن تھا (چاند ہوا یا نہیں) دو شخص مسلمان باہر سے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شہادت دی کہ ہم لوگوں نے چاند دیکھا کل شام کو۔ آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ لوگ روزہ افطار کر لیں۔ اور فرمایا صبح ہوئے عیدگاہ میں لوگ چلیں نماز عید کے لئے۔ ابو داؤد وغیرہ کی روایت ہے صحیح ہے۔ حاصل احادیث مذکورہ کا یہ ہوا۔ روزۂ رمضان کے لئے ایک گواہ دیندار کی شہادت کافی ہے۔ دو کی یا زیادہ کی ہو بہتر ہے۔ روزہ رکھنا فرض ہو گا۔

رمضان مبارک کے خاتمہ پر روزہ ترک کرنے کیلئے دو گواہ متقی دیندار کی ضرورت ہے جبوقت دو شاہدوں نے گواہی دی کہ ہمنے انتیس رمضان کو چاند دیکھا ہے۔ روزہ لوگ افطار کر دیویں اور صبح نماز عید کی ادا کریں۔ اگر شاہد نا معلوم ہیں یا فاسق فاجر ہیں ان کی شہادت کا کچھ اعتبار نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ۔ واشهدوا ذوی عدل منکم۔ وقال تعالیٰ یا ایها الذین امنوا ان جاءکم فاسق بنباء فتبینوا۔ الایہ۔ ان دو آیتوں سے ثابت ہوا گواہ اور خبر دینے والا عاقل عادل متقی دیندار ہونا چاہیے۔

نیل الاوطار میں ہے والحدیثان المذکوران فی الباب یدلان علی انها تقبل شهادۃ الواحد فی دخول رمضان عهد اللہ

ابن مبارک احمد بن حنبل و امام شافعی وغیرہ کا یہی مذہب ہے۔

امام نووی شارح صحیح مسلم شرح مسلم میں فرماتے ہیں لا تجوز شهادة عدل واحد علی هلال شوال عند جمیع العلماء الا ابا ثور فجوزه بعدل اسمی۔ یعنی رمضان کے ختم ہونے کیلئے ایک آدمی کی شہادت جائز نہیں۔ اور نہ اسکی شہادت پر روزہ ترک ہوگا۔ تمام علماء کا اتفاق ہے۔ سوا ابو ثور کے۔

یوم الشک شعبان کی آخری تاریخ تیسویں دن کو روزہ رکھنا رمضان کے خیال سے درست نہیں اسلئے کہ انتیس شعبان کو چاند نہیں ہوا کسی نے لئے بعد روزہ رکھا کہ اگر چاند کی خبر آگئی تو روزہ رمضان کا ہوگا۔ اور اگر چاند ثابت نہ ہوا تو روزہ نفلی ہوگا۔ اس شک کے سبب سے روزہ درست نہیں۔ عن عمار بن یاسر قال من صام الیوم الذی یشك فیه فقد عصی ابا القاسم صلی الله علیه وسلم ابوداؤ، ترمذی نسائی ابن ماجہ۔ جس نے یوم الشک میں روزہ رکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اسنے نافرمانی کی۔ رمضان کے استقبال کیلئے روزہ رکھنا ایک دو روز پہلے ناجائز ہے۔ اگر کسی شخص کی عادت تھی نفلی روزہ رکھنے کی اور دنوں میں روزہ رکھنے کا اتفاق نہ ہوا اس شخص کو اجازت ہے کہ آخر شعبان میں وہ روزہ مقررہ رکھ لیوے۔ سنن ابی داؤد میں ہم معنے حدیث موجود ہے۔

چاند ایک شہر کا دوسری جگہ کیلئے ایک شہر یا ملک میں چاند دیکھا جاوے دوسرے شہر یا ملک کیلئے کافی ہے یا نہیں۔ اسمیں علماء امت کے دو فریق ہیں ایک گروہ جائز رکھتے ہیں۔ دوسرے گروہ جائز نہیں رکھتے اگر دونوں شہروں میں زیادہ فاصلہ ہو جس سے آفتاب کے طلوع غروب میں زیادہ اختلاف ہو۔ دونوں فریق دلائل پیش کرتے ہیں۔ لیکن دوسرے فریق کے جو دلائل ہیں اسپر عمل کرنیسے عوام میں خلجان پیدا نہیں ہوتا۔ امام ترمذی فرماتے ہیں ایک شہر کی رویت دوسرے شہر کے لئے کافی نہیں بلکہ اپنے اپنے دیکھنے پر عمل کریں۔ مثلاً کلکتہ اور دہلی کے طلوع غروب آفتاب میں آدھ گھنٹے کا اختلاف ہے یا اس سے زائد اگر کلکتہ میں آفتاب غروب ہوگا پانچ بجے۔ تو دہلی میں غروب ساڑھے پانچ بجے کے بعد ہوگا۔ ایسے وقت میں بعض اوقات کلکتہ میں چاند دیکھا جاتا ہے اور دہلی میں نہیں دیکھا جاتا۔ یا دہلی میں چاند ہوتا ہے اور کلکتہ میں نہیں اس صورت پر اختلاف لازمی ہے۔ تو اس وقت میں حدیث ابن عباس کی جو مسلم میں ہے بروایت کریب تابعی پر عمل کرنیسے کوئی تنازع نہیں ہوتا یعنی ایک شہر بعید مسافت کا چاند دوسرے شہر ضلع کیلئے کافی نہیں بلکہ اپنے ملک کے دیکھنے چاند پر عمل کریں۔ اور اگر قریب قریب کے شہر اور ضلع میں چاند ہوا۔ لوگ روزہ رکھیں اگرچہ اس شہر والوں نے نہیں دیکھا شرط ہے شہادۃ معتبر سے ثبوت چاند کا ہونا چاہیئے۔

روزہ میں نیت کرنا نفلی روزہ ہو یا فرضی روزہ رمضان ادا اور قضا یا روزہ نذر ہر ایک میں نیت کرنا لازمی ہے۔ نیت رات ہی سے روزہ کی کرلی جاوے یہی بہتر ہے۔ اور اگر رات میں روزہ کی نیت نہیں کی کسی وجہ سے صبح کے وقت یا بعد طلوع آفتاب دن میں نیت کرلینا چاہیئے دوپہر سے پہلے صحیح ہے روزہ صحیح ہوگا۔ اس امر پر حدیث روزہ عاشورہ والی۔ صحیح بخاری صحیح مسلم میں جو وارد ہے کھلی دلیل ہے وہ یہ ہے عن سلمة بن الاكوع ان رسول الله صلی الله علیه وسلم امر رجلا من اسلم ان اذن فی الناس اذ فرض صوم عاشوراء الا كل من اكل فليمسك ومن لم یاكل فليصم۔ رواہ البخاری وغیرہ۔ جو روایت رات میں نیت کرنیکی ہے وہ متکلم ہے۔ روزہ کی نیت کرنا رات میں بہتر ہے اس صورت میں دونوں حدیثوں میں تطبیق ہوجاتی ہیں۔

فضیلت روزہ رمضان روزہ رمضان ہر ایک عاقل بالغ پر فرض ہے۔ مرد ہوں یا عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فرماتے ہیں (اے مسلمانو!) رمضان کا مہینہ تمہارے سامنے آیا۔ مہینہ برکت والا ہے اس مہینہ کا روزہ اللہ نے تمہارے اوپر فرض کیا دروازے آسمان کے اس مہینہ میں کھل جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ اور شیطان سرکش قید کر دیے جاتے ہیں۔ اس مہینہ رمضان میں ایک رات اللہ کے نزدیک ہزار مہینہ سے بڑھکر ہے۔ جو بھلائی شب قدر سے محروم رہا (عبادت ذکر اللہ نہ کیا) بیشک محروم ہو گیا (بڑے ثواب سے) احمد نسائی۔ ایک حدیث او سنن ابن ماجہ میں ہے حدیث مذکورہ کے ہم معنی ہے۔

ابو ہریرہؓ صحابی بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رمضان داخل ہوتا ہے دروازے آسمان کے کھل جاتے ہیں۔ دروازے جنت کے کھول دئے جاتے ہیں۔ دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ شیطان کی جماعت زنجیروں سے جکڑ دی جاتی ہے۔ دروازے رحمت کے کھل جاتے ہیں۔ بخاری مسلم۔

سہل بن سعد صحابیؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جنت کے آٹھ دروازہ ہیں ایک دروازہ کا نام ریان ہے۔ اس دروازے سے (جنت میں) نہیں داخل ہونگے مگر روزہ دار۔ صحیح بخاری صحیح مسلم۔ یہ دروازہ روزہ داروں کے مناسب ہے۔ ریان ہے ری سے ری کے معنے سیرابی کے ہیں یعنی جو لوگ دنیا میں بھوکے پیاسے رہے روزے کے سبب سے ان کیلئے اعلیٰ مرتبے ہیں دروازہ میں سیرابی والا ہے جو باعث ہے روزہ داروں کی خوشخبری کا۔ جسوقت دروازہ جنت کا دکھائی دیگا لوگ خوش ہو جائیں گے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جتنے عمل اولاد آدم کے نیک ہیں دس گنا بڑھائے جاتے ہیں۔ سات سو تک (ثواب میں) فرماتا ہے اللہ پاک مگر روزہ یہ میرے ہی لئے ہے میں ہی اسکا بدلہ دونگا۔ میرے ہی سبب سے (میری خاطر) کھانا (پینا) خواہش کو چھوڑ دیا۔ روزہ دار کیلئے دو خوشی ہے۔ ایک خوشی (اسکو حاصل ہوتی ہے) افطار کرنے کے وقت۔ اور ایک خوشی ہوگی جسوقت اپنے رب سے ملاقات کریگا۔ روزے دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک بہتر ہے خوشبو مشک سے۔ روزہ (عذاب الٰہی کے سامنے) ڈھال ہے۔ جب کوئی شخص روزہ کے دن میں روزہ رکھے نہ بیہودہ بات کرے نہ شور شار کرے۔ اگر کوئی شخص اس سے گالی گلوج کرے یا جھگڑا کرے۔ روزہ دار اس سے کہے۔ بیشک میں روزے سے ہوں۔ صحیح بخاری مسلم۔

غیبت جھوٹ وغیرہ سے روزہ قبول نہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جو شخص جھوٹ سے پرہیز نہیں کرتا اور ناجائز کام سے غیبت۔ دھوکہ بازی۔ دغا بازی برے کام بیہودہ حرکتوں سے پرہیز نہیں کرتا۔ اللہ پاک کو اسکے روزہ کی کچھ پرواہ نہیں اسکے ہم معنی حدیث بخاری۔ ابو داؤد۔ ترمذی میں موجود ہے۔ چیخنا چلانا جہالت کی باتیں کرنا روزہ کی حالت میں سخت منع ہے لڑنا جھگڑنا سخت منع ہے روزہ اسکی وجہ سے برباد ہو جاتا ہے۔ تجارت وغیرہ کے معاملات میں ضروری باتیں کرنا درست ہیں لیکن جھوٹ سے پرہیز کرے۔ بلا ضرورت زبان بند رکھے۔ ذکر اللہ میں زبان جاری رہے۔

رخصت شرعی

بیمار مسافر کو روزہ رکھنے نہ رکھنے میں رخصت ہے فرمایا اللہ پاک نے فمن کان منکم مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر۔ الایہ جو شخص تم لوگوں سے کوئی بیمار ہو یا مسافر دوسرے دن میں روزے رکھکر گنتی پوری کرے۔ آرام کا سفر ہو لمبے وقت میں روزہ رمضان کا رکھنا افضل ہے۔ تکلیف والا سفر ہو اسمیں روزہ رکھنا ناجائز ہے۔ حدیث بخاری مسلم میں یہ حکم موجود ہے۔

بوڑھی بوڑھے اگر روزہ رمضان رکھنے پر قدرت نہ رکھیں یا کمزوری کے سبب سے روزہ رکھنے میں اٹھنا بیٹھنا مشکل ہو جائیگا۔

ایسے وقت میں روزہ نہ رکھیں۔ ہر روزہ کے بدلہ ایک مسکین کو کھانا دیا کریں درست ہے۔ حاملہ عورت یا مرضعہ دودھ پلانیوالی عورت بچہ کو ان دنوں کی اجازت ہے مشقت کے وقت میں یا دودھ خشک ہونیکا خوف ہے روزہ نہ رکھیں ہر ایک روزہ کے بدلہ میں روزانہ ایک مسکین کو کھانا دیویں۔ جب تندرست ہوگئیں اور کچھ خوف نہیں رہا بہتر ہے قضا دیویں اور اگر روزہ کی قضا نہ رکھیں وہی کھانا دینا کافی ہے۔

عن انس بن مالک الکعبی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ عزوجل وضع عن المسافر الصوم و شطر الصلوٰۃ وعن الحبلی والمرضع۔ رواہ الخمسۃ وحسنہ الترمذی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بیشک اللہ عزوجل نے مسافر کو روزہ اور نماز کے قصر کرنے میں رخصت دیدی اور حاملہ اور مرضعہ کو روزہ ترک کرنے میں رخصت عنایت فرمائی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین منسوخ نہیں اپنے حکم میں باقی ہو ھی للشیخ الکبیر والمرأۃ الکبیرۃ لا یستطیعان ان یصوما فیطعمان مکان کل یوم مسکینا۔ بخاری۔ وعن عکرمۃ ان ابن عباس قال للحبلی والمرضع رواہ ابوداؤد۔ آیت مذکورہ میں یہ معذورین داخل ہیں بوڑھی بوڑھے۔ حمل والی عورت اور دودھ پلانے والی عورت روزہ ترک کریں عذر کے سبب سے ہر روزہ کے بدلے میں روزانہ ایک مسکین کو کھانا کھلادیں۔

روزہ کی قضا

جو عذر شرعی سے رمضان میں روزہ ترک کیا مانند مسافر بیمار حائضہ عورت کے رمضان کے بعد ہی جلدی روزے کی قضا رکھنا بہتر ہے۔ اور اگر کسی وجہ سے تاخیر ہوگئی تو دوسرے رمضان کے آنے تک رکھ لیویں۔ پے درپے لگاتار رکھیں یا ناغہ دیکر دونوں طرح درست ہے۔ جہانتک ہو قضا رکھنے میں جلدی کریں۔ مقدر سے کہیں موت نہ آجاوے اور روزہ اسکے ذمہ رہ جاویں۔ عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال قضاء رمضان ان شاء فرق وان شاء تابع رواہ الدارقطنی وقد صححہ ابن الجوزی۔ ایک حدیث مرسل حسن الاسناد اسکی متابع بھی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں رمضان کے روزہ کی قضا چاہے پے درپے رکھے یا کبھی کبھی ناغہ دیکر رکھے۔ اصل گنتی روزہ کی قضا پوری کرے۔

کوئی شخص مرد یا عورت مرجائے۔ اور ان کے ذمہ روزہ کی قضا دینا باقی ہے۔ اس صورت میں جو اسکے وارث ولی ہیں روزہ اس کی جانب سے رکھدیں درست ہے میت کے ذمہ فرض ادا ہوجائیگا۔ عن عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من مات وعلیہ صیام صام عنہ ولیہ متفق علیہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو مرگیا اور اسکے ذمہ کوئی روزہ ہے ولی روزہ رکھدیں۔ رمضان کا روزہ ہو یا روزہ نذر دونوں میت کی جانب سے رکھنا درست ہے۔

اور اگر وارث لوگ میت کے جانب سے ہر ایک روزے کے بدلے میں کھانا دیدیویں یہ بھی درست ہے اسکے متعلق حدیث مرفوع آئی ہے لیکن ضعیف ہے عبداللہ بن عمر عبداللہ بن عباس صحابی وغیرہ کا البتہ صحیح طور پر فتویٰ موجود ہیں۔

روزہ کا کفارہ وغیرہ

جو شخص کوئی روزہ قصداً بلا عذر کھانا کھا کر یا پانی پی کر ترک کردیوے۔ سخت گناہ کا مرتکب ہوا توبہ کرے اور روزہ کی قضا ادا کرے اسکے ذمہ کفارہ ہے یا نہیں بعض اہل علم کفارہ کے قائل ہیں لیکن اس امر پر کوئی حدیث صحیح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے موجود نہیں۔

اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے روزے کی حالت میں صحبت کرے کفارہ اس صورت پر دینا لازم ہے اور اس روزے کی قضا بھی ادا کرے۔ اسکا کفارہ یہ ہے ایک غلام آزاد کرے اور اگر اس پر قدرت نہیں دو ماہ کے روزہ پے درپے رکھے۔ اور اگر اسپر بھی قد

نہیں ساٹھ مسکین کو کھانا کھلاوے حدیث صحیح بخاری صحیح مسلم ابوداؤد۔ ابن ماجہ وغیرہ میں اسکا حکم موجود ہے۔

جو کوئی شخص روزے کی حالت میں بھول کر سہواً نسیاناً کھانا کھالیوے یا پانی پی لیوے جس وقت یاد آجاوے منہ کا لقمہ یا پانی اسیوقت پھینکدیوے روزہ میں کوئی نقصان نہیں روزہ صحیح ہے۔ عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من نسی وھو صائم فاکل او شرب فلیتم صومہ فانما اطعمہ اللہ وسقاہ رواہ البخاری ومسلم وغیرھما۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسنے بھول کر کھانا کھالیا یا پانی وغیرہ پی لیا۔ روزہ پورا کرے۔ اللہ نے اسکو کھلا دیا اور پلا دیا۔ بخاری مسلم یعنی اسکے ذمہ نہ قضا ہے نہ کفارہ روزے کا ثواب بھی ملیگا۔

اسی طرح اگر کوئی شخص بھول کر سہواً روزے کی حالت میں بیوی سے صحبت کرے لیکن جس وقت یاد پڑے اسیوقت علیحدہ ہوجاوے۔ روزہ میں کوئی نقصان نہیں۔ نہ ان دونوں کے ذمہ قضا ہے نہ کفارہ۔

روزہ کی حالت میں کیا چیزیں مباح ہیں کیا نہیں۔

سرمہ لگانا تیل سر میں بدن میں ملنا درست ہے روزہ کی حالت میں خوشبو کا استعمال بہتر ہے۔ فصد لینا پچھنا لگانا حالت روزہ میں درست ہے اگر ضعف و کمزور ہوجانیکا خوف ہو تو بہتر نہیں اسلئے کہ روزہ میں نقصان ہوگا۔ روزہ کی حالت میں میاں بیوی سے بوسہ کنار ہوسکتا ہے لیکن یہ اسکے لئے اجازت ہے جو اپنے نفس پر قابو رکھتا ہو۔ کہیں صحبت کی صورت نہ ہوجاوے ورنہ کفارہ لازم آئیگا اور سخت گنہگار ہوگا ایک شخص نوجوان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بوس و کنار ہونیکی بیوی سے اجازت مانگی آپ نے اسکو اجازت نہیں دی۔ اور ایک بوڑھے نے اجازت طلب کی آپ نے اسکو اجازت دیدی۔ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رجلا سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن المباشرۃ للصائم فرخص لہ واتاہ اخر فنھاہ عنھا فاذا الذی رخص لہ شیخ واذا الذی نھاہ شاب رواہ ابوداؤد وسکت عنہ ابوداؤد والمنذری والحافظ فی التلخیص۔

عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقبل وھو صائم ویباشر وھو صائم ولکنہ کان املککم لاربہ۔ رواہ الجماعۃ الا النسائی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بوس و کنار ہوتے تھے (بیویوں سے) اور آپ نفس پر خوب قابو رکھنے والے تھے۔ روزہ کی حالت میں کھانا پینا اور بیوی سے صحبت کرنا حرام ہے ان تینوں باتوں میں سے کسی بات کا مرتکب ہوگا روزہ ٹوٹ گیا اور سخت گنہگار رہوا۔

سورج غروب ہونیکے بعد سے کھانا پینا جائز ہے تمام رات اور بیویوں سے صحبت کرنا بھی تمام رات درست ہے جب تک صبح کی روشنی نہ ہو۔ جب صبح ہونیکا وقت قریب آگیا کھانا پینا بند کردینا چاہیے۔ اور بیوی سے اگر صحبت رات میں کیا۔ اور صبح ہونے کے بعد غسل کیا درست ہے قرآن شریف وحدیث صحیح مسلم وغیرہ سے یہ ثابت ہے۔ دن کو سونے کی حالت میں احتلام ہوگیا روزہ صحیح ہے روزہ میں کوئی نقصان نہیں۔

وقت پر افطار کرنا ثواب کا باعث

جب سورج مغرب کی طرف غروب ہوگیا اور پورب سے سیاہی بعد غروب ظاہر ہوئی روزہ کھولنے کا وقت آگیا۔ عن ابن عمر قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا اقبل اللیل من ھھنا وادبر النھار من ھھنا وغابت الشمس فقد افطر الصائم۔ بخاری مسلم۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے جب رات سامنے آئی اور دن نے پیٹھ پھیری

اس جانب سورج غائب ہوگیا بیشک روزہ دار نے افطار کردیا یعنی افطار کرنا چاہئے۔ جلدی افطار میں کرے تاخیر نہ کرے لیکن افطار کرنیکے وقت میں شک نہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں لایزال الناس بخیر ما عجلوا الفطر۔ بخاری مسلم یعنی لوگ ہمیشہ بھلائی میں رہینگے جب تک افطار میں جلدی کرینگے۔ حدیث قدسی میں آیا ہے اللہ پاک فرماتا ہے ان احب عبادی الی اعجلہم فطرا۔ بیشک میرے بندے وہ بہت ہی محبوب ہیں مجھے جو جلدی کرتے ہیں روزہ کھولنے میں۔ احمد ترمذی یہ حدیث حسن ہے۔

ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت ہمیشہ بھلائی پر رہیگی جب تک سحری کھانے میں تاخیر کرینگے اور افطار میں جلدی کرینگے۔ احمد

حضرت انس کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا سحری کھاؤ بیشک سحری کھانا برکت کی چیز ہے۔ رواہ مسلم وغیرہ۔ اور ایک حدیث میں یہ ہے سحری کھا کر روزے کیلئے قوت حاصل کرو۔ دن میں قیلولہ کرکے تہجد کی نماز میں مدد لو۔ ابن ماجہ حاکم۔ یعنی جو وقت سحری کے وقت میں کچھ کھا پی لیگا روزہ رکھنے میں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ دوپہر کے وقت میں کچھ سو لینے سے جو لوگ رات میں تہجد پڑھتے ہیں ٹھیک تہجد کے وقت اٹھ کھڑے ہونگے نیند کا غلبہ نہیں ہوگا۔

مسلمانوں کے روزہ میں اور یہود نصاری کے روزے میں فرق ہے وہ لوگ سحری نہیں کھاتے مسلمانوں کو سحری کھانا چاہئے مسلم ترمذی وغیرہ میں حدیث ہے اللہ پاک رحمت نازل فرماتا ہے اور فرشتے دعاء مغفرت کرتے ہیں سحری کھانے والوں پر۔ ایک حدیث میں ہے سحری کرلو اگرچہ ایک گھونٹ پانی ہو۔ ابن حبان کی یہ دونوں حدیثیں ہیں۔ نیل الاوطار۔

اگر کھجور ملے اس سے روزہ کھولنا سنت ہے اگر نہ ملے تو پانی سے روزہ افطار کرنا سنت ہے۔ عن انس مرفوعا من وجد التمر فلیفطر علیہ ومن لم یجد التمر فلیفطر علی الماء فانہ طہور رواہ الترمذی والحاکم وصححہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقت افطار کے یہ دعا پڑھتے تھے۔ اللھم لک صمت وعلی رزقک افطرت یہ دعا بھی ثابت ہے ذھب الظماء وابتلت العروق وثبت الاجر انشاء اللہ تعالیٰ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو کھجور پاوے اس سے افطار کرے اور جو نہ پاوے پانی سے افطار کرے۔ پانی صاف ستھری چیز ہے۔ روزہ دار روزہ جلدی افطار کرے اور نماز مغرب کیلئے جلدی کرے یہ سنت ہے مسلم۔ ایک حدیث میں وارد ہے اچھی سحری مومن کی کھجور ہے۔ ابن حبان نیل صبح صادق سے پہلے سحری کھاکر فراغت حاصل کرے۔ شک سے بچنا چاہئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سحری میں اور فجر کی نماز میں پچاس آیت پڑھنے کے فرق ہوتا تھا (بخاری مسلم) آخر رات میں سحری بہتر ہے اگر کوئی شخص اذان کے وقت دودھ وغیرہ کا پیالہ لئے ہوئے ہے پی لینا چاہئے بشرطیکہ اذان مشکوک وقت میں ہورہی ہے کہ فجر قریب ہے سفیدی ظاہر نہیں ہوئی۔ مشکوک وقت میں فجر کی اذان درست ہے۔

رمضان میں دو اذان

ماہ رمضان میں اگر دو اذانیں کہی جاویں ایک اذان آخر رات سحری تہجد کیلئے اور ایک اذان بعد صبح صادق نماز کیلئے سنت ہے۔ عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان بلالا ینادی بلیل فکلوا واشربوا حتی ینادی ابن مکتوم قال وکان ابن مکتوم رجلا اعمی لاینادی حتی یقال لہ اصبحت اصبحت متفق علیہ۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بلال رات

ہیں اذان کہتا ہے تم لوگ کھاتے پیتے رہو۔ یہانتک کہ عبداللہ بن مکتوم اذان کہے۔ عبداللہ بن مکتوم اندھے تھے جو وقت لوگ انسے کہتے تھے صبح ہوگئی صبح ہوگئی یہ اذان کہتے تھے۔

رات میں تہجد کیلئے جو اذان کہے وہ موذن خاص مقرر کردیا جائے تاکہ لوگوں کو معلوم رہے کہ یہ اذان تہجد کی ہے آواز سے لوگ معلوم کرلینگے اور جو فجر کے وقت آذان کہے وہ بھی خاص آدمی ہو تاکہ معلوم ہوجاوے کہ آذان فجر کی ہے۔

روزہ افطار کرانا باعث ثواب

قال رسول اللہ صلعم من فطر صائما کان لہ مثل اجرہ غیر ان ینقص من اجر الصائم شیئا۔ ترمذی حسن صحیح ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو کوئی کسی روزے دار کا روزہ افطار کرادے روزے دار کے برابر ثواب ملیگا روزے دار کے ثواب میں کمی نہ ہوگی۔

سلمان فارسی صحابی کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو شعبان کے آخر دن میں خطبہ سنایا فرمایا اے لوگو ایک مہینہ بڑا بزرگ برکت والا آیا۔ اس مہینہ میں ایک رات ہے ہزار مہینے کے برابر ثواب میں یعنی شب قدر کی رات) اللہ نے اس مہینہ کا روزہ فرض کردیا (رمضان کے) راتوں میں نفلی قیام کرنا (رات کو نماز پڑھنا) مقرر کردیا۔ جو کوئی شخص کسی بھلائی کے ذریعے رمضان میں تقرب حاصل کرے (اللہ تعالی سے) گویا کہ دوسرے دنوں میں اسنے فرض ادا کیا اور جو فرض رمضان میں ادا کرے۔ گویا کہ ستر فرض دوسرے دنوں میں ادا کئے۔ یہ مہینہ صبر کا ہے۔ صبر کا بدلہ جنت ہے۔ یہ مہینہ (لوگوں کے ساتھ) سلوک کرنیکا ہے۔ یہ مہینہ ہے مومن کی روزی میں برکت ہوتی ہے کسی شخص نے کسی روزہ دار کا مہینہ رمضان میں روزہ افطار کرایا گناہ اسکے معاف ہوجاتے ہیں اور جہنم سے گردن اسکی آزاد ہوجاتی ہے۔ روزے دار کو جسقدر ثواب روزے کا ملتا ہے افطار کرانیوالے کو بھی ثواب ملتا ہے۔ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ اسکی طاقت ہر ایک لوگ ہم میں نہیں پاتے کہ روزے دار کے روزہ کو افطار کراویں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ پاک یہ ثواب عنایت فرماتا ہے ایک گھونٹ دودھ پر ایک کھجور پر ایک گھونٹ پانی پر۔ اور اور جسنے روزہ دار کو آسودہ کرکے (کھلا) پلادیا۔ اللہ پاک قیامت کے دن) میرے حوض (کوثر) سے پلائیگا (کہ پھر) پیاسا نہیں ہوگا۔ یہانتک کہ جنت میں داخل ہو۔ یہ مہینہ ہے اول (دس روز) رحمت کے ہیں۔ اور (دوسرا عشرہ) درمیان والا مغفرت کا ہے (آخری عشرہ) میں دوزخ سے لوگ آزاد کئے جاتے ہیں۔ جو کوئی شخص لونڈی غلام پر آسانی کرتا ہے رمضان میں اللہ پاک اسکے گناہ بخش دیگا۔ اور دوزخ کی آگ سے آزاد کردے گا بیہقی۔ کثرۃ طرق سے یہ حدیث آئی ہے اسوجہ سے قابل حجت ہے۔ نوکر خادم خادمہ پر آسانی کرنا ماہ رمضان میں حدیث مذکور میں داخل ہے تاکہ روزہ بآسانی رکھ سکیں۔ حاصل یہ ہے روزے دار کو روزہ کھلانا افطاری کے وقت میں باعث ثواب ہے لوگوں کے یہاں افطاری بھیجنا مساجد وغیرہ میں افطاری کرنے کیلئے کھانا وغیرہ دودھ شربت بھیجنا باعث ثواب ہے مہینہ رمضان میں عزیز رشتہ دار یتیم بیوہ مساکین غرباء کے ساتھ سلوک کرنا باعث ثواب ہے فرض ادا کرنیکا درجہ رکھتا ہے۔

تراویح تہجد نفل ذکر اللہ صدقہ زکوٰۃ

مہینہ رمضان میں تلاوت قرآن ذکر اللہ استغفار تسبیح تہلیل تکبیر کی کثرت ہونی چاہئے صدقہ خیرات کی کثرت کرنی چاہئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت رمضان میں ہوا کیطرح تیز ہوجاتی تھی رمضان میں صدقہ خیرات وغیرہ میں اپنے ارمان پورے کئے جاویں یہ مہینہ پھر ہمیشہ کہاں ملتا ہے۔

مہینہ رمضان زکوٰۃ ادا کرنیکا مہینہ ہے۔ ستر زکوٰۃ ادا کرنیکا ثواب حاصل ہوگا۔ نفلی نیکیوں کو رمضان میں ادا کرنیسے فرض کا ثواب ہے۔

رمضان کی راتوں میں جماعت سے تراویح پڑھنا باعث ثواب ہے اسیطرح تہجد نفلی نمازیں اول رات میں ہو یا درمیانی رات میں۔ آخر رات

میں زیادہ فضیلت ہے جماعت سے ہو یا کیلے اکیلے تنہا۔ گھروں میں پڑھیں یا مسجدوں میں کل باعث ثواب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفرلہ ماتقدم من ذنبہ ومن قام رمضان ایمانا واحتسابا غفرلہ ماتقدم من ذنبہ ومن قام لیلۃ القدر ایمانا واحتسابا غفرلہ ماتقدم من ذنبہ بخاری مسلم عن ابی ہریرہ۔ جس نے روزہ رکھا رمضان کا ایمان کے ساتھ اور خلوص نیت سے ثواب کیلئے اسکے گناہ اگلے معاف کردیئے گئے اسیطرح جسنے رمضان کی راتوں میں قیام کیا نفل پڑھا ایمان کے ساتھ خلوص نیت سے ثواب کے لئے اسکے اگلے گناہ بخش دیئے گئے اور جس نے شب قدر کے راتوں میں قیام کیا نفل نماز پڑھا اسکے اگلے گناہ معاف ہوگئے تین روز تیئیس پچیس ستائیس دیں رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت سے پڑھایا۔ اور اسکے بعد آپ نے فرمایا میں ڈرگیا کہ رمضان کی کہیں فرض نہ ہو جائے اس خوف سے گھر سے نہ نکلے یہ بخاری میں ہے بعد وفاۃ پاجانے حضور صلعم یہ خوف جاتا رہا اس وجہ سے با جماعت اور تنہا دونوں طرح مستحب اور باعث ثواب ہے

تعداد تراویح وقیام رمضان

لوگوں کو تراویح قیام اللیل میں جماعت کے ساتھ شامل ہونا چاہیے باعث ثواب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان غیر رمضان میں ہمیشہ تہجد پڑھا کرتے تھے گیارہ رکعت رمضان میں تہجد آپ کی غیر رمضان میں سات رکعت نو رکعت گیارہ رکعت تیرہ رکعت تک ثابت ہے مع وتر کے۔ صحاح ستہ کی کتابوں میں یہ حدیثیں موجود ہیں۔

قیام اللیل تہجد رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گیارہ رکعت ثابت ہے مع وتر کے۔ بخاری مسلم وغیرہ۔ اگر کوئی شخص تراویح مقرر کرے جو سنت ہے اسکو مقرر کرے یعنی گیارہ رکعت۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں تمیم داری صحابی کو اور ابی بن کعب صحابی کو نماز تراویح پڑھانے کیلئے امام مقرر کیا تھا وہ گیارہ رکعت پڑھایا کرتے تھے (موطا) اگر کوئی شخص رمضان میں زیادہ رکعت کے ساتھ عبادت کرنا چاہتا ہے کبھی بیس رکعت کبھی چالیس رکعت کبھی اکتالیس مع وتر کے۔ علی ہذا القیاس صحابہ کا فعل ہر ایک پر موجود ہے۔ درست ہے۔ فقط بیس رکعت سنت عمرؓ کی کہنا بے ثبوت ہے۔

اعتکاف وشب قدر کا بیان

اعتکاف سنت موکدہ ہے قرآن میں اس عبادت کا ذکر موجود ہے۔ اعتکاف کہتے ہیں اللہ سبحانہ کے واسطے مسجد میں اپنے خود کو مقید کردیں ذکر اللہ وعبادت وتلاوت قرآن کیلئے ایک دن نصف دن ایک رات اور اس سے زیادہ جتنے روز تک چاہے اعتکاف کرے درست ہے فرمایا اللہ پاک نے فلا تباشروھن وانتم عاکفون فی المساجد جسوقت تم مسجدوں میں اعتکاف کئے ہو بیویوں سے نہ ملو۔ اعتکاف مسجد میں کرنا چاہیے مرد عورت دونوں اعتکاف کریں سنت ہے۔ جوان عورت کیلئے محرم کی ضرورت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے اور آپ کی بیویاں اعتکاف کرتی تھیں اعتکاف والا بغیر ضرورت مسجد سے نہ نکلے۔ حاجت ضرورت کیلئے نکلنا درست ہے جیسے پاخانہ پیشاب یا کوئی گھر سے کھانا لانے والا نہیں ہے جاکر خود لاوے۔ نماز جمعہ کیلئے جاوے جس مسجد میں جمعہ ہوتا ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب قدر کی تلاش کرنے کیلئے پہلے عشرہ میں اعتکاف کیا اسکے بعد دوسرے عشرہ میں اعتکاف کیا۔ اللہ پاک کی طرف سے آپ کو اطلاع ہوئی جسکو ڈھونڈھ رہے ہو یعنی شب قدر وہ آخر عشرہ رمضان میں ہے پھر آپ نے عشرہ آخر کا اعتکاف کیا۔ اور ہمیشہ اس پر دوام کیا جب تک زندہ رہے۔ صحیح بخاری مسلم وغیرہ میں یہ کل مذکور ہے۔ جب آخر عشرہ داخل ہوتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اہل و عیال سے کنارہ کشی کرکے عبادت میں کوشاں ہوتے۔ رات عبادت میں گذارتے اپنی اولاد کو عبادت کیلئے جگایا کرتے کہ اٹھو عبادت کرو

عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعتکف العشر الاواخر من رمضان حتی توفاہ اللہ عزوجل رواہ البخاری ومسلم۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشرہ آخیر رمضان میں ہمیشہ اعتکاف کرتے تھے یہانتک کہ اللہ نے آپ کی روح کو قبض کرلیا یعنی انتقال فرماگئے۔

عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا دخل العشر الاواخر احیا اللیل وآیقظ اھلہ وشد المئزر۔ متفق علیہ۔ جبوقت عشرہ آخر رمضان کا داخل ہوتا تھا۔ رات کو زندہ رکھتے۔ اپنے اہل کو جگاتے اور خود عبادت کیلئے کمربستہ ہوجاتے۔

صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشرہ آخر رمضان میں اسقدر کوشش کرتے (عبادت میں) دوسرے وقت اسقدر نہ کرتے۔ پانچراتوں میں شبقدر مخفی ہے اکیسویں رات۔ تیئسویں رات۔ پچیسویں رات۔ ستائیسویں رات۔ انتیسویں رات۔ شب قدر کی رات عبادت کا ثواب ہزار مہینے کے عبادت سے بڑھکر ہے۔ حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلعم سے کہا اگر میں شب قدر پاؤں کیا دعا پڑھوں آپنے فرمایا یہ (دعا) پڑھو۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ ترمذی وحسنہ واحمد وابن ماجہ

صدقہ فطرہ

جب رمضان پورا ہوجاوے صدقہ فطرہ ادا کرنا فرض ہے ہر ایک مسلمان مرد عورت بوڑھے جوان بچے پر ہر ایک کیطرف سے فطرہ ادا کیا جاوے پونے تین سیر کے قریب جو گیہوں۔ کھجور۔ چاول وغیرہ متوسط درجہ کا غلہ عید کے نماز سے پہلے ادا کیا جاوے فطرہ ادا ہوگا۔ اور فطرہ کا ثواب حاصل ہوگا۔ اور اگر عید کے نماز کے بعد فطرہ ادا کیا فطرہ کا ثواب نہیں ہوگا بلکہ صدقہ کا ثواب ہوگا۔ فقیر مسکین طلبا مسافر وغیرہ مسلمانوں کو دیا جاوے اسمیں کافر مشرک کا حصہ نہیں۔ اگر کسی ضرورت یا مجبوری سے غلہ ادا نہ کرے پونے تین سیر کی قیمت پیسہ ادا کرے درست ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فطرہ کو زکوٰۃ فرمایا ہے زکوٰۃ میں قیمت درست صاف طور پر حدیث میں مذکور ہے۔

عن ابن عمر قال فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکوٰۃ الفطر من رمضان صاعا من تمر او صاعا من شعیر علی العبد والحر والذکر والانثی والصغیر والکبیر من المسلمین رواہ الجماعۃ۔ بخاری مسلم وغیرھما۔ زکوٰۃ فطرہ رمضان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض کیا ایک صاع کھجور ایک صاع جو۔ غلام آزاد مرد عورت بچے بڑے ہر ایک مسلمان پر۔ ابوسعید خدری صحابی کہتے ہیں ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں فطرہ نکالتے تھے آٹا ایک صاع ایک صاع کھجور ایک صاع برنہ جو ایک صاع منقی ایک صاع تیز ایک صاع پنیر۔ دار قطنی۔ صاع ایک برتن کا پیمانہ ہے غلہ وغیرہ اس سے ناپتے ہیں۔

فطرہ ادا کرنا باعث ثواب ہے بعد نماز فطرہ روا نہیں ہوگا

عن ابن عباس قال قال فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکوٰۃ الفطر طھرۃ للصائم من اللغو والرفث وطعمۃ للمساکین فمن اداھا قبل الصلوۃ فھی زکوٰۃ مقبولۃ ومن اداھا بعد الصلوۃ فھی صدقۃ من الصدقات رواہ ابوداؤد وابن ماجہ وصححہ الحاکم۔ عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ فطرہ کی فرض فرمایا۔ روزے دار کا روزہ صاف تھرہ پاک ہوجاتا ہے۔ بیہودہ بات لغو کام۔ فحش وغیرہ سے اور مسکینوں کا کھانا کھلانا ہے۔ جو شخص فطرہ ادا کریگا نماز (عید کے) پہلے اسکا صدقہ قبول ہے اور جو فطرہ ادا کریگا بعد نماز (عید کے) وہ صدقوں میں سے ایک صدقہ ہے۔

جو کچھ باتیں لغو بیکار زبان سے گالی گلوچ وغیرہ اور گناہ صغیرہ کا مرتکب ہوجاتا ہے روزے کی حالت میں روزے میں نقصان آجاتا ہے

قابل قبول نہیں ہوتا جسوقت صدقہ فطرہ ادا کیا جاتا ہے روزہ درگاہ الہی میں قبول ہو جاتا ہے۔ عن جریرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صوم شہر رمضان معلق بین السماء والارض ولا یرفع الا بزکاۃ الفطر ترغیب ترہیب یہ حدیث غریب ہے سند خوب کھری جید ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں روزہ رمضان کا درمیان زمین آسمان کے معلق رہتا ہے اور حضور الہی میں قبول نہیں ہوتا مگر زکوٰۃ فطرہ ادا کرنیکے بعد۔ اور جو شخص فطرہ ایک صاع گیہوں وغیرہ ادا کرنے پر قادر نہیں تنگ دست ہے آدھا صاع فطرہ بھی ادا کر سکتا ہے جسکا صحیح اندازہ سوا سیر گیہوں ہوتا ہے اسکے متعلق احادیث وارد ہیں اور ایک جماعت صحابہ کا یہی مسلک ہے۔

فطرہ ادا کرنا ہر ایک دولتمند غریب دونوں پر ہے وہ غریب جو ایک صاع آدھا صاع ادا کرنے پر قادر ہے۔ فطرہ چاند دیکھنے کے بعد واجب ہو جاتا ہے گھر سے نماز عید کیلئے نکلنے سے قبل ادا کرنا چاہئے۔ حدیث صحیح میں اسیطرح ہے فضیلت اسی میں ہے۔ عید کے چاند سے پہلے دو چار دن یا زیادہ اگر فطرہ دیا جاوے درست ہے۔ مسکین محتاج مسلمانوں کو عید کے دن گداگری سے بچانا چاہئے فطرہ دیکر بے پرواہ کر دینا چاہئے۔ حدیث میں اسیطرح ہے ترغیب ترہیب۔

بیان عید

عید کی رات بزرگ ہے امامہ صحابی سے حدیث آئی ہے جو عید کی رات نماز پڑھیگا خلوص نیت سے اللہ کیلئے اس کا دل ہوشیار ہوگا تسکین کے ساتھ جسدن اور لوگوں کے دل مرجھائے ہونگے۔ ابن ماجہ راوی کل ثقہ ہیں مگر ایک راوی بقیہ مدلس ہے۔ اسکی فضیلت میں ایک حدیث معاذؓ سے وارد ہے دوسری روایت عبادہ بن صامت سے ہم معنی حدیث امامۃ ترغیب ترہیب۔ دونوں عید کے دن روزہ رکھنا حرام ہے۔ یعنی عید الفطر اور عید الضحیٰ اور تین دن ایام تشریق یعنی عید قربانی دسویں تاریخ کے بعد گیارہویں بارہویں تیرہویں ذی الحجہ۔ عید کی نماز سنت موکدہ ہے بعض علماء کے نزدیک واجب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اسپر دوامی ہے۔ اچھے کپڑے عید کے دن پہنے جاویں خوشبو تیل وغیرہ لگا دیں غسل کر لینا بھی بہتر ہے ذکر اللہ اکبر کہتے ہوئے راستوں سے نماز عید کیلئے جاویں اور دوسرے راستے سے بعد نماز ذکر اللہ کرتے ہوئے واپس ہوں کچھ کھجور وغیرہ کھا کر نماز عید کے لئے جاویں سنت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں عید اور جمعہ میں کپڑا سرخ پہنتے تھے۔ ابن خزیمہ۔ نیل الاوطار۔ دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دھاری دار چادر بھی عیدین میں اوڑھتے تھے۔ نیل

حضرت علیؓ فرماتے ہیں پیدل عید کیلئے جانا سنت ہے اور گھر سے نکلنے کے پہلے کچھ کھا لینا سنت ہے۔ ترمذی حدیث حسن ہے۔ انس صحابی کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کیلئے نہیں جاتے تھے یہانتک کہ کچھ کھجوریں کھا لیتے تھے اور طاق کھاتے تھے (بخاری احمد) اور عید قرباں میں جب واپس ہوتے تھے اسوقت اپنی قربانی کے گوشت کھاتے ابن ماجہ ترمذی + جابر صحابی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عید کیلئے ایک راستہ سے جاتے اور دوسرے سے آتے۔ (صحیح بخاری) نماز عید جنگل میں ادا کرنا سنت ہے (بخاری ابوداؤد ابن ماجہ)۔ نماز کا وقت آفتاب نکلنے کے بعد سے دوپہر کے پہلے تک ہے۔ جب روشنی پھیل جاوے نماز اشراق کا جو وقت ہے وہی اول وقت نماز عید کا ہے اور یہی مسنون ہے ابوداؤد وغیرہ میں اسی طرح ثابت ہے اس حدیث کے راوی کل ثقہ ہیں۔ نماز عید میں نہ اذان ہے نہ اقامت کہنا۔ خطبہ سے پہلے نماز عید کی پڑھنی چاہئے اس پر عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وخلفاء کا رہا ہے۔

عورتوں کا نماز عید کیلئے جانا

عورتیں اور بڑی جوان لڑکیں کنواری ہر ایک کو نماز عید کیلئے عید گاہ میں جانا سنت ہے۔ حضرت ام عطیہ فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو حکم فرمایا کہ ہم نماز

عید کیلئے آزاد عورتوں کو کنواری جوان عورتوں کو لیجاویں۔ حیض والی عورتوں کو بھی۔ حائضہ مصلی سے الگ رہیں مسلمانوں کے ساتھ نیکیوں اور دعاؤں میں شریک ہوں۔ میں نے کہا یا رسول اللہ بعض عورتیں ہم میں ان کے پاس چادرے نہیں ہیں (کہ وہ اوڑھ کے جاویں) آپ نے فرمایا ان کی بہنیں (مسلمان عورتیں) انکو چادرے اوڑھا کر لیجاویں۔ بخاری مسلم) حائضہ عورتیں لوگوں سے (نماز پڑھنے والی عورتوں سے) پیچھے رہیں۔ لوگوں کے ساتھ تکبیروں میں شامل رہیں۔ (مسلم ابوداؤد)۔

تکبیروں کی عید میں کثرت ہونی چاہیے

فرمایا اللہ پاک نے روزے کو پورا کرو اور تکبیریں کہو قال اللہ تعالی ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ علی ما ھدکم۔ اس آیت کریمہ سے بعض علماء کے نزدیک عید میں تکبیر کہنا واجب ہے اور اکثر علماء سنت کہتے ہیں رستے میں آتے جاتے وقت نماز سے پہلے نماز کے بعد عیدگاہ میں تکبیر لوگ کہیں۔ اسطرح اللہ اکبر اللہ اکبر کبیرا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔

بعض حدیث میں ہے عیدوں کو زینت دو اللہ اکبر کہکر۔ طبرانی۔ لیکن حدیث ضعیف ہے۔ عبد اللہ بن عمرؓ عیدگاہ میں جاتے زور سے تکبیر کہتے ہوئے۔ ایک روایت میں ہے عبداللہ بن عمر عیدگاہ میں دن عید فطر کے بعد طلوع ہونے سورج کے تشریف لیجاتے تکبیر کہتے ہوئے یہانتک کہ عیدگاہ میں پہنچتے۔ پھر تکبیر کہتے رہتے تھے جب امام آکر بیٹھ جاتا اسوقت تکبیر ترک کرتے۔

نماز عید

نماز عید دو رکعت ہے تکبیر تحریمہ لیکر آٹھ تکبیریں سورہ فاتحہ کے پہلے کہی جاویں دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے پڑھنے سے پہلے پانچ تکبیریں کہی جاویں ترمذی ابوداؤد وغیرہ میں اسی طرح ہے یہی سنت مضبوط ہے۔ چھ تکبیروں کے ساتھ نماز عید حدیث مرفوع صحیح سے صاف طور پر ثابت نہیں بعض صحابہ کا فعل موجود ہے۔

سمرۃ صحابی سے حدیث وارد ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں نماز عید میں سبح اسم ربک الاعلی اور ھل اتاک حدیث الغاشیہ سورتیں پڑھتے۔ احمد۔ طبرانی دوسری حدیث صحیح میں ہے عید الفطر۔ عید الضحی میں سورہ ق اور سورہ قمر پڑھا کرتے تھے

عید کے بعد چھ روزے سنت ہیں

ماہ رمضان کے روزے ایک مہینہ کے ہوئے اسکا ثواب دس مہینہ کا ہے ہر ایک روزے کا ثواب دس روزے کا ہے تو اس قاعدے سے تیس روزے کا ثواب تین سو دن کا ثواب ہوا۔ سال بھر کے روزے کے ثواب میں دو مہینہ کی کمی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عید کے بعد شوال میں چھ روزے رکھو دو مہینہ کا ثواب اسکا ہوگا پورے سال کے روزے کا ثواب حاصل ہوگا اسکو شش عید کے روزہ کہتے ہیں۔

عن ابی ایوب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من صام رمضان ثم اتبعہ ستا من شوال فذالک صیام الدھر رواہ مسلم وغیرہ۔ ابوایوب انصاری کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسنے روزہ رمضان کا رکھا پھر چھ روزے بعد کو شوال میں رکھے اسکو سال بھر روزے کا ثواب ہے) دوسری روایت میں تمام السنۃ ہے وقال من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا۔ ابن ماجہ یہی مذہب شافعی واحمد وداؤد وغیرہم کا ہے۔ امام مالکؒ امام ابوحنیفہؒ ناجائز کہتے ہیں لیکن ان کو حدیث نہیں پہونچی۔ حدیث صحیح سے روزۂ مذکورہ ثابت ہے۔

تمت وللہ الحمد والمنہ

۱۰ شعبان ۱۳۵۲ھ

نصاب تعلیم دار الحدیث رحمانیہ دہلی

محدث کی گذشتہ اشاعت میں تاریخ رحمانیہ کے ساتھ نصاب تعلیم بھی شائع ہوا ہے۔ وہ نصاب اب سے پہلے رائج تھا۔ اسلئے تاریخی اعتبار سے شائع کیا گیا تھا۔ اب اس میں ضروری ترمیم کے بعد حسب ذیل نصاب منضبط کیا گیا ہے جو بعد رمضان سے رائج رہیگا۔ (مدیر)

جماعت اولیٰ

کتب ضروری

		ماہ
۱	شرح مائۃ عامل	۳
۲	ہدایۃ النحو	۶
۳	فصول اکبری	۶
۴	کبری	۶
۵	ترجمہ قرآن مجید دو پارہ (۲۹ - ۳۰)	۴
۶	مجانی الادب تا ص۵۸	۵
۷	انشار متعلقہ اخلاق بزبان اردو	

کتب اختیاری

(۱) آئینہ حقیقت نما (۲) جغرافیہ ہندوستان۔
(۳) اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر۔

جماعت ثانیہ

کتب ضروری

		ماہ
۱	کافیہ	۹
۲	ترجمہ قرآن مجید ۵ پارہ (از ۲۴ تا ۲۸)	۶
۳	بلوغ المرام کامل	۹
۴	مرقات	۵
۵	دروس التاریخ حصہ اول و دوم	۶
۶	انشار متعلقہ اقتصادیات بزبان اردو	

کتب اختیاری

(۱) سیرت امین۔ (۲) الفاروق۔
(۳) جغرافیہ ایشیا۔

جماعت ثالثہ

کتب ضروری

		ماہ
۱	مشکوٰۃ نصف اول	۹
۲	ترجمہ قرآن آٹھ پارہ (۱۶ تا ۲۳)	۷
۳	شرح تہذیب	۶
۴	شرح جامی تا مرفوعات ختم	۵
۵	شرح وقایہ جلد اول	۶
۶	رشیدیہ	۳
۷	دروس التاریخ حصہ سوم	۴
۸	ترجمتین و جواب مضمون متعلقہ مذہب بزبان اردو	

کتب اختیاری

(۱) فوز الاصغر۔ (۲) تاریخ فلسفۂ اسلام
(۳) تہذیب الاخلاق۔ عقیدہ احمد بن حنبل

جماعت رابعہ

کتب ضروری

		ماہ
۱	مشکوٰۃ نصف ثانی	۹
۲	شرح وقایہ جلد ثانی	۶
۳	قطبی کامل	۹
۴	تلخیص مع نقط الدائرہ	۶
۵	اقلیدس مقالہ نصف اول	۳
۶	سراجی	۵
۷	نور الانوار تا حقیقت مجاز	۴
۸	سبعہ معلقہ چار اول	۳
۹	ترجمتین و جواب مضمون بزبان عربی متعلقہ اخلاق	

کتب اختیاری

(۱) مفتاح السنہ۔ (۲) اعجاز القرآن
(۳) نہایۃ الایجاز۔

جماعت خامسہ

کتب ضروری

نمبر	کتاب	ماہ
۱	ترمذی شریف کامل	۹
۲	تفسیر جلالین نصف اول	۶
۳	ابن ماجہ	۴
۴	دیوان متنبی تا قافیہ دال	۶
۵	مختصر المعانی فن اول	۵
۶	ہدیہ سعیدیہ	۶
۷	شرح عقائد	۴
۸	شرح نخبہ	۴
۹	ترجمتین وجواب مضمون متعلقہ اقتصادیات بزبان عربی	

کتب اختیاری

(۱) فوز الکبیر و تاریخ علم الشرائع۔ (۲) بدایۃ المجتہد۔
(۳) حجۃ اللہ البالغہ

جماعت سادسہ

کتب ضروری

نمبر	کتاب	ماہ
۱	ابوداؤد شریف	۹
۲	نسائی شریف	۶
۳	صدرا تا بحث مکان	۶
۴	سلم العلوم کامل	۶
۵	مقامات حریری ۱۵ مقامہ	۴
۶	رسالہ میر زاہد	۳
۷	تصریح	۳
۸	تاریخ خضری حصہ اول	۶
۹	ترجمتین وجواب مضمون متعلقہ تصوف بزبان عربی	

کتب اختیاری

(۱) رسالہ حمیدیہ۔ (۲) مقاصد الفلاسفہ۔
(۳) معیار العلم۔

جماعت سابعہ

کتب ضروری

نمبر	کتاب	ماہ
۱	بخاری شریف جلد اول	۹
۲	مسلم شریف کامل	"
۳	تفسیر بیضاوی سورۂ بقر	۴
۴	حمد اللہ تا شرطیات	۶
۵	مؤطا امام مالکؒ	۵
۶	مسلم الثبوت	۳
۷	شرح چغمینی تا بحث قسی	۵
۸	ترجمتین وجواب مضمون متعلقہ ادب عربی بزبان عربی	

کتب اختیاری

(۱) تاریخ اسلام۔ (۲) نقد الشعر۔
(۳) البیان والتبیین۔

جماعت ثامنہ

کتب ضروری

نمبر	کتاب	ماہ
۱	بخاری شریف جلد ثانی	۹
۲	قاضی تا موضوع	۶
۳	دیوان حماسہ (باب الحماسہ والادب)	۴
۴	ہدایہ جلد ثالث (عبد ماذون خارج)	۹
۵	میر زاہد امور عامہ	"
۶	اشارات کامل	"
۷	توضیح تلویح بحث حقیقت مجاز (داخل)	۶
۸	ترجمتین وجواب مضمون متعلقہ مذہب بزبان عربی	

کتب اختیاری

(۱) تہافۃ الفلاسفہ (۲) مقدمہ فتح الباری۔
(۳) شرح مقاصد (۴) زاد المعاد۔

اسلام سے پہلے عرب کے مذاہب[1]

(از عبدالحلیم ناظم مولوی فاضل "ایڈیٹر محدث")

عرب دنیا کا وہ خطہ ہے جہاں آفتاب اسلام کی جاودانی کرنیں سب سے پہلے ضیاپاش ہوئیں۔ پھر اس مبارک سرزمین سے یہ حقیقی روشنی دنیا کے گوشہ گوشہ میں قیامت تک کیلئے پھیل گئی۔ یہ ایک بے نقاب حقیقت ہے کہ جس زمانہ میں (چھٹی صدی عیسوی) اسلام کا نور عرب میں چمکا اسوقت اسلام کا نام لیوا کوئی فرد بشر نہ تھا۔ جب ہادی اسلام نے تن تنہا تبلیغ واشاعت کی تو آناً فاناً اسلام کی ٹھنڈی اور لطیف ہوائیں لوگوں کے دلی اور اعتقادی کشت زار کو لہلہانے لگیں۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ دنیا کی انسانی آبادی بالخصوص زمانہ قدیم میں ہر جگہ کوئی نہ کوئی اعتقادی اعتبار اور مذہبی حیثیت ضرور رکھتی تھی۔ لہذا جزیرۂ عرب کے وہ لوگ جو اسلام سے پہلے آباد تھے ان میں بھی مذاہب کی ترویج ضرور رہی ہوگی مضمون ذیل میں عام لوگوں کی معلومات کیلئے ہمیں یہی بتانا مقصود ہے۔ اسوقت ہمارے پیش نظر ابن ہشام، ارض القرآن، ادب العرب وغیرہ کئی کتابیں ہیں جن میں ہمارے مقصد کی غیر معمولی تفصیل موجود ہے۔ لیکن ہم ناظرین کے فائدہ کیلئے اجمال کو مد نظر رکھتے ہوئے صرف خلاصہ پر اکتفا کرتے ہیں۔

دنیا کی قدیم تاریخوں سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام سے پہلے عرب میں امم سامیہ ہی پائی جاتی تھیں۔ امم سامیہ سے مراد عاد، ثمود، طسم وجدیس وغیرہ وہ قبائل ہیں جو اپنی سرکشی ونافرمانی کی وجہ سے خدا کی طرف سے ہلاک کئے گئے۔ ان لوگوں کی ہدایت کیلئے کئی آسمانی پیغمبر حضرت ابراہیمؑ، حضرت ہودؑ اور حضرت صالحؑ وغیرہ آئے تھے۔ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ ان انبیاء کرام نے اپنی متعلق قوموں کو بت پرستی اور ستارہ پرستی سے منع کیا تھا۔ لہذا ان آیتوں سے امم سامیہ کا مذہب بآسانی معلوم ہوتا ہے عرب میں ایک بہت بڑا قبیلہ اہل معین آباد تھا جو بالکل بت پرست تھا۔ بنو قحطان جو سبا کے ساتھ مشہور ہیں آفتاب پرست تھے۔ جیسا کہ ملکۂ سبا بلقیس کے اقوال سے ظاہر ہے۔ آخر میں بنو اسماعیل آباد ہوئے یہ پہلے تو عرصہ تک دین حنیف پر رہے۔ لیکن بعد بدرجہ بت پرست ہوگئے۔ مدین میں حضرت شعیبؑ مبعوث ہوئے تھے (والی مدین اخاھم شعیبا۔ الایۃ) انہوں نے قوم مدین کو غیر اللہ کی عبادت سے منع کیا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم مدین مشرک تھی۔ اصحاب الایکہ جنہوں نے اپنے نبی ہادی کی تکذیب کی بت پرست تھے بعل کو پوجتے تھے۔ بنو ادم یا بنو ایوب آفتاب پرست تھے عرب کے مشہور قبیلے اوس وخزرج بت پرست وستارہ پرست تھے۔ قبائل غسانی لخم کے کل بت پرست تھے۔ اب اسلام سے کچھ پہلے عرب کی تاریخ دیکھئے۔ اسوقت عرب میں اعاظم پرستی، قومی پرستی، ستارہ پرستی اور ہنود بت پرستی مروج تھی۔ اسوقت عرب کے مستند مذاہب پانچ تھے۔ یہودیت، نصرانیت، مجوسیت، صابیت، حنیفیت، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والنصارٰی والصابئین والمجوس الآیہ۔ ہر ایک کی اجمالی شرح ملاحظہ فرمائیں۔

---

[1] یہ میرے زمانۂ طالبعلمی کی ایک تقریر ہے جو انجمن کے رجسٹر انضباط میں بہت سی تقریروں کے ساتھ محفوظ تھی۔ ہم آئندہ بھی افادۂ عام کیلئے انجمن کی دوسری محفوظ تقریریں ان صفحات میں شائع کرینگے ۱۲ ایڈیٹر

(۱) **یہودیت** ۔ ان کا عقیدہ تھا کہ (نعوذ باللہ) عزیرؑ خدا کے بیٹے ہیں۔ قرآن مجید نے اگرچہ ان کے صرف اسی عقیدہ کو ذکر کیا ہے لیکن ان کی اندرونی خرابی مذہبی و معاشرتی حیثیت سے بہت کچھ بتائی۔ یہ مذہب اندرون عرب میں خوب پھیلا۔ جبوقت قرآن نے کہا وقالت الیھود عزیر ابن اللہ الایہ اس زمانہ میں اس خیال کی کسی نے تردید نہیں کی۔ آج کل بعض یہودی کہتے ہیں کہ یہ ہمارا عقیدہ نہیں لیکن ان کا کہنا غلط ہے۔ یہودیوں میں ایک فرقہ ایسا ضرور تھا جس کا یہ عقیدہ خدا نے ظاہر کیا۔ یہودیوں کی کثرت اسی سے معلوم ہوسکتی ہے کہ شاہان حمیر سب یہودی تھے۔ بنی کنانہ، بنی الحارث کندہ، بنو قریظہ، بنو نضیر، بنو قینقاع اور اہل خیبر کل یہودی تھے۔ یثرب (مدینہ) میں بھی کافی یہودی تھے۔ یہ طبقہ مسلمانوں کا بدترین دشمن تھا۔

(۲) **نصرانیت** ۔ یہ شام کا شاہی مذہب تھا اسی لئے شام کیطرف کے اکثر علما نصرانی تھے۔ یعنی شمالی عرب جیسے لخم، جذام، عاملہ اور مذحج وغیرہ قبائل عیسائی تھے۔ حیرہ میں عیسائی خوب پھیلے۔ اندرون عرب انکی نشو ونما بہت کم ہوئی۔ آخر کار حضرت عمرؓ کے عہد سے عرب میں نصرانی بالکل ناپید ہوگئے۔ قرآن مجید نے ان کے کئی عقائد ذکر کئے ہیں جن میں ایک یہ ہے۔ لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلثۃ الایہ۔ (جن لوگوں نے کہا کہ اللہ تین کا تیسرا ہے وہ کافر ہیں (مراد نصرانی ہیں) آج بعض عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت مریمؑ کو خدا ماننا ہمارا عقیدہ نہیں یہ قرآن کا اتہام ہے۔ لیکن اسوقت جبکہ قرآن نے یہ آواز بلند کی کسی نے تردید نہ کی۔ کیونکہ تاریخ سے ثابت ہے کہ نصرانیوں میں ایک نسطوری فرقہ اس بات کا قائل تھا۔

(۳) **مجوسیت** ۔ یہ ایران کا ایک قدیم مذہب ہے۔ اس کا بانی مشہور مصلح زرتشت تھا (یہ خیال بالکل غلط ہے کہ زرتشت بھی نبی تھا۔ اس کا کہیں ثبوت نہیں۔ اسکی تعلیم خود نبوت کے منافی ہے۔ ایک نبی کی تعلیم توحید کے خلاف نہیں ہوسکتی) مجوسی دو خدا کو مانتے تھے۔ یزدان فاعل خیر اور اہرمن فاعل شر۔ اللہ تعالی نے قرآن میں ان کے اس عقیدہ کو ذکر کرکے پوری تردید کی ہے عرب میں یہ مذہب بہت کم پھیلا۔ خال خال کچھ لوگ اس عقیدہ کے تھے ورنہ اسکی بنیاد کچھ مضبوط نہ ہوسکی۔

(۴) **صابیت** ۔ قرآن مجید نے اس مذہب کا صرف تین جگہ ذکر کیا ہے وہ بھی نام ہی نام ہے، عقیدہ کی تشریح نہیں کی۔ اسی وجہ سے ان کا عقیدہ بیان کرنے میں مسلمان متقدمین وعلما مختلف ہیں۔ مجاہد وحسن وغیرہ کا قول ہے کہ یہ مذہب مختلف مذاہب کا مجموعہ تھا۔ یہودیت نصرانیت، مجوسیت، سب کے بعض بعض عقائد اس میں شامل تھے ان کے نزدیک بعض انبیا تو مقبول ومسلم ہیں جیسے حضرت نوحؑ وحضرت ابراہیمؑ وغیرہ لیکن اکثر انبیاء کو یہ لوگ نہیں مانتے تھے۔ ان کا اصل مذہب ستارہ پرستی تھا۔ پانچ وقت ستارہ کی پوجا کرتے تھے۔ اس مذہب کی ابتدا بابل سے ہوئی تھی جہاں حضرت ابراہیمؑ کا مولد ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ جس قوم میں مبعوث ہوئے تھے ان میں بعض لوگ صابی عقائد کے بھی تھے۔ کیونکہ اللہ تعالی حضرت ابراہیمؑ کے متعلق فرماتا ہے فنظر نظرۃ فی النجوم الایہ (یعنی حضرت ابراہیمؑ نے ایک نگاہ ستاروں کو دیکھا) معلوم ہوا کہ یہ ستارہ پرست جماعت تھی جو صابئیں کہے جاسکتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے تبلیغ وہدایت کرتے ہوئے انکی پوری تردید کی ویسے بھی لغوی حیثیت سے دیکھا جائے تو صابی صبا سے مشتق ہے جسکے معنی ستارہ کے طلوع ہونیکے ہیں۔

(۵) **حنیفیت** ۔ اسلام سے کچھ قبل باوجود بت پرستی کے زور کے کچھ لوگ ملت ابراہیمی پر جسکو دین حنیف بھی کہا جاتا ہے قائم تھے۔ جیسے عمرو بن نوفل وغیرہ۔ بعض یوروپین مورخین نے اسلام پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حنیف کے معنی ٹیڑھے اور نیڑھے ہونیکے ہیں اور سریانی میں کافر کو صابی اور عبرانی میں منافق کو صابی کہتے ہیں۔ نتیجہ یہ نکالا ہے کہ اسلام نے دشمنی کی وجہ سے اپنے مخالفوں کا یہ نام

رکھدیا ہے" لیکن یہ خیال بالکل غلط اور عربی سے نابلد ہونیکا ثبوت ہے۔ دراصل عربی میں حنیف کے معنی جھکنے اور مڑنے کے ہیں جس سے مقصد یہ ہے کہ باطل کیطرف سے حق کیطرف جھکا جائے۔ یہ لفظ ہمیشہ صلہ کے ساتھ آیا ہے۔ جیسے حنفاء ﷲ وغیر ذالک۔ حنیف کا مقابل مشرک ہے۔ دوسرے یہ اسلام کے قبل ہی سے ملت ابراہیم حنیف کہلاتی تھی۔ عرب نے سنت ابراہیمی رسم ختنہ بھی اختیار کرلی تھی لہٰذا حنیف مختون کے معنی میں بھی بولا جانے لگا تھا۔ الغرض عیسائیوں کا اعتراض محض بے معنی صرف تعصب ودشمنی پر موقوف ہے لفظ صابی میں بھی تلبیس کیگئی ہے یہ کون نہیں سمجھ سکتا کہ عربکو سریانی وعبرانی سے کیا کام؟ بہر حال مخالفین کا یہ بیہودہ خیال بالکل غلط ہے۔

غرضکہ طلوع اسلام کے وقت عرب کا شرک اور قدیم بت پرستی زوروں پر تھی۔ دین حنیف کی نشرواشاعت کے بعد عرب میں بت پرستی کا سب سے پہلا بانی عمرو بن لحی تھا۔ رسول اﷲ صلی اﷲ علیہ وسلم نے اسکی متعلق بہت کچھ وعید فرمائی ہے قرآن کریم کی ایک آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قبل از اسلام عرب میں دہریت بھی تھی چنانچہ بعض لوگوں کا خیال تھا۔ "وما یھلکنا الا الدھر" (ہمیں زمانہ ہی ہلاک کرتا ہے) یعنی یہ لوگ خدا کا وجود نہیں مانتے تھے۔ ہر ایک چیز کا مختار دہر یعنی زمانہ کو قرار دیتے تھے جیسا کہ آج کل بھی دہریہ کا خیال فاسد ہے۔

مذکورہ بالا خرافات اور بیہودہ خیالات کی ترویج دیکھتے ہوئے چشمۂ رحمت ایزدی جوش میں آیا اور فاران کی چوٹی مطلع آفتاب بنگئی۔ خورشید صداقت طلوع ہوا۔ ہمارے ہادی برحق حضرت محمد رسول اﷲ صلی اﷲ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ باطل کی تمام تاریکیاں دور ہوگئیں۔ اسلام کی حقیقت پاش شعاعوں سے نہ صرف جزیرۂ عرب بلکہ سارا عالم بقعۂ نور بن گیا۔ جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ حق آگیا۔ باطل مٹ گیا بلا شبہ باطل مٹنے والے ہی تھے

خرمن کفر میں اسلام کی بجلی چمکی + شعلۂ حق سے ہوئے سوختہ ساماں باطل

(ایڈیٹر)

تعدد ازدواج

(از مولوی محمد عابد صاحب گیاوی متعلم دار الحدیث رحمانیہ)

اسلام کی عالمگیر ترقی اور لازوال خوبیوں کو دیکھکر دنیا کی تمام قومیں آتش حسد سے جلتی ہوئی اسلام کی دشمن بن رہی ہیں۔ اور اسی دشمنی کا نتیجہ ہے کہ مخالفین ہمیشہ اسلام کے اصول میں غلطیاں تلاش کرتے رہتے ہیں مگر جب اسلام خوبیوں کا مجموعہ نظر آتا ہے اور کہیں کوئی کمی وغلطی نہیں ملتی تو خواہ مخواہ کسی قانون اسلام کی حقیقت کو توڑ مروڑ کر اپنی ناسمجھی سے اعتراضات کرتے رہتے ہیں اسلام نے تعدد ازدواج کو جائز رکھا اس پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ درست نہیں بجائے اسکے کہ ہم اعتراضات کا دندان شکن علمی جواب دیں۔ ہم کچھ اصول فطرت پیش کردینے کے بعد خود مخالفین کے اقوال سے ثابت کردینگے کہ تعدد ازدواج کو اغیار نے بھی بہتر سمجھا ہے۔ اور

یہ چیز صرف اسلام ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ دوسرے مذاہب نے بھی اسے جائز رکھا ہے۔ ہم ان کے ماننے والوں کا اس پر عملی نمونہ بھی صحیح حوالہ سے پیش کر دینگے۔

اصول فطرت

(۱) مرد میں عورت کی نسبت جنسی قوت زیادہ ہے یہ قدرتی بات ہے۔

(۲) ایک مرد جتنی عورتیں رکھے اتنے ہی بچے پیدا ہوں۔ مگر ایک عورت دس مرد رکھکر بھی ایک ہی بچہ پیدا کر سکتی ہے۔

(۳) عورت جننے کے لئے ہے نہ کہ جنوانے کیلئے۔ ایک کھیت کو کئی کاشتکار کاشت نہیں کر سکتے بلکہ ایک کاشتکار کئی کھیتوں کو کاشت میں رکھتا ہے۔

(۴) ایک آقا کی خدمت کئی لونڈیاں کر سکتی ہیں لیکن ایک لونڈی کئی آقاؤں کی خدمت نہیں کر سکتی لہذا مرد و عورت میں جنسی مساوات ناممکن ہے۔ مذکورہ بالا اصول کی بنا پر ایک مرد کو کئی عورتوں کا قدرتی تقاضا ہوا۔

مخالفین کا اعتراف

ڈاکٹر لسنٹرایم۔اے۔ ایل۔ایل۔ ڈی وغیرہ جو السنہ مشرقیہ کے ماہر ہیں۔ اپنی تصنیف میں اس بے بنیاد غلط فہمی کی ان الفاظ میں تردید کرتے ہیں۔ جس شخص کے حالات سے ہم بحث کر رہے ہیں اس کے حالات فرضی افسانوں سے ماخوذ نہیں ہیں بلکہ وہ ایک ایسی بڑی تاریخی شخصیت ہے کہ جسکا ہر ہر قول اور ہر ہر فعل احادیث صحیحہ میں محفوظ ہے جن کو مسلمان قرآن پاک سے صرف دوسرے درجہ پر بلحاظ صحت و اعتبار رکھتے ہیں ان احادیث کی جرح و تنقید میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا گیا اور ان کی صحت کو پرکھنے کیلئے سخت سے سخت قواعد منضبط کئے گئے جب تک کسی حدیث کا راوی رسول پاک کا کوئی معتبر صحابی نہ ہو وہ تسلیم نہیں کی جاتی اور نہ ہی واجب التعمیل سمجھی جاتی ہے۔ اگر بنظر انصاف دیکھا جائے تو ہمارے مسیح کے اقوال و افعال ایسی تحقیق و جامعیت کے ساتھ ہرگز قلمبند نہیں کئے گئے ان احادیث کے مجموعے کو پیش نظر رکھکر ہم دریافت کرتے ہیں کہ آیا حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو (معاذ اللہ) عیاش بتلانے کے واسطے کوئی سند موجود ہے اگر کوئی من گھڑت روایت نکل بھی آئے تو میں بلا تامل کہہ سکتا ہوں کہ جب اسکی پوری طرح چھان بین کی جائیگی تو وہ بالکل بے بنیاد اور غلط ثابت ہوگی اسکے خلاف جو بات احادیث صحیحہ سے پایہ ثبوت کو پہونچتی ہے وہ آپ کا قابل ستائش طرز عمل ہے کہ آپ نے ایسے لوگوں میں رہ کر اپنے دامن عفت کو عیاشی کے دھبہ سے بچائے رکھا۔ جن کی آلودہ دامانی شہرۂ آفاق تھی۔ جاہل اور ہوسناک عربوں میں آپ نے اپنی زندگی کے پچیس سال کامل پرہیزگاری اور پاک بازی میں بسر کئے اور آخر جب پچیس سال کی عمر میں آپ متاہل ہوئے تو آپنے کسی نوخیز حسینہ سے نہیں بلکہ ایک چہل سالہ بیوہ (حضرت خدیجہؓ) سے شادی کی جب تک یہ بیوی جو آپ کی محسنہ اور آپ کی نبوت پر سب سے پہلے ایمان لانے والی عورت تھیں زندہ رہیں آپ کا طرز عمل ان کے ساتھ وفاداریا رہا اور ان کی وفات کے بعد بھی تمام عمر آپ ان کی ستائش کرتے رہے۔ یہ سچ ہے کہ پچپن سال کی عمر کے بعد آپ نے یکے بعد دیگرے متعدد نکاح کئے لیکن جس شخص نے اس عمر تک اس ضبط اور نفس کشی کا ثبوت دیا ہو اسکی نسبت یہ خیال کرنا قرین قیاس نہیں اور نہ قرین انصاف ہے کہ بعض مجبور کن وجوہ کے علاوہ کوئی اور خیال بھی ان کی تہ میں ہو سکتا ہے۔ میرا گمان ہے کہ بڑھاپے میں ان شادیوں سے آپ کا مقصد صرف اپنے مظلوم و مقتول صحابیوں کی بیواؤں کی سرپرستی کرنا اور انکی عصمت کو بچانا تھا۔ آپ کے پیرووں کی تعداد قلیل تھی اور مخالفوں کا زور تھا مسلمانوں پر طرح طرح کے مظالم توڑے جاتے تھے۔ یہانتک کہ بعض اوقات ان کو کھانا بھی نصیب نہ ہوتا تھا

یہی وجہ تھی کہ بہت سے صحابی ابی سینیا کے عیسائی بادشاہ نجاشی کے پاس پناہ گزین ہوئے اور ایک عرصہ تک اسی کی پناہ میں رہے بعض نے وہیں داعی اجل کو لبیک کہا۔ اسی قسم کے مظلوم وغریب الوطن رفیقوں کی بیواؤں کے ساتھ آپ نے عقد فرمایا تاکہ ان بے چاریوں کی جانیں اور عزتیں برباد نہ ہوں۔ پس یہ خیال کہ آنحضرت نے یہ نکاح کسی نامناسب ارادہ سے کئے محض بے بنیاد ہے خصوصاً جبکہ اس کو مدنظر رکھا جائے کہ آپ جوانی کی حالت میں اپنی پرہیزگاری کا کافی ثبوت دے چکے ہیں۔ حضرت زینب آپ کے آزاد شدہ غلام اور متبنیٰ فرزند زیدؓ کی مطلقہ بیوی تھیں جنہیں آپ اپنے عقد میں لے آئے۔ اس نکاح پر بھی جو ایک خاص مصلحت کو مدنظر رکھا گیا ہے نکتہ چینی اور غلط اور لغو اعتراضات کی بھرمار کی گئی ہے۔ دور جاہلیت میں عرب متبنیٰ کی بیوی سے نکاح کرنا ناجائز سمجھتے تھے اگرچہ اپنے باپ کے مرنیکے بعد اسکی بیویوں سے متمتع ہونے باکل بے باک تھے۔ آپ نے اس لغو رسم کو یہ کہکر توڑا کہ صلبی بیٹا اور متبنیٰ ایک نہیں ہو سکتا اور اسلئے متبنیٰ کی مطلقہ بیوی سے نکاح جائز نہیں پس آپ کا یہ نکاح اس غرض سے تھا کہ اپنے طرز عمل سے منشاء ایزدی کی تکمیل و توثیق کریں اور ایک خیال باطل کی تکذیب کریں نہ اسلئے کہ آپ کو ایک شادی کی ضرورت تھی۔

ڈاکٹر جارج بکر فرماتے ہیں۔ آج کل کے عیسائیوں کی نظروں میں چھٹی صدی اور بیسویں صدی کے رسم ورواج میں بالکل مطابقت اور یکسانی معلوم ہوتی ہے جس سے ان مسیحی مصنفین کی حماقت ظاہر ہوتی ہے۔ پہلی بی بی جس سے حضرت محمد (صلعم) نے خدیجہؓ کے وفات کے بعد شادی کی سودہؓ تھیں۔ جن کا خاوند حبشہ سے آکر فوت ہو گیا تھا اس نے محمد (صلعم) سے اگر اپیل کی اور آپ نے اس پر رحم کھاکر اس سے نکاح کرلیا۔ ایسا ہی بہت سی بی بیوں کا حال ہے۔

ان کے خاوندوں نے خدا کی راہ میں دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنی جانیں قربان کیں۔ ان دنوں میں کم ازکم یہ ضروری تھا کہ ہر ایک عورت ایک گھر رکھتی ہو۔ اور کسی کے نکاح میں ہو۔ آج کل امریکہ میں اس قسم کے حالات ہیں کہ ایک عورت کیلئے ضروری نہیں کہ اس کا ایک مستقل گھر ہو۔ کیونکہ وہ آجکل بورڈنگ ہاؤسوں میں رہ سکتی ہیں یا جیسا کہ آج کل عام طور پر مغربی ممالک میں دکھیا جاتا ہے کہ رات کے وقت شہروں کے کوچوں اور گلیوں میں پھر سکتی ہیں۔ نیز اس زمانے میں آج کل کی طرح کوئی ایسے پیشے اور ایسی تجارتیں اور ایسے دفتر نہ تھے جہاں عورتیں کام کرسکتیں۔ اس زمانے میں کوئی ایسی دکانیں نہ تھیں جہاں عورتیں سودا بیچ سکتیں اور نہ کوئی ایسا کارخانہ تھا جہاں وہ خریداروں کی آؤبھگت کرسکتیں۔ اس زمانے کی عورتیں آج کل کی عورتوں کیطرح کسی مشین کے چلانے پر متعین نہیں ہو سکتی تھیں نہ ریل گاڑی کی ڈرائیوری کا کام کرسکتی تھیں۔ نہ وہ نائی کشتی کی ملاحی کرسکتی تھیں۔ مسیحی ممالک میں ایک بے شوہر عورت خانقاہ میں رہ سکتی تھی اگرچہ یہ خانقاہیں پاکیزگی کی جگہ نہ تھیں۔ مگر عرب میں کوئی ایسی خانقاہ نہ تھی۔ ان بیواؤں میں سے اکثر آپ کیلئے بوجھ تھیں۔ آپ اب بڑھاپے کی طرف جارہے تھے اور کفایت شعاری سے آپ گذارہ کررہے تھے۔ شراب پینا آپ کی عادت نہ تھی۔ اسلئے ان کا وہ حال نہیں ہوسکتا تھا جو آج کل مسیحی ممالک میں لوگوں کا حال ہے کیونکہ یہ لوگ عمدہ عمدہ غذائیں کھاتے ہیں۔ گوشت اور مختلف قسم کی شراب مثلاً وائین۔ وسکی۔ کباآر وغیرہ تمام دن استعمال کرتے رہتے ہیں۔ جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ شہوانی خیالات اور جذبات کا ان میں جوش ہوتا ہے۔ پھر علاوہ اسکے حضرت محمد (صلعم) کا صرف یہی کام نہ تھا کہ قرآن شریف کی وحی کا انتظام کریں بلکہ اس کے سوا اور بھی کئی قسم کے افکار اور انتظامات میں آپ کو منہمک رہنا پڑتا تھا ایسے شخص پر اس تعدد ازدواج سے ہرگز تعیش کا الزام نہیں لگایا جاسکتا۔

مسٹر کیرول رنگ کہتے ہیں میرے لئے یہ خیال کبھی ایک لمحہ کیلئے بھی رنج اور تکلیف کا موجب نہیں ہوا کہ حضرت محمد (صلعم) نے بہت سے

نکاح کئے تھے آپ کی بیوی اپنی وفات تک اکیلی ہی آپ کے دل کی مالک بنی رہی اور آپ کے بعد نکاح زیادہ تر برائے نام ہی نکاح تھے جو سیاسی اغراض کو مد نظر رکھتے ہوئے یا رحم و شفقت کی نظر سے کئے گئے۔ جبکہ فتحمند لیڈر اپنے شکست خوردہ دشمن کی بیوہ سے اس خیال سے نکاح کر لیتا ہے کہ اسکو ناگفتہ بہ حالت سے بچانے کا یہی واحد ذریعہ ہو سکتا ہے تو انسان اس بہادرانہ فعل کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

یہ تو تھے عیسائی مصنفین کی تقاریر و مضامین کے اقتباس۔ اب ہم آریہ سماجی مصنفین کی تقاریر و مضامین کے اقتباس پیش کرتے ہیں۔ مضمون طول ہو جانے کے خوف سے اختصار سے کام لے رہے ہیں۔

بابو کشن سہائے وکیل جو کہ آریہ سماج کے مشاہیر علماء میں سے ہیں کہتے ہیں۔

بہت سے غیر مسلموں کا حضرت محمدؐ صاحب پر یہ اعتراض ہے کہ آپ نے بہت سی شادیاں کیں اور اسے اس بات کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں کہ آپ (نعوذ باللہ) عیش پرست اور ہوس کے بندے تھے۔ ظاہر میں ایسا ہی معلوم ہوتا ہے لیکن آپ کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے جو اپنی پہلی شادی خاص جوانی کے زمانے میں کی تھی وہ بھی ایک ایسی بیوہ عورت سے کی تھی جس کی عمر چالیس سال کی تھی۔ کوئی عیش پرست نوجوان شادی کے معاملے میں ایسی غلطی نہیں کر سکتا اسکے بعد مسلسل پچیس سال تک آپکی بیوی زندہ رہیں کوئی دوسری شادی نہیں کی گویا جوانی کا تمام زمانہ صرف ایک بیوی کے ساتھ گذارا ایک سے زیادہ آپ نے جتنی شادیاں کی ہیں وہ سب پچیس سال کی عمر کے بعد کی ہیں اور اسی سے خیال کیا جاتا ہے کہ ان شادیوں کا مقصد ہوس رانی نہ تھا۔ خاصکر جبکہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ سوائے ایک بیوی کے اور کوئی بھی ایسی نہ تھی جو بہت کافی عمر کی اور بیوہ نہ ہو۔ یہ شادیاں آپ نے ایسے زمانے میں کیں کہ جب آپ سچ مچ عرب کے بادشاہ بنے ہوئے تھے۔ اور اگر آپ کا ذرا سا بھی اشارہ ہوتا تو تمام عرب کی حسین سے حسین لڑکیاں آپ کے قدموں پر نثار کر دی جاتیں لیکن باوجود ایسے اختیارات حاصل ہونے کے آپ کا چالیس چالیس پچاس پچاس برس کی غریب بیواؤں سے شادی کرنا اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ ان شادیوں کی اصلی غرض کچھ اور ہی تھی۔

اسزک ٹیلر صاحب نے افریقہ میں مذہب اسلام کی نسبت بحث کرتے ہوئے قصبہ وولورہمپٹن کے چرچ میں کانگریس کے روبرو اپنی رائے حسب ذیل بیان کی ہے۔ کہ دو بڑی عملی مشکلیں افریقہ کو اعتقاد پر لانے کیلئے ہیں۔ یعنی تعدد ازدواج اور خانگی غلامی حضرت محمدؐ (صلعم) نے انکی ممانعت نہیں کی جیسا کہ حضرت موسیٰؑ نے بھی نہیں کی تھی۔ یہ ناممکن ہوتا۔ لیکن آپ حضرت (محمدؐ) نے ان دونوں کی برائیوں کو ہلکا کر دینے کی کوشش کی۔ غلامی مذہب اسلام کا کوئی جزو نہیں ہے۔ وہ بطور ایک اضطراری برائی کے حضرت محمد (صلعم) نے جائز رکھی تھی جیسا کہ حضرت موسیٰؑ اور سینٹ پال نے کیا تھا۔ تعدد ازدواج ایک بڑا دقیق مسئلہ ہے موسیٰؑ نے اسکو نہیں روکا اور داؤدؑ نے جسکا خدا عادل تھا اسکو عمل میں لایا۔ اور انجیل میں صاف طور سے ممنوع نہیں ہے۔ اگرچہ اس کی اصلی منشا کے برخلاف ہے۔ حضرت محمدؐ نے تعدد ازدواج کی بیحد اجازت کو محدود کر دیا۔ صرف ایک عورت سے شادی کرنا شاذ و نادر نہیں ہے بلکہ سب سے زیادہ تہذیب یافتہ مسلمان ملکوں میں یہ عام قاعدہ ہے ہمکو یہ ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ رسم تعدد ازدواج مع اپنی تمام برائیوں کے اسکے ہموزن فائدہ بھی رکھتی ہے (۱) اس نے دختر کشی کی رسم کو بالکل موقوف کر دیا (۲) ہر ایک عورت کا ایک قانونی ولی اسی کے سبب ہوتا ہے۔ تعدد ازدواج کے سبب مسلمانوں کے ملک میں پیشہ ور عورتوں سے جو مذہب سے خارج کر دی گئی ہیں بالکل بری ہیں اور یہ تمام عیسائی ملکوں کی زیادہ تر رسوائی کا باعث ہیں۔ بہ نسبت تعدد ازدواج کے جو کہ اسلام کیلئے ہے اور ٹھیک طور سے باقاعدہ بتلائے رسم تعدد ازدواج مسلمانوں کے

ملکوں کی عورتوں کو بہت کم ذلیل کرنے والی اور مردوں کے واسطے بہت کم نقصان پہنچانے والی۔ بہ نسبت اس ناجائز رسم تعدد شوہران کے جو عیسائیوں کے تمام شہروں کا وبال ہے جو اسلام میں بالکل نہیں پائی جاتی۔ ہمکو خبردار ہونا چاہئے کہ شاید ایک برائی کو بیوقت دور کرنے میں ہم اس جگہ ایک زیادہ قوی برائی کو قائم کردیں۔

انگریز دآریہ جنکو ایک عورت کیلئے ... الخصم ہونے پسندیدہ معلوم ہوتے ہیں مسلمانوں پر جو کہ جوروؤں کے تعدد کو پسند کرتے ہیں طعن کرنے کے مجاز نہیں۔ (از اخبار سینٹ جیمس گزٹ لندن مطبوعہ ۸ راکتوبر ۱۸۸۶ء)

ویدک دھرمی آریہ بزرگوں کا عمل

تاریخ طلسم ہند مصنفہ لالہ طارام صاحب مطبوعہ نولکشور لکھنؤ صفحہ ۱۲ میں لکھتے ہیں۔ ست جگ میں راجہ سوئمبھومنو سے راجہ اوتان ظہور میں آیا۔ اسکے دو رانیاں ایک سروچی جس سے اُہرو پیدا ہوا۔ دوسری سینتی اس سے اُتم پیدا ہوا۔

صفحہ ۱۷ تریتا جگ میں بمقام اجودھیا (فیض آباد) راجہ دسرتھ کے تین رانیاں ایک کوشلیہ جس کے بطن سے راجہ رام چندر ہوئے دوسری سومترا اس سے لچھمن اور شترگھن۔ تیسری کیکئی جس سے بھرت پیدا ہوئے (یہ راجہ برہما ثانی کہا جاتا ہے یعنی چاروں ویدوں کا جاننے والا ممکن ہے تین رانیوں کے علاوہ اور اکثر رانیاں اور کنیز لونڈیاں رکھتا ہو جنکا نام کسی نامور اولاد نہونے کے باعث مذکور نہ ہوا۔

صفحہ ۳۲ بزمانہ دواپر راجہ سنتن یا ستان تنو کی شادی گنگا سے ہوئی جس سے کہ بھیشم پتامہ پیدا ہوئے۔ دوسری شادی مچھودری سے ہوئی جسکا دوسرا نام جوجن گندھا (یوں ہوا کہ قبل شادی اسکا تعلق ایک مرتاض رشی پراشر نامی سے ہوا اور اسکی دعا سے اس کے جسم سے مچھلی کی باس دور ہوگئی اور مشک کی بو آنے لگی جسکی مہک جوجن یعنی چار کوس تک جاتی تھی اس مرتاض رشی کے نطفہ سے جوجن گندھا کے پیٹ سے بھگوان ویدویاس پیدا ہوئے) تھا اس سے دو بیٹے چترانگدا اور وچترویریہ پیدا ہوئے۔

صفحہ ۴۴۔ وچترویریہ کے محل میں ایک رانی انبا دوسری انبکا۔ تیسری امبالکا تھی۔ لاولد ہونیکے سبب سے ان کی ساس جوجن گندھا نے اپنے لڑکے ویدویاس کو بلاکر انبا سے راجہ پانڈو۔ اور انبکا سے یدھشٹر پیدا کرلئے۔ راجہ پانڈو کے دو رانیاں کنتی اور مادری تھیں۔ کنتی نے سورج نام شخص کے نطفہ سے کرن۔ دھرم نامی کے نطفہ سے یدھشٹر اور اندر نام شخص کے نطفہ سے ارجن اور وایو کے دیریہ سے بھیم لڑکے جنی۔ اور مادری نے محض اشونی کمار کے نطفے سے نکل اور سہدیو دو لڑکے حامل کرکے نسل چلائی۔

مذکورہ بالا اصحاب وہ شخص ہیں جن کی ذات پر آریوں کا آریہ ہونے پر فخر ہے اور طرح طرح کے انکے آریہ ہونیکا ثبوت دیتے ہیں۔ اگر آریوں کا دعویٰ ہے کہ شریفوں کے واسطے ویدمی دوسری شادی حرام ہے تو اصحاب مذکورہ بالا وید کے قطعی مخالف اور سوامی دیانند کی تحریر کے بموجب آریہ یعنی شریف جماعت سے خارج تھے۔ اور اگر انکی شرافت کو قبول کریں تو آریہ شریف کہلانے کے مستحق نہیں۔ غرض ہر دو میں سے ایک شریف یعنی آریہ کہلانے کا مستحق بن سکتا ہے ان تحریروں سے معلوم ہوا کہ صرف مذہب اسلام ہی نے تعدد ازدواج کو جائز نہیں رکھا بلکہ دیگر مذاہب نے بھی جائز رکھا ہے لہٰذا ان کے متعلق مخالفین کا اعتراض غلط ثابت ہوا۔

ایک غلطی کی تصحیح

رسالہ محدث بابت ماہ رجب صد ۱۳ میں امام مسلم کا نسب نامہ غلط لکھا گیا تھا۔ قارئین کرام اسکی تصحیح کرلیں جو درج ذیل ہے۔ مسلم بن الحجاج بن مسلم بن وردین کوشاذ القشیری۔

(نائب مدیر)

قرآن مجید کی محبت

(از مولوی عبدالغفار حسن صاحب عمر پوری رحمانی)

موجودہ زمانہ میں نہ قرآن مجید سے کوئی نسبت ہے اور نہ کسی قسم کا لگاؤ نہ تلاوت کا شوق ہے اور نہ فہم معانی و مطالب کی طرف میلان بلکہ رسمی طور پر صرف قرآن مجید عمدہ عمدہ غلافوں میں رکھکر زینت طاق بنا دیئے جاتے ہیں۔ یہی وہ زمانہ ہے جس کیطرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ سو برس پہلے اشارہ فرمایا تھا سیأتی علی الناس زمان لا یبقی من القرآن الا رسمہ تم یعنی ایک زمانہ ایسا بھی آئیگا جسمیں قرآن مجید صرف بطور رسم و رواج کے رہجائیگا۔ یہ تو عوام کا حال تھا اب خواص (علماء) کے طبقہ میں بھی نظر ڈال لیجئے ۲ فیصدی بھی مشکل سے ایسے ہونگے جو برجستہ مناسب حال موقع بموقع آیات قرآنیہ پڑھنے میں ملکہ رکھتے ہوں۔ اور انپر غایتہ درجہ کا عبور حاصل ہو۔

یہ تو اس زمانہ کا حال تھا اب ذرا ہم اپنے اسلاف کی تاریخ پر غور کریں تو ضرور روشن کیطرح عیاں ہوجائیگا کہ ان میں کا ہر ایک قرآن کا دلدادہ و شیدائی تھا۔ اسکی عظمت و رفعت ان کے دلوں کو مسخر کئے ہوئے تھی قرآن تو قرآن حدیث کی عظمت کا پاس اسقدر تھا کہ امام مالکؒ کو حدیث کا درس دیتے ہوئے بچھونے ڈنک مارا تو آپکی جبین صبر پر ذرا سا بھی بل نہ پڑا بلکہ تحمل و استقلال کے ساتھ مشغلہ درس حدیث میں مشغول رہے۔ اسیطرح ایک اور واقعہ ہدیہ ناظرین کرام کرتا ہوں جس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ ہمارے اسلاف کو قرآن مجید کے ساتھ کسدرجہ کا قلبی تعلق تھا یہانتک کہ روزمرہ کی بول چال میں بھی قرآن مجید کی آیات کے علاوہ کوئی کلام بھی زبان پر نہ آتا تھا۔

ابن المبارک فرماتے ہیں کہ زمانہ حج میں میں نے ایک بڑھیا کو راستہ میں دیکھا میں نے کہا السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ تو جواب میں یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ (سورہ یٰس) سلامتی ہے تمہارے رب کیطرف سے۔

ابن المبارک۔ آپ کس شغل میں ہیں۔

بڑھیا۔ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ۔ (الرعد) (جسکو خدا گمراہ کرے اسکا رہبر کوئی نہیں) میں نے اس آیت سے معلوم کر لیا کہ یہ محترمہ راستہ بھولکر اس دشت و بیابان میں حیران و سرگرداں ہیں۔ میں نے سوال کیا آپ کہاں جانے کا ارادہ رکھتی ہیں۔ جواب دیا سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا (بنی اسرائیل) یعنی پاک ہے وہ خدا جو اپنے بندہ کو رات کی تاریکی میں مسجد حرام سے بیت المقدس لیگیا) میں سمجھ گیا کہ فریضۂ حج ادا کرچکی ہیں اور اب بیت المقدس جانے کا ارادہ ہے۔

ابن المبارک۔ آپ کا قیام یہاں کب سے ہے؟ جواب دیا ثَلٰثَ لَیَالٍ سَوِیًّا (مریم) (یعنی برابر تین رات)

ابن المبارک۔ میں آپ کے پاس خورد و نوش کا سامان نہیں پاتا ہوں۔

بڑھیا۔ ھُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ (الشعراء) یعنی وہ خدا مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔

ابن المبارک۔ آپ وضو کس طرح کرتی ہیں۔

بڑھیا۔ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا (المائدہ) یعنی اگر پانی نہ ملے تو پاک صاف مٹی سے تیمم کرلو۔

ابن المبارک۔ میرے پاس کھانا ہے کیا تناول فرمائیں گی۔ بڑھیا: ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ۔ پھر پورا کرو روزے کو رات تک
یعنی میں روزہ دار ہوں۔ ابن المبارک۔ لیکن یہ مہینہ تو رمضان کا نہیں۔
بڑھیا۔ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ (بقرہ) اور جو بطور نفل کے روزہ رکھے بتحقیق اللہ قدردان جاننے والا ہے
ابن المبارک۔ لیکن سفر میں تو ہمارے لئے افطار کرنا مباح قرار دیا گیا ہے پھر کیوں آپ سفر میں روزہ کی صعوبت کو اختیار کر رہی ہیں
بڑھیا۔ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ (بقرہ) روزہ رکھنا بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم جانو!
ابن المبارک۔ جسطرح میں آپ سے بولتا ہوں اس طرح آپ مجھ سے کیوں نہیں کلام کرتیں۔
بڑھیا۔ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ (ق) کوئی لفظ زبان سے نہیں نکلتا مگر نگہبان پہرہ دار (فرشتہ) اسکی نگہداشت کرتا ہے) یعنی خدا کے خوف سے میں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے ورنہ ممکن تھا کہ میری زبان پر کوئی خدا کا عتاب نازل ہوتا اور روز قیامت مجھے ندامت و شرمندگی اٹھانی پڑتی۔ ابن المبارک۔ آپ کس قبیلے سے ہیں۔ بڑھیا۔ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا (بنی اسرائیل) جس چیز کا علم نہ ہو اسکے پیچھے مت پڑ کیونکہ آنکھ۔ کان۔ دل سب سے سوال کیا جائیگا۔ ابن المبارک۔ واقعی میں نے سوال کرنے میں غلطی کی معاف فرمائیے۔ بڑھیا۔ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ (یوسف) اسوقت تم پر کسی قسم کی سرزنش نہیں خدا تمہارے گناہوں کی مغفرت کرے۔ ابن المبارک۔ اجازت ہو تو آپ کو اپنی اونٹنی پر بٹھا دوں تاکہ آپ قافلے سے جا ملیں۔ بڑھیا۔ وما
تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللَّهُ (بقرہ) (جو بھلا کام تم کرو خدا اسکو جانتا ہے) یعنی تمہاری درخواست منظور اور یہ عین تمہارا احسان ہوگا۔
سوار ہونے کے بعد کہا سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ وَإِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ۔ پاک ہے وہ ذات جس نے ان بہائم کو ہمارا تابعدار بنایا حالانکہ ہم انکو کسی صورت میں بھی مسخر نہ کرسکتے تھے اور ہم خدا ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ ابن المبارک کا بیان ہے کہ اسکے بعد میں بلند آواز سے اشعار پڑھتے ہوئے سواری کو دوڑانے لگا۔ تو فورا ہماری اس دینی بہن نے ناصحانہ انداز میں کہا: وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ۔ (لقمان) (درمیانی رفتار اختیار کر اور پست آواز رکھ) اسکے بعد میں ترنم ریزی کرتا ہوا آہستہ آہستہ چلنے لگا لیکن اسپر بھی مجھے ٹوکتے ہوئے کہا فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ (مزمل) پڑھو قرآن سے جو آسان معلوم ہو) یعنی ان اشعار کے پیچھے کیا پڑے ہوئے ہو قرآن کی تلاوت کیوں نہیں کرتے
ابن المبارک کا بیان ہے کہ آخر ہم چلتے چلتے قافلے میں آملے تب میں نے سوال کیا آپ کے قرابت مند کون ہیں؟ بڑھیا۔ الْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا۔ (مال اولاد زندگانی دنیا کی زینت ہیں) یعنی میرے بیٹے اس قافلے میں ہیں۔ ابن المبارک۔ ایام حج میں کس کام پر وہ مامور ہیں۔ بڑھیا۔ وَعَلَامَاتٍ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ۔ اور نشانیاں ہیں اور وہ لوگ بذریعہ تاروں کے راہ پاتے ہیں یعنی قافلے کے رہبر ہیں۔ میں نے خیموں کے پاس پہنچکر سوال کیا ان کے نام کیا ہیں۔ بڑھیا۔ وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا۔ وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا۔ يَا يَحْيَىٰ خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ۔ یعنی بیٹوں کے نام ابراہیم موسیٰ یحییٰ ہیں۔ میرے پکارتے ہی وہ تینوں چاند کیطرح اپنے خیموں سے نکلے اور والدہ کو اپنی قیامگاہ میں لیجا کر بیٹھے اسوقت انکی والدہ نے کہا فَابْعَثُوا أَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هَٰذِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ فَلْيَنْظُرْ أَيُّهَا أَزْكَىٰ طَعَامًا فَلْيَأْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِنْهُ (کہف) کسی ایک کو شہر بھیجو جو عمدہ کھانا لائے ایک گیا اور کھانا لے آیا سب کھانے کیلئے تیار تھے کہ میں نے کہا تم پر کھانا حرام ہے جبتک کہ اس حیرت انگیز عجوبہ نما عورت کے حالات سے مطلع نہ کرو تینوں بیٹوں نے جواب میں کہا۔ ہماری والدہ نے چالیس برس سے سوائے قرآن شریف کی آیت کے کوئی کلمہ زبان سے نہیں نکالا۔ میں یہ سنکر ششدر رہ گیا اور یہ کہتا ہوا واپس چلا آیا ذٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ۔ یہ خدا کا فضل ہے جس کو چاہے اس سے نوازے۔

وفی ذالک عبرۃ لاولی الابصار

شیخ عطاء الرحمن صاحب مہتمم ایڈیٹر و پبلشر نے جید برقی پریس بلیماران میں چھپوا کر دار الحدیث رحمانیہ دہلی سے شائع کیا۔

نمبر ۲، ۳ جلد اول

اللہ نزل احسن الحدیث کتابا

رسالہ

محدث
دہلی



سرپرست

شیخ عطاء الرحمن صاحب مہتمم دارالحدیث رحمانیہ

نگران اصول

(مولانا) احمد اللہ صاحب

(شیخ الحدیث)

مدیر مسئول

عبدالحلیم ناظم

(مولوی فاضل)



جید برقی پریس دہلی میں چھپا

فہرست مضامین

مقاصد

(۱) کتاب و سنت کی اشاعت

(۲) مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح

(۳) دار الحدیث رحمانیہ کے کوائف کی ترجمانی

ضوابط

(۱) یہ رسالہ ہر انگریزی مہینہ کے ابتدائی ہفتہ میں شائع ہوا کریگا۔

(۲) یہ رسالہ ان لوگوں کو سال بھر مفت بھیجا جائیگا جو ۴ ٹکٹ خرچ دفتر میں بھیجدینگے۔

(۳) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ ۲ آنا ضروری ہے۔

ہر خط وکتابت کا پتہ

مینیجر رسالہ محدث دار الحدیث رحمانیہ دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

محدث

دہلی

جلد ۱ | ماہ شوال المکرم ۱۳۵۲ھ مطابق فروری ۱۹۳۴ء | نمبر ۱۰

دعوت خالصہ[1]

مترجمہ ——— عبدالحلیم ناظم مدیر محدث

هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ حَتَّىٰ إِذَا كُنتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِم بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَفَرِحُوا بِهَا جَاءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِن كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ لَئِنْ أَنجَيْتَنَا مِنْ هَٰذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ۔ ترجمہ وہی خدا ہے جو تمکو خشکی اور تری میں چلاتا ہے یہانتک کہ جب تم کشتیوں میں ہوتے ہو اور وہ کشتیاں انہیں خوشگوار ہوا کے ساتھ لیجاتی ہیں اور وہ اس سے خوش ہوتے ہیں کہ آجاتی ہے ان کشتیوں کے پاس تیز ہوا اور ہر جگہ سے ان لوگوں کے پاس طوفان آجاتا ہے اور وہ گمان کرتے ہیں کہ طوفان نے ان کو گھیر لیا تو اس وقت اللہ کو خالص اطاعت کے ساتھ پکارتے ہیں (وہ کہتے ہیں) اے خدا اگر تونے ہمکو اس (مصیبت) سے نجات دی تو ہم ضرور تیرا شکریہ ادا کرنیوالوں میں ہوجائینگے۔

انسان پر دنیا میں مصیبتوں کا اترنا کوئی تعجب خیز چیز نہیں۔ لہذا جس وقت دنیوی عذاب اور مصائب انسان کو اس طرح گھیر لیں کہ اس سے نجات پانی دشوار ہو تو اس وقت انسان کیلئے ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ کو نہایت خلوص قلب سے پکارے اور اپنی تمام اطاعت وفرمانبرداری صرف اسی کیلئے خاص کردے۔ ایسے آڑے وقت میں خدا کے ایک پاک بندے کو چاہیئے کہ خدا کے سوا کسی ولی، شفیع، مقابل اور شریک کی طرف ہرگز متوجہ نہ ہوں۔ اللہ ہی لائق استمداد ہے اسکے علاوہ کسی اور سے مدد چاہنا بالکل درست نہیں۔ ان مصائب کے وقت یوں کہنا چاہیئے کہ اے خدا اگر تونے اس ہلاکت یا طوفان بادوباراں سے نجات دی تو ہم مومنوں کی جماعت میں ہوکر تیری نعمتوں کا پرخلوص شکریہ ادا کریں گے۔ ہم تیرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے اور نہ ہم کسی ولی اور کسی شفیع کو پکارینگے اور ہم اپنی کسی مصیبت دور کرانے کسی حاجت پوری کرانے میں نہ توبتوں کی طرف توجہ کریں گے

[1] علامہ رشید رضا مصر کے مشہور متبع سنت فاضل ہیں۔ یہ مضمون انکی مشہور تفسیر المنار کا ایک مختصر حصہ یعنی آیت بالا کی مفید تفسیر کا ترجمہ ہے ۱۲ ناظم صدیقی ایڈیٹر

و ولی، نبی اور فرشتوں کی طرف۔
اس آیت اور اس طرح کی دوسری آیتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین بھی مصائب اور دشواریوں کے وقت خدا ہی
کو پکارتے مگر خدا کے ساتھ اپنے بتوں کو بھی شریک کر لیتے تھے۔ لیکن افسوس و تعجب تو ہے موجودہ زمانہ کے ان مسلمانوں پر جو ایک
دو نہیں، لاالعدا اور بے شمار ہیں یہ لوگ۔ اپنے زعم فاسد میں ہر وقت و پریشانی کے وقت صرف اپنے مردہ معبودوں بدوی، رفاعی، دسوقی
مقبولی اور جیلانی (پیران پیر) وغیرہم کو پکارتے ہیں۔ اس شرکیہ بیماری کے مریض بڑے بڑے ازہری حاملان جبہ و دستار ہی نہیں بلکہ
خصوصیت سے بڑے بڑے مشاہد و معابد کے منتظمین جو اوقاف و نذرانوں پر اپنی زندگی بسر کرتے ہیں اور بھی اپنے اس شرک پر فخر و ناز کرتے
ہیں۔ اور اس شرک کو توسل وغیرہ عربی الفاظ کا نام دیکر دور از کار تاویلات سے کام لیتے ہیں۔ میں نے مصر و شام میں اکثر لوگوں سے
ایک قصہ سنا جسکو وہ لوگ آپس میں بیان کرتے رہتے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک جماعت نے سمندر کا سفر کیا۔ سمندر میں اتنا بڑا
طوفان آگیا کہ وہ لوگ ڈوبنے لگے۔ ان میں ہر شخص نے اپنے اعتقاد کے موافق فریاد رسی شروع کی۔ کسی نے پکارا یا سید یا بدوی کسی
نے یا رفاعی اور کسی نے کہا یا عبدالقادر جیلانی ...... وغیرہ ان میں ایک موحد شخص بھی تھا اس کو لوگوں کا یہ شرک بہت برا
معلوم ہوا۔ وہ چیخ پڑا۔ اے خدا! ڈبودے ڈبودے۔ ان میں کوئی بھی ایسا نہیں جو تجھکو پہچانے اور تجھسے مدد چاہے۔ اس مضمون کو نواب
صدیق حسن خاں صاحب مرحوم نے اپنی تفسیر فتح البیان میں آیت بالا کی شرح میں یوں بیان فرمایا ہے " اس آیت میں اس بات پر
دلیل ہے کہ مخلوقات کی یہ فطرت ہے کہ اپنی مصیبتوں اور سختیوں میں اللہ تعالی کی طرف رجوع کریں۔ جو شخص مجبور و پریشان ہوکر
خدا کو پکارتا ہے تو وہ اگرچہ کافر ہی کیوں نہ ہو لیکن اس کی دعا قبول کر لی جاتی ہے۔ اس آیت میں یہ بیان ہے کہ مشرکین اس قسم
کی پریشان کن اور خوفناک حالتوں میں بتوں کی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے بلکہ خدا ہی کو پکارتے تھے۔ مگر افسوس و تعجب ہے ان
مسلمانوں کی حالت پر جو اپنے کو مسلمان کہنے کے باوجود مُردوں کے متعلق عجیب عجیب اعتقادات و خیالات رکھتے ہیں جب
ان پر سمندر میں کوئی مصیبت نازل ہو تو فوراً انہیں مردوں کا نام لیکر مدد کیلئے پکاریں گے۔ اور اللہ تعالی قادر مطلق کو خلوص
کے ساتھ نہیں پکاریں گے۔ یہ تو مشرکوں سے بھی گئے گذرے ہوئے۔ کیونکہ مشرکوں کا مصیبت کیوقت خدا ہی کو پکارنا یقینی طور پر
ثابت ہے اور ان کا ایسے آڑے وقت میں اپنے پیروں اور شیخوں کو بلانا ظاہر ہے۔ ذرا غور کرو ان شیطانی اعتقادات نے
مسلمانوں کو کہاں سے کہاں پہونچا دیا۔ شیطان نے کتنے اسفل ترین غار میں ڈھکیل دیا ہے۔ دیکھو کہ شیطان نے ان پر مسلط ہو کر انہیں
بت پرستوں سے بھی زیادہ اپنا فرمانبردار بنالیا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سید محمود آلوسی اپنی تفسیر روح المعانی میں اس آیت کے ماتحت لکھتے ہیں۔
کہ صرف اللہ تعالی کو بغیر کسی قسم کا ترک کئے خلوص سے پکارو۔ کیونکہ انسانی فطرت ہے کہ جب انسان کو انتہائی خوف و
دہشت طاری ہوتی ہے تو وہ اسی توحید کیطرف آجاتا ہے جس پر ہر شخص کی پیدائش ہوتی ہے۔ وہ سمجھ لیتا ہے کہ تمام تعریف صرف
خدا کو ہے جو تمام جہان کی طبیعتوں میں جما ہوا ہے۔ ابن عباس کی ایک روایت ہے اور ایک دوسری حدیث امام ابو داؤد و نسائی نے
سعد بن ابی وقاص سے روایت کرتے ہوئے بیان کی ہے۔ کہ جب فتح مکہ کا واقعہ ہوا تو عکرمہ بن ابی جہل بھاگ گیا۔ اور سمندر کا سفر
شروع کیا۔ اثناء سفر میں بڑے زور کی آندھی اور طوفان نے آگھیرا۔ کشتی والوں نے ایک دوسرے سے کہا۔ خالص اللہ کو پکارو

اسوقت تمہارے دوسرے معبود کوئی نفع نہیں پہونچا سکتے۔ عکرمہ نے کہا اگر دریا میں سوائے خالص خدا کے اور کوئی نجات نہیں دیسکتا تو بلاشبہ خشکی میں بھی اسکے سوا کوئی چیز کسی طرح بچا نہیں سکتی اس نے دعا کی ” اے خدا میں تجھسے عہد کرتا ہوں اگر تو نے اس پیش آمدہ مصیبت سے نجات دی تو میں ضرور محمد (صلعم) کے پاس جاکر اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دیدونگا (بیعت کرلونگا) مجھے امید ہے کہ میں انہیں معاف کرنیوالا اور بخشنے والا پاؤنگا۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ بچکر آگئے اور اسلام لائے۔

ایک دوسری حدیث میں ابوملیکہ کی روایت سے یوں ہے کہ عکرمہ جب کشتی میں سوار ہوئے اور آندھی نے آگھیرا تو لوگ اللہ تعالےٰ کو پکارنے اور اس کی توحید بیان کرنے لگے۔ عکرمہ نے کہا یہ کیا ہے؟ کشتی والوں نے کہا یہ وہ موقعہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نفع نہیں دیسکتا۔ عکرمہ نے کہا یہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا معبود ہے جسکی طرف وہ ہمیں بلاتے ہیں لہذا ہمیں اسی طرف لوٹنا چاہئے۔ چنانچہ وہ واپس آئے اور اسلام لے آئے۔

آیت مذکورہ سے صاف طور پر یہ نکلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ صرف دعا ہی کی تخصیص نہیں ہے بلکہ تمام عبادتیں بھی خدا ہی کے ساتھ خاص کرنی ضروری ہیں۔ اسلئے کہ جو لوگ خدا کی عبادت نہیں کرتے مگر بوقت مصیبت اسے پکارتے ہیں تو ان کو خدا کے مخلص بندے نہیں کہا جاتا چنانچہ اسی آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ مشرکین اپنی پریشانیوں میں خدا کے سوا کسی اور کو نہیں پکارتے تھے پھر بھی ان کو مخلص وموحد نہیں کہا گیا۔ اور آج کل تو یہ حالت ہے کہ جب لوگوں کو کوئی مصیبت سامنے آتی ہے اور پریشانیوں میں پھنستے ہیں تو خشکی میں ہوں یا دریا میں ایسی ذاتوں کو پکارتے ہیں جو انہیں کوئی نفع ونقصان نہیں پہونچا سکتی۔ بلکہ وہ ان کی پکار سنتی ہیں نہ انکو دیکھتی ہیں۔ چنانچہ کوئی تو خضر والیاس کو پکارتا ہے کوئی ابوالخمیس وعباس کو۔ کوئی کسی امام سے فریادرسی چاہتا ہے تو کوئی کسی شیخ سے۔ اور یہ بھی عجیب ہے کہ ان میں کسی خاص کو کوئی شخص معین نہیں کرتا بلکہ یکے بادیگرے کئی بزرگوں کو پکارتا ہے۔ اے کاش اگر یہ لوگ صرف اللہ تعالیٰ کو پکارتے اور مدد کیلئے بلاتے تو ہر ہولناک سے ہولناک مصیبت میں نجات پا جاتے۔ اب بھلا بتلائے اگلی جماعت جو مشرکوں کی تھی کم از کم مصیبت میں خدا کو پکارتی تھی لیکن یہ آج کل کی جماعت جو اپنے کو علی الزعم مسلمان کہتی ہے ان دونوں فریق میں کون زیادہ ہدایت پر ہے بلاشبہ یہ تو پہلے سے بھی گئے گذرے ہیں۔ آہ خدا کے سوا اور کس سے گلہ کیجئے دراصل یہ وہ زمانہ ہے کہ اس میں جہالت کی ہوائیں ہر طرف چل رہی ہیں۔ گمراہی کی موجیں جوش میں آگئی ہیں شریعت کی کشتی پھٹ رہی ہے۔ غیر اللہ کو ذریعہ نجات سمجھ لیا گیا ہے۔ عارفوں پر امر بالمعروف دشوار ہو رہا ہے۔ اور نہی عن المنکر کے سامنے ہلاکت کی دیواریں حائل ہوگئی ہیں“۔

میں کہتا ہوں ” شہاب آلوسی رحمۃ اللہ کی مراد یہ ہے کہ یہ شرک عام لوگوں میں پھیل گیا ہے۔ بدعتی علماء وشیوخ اور منافق حکام عارفوں کو اس سے روکنے اور توحید خالص کا حکم کرنے نہیں دیتے بلکہ ایسی دشواریاں پہونچاتے ہیں جن سے علانیہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنے والوں کو ہلاکت وموت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ ہم بھی مصر میں اس طرح علانیہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر نہیں کرسکتے تھے لیکن حکومت کے تفرنج کیوجہ سے عام مذہبی آزادی ہوچکی ہے اسلئے اسوقت اپنے مافی الضمیر کو پیش کرنے میں آسانی ہے۔ چنانچہ جب میں نے پہلی مرتبہ سنہ ۱۳۱۶ھ میں مسجد حسینی کے درس عام میں قرآن وحدیث کی سچی آواز بلند کی تو لوگ مجھ پر بُری طرح بھڑک کر بل پڑے اور بعض نے تو مجھکو اسی وقت قتل کردینا چاہا۔ اب میں شیخ الازہر اور رسالہ نور الاسلام کے ایڈیٹروں سے پوچھتا ہوں کہ مجھکو

تو جو کچھ کہتے ہو کہتے ہی ہو۔ لیکن ذرا علامہ سید آلوسی اور علامہ صدیق حسن کے متعلق کیا کہتے ہو؟ بلا شبہ مشائخ ازھر کے اس رسالہ سے کوئی بعید نہیں کہ ان دونوں بزرگوں کے دین وعقیدہ پر بھی طعن کرنے لگے جسطرح اس رسالہ (نور الاسلام) نے امام شوکانی رحمۃ اللہ کے دین پر جسکی میں نے اپنی تعقیب میں ان کے کچھ اقوال ذکر کئے تھے طعن وتشنیع کی تھی۔

"اس آیت اور اسطرح کی دوسری آیتوں سے ایک انگریز کپتان کا ہدایت پانا"

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے انگریزی ترجمہ کا ایک نسخہ کسی طرح ایک انگریز کپتان تک پہنچا دیا جو بڑے بڑے جہاز کو انگلستان اور ہندوستان کے درمیان سمندروں میں چلایا کرتا تھا۔ اس انگریز نے پورا ترجمہ بغور مطالعہ کرنا شروع کیا۔ چنانچہ آیت متذکرۂ صدر کا ترجمہ بھی دیکھا اسکو باوجود ترجمہ کے آیت کے سیاق وسباق کی بلاغت بڑی بھلی معلوم ہوئی۔ کیونکہ موسم گرما میں محیط ہندی میں سمندروں کے پرجوش طوفان کی وجہ سے بڑے بڑے جہازوں کو دشواری کا سامنا ہوتا ہے۔ لہذا وہ اس قسم کی تمام آیتوں میں جو دریاؤں میں اور سمندر کے متعلق قرآن میں موجود ہیں غور کرنے لگا۔ حالانکہ بڑی بڑی کشتیاں اور جہاز جو اس زمانہ میں پائی جاتی ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ان کی کوئی نظیر نہ تھی۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ دریاؤں کے متعلق فرماتا ہے۔ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ - بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ - فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ - يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ - فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ - وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَآتُ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ - (ترجمہ (اللہ تعالیٰ) نے دو دریا کو چلایا اس حال میں کہ ایک دوسرے سے مل رہے ہیں۔ انکے درمیان پردہ ہے جس سے وہ ایک دوسرے پر زیادتی نہیں کرتے۔ پس اپنے رب کی کس نعمت کو تم لوگ جھٹلاتے ہو؟ ان دونوں دریاؤں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں۔ پس اپنے رب کی کس نعمت کو تم جھٹلاتے ہو؟۔ اسی (اللہ) کیلئے چلنے والی کشتیاں ہیں جو دریا میں پہاڑوں کی طرح کھڑی کی ہوئی ہیں۔

کپتان نے اسی ترجمہ میں دیکھا کہ انگریز مترجم نے بعض علماء مسلمین کی مشہور تفسیروں سے کچھ بطور حاشیہ نقل کیا ہے یہ وہ تفسیریں تھیں جو عربوں کے تمام ممالک کے فتح کرنے اور دریاؤں پر غالب ہوجانے کے بعد لکھی گئی تھیں۔ دراصل جس طرح انگریز وغیرہ نے ان سابقین کے بعد دریافت کیا ہے کہ موتی اور مونگے شیریں اور کھاری ہردو سمندروں سے نکلتے ہیں۔ اس دریافت کردہ لوگ پہلے نہیں جانتے تھے وہ سمجھتے تھے کہ موتی وغیرہ صرف کھاری سمندروں ہی سے نکلتے ہیں چنانچہ اسی بنا پر اگلے مفسروں نے اس آیت (یخرج منھما اللؤلؤ والمرجان) کی یوں تاویل کردی کہ دونوں دریا کا جہاں پر ایک دوسرے سے سنگم ملتا ہے وہیں ان میں سے صرف ایک سے یہ چیزیں نکلتی ہیں۔

پھر کپتان نے ترجمہ دیکھتے ہوئے اس بات پر غور کیا کہ اس آیت میں اور ذیل کی آیت میں کشتیوں کو پہاڑ سے کیوں تشبیہ دی گئی ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ومن اٰیاتہ الجوار فی البحر کالاعلام۔ ان یشأ یسکن الریح فیظللن رواکد علی ظھرہ ترجمہ۔ اور دریا میں پہاڑوں کی طرح کشتیاں اسی خدا کی نشانیوں میں سے ہیں۔ اگر وہ چاہتا ہے تو ہوا کو ٹھہرا دیتا ہے پس وہ کشتیاں پشت دریا پر کھڑی ہوئی ہوجاتی ہیں۔

کپتان موصوف نے ان آیتوں میں خوب غور وفکر کیا۔ اس پر انکی بلاغت وحقیقت نے بہت زیادہ اثر کیا۔ اس نے قصد کرلیا کہ کسی ہندوستانی ساحل پر بعض مسلمانوں سے اسکے متعلق کچھ دریافت کرونگا۔ چنانچہ اس نے مسلمانوں سے پوچھا: کیا تم لوگ جانتے ہو

کہ تمہارے نبی محمد صلعم نے دریاؤں کا بھی کبھی سفر کیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا نہیں صاحب! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیں اس قسم کی روایت نہیں آئی کہ آپ نے کبھی دریا کا بھی سفر کیا۔

اب کپتان مذکور کو یقین واعتقاد ہوگیا کہ قرآن مجید میں جو کچھہ مذکور ہے وہ سب اس بزرگ نبی پر خدا تعالیٰ کیطرف سے نازل شدہ وحی ہے۔ پھر اسکے اعتقاد کو توحید و شریعت، تہذیب و تمدن کی ان آیتوں نے جو تمام تورات وانجیل سے عقل وفکر کے بالکل قریب اور ہر حیثیت سے کامل ہیں اور زیادہ مضبوط و مستحکم کردیا۔ چنانچہ وہ انگریز کپتان اپنے علم و بصیرت کی وجہ سے اسلام سے مشرف ہوگیا اور ایک کافی عرصہ تک قرآن ہی کے ترجمہ سے جو کچھہ اسنے سمجھا اسی کے مطابق عبادت کرتا رہا۔ یہانتک کہ اسنے سمندروں میں جہازرانی کا کام چھوڑ کر مصر میں اقامت اختیار کرلی اور خاصی عربی سیکھی۔ مصری فاضلوں کے ساتھ کامیاب زندگی بسر کی۔ یہاں یہ وہی کپتان تھا جسکو اسلام لانے کے بعد لوگوں نے مسٹر عبداللہ براؤن کے نام کے ساتھ جانا۔ خدا اس کو آرام جنت نصیب کرے۔ مصر میں ان کو جاننے والے اب بھی بہت موجود ہیں۔ میں نے خود ان سے ملاقات کی شناسائی حاصل کی تھی۔

جسوقت مرحوم کپتان سمندر میں جہازرانی کرتا تھا اسوقت قرآن سے سمجھکر وہ جس خضوع وخشوع اور قلبی توجہ سے نماز پڑھا کرتا تھا اسکے متعلق محترم استاذ امام (سید محمد عبدہٗ) فرمایا کرتے تھے کہ اسکی نماز جن ارکان وصورت کے ساتھ تھی وہ نماز کی حقیقی روح اور اصلی نچوڑ تھی۔ اسکی وہ پرخلوص نماز اللہ کی قبولیت وخوشنودی کیطرف ان رسمی نمازوں سے زیادہ قریب تھی جو صرف تقلیدی طور پر مخصوص صورت میں ادا کی جاتی ہیں مگر ادا کرنیوالوں کے دلوں میں خدا کی عظمت و وحدانیت کے تاثر کے ساتھ کبھی یہ کھٹک نہیں ہوتی کہ وہ درگاہ عالی میں اللہ کی طرف متوجہ ہیں اور اس سے سرگوشیاں کررہے ہیں۔ سچ ہے "لاصلوٰۃ الا بحضور القلب"

(المنار۔ مصر)

دعوت محمدیہ

ایک مصری محقق عالم کا بصیرت افروز مقالہ۔

(مترجم عبدالغفار حسن رحمانی عمرپوری)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مبارک حیات کے چالیس سال گذرنے کے بعد وہ کونسی چیز لائے تھے جسکی روشنی میں آپنے ظلمتکدۂ ارضی کو بقعۂ نور بنا دیا؟۔ اور آپ نے اپنی تئیس سال کی مختصر زندگی میں کونسا انقلاب پیدا کیا؟

یہ دو سوال ہیں جن کا آج ہمکو جواب دینا ہے۔

آنحضرت صلعم وہ دین مبین لیکر آئے جو عقل وفطرت کے مطابق ہے۔ اسکے قوانین واحکام عالمگیر ودائمی ہیں۔ آپ اسی مذہب کے داعی ہوکر تشریف لائے جو عدل ومساوات کا حامی اور افراط وتفریط سے پاک ہے اور آپ ہی کی ذات گرامی کی وجہ سے عرب کے وحشی اور خونخوار بدووں میں اتحاد کی لہر پیدا ہوگئی اور ان کا منتشر شیرازہ یکجا ہوگیا۔ غرضیکہ آپ نے وہ عظیم الشان انقلاب پیدا کیا جسکی نظیر تاریخ عالم ہرگز نہیں پیش کرسکتی اور نہ پیش کرسکیگی۔

یہاں ہم چند ایسے مقدمات پیش کئے جاتے ہیں جن سے یہ صاف ظاہر ہو جائیگا کہ آنحضرت جس کتاب کو لیکر آئے وہ ان کی خود ساختہ نہ تھی اور جو آپنے عظیم الشان کارنامے دکھلائے وہ آپ کی ذاتی قابلیت و استعداد کے نتائج نہ تھے بلکہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کیطرف سے تھا اور اسی نے آپ کی نصرت و اعانت فرمائی۔ نیز ساتھ ہی ساتھ ان مقدمات سے آپ کی لائی ہوئی کتاب کی اہمیت اور دعوت محمدیہ کا موضوع بھی ظاہر ہو جائیگا۔

(۱) آپ نے بہانگ دہل اعلان فرمایا کہ میں اسلئے مبعوث کیا گیا ہوں کہ ان تیرہ جماعت اور فتنہ پرور اور بت پرست قوم کی اصلاح کروں اور ان کے دلوں کو دریائے علم و حکمت سے پر کردوں تاکہ وہ میری دعوت کو تمام عالم میں پھیلا دیں اور خدا کے آخری پیغام کو تمام انسانوں کے کانوں تک پہنچا دیں اور لوگوں کے رہنما اور پیشوا بنیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا۔ یعنی خدائے وحدہ لاشریک نے وعدہ فرمایا ہے کہ مومنین صالحین کو زمین کا خلیفہ بنائیگا جیسا کہ امم سابقہ کو بنایا گیا تھا اور ان کے لئے پسندیدہ دین کو قوت بخشیگا اور ان کے خوف کو امن سے بدل دیگا اور ان لوگوں کی شان یہ ہوگی کہ خدا کے سوا کسی کے سامنے ان کا سرخم نہ ہوگا۔ واقعی جب تک مسلمانوں میں یہ صفت قائم رہی ان پر کوئی غالب نہ آسکا اور اسی کے فقدان سے وہ سلاسل القید میں جکڑ دئے گئے۔

(۲) آنحضرت صلعم نے بتلایا کہ اسلام کے علاوہ تمام ملل و ادیان کے متبعین غلط راستہ اختیار کئے ہوئے ہیں اور انبیا کی تعلیمات سے انکا کچھ تعلق نہیں۔ انہوں نے کتابوں میں تحریف کر ڈالی ہے اور خواہشات نفسانی کے مطابق الفاظ کتابوں میں درج کر دیے ہیں۔ صرف اسلام ہی وہ مذہب ہے جو تمام عالم کیلئے پیغام رحمت بنکر آیا اور سب ادیان پر غالب ہوکر رہیگا اور اسمیں کسی قسم کی معمولی سی بھی تحریف نہ ہوئی اور نہ ہوسکیگی۔

هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۔ یعنی خدا وہ ذات ہے جس نے اپنے محترم رسول کو ہدایت و حقانیت کیساتھ مبعوث فرمایا تاکہ اسکو تمام مذاہب پر غلبہ عطا فرمائے۔

(۳) قرآن شریف کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بنائی ہوئی نہیں ہے بلکہ اس خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہے جس نے اسکی پرورش کی اور اسکے سینہ کو مخزن علم و حکمت اور اسکی پیشانی کو مطلع انوار بنایا۔ وانزل علیك الكتاب والحكمة وعلمك مالم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما۔ یعنی خدا نے تم پر کتاب و حکمت نازل فرمائی اور تم کو وہ علم بخشا جس سے تم پہلے ناواقف تھے اور اسی وجہ سے جب کبھی کسی امر میں سہواً غلطی فرماتے تو باریتعالیٰ کبھی شفقت و نرمی سے اصلاح فرما دیتا۔ جیسا کہ ارشاد ہے عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ۔ یعنی جب تک کہ آپ کے لئے سچا اور جھوٹا ظاہر نہ ہو جائے آپ کو اجازت نہ دینی چاہیے تھی لیکن خیر خدا نے اسکو درگذر فرما دیا۔ اور کبھی تہدید آمیز الفاظ نازل فرماتا ولولا ان ثبتناك لقد كدت تركن اليهم شيئا قليلا اذا لاذقناك ضعف الحياة وضعف الممات ثم لا تجد لك علينا نصيرا۔ اگر ہم تمکو ثابت قدم نہ رکھتے تو تم ضرور ان کی طرف مائل ہو جاتے اسوقت ہم تمکو دنیا و آخرت کا دگنا عذاب چکھاتے اور کو

تمہارا معاون و ناصر بھی نہ ہوتا۔ واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ امسک علیک زوجک اس آیت کے متعلق حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اگر کوئی آیت آنحضرت چھپانیوالے ہوتے تو اسی آیت کو چھپاتے۔ ولا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی یریدون وجھہ ما علیک من حسابھم من شی وما من حسابک علیھم من شی فتطردھم فتکون من الظالمین۔ اے محمد بادہ توحید کے سرشاروں کو اپنے دربار سے مت نکال نہ آپ ان کے حساب کے ذمہ دار ہیں اور نہ وہ آپکے حساب کے ذمہ دار اگر آپ نے ان کو دھتکارا تو ظالمین میں تمہارا شمار کرلیا جائیگا" اس آخری آیت اور جو اسکے ہم معنی سورہ کہف اور عبس میں آئی ہے اسکے شان نزول کا خلاصہ یہ ہے کہ امرا قریش نے آنحضرتؐ سے درخواست کی کہ ہم چونکہ مالدار اور ذی عزت و وجاہت ہیں اسلئے جب ہم آپکی موعظت و نصیحت سننے آئیں تو یہ خستہ حال مسلمان خلل انداز نہ ہوں یعنی دربار نبوی میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ آنحضرتؐ نے خیال فرمایا کہ شاید اس طریقے سے انکے قلوب اسلامی نور سے متمتع ہوسکیں۔ اس تجویز پر عمل کرنیکا ارادہ فرمایا تو خدا نے فوراً روک دیا کہ آپ کی تمامتر توجہ ان فقرا کیطرف ہونی چاہیے جو اپنے تمام مال و اولاد کو خیرباد کہکر خدا کے ہو رہے ہیں نہ کہ ان متکبر اور بدطینت لوگوں کی طرف جو کہ مسلمانوں کو حقیر و ذلیل سمجھتے ہیں۔

(۴) جب وحی آنحضرتؐ پر نازل ہوتی تو اسوقت جلدی جلدی آپ بھی حضرت جبرئیلؑ کے ساتھ پڑھنے لگتے کہ مبادا کہیں بھول نہ جاؤں اسپر خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔ لاتحرک بہ لسانک لتعجل بہ ان علینا جمعہ وقرانہ۔ اے محمد تم کو اتنی تکلیف برداشت کرنے کی کیا ضرورت تم نسیان سے خائف مت ہو اس قرآن کا تمہارے سینہ میں محفوظ رکھنا ہمارے ذمہ ہے۔ دوسری آیت میں ارشاد ہے۔ سنقرئک فلا تنسی الا ما شاء اللہ یعنی اے محمد ہم تمکو اس طرح پڑھائینگے کہ بھولوگے نہیں مگر ہاں خدا کسی مصلحت سے اگر چاہیگا تو بھلا دیگا لیکن یہ نسیان تمہارے ضعف حافظہ کا نتیجہ نہ ہوگا۔

(۵) آنحضرت صلعم نے قرآن شریف کے الفاظ و معانی دونوں کو بغیر کسی نقص و زیادۃ کے ہم تک پہنچا دیا۔ یہانتک کہ لفظ قل کو بھی حذف نہ کیا جیساکہ اسکی مثالیں بہت ملسکتی ہیں۔ قل ھو اللہ احد الخ قل یاایھا الکافرون۔ ہاں جب آپنے ہرقل قیصر روم کیطرف دعوت نامہ تحریر فرمایا تو ذیل کی آیت سے لفظ قل حذف کرلیا۔ یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ الخ کیونکہ یہاں محض تبلیغ مقصود تھی۔

(۶) نمبر ۴ و ۵ میں جس امر کو ظاہر کیا گیا ہے اسپر ذیل کی آیت بخوبی دال ہے۔ وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْھِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَیْرِ ھٰذَآ اَوْ بَدِّلْہُ قُلْ مَا یَکُوْنُ لِیْٓ اَنْ اُبَدِّلَہٗ مِنْ تِلْقَآءِ نَفْسِیْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ۔ یعنی جب قرآن شریف کی آیتیں مشرکین پر پڑہی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ یا تو دوسرا قرآن لاؤ یا اسمیں تغیر کرو۔ اے محمد تم ان لوگوں سے کہدو کہ میری اسمیں ذرا سی بھی قدرت نہیں میں تو وہی کہتا ہوں جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰہُ مَا تَلَوْتُہٗ عَلَیْکُمْ وَلَآ اَدْرٰکُمْ بِہٖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْکُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِہٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ اگر خدا کی مشیت نہ ہوتی تو میں نہ اس قرآن کو تمہیں سناتا اور نہ اسکے معانی سے آگاہ کرتا۔ میں تو اس سے قبل اپنی طویل زندگی تم میں گذار چکا ہوں کیا تم عقل سے بے بہرہ ہو۔ یعنی جب میں نے پہلے کبھی دنیاوی معاملات میں خیانت و کذب سے کام نہ لیا تو پھر کس طرح میں خدا پر جھوٹ باندھ سکتا ہوں۔

(۶) قرآن مجید نے تمام عالم کو چیلنج دیا کہ ہے کوئی جو اسکی چھوٹی سی سورت کے ہی مثل لاسکے۔ لیکن کسی کو ہمت نہ ہوئی (اس حصہ کے متعلق اگر زیادہ وضاحت مطلوب ہے تو رسالہ محدث کے نمبرہ میں اعجاز قرآن مجید ملاحظہ فرمائیں مترجم)

( ) صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض مرتبہ نزول وحی کی تاخیر سے بہت پریشان اور غمگین نظر آتے جس کی وجہ سے کفار عرب خوش خوش ہو ہو کر طعنہ دیتے کہ محمدؐ کو اسکے خدا نے چھوڑ دیا۔ ایک مرتبہ ایک عورت نے کہا کہ "محمدؐ کا شیطان اسکی امداد و اعانت سے دستبردار ہوگیا ہے" انہی مواقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ وَمَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى۔ اے پیارے رسول نہ ہمنے تجکو چھوڑا ہے اور نہ تجھ سے دشمنی کی ہے "کیا یہ واضح دلیل نہیں کہ قرآن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خود ساختہ نہیں بلکہ منزل من اللہ ہے اب ہم ایک اور عبرت انگیز واقعہ پیش کرتے ہیں جو ہمارے دعوے کی بین دلیل ہے۔

عبداللہ بن ابی بن سلول نے جب حضرت ام المومنین عائشہؓ پر زنا کی جھوٹی تہمت تراشی اور اسکو اسقدر مشہور کیا کہ بعض مسلمان بھی اسکو سچ سمجھنے لگے یہانتک کہ آنحضرت نے حضرت عائشہؓ کے جدا کرنے کے بارے میں حضرت علیؓ سے مشورہ لیا اور بریرہؓ سے بھی حضرت عائشہ کے اطوار و اخلاق کے متعلق دریافت فرمایا تو بریرہ نے جواب میں آپ کی عصمت و عفت و پاکدامنی کی شہادت دی۔ لیکن آپ برابر فکر مند رہے۔ حضرت عائشہ کا یہ حال تھا کہ ان کو اس غلیظ تہمت کیوجہ سے شب و روز نیند نہ آتی تھی اور نہ آنسوؤں کا سیلاب تھمتا تھا۔ کیا یہ وہ وقت نہ تھا جبکہ رسول اللہ صلعم کی چہیتی رفیقہ حیات ام المومنین کو ایک بدترین تہمت کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ اگر قرآن واقعی آپ کے ہی افکار تخیلات کا نتیجہ تھا تو پھر آپ نے حضرت عائشہ کی برارت میں فوراً کیوں نہ ایک آیت بنا کر پیش کردی۔

چونکہ ایسا نہ تھا اسلئے یہ بھی نہ ہوسکا۔ بلکہ خدا تعالٰی نے اپنے وقت مقررہ پر حضرت عائشہؓ کی شاندار اور زوردار الفاظ میں برارت ظاہر فرمائی اور تہمت تراشنے والوں کو تہدید آمیز الفاظ میں انتہا درجہ کی سرزنش کیگئی اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ جن لوگوں نے پاکدامن حیادار نیک طینت عورتوں پر بہتان باندھے وہ دنیا و آخرت میں ملعون کردئے گئے اور ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔ (باقی آئندہ)

محاسن اسلام

(۳)

(از مولوی لطیف الدین لطیف ہردوی منشی کامل متعلم رحمانیہ)

حقوق پیروان غیر مذہب۔ اسلام اگر اس بات پر ناز کرے کہ اس نے عام انسانوں کے ساتھ حسن وسلوک مروت اور خوش اخلاقی سے پیش آنیکا حکم دیا ہے تو یہ بات اس کیلئے کوئی طرۂ امتیاز نہیں ہاں اسلام غیر مذاہب سے جس چیز کے ساتھ ممتاز ہوجاتا ہے وہ اس کا غیر قوموں اور غیر مذاہب کے ساتھ رواداری اور نیک سلوک کی تعلیم دینا ہے۔ عہد قدیم کی تاریخوں پر نظر ڈالنے سے

معلوم ہوتا ہے کہ دنیا غیر اقوام کے ساتھ کس قدر سخت گیری اور انسانیت سوز سلوک سے کام لیتی تھی۔

قدیم آریہ قومیں شودروں کے ساتھ (جو ہندوستان کے اصلی باشندے تھے اور ان کے ساتھ اختلاف عقائد رکھتے تھے) جو ذلت آمیز سلوک کرتی تھیں اس سے آج کون واقف نہیں؟ بھلا اس ظلم کی بھی کوئی انتہا تھی کہ اگر مقدس وید کے الفاظ کسی شودر کے کانوں میں پڑ جاتے تھے تو اس جسارت کی پاداش میں اس کے کان میں گرم سیسہ پگھلا کر ڈلتے تھے۔ یہودیوں کے یہاں غیر اقوام کے ساتھ جو ظالمانہ سلوک جائز رکھا گیا تھا اس کو توراۃ کے حسب ذیل حکم سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔

"خدا نے حضرت موسیٰ کو حکم دیا کہ دشمن کے جو ایک ہزار آدمی گرفتار ہوئے ہیں ان میں کا کوئی بچہ اور عورت تک نہ بچنے پائے"

عیسائی اگرچہ اپنے فیض کو ذرا وسیع کر دیتے ہیں لیکن ان کے یہاں رنگ و نسل کا جو امتیاز پایا جاتا ہے وہ قیامت تک نہیں مٹ سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص عیسائی ہو جائے تو پیشوایان قوم اس کو یہ کہکر تسلی دیدیں گے کہ قیامت میں وہ ان کا ہم مرتبہ ہوگا۔ لیکن دنیا میں جو حد فاصل قائم ہو چکی ہے وہ کبھی مٹ نہیں سکتی۔ غرض تاریخ عالم کا آپ جسقدر دقت نظر سے مطالعہ کریں گے آپ کو ہر جگہ غیر اقوام اسی طرح کے مختلف مظالم کا شکار ہوتی ہوئی نظر آئیں گی۔ لیکن دیکھو اسلام نے اس معاملہ میں کس قدر رواداری سے کام لیا ہے۔ اس نے مخالفین اسلام کی دو قسمیں قرار دی ہیں۔

(۱) ذمی۔ یعنی وہ لوگ جو مسلمانوں سے معاہدہ کر کے ان کی حکومت میں رہتے ہیں۔

(۲) حربی۔ یعنی وہ لوگ جن سے مسلمانوں کا کسی قسم کا کوئی معاہدہ یا دوستی نہیں بلکہ ان کے اور مسلمانوں کے درمیان جنگ قائم ہے یا قائم ہو سکتی ہے۔

اول الذکر مخالفین کی جان و مال آزادی اور عزت اسلام نے بالکل مسلمانوں کے مثل کر دی ہے ان کی حفاظت اسی طرح اسلامی حکومت پر واجب ہے جسطرح عام مسلمانوں کی۔

آخر الذکر لوگوں سے بھی اسلام اسی وقت لڑنے کا حکم دیتا ہے جبکہ وہ مسلمانوں کے مذہب، آزادی اور عزت میں رخنہ اندازی کرتے ہوں چنانچہ قرآن میں صاف آیا ہے۔ وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین وان عاقبتم بمثل ما عوقبتم بہ ولئن صبرتم لھو خیر للصابرین ولا یجرمنکم شنان قوم علی ان لا تعدلوا۔ یعنی خدا کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور حد سے آگے نہ بڑھو خدا حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا اگر تم بدلہ لو تو اسی طرح لو جیسا تم سے لیا گیا اور اگر صبر کرو تو صبر اچھا ہے صبر کرنیوالوں کیلئے کسی قوم کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔

وراثت

اوپر جتنے قوانین بیان ہوئے ہیں ان کا تعلق انسان کی حیات سے ہے لیکن بعض ایسے تعلقات بھی ہیں جو انسان کی وفات سے وابستہ ہیں انہیں میں سے ایک وراثت بھی ہے۔ وراثت کے بارے میں تمام اہل مذاہب بے انصافی سے کام لیتے تھے۔ ہنود کے یہاں صرف اولاد ذکور وارث ہوتی تھی اور لڑکیوں کو صرف گذارہ ملتا تھا ان کے علاوہ اور کسی رشتہ دار کو ایک حبہ بھی ورثہ سے نہیں ملتا تھا۔ عیسائیوں کے یہاں جائداد غیر منقولہ کی وراثت کا حق صرف اولاد اکبر کو پہنچتا تھا۔ عرب کی بھی تقریباً یہی حالت تھی ان کے یہاں عورتیں وراثت سے قطعاً محروم تھیں۔ لیکن خیال کرو کہ اسلام نے اس معاملہ

میں کس قدر فیاضی سے کام لیا ہے اس نے تقریباً تمام قریبی رشتہ داروں کو مال وراثت کا حقدار قرار دیا ہے ماں، باپ، چچا، دادا، بھائی، بہن، پھوپی، خالہ اور ماموں وغیرہ کو کچھ نہ کچھ مال وراثت سے اسلام میں حصہ پاتے ہیں۔

علمائے تمدن نے آج صاف اس راز کو فاش کردیا ہے کہ دولت جسقدر زیادہ افراد میں پھیلے گی اس قدر قوم وملک کیلئے زیادہ مفید ہے۔ یہی سبب ہے کہ آج تمام متمدن جمہوری سلطنتوں نے اس اصول کو اپنا لائحہ عمل بنالیا ہے۔ نیز یہ بھی صاف ظاہر ہے کہ انسان کو اس کی محنت کا صلہ اس کے مراتب خدمات کے لحاظ سے دینا چاہیئے۔ یہی وہ دو اصول ہیں جو اسلامی وراثت کے اصول میں جلوہ فرما نظر آتے ہیں۔

اسلام اور اخلاق

جس مذہب کے بانی کی بعثت کا مقصد ہی اس کے الفاظ میں یہ ہو کہ بعثت لاتمم مکارم الاخلاق میں مکارم اخلاق کی تکمیل کیلئے بھیجا گیا ہوں" اس مذہب کی اخلاقی تعلیمات اور اصول کے متعلق کچھ کہنا ہی فضول ہے۔ اسلامی اخلاق معلوم کرنے کیلئے ہمیں سب سے پہلے اخلاق نبوی کو دیکھنا چاہیئے کیونکہ اسلامی تعلیمات کا عمل نمونہ خود نبی کریم کی عملی زندگی ہے۔ حضرت عائشہؓ سے ایک صحابی نے اخلاق نبوی کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا ان خلق رسول اللہ صلعم کان القرآن (ابوداؤد) آپ کے اخلاق بعینہ تعلیمات قرآن تھے خود قرآن مجید میں نبی کریم کے اخلاق کے متعلق فرمایا گیا ہے" انک لعلی خلق عظیم" اے محمد بیشک آپ بہت بڑے خلق پر ہیں۔ آپ کے اخلاق معلوم کرنے کیلئے قرآن کی اخلاقی تعلیمات پر ایک نظر ڈالنا چاہیئے جو اسلامی اخلاق کی بنیاد ہیں۔ عزم واستقلال، مساوات کفایت شعاری، سلامت روی، کسر نفسی کی مثالیں تعلیمات قرآن کی حسب ذیل آیات سے بڑھکر اور کہاں ملسکتی ہیں۔

(۱) فاذا عزمت فتوکل علی اللہ ان اللہ یحب المتوکلین (آل عمران رکوع ۱۷) جب تو کسی امر کا ارادہ کرے تو پھر خدا پر بھروسہ کر بیشک خدا توکل پیشہ اصحاب کو دوست رکھتا ہے۔

(۲) انا خلقنا کم من ذکر وانثی وجعلنکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف گروہ اور طریقے بنا دیا ہے تاکہ تم پہچانے جاؤ بیشک خدا کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ بزرگ تم میں کا سب سے زیادہ متقی ہے۔

(۳) کلوا واشربوا ولا تسرفوا۔ کھاؤ پیو لیکن فضول خرچی نہ کرو۔

(۴) ولا تمش فی الارض مرحا انک لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال طولا (پ ۱۵ ع ۱) زمین پر اتراتا ہوا نہ چل تو (اسطرح) نہ تو زمین کو پھاڑ سکے گا اور نہ پہاڑوں تک لمبا ہو کر پہنچ جائیگا۔

(۵) ولا تصعر خدک للناس (پ ۲۱ ع ۱۱) اور لوگوں کی طرف اپنا گال مت پھلا۔

ان کے علاوہ اور بھی قرآن کی سینکڑوں آیات ہیں جن میں گراں بہا اخلاقی جواہر پارے موجود ہیں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف انہیں مسلمانوں کے اخلاقی لائحہ عمل کا درجہ عطا کیا بلکہ ان کو عملی جامہ بھی پہنایا۔ اسی لئے خدا نے لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ کہکر مسلمانوں کی ایک عملی ضابطۂ اخلاق کی طرف رہنمائی کی - اسلامی اخلاقیات

ایسا اہم بالشان مضمون ہے جس میں نہایت کاوش اور استقصا کی ضرورت ہے صرف قرآن میں اگر دقت نظر سے کام لیا جائے تو اخلاق کا ایک ضابطہ دستیاب ہو سکتا ہے لیکن ناظرین کرام مجھے معاف فرمائیں گے اگر میں طوالت مضمون کے خوف سے ان کو یہاں نظر انداز کردوں قرآن کے علاوہ احادیث میں بھی بکثرت آپ کے اخلاقی اقوال موجود ہیں چند بطور نمونہ ملاحظہ ہوں۔

(ا) البر حسن الخلق والاثم ما حاک فی صدرک وکرھت ان یطلع علیہ الناس۔ یعنی نیکی حسن خلق (یعنی کیرکٹر کے تناسب و موزونیت) کا نام ہے اور گناہ وہ ہے جو تمہارے دل میں کھٹکے اور تم اس کو پسند نہ کرو کہ لوگ اس کو جانیں یعنی تم اس کے اخفا کی کوشش کرو۔

(ب) من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان۔ تم میں سے جو شخص کسی برائی کو دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے مٹادے لیکن اگر اس میں اس ہاتھ سے مٹانے کی طاقت نہ ہو تو زبان سے مٹائے یعنی اس کو نصیحت کرے کہ وہ اس کام سے باز آجاوے اگر زبان سے مٹانے کی طاقت نہ ہو تو اس کو دل سے مٹائے یعنی دل سے اسکو برا سمجھے لیکن محض دل سے برا سمجھ لینا ایمان کا ایک نہایت کمزور درجہ ہے ۱۲

اس کے علاوہ اور بھی بہت احادیث ایسی ہیں جن میں اخلاق اسلامی کا ایک مکمل دستور العمل پیش کیا گیا ہے "اسلامی اخلاق" کی بحث میں ان تمام احادیث کا ذکر بھی ضروری تھا لیکن طوالت مضمون کے باعث میں ان کو یہاں نظر انداز کر رہا ہوں عنقریب اسلامی اخلاقیات کی مکمل تصویر "اسلامی اخلاق" کے عنوان سے محدث کے صفحات میں پیش کرونگا ناظرین انتظار کریں۔ اسلام نے تہذیب اخلاق میں اس قدر زیادہ حصہ لیا ہے کہ آخر مسٹر چیمبر" کو اپنی انسائکلو پیڈیا میں الفاظ ذیل کے ساتھ اعتراف ہی کرنا پڑا۔

> مذہب اسلام کا وہ حصہ جس سے اس کے بانی کی طبیعت صاف صاف معلوم ہوتی ہے نہایت کامل اور غایت درجہ کا موثر ہے اس سے ہماری مراد اسکی اخلاقی نصیحتیں ہیں یہ نصیحتیں کسی ایک یا دو تین صورتوں میں مجتمع نہیں بلکہ اسلام کی عالیشان عمارت میں سلسلۃ الذہب کے مانند ملی جلی ہیں، ناانصافی، جھوٹ، غرور، انتقام، غیبت استہزا، طمع، فضول خرچی، حرام کاری، خیانت اور بدگمانی کی سخت مذمت ہے اور ان کو قبیح اور بد دینی بتایا گیا ہے اور بمقابلہ ان کے خیر اندیشی، فیض رسانی، پاکدامنی، حیا، بردباری، صبر، تحمل، کفایت شعاری، سچائی راستبازی، عالی ہمتی، صلح پسندی، حق، راستی، اور سب پر بالاتوکل برخدا اور اتقیاء امر الہی کو سچی ایمانداری کی اعلیٰ بنیاد اور مومن صادق کا اصلی نشان قرار دیا ہے۔ (انسائیکلو پیڈیا آف مسٹر چیمبر)

خاتمۂ کلام

محاسن اسلام کا یہ ایک مختصر سا خاکہ ہے جس سے ایک حد تک اسلام کی حقانیت کا ثبوت مل سکتا ہے اسلامی عقائد عبادات و معاملات اور اخلاق ایسے اہم بالشان مضمون ہیں جن پر مستقل کتابیں لکھی جا سکتی ہیں خدا جزا خیر دے مولانا سید سلیمان صاحب ندوی کو جنہوں نے حال ہی میں ۹، ۷ سو صفحے کی ایک بسوط کتاب "سیرۃ النبی جلد چہارم" کے نام سے صرف عقائد اسلام ہی میں لکھی ہے اس سے آپ دیگر اجزائے اسلام کی وسعت و ہمہ گیری کا اندازہ کر سکتے ہیں میں نے یہاں نہایت اختصار سے کام لیا ہے ویسے بھی اسلام کی جس کسی چیز کو لیجئے وہ از سرتا پا محاسن کا مجموعہ نظر آئیگی

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم — کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا ست

محاسن اسلام کے سلسلے میں ایک عرب عیسائی داور مجاعص کا حسب ذیل مضمون بھی جسکو انہوں نے ۱۹۱۱ء میں بیروت کے مسیحی اخبار "الوطن" کے اس سوال کے جواب میں لکھا تھا کہ "دنیا کا سب سے بڑا انسان کون ہے؟" خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

"دنیا کا سب سے بڑا انسان وہ ہے جس نے دس برس کے مختصر زمانے میں ایک نئے مذہب، ایک نئے فلسفہ، ایک نئی شریعت اور ایک نئے تمدن کی بنیاد رکھی۔ جنگ کا قانون بدلدیا اور ایک نئی قوم پیدا، اور ایک نئی طویل العمر سلطنت قائم کردی لیکن ان تمام کارناموں کے باوجود وہ امی اور ناخواندہ تھا، وہ کون؟ محمد بن عبداللہ قریشی، عرب اور اسلام کا پیغمبر، اس پیغمبر نے اپنی عظیم الشان تحریک کی ہر ضرورت کو خود ہی پورا کردیا اور اپنی قوم اور اپنے پیروؤں کیلئے اور اس سلطنت کیلئے جس کو اس نے قائم کیا ترقی اور دوام کے اسباب بھی خود مہیا کردیئے اس طرح کہ خود قرآن اور احادیث کے اندر وہ تمام ہدایتیں موجود ہیں جن کی ضرورت ایک مسلمان کو اس کے دینی یا دنیاوی معاملات میں پیش آسکتی ہے، حج کا ایک سالانہ اجتماع فرض قرار دیا تاکہ اقوام انسانی میں اہل استطاعت ایک مرکز پر جمع ہوکر اپنے دینی و قومی معاملات میں باہم مشورے کرسکیں۔ اپنی امت پر زکوٰۃ فرض کرکے قوم کے غریب طبقہ کی حاجت پوری کی، قرآن کی زبان کو دنیا کی دائمی اور عالمگیر زبان بنا دیا کہ وہ مسلمان اقوام کے باہمی تعارف کا ذریعہ بن جائے قوم کے ہر فرد کو ترقی کا موقع اس طرح عطا فرمایا کہ یہ کہدیا کہ ایک مسلمان کو کسی دوسرے مسلمان پر صرف تقویٰ کی بزرگی حاصل ہے اس بنا پر اسلام ایک حقیقی جمہوریت بن گیا جس کا رئیس قوم کی پسند سے منتخب ہوتا ہے مسلمانوں نے ایک مدت تک اس اصول پر عمل کیا یہ کہکر کہ عرب کو عجم پر اور عجم کو عرب پر کوئی فوقیت نہیں اسلام میں داخل ہونا ہر شخص کے لئے آسان کردیا۔ نامسلموں کیلئے اسلامی ممالک میں عیش و آرام اور امن و اطمینان سے سکونت کی ذمہ داری یہ کہکر اپنے اوپر لے لی کہ "تمام مخلوق خدا کی اولاد ہے"۔ تو خدا کا سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اس کی اولاد کو سب سے زیادہ فائدہ پہنچائے خاندانی اور ازدواجی اصلاحات بھی اس کی نظر سے پوشیدہ نہ رہیں اس نے نکاح و وراثت کے قوانین مقرر کئے۔ عورت کا مرتبہ بلند کیا۔ مقدمات کے فیصلہ کے قوانین بنائے، بیت المال کا نظام قائم کرکے قومی دولت کو بیکار نہ جانے دیا علم کی اشاعت اور تعلیم اس کی کوششوں کا بہت بڑا حصہ رہی اس نے حکمت کو ایک مومن کا گم شدہ مال قرار دیا۔ اسی وجہ سے مسلمانوں نے اپنی ترقی کے زمانے میں ہر دروازہ سے علم حاصل کیا۔ کیا ان کارناموں کا انسان دنیا کی سب سے بڑی ہستی قرار نہ پائے گا"

اس امر پر یہ ایک اور جملہ بڑھا دینا چاہئے تو کیا خوب ہو۔ کیا جس مذہب میں ایسی خوبیاں پائی جائیں وہ منزل من اللہ اور حق نہ ہوگا؟ یقیناً اس کے مقابلے میں دنیا کا کوئی مذہب پیش ہی نہیں کیا جاسکتا۔ فقط۔

ضروری تصحیح

محدث نمبر ۲ صفحہ ۱۱ سطر ۱۷ میں "حقوق الاھبات" اور سطر ۲۰ میں "اجنبت جنبا" لکھا گیا ہے قارئین کرام اس کی تصحیح کرلیں جو علی الترتیب درج ذیل ہے۔ "عقوق الامہات" و "اذنبت ذنبا"۔

(نائب مدیر)

درسِ عمل

(یہ نظم اہلحدیث کانفرنس منعقدہ چھپرہ کے عظیم الشان اجلاس میں پڑھکر خاکسار نے سنائی)

مدیر "محدث"

آج ہم خفتۂ غفلت ہیں پریشاں ہو کر
آہ، یہ ذلت و افلاس مسلماں ہو کر؟

عہدِ سابق بھی تجھے یاد نہیں کیا مسلم!
جلوہ افروز تھا تو عالمِ دوراں ہو کر

اُٹھ، زمانہ کو گرفتارِ تحیّر کر دے
اپنا اعجاز دکھا موسیٰ عمراں ہو کر

تیرا اقبال ہے کیوں سینۂ گیتی میں نہاں؟
پھر وہی شان بنا صاحبِ ایماں ہو کر

پردۂ ساز میں پنہاں رہے کیوں نغمہ ترا؟
آ، ذرا چھیڑ دے داؤد خوش الحاں ہو کر

رنج و کلفت کی گھٹاؤں سے نہ گھبرا ہرگز
پردۂ شب کو اٹھا صبح درخشاں ہو کر

وادیٔ غم میں نہ بن تو کبھی گم گشتۂ راہ
دور کر ظلمتِ دل شمع فروزاں ہو کر

سعی کر سعی کہ پھر اگلی سی حالت ہو جائے
تو زمانہ میں رہے شاہِ سلیماں ہو کر

آہ، ہم بھول گئے عشرتِ ماضی کے مزے
ورنہ یہ نکبت و ادبار مسلماں کے لئے

اُٹھ، کہ شیرازۂ باطل کو پریشاں کر دیں
جوہرِ دینِ محمد کو نمایاں کر دیں

آ، کچھ اس طرح عمل جذبۂ صادق سے کریں
ایک عالم کو یہاں عاملِ قرآں کر دیں

زندگی شورشِ پیہم میں گذاریں اپنی
بحرِ ہستی میں ہویدا کوئی طوفاں کر دیں

پھر زمانہ کو دکھا دیں وہی اگلی سی بہار
ہر بیاباں سے بیاباں کو گلستاں کر دیں

کشت زاری ہو کچھ ایسی کہ نکھر آئے چمن
ذرۂ خاک کو خورشید درخشاں کر دیں

پھر دکھا دیں وہی تنویرِ حقیقت کی جھلک
گوشۂ دیدۂ باطل کو بھی حیراں کر دیں

ہاں کریں جوش میں پھر ایسی ترقی کا حصول
اپنے اغیار کو انگشت بدنداں کر دیں

قوم کے سامنے ناظم ہے مرا "درسِ عمل"
جیسی محنت ہو ملا کرتا ہے ویسا ہی پھل

ناظم صدیقی (مولوی فاضل)

فقدانِ عمل کی خوفناک غلطی

(از مولوی عبدالمجید صاحب رحمانی ہوگلوی)

آج موجودہ دور میں اہل مغرب کی تقلید میں اہل مشرق بھی مذہب سے بیزار ہو رہے ہیں اور الحاد و دہریت کی شاہراہ پر گامزن ہیں انکو مذہب سے تقریباً بالکل بے رغبتی اور نفرت ہو رہی ہے۔ مذہب کو محض فضول تصور کرنے لگے ہیں۔ خصوصاً ہمارا نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ۔ ان کا مقولہ ہے کہ مذہب ترقی و عروج کیلئے سدِ سکندری ہے۔ جب تک اسکا قلع قمع نہ کیا جائے ہمکو حصول آزادی میں ہمیشہ ناکامیابی ہوتی رہیگی۔ کاش ہمارے نوجوان بھائیوں کی ترتیب خالص مغربی ماحول و اصول پر نہ ہوتی اور ان کو اسلامی تواریخ سے کچھ واقفیت ہوتی اور اسلامی قوانین پر نظر عمیق دوڑاتے۔ تو کبھی اس قسم کے الفاظ ہرگز نہ کہتے اور نہ ان کو مذہب اسلام حصول آزادی میں سدِ سکندری نظر آتا۔ مذہب اسلام تو یہ کہتا ہے اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہ۔ سوائے اس ملک الملک کے اور کسی کی حکومت نہیں ہے۔ اسلام اعلان کرتا ہے هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ ودین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون۔ اللہ پاک نے اپنے پیارے رسول محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہدایت اور سچا دین دیکر بھیجا ہے تاکہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کرے اگرچہ کافروں کو برا معلوم ہو۔ اس سے بڑھکر اور کیا ترقی ہو سکتی ہے؟ اگر قصور ہے تو ہمارا نہ کہ مذہب اسلام کا۔ کیا ان کو جنگ بدر کا وہ عظیم الشان واقعہ یاد نہیں؟ جس میں صرف اسلامی اور مذہبی جوش و جذبہ میں آکر ہزارہا سلاح پوش کفار سے نہتا مقابلہ کیا گیا اور شاندار فتح ہوئی۔ کیا ان کو خلافت راشدہ خصوصاً حضرت عمر فاروق کی عالمگیر فتوحات یاد نہیں؟ جبکہ صرف مذہبی نشہ میں مخمور ہو کر دنیا کے ہر گوشہ میں اسلام چمکا۔ کیا وہ نوجوان محمد بن قاسم اور محمد غوری کا واقعہ بھول گئے؟ جنہوں نے صرف یثربی ولولوں سے متاثر ہو کر سندھ اور ہند کو فتح کیا۔ ہاں اموی و عباسی خلافت اسپین و مصر کی حکومت کی ترقیاں تاریخ کے ناظرین کو آج تک محو حیرت نہیں کرتیں؟ پھر بتاؤ! یہ سب کیا تھیں؟ کیا ان کو مذہب نے کبھی ترقی و عروج سے روکا ہے؟ ہرگز نہیں! بلکہ مذہب ہی ایک ایسا آلہ ہے جس نے ان کو ترقی کے بام عروج تک پہونچا دیا تھا۔ بلاشبہ مذہبی جوش و جذبہ سے ہی انسان دنیا کو فتح کر سکتا ہے اور ترقی کے مدارج اعلیٰ پر پہنچ سکتا ہے۔ یاد رہے موجودہ مطلق العنانی میں ترقی پنہاں نہیں بلکہ خواری اور رسوائی ہے مذہب انسان کی روحانی غذا ہے۔ جسطرح جسمانی تربیت کی ضرورت پڑتی ہے اسی طرح روحانی تربیت کی بھی ضرورت پڑتی ہے اور روحانی تربیت صرف مذہب سے ہوا کرتی ہے۔ مذہب سے جسکا تعلق یا ربط زیادہ ہوگا اور جو اسکے ہر ہر حکم کی تعمیل کریگا اسکی روحانی تربیت اعلیٰ ترقی پر ہوگی۔ اور اسکو روحانی مراتب میں اعلیٰ درجہ حاصل ہوگا۔ باقی رہا کونسا ایسا مذہب ہے جو انسان کی حقیقی تربیت کر سکے؟ تو صرف اسلام ہی ایک ایسا عالمگیر مذہب ہے جو انسان کی حقیقی و روحانی تربیت و پرورش کر سکتا ہے۔ حیف! صد حیف!! موجودہ مسلمانوں پر خصوصاً ہمارے نوجوان بھائیوں پر۔ جو دن بدن مذہب اسلام سے متنفر ہو رہے ہیں۔ مذہب کو اور اسکے احکام کو ہیچ سمجھتے ہیں اور اسکی توہین میں دریغ نہیں کرتے اور طرہ یہ ہے کہ اس پر مضحکہ اڑایا جاتا ہے کہ "نماز۔ روزہ۔ حج وغیرہ میں اسلام نہیں ہے یہ محض فضول ہے۔ خدا اس ظاہری عمل سے خوش نہیں ہوتا ہے۔ خدا دلکو دیکھتا ہے۔ دل صاف رکھو۔ علم اور گیان و دیا سیکھو خدا اس سے خوش ہوگا۔

میں نے اپنے ایک انگریزی تعلیم یافتہ دوست کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ "نماز حج وغیرہ میں اوقات صرف ہوتے ہیں۔ اتنے عرصہ میں اگر ہم سائنس کے کاموں میں مشغول رہیں یا کسی علمی شغل میں رہیں تو بہت کچھ ترقی کر سکتے ہیں اور خلق کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔" آہ! یہ ہے خالص فرنگی تہذیب کا ثمرہ اور نتیجہ۔ یہ ہے مغربی تعلیم کا زہریلا گیس!! خدا مسلمانوں کو ایسی تہذیب سے کوسوں دور رکھے۔

آج بڑے زور و شور سے کہا جاتا ہے کہ "تمنے کوئی جنت کا ٹھیکہ نہیں لیا ہے کہ جسکو چاہو جنت میں داخل کرو اور جسکو چاہو دوزخ میں ٹھونسو ہم بھی صرف ایمان ہی سے جنت میں بے داغ چلے جائینگے اعمال کے ذریعہ سے نہ ہم جنت میں جا سکتے ہیں اور نہ دوزخ میں۔ مقدر میں جو ہے وہ ہو کر رہیگا۔ تعجب ہے کہ غلط طریقہ سے وہ اپنے دعویٰ کے ثبوت میں نص قرآنی و حدیث مصطفوی بھی پیش کیا کرتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذالک الایہ یعنی خدا شرک کے علاوہ تمام گناہوں کو معاف کرتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ یعنی جس نے شہادت دی کہ سوائے اللہ جل شانہ کے کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا" حقیقت یہ ہے کہ ان کو اسمیں سخت غلط فہمی ہوئی ہے وہ اسکی حقیقت تک نہیں پہنچے۔ نص قرآنی اور حدیث شریف اپنے معنی پر صحیح ہیں وہ صرف ایک ہی آیت اور حدیث کو ظاہری مفہوم پر لئے بیٹھے ہیں محدثین کا قول ہے الحدیث یفسر بعضہ بعضا یعنی بعض حدیث بعض کی تفسیر کرتی ہے۔ اسی طرح آیت قرآنی بھی۔ حدیث شریف میں فقط لا الہ الا اللہ کا ذکر ہے حالانکہ محمد رسول اللہ اور اسی طرح فرشتہ، کتاب، رسل، جنت۔ دوزخ۔ قیامت حشر نشر وغیرہ پر بھی ایمان لانا ضروری اور فرض ہے ورنہ وہ کافر ہے۔ مومن کبھی نہیں ہو سکتا۔ اوپر کی حدیث میں صرف لا الہ الا اللہ کا ذکر ہے اور بعض حدیث میں محمد رسول اللہ ہے جو کہ پہلی حدیث کی تفسیر کرتی ہے اسی طرح دوسری حدیث عمل کی فرضیت کی تفسیر کرتی ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ لا الہ الا اللہ جنت میں داخل ہونیکی ہے دندان کنجی ہے اور اعمال صالحہ اس کے دندان ہیں اور انسان کی تخلیق ہی اسلئے ہوئی ہے کہ خدا کی عبادت کرے اور اسکے اوامر اور نواہی کی تعمیل کرے جیسا کہ ارشاد باری ہے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ میں نے جن اور انسان کی تخلیق صرف اسلئے کی تاکہ وہ میری عبادت کریں۔ ورنہ خدا کی عبادت کیلئے صرف فرشتے ہی کافی تھے۔ خدا کو آزمانا مقصود ہے اسلئے انسان کی تخلیق ہوئی اور اسپر احکامات جاری کئے گئے۔ مذکورہ بالا آیت اور حدیث سے صاف اور مبین ظاہر ہوا کہ عمل ہی موجب جنت اور دوزخ ہے۔ بغیر اعمال کے ہم جنت میں نہیں جا سکتے ہیں۔ آگے چلکر ہم اور وضاحت کے ساتھ اسکی زیادہ تشریح کرینگے انشاء اللہ تعالیٰ۔

مخالفین حضرات کو چاہئے تھا کہ تمام احادیث اور قرآن پر نظر عمیق دوڑاتے۔ لیکن افسوس! انہوں نے صرف ایک ہی حدیث کو اپنا سہارا بنا لیا ہے۔ اسلئے انکو غلط فہمی ہوئی اور سخت غلط فہمی ہوئی ہے۔ ہاں اس بات سے ہمیں بھی کوئی انکار نہیں کہ مقدر میں جو کچھ ہے وہ ہو کر رہیگا لیکن مقدر میں جو کچھ ہے وہ دنیا ہی میں اسکے اعمال سے ظاہر ہوتا ہے اور ہو کر رہتا ہے اور اعمال ہی سے اسکے شقی اور سعید ہونیکی علامت پہچانی جاتی ہے یعنی اگر اس کی تقدیر میں شقاوت لکھی ہوئی ہے تو ضرور وہ گناہ کا مرتکب ہوگا اور اسکا خاتمہ اسی پر ہوگا اور اگر اسکی تقدیر میں سعادت لکھی ہوئی ہے تو ضرور وہ نیک اعمال کا عامل ہوگا اور اسکا خاتمہ اسی پر ہوگا جیسا کہ بخاری شریف جلد دوم صفحہ ۳۸۷، میں حضرت علی مرتضیٰ سے مروی ہے کہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بقیع الغرقد کے قبرستان میں ایک جنازہ میں شامل تھے۔ آپ نے فرمایا کہ تم میں سے ہر کسی کا ٹھکانا جنت اور دوزخ میں لکھا ہوا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی (فداہ ابی و امی) کیا ہم اس پر بھروسہ نہ کریں اور عمل کو ترک نہ کریں؟ آپ نے فرمایا عمل کرو! کیونکہ ہر کسی کے لئے وہ چیز آسان کر دی گئی ہے

جسکے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے یعنی جو شخص جنتی ہے اسکے لئے جنت اور سعادت کا کام آسان کیا گیا ہے اور وہ کام اس سے ہو کر رہیگا اور جو شخص دوزخی ہے اس کے لئے اہل شقاوت اور دوزخ کا کام آسان کیا گیا ہے اور وہ کام اس سے ہو کر رہیگا۔ پھر آپ نے یہ آیت کریمہ پڑھی فاما من اعطیٰ واتقیٰ وصدق بالحسنیٰ فسنیسرہ للیسریٰ واما من بخل واستغنیٰ وکذب بالحسنیٰ فسنیسرہ للعسریٰ الآیۃ۔ یعنی جس نے خدا کی اطاعت کی اور منہیات سے کنارہ کشی کی اچھے کلمہ توحید کی تصدیق کی ہم اسکو ہر آسانی کیلئے ضرور آسان کرینگے یعنی اسکو دنیا میں اس نیک خصلت پر آمادہ و مستعد کرتے ہیں جس سے اسکو آخرت میں آرام و راحت ملے۔ اچھے اعتقاد اور نیک عملوں کی توفیق دیتے ہیں اور وہ نیک عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کی اجل آپہنچتی ہے اور وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے اور جس نے بخالت کی نا امری سے اور خواہشات نفسانیہ کیلئے نعمت عقبیٰ سے بے پرواہی کی اور اچھی بات توحید کی تکذیب کی ہم اسکو سختی کیلئے آسان کرینگے یعنی اسکو دنیا میں برے اعمال اور اعتقاد کی توفیق دیتے ہیں جس سے وہ برے اعمال کا مرتکب ہوتا ہے اور اسی پر اسکا خاتمہ ہوتا ہے اور وہ جہنم میں داخل ہو جاتا ہے۔ یہ حدیث صاف اور مبین دلیل ہے عمل کی۔ اگر عمل کوئی چیز نہ ہوتی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمل کرنے پر تاکید نہیں فرماتے اور صحابہ کرام کے سوال کے جواب میں عمل سے ضرور دستبردار ہونیکو فرماتے لیکن آپ نے بجائے اسکے عمل کی ترغیب دلائی اور اسکو واجب قرار دیا۔ اور خداوند قدوس کا مقصد انبیاء کرام کو مبعوث کرنے سے صرف یہی ہے کہ لوگوں کو آزمائیں اور دیکھیں کہ بندے اپنے پروردگار حقیقی کے احکام کو مانتے ہیں یا ٹھکراتے ہیں اور ہر سلیم الطبع انسان کبھی اس بات کو تسلیم نہیں کریگا کہ مزدور کو بغیر محنت اور مشقت کے اجرت ملتی ہے۔ جو مزدور محنت سے کام کرتا ہے۔ اور مستاجر کے کاموں کو کما حقہ سرانجام دیتا ہے۔ تکلیفوں کو جھیلتا ہے اسی سے مستاجر خوش ہوتا ہے اور اسکو ہر طریقہ سے خوش کرتا ہے اور انعامات بخشتا ہے نہ کہ سست اور کاہل مزدور کو جو کہ کام نہیں کرتا ہا سستی سے کرتا ہے بلکہ مستاجر اسکو ایک دمڑی بھی دینے کیلئے تیار نہیں ہوگا۔ اسکی مثال اور وضاحت کے ساتھ سنئے! مثلاً کوئی وائسرائے یا گورنر یہ قانون نافذ کرے کہ ہماری حکومت میں کوئی پکٹنگ نہ کرے جو خلاف ورزی کریگا اسکا سو روپیہ جرمانہ اور ایک ماہ قید بامشقت یہ قانون نافذ ہونیکے باوجود اگر کوئی رعیت خلاف ورزی کرے۔ تو کیا گورنر اس پر کبھی راضی ہوگا؟ کیا اسکو جیلخانہ نہیں بھیجیگا۔ گرفتار ہونیکے وقت اگر وہ پولیس داروغہ سے یہ کہے کہ حضور! میں حکومت اور آپکا بڑا معتقد ہوں اور آپ لوگوں سے بڑی محبت ہے تو کیا اسکی اس مجنونانہ باتوں پر داروغہ اسکو بری کر دیگا؟ اور اسکو احمق سمجھکر جیلخانہ نہیں بھیجیگا؟ بلکہ ضرور اسکو خلاف ورزی پر قیدخانہ جانا پڑیگا۔ جب دنیا کی معمولی حکومت یا گورنر کا یہ حال ہے تو جو احکم الحاکمین تمام حاکموں کا حاکم تمام گورنروں کا مالک اور آقا ہے جو ہمکو طرح طرح کی نعمتوں سے پالتا ہے۔ کیا اسکا شکر ہم نہ کریں؟ اسکی حکمبرداری نہ کریں؟ کیا وہ اسکے احکام کی عدم تعمیل پر خوش ہوگا؟ کیا وہ بغیر اسکے ہمسے راضی ہوگا؟ ہرگز نہیں!۔ وہ خوش جب ہی ہو سکتا ہے کہ ہم اسکے احکام اور قوانین کو تسلیم کرکے اسکو عملی جامہ پہنائیں اور اس کے احکام کے علمبردار ہوئیں۔ جنت کے حقیقی وارث وہی لوگ بن سکتے ہیں جو خدا اور اسکے رسول اور بما جاء من عند اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اسکے احکام کے عامل بھی ہیں۔ کما قال اللہ تعالیٰ: تلک الجنۃ التی اورثتموھا بما کنتم تعملون یعنی اس جنت کے جو تم وارث بنائے گئے ہو وہ صرف تمہاری محنت اور مشقت کی بدولت ہے۔ دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے وما کان اللہ لیضیع ایمانکم۔ یعنی خدا تمہاری نماز کو باطل نہیں کرتا ہے بلکہ اسکا ثواب تمہیں ضرور ملیگا۔ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے وعلیٰ ربھم یتوکلون الذین یقیمون الصلوٰۃ ومما رزقناھم ینفقون اولئک ھم المومنون۔ یعنی خدا پر وہی لوگ توکل کرتے ہیں جو نماز پڑھتے ہیں اور

خدا کی دی ہوئی روزی اور مالوں سے صدقہ خیرات کرتے ہیں وہی لوگ ایماندار ہیں۔ اور ایک مقام میں فرماتا ہے لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی۔ یعنی انسان کو اسکی کمائی ہوئی چیز ہی ملتی ہے اگر اسنے نیکی کمائی تو اسکا بدلہ ملیگا اور اگر برائی کمائی تو اسکا بدلہ ملیگا۔ بخاری شریف میں حضرت ابی ہریرۃؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کونسا عمل افضل ہے؟ آپنے فرمایا ایمان باللہ۔ پھر سوال ہوا کونسا عمل افضل ہے؟ فرمایا خدا کی راہ پر جہاد کرنا۔ سہ بارہ سوال ہوا کہ پھر کونسا؟ فرمایا حج مبرور۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایمان عمل اقرار اور تصدیق کا نام ہے۔ نہ کہ فقط تصدیق اور اقرار کا نام جیسا کہ بعض الناس کا مسلک ہے۔ صحیحین میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قبیلہ عبد القیس کا وفد آیا۔ اور سوال کیا حضور! ہمارے اور آپ کے مابین قوم مضر رہتی ہے جو ہماری سخت دشمن ہے وہ ہمسے اشہر حرام کے علاوہ اور مہینوں میں چھیڑ چھاڑ کرتی ہے۔ اسلئے ہمیشہ آپکی خدمت مبارک میں حاضر نہیں ہوسکتے ہیں۔ آپ کوئی ایسا عمل ہمیں بتلائیے کہ ہم اس پر عمل کریں اور ہمسے جو غائب ہیں ان تلک یہ خبر پہنچا دینگے تاکہ ہم اس پر عمل کرنے سے جنت میں داخل ہونگے۔ راوی کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چار چیزوں کا حکم فرمایا اور چار چیزوں سے منع فرمایا۔ انکو ایمان باللہ وحدہ کا حکم فرمایا اور کہا کہ ایمان کس کو کہتے ہیں معلوم ہے؟ انہوں نے کہا اللہ اور اسکے رسول زیادہ جاننے والے ہیں۔ آپنے فرمایا کہ اس بات کی شہادت دینی کہ حقیقی معبود اور پوجنے کے لایق صرف ایک اللہ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسکے رسول ہیں نماز پڑھنی۔ زکوٰۃ ادا کرنی۔ روزہ رکھنا۔ غنیمت سے خمس ادا کرنا۔ اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ ایمان فقط تصدیق اور اقرار کا نام نہیں ہے بلکہ عمل مع تصدیق و اقرار کا نام ایمان ہے اور یہی صحیح مذہب ہے۔ محدثین اور محققین کی یہی رائے ہے۔ ہر شخص کو اپنی کوشش کے مطابق ثواب اور عقاب جزا اور سزا ملیں گے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہوتا ہے لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی۔ یعنی انسان کو اسکی کمائی ہوئی چیز ہی ملتی ہے۔ اگر اسنے برائی کی کوشش کی تو اسکو برائی کا بدلہ ملتا ہے اور اگر نیکی کی کوشش کی تو اسکو نیکی کا بدلہ ملتا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ۔ یعنی تیرے رب کی قسم ہم تمام لوگوں سے انکے اعمال کے متعلق پوچھیں گے۔ آگے چلکر ایک جامع مانع آرڈیننس جاری فرماتا ہے۔ جس سے تمام شبہات اور جھگڑے ختم ہوجاتے ہیں۔ فرماتا ہے فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ یعنی جو شخص ذرہ برابر بھی خیر کریگا اسکو دیکھیگا اور جو شخص ذرہ برابر بھی برائی کرے گا اسکو دیکھیگا یعنی نیکی اور بدی کا پھل آخرت میں ضرور چکھیگا۔ اب ہر ذی عقل اور صاحب طبع پر یہ امر مخفی نہیں کہ عمل بھی کوئی چیز ہے۔ عمل ہی پر جنت اور دوزخ کا دارومدار ہے۔ ہمارے سرور دو جہاں احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہم التحیہ والسلام باوجود معصوم اور مغفور ہونیکے خشیت الٰہی سے ہمیشہ زار زار ہوتے تھے اور خدا کی حکمبرداری میں شب و روز لگے رہتے تھے۔ ہمارے آقائے نامدار حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ حضور! آپ معصوم و مغفور ہیں آپ کو عبادت و ذکر، بندگی کی کیا ضرورت؟ آپ اسکو سنکر سخت برافروختہ ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ہم پر طرح طرح کی نعمتیں اور احسانات برساتا رہتا ہے ہمکو قسم قسم کی روزیوں سے پال رہا ہے کیا ہم اسکے شکر گذار بندہ نہیں؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خصوصاً عشرہ مبشرہ خدا کی خشیت سے لرزتے تھے ہمیشہ ڈرتے تھے کہ کہیں انکا اعمال حبط نہ ہوجائیں۔

اطلاع پریس والوں کی غفلت سے "الحزب المقبول" کی اشاعت میں تاخیر ہوگئی ہے جن حضرات نے فرمائشیں ارسال فرمائی ہیں وہ مطمئن رہیں کتاب طیار ہوتے ہی فوراً روانہ کردی جائیگی۔

(نائب مدیر)



صداقت اسلام

(۲)

(از مولوی محمد ابو الخیر متعلم پھوہائی پرتاب گڈھی متعلم رحمانیہ بجماعت ثانیہ

اب ہم قرآن مجید کی تمام تفصیلات سے قطع نظر کرتے ہوئے صرف سورہ فاتحہ کے الفاظ پر غور کرتے ہیں تو بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ سے ضرور محبت کرنی چاہیئے قبل اسکے کہ میں سورۂ فاتحہ کے الفاظ پر کچھ غور کروں یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ محبت کے دو ہی طریقے ہیں ایک تو یہ ہے کہ کسی سے محبت کی جاتی ہے پیار کی وجہ سے ثانیہ خوف و دہشت کی وجہ سے سب سے پہلے پیار کو استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ دنیا کا قاعدہ ہے کہ انسان جب اپنے بچے کو کسی اسکول میں بھیجتا ہے تو سب سے پہلے اس سے پیار کرتا ہے اور ہر ایک قسم کی طمع دلاتا ہے اس کے بعد اگر یہ اثر نہیں کرتا تو زد و کوب سے کام لیا جاتا ہے ایسے ہی خداوند لایزال نے پہلے محبت اور پیار کو استعمال کیا کہ اے لوگو مجھ سے محبت کرو بعد ازاں اپنے دبدبہ اور جلال کی وجہ سے خوف دلایا کہ اگر تم مجھ سے محبت نہ کروگے تو قیامت کے روز سزا پاؤگے چنانچہ ارشاد باری یوں ہوتا ہے۔ الحمد للہ رب العالمین الحمد للہ کہکر یہ اشارہ کیا کہ اے لوگو! مجھ سے محبت کرو اسلئے کہ تم دنیا میں ایسی چیزوں سے محبت کرتے ہو جو کہ تمام خوبیوں کو جامع نہیں حالانکہ ان میں بوجہ مخلوق ہونے کے بہت سے نقصانات پائے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں وہ ذات ہوں جو تمام صفات کمالیہ کا جامع ہے اور تمام صفات رذیلہ سے مبرا اور منزہ ہے مجھ میں کسی قسم کا نقص نہیں ہے تو تم کو مجھ سے بدرجہ اولی محبت کرنی چاہیئے اسکے بعد اللہ نے فرمایا کہ چونکہ بعض لوگ بلکہ اکثر لوگ ذاتی خوبی کی وجہ سے محبت نہیں کرنا چاہتے اگرچہ یہ طبائع رذیلہ کا کام ہے مگر اعلیٰ درجے کے وہی طبائع ہیں جو ذاتی خوبی کی وجہ سے کرتی ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر تم مجھ سے میری ذاتی خوبی کی وجہ سے محبت نہیں کرنا چاہتے تو آؤ کم از کم میرے احسانات عظیمہ کی وجہ سے مجھ سے محبت کرو چنانچہ ارشاد ہوتا ہے رب العلمین یعنی میں تمہارا مربی ہوں اور محسن ہوں اسوجہ سے تم پر لازم ہے کہ تم مجھ سے محبت کرو اور چونکہ طبائع مختلف ہیں بعض وہ طبائع ہیں جو قدیم احسان کو اچھا سمجھتی ہیں اور بعض طبائع موجودہ احسان کو اور بعض طبائع آئندہ احسان کو بریں وجہ اللہ تعالیٰ نے صیغہ استمرار کا استعمال کیا یعنی رب العالمین جسکا مطلب یہ ہے کہ میں زمانہ قدیم سے احسان کرتا ہوا آرہا ہوں اور کرتا رہونگا یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے احسان میں تمام زمانے کو لے لیا اس سے باقی مذاہب پر بہت بڑی فضیلت ثابت ہوگئی کیونکہ باقی مذاہب والے کہتے ہیں نجات اسی شخص کی ہوگی خدا اسی پر رحم کریگا جو ہمارے مذہب میں داخل ہے لیکن اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو کسی شخص کا تعین نہیں کرتا کسی مکان کا تعین نہیں کرتا بلکہ وہ یہ کہتا ہے کہ خدا تمام مخلوقات کا محسن ہے تمام مخلوقات پر رحم کرنیوالا ہے خدا کا احسان یہیں تک نہیں محدود ہے بلکہ اس کے بعد خود فرماتا ہے الرحمٰن الرحیم یعنی خدا رحمٰن ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کیلئے وہ اسباب مہیا کرتا ہے جن پر انسان کا زندہ رہنا موقوف ہے اور ان اسباب میں انسان کا کچھ دخل نہیں ہے اس سے بھی بعض مذاہب پر فضیلت ثابت ہوگئی۔

(باقی آئندہ)

جناب شیخ عطاء الرحمن صاحب پروپرائیٹر و پبلشر نے جید برقی پریس بلیماران میں چھپوا کر دار الحدیث رحمانیہ دہلی سے شائع کیا۔

نمبر ۳۰۴

جلد ۱

اللہ نزل احسن الحدیث کتابا

رسالہ محدث دہلی



سرپرست

شیخ عطاء الرحمن صاحب مہتمم دار الحدیث رحمانیہ

مدیر مسئول

عبد الحلیم ناظم

(مولوی فاضل)



نگران اصول

(مولانا احمد اللہ صاحب

(شیخ الحدیث)



[illegible] پریس [illegible] دہلی میں چھپا

فہرست مضامین

مقاصد

(۱) کتاب و سنت کی اشاعت۔

(۲) مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح۔

(۳) دارالحدیث رحمانیہ کے کوائف کی ترجمانی۔

ضوابط

(۱) یہ رسالہ ہر انگریزی مہینہ کے ابتدائی ہفتہ میں شائع ہوا کرے گا۔

(۲) یہ رسالہ ان لوگوں کو سال بھر مفت بھیجا جائیگا جو ۸ ٹکٹ خرچ دفتر میں بھیجدینگے۔

(۳) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا ضروری ہے۔

ہر خط و کتابت کا پتہ

منیجر رسالہ محدث دارالحدیث رحمانیہ دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

محدث دہلی

جلد ۱	ماہ ذیقعدہ ۱۳۵۲ھ مطابق ماہ مارچ ۱۹۳۴ء	نمبر ۱۱

مسلم سے خطاب

(از محمد امین صاحب شوق مبارکپوری متعلم بجماعت رابعہ مدرسہ رحمانیہ)

دوسری قوموں کے دیکھے تو نے نظارے بہت ... آذرا اب قوم مسلم کی زبوں حالی بھی دیکھ

غربت و افلاس کی بارش ہے اس پر رات دن ... دیکھ اسکی ابتری اور اس کی پامالی بھی دیکھ

دیکھ شاداب و شگفتہ دوسری قوموں کے باغ ... کشت مسلم کی ذرا سوکھی ہوئی بالی بھی دیکھ

وہ مسلماں جن کی جیبیں تھیں کبھی گنج گہر ... آج اِک پائی سے ان کے ہاتھ کو خالی بھی دیکھ

وہ مسلماں جن کے سر پر تھا کبھی تاج شہی ... آج تو اُس کی غلامی اور بدحالی بھی دیکھ

قوم مسلم پر خدا کے واسطے کر اک نظر
شوقؔ تو اس کی پریشانی و پامالی بھی دیکھ

فرضیت حج وقربانی

(از جناب مولنا احمد اللہ صاحب شیخ الحدیث مدرس رحمانیہ دہلی)

بیان فرضیت حج واحکام قربانی وغیرہ

جب اللہ کا حج اللہ پاک نے فرض کیا ہے۔ منکر فرضیت حج کا فر ہے اور تارک گنہگار ہے آخرت میں مواخذہ کی صورت ہے آیات واحادیث حج کے فرض ہونے پر موجود ہیں فرمایا اللہ پاک نے وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ۔ ترجمہ لوگوں پر حج بیت (اللہ) لازم ہے۔ اللہ کیلئے جو طاقت رکھتا ہے بیت اللہ کیطرف راستے کے (خرچ پر) اور جس نے انکار کیا اور کفر کیا (حج کے متعلق) اللہ پاک بے پرواہ ہے جہاں کے لوگوں سے۔

اسلام کے پانچ رکن ہیں شہادت وحدانیت الہی کی۔ شہادت رسولؐ اللہ کے رسول ہونیکی۔ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ حج۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَھَادَۃِ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ وَحَجِّ الْبَیْتِ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَمُسْلِم نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اسلام کی بنیاد پانچ چیز ہیں۔ لا الہ الا اللہ اور شہادت رسالت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنا درستگی سے۔ زکوٰۃ دینا۔ روزہ رمضان۔ حج کرنا اللہ کے مکان کا۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ خطبہ سنایا ہم لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یَا اَیُّھَا النَّاسُ قَدْ فُرِضَ عَلَیْکُمُ الْحَجُّ فَحُجُّوْا الحدیث رواہ مسلم۔ اے لوگو تمہارے اوپر حج فرض کردیا گیا۔ عن ابن عباس قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعجلوا الی الحج یعنی الفریضۃ فان احدکم لا یدری مایعرض لہ۔ ترغیب۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں حج فرض ادا کرنے کیلئے جلدی کرو۔ تم لوگوں کو نہیں معلوم آئندہ کیا پیش آوے یعنی مال جاتا رہے بیماری موت پیش آجاوے۔ تمام عمر میں ایک مرتبہ حج فرض ہے۔ اس سے زیادہ ایک دو تین علی ہذا القیاس نفل ہے فرض نہیں باعث ثواب ہے جسقدر چاہے حج کرے۔

ابوامامہ صحابیؓ فرماتے ہیں جس شخص کو کوئی حاجت کھلی ہوئی یا بادشاہ ظالم یا بیماری (سخت) نہ روکے اور مرگیا (بغیر حج کئے ہوئے) یہودی نصرانی کی موت مرجاوے اگر چاہے دارمی۔ یہ حدیث حضرت علیؓ سے بھی آئی ہے۔ قرآن شریف میں مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا آیا ہے اس سے مراد راستہ کا خرچ ہے جو دور کے رہنے والے ہیں ان کے لئے سواری بھی اس میں داخل ہے۔ آل اولاد کو خرچ دینا واپسی تک یہ بھی اس میں داخل ہے قرض سے بھی فارغ ہو راستہ میں امن ہو۔ یہ شرطیں حج کی فرضیت کی ہیں۔

عورتوں کے لئے محرم کی بھی ضرورت ہے علاوہ خرچ کے۔ محرم یہ لوگ ہیں باپ بھائی شوہر بھتیجا بھانجا

پوتا۔ نواسہ۔ چچا۔ نانا۔ دادا۔ رضاعت کے سبب سے بھائی بھتیجا بھانجہ رضاعی باپ رضاعی چچا یہ کل محرم ہیں۔ اگر محلہ کی مومنہ متقیہ عورتیں رشتہ والی عورتیں دیندار اپنے محرموں کے ساتھ حج کے لئے جارہی ہیں ان کے ہمراہی ہیں عورت ادھیڑ جوان ہر ایک جاسکتی ہیں۔ یہ جماعت عورتوں کی جو ایمان والی دیندار ہیں محرم کے حکم میں ہیں۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اس مسئلہ کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا اسی طرف میلان ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ بھی اسی کے قائل ہیں ایک جماعت محققین کا مذہب ہے۔

حج کی فضیلت

ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کونسا عمل زیادہ فضیلت رکھتا ہے آپ نے فرمایا اللہ پر اور اسکے رسول پر ایمان لانا کسی نے کہا پھر کیا آپ نے فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ کہا گیا پھر کیا؟ آپ نے فرمایا حج مبرور۔ بخاری مسلم۔

حج مبرور یعنی حج نیکی والا جس میں دکھلانا سنانا مقصود نہ ہو گناہوں سے علیحدہ ہو۔ مال حلال ہو۔ خلوص نیت سے حج کرے حج مبرور کا بدلہ جنت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایک عمرہ سے (دوسرے) عمرہ تک یہ گناہوں کا کفارہ ہے جو دو عمرہ کے درمیان ہیں ہیں۔ اور حج مبرور کا بدلہ نہیں ہے مگر جنت ہے۔ بخاری مسلم حدیث کے یہ لفظ ہیں۔ والحج المبرور لیس لہ جزاء الا الجنۃ۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حج للہ فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدتہ امہ۔ بخاری مسلم۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جو شخص اللہ کے لئے حج کرتا ہے گالی گلوج بیہودہ نہیں بکتا اور گناہ کے کاموں سے پرہیز کیا (حج کرکے) واپس ہوتا ہے۔ ایسا ہو جاتا ہے جس دن میں اس کی ماں نے اسکو جنا۔ یعنی گناہوں سے پاک صاف ہو جاتا ہے جیسے بچہ پیدائش کے وقت میں گناہوں سے پاک ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج کرو۔ حج گناہوں کو دھو دیتا ہے جس طرح پانی میل کو صاف کرتا ہے۔ ترغیب ترہیب۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج پہلے گناہوں کو ڈھا دیتا ہے۔ مسلم۔

بیت اللہ بزرگ مکان ہے

زمین جس وقت پیدا ہوئی سب سے پہلے بیت اللہ کی جگہ پیدا ہوئی ایسا سمجھنا چاہئے کہ یہ جگہ زمین کی جڑ اور بنیاد ہے۔ جب تک زمین میں اس مکان کی حرمت قائم ہے زمین آسمان کا قیام ہے۔ جب بیت اللہ ویران ہو جائیگا قیامت قائم ہو جائیگی اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِّلنَّاسِ اللہ پاک نے کر دیا کعبہ بیت اللہ کو لوگوں کے قیام کا باعث۔ عبادت عمرہ حج وغیرہ اسکے ذریعہ سے قائم ہیں۔ اور ایک معنی یہ بھی ہیں لوگوں کے قیام اور آبادی کا باعث ہے۔ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے دو ہزار برس تک فرشتوں نے بیت اللہ کا حج کیا ہے۔ دنیا میں پہلے اللہ کی عبادت کا مکان بیت اللہ بنایا گیا ہے اس مکان کو پہلے فرشتوں نے تعمیر کیا تھا۔ زمرد سرخ کا تھا۔ جسکا بیان اس حدیث میں ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ پاک نے حکم بھیجا حضرت آدم علیہ السلام کی طرف۔ اے آدم اس مکان کا حج کر موت آنے سے پہلے۔ آدم علیہ السلام نے کہا موت کیا ہے۔ اے

رب میرے۔ اللہ پاک نے فرمایا عنقریب موت کا مزا چکھو گے۔ کہا آدم علیہ السلام نے آل اولاد پر کس کو نگران مقرر کروں۔ اللہ پاک نے فرمایا زمین آسمان پہاڑ پر نگرانی پیش کرو۔ زمین آسمان پہاڑ پر پیش کیا کہ میرے آل اولاد کی نگرانی کرنا۔ ہر ایک نے انکار کیا۔ لڑکے نے نیابت آدم کی قبول کی یعنی قابیل جو قاتل ہابیل کا ہے اس کے بعد آدم علیہ السلام . . . ہند سے حج کے لئے تشریف لے گئے۔ راستہ میں جس جگہ منزل کرتے تھے کھاتے پیتے تھے۔ اللہ پاک اس جگہ کو سرسبز کر دیتا تھا اور وہ جگہ آباد ہو جاتی تھی۔ اسی طرح ہر منزل کا حال ہوتا تھا۔ یہانتک کہ مکہ تشریف لائے۔ ملائکہ نے استقبال کیا اور کہا اے آدم ع السلام علیکم تمہارا حج نیک ہو یعنی قبول ہو۔ خبردار ہو۔ اس مکان بیت اللہ کا حج دو ہزار برس تمسے پہلے فرشتوں نے کیا حضرت انس کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت بیت اللہ یاقوت سرخ کا تھا دو دروازے تھے (صاف شفاف تھا) طواف کرنے والے باہر سے بیت اللہ کے اندر کی چیزیں دیکھتے تھے۔ اندر والے باہر والے کو جو طواف کرتے تھے دیکھتے تھے آدم علیہ السلام عبادت حج سے فارغ ہوئے اللہ پاک نے حکم بھیجا اے آدم حج کی عبادت سے فارغ ہو چکے۔ کہا ہاں اے رب میرے فرمایا اللہ پاک نے جو حاجت ہو سوال کرو دئیے جاؤ گے آدم ؑ نے کہا میرے گناہ معاف کر دیجئے اور میری اولاد کی خطائیں۔ فرمایا اے آدم تیرے گناہ میں نے معاف کر دیا جب زمین پر گرے (گناہ کے سبب سے) لیکن تیری اولاد کے گناہ جسنے مجھکو پہچانا اور میرے اوپر ایمان لایا اور میری کتابوں اور رسولوں کی تصدیق کی اسکے گناہ میں معاف کر دونگا۔ ترغیب ترہیب۔

حضرت جابر صحابی ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کعبۃ اللہ کی زبان ہے اور دو لب ہیں۔ اللہ پاک کے سامنے شکایت کیا کہ اے رب میرے تیرے بندے میرے پاس کم آتے ہیں اور میرے زیارت کرنے والے کم ہوگئے اللہ پاک نے فرمایا بیت اللہ سے میں ایک مخلوق پیدا کرونگا میرے لئے عاجزی کرنیوالے ہوں گے محبت سے تیری طرف ٹوٹ پڑینگے جسطرح کبوتری محبت سے اپنے انڈے کیطرف آتی ہے۔ ترغیب۔ اس سے امت محمدی کی طرف اشارہ ہے۔ ترک زیارت سے زمانہ جاہلیت مراد ہے اللہ پاک کے ذکر سے زمین پر ہوگئی۔ بیت اللہ کی زیارت کیلئے اس طرح ٹوٹ رہے ہیں جسطرح پروانے شمع پر ٹوٹ کر مرتے ہیں۔ واللہ اعلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بیت اللہ سے فائدہ حاصل کرو (حج عمرہ طواف کرکے) دو مرتبہ ویران ہوا تیسری مرتبہ کے بعد اٹھ جائے گا ترغیب۔ یعنی دنیا سے نیست و نابود ہو جائے گا جو باعث حسرت ہے۔ عنقریب ہی قیامت آجائیگی۔

انبیاء اللہ کا حج کیلئے آنا

نوح علیہ السلام کے زمانہ میں طوفان کے سبب سے بیت اللہ اٹھا لیا گیا جو ملائکہ کا بنایا ہوا تھا۔ اسی طرح ٹیلہ کئی سو برس تک پڑا رہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ تک حضرت ابراہیم علیہ السلام و اسمٰعیل علیہ السلام دونوں نے بنایا۔ اسکے درمیان میں جو انبیاء اللہ دنیا میں آئے برابر بیت اللہ کے ٹیلہ کا طواف کرتے رہے حضرت ہود علیہ السلام صالح علیہ السلام حج کرتے رہے۔ بیت اللہ کے تعمیر ہونیکے بعد بھی انبیاء اللہ برابر حج کرتے رہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عسفان کے میدان میں آئے حج کے وقت آپ نے فرمایا اے ابوبکر کون میدان یہ ہے کہا یہ وادی عسفان ہے آپ نے فرمایا ہود اور صالح علیہما السلام اس وادی سے آئے بیت اللہ کے حج کیلئے کمبل کے تہبند باندھے ہوئے چادریں اُون کی دھاری دار اوڑھے ہوئے جوان اونٹنی پر سوار تھے۔ اونٹ کی مہار کھجور کی رسی کی تھی۔ احمد بیہقی ترغیب۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ستر نبیوں نے مسجد خیف (منٰے میں) نماز پڑھی ان میں موسی ع بھی ہیں دو کمبل (موضع) قطوان کے پہنے ہوئے تھے اونٹ پر سوار حرام باندھے ہوئے تھے اونٹ کی مہار پوست کھجور کی تھی ان کے دو گیسو تھے۔ حسن حدیث ہے طبرانی ترغیب۔ ابن عباس کہتے ہیں جب آپ مکہ مدینہ کے راستے کے درمیان میں آئے آپ نے فرمایا یہ کون میدان ہے لوگوں نے کہا یہ وادی ازرق ہے آپ نے فرمایا گویا موسیٰ علیہ السلام کو میں دیکھ رہا ہوں لمبے بال ہر کان میں انگلی ڈالے ہوئے لبیک کہکر اللہ کی طرف چیخ رہے ہیں۔ جب آپ میدان میں آئے آپ نے فرمایا گویا میں دیکھ رہا ہوں یونس علیہ السلام کو سرخ اونٹ پر کمبل کا جبہ پہنے ہوئے ہیں لبیک پکارتے ہوئے اونٹنی کی مہار پوست خرمہ کی ہے۔ ابن ماجہ سند صحیح ہے۔

مہینہ حج تین ہیں۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی۔ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ۔ الآیۃ۔ مہینہ حج معلوم کئے گئے ہیں جس شخص نے ان مہینوں میں احرام حج کا لازم لیلیا پس گالی گلوج فحش بیہودہ کلام سے پرہیز کرے اور گناہ کے کام سے اور لڑنے جھگڑنے سے حج کے وقت میں پرہیز کرے۔ حدیث شریف میں ان مہینوں کا بیان وارد ہے ماہ شوال۔ ذوالقعد۔ ذی الحجہ ہیں۔ ابتداء شوال سے احرام حج حاجی باندھ سکتا ہے نویں تاریخ ذی الحجہ تک نویں دن دسویں رات میں حاضر عرفات کے میدان میں ہوجائے حج ادا ہوا۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَجُّ عَرَفَةُ اَلْحَجُّ عَرَفَةُ۔ سنن۔

شوال سے پہلے حج کا احرام نہیں ہوسکتا۔ حج سال میں ایک مرتبہ ہے۔ عمرہ یہ بھی ایک عبادت اللہ کیواسطے ہے۔ سال بھر عمرہ کرنا درست ہے جب چاہے جس دن چاہے اسکے لئے کوئی وقت مخصوص نہیں۔ عمرہ میں چار رکن ہیں۔ احرام باندھنا۔ طواف بیت اللہ کرنا۔ سعی صفا مروہ کرنا۔ بال منڈانا یا ترشوانا۔ سال بھر میں چار مہینہ محرم ہیں جب سے اللہ پاک نے زمین آسمان بنایا۔ ذی قعدہ۔ ذی الحجہ۔ محرم۔ رجب۔ شکار کرنا۔ خودرو درخت کاٹنا۔ کسی آدمی کو ستانا جنگ کرنا کسی گناہ کا مرتکب ہونا حرم مکہ میں درست نہیں۔ کسی کی چیز کوئی گری پڑی ہو اسکا اٹھانا درست نہیں مگر وہ شخص جو اعلان کرکے حاجی کو دیدیوے۔ بفضل اللہ اس کا انتظام بادشاہ ابن سعود ایدہ اللہ کیوقت میں خوب ہی ہے سوائے زمانہ سلف کے اسکی نظیر نہیں ملتی۔ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ۔ جو ارادہ کرے گا بیت اللہ میں ظلم گناہ کرنیکا۔ ہم اسکو سخت عذاب دردوالا پہنچائینگے۔

عشرہ ذی الحجہ کی فضیلت

ماہ ذی الحجہ مہینہ محرم بھی ہے اور مہینہ حج بھی ہے دو قسم کی اس کی بزرگی ہے اسکے دس دن اول بڑی بزرگی والے ہیں عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ

عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من ایام العمل الصالح فیہا احب الی اللہ عزوجل من ہذہ الایام یعنی العشر قالوا یا رسول اللہ ولا الجہاد فی سبیل اللہ قال ولا الجہاد فی سبیل اللہ الا رجل خرج بنفسہ ومالہ ثم لم یرجع من ذلک بشیء رواہ البخاری وغیرہ

ابن عباس کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں زیادہ محبوب اللہ عزوجل کے نزدیک کسی دن میں نیک عمل کرنا ان دنوں سے زیادہ یعنی دس روز ذی الحجہ سے لوگوں نے کہا یا رسول اللہ کیا جہاد بھی نہیں اللہ کی؟ ہیں۔ آپ نے فرمایا نہ جہاد کرنا اللہ کی راہ میں مگر وہ شخص مجاہد جو نکلا اپنے جان مال سے پھر کچھ بھی واپس نہ ہوا۔ یعنی وہ مجاہد جو خود بھی شہید ہوا گھوڑا وغیرہ بھی ہلاک ہوا۔ بیشک یہ مجاہد اور دنوں میں جہاد کرنیوالا ذی الحجہ کے دنوں سے بھی بہتر ہے۔ حاصل یہ ہے کہ ان دس دنوں میں روزہ رکھنا تلاوت قرآن کرنا نفل نماز رات دن میں پڑھنا سبحان اللہ لاالہ الا اللہ پڑھنا صدقہ خیرات کرنا لوگوں کے ساتھ سلوک کرنا اور ز‌بانوں کے جہاد کرنیسے بھی زیادہ ثواب ہے۔

طبرانی کبیر میں سند جید سے حدیث آئی ہے اسکے لفظ یہ ہیں قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما من ایام اعظم عند اللہ ولا احب الی اللہ العمل فیہن من ایام العشر فاکثروا فیہن من التسبیح والتحمید والتہلیل والتکبیر۔ ترجمہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں نہیں ہے کوئی دن عمل کرنا زیادہ فضیلت والا اللہ کے نزدیک اور نہ زیادہ محبوب اللہ کے نزدیک عشرہ ذی الحجہ سے کثرت سے ان دنوں میں سبحان اللہ الحمد للہ، لاالہ الا اللہ اللہ اکبر کا ذکر کرو۔

عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما من ایام احب الی اللہ ان یتعبد لہ فیہا من عشر ذی الحجۃ یعدل صیام کل یوم منہا بصیام سنۃ وقیام کل لیلۃ منہا بقیام لیلۃ القدر رواہ الترمذی وابن ماجہ والبیہقی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں نہیں کوئی دن زیادہ محبوب کہ عبادت کی جائے (اللہ کے لئے) عشرہ ذی الحجہ سے ہرایک روزہ عشرہ ذی الحجہ کا ایک سال روزے کے برابر ہے اور قیام کرنا یعنی نفل تہجد پڑھنا ان راتوں میں شب قدر کی برابر ہے۔

ابن عباس کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں کوئی دن زیادہ بزرگی والا اللہ کے نزدیک اور نہ کوئی عمل کسی دن میں زیادہ محبوب اللہ عزوجل کے نزدیک ان دس دنوں سے کثرت سے پڑھو ان دنوں میں لاالہ الا اللہ اللہ اکبر۔ اور ذکر اللہ ہر دن کا روزہ ان دنوں میں برابر ایک سال روزے کے ہے اور (نیک) عمل ان دنوں میں سات سو سے زیادہ بڑھایا جاتا ہے۔ ترغیب۔

سعید بن جبیر تابعی عبادت نفل تہجد تسبیح تہلیل میں اسقدر کوشش کرتے تھے عشرہ ذی الحجہ میں کہ ان کو ان سے کھڑے ہونے پر قدرت نہیں ہوتی تھی۔ حضرت انس صحابی فرماتے ہیں صحابہ خیال کرتے تھے ہر دن ذی الحجہ کا ہزار دن کے برابر ہے اور عرفہ کا دن دس ہزار دن کے برابر۔ ثواب و فضیلت میں۔ بیہقی ترغیب۔ حضرت حفصہ فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چار چیزیں نہیں چھوڑتے تھے عاشورہ کا روزہ یعنی دسویں محرم۔ دس روزے ذی الحجہ کے اور تین روزے

ہر مہینہ میں اور دو رکعتیں صبح کی پہلے یعنی فجر کی سنتیں۔ احمد۔ نسائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں روزہ عرفہ کے دن کا دو سال کے گناہ جھاڑ دیتا ہے ایک سال گذرا ہوا اور ایک سال آنیوالا۔ اور روزہ عاشورہ ایک سال گذرے ہوئے کا گناہ جھاڑ دیتا ہے یعنی گناہ معاف ہو جاتا ہے۔ مسلم ابوداؤد وغیرہ۔ کسی عذر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی عشرہ ذی الحجہ کا روزہ نہیں رکھا۔ حضرت عائشہؓ سے اسکے متعلق حدیث صحیح مسلم میں وارد ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے حاجیوں کو منع فرمایا جو عرفات میں موجود ہوں۔ دس روز ذی الحجہ کے روزے اکثر کے اعتبار سے ہے ورنہ عید کے دن روزہ رکھنا منع ہے۔

پانچ روز سال بھر میں روزہ رکھنا منع ہے۔ ایک دن عید الفطر۔ دوسرا دن عید قربانی اور تین دن ایام تشریق یعنی گیارہویں بارہویں تیرہویں تاریخ تک عید قربانی کے بعد۔

پہلی تاریخ ذی الحجہ سے تیرہویں تاریخ تک تکبیرات کی کثرت ہو نماز فرض کے بعد نفلوں کے بعد چلتے پھرتے گھروں بازاروں گلیوں جنگلوں میں۔ حدیث مرفوع سے یہی ثابت ہے جسکا ذکر پہلے ہو چکا۔ یہانتک کہ مسجدیں گلی کوچہ بازار تکبیروں سے گونج جاویں۔ نویں تاریخ عرفہ کے دن نماز فجر سے تیرہویں تاریخ کے عصر تک تکبیر کہنے کی موقوف روایت عبداللہ بن مسعود وغیرہ سے آئی ہے۔ عبداللہ بن عمر صحابی اور ابوہریرہ صحابی عشرہ ذی الحجہ میں بازار کی طرف جاتے تھے تکبیریں کہتے تھے اور ان کے ساتھ اور لوگ بھی تکبیر کہتے تھے۔ حضرت عمرؓ منیٰ میں اپنے خیمہ میں تکبیر کہتے تھے انکی تکبیر مسجد کے لوگ سنتے تھے یعنی مسجد خیف میں وہ لوگ تکبیر کہتے تھے اور بازار والے تکبیر کی آواز بلند کرتے تھے یہانتک کہ منیٰ تکبیروں سے گونجتا تھا۔ عبداللہ بن عمرؓ تکبیر کہتے تھے منیٰ کے دنوں میں اور نمازوں کے بعد اور فرش پر۔ اپنے خیمہ میں اپنے مجلس میں چلتے پھرتے ان دنوں میں یعنی دسویں گیارہویں بارہویں تیرہویں ذالحجہ کو۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی صاحبہ تکبیر کہتی تھیں قربانی کے دن۔ اور عورتیں تکبیریں کہتی تھیں مردوں کے ساتھ مسجد میں نماز کے بعد صحیح بخاری۔

سلمان فارسی صحابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں تکبیر کہو۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر کبیرا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر وللہ الحمد۔ حضرت عمر و ابن مسعود سے اسطرح ثابت ہے۔

پہلی تاریخ ذی الحجہ چاند دیکھنے کے بعد سے ناخن ترشوانا۔ زیر ناف کے بال لینا لبوں کو ترشوانا سر کے بال منڈانا ترشوانا بغل کے بال لینا ناک کے بال لینا ہر ایک ممنوع ناجائز ہے جو قربانی کا ارادہ رکھتا ہے مرد ہوں یا عورتیں۔ عن ام سلمہ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل العشر و اراد بعضکم ان یضحی فلا یمس من شعرہ وبشرہ شیئا وفی روایۃ فلا یاخذن شعرا ولا یقلمن ظفرا وفی روایۃ من رای ھلال ذی الحجہ واراد ان یضحی فلا یاخذ من شعرہ ولا من اظفارہ رواہ مسلم۔ ترجمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جب عشرہ۔ ذی الحجہ داخل ہو اور بعض تمہارا قربانی کا ارادہ رکھتا ہو وہ نہ چھوئے اپنے بال اور بدن سے کوئی چیز۔ ایک حدیث میں ہے ہرگز نہ لیوے اپنے بال اور نہ ناخن ترشوائے اور ایک حدیث میں ہے جو شخص چاند دیکھے ذی الحجہ کا اور قربانی کا ارادہ رکھتا ہے وہ نہ لیوے اپنے بال اور نہ ناخن۔

جسکو قربانی میسر نہیں وہ بھی حجامت نہ کروے اسکی وجہ سے اللہ پاک اسکو قربانی کا ثواب عنایت فرمائیگا۔ بعد قربانی کے حجامت کروے۔ عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرت بیوم الاضحی جعل اللہ عیدا لھذہ الامۃ قال لہ رجل یا رسول اللہ ارایت ان لم اجد الا منیحۃ انثی افاضحی بھا قال لا ولکن خذ من شعرک واظفارک وتقص شاربک وتحلق عانتک فتمام اضحیتک عند اللہ رواہ ابو داود۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قربانی کا دن اس امت کی عید اللہ نے کی ہے ایک آدمی نے کہا اگر قربانی مجھکو نہ ملے ایک جانور دودھ والا عاریت کا ہے اسکو قربانی کروں آپ نے فرمایا نہیں اپنے بال اور ناخون لیجیے اور ترشوا اپنے لبوں کو زیر ناف کے بال لیلے تیری یہی پوری قربانی ہے۔

قربانی کرنا سنت موکدہ ہے بعض علماء کے نزدیک واجب ہے اگر قربانی نہ کریگا باوجود وسعت وفراخی کے گنہگار ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی پر ہمیشہ دوام کیا۔ دو جانور قربانی کرتے تھے ایک اپنی طرف سے اور اہل و عیال کیطرف سے اور ایک جانور اپنے امت کیطرف سے جو قیامت تک مومن مرد اور مومنہ عورتیں ہونگے اللہ کی وحدانیت اور رسول اللہ کی رسالت پر ایمان رکھتے ہوں گے اور شرک سے پرہیز کرتے ہوں گے۔ امت کو بھی چاہیے آپ کی طرف سے قربانی کرتے رہیں اسی لیئے حضرت علیؓ کو آپ نے وصیت کی کہ اے علیؓ میری طرف سے قربانی کرتے رہنا۔ حضرت علیؓ برابر قربانی رسول اللہ کی طرف سے کرتے رہے۔

عن حنش قال رائیت علیاً یضحی بکبشین فقلت لہ ماھذا فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوصانی ان اضحی عنہ فانا اضحی عنہ رواہ ابوداؤد والترمذی۔ ابوہریرہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو وسعت رکھتا ہے قربانی کی اور قربانی نہ کیا ہمارے عیدگاہ کے قریب نہ ہو۔ حدیث کے یہ لفظ ہیں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من وجد سعۃ لان یضحی فلم یضح فلا یحضر مصلانا رواہ الحاکم مرفوعا ھکذا وصححہ وموقوفا۔ ترغیب۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو قربانی کرو اور چاہیئے ہو اسکے اس خون گرنے پر ثواب اسکا خون اگرچہ زمین پر گرتا ہے بیشک وہ خون اللہ کے حفاظت میں واقع ہوتا ہے۔ طبرانی ترغیب۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کرنیکا حکم فرمایا ضحوا الخ قرآن شریف میں بھی قربانی کو بصیغہ امر فرمایا فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔ نماز پڑھو اپنے رب کی اے نبی علیہ السلام اور قربانی کرو۔

قربانی کی فضیلت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے قربانی کیا خوشی نفس سے ثواب کے خیال سے وہ قربانی پردہ ہوجائیگی آگ جہنم سے۔ طبرانی کبیر۔ ترغیب۔

قربانی کے دن اللہ کے نزدیک قربانی سے بڑھکر کسی اور نیکی نفلی کا ثواب نہیں۔ عن عائشہؓ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما عمل ابن آدم من عمل یوم النحر احب الی اللہ من اھراق الدم لیاتی یوم القیامۃ بقرونھا واشعارھا واظلافھا وان الدم لیقع من اللہ بمکان قبل ان یقع

بالارض فطیبوا بها انفسا رواہ الترمذی وابن ماجہ۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ترغیب۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ نہیں عمل کرتا بنی آدم کوئی عمل دن قربانی کے کہ زیادہ محبوب ہو اللہ کے نزدیک خون بہانے سے۔ بیشک قربانی آئے گی (حضور الٰہی میں) قیامت کے دن اپنے سینگوں اور بالوں کھروں کے ساتھ اور بیشک (قربانی) کا خون البتہ واقع ہوتا ہے اللہ کے نزدیک مرتبہ قبولیت میں زمین پر گرنے سے پہلے۔ خوش ہو جاؤ ان قربانیوں پر۔
زید بن ارقم صحابی کہتے ہیں صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یہ قربانی کیا چیز ہے آپ نے فرمایا یہ سنت ہے تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی لوگوں نے کہا ہمیں اس میں کیا ثواب ہے آپ نے فرمایا ہر بال پشم کے بدلے میں ایک ایک نیکی۔ احمد ابن ماجہ۔ بعض روایتوں میں یہ بھی آیا ہے پل صراط کے اوپر یہ قربانیاں تمہارے لئے سواریاں ہیں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فاطمہ کھڑی ہو جا اپنی قربانی کے پاس حاضر ہو۔ بیشک جو قطرہ خون کا گریگا ہر ایک قطرہ کے بدلے میں تیرے ہر ایک گناہ کی مغفرت ہے یہ قربانی قیامت کے دن مع گوشت خون کے لائی جائیگی۔ تیرے ترازو میں ستر سے زیادہ کئی درجہ۔ ابو سعید خدری نے کہا یا رسول اللہ کیا آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے خاص ہے یا عام مسلمانوں کے لئے ہے آپ نے فرمایا آل محمد کیلئے خاصکر اور تمام مسلمانوں کیلئے ہے۔ ملخص ترغیب۔

قربانی کا جانور عیب دار نہ ہو

حضرت علیؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا سینگ ٹوٹے ہوئے جانور سے ترمذی حدیث صحیح ہے۔ براء بن عازب صحابی فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا چار چیز قربانی میں جائز نہیں اندھا جانور جسکا اندھا ہونا ظاہر ہے جس جانور کی بیماری ظاہر ہے۔ اور جو جانور کھلا ہوا لنگڑا ہے۔ لاغر جانور بے مغز ترمذی حدیث صحیح ہے۔ عتبہ بن سلمی کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا قربانی میں اس جانور سے جسکا کان اوکھڑا ہوا ہے سوراخ تک اور جس جانور کی سینگ ٹوٹی ہوئی ہے جڑ تک اور وہ جانور جس کی آنکھ جاتی رہی اور وہ جانور جو چل نہیں سکتا لاغری اور کمزوری کے سبب سے۔ اور وہ جانور جو بے مغز ہے دبلا ٹوٹا ہوا احمد ابوداؤد۔
حضرت علیؓ فرماتے ہیں ہمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا کہ جانور کے آنکھ کان دیکھ لیویں نہ قربانی کریں اس جانور کی جسکا کان آگے سے یا پیچھے سے کٹا ہوا ہے یا کان پھٹا ہوا ہے یا اس کے کان میں گول سوراخ ہے ترمذی حدیث صحیح ہے۔

قربانی کا جانور بہتر جانور ہونا چاہیئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہتر قربانی میڈھے کی ہے ابوداؤد۔ ابوامامہ صحابی کہتے ہیں ہم لوگ قربانی کا جانور پال کے موٹا تازہ کرتے تھے اور مسلمان بھی اسی طرح کرتے تھے۔ سینگ والا جانور خوبصورت چت کبرا سفید وغیرہ قربانی میں بہتر جانور ہیں امام شافعی کے نزدیک بکری دو برس کی ہونا چاہیئے حنفیہ کے نزدیک ایک سال کی بکری درست ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لاتذبحوا الا مسنة الا ان یعسر علیکم فتذبحوا جذعة من الضان

الضان رواہ مسلم وغیرہ ۔ نہ ذبح کرو مگر مسنہ اور اگر دشوار ہو تمپر تو ذبح کرو دنبہ یعنی ایک سال کا مسنہ کے معنے میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں دانت الا مراد ہے بعض کہتے ہیں دو برس کا مراد ہے بہرحال دانت ہونا چاہیے ۔ اگر دو سال کا بکرا ہے بہت بہتر ہے ۔ دنبہ بھیڑ مینڈھا دو سال ایک سال کا ہونا چاہیے ۔ اس سے کم کا ہو عذر کے وقت وہ بھی جائز ہے ۔ جو بکری دانتی ہوئی نہیں اسکی قربانی درست نہیں ۔

قربانی کرنیکا بیان

دسویں تاریخ ذی الحجہ کو جب ایک نیزہ آفتاب طلوع ہو اسوقت عید نماز پڑھنا مسنون ہے یعنی اشراق کے وقت مکان سے تکبیر کہتا ہوا بلند آواز سے عیدگاہ میں جاوے ۔ برابر تکبیر کہتا ہوا دوسرے راستے سے گھر میں واپس آوے عورتوں کو عیدگاہ لیجانا سنت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں اور آپ کے زمانہ کی مومنہ عورتیں صحابیات عیدگاہ میں نماز عید کیلئے جاتی تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو عید میں لیجانیکا حکم فرمایا احادیث صحیحہ اس پر موجود ہیں ۔ نماز عید کے بعد قربانی عیدگاہ میں کرنا سنت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عید کی نماز پڑھکر فارغ ہوتے تھے دو جانور مینڈھا دنبہ بکری بکرا آپ کے سامنے لایا جاتا آپ قربانی کرتے نماز عید کے قبل کچھ نہیں کھاتے تھے ۔ قربانی کرکے قربانی کا گوشت کھاتے تھے ۔ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم انہ کان یذبح وینحر بالمصلی رواہ البخاری نبی صلی اللہ علیہ وسلم قربانی کا جانور ذبح کرتے تھے اور نحر کرتے تھے عیدگاہ میں ۔ نحر کہتے ہیں قربانی کرنیکو ۔ قربانی کا جانور قبلہ رخ لٹاکر اس دعا کو پڑھنا چاہیے ۔ رسول اللہ اسی طرح کرتے اور یہ دعا پڑھتے ابوداؤد وغیرہ میں ہے ۔ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ عَلٰی مِلَّةِ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ پھر بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ کہکر ذبح کرے پھر اس دعا کو پڑھے اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ فلان لے اللہ قبول کر فلاں کی جانب سے فلاں سے زبان سے کہے خلوص نیت کے ساتھ ۔ قربانی کرتے وقت اللہ کی طرف دل کو رجوع کرے محبت الٰہی میں رضاء الٰہی کے لئے قربانی کرے ۔ مال حرام سے قربانی قبول نہیں ریاکاری دکھلانے سنانے کی قربانی قبول نہیں ۔ قربانی کے گوشت سے اور اس کے چمڑے سے اجرت قصاب کو دینا درست نہیں ۔ قربانی کی کھال کو فروخت کرنا درست نہیں ۔ قربانی کا چمڑا صدقہ کردیا جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چمڑا اور جھل صدقہ کردیا تھا بخاری مسلم ۔ چمڑا اپنے استعمال میں لاوے ۔ مصلی بنالیوے یا ڈول مشک وغیرہ یہ بھی درست ہے ۔ حدیث صحیح میں اسکی اجازت آئی ہے ۔

ایک قربانی کے جانور میں کتنے شریک

گائے کی قربانی میں سات آدمی شریک ہوسکتے ہیں ۔ اونٹ میں دس آدمی شریک ہوسکتے ہیں ترمذی وغیرہ ۔ بکری میں گھر بھر شریک ہوسکتے ہیں عن عطاء بن یسار قال سألت ابا ایوب الانصاری کیف کانت الضحایا فیکم علی عہد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال کان رجل فی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم یضحی

بالشاة عنه وعن اهل بيته. فيا كلون ويطعمون حتى باهى الناس فصار كما ترى رواه ابن ماجة والترمذي وصححه۔ عطا رکہتے ہیں میں نے سوال کیا ابوایوب انصاری سے کس طرح قربانی تم لوگوں کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی۔ کہا تھے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک بکری اپنی طرف سے اور گھروالوں کیطرف سے کرتے تھے اور کھاتے کھلاتے تھے یہانتک کہ اب لوگ فخر کرنے لگے جسکو تم دیکھتے ہو زیادہ قربانی کوئی کرے خالص نیت سے رضائے الہی میں بہت بہتر ہے حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سو اونٹ کی قربانی کی اور ایک گائے اپنی بی بیوں کیطرف سے قربانی کیا تھا۔ صحیح مسلم میں یہ موجود ہے۔

ابورافع صحابی فرماتے ہیں بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قربانی کرتے تھے دو مینڈھے موٹے تازے سینگ والے سفید یا چت کبرے خرید کرتے تھے جب نماز عید پڑھتے تھے خطبہ سناتے ایک جانور آپ کے سامنے لایا جاتا تھا اور آپ عید گاہ ہی میں کھڑے ہوتے اسکو ذبح کرتے تھے اور فرماتے تھے یہ (قربانی) میرے امت کی طرف سے ہے جن لوگوں نے اے اللہ تیرے ایک ہونے کی گواہی دی (شرک سے بچے) اور میرے رسول ہونے کی گواہی دی۔ پھر دوسرا جانور سامنے لایا جاتا خود اسکو ذبح کرتے اور فرماتے یہ محمد اور آل محمد کی جانب سے ہے۔ پھر گوشت کھلاتے مسکینوں کو اور خود بھی کھاتے اور آل و اولاد کو اپنی کھلاتے دونوں قربانیوں سے۔ مسند احمد حدیث حسن ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصی کیا ہوا دو جانور خرید کیا ایک اپنی طرف سے اور آل اولاد کی طرف سے اور ایک امت کی جانب سے قربانی کیا۔ احمد ابوداؤد۔

قربانی کے گوشت کے تین حصہ کریں ایک حصہ محتاجوں کو۔ اور عزیز رشتہ دار دوست احباب کو کھلاویں ایک حصہ خود کھاویں۔ ایک حصہ اگر ذخیرہ جمع کرنا چاہیں گوشت کو سکھا کر درست ہے۔ قربانی کے گوشت کیلئے آپ نے فرمایا فكلوا ما بدا لكم واطعموا وادخروا۔ احمد۔ مسلم۔ کھاؤ جو کچھ چاہو۔ اور لوگوں کو کھلاؤ۔ ذخیرہ جمع کرو۔ دوسری حدیث میں ہے۔ کھاؤ جو کچھ چاہو۔ قربانی کا گوشت فروخت نہ کرو۔ کہاؤ کھلاؤ صدقہ کرو۔ اسکے چمڑے سے فائدہ اٹھاؤ فروخت نہ کرو۔ احمد۔

مُردے کیطرف سے قربانی کرنا

مُردے کیطرف سے قربانی کرنا چاہیے۔ حضرت علیؓ والی حدیث اوپر گذر چکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور وصیت کیا کہ اے علی میری طرف سے قربانی کیا کرنا رسول اللہ کے انتقال کے بعد برابر حضرت علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے قربانی کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی امت کی طرف سے قربانی کی۔ امت میں زندہ مردہ اور جو قیامت تک ہونے والے ہیں کل کو شامل کرتے مُردے کی طرف سے جو قربانی کی جاوے اسکا گوشت صدقہ کر دیا جاوے اور اگر خود بھی کھاوے درست ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں قربانیوں سے گوشت کھایا کرتے جو آپ اپنی طرف سے اور آل اولاد کی طرف سے کیا کرتے تھے اور جو امت کی طرف سے قربانی کرتے تھے مسند امام احمد کی حدیث میں صاف طور پہ یہ موجود ہے۔

قربانی کے چار دن ہیں

عید کا دن قربانی کا بڑا بزرگ دن ہے اس دن روپیہ پیسہ صدقہ خیرات کیا جائے اتنا ثواب نہیں جسقدر خون بہانے میں ثواب ہے یعنی قربانی کرنے میں ترغیب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ دن کھانے پینے کے دن ہیں اور ذکر اللہ کے دن ہیں یہ دن مسلمانوں کی عید کے دن ہیں۔ گیارہویں۔ بارہویں۔ تیرہویں تاریخ تک قربانی کرنا درست ہے عن جبیر بن مطعم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کل ایام التشریق ذبح رواہ احمد واخرجہ ابن حبان فی صحیحہ۔ ہر ایک دن تشریق ذبح کرنے کے دن ہیں۔ نماز عید پڑھکر قربانی کرنا چاہئے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من کان ذبح قبل الصلاۃ فلیعد۔ متفق علیہ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نماز عید کے پہلے ذبح کرے وہ دوبارہ قربانی کرے۔ حاصل یہ ہے سنت کے مطابق جب عید ہو گئی اس کے بعد قربانی کرسکتا ہے شہر قصبہ دیہات کے لوگ کل نماز عید کی پڑھیں اور قربانی کریں۔ رسول اللہ نے فرمایا اے لوگو ہر ایک گھر والوں پر قربانی ہے ترمذی ابوداؤد نسائی۔ نماز قربانی کی جلدی پڑھنا چاہئے اور نماز عید الفطر میں کچھ دیر کرے کچھ حرج نہیں مشکوۃ وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین۔

صداقت اسلام

(۳)

(از مولوی محمد ابوالخیر صاحب صمیم پریوائی پرتاب گڈہی متعلم رحمانیہ بجماعت ثالثہ)

یہانتک اللہ تعالیٰ نے محبت کے طریقے کو استعمال کیا چونکہ بعض وہ طبائع بھی ہیں جو نہ ذاتی خوبی کی وجہ سے اور نہ احسان کی وجہ سے محبت کرتے ہیں بلکہ یہ چاہتی ہیں کہ اگر ہمیں اس سے خوف ہوگا تب ہم اس سے محبت کریں گے ورنہ نہیں چنانچہ خداوند قدوس ان طبائع کیلئے یوں ارشاد فرماتا ہے۔ ملک یوم الدین۔ یعنی خداوہ ایک بڑی ذات ہے جو صرف دنیا کا مالک نہیں بلکہ قیامت میں بھی اسی کی حکومت ہوگی چنانچہ فرماتا ہے۔ لمن الملک الیوم للہ الواحد القهار۔ ہذا اس سے محبت کرنا چاہئے اور ڈر کر اس سے محبت کرنا چاہئے۔

جب لوگ اللہ تعالیٰ کی ذاتی خوبی کو دیکھکر اور اس کے احسانات کو دیکھ کر اور اس کی خوف کی وجہ سے محبت کرتے ہیں تو اسکا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ آپس میں محبت کرنے لگتے ہیں۔ دنیا میں لوگ ایک شہر میں رہنے کی وجہ سے یا ایک ملک یا ایک مکان میں رہنے کی وجہ سے محبت کرتے ہیں تو ایسے ہی اپنے خدا کی وجہ سے بھی آپس میں محبت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے محبت کرنیکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ آپس میں محبت کرنے لگتے ہیں ایسے وقت میں اگر ان میں سے ایک فرد کسی کام کو شروع کرتا ہے تو اپنے آپ کو منفرد اور تنہا نہیں سمجھتا بلکہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ میرا کام کرنا تمام لوگوں کا کام کرنا ہے اسی وجہ سے خداوند قیوم نے ایاک نعبد وایاک نستعین میں جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے یعنی وہ شخص

جو اللہ سے محبت کرتا ہے جب وہ خدا کے سامنے کھڑا ہو کر خدا سے مدد مانگتا ہے اور اس کی عبادت کا اظہار کرتا ہے تو وہ واحد کا صیغہ نہیں استعمال کرتا یعنی وہ یہ نہیں کہتا کہ میں ہی تیری عبادت کرتا ہوں اور تیری ہی مدد چاہتا ہوں بلکہ وہ یوں کہتا ہے کہ ہم تیری مدد چاہتے ہیں اس کے بعد انسان کا اللہ برتر سے مکالمہ شروع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے اھدنا الصراط المستقیم الخ۔ تو اس سورۂ شریفہ سے ظاہر ہو گیا کہ مذہب اسلام انسان کا تعلق خداوند قدوس سے پیدا کرتا ہے اور یہی مذہب اسلام کی غرض ہے جب مذہب اسلام نے اس غرض کو پورا کر دیا تو یہی مذہب قابل قبول ہوا اور ہر انسان کو چاہئے کہ اسی مذہب کو قبول کرے مذہب کی صداقت کیلئے دو امر ضروری ہیں ایک تو وہ مذہب بتلائے کہ میں انسان کا تعلق خدا تعالیٰ سے پیدا کر سکتا ہوں چنانچہ یہ امر سطور ماسبق سے بخوبی معلوم اور واضح ہو گیا۔

دوسرا امر یہ ہے کہ وہ مذہب بتلائے کہ اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت کرتا ہے یا نہیں اس لئے مزہ جب آتا ہے کہ محبت جانبین سے ہوتی ہے ورنہ یہ کوئی اچھی بات نہیں کہ انسان تو اللہ تعالیٰ سے تعلق اور محبت پیدا کرنا چاہے لیکن اللہ تعالیٰ اسکی محبتانہ آرزو کو ٹھکرا دے اور اس کے دامن امید کو تار تار کر دے تو اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ انسان بھی مایوس اور ناامید ہو کر محبت کرنا چھوڑ دیگا۔ اور محبت کا سلسلہ بالکل منقطع ہو جائیگا۔ لہذا ضروری امر یہ ہے کہ مذہب یہ بھی بتلائے کہ انسان جب اللہ سے محبت کرے اللہ بھی اس سے محبت کرے جب انسان اللہ کا ہو جائے اللہ اسکا ہو جائیگا چنانچہ مذہب اسلام نے اس کو ذکر کر دیا چنانچہ یوں ارشاد ہے۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ اس آیت شریفہ میں خداوند قدوس نے فرمایا کہ اے لوگو! اگر تم خدا کے محبوب بننا چاہتے ہو اگر تمہاری یہ دلی خواہش ہے کہ خدا تمہارا محبوب ہو جائے تو اس کے محبوب کی پیروی کرو یعنی جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب پیروی کروگے تو اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریگا۔

پس اس آیت سے صاف ثابت ہو گیا کہ انسان ہی صرف اللہ تعالیٰ سے محبت نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت کرتا ہے اور محبت کے معنی یہ ہوے کہ انسان کو جب کوئی تکلیف پہنچے تو اللہ تعالیٰ اس کو دفع کر دیتا ہے۔ اور اس کی بات کو سنتا ہے بلکہ انسان سے بڑھکر اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے چنانچہ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب انسان میری طرف ایک بالشت آتا ہے تو میں اس کی طرف بقدر ذراع آتا ہوں اگر میری طرف چلکر آتا ہے تو میں اس کی جانب بھاگ کر آتا ہوں حاصل اللہ تعالیٰ انسان سے بہت بڑھ چڑھکر محبت کرتا ہے۔ پس انسان کا تعلق خدا سے اور خدا کا تعلق انسان سے پیدا کرنیوالا صرف مذہب اسلام ہی ہے۔

ثابت ہوا کہ مذہب اسلام ہی حق ہے اور یہی صادق ہے اور قابل قبول ہے اور تمام ادیان عالم باطل اور محض لغو ہیں اور وہ اس قابل نہیں ہیں کہ انسان ان پر چلے اور چلکر خداوند قدوس سے تعلق پیدا کر سکے۔

فقط اخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین۔

الترغیب الی العمل

(المولوی محمد لقمان الرحمانی المرشدابادی)

تفوا ان المآثر خبرونا ... احادیث السراة الغابرینا
وآثار الذین مضوا کراما ... واخبار الشموس الغابرینا
هموشادوا بناءً مشمخرا ... نعز اقعس حصنا حصینا
ووافوا کل طود للمعالی ... نسادوا الناس طرا اجمعینا
وخر لهم غطاریف عظام ... علی الاذقان خوفا ساجدینا
وخاضوا فی غمار الحرب اسدا ... فصالوا صولة متلببینا
فابوا بالعبدی والموالی ... اساری فی الحدید مقرنینا
وادّب هؤلاء القوم کلا ... من الاقوام طرا مرشدینا
ابوبکر ابوحفص علی ... وعثمان شموس المسلمینا
تعلم منهم کل الانام ... السیاسة والمعارف مقتدینا
معلمهم نبی هاشمی ... فلولاه لکانوا خاسرینا
صلواة الله مقدار النجوم ... علی من فاق کل العالمینا
فلا بشر ولا جن یساوی ... نبیا خاتما للمرسلینا
فیا ذالخبر سر سیرا رویدا ... تخبرنا ونخبرک الیقینا
بان المسلمین الیوم ناموا ... وقد حرموا تراث الاولینا
لقد ترکوا شریعتهم سفاهًا ... احادیثا وقرآنا مبینا
کخفاش یغیب عن الذکاء ... فظلوا للبری منذ للینا
هموسلبوا مناقبهم جمیعا ... فصاروا للعدی مستضعفینا
وصاروا جاهلین وکل قوم ... قد اتخذوا علومهم قرینا
وفروا عن جمیع الفضل جهلا ... فرار الحمر عن اسد رئینا
فیا حمال دین مستقیم ... علیکم بالتقدم مصلحینا
لقد حسبت اعادینا بانا ... تردینا وانا ما حیینا
فکم نحی ونحن کغیر احیا ... ولانا فی المذلة غافلینا
ممات القوم خیر من حیاة ... اذا جعلوا الغیر هم کرینا

لقمان المرشدابادی

سیرت حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ

(از مولوی محمد صابر اعظمی متعلم جماعت ثانیہ رحمانیہ)

آپ کا اسم مبارک عائشہ اور کنیت ام عبداللہ اور لقب صدیقہ ہے خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضؓ جو اہلسنت والجماعت کے نزدیک تمام صحابہ کرام میں ممتاز و روشن تھے ان کی پاکیزہ و نیک دختہ تھیں آپ کے خاندان کا سلسلہ رسول اللہ کے خاندان میں چھ پشتوں سے ملتا ہے حضرت عائشہ کی پیدائش ہجرت سے نو برس پہلے ہوئے تھی ۔

حضرت ابوبکر ہجرت کے تیرہ سال قبل اسلام قبول کر چکے تھے آپ کے مسلمان ہونیکے بعد آپ کی زوجہ ام رومان بھی مسلمان ہو گئیں ۔ اسلئے تاریخ کا مطالعہ کرنے والے کبھی اس بات کا انکار نہیں کر سکتے کہ حضرت عائشہ نے دنیا میں آتے ہی اسلام کی آغوش میں پرورش پائی ۔ یہ آپ کی خوش قسمتی تھی کہ کفر و ظلمت کی گھنگور گھٹائیں چھٹ چکی تھیں ۔ والدین کی نظروں میں آپ کی عزت و عظمت صرف اسی وجہ سے تھی کہ آپ فطری ذہانت اور ظاہری و باطنی خوبیوں کی مالک تھیں ۔ حضرت عائشہ کی عمر جس وقت چھ برس کی ہوئی تو آپ کا نکاح رسول اللہ سے ہوا ۔ خدیجہؓ جس وقت اس دنیا رفانی سے ملک جاودانی کی طرف رحلت کر گئیں ۔ اس وقت رسول اللہ کو جو صدمہ پہنچا وہ تحریر سے باہر ہے ۔ ایک شب آنحضرت خدیجہؓ کی یاد میں مغموم تھے کہ صبح کو حکیم بن الاوقصی کی بیٹی اور عثمان بن مظعون کی بیوی خولہ آپ کے پاس تشریف لائیں اور آپ کی خدمت میں درخواست کی کہ یا رسول اللہ آپ اپنی شادی کر لیجئے آپ نے فرمایا کہاں کروں خولہ نے کہا اگر آپ کنواری عورت سے شادی کرنا چاہیں تو ابوبکر کی بیٹی عائشہ ہیں اور اگر بیوہ سے کرنا چاہیں تو زمعہ کی بیٹی سودہ ہے آپ نے فرمایا کہ ابوبکر و زمعہ سے جا کر پوچھو تو خولہ حضرت ابوبکر کے گھر گئیں اور عائشہؓ کی والدہ ماجدہ ام رومان سے پوچھا کہ محمدؐ آپ کے یہاں رشتہ قائم کرنا چاہتے ہیں آپ کی کیا رائے ہے ام رومان متحیر ہو کر بولیں کہ کیا عائشہ کا نکاح رسول اللہ سے ہو سکتا ہے حالانکہ عائشہؓ کے والد ابوبکرؓ اور آپ میں بھائی کا رشتہ ہے اس صورت میں عائشہؓ آپ کی بھتیجی ہوئیں بتاؤ چچا اور بھتیجی میں نکاح کیسے ہو سکتا ہے ہاں تم ذرا ٹھہرو عائشہؓ کے والد آ جائیں تو ان سے پوچھکر جواب دونگی چنانچہ وہ آئے جب یہ گفتگو سنی تو بہت خوش ہوئے لیکن ان کے دل میں بھی یہ شک تھا کہ میں آپ کا بھائی ہوں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہیں اپنی لڑکی اپنے بھائی کو بیاہ دوں چنانچہ خولہ آپ کے پاس لوٹ کر آئیں اور آپ کے سامنے ان باتوں کا اظہار کیا تو آپ نے جواب دیا کہ ابوبکر میرے اسلامی بھائی ہیں اسلئے یہ نکاح ہو سکتا ہے چنانچہ آپ کا نکاح اسی وقت ہو گیا ۔ نبی کریم صلعم کی عمر پچاس برس کی تھی آپ کو عائشہؓ سے جس قدر زیادہ محبت تھی اس کا ثبوت حدیثوں کی چند مثالوں سے ملتا ہے آپ کے انتقال کا وقت جب قریب آیا تو آپ نے ازواج مطہرات کی اجازت سے بیماری اور وفات کا درمیانی زمانہ بی بی عائشہؓ کے مکان پر گزارنا بہتر سمجھا اور فرمایا کہ وہاں مجھے آرام ملیگا سب نے بالاتفاق رائے دی کہ آپ جہاں چاہیں تشریف رکھیں چنانچہ آپ نے حضرت عائشہؓ کے مکان میں مرض الموت کا زمانہ بسر کیا حضرت عائشہ

کو اس بات کا بہت بڑا فخر تھا اور کہا کرتی تھیں کہ اللہ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ آپ عمر کے آخری حصہ میں میرے گھر میں جلوہ افروز ہوئے میں اس احسان عظیم کو کبھی نہیں بھولونگی کہ اللہ کے حبیب نے آخری زندگی میرے ہی آغوش میں ختم کی نبی کریم کو حضرت عائشہؓ صرف اس وجہ سے عزیز و محبوب نہیں تھیں کہ وہ خوبصورت تھیں بلکہ عقلمندی و خوش خلقی و خوش مزاجی کی وجہ سے عزیز تھیں آپ اکثر کاموں میں فقط عائشہؓ سے رائے لیتے وہ ایسی عمدہ اور مناسب تدبیر بتاتیں کہ آپ کو اس پر عمل کرنے میں ذرا بھی تشویش نہ ہوتی حضرت عائشہؓ کی زبان نہایت ہی لطیف و فصیح و بلیغ تھی آپ جب مکان پر تشریف لاتے تو اکثر عائشہؓ سے بات کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ کو کم سنی کی وجہ سے گڑیاں کھیلنے کا اشتیاق بہت تھا ایک روز اپنی سہیلیوں کے ساتھ گڑیاں کھیل رہی تھیں کہ یکایک حضور آگئے آپ کو دیکھکر سب لڑکیاں بھاگ گئیں لیکن آپ نے سب کو تلاش کرکے کہا کہ جاؤ عائشہؓ کے ساتھ کھیلو کچھ خوف نہ کرو رسول اللہ کا یہ دستور تھا کہ جب سفر کا موقع آتا تو امہات المومنین میں قرعہ ڈالتے جس کے نام قرعہ نکلتا اس کو ساتھ لیجاتے تھے ہجرت کے پانچویں سال آپ ایک لڑائی میں تشریف لیجارہے تھے اور حضرت عائشہؓ آپ کے ہمراہ تھیں اثنائے سفر میں حضرت عائشہؓ قضائے حاجت کو گئیں اتفاق سے راستہ میں کہیں آپ کا ہار گر پڑا اس کی تلاش میں آپ دیر تک حیران و پریشان رہیں حتیٰ کہ قافلہ وہاں سے روانہ ہوگیا۔ ساربان نے سمجھا کہ وہ کجاوے میں ہونگی اسلئے راستہ جلدی سے طے کر رہا تھا اتفاق سے ایک شخص نے حضرت عائشہؓ کو دیکھا وہ فوراً اونٹ سے اتر گیا اور آپ کو اونٹ پر بٹھا کر قافلہ کی طرف چلا اسی اثنا میں قافلہ منزل مقصود کو پہنچ چکا تھا جب لوگوں نے آپ کو اس جگہ نہیں پایا تو بہت پریشان ہوئے بالآخر وہ شخص آگیا اور اس نے سارا قصہ بیان کیا اصلیت تو صرف اتنی ہی تھی لیکن منافقوں نے آپ پر نعوذ باللہ بدترین تہمت تراشی رسول اللہ کو جب یہ حالت معلوم ہوئی تو بہت غمگین ہوئے۔ حضرت ابوبکرؓ کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ واقعی اگر تم ان الزاموں سے پاک ہو تو واثق یقین ہے کہ اللہ رب العالمین عنقریب اس کی حقیقت کو ظاہر کرے گا۔ نبی کریم پر ابھی تک وحی نہیں اتری تھی لیکن ایک روز وحی کے آثار نمایاں ہوئے اور سلسلہ نزول شروع ہوا آپ مارے خوشی کے بیتاب ہوگئے اور فرمایا کہ عائشہؓ تمہارے پاکیزہ ہونے میں اللہ نے ان آیتوں کو نازل فرمایا حضرت عائشہؓ کی علمی شان بہت بڑی ہوئی تھی بڑے بڑے صحابی یہانتک کہ خلفائے اربعہ آپ کا مقابلہ نہیں کرسکتے تھے آپ کے کوئی اولاد نہیں تھی آپ نے اپنی بڑی ہمشیرہ حضرت اسماء کے بڑے صاحبزادے عبداللہ کے نام پر اپنی کنیت ام عبداللہ رکھی تھی آپ کی پاک روح ۶۷ سال کی عمر میں ۵۸ھ و ۶۷۷ء میں رمضان مبارک کی ۱۷ تاریخ چہار شنبہ کی شب کو اس دنیائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف پرواز کرگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ضروری تصحیح

محدث نمبر ۹ میں مدرسہ رحمانیہ کے سالانہ اجلاس منعقدہ شعبان ۱۳۵۲ھ کی کیفیت شائع ہوئی تھی۔ اسمیں مولوی عبدالخبیر صاحب کلکتوی کو جو دس روپیہ کا انعام محدث میں اول آنیکی وجہ سے ملا تھا وہ سہواً نہ لکھا گیا قارئین کرام اسکی تصحیح فرمالیں۔
(نائب مدیر)

غزوۂ اُحد

(از مولوی محمد داؤد علی صاحب بہاری متعلم رحمانیہ)

غزوہ بفتح عین اسکو کہتے ہیں جس میں آنحضور خود تشریف لے گئے ہوں یہی وہ لڑائی ہے جس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا دندان مبارک شہید ہوا تھا۔ یہ لڑائی ماہ شوال ۳ھ کو احد پہاڑ کے نزدیک ہوئی تھی۔ اس جنگ کا سبب یہ ہوا کہ اسلام کی پہلی لڑائی جنگ بدر میں کفار مکہ بہت کام آئے اور بہت سے گرفتار ہو گئے باوجودیکہ مسلمانوں کا لشکر بہت کم تھا اور کافروں کا لشکر بہت بڑا تھا۔ اس لڑائی میں کافروں کے بہت بڑے بڑے سپہ سالار یعنی ابوجہل وغیرہ مارے گئے اسی کا بدلہ لینے کیلئے کفار ایک بہت بڑی جمعیت لیکر مسلمانوں کے مقابلہ کو اتر پڑے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ بھی اس کفاری لشکر کے دفعیہ کے لئے احد کے قریب آئے۔ یہ پہاڑ مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے گھمسان لڑائی شروع ہوئی پہلے حملہ میں مسلمان کافروں پر غالب آئے گویا مسلمانوں کو اول اول فتح ہوئی تھی۔ بعد میں لوٹ کی طمع سے انہوں نے وہ مورچہ چھوڑ دیا جس کی نبی کریم نے حفاظت کی تاکید فرمائی تھی۔ کافروں نے عقب سے مسلمانوں پر حملہ کیا۔ انکے پاؤں اکھڑ گئے۔ ستر فدایان اسلام شہید ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی زخمی ہوئے۔ اللہ کی اس میں بڑی حکمت تھی کہ چند مسلمانوں کا نفاق کھولدینا اور چند مسلمانوں کو جام شہادت نوش کرانا منظور تھا۔

حضرت براء سے روایت ہے انہوں نے کہا جب احد کے دن مشرکوں سے ہمارا مقابلہ ہوا تو آنحضرت صلعم نے تیراندازوں کا ایک گروہ پہاڑ پر بٹھا دیا اور انکا افسر عبداللہ بن جبیر کو کیا کہ اس جگہ سے نہ ہٹنا خواہ تم دیکھو ہم ان کافروں پر غالب آ گئے۔ پھر فرمایا یہاں سے ہرگز نہ ہٹنا خواہ ہم مغلوب ہو جائیں۔ اور ہماری مدد بھی نہ کرنا آخر جب کافروں سے ہماری مڈبھیڑ ہوئی تو وہ بھاگ نکلے میں نے ان کی عورتوں کو دیکھا کہ پنڈلیوں پر سے کپڑا اٹھائے ہوئے پہاڑ پر بھاگی جا رہی تھیں۔

مسلمانوں نے یہ کہنا شروع کیا ارے لوٹ کا مال! ارے لوٹ کا مال! تو عبداللہ بن جبیر نے ان کو سمجھایا۔ دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تاکید کر گئے ہیں کہ اس جگہ سے نہ ہٹنا اس جگہ سے نہ ہٹو انہوں نے نہ مانا۔ ناگاہ پیچھے سے چند کافروں نے خوفناک حملہ کر دیا۔ اب مسلمانوں کے منہ پھر گئے وہ بھاگ نکلے اور ستر مسلمان شہید ہوئے۔ ابوسفیان ایک اونچے مقام پر چڑھا اور پکار کر کہنے لگا۔ کیا مسلمانوں میں محمدؐ زندہ ہیں آپؐ نے صحابہ کو کہا چپ رہو پھر کہنے لگا ابو قحافہ کے بیٹے ابوبکرؓ زندہ ہیں پھر آپ نے کہا چپ رہو کچھ جواب نہ دو پھر کہنے لگا کیا خطاب کے بیٹے عمرؓ زندہ ہیں تب ابوسفیان کہنے لگا بس معلوم ہو گیا کہ یہ سب مارے گئے اگر زندہ ہوتے تو جواب دیتے یہ سنکر حضرت عمر سے نہ رہا گیا بے اختیار کہہ اٹھے۔ ارے خدا کے دشمن تو جھوٹا ہے اللہ نے ابھی ان لوگوں کو تجھے ذلیل کرنے کے لئے

رہ رکھا ہے ابوسفیان نے کہا اب کیا ہے۔ اعل هبل - ہبل تو بلند ہو جا۔ تو آنحضرت نے صحابہ سے کہا
کہ جواب دو۔ تو انہوں نے عرض کیا کیا جواب دیں تو آپ نے کہا کہو۔ اَللّٰهُ اَعْلیٰ وَ اَجَلُّ یعنی اللہ سب سے
زیادہ بزرگی والا بلند ہے۔ ابوسفیان کہنے لگا ہمارا مددگار عزیٰ ہے۔ تم مسلمانوں کے پاس عزیٰ نہیں ہے۔ آپ
نے فرمایا اللہ ہمارا مددگار ہے خدا تمہارا مددگار نہیں تو ابوسفیان نے کہا بدر کا بدلہ ہو گیا۔

ایک روایت ہے کہ انس بن نضر بدر کی لڑائی میں شریک نہیں ہوئے تھے کہنے لگے۔ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلے جنگ میں شریک نہیں ہوا خیر اگر اللہ نے آپ کی کسی لڑائی میں مجھکو آنحضرت کے ساتھ رکھا تو اللہ دیکھ لیگا کہ میں کیسی کوشش کرتا ہوں جب احد کا دن ہوا اور مسلمان بھاگے تو انس بن نضر کہنے لگے یا اللہ میں تیری درگاہ میں اس کا عذر کرتا ہوں جو مسلمانوں نے کیا اور جو مشرکوں نے کیا اس سے میں بیزار ہوں۔ یہ کہکر تلوار لے کر آگے بڑھے راستہ میں سعد بن معاذ ملے جو بھاگے آرہے تھے۔ انس بن نضر نے کہا کیوں سعد کہاں جاتے ہو۔ میں تو اس پہاڑ کے پاس سے بہشت کی خوشبو سونگھ رہا ہوں۔ غرض انس یہاں تک لڑے کہ شہید ہو گئے۔ ان پر اتنے زخم تھے کہ ان کی لاش پہچانی نہیں جاتی تھی۔ ان کی بہن نے تل یا انگلی کی پور دیکھ کر پہچانا۔ ان کے بدن پر اسی زخم تلوار اور تیر اور نیزے کے لگے ہوئے تھے۔

قابل غور ہے کہ ایسا وقت مسلمانوں کو کیوں دیکھنا پڑا۔ اسکی وجہ یہ ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلاف ورزی کی کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام ربانی میں یوں ارشاد فرماتا ہے اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول۔ یعنی اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اگر تم نے صرف اللہ کی اطاعت کی اور اسکے رسول کی نافرمانی کی تو بھی تمہاری اطاعت بیکار اور اگر رسول کی پیروی کی اور خدا کی اطاعت نہیں کی تو بھی تمہاری پیروی بیکار محض ہے اس لئے ہم لوگوں کو چاہئے کہ ہمیشہ اللہ اور رسول کی اطاعت اور پیروی کریں اگر خدانخواستہ ہم لوگوں نے سرکشی کی تو دنیا اور آخرت دونوں میں ذلیل ہوں گے۔

خلاف پیمبر کسے رہ گزید ✤ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

ضروری اطلاع

ناظرین محدث خط و کتابت میں چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔ اور رسالہ نہ پہنچنے کی اطلاع
دس تاریخ تک آجانی چاہئے۔ جدید درخواست بھیجنے والے
ہمیشہ پیسہ والے ٹکٹ بھیجا کریں ✤

منیجر

... مطبع ... دار الحدیث رحمانیہ دہلی سے شائع کیا

جلد اول

نمبر ۳۲۰۴

اللہ نزل احسن الحدیث کتابا

رسالہ محدث دہلی



سرپرست

شیخ عطاء الرحمن صاحب مہتمم دار الحدیث رحمانیہ

نگران اصول

(مولانا) احمد اللہ صاحب

(شیخ الحدیث)

مدیر مسئول

عبد الحلیم ناظم

(مولوی فاضل)



جید برقی پریس دہلی میں چھپا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۰۴

فہرست مضامین

مقاصد

(۱) کتاب وسنت کی اشاعت۔

(۲) مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح۔

(۳) دارالحدیث رحمانیہ کے کوائف کی ترجمانی۔

ضوابط

(۱) یہ رسالہ ہر انگریزی مہینہ کے ابتدائی ہفتہ میں شائع ہوا کرے گا۔

(۲) یہ رسالہ ان لوگوں کو سال بھر مفت بھیجا جائیگا جو ہم ٹکٹ خرچ دفتر میں بھیجدینگے۔

(۳) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا ضروری ہے

ہر خط وکتابت کا پتہ

مینیجر رسالہ محدث دارالحدیث رحمانیہ۔ دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

محدث
دہلی

جلد ۱ | ماہ ذی الحجہ سنہ ۱۳۵۲ھ مطابق ماہ اپریل سنہ ۱۹۳۴ء | نمبر ۱۲

اختتام سال

دنیا میں آئے دن ہزاروں کام شروع ہوتے ہیں مگر کون جانتا ہے کہ کس کی انتہا کہاں تک اور کس طرح ہوگی، زمانہ اپنی قدیم رفتار پہ ہے اور رہیگا، دنیا کے تمام کاروبار رفتار زمانہ کے ساتھ ساتھ مختلف تغیرات سے چلتے رہتے ہیں، بچہ جوان ہوتا ہے جوان بوڑھا ہوتا ہے، پھر اس اثنا میں اسے مختلف بادحوادث کے جھونکوں سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ رسالہ محدث عالیجناب شیخ عطاء الرحمن صاحب کی ہمت تبلیغ سے مئی ۱۹۳۳ء مطابق محرم ۱۳۵۲ھ میں جاری ہوا تھا، اور آج اشاعت حاضرہ پر اس کا بارھواں نمبر یعنی اس کی عمر کا پورا ایک سال بفضل خدا بخیر و خوبی ختم ہوتا ہے، اس ایک سال کی مدت یا بارہ اشاعتوں میں "محدث" نے جو کچھ اسلام اور مسلمانوں کی مذہبی خدمتیں تبلیغی حیثیت سے انجام دی ہیں، وہ ناظرین کے سامنے ہیں ہمارا خیال ہے کہ خالص مذہبی مضامین کا دلنواز مجموعہ اپنی پابندی اوقات کے ساتھ بالکل مفت محدث سے پیشتر ملک میں شاید ہی کبھی شائع ہوا ہو، بہرحال ہم ناظرین کو محدث کے بخیریت اختتام سال پر مبارکباد پیش کرتے ہیں، نیز درخواست کرتے ہیں کہ تمام حضرات محدث کی درازی عمر اور شیخ صاحب موصوف کیلئے تہ دل سے دعائے خیر کرتے رہیں اور امید ہے کہ اسی ذیل میں ہم کارکنانِ محدث کو بھی اپنی دعاؤں کے شمول میں فراموش نہ کرینگے۔

ختم خریداری

جو حضرات محدث کے پہلے نمبر سے خریدار ہیں یعنی جن کے پاس مئی یا محرم سے ابتک رسالہ حاضر ہوتا رہا ہے ان کے ٹکٹوں کی میعاد اس پرچہ پر ختم ہے، اگر وہ آئندہ بھی محدث مفت پڑھنا چاہتے ہیں تو پھر سال بھر کیلئے از سرنو بارہ ٹکٹ پیسہ والے ارسال کریں۔ اس ماہ میں جن لوگوں کی خریداری ختم ہے اگر ان کے ٹکٹ دفتر میں نہیں پہنچیں گے تو آئندہ سے ان کے نام رسالہ نہیں بھیجا جائیگا۔ آئندہ کیلئے بھی ہم ابھی عرض کئے

دیتے ہیں کہ جس ماہ میں ان حضرات کا خریداری نمبر ختم ہو وہ اپنی یادداشت کے مطابق آئندہ کے اجراء کیلئے اپنے ٹکٹ روانہ کرتے رہیں۔ جو حضرات ریاستوں کے باشندے ہیں وہ ریاست کے مطبوعہ ٹکٹ ہرگز نہ بھیجیں بلکہ برٹش انڈیا کے صاف اور پیسہ والے ٹکٹ روانہ کریں۔ اور اگر برطانوی ٹکٹ نہ مل سکیں تو بذریعہ منی آرڈر پیسہ ہی بھیجدیں۔

امر دیگر یہ ہے کہ بہت سے خریداروں میں بعض حضرات پرانے پرچے مانگتے ہیں، ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں اور اب پھر تمام حضرات کی اطلاع کیلئے گذارش ہے کہ قدیم پرچے دفتر میں بالکل نہیں بچتے جتنے رسالے چھپتے ہیں وہ سب درخواست کنندگان کو بھیج دئے جاتے ہیں۔

الحزب المقبول احادیث شریف سے صحیح دعاؤں کا مجموعہ اب چھپکر بالکل تیار ہوگیا ہے جو شیخ عطاء الرحمن صاحب مدظلہ العالی کی طرف سے مسلمانوں میں مفت تقسیم کیا جائیگا۔ افسوس ہے کہ محدث کی کسی گذشتہ اشاعت میں کتاب کی طباعت کے قبل غلط اندازہ سے صرف .ر کے ٹکٹ محصولڈاک کیلئے بھیجنے کا اعلان کر دیا گیا اب جو کتاب چھپکر آئی تو ضخامت ۱۵۶ صفحات اور تیرہ تولے وزن کی نکلی، جس پر ڈاکخانہ کی جانچ سے معلوم ہوا کہ فی نسخہ چھ پیسے کے ٹکٹ لگیں گے، لہذا ناظرین کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اب جو صاحب الحزب المقبول منگائیں وہ بنام جناب شیخ عطاء الرحمن صاحب مہتمم دارالحدیث رحمانیہ دہلی چھ پیسے کے ٹکٹ بھیجیں اور یہ بھی واضح رہے کہ ایک آدمی کو صرف ایک ہی جلد بھیجی جائیگی کیونکہ درخواستیں کثرت سے آرہی ہیں۔

دارالحدیث رحمانیہ سالانہ تعطیل کے بعد ۱۸ رشوال سے کھل گیا ہے۔ تمام مدرسین وطلباء آگئے ہیں۔ تعلیم حسب دستور اپنی ہماہمی میں ہو رہی ہے راقم الحروف کو بعض مجبوریوں کی وجہ سے کافی تاخیر ہوئی تاہم ۵ رمارچ کو وطن مالوف سے دہلی پہونچکر اپنے فرائض میں مصروف ہوگیا ہے۔

عبدالحلیم ناظم دربھنگوی " مولوی فاضل "

قطعہ

در منقبت حضرت اسمٰعیل علیہ السلام

ہے ابھی مشہور دنیا میں مسلمانی تری + ضوفگن ہے مہرساں نورایمانی تری

یاد ہے وہ جانچ میں پورا اترنا بھی ترا + کیوں نہ ہو اسلام میں مسنون قربانی تری

(ناظم صدیقی)

بسلسلہ محدث

رسالت

۱۰ دسمبر ۱۹۳۳ء

(از مولانا احمد اللہ صاحب شیخ الحدیث مدرس رحمانیہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت انبیاء پر (۴)

سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور انبیاء پر صدہا باتوں میں فضیلت حاصل ہے، وَكَانَ فَضْلُ اللهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا ۔ اللہ تعالی نے فرمایا:۔ اے نبی تیرے اوپر اللہ کا بڑا فضل ہے۔ آپ سارے جہان کے لئے رسول ہیں اور انبیاء آپ کے پہلے ایک قوم یا چند قوم پر مبعوث ہوئے تھے۔ آپ تمام بنی آدم کیلئے اور تمام جنوں کیلئے رسول مقرر کئے گئے۔ آنحضور قیامت کے دن دربار الہی میں شفاعت کرینگے۔ اس شفاعت سے انبیاء تک فائدہ لینگے۔ شفاعت آپ کا خاصہ ہے۔ دوسرے انبیاء پر آپ کو اس میں بزرگی ہے۔ تیمم سے طہارت کا ہونا غسل کے بدلہ میں وضو آپ کا اور آپ کی امت کا خاصہ ہے دوسرے نبیوں اور ان کی امتوں کو یہ فضیلت نہیں ملی۔ غنیمت کا مال اور نبیوں کو حلال نہیں تھا آپ کو اور آپ کی امت کو مال غنیمت حلال کیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قیامت کے دن میں اولادِ آدمؑ کا سردار ہوں گا، اور میں قیامت میں سب سے پہلے زمین سے نکلونگا۔ اور سفارش کرونگا اور میری سفارش پہلے قبول ہوگی (مسلم) یہ آپ کا خاصہ ہے اور نبیوں کی سفارش اپنی امتوں کیلئے پیچھے ہوگی آپ سب سے پہلے سفارش کرینگے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے تو میں سب سے پہلے نکلوں گا اور جب لوگ قاصد ہوکر حضور الہی میں آئیں گے تو میں (حضور الہی میں) کلام کرونگا۔ اور جب لوگ ناامید ہوجائیں گے تو میں خوشخبری سناؤں گا۔ اس دن خدا کی تعریف کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا۔ میں قیامت کے دن اپنے رب کے نزدیک اولاد آدمؑ میں زیادہ عزت والا ہوں گا۔ میں کچھ فخر نہیں کرتا (ترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں پہلا شخص ہوں جس کے لئے زمین پھٹیگی یعنی قبر سے پہلے میں قیامت کے دن نکلوں گا۔ مجھے جنت کے حلوں میں سے ایک حلہ پہنایا جائیگا اور میں عرش کے دائیں جانب کھڑا ہوں گا۔ میرے سوا خلق میں سے کوئی بھی اس جگہ کھڑا نہیں ہوسکتا۔ (ترمذی) حدیث حسن صحیح۔ اس جگہ سے مقام محمود مراد ہوسکتا ہے جس کا ذکر قرآن شریف میں آیا ہے۔ عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا۔ قریب ہے رب تیرا کھڑا کریگا تجھکو (اے محمدؐ) مقام محمود میں۔ وسیلہ ایک مقام جنت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص ہے۔ ترمذی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس وقت قیامت کا دن ہوگا میں کل نبیوں کا حضور الہی میں امام اور خطیب ہونگا اور انکا سفارشی بھی ہوں گا اور کچھ فخر نہیں کرتا۔ ترمذی۔ یہ مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت ہوا نہ موسیٰؑ کلیم اللہ کو، نہ ابراہیمؑ خلیل اللہ کو، نہ عیسیٰؑ روح اللہ کو، نہ آدمؑ صفی اللہ وغیرہم علیہم السلام کو،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں وَمَا مِنْ نَبِيٍّ يَوْمَئِذٍ آدَمُ فَمَنْ سِوَاهُ إِلَّا تَحْتَ لِوَائِي (ترمذی) نہیں ہے قیامت کے دن کوئی نبی آدم اور ان کے سوا مگر میرے جھنڈے کے نیچے ہونگے۔

عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں رسول اللہ کے چند اصحاب بیٹھے ہوئے آپ کا انتظار کر رہے تھے کہ آپ گھر سے تشریف لائے تو لوگوں سے سنا کہ آپس میں کچھ باتیں کر رہے ہیں بعض صحابہ کہہ رہے تھے کیا ہی تعجب ہے اللہ پاک نے خلق میں سے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا۔ بعض صحابی کہہ رہے تھے کیا ہی تعجب ہے موسیٰ علیہ السلام سے اللہ پاک ہم کلام ہوا۔ بعض نے کہا عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ روح اللہ ہیں یعنی اللہ پاک نے عیسیٰ علیہ السلام کو حکم کن سے پیدا کیا (اللہ پاک کی پیدا کی ہوئی روحوں میں سے ایک روح ہیں) بعض صحابہ نے کہا آدم علیہ السلام کو اللہ پاک نے اپنے لئے چن لیا۔ آپ تشریف لائے۔ لوگوں پر سلام کیا اور فرمایا میں نے تمہارا کلام اور تعجب سن لیا ہے بیشک ابراہیم خلیل اللہ ہیں۔ موسیٰ نجی اللہ ہیں۔ عیسیٰ روح اللہ کلمۃ اللہ ہیں۔ آدم صفی اللہ ہیں درست ہے مگر خبردار ہو میں حبیب اللہ ہوں فخر نہیں کرتا۔ حمد باری کا جھنڈا قیامت میں اٹھانیوالا ہوں اور کچھ فخر نہیں کرتا۔ پہلا شفیع ہوں پہلے میری شفاعت قبول ہوگی کچھ فخر نہیں کرتا۔ جنت کی زنجیر پہلے میں ہلاؤنگا۔ اللہ پاک میرے لئے (جنت کا دروازہ) کھول دیگا مجھکو جنت میں داخل کردیگا۔ میرے ساتھ فقراء مومنین ہوں گے کچھ فخر نہیں ہے۔ میں اولین و آخرین میں (اللہ کے نزدیک زیادہ عزت والا ہوں) یہ فخر کی طور پر نہیں (ترمذی) حاصل یہ ہے کہ یہ بزرگیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ پاک نے عنایت فرمائیں اس کو آپ نے امت پر ظاہر فرما دیا تاکہ امت کو اس کا علم ہو جائے اور خبردار ہو جاویں کہ ہمارے پیارے نبی رسول الثقلین محبوب رب المشرقین والمغربین کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ فضیلتیں عنایت ہوئیں۔ جل جلالہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میرے تابعدار قیامت کے دن اور نبیوں سے زیادہ ہوں گے اور میں جنت کا دروازہ پہلے کھٹکھٹاؤں گا۔ مسلم۔ یعنی پہلے آپ اور آپ کی امت جنت میں داخل ہوگی پھر اور انبیاء اور ان کی امت مسلمہ جنت میں داخل ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں جنت کے دروازہ پر قیامت کے دن آکر دروازہ کھلواؤنگا۔ داروغہ جنت کہیگا آپ کون ہیں، کہونگا محمد ہوں داروغہ جنت کہیگا آپ کیلئے میں حکم کیا گیا ہوں کہ آپ سے قبل کسی اور کے لئے دروازہ نہ کھولوں۔ (مسلم)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے بزرگی دی گئی اور نبیوں پر چھ چیزوں میں۔ مجھے کلم جامع دیا گیا یعنی باتیں زیادہ معنی مطلب والی، میں رعب کے ذریعہ سے فتحیاب ہوا (میرے رعب سے کافر مغلوب ہو جاتے ہیں) مال غنیمت میرے لئے حلال کیا گیا۔ زمین میرے لئے مسجد بنائی گئی اور طاہر کرنے والی (تیمم کے ذریعہ سے) میں رسول مقرر کیا گیا کل خلق کی طرف۔ کل نبیوں کی نبوت مجھ پر ختم ہوئی۔ (مسلم) آپ ایک کلمہ فرماتے ہیں اس سے زیادہ معنی پیدا ہوتے ہیں آپ کے رعب سے کافر تھرا جاتے تھے اور اطاعت قبول کر لیتے تھے پہلے نبیوں کی امتیں اُسجگہ نماز پڑھتی تھیں جس جگہ نبی نے نماز پڑھی۔ امت محمدی کیلئے ساری زمین پر نماز پڑھنا درست ہے

جب تک کوئی عذر شرعی نہ ہو۔ آپ کل خلق کی طرف رسول مقرر کئے گئے۔ زمین کی پشت پر جتنے لوگ ہند، سندھ، چین، یورپ، عرب، فارس وغیرہ میں مشرق سے مغرب جنوب سے شمال تک ہیں ہر ایک پر تابعداری رسول اللہ کی فرض ہے جو کوئی آپ کو نہ مانیگا وہ ہمیشہ ہمیش کا دوزخی ہے۔ آپ پر نبوت ختم ہوگئی آپ کے بعد کوئی جدید نبی نہیں ہوسکتا جو کوئی دعوت نبوت کرے وہ کافر مرتد ہے ہمیشہ کا دوزخی ہے۔ عیسی ابن مریم اسرائیلی نبی قیامت کے قریب تشریف لائینگے احادیث میں اس کا ذکر صریح موجود ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل نبیوں کے امام پیشوا ہیں۔ آپ کا بدن عطر اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا جس راستہ سے تشریف لیجاتے تھے صحابہ لوگ معلوم کر لیتے تھے کہ آپ اس راستہ اور گلی کوچہ سے تشریف لیگئے ہیں۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی خوبصورت چمکتے ہوئے رنگ کے تھے۔ آپ کا پسینہ موتی کیطرح چمکتا تھا۔ جب آپ چلتے تو گردن جھکا کے چلتے تھے آپ کی ہتیلی میں نے ریشم سے زیادہ نرم پائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن کی خوشبو سے زیادہ میں نے مشک اور عنبر کی بھی خوشبو نہیں دیکھی آپ کے بدن سے جو پسینہ نکلتا تھا مشک اور عنبر سے زیادہ خوشبودار ہوتا تھا۔ آپ بعض وقت چمڑہ کے فرش پر لیٹ جاتے آپ کے بدن سے جو پسینہ فرش پر جمع ہوجاتا اسکو لوگ جمع کر لیتے شیشیوں میں بھر لیتے اسمیں جو خوشبو ہوتی رسول اللہ کے پسینہ کی خوشبو کی وجہ سے زیادہ تیز ہوجاتی۔ آپ دنیا کیلئے رحمۃ ہوکر آئے تھے فرمایا اللہ پاک نے وَمَآ أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ اے نبی ہم نے تجھکو سارے جہاں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا۔ آپ نبی التوبہ ہیں آپ نبی الرحمۃ ہیں (مسلم)

آپ کے ذریعہ سے خلق الہی زیادہ تائب ہوئی توحید الہی میں رنگ دیئے گئے۔ شرک کفر وغیرہ ترک کر کے تابعدار عابد ساجد ہوگئے۔ آپ احمد، محمد ہیں تعریف کئے گئے تعریف والے اللہ پاک نے آپ کی تعریف کی آپ فرماتے ہیں۔ میرے بہت سے نام ہیں میں محمد، احمد ہوں۔ میں ماحی ہوں۔ میرے ذریعہ سے اللہ پاک نے کفر کو مٹا دیا۔ میں حاشر ہوں لوگ میرے دونوں قدم پر اٹھائے جائینگے۔ پھر میں عاقب ہوں عاقب وہ ہے کہ اس کے بعد کوئی نبی نہیں متفق علیہ یعنی آپ قبر سے اٹھیں گے پھر اور لوگ آپ کے بعد قبر سے قیامت کے دن اٹھینگے۔

قیامت کے دن کل خلق حضرت آدم علیہ السلام نوح علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام عیسیٰ علیہ السلام کے پاس شفاعت کیلئے جائیں گے کسی کو شفاعت کی ہمت نہ ہوگی آخر کار آپ کے پاس آئیں گے آپ اٹھ کھڑے ہونگے۔ حضور الہی میں سجدہ میں گر پڑینگے۔ سات دن رات تک آپ کا ایک سجدہ ہوگا اللہ کی تعریفیں کرینگے اللہ پاک رحم میں آئیگا فرمائیگا اے محمد سر اٹھاؤ سفارش کرو تمہاری سفارش قبول ہوگی (صحیح بخاری صحیح مسلم) جس نے رسول اللہ کی تابعداری نہ کی نامراد ہوا۔ آخرت غارت ہوئی۔

ہولناک زلزلہ

صوبہ بہار میں نمونۂ قیامت اور تمام مسلمانوں کیلئے مقام عبرت

(از عبدالحلیم ناظم "مولوی فاضل" مدیر "محدث"

اسلام نے مستقبل کی جتنی خبریں دیں ان میں سب سے زیادہ اہم دنیا کا فنا ہونا یعنی قیامت ہے۔ چنانچہ اسلام کے بیشتر امور آنیوالی زندگی یعنی آخرت سے متعلق ہیں۔ ہر مسلمان قیامت پر کامل یقین رکھتا ہے۔ مگر باوجود اس ادعائے یقین کے موت کو بھولکر زندگی و آرام کو طولانی سمجھکر خدا اور رسول اور امور آخرت کو بالکل فراموش کر جاتا ہے۔

آہ یہی انسانی غفلت اور دنیا کا نہ خود فراموشی تھی جس کی وجہ سے ہندوستان کے ایک بڑے خطہ کو ۱۵ جنوری کے ہولناک اور قیامت خیز زلزلہ نے چند منٹ میں قیامت کا ایک کامل ترین نمونہ دکھایا۔ ابھی ابھی جن لوگوں کو دنیا کی تمام نعمتیں میسر تھیں۔ بڑے بڑے شاندار محلوں میں آرام دہ چھتوں کے نیچے غالیچوں پر دراز تھے صرف دو منٹ کے بعد یا تو انہیں مکانات کی اینٹیں مٹیاں ان کی قبریں بن گئیں۔ یا وہ بے خانماں ہو کر ٹھٹھرتے ہوئے جاڑوں کی رات درختوں کے نیچے کھڑے ہو کر اور بیٹھ بیٹھ کر آہ و واویلا کرتے ہوئے گذاری۔ سارا صوبہ بہار۔ یوپی کے مشرقی اضلاع۔ بنگال کے مشرقی و شمالی اضلاع۔ نیپال و بھوٹان۔ آسام اور سکم کے سینکڑوں شہر و قصبات اور ہزاروں بستیاں آن کی آن میں دیکھتے دیکھتے ڈھائی بجے دن میں تباہ و برباد ہو گئیں۔ اُف وہ خوفناک آواز، وحشتناک جھٹکوں کے ساتھ قیامت خیز لرزش، زمین کے جابجا وسیع و خوفناک شگاف، تہ زمین سے پانی اور ریت کا طوفانی اُبال کس سے بھولا جا سکتا ہے؟ راقم الحروف خود ان مصائب میں مبتلا تھا، بچشم خود تباہ کاریوں کا لرزہ خیز منظر دیکھا اور متاثر ہوا وہ پریشان کن قلبی تاثر، گھبراہٹ اور عدم طمانیت کی طولانی کیفیت احاطۂ تحریر سے باہر ہے۔ الفاظ ہی نہیں جو اس کا ادنیٰ سا نقشہ کھینچ سکیں بیرونی لوگوں کیلئے اس تباہی کا صحیح تصور قائم کرنا قطعاً ناممکن ہے۔ اخبارات کی تمام اطلاعات سرکاری اعلانات کی جملہ تفصیلات اور اخباری ایجنسیوں کے پورے اندازے اس مصیبت اور بربادی کا کوئی ہلکا سا تخمینہ بھی نہیں پیش کر سکتے جو دفعتہً چند منٹوں میں ہزاروں شہروں اور بستیوں کی عمارتوں اور ابنائے آدم کے جان و مال پر نازل ہوئی۔ کارکنانِ قضا و قدر نے چند لمحات میں ایک ہنستی کھیلتی اور خوش و خرم سرزمین کو ماتم سوگواری اور تباہی و بربادی کی الم انگیز خطہ میں تبدیل کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

دنیا کی گذشتہ تمام تاریخیں اس قسم کے ہولناک زلزلہ کی نظیر سے خالی ہیں۔ اگرچہ میں ابھی تک[علہ] ضلع دربھنگہ کے

علہ ان سطور کے لکھنے کے وقت وطن متزلزل ہی میں تھا مگر اب بفضل خدا دہلی میں پہونچ گیا ہوں ۱۲ مدیر

ایک دیہات یعنی اپنے ویران اور کھنڈر وطن میں مقیم ہوں۔ ایک جھونپڑے میں بیٹھکر یہ سطور حوالۂ قلم کر رہا ہوں۔ بربادی اور تباہی کے منظر بالخصوص کھیتوں میں ریت اور پانی کا سیلاب فصل ربیع کی خرابی سامنے ہے مگر میں ان کی تفصیلات میں پڑنا نہیں چاہتا۔ ناظرین اخبارات کے ذریعہ کم و بیش تمام خبریں معلوم کر چکے ہوں گے۔ لیکن میں یقین دلاؤں گا کہ اس سلسلہ میں اخبارات کے بیان میں بالکل مبالغہ نہیں بلکہ حقیقی واقعات کی تشریح سے وہ مجبور ہیں۔ اس حادثہ کیلئے جتنا بھی مبالغہ کیا جائے وہ کم ہے۔

اس بیانِ واقعہ کے بعد عرض ہے کہ مسلمانو! آخر اس ہولناک تباہی کے اسباب کیا ہیں؟ فلاسفہ اور سائنس داں ہزار ظاہری تاویلیں کریں لیکن کوئی روحانی و مذہبی جماعت اس قسم کی بیرونی تاویلات کو اہمیت نہیں دیتی۔ اسلام جو ایک مکمل اور واضح مذہب ہے وہ اپنے قانونی و اصولی کتاب قرآن مجید میں صاف کہتا ہے ظھر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس لیذیقھم بعض الذی عملوا لعلھم یرجعون ۔ یعنی خشکی وتری میں جو کچھ خرابیاں ظاہر ہوتی ہیں وہ سب صرف لوگوں کی حاصل کردہ ہوتی ہیں معلوم ہوا کہ تمام مصائب و تباہیاں انسانوں کیلئے اپنے اعمال کا نتیجہ ہیں۔ یہ زلزلہ بھی کیا ہے۔ خود ہمارے اعمال بد کا خمیازہ۔ گذشتہ امتوں کی تباہیوں کی تاریخ قرآن نے ہمارے سامنے پیش کی ہے۔ ہم ان کے وجوہ کی تلاش کرتے ہیں تو خود قرآن ہی بتاتا ہے کہ انکی سرکشیوں اور بداعمالیوں نے انہیں خدائی عذاب میں مبتلا کیا۔ آج بھی انسانوں کی حالت کم و بیش انہیں ہلاک شدہ قوموں کی طرح ہوگئی تھی۔ فسق و فجور کا بازار گرم تھا جسقدر گناہ اور سرکشیوں کا تصور کیا جا سکتا ہے وہ سب آج کل ہم لوگوں میں موجود ہیں یہی وجہ ہے کہ خدائی عتاب نے پکڑ لیا اور ہم میں کے ہزاروں افراد چند منٹ میں ہلاک ہوگئے اور جو بچ گئے ہیں ان کے لئے خدائی تخویف ہے۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم بعض بستیوں کو ہلاک کر دیتے ہیں اور بعض میں عذاب بھیجتے ہیں۔ فرماتا ہے وما نرسل بالآیات الا تخویفا۔ یعنی ہم عذاب صرف اسلئے بھیجتے ہیں کہ لوگ جو ہم کو بھول چکے ہیں پھر ہم سے ڈریں اور ہماری عبادت کی طرف متوجہ ہوں۔ خدائے تعالیٰ نے زلزلہ کو قیامت کی عظیم الشان نشانی قرار دی ہے۔ چنانچہ قیامت میں بھی بہت بڑا زلزلہ آئے گا۔ فرمایا ان زلزلۃ الساعۃ شئ عظیم یعنی قیامت کا زلزلہ ایک بڑی ہولناک چیز ہوگا۔ اب کونسا دل ہے جسکو قیامت کا اعتقاد نہ ہوگا۔ اللہ اکبر خدا نے لاکھوں نفوس کو قیامت کا نمونہ دکھایا اور کروڑوں کو سنا دیا۔ اس نمائش کے بعد بھی کوئی قسی القلب سے قسی القلب انسان ہے کہ وہ خدا اور اسکی لامحدود طاقت اور پھر اس آنیوالے دن قیامت کا یقین کامل نہ رکھے؟ بیشک اذا زلزلت الارض زلزالھا واخرجت الارض اثقالھا وقال الانسان مالھا کا سچا منظر پیش تھا۔ جو وقت زمین نے بالو اور پانی اگلنا شروع کیا ہے۔ دنیا گھبرا گئی ہر فرد یہی کہہ رہا تھا کہ یہ کیا ہوگیا۔ طوفان نوح آپہنچا۔ دراصل قرآن کی تمام خبروں کی سچائی کا ایک اعلیٰ منظر سامنے تھا۔

مسلمانو! گذشتہ قوموں میں اکثر قومیں زمین میں دھنسا دی گئیں۔ خدا کے لئے یہ کوئی بڑی چیز نہیں کہ ایک پورا ملک کا ملک آن کی آن میں تہ زمین دھنسا دیا جائے۔ زمین کا تختہ بالکل الٹ دیا جائے۔ اسکے نمونے ابتدائے آفرینش سے

آج تک ظاہر ہوتے رہے ہیں۔ لہذا بھائیو! اب بھی توبہ کرو اور اسلام کے مدعی ہو کر پکے مسلمان بنو، جو لوگ اس مصیبت میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ان کیلئے تو کچھ کہنا فضول ہے۔ خود ان کی آنکھوں نے تمام بربادیاں دیکھی ہیں، اگر وہ اب بھی نہ سمجھیں گے تو پھر ان سے خدا سمجھے۔ ایسے بداعمال سرکشوں کا تباہ ہونا ہی بہتر ہے اور جو لوگ اس بلا سے محفوظ ہیں۔ خدا نے ان پر رحم کیا ہے۔ ان کو محفوظ و مامون رکھا ہے۔ ان کیلئے لازم ہے کہ خدا کا بیحد شکریہ ادا کریں اور وہ بھی اپنے اعمال فاسدہ سے توبہ کرکے نیک اعمال سے خود کو آراستہ کریں۔ آج نہ صرف عام انسانوں میں بلکہ مسلمانوں میں بھی تمام برائیاں ہر قسم کے عیوب اپنا گھر بنا چکے ہیں اسلئے کوئی تعجب نہیں کہ ہر خطہ میں اس قسم کے عتاب الہی کی آمد شروع ہو جائے۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ اعمال نیک و کردار خیر کے علاوہ کوئی چیز کام نہیں آسکتی۔ خدا کی رحمت بھی جبھی ہو سکتی ہے کہ ہم خدا والے ہو جائیں۔ خدا کے تمام فرائض و احکام کی بدل وجان بجا آوری کریں۔ لہذا گذارش ہے کہ جن لوگوں کو خدا نے اس تباہ کاری سے محفوظ رکھا ہے اور وہ ہر طرح کے عیش و آرام میں مصروف ہیں۔ اب بھی ان حالات سے عبرت حاصل کریں اور جلد سے جلد اپنے اعمال و اخلاق کو شرعی طور پر درست کریں۔ ستم زدگان زلزلہ سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ان کے گرد و پیش ہر طرف قدرت کے عتاب کا وعظ ہی وعظ ہے۔ اے کاش! اب بھی دنیا بداخلاقی و بدعملی، الحاد و نیچریت چھوڑ کر ایک خدا سے ڈرے اور اسی کے دربار میں قلبی توجہ کے ساتھ اپنا سر جھکائے۔

اہمیت علم

(از مولوی محمد سلیمان صاحب صدیقی لہسنیاوی چمپارنپوری متعلم رحمانیہ جماعت سادسہ)

علم کی خوبیاں اور اس کے فوائد ارباب بصیرت کے نزدیک ظاہر و باہر ہیں دنیا کی کوئی قوم بغیر علم کے اس عالم آب و گل میں زندہ نہیں رہ سکتی اور نہ ترقی کے میدان میں اتر سکتی ہے جب تک کہ علم کو اپنا شعار و دثار اور جامہ عمل نہ بنائے اور اس وقت تک وہ دنیا کی مہذب قوموں کے صف میں دوش بدوش آراستہ نہیں ہو سکتی۔ وہ قومیں جو آج دنیا میں تہذیب و تمدن سیاست و مدنیت میں غیروں پر فوقیت کی دعویدار ہیں اور اپنے سائنس دانی و ایجادات و اختراعات کا ڈنکا اکناف عالم میں بجا رہی ہیں یہ سب ہمارے ہی اسلاف کے خرمن فیض کی خوشہ چینی کا نتیجہ ہے جیسا کہ حالی مرحوم نے اس کا نقشہ پیش کیا ہے ✦ ابوبکر راضی علی بن عیسی ✦ حکیم گرامی حسین ابن سینا ✦ جنین ابن اسحاق و قیس دانا ✦ ضیا ابن بیطار راس الاطبا ✦ انہیں کے ہیں مشرق میں سب نام لیوا ✦ انہیں سے ہوا یار مغرب کا کھیوا ✦

غرضکہ جتنے علوم و فنون کے عوامل عروج و ترقی ہیں وہ سب ہمارے تھے جسپر آج دوسری قومیں قابض نظر آرہی ہیں اور ہم اپنے ان علوم کو جو مشعل راہ ترقی تھے تار عنکبوت سمجھکر کھو بیٹھے اور فلاکت و ادبار کے سایہ افگنی کے مستحق ہوگئے کیا ہی خوب سعدی علیہ الرحمہ نے کہا ہے ؎

نبی آدم از علم یابد کمال + نہ از حشمت وجاہ و مال و منال

تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ اسی علم کی بدولت عرب کے غیر مہذب وغیر متمدن ووحشی اقوام کہ جن کا کام سوائے لوٹ مار غارتگری وخوں ریزی کے کچھ بھی نہیں تھا ان میں ایسی ہستیاں پیدا ہوئیں کہ جن کی مثال ونظیر دنیا پیش کرنے سے عاجز وششدر ہے اور وہ نفوس قدسیہ سارے یورپ کے ایک بارگی معلم اول بن کر یورپ والوں کو ادبار سے اقبال کی طرف تنزل سے ترقی کے میدان میں لا کھڑا کیا اور اپنے علمی وعملی جد وجہد سے دنیا کے واحد شہنشاہ ہوگئے۔ اور انہیں لوگوں کو قاضی الحاجات کے دربار سے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کی سارٹیفکٹ عطا کی گئی اور یہی لوگ اس آیت کریمہ کے کما حقہ مصداق بنے۔ یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات یعنی اللہ جل جلالہ مومنین اور صاحب علم کے درجوں کو بلند کرتا ہے دوسری جگہ صاحب علم کے علو مرتبت کو نہایت ہی پیارے الفاظ کے ساتھ ذکر کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون انما یتذکر اولوا الالباب یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرما دیجئے کہ جو لوگ صاحب علم ہیں اور جو لوگ کہ صاحب علم نہیں ان دونوں کا مرتبہ برابر نہیں ہے۔ کیونکہ عقلمند لوگ ہی نصیحت پکڑتے ہیں۔ اس آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ عقل والوں ہی کو نصیحت پکڑنے والا اقرار دیتا ہے کیونکہ علم وعقل توام ہیں اسی لئے اکثر جگہ خداوند تعالیٰ عقل والوں کا تذکرہ کرتا ہے اور نہایت ہی عزت سے اچھی اچھی باتیں ان کی طرف منسوب کرتا ہے یہ صرف اس لئے کہ علم اور عقل ایک بہت بڑی زینت ہے۔ خوش نصیب ہے وہ انسان جو ان زینتوں سے مزین ہو کیونکہ تمام زینتیں اس کے آگے ہیچ ہیں کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے + ؎

لیس الجمال باثواب تزیننا + ان الجمال جمال العلم والادب
لیس الیتیم الذی قد مات والدہ + ان الیتیم یتیم العقل والحسب

یعنی خوبصورتی ان کپڑوں سے نہیں ہے جس کو تم زینت کیلئے پہنتے ہو۔ بلاشبہ اصلی خوبصورتی علم وادب کی خوبصورتی ہے۔ یتیم وہ نہیں ہے کہ جسکا باپ مرجائے بلکہ یتیم دراصل وہ ہے جو عقل وشرافت میں یتیم ہو۔

مگر افسوس کہ آج ہم میں اس زیور کمال سے آراستہ افراد خال خال نظر آتے ہیں اور ہم میں نبینا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسا علم کا شوق نہ رہا کہ وہ باوجود نبی ہونے کے بھی علم لدنی سیکھنے کیلئے دریا وصحرا کی خاک چھانی اپنے راہبر اور خدا کی طرف سے مقرر شدہ معلم کی تلاش کی اور نہ ہم میں اصحاب صفہ جیسی مشتاق ہستیاں باقی رہیں جیسا کہ وہ اپنے وطن مالوف اور مسکن محبوب سے جدا ہو کر مسجد نبوی کو اپنا ملجا وماوا محض علم حاصل کرنے کی غرض سے ٹھہرایا تھا ہمارے اس کور باطنی کی وجہ صرف یہ ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی پاک تعلیم کو ہم نے پس پشت رکھ چھوڑا ہے حالانکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے کسب علم پر زور دیتے ہوئے ارشاد فرمایا طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ یعنی علم کا سیکھنا تمام مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے دوسری جگہ فرمایا اطلب العلم ولو کان بالصین یعنی علم کو حاصل کرو اگرچہ چین میں ہو ان حدیثوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام ہمیں پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ

تم علم کو اپنا لائحہ عمل بناؤ اور علم کے سایہ میں پناہ لو مگر ہم ہیں کہ پنبہ بگوش بیٹھے ہیں کچھ اس پکار کی طرف اپنے بیہودات وخیالات کو مبذول ومتوجہ ہونے نہیں دیتے مگر آج ہمارے اغیار کہ جن کے مذاہب ایسے پرجوش الفاظ میں انہیں علم کی طرف نہیں بلاتے باوجود اس کے بھی وہ ہم سے تعلیم میں آگے ہیں وہ صرف علم کی دنیاوی خوبیاں وعملی فائدہ کو دیکھکر اس درجہ شائق وفریفتہ ہورہے ہیں اور ہم حالانکہ اس میں مذہبی اور دنیاوی دونوں بھلائیاں پاتے ہیں اور ہماری نظریں آئے دن علم کی ترقیاں اور اس کے اقتدار کو دیکھتی ہیں مگر ہم نے اس کی تحصیل کو لایعنی شے تصور کر رکھا ہے۔ مسلمانوں تحسر وتحزن کیساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہم میں بڑے بڑے علمی مدارس ویونیورسٹیاں موجود تھیں اور بغداد کے عالی شان کتب خانے کہ جنکی نظیر دنیا پیش کرنے سے قاصر ہے وہ ہم ہی میں تھے اندلس اور اسپین کے کتب خانے علم کے شائقین علماء وفقہاء کبھی ہم ہی میں تھے مگر آج وہ سب کچھ ایک افسانہ سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے۔ ابو حنیفہؒ وشافعیؒ مالکؒ واحمدؒ بخاریؒ ومسلمؒ جیسے علماء بحر ذخار اور بوعلی سینا وفارابی وابن رشد جیسے حکما ہم ہی میں تھے مگر اب کیا وجہ ہے اب ہم میں ویسی ہستیاں نظر نہیں آتیں۔ حالانکہ آسمان وہی زمین وہی اور نظام عالم وہی اور ہم بھی وہی مگر افسوس کہ ہم میں وہ اسلامی جوش وولولہ نہ رہا جو ہمارے اسلاف میں موجود تھا۔ اسی وجہ سے ہندوستان میں مسلمانوں کے مدارس ویونیورسٹیاں خال خال نظر آتی ہیں بخلاف دیگر اقوام کے کہ ہر خطہ وچپہ چپہ میں ان کے مدارس ویونیورسٹیاں کی بنیادیں قائم نظر آتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں روز بروز قعر مذلعت میں گرے جارہے ہیں ایک وہ زمانہ تھا کہ صرف علم کے زور سے ہم سیاست سمجھتے تھے جس کے باعث بادشاہی وسطوت ہمارے گھر کی لونڈی اور جاہ وحشمت ہمارے غلام تہذیب وتمدن ہمارے خادم تھے مسلمانو! اسوقت کی مردم شماری سے پتہ چلتا کہ ہم مسلمانوں خصوصا ہندوستان میں جہالت بہت زیادہ ہے اگر ایسی ہی حالت کچھ دنوں تک رہ گئی تو خیال رکھو کہ جو وقار اس وقت مسلمانوں کو بھی حاصل ہے وہ باقی نہیں رہیگا کیونکہ دنیا کی قومیں علم کی وجہ سے بام ترقی پر چڑھی جارہی ہیں اور مسلمان فقدان علم کی وجہ سے پستی کیطرف جارہے ہیں ؎

یہ سچ ہے کہ حالت ہماری زبوں ہے + عزیزوں کی غفلت وہی جوں کی توں ہے
جہالت وہی قوم کی رہنموں ہے + تعصب کی گردن پہ ملت کا خوں ہے

حوادث زلزلہ

(از مولوی محمد تسلیم خاں صاحب مظفرپوری متعلم رحمانیہ ۔)

اللہ تعالیٰ نے ہم بنی نوع انسان پر جسقدر انعامات واحسانات کئے ہیں وہ بالکل لامحدود ہیں۔ ان کا شکریہ کما حقہٗ ہم ادا نہیں کرسکتے مگر پھر بھی اپنے خالق ومنعم کا جو حق ہے وہ اپنی طاقت کے مطابق پورا کرنا ہمارا فرض ہے ؎

سلام نے خدا کی عبادت کا جو درس دیا اس کی عالمگیر حکمت یہی ہے مگر افسوس ہم ایسے غافل ہیں کہ خدا اور اس کے فرائض کو بھولے بیٹھے ہیں۔ قرآن نے گذشتہ قوموں کی تباہی و عذاب کے حالات بیان کرکے ہم کو جتا دیا تھا کہ ہم خدا کی سرکشی نہ کریں ورنہ ہم مبتلائے عذاب ہوں گے مگر ہم احسان فراموش انسانوں نے اس پر غور نہیں کیا اور ناعاقبت شناسی سے دنیا اور خواہشات دنیا میں پھنس گئے خدا کے فرائض کو چھوڑ بیٹھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۵ر جنوری کو ہمیں خدا کے خوفناک عتاب کا سامنا کرنا پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے صرف تین چار منٹ کے زلزلے سے ہمیں بتا دیا کہ کوئی ہستی نہیں جو سکنڈ بھر بھی ہماری قوت کے سامنے ٹھہر سکے۔ آہ وہ کیا روح فرسا وقت تھا۔ مکانوں کے گرنے اور کانپنے کی خوفناک آوازیں ہمارے کانوں میں آرہی تھیں۔ زمین کے پھٹنے کا مہیب منظر ہمارے دلوں کو ہلا رہا تھا۔ مغرب کی تند و تیز ہوا سے بدن کپکپا رہا تھا۔ ہمارے ہر چہار طرف کھیتوں میں مکانوں میں آنگنوں میں غرضکہ ہر جگہ زمین سے پر جوش پانی اُبل رہا تھا۔ ہماری زندگی کے سامان پانی اور بالو میں مخلوط ہوکر بہہ رہے تھے۔ ہمارے زخم خوردہ عزیز نیم جاں پڑے ہوئے کراہ رہے تھے مگر ہمیں ان باتوں کی کوئی پرواہ نہ تھی صرف اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے۔ ہمارے دماغ بالکل ماؤف تھے۔ مادیات کے پردے ہماری آنکھوں سے اٹھ گئے تھے۔ ہمیں بالکل عالم برزخ نظر آرہا تھا۔ ہم بدحواسی کے عالم میں بھاگ رہے تھے۔ آہ وہ مستورات و پردہ نشین جن کو ان تکالیف کا تصور بھی نہ ہوا تھا جنہوں نے گھر سے باہر قدم نہ نکالا تھا۔ اس وقت سرد ہوا میں ٹھٹھرتی ہوئی ماحول کے منظر سے حیران و پریشان ہوکر اطمینان کی جگہوں میں بھاگ رہی تھیں کسی کو اپنے بدن کی بھی خبر نہ تھی۔ مائیں بچوں کو چھوڑ کر شوہر بیوی سے بے خبر اپنی جان بچانے کی فکر میں تھے ہر طرف رونے چیخنے اور توبہ و استغفار کی صدائیں بلند تھیں کسی کو زندگی کی امید نہ تھی۔

اس حادثۂ عظیمہ کو دیکھتے ہوئے ذرا قدرت کے عجائبات بھی ملاحظہ کریں کہ زلزلہ میں خدا نے کیا کیا اپنی عظیم الشان قدرت کے نمونے ظاہر کئے۔ اخبارات میں اسٹیٹس مین کے نامہ نگار کا چشمدید بیان شائع ہوچکا ہے کہ پٹنہ کے سامنے گنگا جیسی بڑی ندی بالکل خشک ہوگئی۔ اسٹیمر اور غسل کرنیوالے لوگ خشکی پر کھڑے ہوئے نظر آنے لگے۔ پھر پانچ چھ منٹ کے بعد پانی اپنی روانی میں بہنے لگا۔ کہاں ہیں موسیٰ علیہ السلام کے معجزۂ نیل کا انکار کرنے والے؟ دیکھو قدرت کیا کیا کرشمہ دکھاتی ہے۔

اخبار مدینہ میں امارت شرعیہ کے ایک رکن کا بیان شائع ہوا ہے کہ وہ ضلع مظفر پور کے ایک دیہات میں تھے۔ زلزلہ ئے کھیت میں بھاگ پڑے۔ زمین پھٹی اور وہ سینہ تک اندر آگئے۔ پھر پانی کا پر زور اُبال ہوا۔ جس نے ان کو اوپر پھینکدیا وہ جان کی سلامتی پر خدا کا شکریہ ادا کرتے ہوئے گھر آئے۔

موضع اونسی دموضع نظرا ضلع دربھنگہ کا سچا واقعہ ہے کہ بچہ والی عورتیں گھر میں تھیں جب زلزلہ آیا بچوں کو چھوڑ کر بھاگیں۔ شیر خوار بچے مکان میں پڑے رہے۔ مکان گر گیا۔ جب زلزلہ کے بعد لوگوں نے مکان کی چھپر ہٹائی تو بچے انگلی منہ میں رکھے ہوئے کھیل رہے تھے۔ اس قسم کے واقعے متعدد مواضعات میں ہوئے کہ دو دیواروں کے نیچے بچے آگئے۔ دونوں دیوار آپس میں ملگئیں۔ بچے ان کے نیچے زندہ بچ رہے۔ شہروں کی تباہی

میں ملوے کی صفائی کے وقت کئی کئی روز بعد زندہ لوگ نکلے۔ یہ بھی خدا کی شان ہے جس کو چاہتا ہے بچاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے روح قبض کراتا ہے۔ بعض مقامات میں اس قسم کے واقعات ہوئے کہ آدمی اور جانور زمین کے شگاف میں پڑے اور پس بس کر دو دو تین تین گزوں پر خود زمین نے ان کی لاشیں اوپر پھینکدیں۔ اللہ اکبر۔ اللہم احفظنا۔

ریت کے نکلنے سے جو دلدل بن گیا اس میں کتنے آدمی پھنسے۔ اس دن خوف سے کوئی ان کو نکالنے والا نہیں ملتا تھا کئی کئی دنوں کے بعد وہ نکالے گئے۔

موضع جوگیارہ ضلع دربھنگہ کا واقعہ ہے کہ زلزلہ کے وقت ایک بڑی تالاب کے اندر سے تقریباً ۲ کٹھہ کی زمین سطح آب سے انھکر بالکل معلق ہوکر پھر اپنی جگہ بیٹھ گئی۔ دربھنگہ و مظفر پور میں متعدد مواضعات میں تالابوں کا پانی بالکل خشک ہوگیا۔ مچھلیاں اوپر پڑی ہوئی تھیں جن کو ڈر سے کوئی پکڑتا نہیں تھا۔ آخر بڑی ہمت سے پکڑ پکڑ کر مطمئن لوگوں نے کھائیں۔

بنارس کا واقعہ اخبارات میں آیا ہے کہ وہاں متعدد کنویں کا پانی لب تک بار بار اُبل آتا ہے۔ پھر خشک ہوجاتا ہے۔ لوگوں میں خوف وہراس طاری ہے۔

ضلع دربھنگہ میں مشرقی جانب دریائے کوسی کے کنارے کے مواضعات میں متعدد بار فاسفورس نکلے۔ جن میں روشنیاں ہوتی تھیں تو دہقانی چونکہ اسے نہیں جانتے تھے اس لئے بہت خوف وہراس پھیل گیا تھا۔ ۸ار فروری کو دربھنگہ ضلع میں ۹ بجے شب کو ستارہ ٹوٹا جس کی خوفناک آواز سبھوں نے سنی اور تمام جگہ لوگوں نے روشنیاں دیکھیں وغیرہ وغیرہ واقعات مذکورہ بالا جو ضلع دربھنگہ سے متعلق ہیں ہمارے محترم مولوی عبدالحلیم ناظم دربھنگوی مدیر محدث کے چشمدید اور بعض محقق طور پر سنے ہوئے ہیں۔

ناظرین! اس قیامت خیز زلزلہ کے ان عجائبات کو چشم حقیقت سے ملاحظہ کریں اور خدا کی عالمگیر قدرت پر غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کتنا بڑا قادر مطلق ہے۔ بلاشبہ خدائی قدرت کے سامنے فلاسفہ اور سائنس دانوں کی بے معنی تاویلات یا بخت واتفاق کی مہمل اصطلاح کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ ہم کو اپنے خالق پر اعتقاد کامل رکھنا چاہئے اور ان کوائف سے عبرت لیکر فرائض خداوندی کو اچھی طرح انجام دینا چاہئے کہ وہی چیز خدائی عتاب سے نجات دینے والی ہے۔ یا مقلب القلوب ثبت قلوبنا علی دینک۔

ضروری اطلاع

ناظرین محدث ہر خط وکتابت خصوصاً تبدیل پتہ میں چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں ورنہ تعمیل سے مجبوری ہوگی نیز منی آرڈر بھیجنے والے حضرات کوپن پر بھی پورا پتہ ضرور لکھدیا کریں۔

منیجر

فضیلت قرآن مجید

(از مولوی محمد امین صاحب شوق مبارکپوری متعلم رحمانیہ)

مسلمانو! خلاق عالم نے بنی نوع انسان کی ہدایت و اصلاح کیلئے مختلف زمانوں اور متفرق قرنوں میں متعدد نبی و رسول مبعوث فرمائے۔ حضرت سے سے لیکر ہمارے نبی آخرالزماں تک جتنے انبیائے کرام ہماری اصلاح وہدایت و رہنمائی کیلئے بھیجے گئے ان کی تعداد تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار بتائی جاتی ہے۔ غرض کہ جتنے انبیار بنی نوع انسان کی اصلاح وہدایت کیلئے بھیجے گئے ان میں سے بعض کو آسمانی کتابیں دی گئیں۔ مثلاً اولوالعزم انبیا رکرام سے حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا ہوئی اور جناب ابراہیم علیہ السلام کو صحیفے مرحمت فرمائے گئے۔ اور ہمارے نبی آخرالزماں احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پاک دیا گیا۔

الغرض ہر نبی کے مرتبہ و شان کے لحاظ سے من جانب اللہ ایک کتاب عطا ہوئی لیکن چونکہ ہمارے نبی آخرالزماں تمام انبیا ر اولین و سابقین بلکہ جملہ بنی نوع انسان کے سردار ہیں اس لئے آپ کے شایان شان وہ مقدس کتاب اتاری گئی جس کی بزرگی وعظمت خود قرآن پاک میں ان الفاظ کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرایتہٗ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ الخ یعنی اے پیغمبر اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو تم دیکھتے کہ خدا کے خوف سے پہاڑ جھک گیا ہوتا اور پھٹ پڑا ہوتا۔ اور ہم یہ مثالیں اس لئے بیان کرتے ہیں تاکہ لوگ سوچیں اور سمجھیں۔

مسلمانو! دیکھا آپ نے قرآن وہ عظیم الشان کتاب ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اسکو پہاڑ پر نازل فرماتا تو خشیت اور اسکی ہیبت کی وجہ سے پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتا۔ اللہ تعالیٰ دوسرے مقام میں قرآن پاک کی بزرگی و عظمت ان لفظوں میں بیان فرماتا ہے انا عرضنا الامانۃ علی السموات والارض والجبال الخ یعنی اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ ہمنے اپنی امانت یعنی قرآن کو آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کیا تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کردیا اور اس سے ڈر گئے۔ اور انسان نے اٹھالیا بیشک انسان اپنے حق میں بڑا ظالم ہے۔ بھائیو! دیکھا یہ قرآن مجید کی عظمت و جلالت ہے کہ پہاڑوں اور زمینوں اور آسمانوں نے اس بارگراں کے تحمل برداشت کرنے سے انکار کردیا اور اسکی ہیبت و خوف سے ڈر گئے۔ قرآن پاک کے من جانب اللہ اور آسمانی کتاب ہونیکی یہ بہت بڑی دلیل ہے کہ تیرہ سو برس سے آجتک کوئی شخص قرآن کے مثل ایک سورہ کیا ایک آیت نہیں بنا سکا۔ عرب کے بڑے بڑے شعرا رجنکی فصاحت و بلاغت دنیا کو مسلم ہے وہ بھی قرآن کے مثل ایک چھوٹی سی آیت بنانے سے عاجز و قاصر رہے۔ قرآن کا تو اعلان تھا کہ وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ

(اے کفارِ مکہ بلکہ دنیا کے تمام لوگ) اگر شک کرتے ہو کہ یہ قرآن جو ہم نے اپنے بندے (محمد) پر نازل کیا ہے خدا کا کلام نہیں ہے تو ایک سورۃ قرآن جیسی بنا لاؤ۔ مگر آج تک کوئی ایک آیت بھی نہ بنا سکا اور کیونکر بنا سکتا جب خود خدائے تعالیٰ نے فرما دیا ہے قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا۔ یعنی اے محمد کہدے کہ اگر جمع ہو جائیں انسان اور جن اس بات پر کہ لائیں اس قرآن کے مثل نہیں لا سکتے اس قرآن کے مثل اگرچہ بعض ان کے بعض کیلئے مددگار رہوں۔

قرآن کی اس تحدی کا جواب آج تک کسی سے نہ بن پڑا اور نہ بن پڑے گا۔ جب عرب کے بڑے بڑے فصحا و بلغا حیران رہ گئے تو آج کل عجمی لوگ کوئی عیسائی یا آریہ کیا ایک آیت بھی اس جیسی لکھ سکتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ہفوات و لغویات کا کوئی مجموعہ تیار کرلے مگر ہمارے قرآن کی شان کے ہزارویں حصہ کو بھی نہیں پا سکتا۔

اب ہم قرآن کریم کو اسلام کی شرعی حیثیت سے دیکھتے ہیں۔ اللہ اکبر مسلمانوں کیلئے قرآن ایک ایسی نعمت ہے کہ دنیا میں کوئی قوم اس کی نظیر نہ پا سکی۔ خدا نے فرمایا۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ ہم نے قرآن اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرینگے چنانچہ دنیا میں آئے ہوئے ساڑھے تیرہ سو برس ہو گئے مگر قرآن میں ایک حرکت کا بھی فرق نہ ہو سکا۔ بلاشبہ قرآن کا محافظ خدا ہے اور قیامت تک یہ رہے گا۔ احادیث سے قرآن کی فضیلتیں بے حد و شمار ہیں۔ قیامت میں قرآن بھی اپنے تلاوت کرنیوالوں کو شفاعت کرکے بخشوائے گا۔ رسول اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن کی تلاوت میں ہر حرف کی جگہ پڑھنے والے کو دس نیکیاں ملتی ہیں۔ اللہ اکبر جو لوگ ہمیشہ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں یا حافظ ہیں وہ کتنے خوش قسمت ہیں۔ ان کے پاس نیکیوں کا کتنا بڑا ذخیرہ ہے۔ قرآن کی بعض سورتوں اور آیتوں کی اتنی فضیلت ہے کہ جزوی حیثیت سے ان کے پڑھنے والے بےشمار ثواب حاصل کرسکتے۔ افسوس آج کل کے مسلمان قرآن گھروں میں رکھکر بھی کبھی تلاوت نہیں کرتے اسی لئے خدائی برکتوں سے محروم ہیں۔ نیز صرف تلاوت ہی کافی نہیں ہے۔ ہم مسلمانوں کیلئے قرآن کریم کا ہر فرمان واجب العمل ہے اس لئے ہم کو اپنے ماحول میں صرف قرآن کو پیش نظر رکھکر اس کے تمام فرمان پر عمل کرنا لازمی ہے۔ ہم اپنے ایمان کو قرآن کے حسب الارشاد خالص اور مستحکم رکھیں پھر فرائض خداوندی کو مکمل طور پر انجام دیتے رہیں تو ہماری نجات کی امید ہے ورنہ صرف دعوائے اسلام پر کیسے ہم نجات پا سکتے ہیں۔ آج دنیا میں ہماری رسوائی و ذلت صرف قرآن کریم کو پس پشت ڈالدینے کی وجہ سے نظر آرہی ہیں۔ ہمارے اسلاف نے قرآن و اخلاق ہی سے بے نظیر ترقیاں کیں۔ الغرض قرآن کی خوبیاں لامحدود ہیں کہ ہم مسلمان انھیں اچھی طرح جانتے ہیں۔ ان کی تفصیل محدث کے مختصر صفحات میں گنجائش نہیں پا سکتی۔ پھر آخر میں ہماری تمام مسلمانانِ ہند سے خصوصاً اپیل ہے کہ للہ ہوش میں آئیں اور کلام اللہ کی تلاوت کرتے ہوئے اسکے فرمان کو سمجھ بوجھ کر عملی طور پر بجا لائیں۔ سچ ہے ؎

اصل دیں آمد کلام اللہ معظم داشتن
پس حدیث مصطفیٰ برجان مسلم داشتن

سیرت خلیل علیہ السلام

(خاکسار ایڈیٹر کے زمانۂ طالبعلمی کی ایک پُرانی نظم ہے جو ذی الحجہ کی مناسبت سے اشاعت پذیر ہے)

ملا کرتے نہیں رتبے کبھی بازو کی قوت سے
یہ وہ فیضان باری ہے جو ہو جاتا ہے قسمت سے

نہ گھبراؤ کہ عزت کی علامت آزمائش ہے
خدائی جانچ ہوتی ہے تو بندے کی کرامت سے

چمن میں جلوۂ گل ہے تو کانٹوں کی اذیت بھی
گذرتا ہے زمانہ رنج و غم سے عیش و عشرت سے

وہ ابراہیم سا گل بھی تو زیر خارِ آذر تھا
کبھی اسکو ہی پوچھا باغبانِ باغِ فطرت سے

خلیل اللہ نے اصنام کے خرمن جلا ڈالے
یہ تھی برقِ یزدانی جو کوندی جوشِ وحدت سے

ہوئے وہ منتخب در محترم ہندو میں جب آئے
تو منہ موڑا وطن سے اور پھر والد کی الفت سے

نہاں اس خانہ ویرانی میں کیسا درس عبرت ہے
کہ تھی امید انکو صرف اک خالق کی رحمت سے

خدا کا حکم تھا نورِ نظر کو ذبح کر ڈالو،
کیا خوش ہو کے پورا جاودانی زور ہمت سے

خدا کے ماسوا غیروں کی پوجا کب گوارا تھی
تبر لیکر بتوں کو توڑ ڈالا اپنی قوت سے

خدائی کا کیا جب ادعا نمرود سرکش نے
اسے مبہوت و حیراں کر دیا علمی فصاحت سے

بالآخر آتش سوزاں میں وہ ڈالے گئے لیکن
خدا نے کر دیا آتش کو گلشن فرط رحمت سے

سبق توحید کا اور حلم کا لیتے رہو ناظم
خلیل اللہ کی اور اپنے پیغمبر کی سیرت سے

ناظم صدیقی

اسلام کی خوبیاں

(از مولوی محمد ابوالخیر صاحب بریوائی پرتابگڈھی متعلم رحمانیہ)

ان الدین عند اللہ الاسلام

کسی مذہب کا حُسن و قبح اس کی تعلیمات کے ذریعے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ آج اگر ہم اسلام کی بیش بہا تعلیمات اور اس کے زرین اصول کو بغور و فکر دیکھیں تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح منکشف ہو جائے گی کہ اسلامی تعلیم تمام مذاہب پر فوقیت رکھتی ہے۔ دیگر ادیان نے عقل کو دائرہ دین سے خارج تصور کیا ہے لیکن مذہب اسلام نے اسی پر زور دیا ہے کہ بغیر غور و فکر کے کوئی حکم مت تسلیم کرو چنانچہ ارشاد ہے۔ افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالھا۔ سب سے پہلے اسلام نے توحید کی دعوت دی ارشاد ہے الٰھکم الٰہ واحد دوسری جگہ فرماتا ہے ھو الذی لا الٰہ الا ھو ایک جگہ اور فرماتا ہے۔ قل ھو اللہ احد اللہ الصمد الخ یہ تو مذہب اسلام کا دعوی تھا لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ بڑے زوروں کی دلیل دیتا ہے چنانچہ ارشاد ہے لو کان فیھما آلھۃ الا اللہ لفسدتا۔ دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے۔ افی اللہ شك فاطر السمٰوٰت والارض۔ اسی لئے جگہ جگہ فرمایا گیا ہے کہ انسان کا سر سوائے آستان خداوندی کے کسی دوسرے کے سامنے خم نہ ہو۔ واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا آنحضور فرماتے ہیں۔ لا تشرك باللہ شیئا وان قتلت وان حرقت۔ مذہب اسلام میں جہاں اور بہت سی خوبیاں ہیں وہاں اس کی خوبی ہمہ گیر اور عالمگیر مذہب ہے فرمایا تبٰرك الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعٰلمین نذیرا۔ یہ کسی قوم اور فرقہ کے ساتھ مختص نہیں ہے بخلاف دیگر مذاہب کے وہ صرف ایک طبقہ کے ساتھ مخصوص ہے عیسائیت کے پرچم کے نیچے صرف اسرائیلی بھیڑیں آسکتی ہیں۔ روم کے جھنڈے کے نیچے صرف چند پجاری جمع ہو سکتے ہیں لیکن اسلام کا دامن کشادہ ہے۔ اسکی تعلیمات نے کہیں یورپ کو شرمندۂ احسان کیا کہیں افریقہ کے صحرانشین قوموں کو مہذب اور متمدن بنایا کہیں ہندوستان کے پرستاران اصنام اس کے مرہون منت ہیں جہاں اس میں ہمہ گیری ہے وہاں اس میں مساوات کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے۔ جس مذہب میں مساوات کو خاص وقعت حاصل ہو حقیقت میں اس سے تعدی کرنیکے لئے کوئی دین تیار نہیں ہو سکتا کیونکہ عاجزی وانکساری تواضع و مدارت سے ایک شخص دوسرے کی نظر میں محبوب ہو جاتا ہے اور نخوت وغرور سے ایک دوسرے کے خون کا پیاسا رہتا ہے اسی کو مدنظر رکھتے ہوئے نہ یہاں چھوت چھات کا جھگڑا ہے اور نہ امارت وغربت میں امتیاز تو صرف مساوات کی تعلیم دی گئی اور بہ بانگ دہل اعلان کیا گیا۔

یا ایہا الناس انا خلقنا کم من ذکر وانثی وجعلنا کم شعوبا وقبائل لتعارفوا ۔ یعنی بنی نوع انسان باہم میں فوقیت اسی کو ہے جسکا دل جلوۂ خداوندی سے معمور ہو ان اکرمکم عند اللہ اتقکم۔ اس پیکر صداقت نے اپنے آخری پیغام میں کہا تھا لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ۔ دنیا کے دنی میں جسقدر مذاہب موجود ہیں ان میں عورتوں کو جو حقوق دیئے گئے ہیں ان میں افراط وتفریط سے کام لیا گیا ہے۔ یورپ جسکو تہذیب اور تمدن کا مخزن کہا جاتا ہے۔ عورتوں کو اسقدر آزادی دیکر ان کے نسوانی شرم وحیا کو کافور کر دیا انہیں برہنگی وعریانی کا خوگر بنا دیا اور برادران وطن ہنود نے بیواؤں کے متعلق جو اسکیم پیش کی اس کا نتیجہ آئے دن اخباری کالم میں ہمیشہ سیاہ نظر آتا ہے اس سے پہلے وہ اقوام جنہیں اپنے متمدن ہونیکا زعم تھا۔ انہوں نے حقوق نسواں کی قطعاً حفاظت نہ کی بلکہ عورتوں کی خرید وفروخت کرتے تھے عورت دوسروں کے میراث میں بطور حصہ تقسیم ہو جاتی تھی۔ اسلام نے مساوات کے اصول کی بنا پر عورتوں کو بھی حقوق دیئے اور اس کو قعر غلامیت سے نکال کر اوج حریت پر پہنچا دیا فرمایا ولہن مثل الذی علیہن با لمعروف ایک اور مقام پر ارشاد ہے وعاشروہن با لمعروف ایک جگہ پر اور فرماتا ہے ھن لباس لکم وانتم لباس لھن۔ سردار دوجہاں نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا تھا ۔ واتقوا اللہ فی النسا فانکم اخذتموھن بامان اللہ واستحللتم فروجھن بکلمۃ اللہ الخ اسلام ان سبکو رشتۂ اخوۃ میں منسلک ہونے کیلئے فرمایا انما المومنون اخوۃ مذہب اسلام نے اتحاد واتفاق کا سبق پڑھایا چنانچہ اسلام کے قبل ... جہاں لوگوں کی اخلاقی حالت بری تھی وہاں ان کے قلوب میں نفاق نے اچھی طرح جگہ پکڑ لیا تھا یہی وجہ تھی کہ ایک قبیلہ دوسرے سے برسر پیکار نظر آتا تھا معمولی باتوں پر جھگڑ پڑتے تھے لیکن اسلام نے آتے ہی کہا واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا واذکروا نعمۃ اللہ ان کنتم اعداً فالف بین قلوبکم الخ تمام بکھرے ہوئے شیرازوں کو ایک جگہ مجتمع کر دیا اسی کا نتیجہ تھا کہ قیصر وکسری کے دربار میں بیباکانہ گھس جاتے ہیں اور ان کے اندر اسقدر جذبۂ ایمانی سرائیت کرجاتا ہے کہ ان کے اوپر مصائب وآلام کے بادل ٹوٹ پڑے مگر ان کے پائے استقامت کو ذرا بھی جنبش نہ ہوئی ۔

اسلام کے اصل اصول پانچ احکام ہیں کلمہ توحید من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ ۔ نماز ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر۔ روزہ یا ایہا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ۔ الصوم جنۃ ۔ حج وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا۔ زکوۃ توخذ من اغنیا ئھم وترد علی فقرائھم۔ پانچوں ارکین بہت سے فوائد سے پر اور برکات ومعارف سے مملو ہیں ترکیۂ معدہ کی طرف بھی رہنمائی کرتے ہیں اور تزکیۂ نفس بھی کرتے ہیں۔ مذہب اسلام ایسا خدائی مذہب ہے کہ جس طرح اپنے ماننے والوں کو دینی ترقی کی طرف رغبت دلاتا ہے اسی طرح دنیاوی امور میں بھی عروج کا سبق پڑھاتا ہے ۔

پیغمبر اسلام نے اپنی زندگی کو نمونہ عمل بنا کر پیش کیا چنانچہ ان کی مقدس حیات میں ہمیں تجارت کے گراں قدر تجارب ہیں آپ نے اپنی آغاز شباب میں شام کی طرف دو دفعہ تجارتی سفر کئے تھے۔ قرآن و حدیث کے زریں اصول تجارت کے مسائل سے لبریز ہیں سورہ جمعہ میں ارشاد ہوتا ہے فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ۔

سردار دو جہاں فرماتے ہیں لا رھبانیۃ فی الاسلام۔ اسلام نے جبر و اکراہ سے منع فرمایا اور صاف لفظوں میں کہدیا لا اکراہ فی الدین ان تمام تعلیمات کا مخزن اور ان سب کا منبع اور سرچشمہ قرآن مجید فرقان حمید ہے جسکے متعلق ارشاد ہے انا عرضنا الامانۃ علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنھا واشفقن منھا دوسری جگہ فرماتا ہے۔ لو انزلنا ھذا القران علی جبل لرایتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ قرآن ہی وہ کتاب ہے جسکی ایک ایک آیت فصاحت و بلاغت سے بھری ہے اس کا طرز بیان پر شوکت اسکا اسلوب تخاطب پر عظمت اپنے اندر ایسی جاذبیت اور کشش لئے ہوئے ہے کہ جس نے اسکو گوش دل سے سن لیا محو حیرت ہو گیا اور اس کو بغیر دائرہ اسلامی میں داخل ہوئے چارہ نہ ہوا چنانچہ حضرت عمر فاروق کو دیکھئے آنحضور کو قتل کرنے کے ارادہ سے اٹھتے ہیں لیکن جسوقت کلام مجید کی صدا ان کے کان میں پہونچتی ہے سر تسلیم خم کر دیتے ہیں آج ساڑھے تیرہ سو برس گزر چکے لیکن جسطرح عرب کے ایک کمبل پوش پر نازل ہوا تھا ٹھیک اسی طرح اب بھی موجود ہے اور ایک حرف میں بھی کچھ تغیر و تبدل نہیں ہوا آج تک کسی کی ہمت نہ پڑی کہ اس کے مقابل میں اپنی صدا کو بلند کرے دیگر کتب آسمانی کو ملاحظہ کیجئے ان کی زبان تک کا پتہ نہیں کیوں نہ ہو خداوند قدوس خود فرماتا ہے انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون اگرچہ اوائل زمانہ میں لوگوں نے اس کو سحر سے تعبیر کیا لیکن اس نے دعویٰ کیا تھا اعلان کیا قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ھذا القران لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا۔ دوسری جگہ فرماتا ہے۔ وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ الخ وہ عرب جن کو اپنی خطابت پر ناز تھا شعر گوئی پر فخر تھا اپنی آتش بیانیوں سے مردہ دل قوموں میں روح پھونک دیا کرتے تھے ان کے اشاروں پر خون کی ندیاں بہہ اٹھتی تھیں سب کے سب اسکے سامنے پست ہو گئے۔ ان مذکورہ بالا تعلیمات کا دوسرا مخزن اسوۂ رسول ہے وہ گرانمایہ موتی ہے جسکے بارے میں فرمایا گیا لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ آپ نے اپنی امت کیلئے مصائب برداشت کئے لیکن اف تک نہ کہا۔ حلم بردباری کو ہاتھ سے نہ چھوٹنے دیا چنانچہ ارشاد ہے۔ ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک آپ ہی کے اخلاق حسنہ کا نمونہ بن کر صحابہ کرام نے تربیت گاہ نبوی سے نفع اٹھا کے ذرہ بن کر اٹھے اور آفتاب بن کر چمکے [illegible] نے ان کا ساتھ دیا جاہ و حشم ان کے لونڈی غلام بنے خوبیوں کی بنا پر اسلام نے کہا ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ الخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہستی تمام دنیا سے اعظم ترین ہستی ہے اسلام کی سب سے بڑی خوبی ہے۔

لا یمکن الثناء کما کان حقہ ÷ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

نمبر ۱۱

اللہ منزل الا حسن الحدیث کتابا

رسالہ محدث دہلی



سرپرست
شیخ عطاء الرحمن صاحب مہتمم دار الحدیث رحمانیہ

نگران اصول
مولانا احمد اللہ صاحب
(شیخ الحدیث)

مدیر مسئول
عبد الحلیم ناظم
(مولوی فاضل)



جید برقی پریس دہلی میں چھپا

فہرست مضامین

مقاصد

(۱) کتاب وسنت کی اشاعت

(۲) مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح۔

(۳) دار الحدیث رحمانیہ کے کوائف کی ترجمانی

ضوابط

(۱) یہ رسالہ ہر انگریزی مہینہ کے ابتدائی ہفتہ میں شائع ہوا کرے گا

(۲) یہ رسالہ ان لوگوں کو سال بھر مفت بھیجا جائیگا جو ہم ٹکٹ خرچ دفتر میں بھیجدینگے۔

(۳) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا ضروری ہے۔

ہر خط وکتابت کا پتہ

منیجر رسالہ محدث دار الحدیث رحمانیہ۔ دہلے

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

محدث

دھلی

نمبر ۱	ماہ محرم الحرام ۱۳۵۳ھ مطابق ماہ مئی ۱۹۳۴ء	جلد ۲

آغاز سال دوم

خدائے قدوس کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اشاعت حاضرہ سے رسالہ محدث کا دوسرا سال شروع ہوتا ہے۔ ابتک جو کچھ ہمنے محدث کے ذریعہ خدمتِ ملت انجام دے کر ملک میں اپنے لئے مقبولیت کا کوئی گوشہ حاصل کیا ہے اس میں صرف اللہ تعالیٰ کی توفیق وتائیدہی کی کارفرمائی ہے۔ اسوقت محدث اپنی کثیر اشاعت کے ساتھ ملک کے تمام حصوں میں پہونچ رہا ہے اور اب بفضل خدا بیرون ملک بھی اس کا قدم بڑھنے لگا ہے۔ یہ امر محتاج تشریح نہیں ہے کہ محدث کے اجراء سے اس کے مالک اور کارکنان کو کوئی ذاتی منفعت مقصود نہیں ہے بلکہ اس دور فسق وفجور اور عہد الحاد وبے دینی میں ایک خالص مذہبی رسالہ کی سخت ضرورت محسوس کی جارہی تھی جو تجارتی اغراض سے دور رہ کر اسلام اور اسلام کی مقدس تعلیم پیش کرے تاکہ کم ازکم مسلمانوں کی ذہنیتیں بحر تفریح میں بہنے سے محفوظ رہیں اور وہ اپنی اسلامی تعلیمات کی روشنی میں عقائد وخیالات کو پاک وصاف رکھ سکیں۔ چنانچہ محدث انہی مقاصد کو مدنظر رکھکر مفت جاری ہے کہ امیر وغریب سب یکساں طور پر اس سے مستفیض ہوسکیں۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جناب شیخ عطاء الرحمٰن صاحب مدظلہ کے ان اعمال خیر کو قبول فرماتے ہوئے مزید توفیق وبرکت عطا فرمائے کہ وہ موجودہ خدمتوں سے بھی بڑھ کر اسلام اور مسلمانوں کی علمی وتبلیغی خدمتیں انجام دیں۔ تمام ناظرین شیخ صاحب موصوف کیلئے دعائے خیر کرتے ہوئے مزید یہ دعا کریں کہ رب قدیر محدث کو اپنے غیر محدود فضل وکرم سے یونہی اشاعت پذیر رکھے اور پھر شیخ صاحب مدظلہ اور ان کے اس رسالہ کو حاسدین کے

شر و فساد سے محفوظ و مامون رکھے۔ آمین

دار الحدیث میں عید اضحیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار عید قرباں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے مطابق ہر سال مسلمانوں میں منائی جاتی ہے۔

متعلقین دار الحدیث رحمانیہ بھی اس موقعہ پر جناب شیخ عطاء الرحمٰن صاحب مدظلہ کے بحر سخا سے فیض اٹھاتے ہوئے ہمیشہ کافی دلچسپی کا اظہار کرتے ہیں چنانچہ امسال بھی طلبۂ دار الحدیث نے عید آنے سے پہلے پنجشنبہ کو جمیعۃ الصلاح کا خاص جلسہ منعقد کیا جس میں صرف قربانی اور حج سے متعلق مضامین بیان کئے گئے اس کے بعد عید کے دن اور ایام تشریق میں متعدد بکرے ذبح ہوتے رہے جن کا ثواب اگرچہ شیخ صاحب کو ملتا رہا لیکن مسنونانہ گوشت خوریوں کے لطف متعلقین مدرسہ خوب اٹھاتے رہے۔ پھر مزید براں یہ کہ حسب دستور سابق عید کے دن تمام طلبہ و مدرسین و ملازمین مدرسہ کو شیخ صاحب کی طرف سے ایک ایک روپیہ عطا ہوا۔ اس نقدی عیدی نے لطف و مسرت میں قند مکرر کا مزا دیا۔ اب اس آرام رساماحول میں کون تھا جسکو وطن یاد آسکے؟

الحزب المقبول صحیح دعاؤں کی یہ بے نظیر کتاب محترم شیخ صاحب مدظلہ العالی نے اپنے پسران کی طرف سے کافی تعداد میں چھپوائی ہے۔ درخواستوں کا تانتا بندھا ہوا ہے۔ جنہیں ہم برابر کتابیں بھیجے جا رہے ہیں گذشتہ پرچہ میں اعلان کر دیا گیا تھا کہ اس میں چھ پیسے کے ٹکٹ محصولڈاک میں صرف ہوتے ہیں لہذا ۱؍ کے ٹکٹ بھیجے جائیں مگر باوجود اس اعلان کے بعض احباب دو پیسہ یا چار پیسے والے ٹکٹ بھیجتے ہیں لہذا اطلاع دیجاتی ہے کہ جن صاحبان نے چھ پیسے سے کم کے ٹکٹ بھیجے ہیں ان کے ٹکٹ محفوظ ہیں وہ اپنا بقیہ محصول بھی سطور ذیل کو مدنظر رکھکر روانہ فرمائیں تاکہ ان کے نام کتاب بھیجی جاسکے۔

دوسری ضروری بات یہ ہے کہ یکم اپریل سے ڈاکخانہ کے قانون میں عام پیکٹ کا محصول بڑھا دیا گیا ہے۔ لہذا اب تمام حضرات کو اطلاع دی جاتی ہے کہ "الحزب المقبول" کے محصول میں ۱۳ تولہ وزن کی وجہ سے ۷؍ سات پیسہ کے ٹکٹ صرف ہونگے آئندہ درخواست بھیجنے والے مندرجہ بالا اطلاع کا ضرور لحاظ رکھیں۔

اعلام ہمیں نہایت مسرت ہے کہ ہمارے عزیز دوست مولوی عبد الغفار صاحب حسن رحمانی عمرپوری نے امسال مدرسے کے آخری امتحان میں پاس ہو کر سند حاصل کرلی۔ ناظرین آپ کے علمی مضامین اکثر اس رسالے میں پڑھتے رہے ہیں۔ آپنے اپنے یتیمی کے ایام مہتمم مدرسہ جناب شیخ عطاء الرحمٰن صاحب مدظلہ کے سایۂ عاطفت میں پورے آرام سے بسر کئے۔ کامل آٹھ سال تک یہاں تعلیم پائی۔ شادی پر بھی مہتمم صاحب مدظلہ نے نقدی زیور اور کپڑے وغیرہ سے پورا سلوک کیا۔ اور ایک پرتکلف عام دعوت بھی زنانہ و مردانہ کی جزاہم اللہ۔ اتنی لمبی مدت کے بعد اب مولانا عبد الغفار صاحب حسن رحمانی اس مدرسے سے جدا ہوئے ہیں۔ ہماری دلی دعا ہے کہ خدا تعالیٰ آپ سے اپنے سچے دین کی محققانہ خدمتیں لے۔ آمین

انتباہ:۔ جن احباب کے ٹکٹ ماہ محرم میں ختم ہوتے ہیں ہم ان کے نام بھی باوجود آئندہ کیلئے ٹکٹ نہ آنیکے اس ماہ کا رسالہ بھیج رہے ہیں۔ لیکن اگر اب بھی وہ آئندہ کیلئے ٹکٹ نہ بھیجیں گے تو مجبوراً ہمیں ان کے نام رسالہ بند کرنا پڑے گا۔

نوٹ:۔ پُرانے خریدار اپنے ٹکٹ بھیجتے وقت چٹ نمبر اور برائے سال آئندہ ضرور لکھیں۔

رسالت

(از مولانا احمد اللہ صاحب شیخ الحدیث مدرسہ رحمانیہ)

—✻∧✻—

رسول اللہ صلعم کی دعا سے بیماروں کا اچھا ہونا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر وہ معجزات بھی عنایت ہوئے جو اور نبیوں کو عطا کئے گئے تھے

اوران معجزوں کے سوا سینکڑوں دوسرے معجزات آپ کو عنایت ہوئے عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ مُردے زندہ ہوئے توآپ کے ذریعہ بھی اللہ کے حکم سے مردے زندہ ہوئے۔ عیسیٰ علیہ السلام سے کوڑھی اندھے اچھے ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اچھے ہوئے۔ طبرانی نے جرھد کے متعلق روایت بیان کی ہے کہ وہ اپنے بائیں ہاتھ سے کھانا کھایا کرتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا داہنے ہاتھ سے کھاؤ، کہا یا رسول اللہ داہنے ہاتھ میں درد ہے (اس سے بیکار ہو رہا ہے) آپ نے داہنے ہاتھ پر پھونکدیا۔ چنانچہ جب تک وہ زندہ رہے ہاتھ کے درد کی شکایت نہیں کی۔

براء بن عازب صحابی فرماتے ہیں ابورافع یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ایذا دیتا تھا مخالفین اسلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ کیلئے جنگ پر آمادہ کرتا تھا۔ آخر ایک شخص نے اس کے قتل کا ارادہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی ان پر عبد اللہ بن عتیک صحابی امیر مقرر کئے گئے۔ ابورافع یہودی خیبر کے قریب ایک قلعہ میں رہتا تھا۔ عبد اللہ بن عتیک ساتھیوں کو لیکر ابورافع کے قلعہ کے قریب جا پہونچے اور اس کو قلعہ کے اندر تنہا جاکر قتل کردیا جس وقت قتل کرکے نکلنے کا ارادہ کیا زینہ پر سے اترنے لگے۔ چاندنی رات تھی خیال کیا کہ میں زمین کے قریب پہونچ گیا ہوں جونہی آگے قدم بڑھایا زمین پر آگرے۔ ٹانگ ٹوٹ گئی۔ اس وقت کسی طرح جان بچاتے ہوئے نکل آئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے واقعہ کی خبر دی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پاؤں کو پھیلاؤ۔ پھر آپ نے اس پر ہاتھ پھیرا اور دعا کی۔ عبد اللہ بن عتیک کہتے ہیں اسکے بعد میری ٹانگ میں کبھی درد نہ معلوم ہوا۔ (بخاری)۔

ابن ابی شیبہ، ابن اسکی، بغوی، بیہقی، طبرانی اور ابونعیم حبیب بن فدیک سے روایت بیان کرتے ہیں کہ میرا باپ مجھکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا اُن کی دونوں آنکھیں ایسی سفید تھیں جن سے کچھ نہیں دیکھ سکتے تھے آپ نے ان سے دریافت کیا کہ تم کو کیا صدمہ پہنچا ہے کہا میرا پاؤں سانپ کے انڈوں پر پڑگیا تھا میری آنکھیں اس وقت سے جاتی رہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دونوں آنکھوں میں

دم کیا آنکھیں درست ہوگئیں۔ ان کے شاگرد نے کہا میں نے ان کو ایسے حال میں دیکھا کہ تاگا سوئی میں پروتے تھے۔ حالانکہ ان کی عمر اس وقت اسّی سال کی تھی اور ان کی دونوں آنکھیں سفید تھیں۔ بیہقی نے محمد بن ابراہیم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرد لایا گیا جس کے پاؤں میں زخم تھا۔ طبیب اس سے عاجز آگئے تھے آپ نے اپنی انگلی مبارک اپنے دہن مبارک میں رکھی پھر اس میں لعاب لگا کر اس زخم پر رکھدیا اور یہ دعا پڑھی بأسمائك اللهم رقى بعضنا بتربة بعضنا لشفى سقيمنا باذن ربنا ۵ فوراً زخم اچھا ہوگیا۔ یہ حدیث مرسل ہے۔ بیہقی سماک بن حرب کے طریق سے بیان کرتے ہیں کہ محمد بن حاطب صحابی کہتے ہیں کہ میرے ہاتھ پر ہانڈی گر گئی میرا ہاتھ جل گیا میری ماں مجھکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئی آپ میرے ہاتھ پر تھوکتے جاتے تھے اور یہ دعا پڑھ رہے تھے اذهب البأس رب الناس میں اچھا ہوگیا۔

عبداللہ بن عباس صحابی فرماتے ہیں ایک عورت اپنے لڑکے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائی اور عرض کیا یا رسول اللہ اس میرے لڑکے کو جنون ہے اور اس پر جنون کا دورہ صبح شام کھانے کے وقت آتا ہے ہمارا تمام کھانا ہم پر فاسد کردیتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اسکے سینہ پر پھیرا اور اس کے واسطے دعا کی اس نے قے کردیا۔ اس کے پیٹ سے درندے کے بچے کے مانند کچھ نکلا پھر جنون جاتا رہا۔ اور اس کو شفا ہوگئی۔ احمد دارمی طبرانی وغیرہم۔

ابن سعد اور بیہقی اور ابونعیم روایت کرتے ہیں کہ ابیض بن حمال صحابی کے منہ میں داد کے دھبہ تھے داد کے سبب سے انکا چہرہ سفید ہوگیا تھا اور ایک روایت میں یہ ہے اس داد نے ان کی ناک کھالی تھی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ نے دعا کی اور ان کے چہرہ پر لب مبارک پھیرا اس دن کی رات گذرنے بھی نہ پائی تھی کہ اس داد کا اثر تک نہ رہا۔ محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ ایک عورت اپنے لڑکے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائی عرض کیا یا رسول اللہ یہ میرا لڑکا ہے اور اس پر ایسی ایسی بیماری آتی ہے وہ جیسا ہے آپ اسکو دیکھ رہے ہیں آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ اس کو موت آجاوے آپ نے فرمایا نہیں میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگتا ہوں کہ اس کو شفا دیوے اور یہ جوان ہوجاوے اور نیک مرد ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جنگ کرے اور قتل ہوکر جنت میں داخل ہو آپ نے اس کے واسطے دعا کی اللہ تعالیٰ نے تندرست کردیا اور وہ جوان ہوگیا نیک صالح آدمی ہوا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کیا اور اللہ کی راہ میں مارا گیا۔ یہ حدیث بیہقی کی ہے مرسل حدیث جید ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا لفظ بلفظ قبول ہوئی۔

بیہقی میں یزید بن نوح بن ذکوان سے حدیث آئی ہے کہ عبداللہ بن رواحہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے دانت میں درد ہے اس سے مجھے ایذا پہنچ رہی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک ان کے رخسارے پر رکھا جس میں درد تھا اور آپ نے سات بار یہ دعا کی اللهم اذهب عنه سوء ما يجد

اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی وقت شفا دی جبکہ وہ وہاں سے ہٹے بھی نہیں تھے۔

رفاعہ بن رافع صحابی فرماتے ہیں کہ میں نے چربی پی لی اوسکو نگل گیا اس سے میں ایک سال بیمار رہا پھر یہ واقعہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا آپ نے اپنا دست مبارک میرے پیٹ پر پھیرا میں نے قے کر دیا وہ چربی ہری سی نکلی قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے اس گھڑی تک مجھکو پیٹ کی شکایت نہیں ہوئی۔ بیہقی۔ ابو نعیم نے اپنے شاگرد کو جبوقت یہ واقعہ بیان کیا اس وقت قسم کھاکر کہا کہ آپ کے دعا کی برکت سے اب تک پیٹ میں درد کی شکایت نہیں ہوئی۔

عبداللہ بن انیس صحابی فرماتے ہیں کہ ابن ازام یہودی نے میرے چہرہ پر تلوار ماری میرے سر کی ہڈی یا اوپر کا پردہ کٹ گیا دماغ پر زخم لگا میں اس زخم کو لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ نے اس کو کھولا یا اور اس پر پھونکدیا زخم اچھا ہوگیا مجھکو اس زخم سے کچھ ایذا نہ ہوئی۔ طبرانی یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت ہے۔ وزاع نام ایک شخص اپنے مجنون لڑکے کو لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپنے اس کے چہرہ پر اپنا دست مبارک پھیرا اور اس کے لئے دعا کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے بعد اچھا ہوگیا اس سے سفارت میں کوئی آدمی زیادہ عاقل نہ تھا۔ ابو نعیم۔

جابر رضی اللہ عنہ بیمار تھے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع ابوبکرؓ کے میری عیادت کیلئے تشریف لائے مجھکو حالت بے ہوشی میں پایا میں اس وقت کچھ پہچانتا نہ تھا آپ نے پانی مانگا اور وضو کیا۔ پھر اس پانی کو مجھپر چھڑکا میں ہوش میں ہوگیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ میرا اتنا مال ہے کیونکر عمل کروں اس پر آیت میراث (یوصیکم اللہ الخ) نازل ہوئی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ صحیح بخاری صحیح مسلم۔

شرجیل صحابی فرماتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں آیا میرے ہاتھ میں گرہ تھی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا میرے ہاتھ میں گرہ کی وجہ سے تکلیف ہے جب میں تلوار کا قبضہ اور گھوڑے کی باگ پکڑتا ہوں تو اس کے سبب سے نہ گھوڑے کی باگ پکڑ سکتا ہوں نہ تلوار کا قبضہ آپ نے میرے ہاتھ پر پھونکا اور اپنا دست مبارک میری گرہ پر پھیرا اور اس گرہ کو ملتے رہے یہاں تک کہ اپنا دست مبارک اس گرہ پر سے اٹھا لیا پھر میں نے اسکا نشان تک نہ دیکھا۔ بخاری کتاب التاریخ میں اور ابن اسکن، ابن منذہ اور بیہقی وغیرہ نے اس قصہ کو بیان کیا ہے۔ معاویہ بن حکم صحابی فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے میرے بھائی علی بن حکم نے اپنے گھوڑے کو خندق کودایا۔ گھوڑا خندق نہ کود سکا خندق کی دیوار سے ان کی پنڈلی کچل گئی۔ ہم ان کو گھوڑے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے آپ نے ان کی پنڈلی پر دست مبارک پھیرا وہ گھوڑے پر سے نہیں اترے یہانتک کہ اسی وقت اچھے ہوگئے۔ ابن اسکن اور ابو نعیم محدث اس قصہ کو روایت کرتے ہیں۔

سائب کہتے ہیں کہ میری خالہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لیگئیں اور کہا اے رسول اللہ

یہ میری بہن کا بیٹا ہے اس کو درد ہے آپ نے دست مبارک میرے سر پر پھیرا اور برکت کی دعا کی (اللہ پاک نے ان کو شفا دی) بخاری۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سنکر شیر کا تابعدار ہو جانا

سفینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مولیٰ فرماتے ہیں میں ایک کشتی پر سفر کر رہا تھا وہ کشتی ٹوٹ گئی اس کے ایک تختہ پر میں سوار ہو گیا اس تختہ نے مجھکو ایک کنارہ پر لگا دیا۔ ایک جنگل کے کنارہ جسمیں شیر رہتے تھے۔ یکایک ایک شیر سامنے آ گیا میں نے جب اسکو دیکھا میں نے کہا اے شیر میں سفینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں وہ آیا اور دم ہلاتا ہوا چاپلوسی کرنے لگا یہاں تک کہ وہ میرے پہلو کے پاس کھڑا ہو گیا پھر میرے ساتھ ساتھ چلنے لگا مجھے سیدھے راستہ پر لا کر کھڑا کر دیا پھر اس نے کچھ آواز کی میں نے دیکھا کہ مجھکو رخصت کرتا ہے۔ ابو یعلیٰ۔ بزار۔ ابن مندہ حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

اسلامی سنہ کی ابتدا

(از مولوی عبید اللہ صاحب ٹونکی (مولوی عالم) فاضل رحمانیہ)

یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ قومی زندگی کی بنیادی مقومات میں سے ایک نہایت اہم چیز سنہ اور تاریخ ہے جو قوم اپنا قومی سنہ نہیں رکھتی وہ گویا اپنی بنیاد کی ایک اینٹ نہیں رکھتی۔ قوم کا سنہ اس کی پیدائش اور ظہور کی تاریخ ہوتا ہے یہ اس کی قومی زندگی کی روایات کو قائم رکھتا ہے اور صفحہ عالم پر اس کے اقبال و عروج کا عنوان ثبت کر دیتا ہے یہ قومی زندگی کے ظہور و عروج کی ایک جاری اور قائم یادگار ہے ہر طرح کی یادگاریں مٹ سکتی ہیں لیکن یہ نہیں مٹ سکتی کیونکہ سورج کے طلوع و غروب سے اور چاند کی غیر متغیر گردش سے اسکا دامن بندہ جاتا ہے اور دنیا کی عمر کے ساتھ اس کی عمر بھی بڑھتی جاتی ہے۔ ہر روز ہمارے سامنے آگسٹس، بکرماجیت، جلال الدین ملک شاہ، اور اکبر اعظم کے نام ان کے سنین کے اندر آتے ہیں لیکن ہمارا حافظہ کبھی اُن سے انکار نہیں کرتا۔ جبکہ سنہ اور تاریخ کو قومی زندگی میں یہ اہمیت اور درجہ حاصل تھا تو غیر ممکن تھا کہ ہمارے اسلاف اس سے غفلت برتتے اور کوئی معقول سنہ مقرر نہ کر جاتے۔ اسلام سے پہلے دنیا کی متمدن قوموں میں متعدد سنہ رائج تھے۔ زیادہ تر مشہور سنین یہودیوں رومیوں اور ایرانیوں کے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں چونکہ عربوں کی اندرونی زندگی اسقدر متمدن نہیں تھی کہ حساب و کتاب کی کسی وسیع پیمانہ پر ضرورت ہوتی اسلئے اوقات و مواسم کی حفاظت اور یادداشت کے لئے ملک کا کوئی مشہور واقعہ ہی لے لیتے اور اسی سے وقت کا حساب لگا لیتے۔ منجملہ سنین جاہلیۃ کے عام الفیل بھی تھا یعنی شاہ حبش کے حجاز پر حملہ کرنیکا سال۔ عرصہ تک یہی واقعہ عرب کے حساب

وکتاب میں بطور سنہ کے مستعمل رہا۔ لیکن جب اسلام کا ظہور ہوا تو خود عہد اسلام کے واقعات کو یہ اہمیت حاصل ہوگئی، صحابہ کا یہ دستور تھا کہ اسلامی واقعات میں سے کوئی ایک اہم واقعہ لیلیتے اور اسی سے حساب لگاتے۔ مثلاً جب ہجرۃ مدینہ کے بعد وہ آیت نازل ہوئی جس میں قتال کی اجازت دی گئی تھی تو اسی کو سنہ کا درجہ دیدیا تھا۔ لوگ اسے سنہ اذان سے تعبیر کرتے تھے اسی طرح سورہ برات کے نزول کے بعد بول چال میں سنہ برات کا بھی رواج پایا جاتا ہے۔ حجۃ الوداع کے واقعہ کو بھی کچھ دنوں تک بطور ایک سنہ کے استعمال کیا جاتا تھا۔ بعض روایتوں میں صاف تصریح آچکی ہے کہ صحابہؓ کی بول چال میں دس سنہ زیادہ تر مشہور رہتے تھے۔ انہی میں سے سنۃ التمحیص، سنۃ الترفیۃ، سنۃ الزلزال، سنۃ الاستناس بھی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کچھ عرصہ تک یہی حالت جاری رہی لیکن جب حضرت عمرؓ کی خلافت کا عہد شروع ہوا تو ممالک مفتوحہ کی وسعت اور دفاتر حکومت کے قیام سے حساب وکتاب کے معاملات زیادہ وسیع ہوگئے تھے اس لئے ضرورت پیش آئی کہ سرکاری طور پر کوئی ایک سنہ قرار دیدیا جائے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے میمون بن مہران روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ کے سامنے ایک کاغذ پیش کیا گیا جسمیں شعبان کا مہینہ درج تھا۔ حضرت عمر نے کہا کہ شعبان سے کونسا شعبان مراد ہے اس برس کا یا آئندہ برس کا؟ پھر آپ نے سربرآوردہ صحابہ کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ اب حکومت کے مالی وسائل بہت زیادہ وسیع ہوگئے ہیں اور جو کچھ ہم تقسیم کرتے ہیں وہ ایک ہی وقت میں ختم نہیں ہوجاتا اسلئے ضروری ہے کہ حساب وکتاب کے لئے کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جس سے اوقات ٹھیک طور پر منضبط ہوجاسکیں اس پر لوگوں نے کہا کہ اس کے متعلق ایرانیوں سے مشورہ کرنا چاہیئے اور دریافت کرنا چاہیئے کہ ان کے یہاں اس کے کیا طریقے تھے۔

اسی طرح ایک روایت محب طبری نے امام شعبی سے نقل کی ہے کہ ابو موسیٰ اشعری نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ آپکی جانب سے ہمارے پاس خطوط آتے ہیں مگر ان پر کوئی تاریخ نہیں ہوتی اور یہ وہ وقت تھا جبکہ حضرت عمرؓ نے حکومت کے مختلف دفاتر قائم کردیئے تھے اور خراج کے اصول وقواعد طے پاگئے تھے۔ اس لئے محسوس کر رہے تھے کہ ضبط اوقات کیلئے ایک خاص تاریخ قرار پاجائے پرانی تاریخیں موجود تھیں لیکن وہ پسند نہیں کرتے تھے کہ انہیں اختیار کریں۔ ابو موسیٰ اشعری کے لکھنے سے حضرت عمرؓ کو اور زیادہ اس کی طرف توجہ ہوگئی تھی اسلئے صحابہ کو پھر جمع کرکے مشورہ کیا تو بعض نے رائے دی کہ ایرانیوں کے ہاں کا آخری سنہ یزدگرد کا سنہ ہے اور رومیوں کا مشہور سنہ سکندر کی پیدائش سے شروع ہوتا ہے انہی دونوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرلیا جائے لیکن حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہ نے (جن کے قومی ذھنیۃ کی آبیاری آنحضور (صلعم) کے ہاتھوں ہوئی تھی) اس تجویز سے اتفاق ظاہر نہ کیا۔ پھر خیال ہوا کہ آنحضرت کے مبعوث ہونے کے وقت سے سنہ کا حساب شروع کیا جائے اور بعض نے رائے دی کہ آپ کی وفات سے شروع ہو لیکن کوئی بات پاس نہیں ہوسکی تھی کہ آخیر میں حضرت علیؓ نے مشورہ دیا کہ واقعہ ہجرۃ سے سنہ کی ابتدا کی جائے تو بہتر ہے

جب لوگوں نے اس کو سنا تو اس طرح اس پر اتفاق کیا جیسے کہ یہ سب کو بھولے ہوئے تھے اور اب ان کو یاد آ گیا ہے اسوقت واقعہ ہجرۃ پہ سولہ برس گزر چکے تھے۔

واقعہ ہجرۃ کا اختصاص

پچھلی تحریر سے یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ سنہ ہجری کا تقرر کیونکر عمل میں آیا لیکن اب سب سے زیادہ ضروری اور اہم پہلو ایک اور رہ جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ اور تمام صحابہ کی نظریں اسلامی سنہ کے سبھر کیلئے واقعہ ہجرۃ ہی پر کیوں مرکوز ہو گئیں دیگر رائج الوقت سنین کو کیوں اختیار نہ کیا اگر وہ چاہتے تو جسطرح انہوں نے اپنے دفاتر کیلئے مفتوحہ ممالک کی زبانیں اختیار کر لی تھیں اسی طرح ان کے سنوں کو بھی اختیار کر لیتے لیکن ایسا نہیں کیا اور پھر مسلمانوں کا قومی سنہ قرار دینے کیلئے قدرتی طور پر جو چیزیں سامنے کی تھیں وہ اسلام کا ظہور تھا داعی اسلام کی پیدائش تھی نزول وحی کی ابتدا تھی بدر کی تاریخی فتح تھی مکہ کا فتحمندانہ داخلہ تھا حجۃ الوداع کا اجتماع تھا جو اسلام کی ظاہری اور معنوی تکمیل اور فتح کا آخری اعلان تھا لیکن ان تمام واقعات میں سے کسی ایک کو بھی اختیار نہیں کیا گیا اور نظر گئی تو ایسے واقعہ کی طرف جو نہ تو کسی پیدائش کا جشن تھا نہ کسی شوکت کا ظہور نہ کسی غلبہ اور تسلط کا شادیانہ تھا بلکہ ایک ایسے زمانہ کی یاد تھی جبکہ آغاز اسلام کی بے سروسامانیاں اور ناکامیاں اس حد تک پہنچ گئی تھیں کہ داعی اسلام کیلئے اپنے وطن میں زندگی بسر کرنا بھی ناممکن ہو گیا تھا بیچارگی اور مظلومیت کی انتہا تھی کہ اپنا وطن اپنا گھر اپنے عزیز و اقارب اور اپنا سب کچھ چھوڑ کر صرف ایک رفیق غمگسار کے ہمراہ رات کی تاریکی میں دشت پیما غربت ہو گئے تھے تاریخ کا یہ مبدء دنیا کی تمام تاریخوں اور قومی یادگاروں کے خلاف تھا صرف خلاف ہی نہیں بلکہ صریح الٹا تھا دنیا کی تمام قومیں فتح و اقبال سے اپنی تاریخ شروع کیا کرتی ہیں لیکن صحابہ نے بیچارگی اور درماندگی سے اپنی تاریخ شروع کی دنیا کی تمام قومیں خیال کرتی ہیں کہ ان کی طاقت و شوکت کی بنیاد اس وقت پڑتی ہے جبکہ وہ ملکوں اور سلطنتوں پر قبضہ کر لیا کرتی ہیں۔ لیکن صحابہ کرام کا یہ یقین تھا کہ ان کی طاقت، شوکت کا دروازہ اس دن کھلا جب ملکوں پر انہوں نے قبضہ نہیں کیا بلکہ اپنا ملک و وطن بھی ترک کر دیا۔ بلا شبہ ان کی یہ سمجھ دنیا کی ساری قوموں سے الٹی تھی لیکن اس سمجھ سے عین مطابق تھی جو اسلام کی تربیت نے ان کے اندر پیدا کر دی تھی حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی نظریں معنی اور روح کی طرف نہیں جاتیں بلکہ وہ الفاظ اور اجسام کی پوجا کرتی ہیں۔ صحابہ کرامؓ ناکامی اور نامرادی کے طلبگار نہ تھے ان کی دور رس نگاہیں واقعہ ہجرۃ میں وہ چیز دیکھ رہی تھیں جسکو ظاہر بیں نظریں نہیں پا سکتی تھیں ان پر یہ حقیقت کھل چکی تھی کہ اسلام کی پیدائش و ظہور اور فتح و اقبال کی اصلی بنیاد ان واقعات میں نہیں ہے جو نظر آتے ہیں بلکہ ہجرت مدینہ اور اس کے اعمال و حقائق میں ہے اسلئے جو اہمیت دنیا کی نگاہیں پیدائش بعثت بدر فتح مکہ کو دیتی تھیں وہ ان کی نظروں میں ہجرۃ مدینہ کو حاصل تھی۔ وہ سمجھتے تھے کہ ان کامرانیوں اور فتح مندیوں کا خمیر ہجرۃ اور اس کے

دور کے اعمال ہی میں تیار ہوگیا تھا اسلئے بنیادی طور پر اولیت واقعہ ہجرۃ کو حاصل ہے جیسا کہ ایک بیج کے اندر آفتاب کی حرارت قبول کرنیکی صلاحیت اور آبیاری سے متمتع ہونے کی استعداد اور زمین سے غذا حاصل کرنے کی قوت موجود ہوتی ہے تو برگ وبار کا ظہور ہوتا ہے۔ اسی طرح ہجرۃ اور اس کے اعمال ووقائع میں داخلی استعداد کی تکمیل بدرجہ اتم ہو چکی تھی اس لئے بطور برگ وبار کے جنگ بدر فتح مکہ وغیرہ کا ظہور ہوا۔ اگر مدینہ کی معنوی فتح نہ ہوتی تو مکہ کی فتح کی راہ کیونکر کھل سکتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے واقعہ ہجرہ کو اس اسلوب سے بیان کیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بے سروسامانی وغربت کے اس عمل ہی میں فتح ونصرت الٰہی کی سب سے بڑی معنویت پوشیدہ تھی ارشاد باری ہے۔ ثانی اثنین اذ هما فی الغار اذ یقول لصاحبه لا تحزن ان الله معنا فانزل الله سکینته علیه وایده بجنود لم تروها وجعل کلمة الذین کفروا السفلی وکلمة الله هی العلیا والله عزیز حکیم (۴:۹) یہ آیت سورہ برات کی ہے سورہ برات بالاتفاق اسوقت نازل ہوئی جبکہ اسلام کی ظاہری فتحمندیاں تکمیل کو پہنچ چکی تھیں اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کی تمام فتحمندیوں کے ظہور کے بعد بھی اس کی ضرورت باقی تھی کہ واقعہ ہجرۃ کی معنوی فتحمندی یاد دلائی جائے اسی حقیقت کی بنا پر صحابہ نے قومی سنہ کا مبدا واقعہ ہجرۃ کو قرار دیا تاکہ نہ صرف آغاز سال پر ماہ محرم ہی میں اسکی یاد تازہ ہوا کرے بلکہ جب بھی یہ سنہ نظر سے گذرے تو اس معنوی فتحمندی کی یاددہانی ہوتی رہا کرے۔

موجودہ مغرب میں اسلام کا اثر

مترجمہ ——— عبدالحلیم ناظم "مدیر محدث"

جرمن کے دارالحکومت برلن میں اکثر لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں اور بہت سی ایسی کتابیں شائع ہورہی ہیں جن میں اسلام اور متعلقات اسلام سے نہایت محققانہ اور علمی بحثیں ہیں۔ یونیورسٹیوں میں مختلف زبانوں کے ماتحت متعدد اسباق اسلام سے متعلق بھی دیئے جاتے ہیں۔ جو لوگ اسلام کے متعلق لکچر دیتے ہیں ان میں ممتاز ومشہور اصحاب کی صف میں مسٹر بیکر BeKer وزیر معارف جرمنی اور پروفیسر کو میغمائر بھی ہیں۔ پروفیسر کو میغمائر "جمعیتہ الالمانیہ لمعارف الاسلامیہ" کے صدر ہیں انہوں نے مسلمانوں کے حالات مذہبی معلوم کرنے کیلئے مصر کا بھی گذشتہ سال سفر کیا تھا۔

پروفیسر میتفوخ ایسٹرن لنگویج یونیورسٹی میں قرآن حکیم کی تفسیر پڑھاتے ہیں۔

ہم یہاں ایک جرمنی عالم وفلسفی مشہور مستشرق ڈاکٹر جومبس Chombes کی ایک تقریر کے چند جملے درج کرتے ہیں جو انہوں نے جمعیتہ اسلامیہ کی کسی مجلس میں کی تھی۔ "بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن حضرت محمد کا کلام ہے

حالانکہ یہ صریح غلطی ہے کیونکہ قرآن تو خدا تعالیٰ کا کلام ہے جو اس کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان پر نازل ہوا ہے۔ حضرت محمد ایک ایسے زمانہ میں تھے جس وقت تہذیب و تمدن اور علمی ترقی اس حد تک نہیں تھی۔ پھر یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ ایسے کلام تصنیف کر سکیں جس میں بڑے بڑے حکماء، فلاسفر کی عقلیں حیران و متحیر ہیں، اور وہ کلام لوگوں کو تاریکی سے روشنی کیطرف راہ دکھاتا ہے۔ آپ تعجب نہ کریں باوجود میں ایک یورپین ہونے کے اس حقیقت کا صاف اقرار کرتا ہوں۔ کیونکہ قرآن کو میں نے اچھی طرح پڑھا ہے اور میں نے اس میں ایسے ایسے بلند معانی مضبوط و استوار نظام اور فصاحت و بلاغت پائی ہے کہ اپنی زندگی میں ایسی کتاب کبھی نہیں دیکھی۔ اس لاثانی کتاب کا ایک جملہ بڑی بڑی ضخیم تصنیفوں سے مستغنی کر دیتا ہے اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ یہ ایک بہت بڑا معجزہ ہے جسکو حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے پروردگار کی طرف سے لائے ہیں"

ڈاکٹر ہومر نے رسول اللہ صلعم کی حیات طیبہ بیان کرتے ہوئے کہا "جب انسان اس مبارک شخص کی پاکیزہ زندگی پر غور و خوض کرتا ہے تو اس عظیم الشان ہستی میں ایک بلند روحانیت پاتا ہے اور ہر وہ شخص جو اس مقدس رسول کے شاندار اخلاق حسنہ کا مطالعہ کرتا ہے تو بلاشبہ وہ ان سے پُرخلوص محبت کرنے لگتا ہے۔ کیونکہ صدق و استقامت، وعدوں کا پورا کرنا، غریبوں اور کمزوروں کی مدد کرنا۔ اور اس قبیل کے بے شمار ایسے صفات تھے جو اس مبارک رسول کے زیور تھے۔ جس تعلیم کو انہوں نے دنیا کے سامنے پیش کیا وہ بالکل فطرت اور عقل سلیم کے مطابق تھی"۔ ڈاکٹر ھومر وہ شخص ہے جس نے اسلام کے متعلق ایک بہترین کتاب بھی لکھی ہے اور اس میں ان تمام متعصب مخالفین اسلام کے شبہوں کا جواب دیا ہے جو اسلام اور پیغمبر اسلام کی طرف انصاف کی نظر سے نہیں دیکھتے اور جو لوگ اندھے تعصب میں مبتلا ہو کر حرص و ہوا کے غلام ہیں اور اسی وجہ سے رسول اللہ کی شان میں ایسی باتیں بولتے ہیں جو قطعی ان کے لائق نہیں اور مشہور لوگوں میں سے جو لوگ مسلمان ہوئے ہیں جرمنی افواج کے نائب ہارون الرشید ہیں اور دو صاحب اور ہیں جو انشاء پردازوں میں سے ہیں اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ مسلمان ہوئے ہیں ان میں ایک محمد اسد اللہ جرمنی ہیں۔ جو ریاض میں تقریباً ایک سال تک مقیم رہے ہیں اور بالکل عربی لباس و ہیئت میں حجاز و نجد کا سفر کیا ہے اور سلطان ابن سعود ایدہ اللہ بنصرہ کے ساتھ بھی کچھ دنوں ان کی صحبت میں رہے ہیں ان کے ساتھ ان کے چھوٹے صاحبزادے بھی اس عربی لباس میں تھے۔ اسد اللہ صاحب نے گفتگو میں عربی لہجہ اس طرح سیکھ لیا تھا کہ بالکل نجدیوں کی طرح بولتے تھے۔ ان کو نجدیوں کے ساتھ بڑی دلچسپی ہو گئی تھی اور ان کے اکثر امور انہیں بے حد پسند آئے تھے۔ چنانچہ ایک مضمون میں لکھتے ہیں۔

"میں نے نجد والوں سے زیادہ اپنے مذہب کی ترقی اور عبادتوں کی کثرت پر حریص کسی کو نہیں پایا ان میں علم و ہنر سیکھنے کی نہایت سخت خواہش پیدا ہو رہی ہے۔ یہ لوگ اپنے علم و مذہب سے اپنے اندر بہترین اخلاق

جمع کر لیتے ہیں جو اس بات کو نمایاں طور پر بتلا رہے ہیں کہ اسلام کے صاف اور مقدس اصول نے ان کو ایسے درجہ پر پہنچا دیا ہے کہ یہ لوگ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کے قبل ایسے نہیں تھے۔ کیونکہ اس وقت ان میں بہت زیادہ وحشت اور فسق و فساد جاگزیں تھے لہذا ان میں اس زبوں حالی سے اس ترقی کا انقلاب رونما ہونا صرف اس سبب سے ہے کہ شیخ الاسلام کی تعلیم نے ان میں حسن اخلاق، علم و حلم کی محبت اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے خدا کے راستہ میں مٹ جانیکا جذبہ بھر دیا ہے۔"

الغرض اسد اللہ صاحب نے اس مقدس اور صحیح دین اسلام میں تہذیب اخلاق اور تربیت نفوس کے لیے بہترین اصول دیکھے کہ اسلام سے انہیں پختہ محبت ہوگئی۔ پھر بلاد عرب کی سیاحت نے ان کے دل میں عرب کی نہ مٹنے والی محبت پیدا کر دی۔ کیونکہ انہوں نے عرب میں بہترین آزادی پائی اسے استعمار و استبداد سے اس طرح خالی دیکھا کہ ان کے ملک جرمنی میں بھی اسقدر نہ تھی۔ استاذ اسد اللہ ایک زبردست انشا پرداز ہیں جرمن کے متعدد اخبارات میں مضمون نگاری کرتے ہیں ان کا ہر مضمون اسلام کی خوبیوں اور فضائل سے لبریز ہوتا ہے وہ ان مسلمانوں پر حیرت و استعجاب کا اظہار کرتے ہیں جو مسلمان ہو کر بھی اس مقدس دین کے پاکیزہ طریقوں کو چھوڑ دیتے ہیں اور اسے پس پشت ڈالدیتے ہیں وہ اکثر مضامین میں لکھتے ہیں کہ

"اگر مسلمان موجودہ وقت میں اپنے صحیح اور مقدس دین کو جلالۃ الملک سلطان ابن سعود اور ان کی جماعت کی طرح خوب مضبوطی سے تھام لیتے اور اپنا تمام قانون و معمول صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو سلطان کی طرح بنا لیتے تو یقیناً ان کی اس حالت زار میں ایک نمایاں انقلاب پیدا ہو جاتا اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ انہیں اس ذلت و خواری سے نکالکر خوشگوار آزادی اور استقلال صحیح عطا فرماتا۔ وہ دین اسلام کے فرحت افزا سایہ میں پاکیزہ اور خوش نصیب زندگی سے نفع اٹھاتے۔ جسطرح کہ آج اہل نجد اور ہر وہ شخص جو سلطان ابن سعود کے علم انصاف کے سائے میں ہے چین و آرام کی زندگی گذار رہے ہیں کیونکہ ان کے اعمال کا مرکز اور دارومدار صرف کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ہے اور ان کے سوا ہے بھی کیا چیز؟"

استاذ اسد اللہ نے بلاد عرب کی سیاحت کے بعد اکثر ممالک اسلامیہ کا سفر کیا ہے اور مسلمانوں کی عمومی حالتیں معلوم کی ہیں۔ اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں "آج اکثر مسلمانوں کے دلوں میں اسلام ہے لیکن ناقص وہ اپنی دوا صرف یہی سمجھتے ہیں کہ یورپ کی تقلید کریں یہی سبب ہے کہ ان کا ایمان کمزور ہو گیا ہے۔ بلاشبہ اگر مسلمانان عالم اسی طریق پر چلتے رہے تو سخت روحانی پستی میں مبتلا ہو جائینگے۔ جس طرح آج یورپ کی حالت ہے پس ممالک اسلامیہ کی نجات صرف باطن ہی کی اصلاح سے ہو سکتی۔ لہذا مسلمان جب اسلام کو حق سمجھتے ہیں اور یقیناً وہ حق ہے تو ان کو مسلمانوں کی اجتماعی مضبوطی کیلئے جدید قوتیں حاصل کرنی چاہئیں۔ اس طرح وہ کسی دن تمام مسلمانوں میں ایک ایسی منظم اخوت پا سکتے ہیں جس میں مختلف قبیلوں اور ملکوں کا کوئی فرق باقی نہیں رہ سکتا۔"

میں نے سطور بالا میں دو شخصوں کے اسلام کا تذکرہ کیا ہے جنمیں ایک تو یہی استاذ اسد اللہ تھے جن کی مفصل کیفیت

اوران کے دل کا اسلامی درد ناظرین کو معلوم ہوگیا (یہ بزرگ آجکل اردو سیکھنے اور ہندی مسلمانوں کے متعلق معلومات حاصل کرنے کیلئے ہندوستان کا دورہ کررہے ہیں۔ پہلے لاہور میں مقیم تھے۔ حمایت اسلام کے ایک جلسہ میں عربی میں تقریر بھی کی تھی۔ اسوقت دہلی میں آئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ فتحپوری حال میں ان کی ایک بصیرت افروز تقریر ہوچکی ہے انہوں نے انگریزی میں اسلام کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے جسکو ہمارے محترم بزرگ علامہ سرعبداللہ سہروردی ایم۔ ایل۔ اے چھپوارہے ہیں۔ ناظم)

دوسرے شخص جو مسلمان ہوئے ہیں، وہ پروفیسر محمد حسن سوفمان ہیں۔ یہ بھی متعدد اخبارات کے ایڈیٹر ہیں۔ اور "جمعیۃ العلمیۃ الاسلامیۃ کی مجلس عاملہ کے سرگرم ممبر ہیں۔ الغرض اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مغرب کی جدید تمدنی عقلی وفطرتی پیاس اگر کوئی مذہب بجھا سکتا ہے تو وہ اسلام ہے۔ اسی سبب سے اسلام کا اثر مغرب میں نمایاں ترقی پر ہے۔ اور وہ دن قریب ہے کہ اسلام کا نور دوسری مرتبہ نئی شان سے ظاہر ہوگا اور تمام عالم پر چھا جائیگا۔ انشاء اللہ

(الاصلاح۔ مکہ مکرمہ)

"زلزلہ!"

تونے برپا کیے افسوس وہ طوفان ستم ✣ ایک ہنستی ہوئی دنیا ہوئی مصروف الم
دو دنوں بعد ترے عید مبارک آئی ✣ لیکن اسطرح کہ تھی رنج سے رشک ماتم

تیری لرزش کا ہوا چند منٹ میں یہ اثر ✣ سینکڑوں مرگئے انساں ہوئے لاکھوں بے گھر
تیری آواز تھی یا صور سرافیلی تھا ✣ تیری آمد تھی قیامت کا نمونہ بن کر

شہر وقصبات کو ویران بنایا تو نے ✣ کھیت کو ریت کا میدان بنایا تو نے
تونے دکھلایا تو خاک سے پانی کا اُبال ✣ سارے انسانوں کو حیران بنایا تو نے

خون رُلواتی ہے مظلومیٔ نیپال و بہار ✣ جن پہ افسوس ہوئی ایسے ستم کی بوچھار
آہ، اب مفلس وقلاش ہیں بھوکے ہیں آج ✣ ہاں حقیقت میں ہیں وہ گردش گردوں کے شکار

دیکھکر اپنے مکانات وطن کو مسمار
غم سے ہیں ناظم محزوں مری آنکھیں خوں بار

ناظم صدیقی

مضامین طلبہ

حرمتِ خمر

(از مولوی محمد ادریس آزاد الٰہوی متعلم جماعت ثالثہ دار الحدیث رحمانیہ)

اللہ تعالیٰ نے جتنے اوامر ونواہی انسان پر نافذ کئے ہیں وہ سب کسی نہ کسی فائدے کے لئے ہیں اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نوع انسان کو ہر عمل اور ہر فعل جس کا حکم کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کرنے کی مزید تاکید فرمائی ہے اور جو احکام احادیث نبویہ اور کتاب الٰہیہ سے ثابت نہیں ہیں ان سے گریز کرنا انسانی فرض قرار دیا ہے اگر ہم نظر غائر سے دیکھیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ وہ احکام جن کو شارع اسلام نے ہمارے لئے غیر مفید بتایا ہے یقیناً وہ ہمارے لئے مہلک اور ضرر رساں ہیں مگر افسوس کہ ہم غور وفکر سے کام نہیں لیتے۔ بلکہ جن احکام سے ہمیں منع کیا گیا تھا ہم ان کے کرنے کے عادی ہوگئے ہیں اسی لئے آئے دن ہم پر مصیبتوں کا پہاڑ ٹوٹتا رہتا ہے اور ہم ان کے اندفاع سے مجبور ہیں۔ شارع اسلام نے شراب کو ہمارے لئے حرام قرار دیا ہے مگر آج جدید تعلیمیافتہ مسلمانوں میں اکثر وبیشتر حصہ ایسا ہے جس نے شراب پینا اپنا فرض قرار دے رکھا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو شراب کو بطور دوا استعمال کرنے سے بھی منع کیا تھا جیسا کہ حدیث ذیل سے معلوم ہوتا ہے عن وائل الحضرمی ان طارق بن سوید سئال النبی صلے اللہ علیہ والہ وسلم عن الخمر یصنعھا للدواء فقال انھا لیست بدواء ولکنھا داء اخرجہ مسلم (یعنی وائل الحضرمی سے روایت ہے کہ طارق بن سوید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب کو دوا میں استعمال کرنے کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ شراب دوا نہیں ہے بلکہ بیماری ہے) مگر ہم اسکو آج بطور دوا استعمال کرتے ہیں۔ اگر ہم نے قرآن وحدیث کو خیرباد کہدیا ہے تو افسوس ہے کہ ہماری عقل پر بھی پردے پڑگئے ہیں اگر ہم عقل ہی سے کام لیتے تو ہمیں معلوم ہوجاتا کہ یقیناً انسان پر جبتک شراب کا اثر رہتا ہے اس کے ہوش وحواس کافور رہتے ہیں اور اس پر مجنونانہ کیفیت طاری رہتی ہے اس حالت میں وہ کیا سے کیا کر گذرتا ہے مگر اسے ندامت کا بالکل احساس نہیں ہوتا نشہ کی حالت میں زنا کرنا اس کے نزدیک ایک معمولی کھیل ہے اور صرف یہیں تک محدود نہیں کہ وہ غیر اقوام اور غیر ملت کی عورتوں کی عصمت پر حملہ کرتا ہے بلکہ خود اپنے مذہب اور اپنے ملت کی خواتین کی عزت کو خاک میں ملا دیتا ہے حتیٰ کہ اسے اپنے پڑوسیوں کا بھی لحاظ نہیں رہتا اور وہ ان کے رسوا کرنے میں بھی کوئی دقیقہ نہیں چھوڑتا جب اسے نشئی چیزوں کے استعمال کرنے کی لت اچھی طرح پڑجاتی ہے تو وہ اندھا ہو کر اسکے پیچھے اپنا روپیہ برباد کرتا ہے حتیٰ کہ مکان وجائداد کو بھی فروخت کر ڈالتا ہے اور ان سے حاصل شدہ رقموں کو بھی اسی ناپاک چیز پر نثار کردیتا ہے مگر اس کی خواہشوں میں کسی طرح کی کمی واقع نہیں ہوتی بلکہ اس میں اور اضافہ

ہو جاتا ہے اور جب مالی حالت کمزور ہو جاتی ہے اور آمدنی کے راستے ہر جانب سے مسدود ہو جاتے ہیں تو مجبوراً اسے چوری کرنی پڑتی ہے اگر اس فعل میں کوئی چیز مانع نہ ہوئی تو اس کی عادت قوی ہو جاتی ہے اور وہ مشہور چور یا ڈاکو کے نام سے یاد کیا جاتا ہے حتیٰ کہ اس کی یہ عادت اسے دوسرے نتیجہ پر پہنچا دیتی ہے۔ صرف زنا چوری۔ ڈاکہ زنی اور مار پیٹ ہی اسکا پیشہ نہیں رہتا بلکہ وہ اچھی اچھی باتوں پر لوگوں کے خون کا پیاسا بن جاتا ہے اور ہر موقعہ کا متلاشی رہتا ہے حتیٰ کہ ان کا خون بہانا اس کے نزدیک ایک فرض سے بھی زیادہ اہمیت رکھتا ہے بالآخر وہ ان کے خون بہا کر اپنے دل کی بھڑاس نکالتا ہے شراب نہ صرف اس کے اخلاق وعادات پر بدنامی کا دھبہ لگاتی ہے بلکہ اس کے دماغ پر بھی کافی اثر کرتی ہے۔ اسکی عقل پر غفلت کے پردے پڑ جاتے ہیں اس کے اعضا کی حالت میں ایک تغیر پیدا ہو جاتا ہے اور کمزوری کے آثار نمایاں ہو جاتے ہیں لہٰذا ایسی باتوں سے گریز کرنا ہمارا فرض ہے کہ جس کے ذریعے سے پے درپے گناہوں کا بار ہمارے سر پر زیادہ ہو جاتا ہے۔ آئیے اب احادیث کا مطالعہ کیجئے۔ عن عائشۃؓ قالت سئل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عن النبیع نبیذ العسل فقال کل شراب اسکر فھو حرام متفق علیہ (عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے شہد کی نبیذ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا جتنی نشہ لانیوالی شراب ہیں کل کی کل حرام ہیں) قارئین کرام یہ روایت بخاری اور مسلم کی ہے۔ اب اس حدیث کو ہم سامنے رکھکر اپنے لائحہ عمل پر غور کریں تو ہم پر یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی کہ ہم ایک ایسے چیز کے عادی ہیں جسکو شارع اسلام نے کھلم کھلا حرام قرار دیا ہے اور جس کا ایک مرتبہ استعمال کرنے سے انسان اگر توبہ نہ کرے تو اس کی عبادت چالیس روز تک رائگاں جاتی ہے (جیسا کہ دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے) تو پھر کیوں نہ ہمیں شراب کے استعمال سے منع کیا جاتا جو کہ تمام برائیوں کا سرچشمہ ہے بیشک اللہ تعالیٰ ہم کو ہر طرح سے فائدہ پہونچاتا رہتا ہے جیسا کہ خود اس نے فرمایا ہے کہ "ما انا بظلام للعبید" (یعنی ہم بندوں کے لئے ظالم نہیں ہیں) بلکہ ہر طرح سے اس کے فائدہ پہونچانے میں لگے رہتے ہیں۔ شارع اسلام نے اس شخص کی گناہ کے ازالہ کے لئے جس نے اس ناپاک چیز کو استعمال کیا ہے حد بھی مقرر کر دی ہے تاکہ وہ لوگ جنہوں نے شیطان کے اغواء سے اس حرام چیز کو نوش جان کیا ہے اپنے گناہ کی سزا کا مزہ دنیا ہی میں چکھ لیں اور آخرت میں انہیں ان کے ہولناک عذاب سے نجات ملے شراب کے پینے والوں کی حدود کے اندر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے اعتبار سے اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانہ کے اعتبار سے اختلاف ہے جیسا کہ ذیل کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ عن انسؓ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم اتی برجل قد شرب الخمر فجلدہ بجریدتین نحو اربعین قال وفعلہ ابوبکرؓ فلما کان عمرؓ استشار الناس فقال عبد الرحمٰن ابن عوف اخف الحدود ثمانون فامر بہ عمرؓ متفق علیہ (انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص لایا گیا جس نے

شراب پیا تھا تو آپ نے اسے دو کھجور کی شاخوں سے چالیس شاخ مارا۔ اور حضرت ابوبکرؓ نے بھی ایسا ہی کیا لیکن جب حضرت عمرؓ کی خلافت کا زمانہ آیا تو آپ نے لوگوں سے مشورہ لیا تو حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف نے فرمایا کہ شراب پینے والوں کی حد کم از کم اسّی کوڑے ہیں چنانچہ آپ نے اسی پر فیصلہ کیا (بخاری و مسلم)

جب شراب کا استعمال دنیوی ذلت اور اخروی عذاب کا باعث ہے اور ہم اسے دوا بھی نہیں بناسکتے بلکہ وہ سراسر مرض ہے تو ہم پر لازم ہے کہ اس کا استعمال ترک کر کے اپنے کو عذاب و ذلت سے بچائیں اور دیدہ و دانستہ بیماری کے عمیق غار میں نہ کود پڑیں۔ فقط۔

قوم ثمود کی ہلاکت کے عبرتناک مناظر

كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوَاهَا

(از حافظ عبدالعلیم پرتاب گڈھی متعلم جماعت ثانیہ رحمانیہ)

عرب میں جو قومیں آباد تھیں وہ تین قسم کی تھیں۔ بائدہ، عاربہ، مستعربہ۔ دوم و سوم خارج مقصد ہیں۔ بائدہ وہ قومیں ہیں جو اپنی سرکشی کی وجہ سے تباہ و برباد ہوگئیں۔ ثمود انہیں تباہ شدہ بائدہ میں تھے ان کا قبضہ تصرفانہ عرب کے شمالی و مغربی جانب تھا۔ شہر حجر میں یہ حکمراں تھے۔ حجاز سے جو راستہ شام کو جاتا ہے اسی راستہ پر یہ شہر واقع تھا جسکو آج کل مدائن صالح کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ قوم ثمود عرب کی ایک سرکش قوم تھی فن تعمیر میں کافی مہارت رکھتی تھی پہاڑوں کو تراش کر بڑے بڑے محلات و عالیشان مکانات و بلند عمارتیں بناتے تھے جیسا کہ ارشاد باری ہے۔ وثمود الذین جابوا الصخر بالواد۔ ثمود وہ قوم تھی جو کہ وادی قریٰ میں تعمیر کی غرض سے پتھروں کو تراشا کرتی تھی۔ آخر کار ہوتے ہوتے پتھروں کی عجیب عجیب صورتیں بنانے لگے اسکو پوجنا شروع کردیا بت پرستی میں اسقدر مستغرق ہوگئے تھے کہ خدا کو بالکل بھول بیٹھے تھے۔ اسوقت اللہ نے اسی قوم میں سے حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ ارشاد ہے۔ والی ثمود اخاھم صٰلحا قال یٰقوم اعبدوا اللہ مالکم من الٰہ غیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو حکم دیا کہ تم ان لوگوں کو بت پرستی کے راستہ سے نکال کر توحید کے راستہ پر لاؤ۔ جو فن تعمیر ان کو عطا کیا گیا ہے بدل و جان اس کا شکریہ بجا لائیں۔ اور خدا کے علاوہ کسی اور کی پوجا نہ کریں۔ چنانچہ حضرت صالح علیہ السلام تبلیغ شروع کرتے ہیں۔ ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے معجزہ طلب کیا حضرت صالح علیہ السلام جواب میں فرماتے ہیں کہ میں تم کو معجزہ اس وقت دکھلاؤں گا جبکہ تم خدائے واحد پر ایمان لانے کا سچا وعدہ کروگے۔ اگر تم کو میں نے معجزہ دکھلا بھی دیا اور تم نے اسکو تسلیم نہ کیا تو یاد رکھو کہ سخت عذاب میں گرفتار ہوگے۔ ثمود نے عذاب کو جھوٹ جانا۔ یقین نہ کیا۔ ثمود ہر سال شہر کے باہر

مانتے تھے اور اپنے بتوں کو نہایت مزین کیا کرتے تھے اپنے مطالب کے حصول میں ان سے مدد لینے کی کوشش
کیا کرتے تھے لیکن مقولہ مشہور ہے۔ خفتہ را خفتہ کے کند بیدار۔ جسکو اپنے آپ کی بھی خبر نہیں جو کوئی نقصان
وفائدہ نہیں دیسکتا وہ کس طرح ان کی مراد کو پوری کرسکتا ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے کہا کہ تم اپنے
معبودسے مانگو۔ ہم اپنے معبود سے مانگتے ہیں دیکھو کس کو ملتا ہے۔ ثمود ان کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں اور
مراد مانگتے ہیں مگر کار برآری سے محروم رہتے ہیں۔ اسوقت صالح علیہ السلام نے کہا کہ اب جو کچھ تم کہو میں اپنے رب
قادر مطلق سے مانگوں دیکھو وہ کس طرح عطا کرتا ہے آپس میں کہنے لگے کہ ان سے ایسی چیز مانگو کہ جس کا ملنا محال ہو
اس صورت میں ہمارے بتوں کی بھی عزت رہجائیگی۔ قوم میں سے ایک کہتا ہے کہ پہاڑ میں سے ایک اونٹنی مانگو جسکا
بدن سفید ہو اور پیشانی سیاہ ہو اس کے بال نرم اور بڑے ہوں اور حاملہ بھی ہو جس کے جننے میں تھوڑے دن باقی
ہوں ہمارے سامنے بچہ کو جنے۔ اور وہ بچہ بھی اس کے ہم شکل ہو۔ حضرت صالح علیہ السلام نے کہا کہ اگر میں
تمہارے حسب منشاء اونٹنی پہاڑ سے نکالدوں تو تم ایمان لاؤ گے۔ ثمود نے کہا ہاں ہم سب مشرف بہ اسلام
ہوجائینگے۔ آپ دو رکعت نماز ادا فرماتے ہیں اور دعا کرتے ہیں۔ تمام مومنین سے کہتے ہیں کہ تم سب آمین کہو
ثمود کھڑے ہو کر تماشا دیکھنے لگے۔ قدرت خدا سے پہاڑ سے جانور کے بولنے کی آواز آنے لگی۔ اونٹنی پہاڑ
سے نمودار ہوئی اور تمام صفات سے موصوف تھی اور اس نے ثمود کے سامنے اپنے ہم شکل بچہ بھی دیا۔ اس
ماجرے کو دیکھکر بعض ایمان لائے اور اپنے گناہوں کی معافی چاہی اور نہایت شرمندہ ہوئے لیکن اکثر حضرت
صالح علیہ السلام کو ساحر بنا کر ایمان نہ لائے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے کہا کہ تم نے اپنے عہد کو توڑ دیا۔ اب
تمہارے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں۔ لیکن اس صورت سے بچ جاؤ گے کہ تم اس اونٹنی اور اس کے بچہ کو حفاظت
سے رکھو۔ جب تک یہ تمہارے پاس رہیگی تمہارے پاس عذاب نہ آئیگا۔ اگر تم نے اسکو مارا اور مصیبت پہنچائی
تو عذاب تم کو محیط ہوجائے گا۔ اس اونٹنی کو دیکھکر تمام جانور بھاگتے تھے جہاں چرتی تھی ایک تنکا تک نہ چھوڑتی
تھی اور جس جگہ پانی پیتی تھی ایک قطرہ بھی پانی نہ چھوڑتی تھی ثمود اس کے دودھ سے سیراب ہوا کرتے تھے ان
کو اونٹنی کی حالت بہت ناگوار معلوم ہوئی کہ تمام کھانا پینا ہی ختم کردیتی ہے تمام جانور بھوکے رہ جاتے ہیں۔
ثمود سوچتے تھے کہ کسی طریقہ سے اسکو مار ڈالنا چاہیے۔ لیکن قول وقرار کے توڑنے سے خوف کھاتے تھے اس
زمانہ میں ایک شخص قدرا تھا جو کہ ایک حسینہ فاحشہ عورت پر عاشق تھا۔ قدرا نے حسینہ عورت سے کہا کہ تم شادی
کرلو عورت نے جواب دیا کہ میں تجھ سے اسوقت نکاح کروں گی جبکہ تو اس اونٹنی کو جس نے تم کو مصیبت میں
ڈالرکھا ہے اسکو مار ڈالو۔ قدرا اور اس کے دوستوں نے ملکر مار ڈالا۔

فقال لهم رسول الله ناقة الله وسقيها۔ فكذبوه فعقروها الآیہ۔ یہاں صالح علیہ السلام
کو رسول اللہ کہا گیا اس سے ان لوگوں کی تردید ہے جو لوگ حضرت صالح علیہ السلام کی عدم رسالت کے
قائل ہیں۔ حضرت صالح علیہ السلام نے ثمود سے کہا کہ تم اللہ کی عطا کی ہوئی اونٹنی کو ضرر نہ پہنچانا۔ جس جگہ

پھرے پانی پیئے اسکو باز نہ رکھنا۔ اس اونٹنی کا وجود قیامت کے قریب ہونے پر دال تھا ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام کے قول کو رد کردیا۔ آخر قذار ابن سالف اور اس کے دوستوں نے اونٹنی کو مار ہی ڈالا۔ تھوڑے لوگوں کے کرنے سے تمام لوگ خوش ہوئے اور اس شعر کے مصداق بن گئے ؎

چوں از قومے یکے بیدانشی کرد ؎ نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را

جس وقت حضرت صالح علیہ السلام کو اس واقعہ کی خبر موصول ہوئی تو آپ نے فرمایا اب تم پر جلد عذاب آنے والا ہے لیکن اگر تم اس کے بچہ کو پکڑ لوگے اور اس کو حفاظت سے رکھوگے تو عذاب الہی سے بچ جاؤگے بچہ اپنی ماں کو دیکھکر پہاڑ کی طرف بھاگ گیا اور پہاڑ کے اندر گھس گیا۔ حضرت صالح علیہ السلام کو سخت افسوس ہوا اور لوگوں سے کہا کہ تم نے خود اپنے اوپر مصیبت لی ہے تم تین دن میں ہلاک ہو جاؤگے پہلے دن تمہارے چہرے زرد ہو جائینگے۔ دوسرے دن سرخ ہو جاوینگے۔ تیسرے دن سیاہ ہو جائینگے چنانچہ خود ان کو آثار معلوم ہونے لگے۔ قذار نے کہا کہ تیسرے دن کے آنے سے پہلے حضرت صالح علیہ السلام کو مار ڈالو جو کہ باعث عذاب بنے ہیں وہ اپنے دوستوں کو ساتھ لیجاتا ہے حکم الہی سے حضرت صالح علیہ السلام کو فرشتہ آکر بچالیتے ہیں۔ واما ثمود فھدینا ھم فاستحبوا العمیٰ علی الھدیٰ فاخذتھم صٰعقۃ العذاب الھون بما کانوا یکسبون ہم نے قوم ثمود کو ہدایت دی لیکن انہوں نے ضلالت کو ہدایت پر ترجیح دی۔ اسی وجہ سے ان کو عذاب الہی نے گرفتار کرلیا۔ سب بھاگتے ہیں کوئی کنوئیں میں گر جاتا ہے۔ کسی کا سر دیوار سے لگ کر پھٹ جاتا ہے حتیٰ کہ سب جہنم رسید ہوتے ہیں۔ گمراہی اختیار کرنا یہ ہلاکت کا سبب بنا۔

اسلام جب آیا تو ثمود کا نام ونشان نہ تھا۔ سب ہلاک ہو چکے تھے ہم کو چاہیئے کہ ہم سب اس سے سبق کامل حاصل کریں اور ہم وہ کام کریں جس سے خدا راضی ہو۔ فانظر کیف کان عاقبۃ مکرھم انا دمرنٰھم وقومھم اجمعین۔ فتلک بیوتھم خاویۃ بما ظلموا ان فی ذالک لاٰیۃ لقوم یعلمون ؎

کافراں از بت بیجاں چہ توقع دارید ؎ باری آں بت بپرستید کہ جانے دارد

تہنیت سالِ نو

(مولوی محمد ادریس صاحب آزاد اعظمی متعلم رحمانیہ)

اب بہار نو میں رکھتا ہے محدث پھر قدم ؎ پھر گذشتہ شان سے ہے اہل عالم پر کرم
مخزنِ قرآن ہے اور قاسم علم حدیث ؎ نام سے ہوتی ہے ظاہر شان نبوی دمبدم
یا کہا جائے اسے ہر علم کا ماہ کمال ؎ یا کہ لہراتا ہوا تبلیغ ملت کا علم
ہے دعا آزاد کی اب اس رسالہ کے لئے ؎ حشر تک جاری رہے دنیا میں با حسن و کرم

رد بدعت بتاکید سنت

(از مولوی ابو سعید امام الدین مظفر نگری متعلم جماعت ثانیہ رحمانیہ)

اسلام ایک آسمانی مذہب ہے۔ اس نے دنیا میں عمل کرنے کیلئے ہم کو دو چیزیں دیں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اب ہر وہ فعل جو کتاب و سنت سے ثابت نہیں جسکو نہ حضور نے نہ صحابہؓ نے نہ تابعین نے نہ تبع تابعین نے کیا باوجود اس کے اسکو کار ثواب سمجھکر کیا جائے وہی بدعت ہے۔ چنانچہ عیدین مسنونین کے علاوہ نئی نئی عیدیں اور مذہب میں تفرقہ پیدا کرنا بھی بدعت ہے جس سے ہمیں بشدت روکا گیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ما جاءھم البینٰت واولٰئک لھم عذاب عظیم امت محمدیہ سے کہا جاتا ہے کہ تم لوگ اگلی امتوں کی طرح دین میں صریحی دلائل آجانیکے بعد بھی اختلاف و تفرقے نہ پیدا کرو ورنہ ان کی طرح تمہیں بھی خدائی عذاب سے سامنا کرنا پڑیگا۔ اصل یہ ہے کہ جو شخص دین میں نئی چیزیں پیدا کرتا ہے وہ اسلام کو کامل نہیں سمجھتا حالانکہ اسلام مکمل مذہب ہے خدا فرماتا ہے الیوم اکملت لکم دینکم الخ یعنی رسول اللہ کی زندگی ہی میں دین مکمل ہو گیا ہے۔ احادیث میں بھی بدعت سے بہت کچھ روکا گیا ہے۔ فرمایا کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ۔ یعنی بدعت دراصل گمراہی ہے۔ اب باوجود اس تاکید و تردید کے جو لوگ بدعات کے خطرناک سمندر میں بہے چلے جائیں تو یہ ان کی انتہائی بدبختی ہے مسلمانو! جب قیامت میں سورج سوا نیزہ پر ہوگا لوگ پیاس سے پریشان ہوں گے اسوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنت پر عمل کرنیوالوں کو آپ کوثر پلائینگے تم کو معلوم ہے اسدن ہمارے ہزاروں ایسے مسلمان ہوں گے۔ جنکو امت محمدیہ میں ہونے کا دعویٰ تھا مگر آب کوثر سے محروم ہوں گے۔ ان کیلئے سحقاً سحقاً دور ہو! دور ہو" کہا جائے گا۔ کیوں؟ صرف اسلئے کہ حضور کے بعد انہوں نے سنت چھوڑکر بدعات کی پیچ در پیچ رسیاں تھام لی تھیں۔ اگر قیامت کی تشنگی میں سرمدی سیرابی حاصل کرنی ہے تو مندرجہ ذیل آیت مبارکہ پر عمل کرو۔ ان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل (یعنی خدا فرماتا ہے اسلام کے صاف ستھرے اصول یعنی کتاب و سنت یہی میری سیدھی راہ ہے اسی کی اتباع کرو ادھر اُدھر کے نکلے ہوئے راستوں کو اختیار نہ کرو یعنی خدا اور رسول کے علاوہ کسی بادشاہ کسی عالم اور کسی پیر فقیر کی اندھی تقلید نہ کرو رسومات و بدعات کے چکر میں اپنے آپ کو نہ پھنساؤ ایک حدیث حضرت عائشہؓ سے مروی ہے من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد۔ یعنی جس شخص نے دین اسلام میں کوئی نئی شے ایجاد کی جو اسمیں نہیں ہے تو وہ چیز مردود و باطل ہے مسلمانو! جب خدا و رسولؐ کے ایسے کھلے فرمان ہمارے سامنے موجود ہیں پھر ہمکو تیجا، دسواں، مولود، چہلم، عرس، تعزیہ، آتش بازیاں، گیارہویں وغیرہ بدعات جن کا ثبوت قرآن و حدیث بلکہ فقہ میں بھی نہیں ہے کرنے کی کیا ضرورت ہے جو آدمی ایسی ایجاد بندہ باتوں پر عمل کرتا ہے وہ اسلام کی بنیاد اکھیڑنا چاہتا ہے اور جو شخص سنت رسولؐ زندہ و جاری کرتا ہے وہ دین اسلام کو مضبوط کرتا ہے۔

سنی خوش نصیب کو باغ و بہار ہے ⁂ بدبخت بدعتی کو جہنم کی مار ہے

[illegible] دار الحدیث رحمانیہ دہلی سے شائع کیا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۱۰۳

۱۰ جون ۱۹۳۶ء

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتٰبًا

رسالہ محدث دہلی

سرپرست

شیخ عطاء الرحمن صاحب مہتمم دار الحدیث رحمانیہ

مدیر مسئول

عبد الحلیم ناظم

(مولوی فاضل)



نگران اصول

(مولانا) احمد اللہ صاحب

(شیخ الحدیث)

دار الحدیث رحمانیہ سے شائع ہوا

فہرست مضامین

مقاصد

(۱) کتاب و سنت کی اشاعت

(۲) مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح ۔

(۳) دارالحدیث رحمانیہ کے کوائف کی ترجمانی ۔

ضوابط

(۱) یہ رسالہ ہر انگریزی مہینہ کے ابتدائی ہفتہ میں شائع ہوا کریگا ۔

(۲) یہ رسالہ ان لوگوں کو سال بھر مفت بھیجا جائیگا جو ۲ ٹکٹ خرچ دفتر میں بھیجدینگے ۔

(۳) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا ضروری ہے ۔

ہر خط و کتابت کا پتہ

منیجر رسالہ محدث دارالحدیث رحمانیہ دہلے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

محدث

دہلی

جلد ۲ | ماہ جون سنہ ۱۹۳۴ء مطابق ماہ صفر المظفر سنہ ۱۳۵۳ھ | نمبر ۲

مناسبات

سعودی فتوحات

حضرت الامام سلطان ابن سعود خلد اللہ ملکہ نجد وحجاز کے مطلق العنان فرماں روا ہیں جنہوں نے تقریباً ۱۲-۱۳ سال سے ارض مقدس حرمین شریفین پر قبضہ کرنے کے بعد عدل وانصاف، رعایا پروری اور حسن انتظام کی وہ بہترین مثال پیش کی ہے کہ بلا مبالغہ عرب میں عہد خلفائے راشدین کا نمونہ نظر آرہا ہے۔

سلطان موصوف کے علاوہ عرب میں ایک اور بڑی طاقت والیٔ یمن امام یحییٰ کی سمجھی جاتی تھی۔ حق تو یہ تھا کہ یہ دونوں طاقتیں استحکام عرب اور داخلی انتظامات کو ترقی پذیر بنانے کیلئے بغیر کسی جنگ وجدال کے اتحادی کوششیں کرتیں۔ لیکن افسوس دونوں حکومتوں کی باہمی آویزش آج کل زور پر آگئی ہے اور باہم جنگ وجدال کا بازار گرم ہے۔ اس سعودی یمنی جنگ میں اقدام وزیادتی سراسر امام یحییٰ والیٔ یمن کی طرف سے ہے، امام یحییٰ بذات خود بہترین انسان ہیں۔ لیکن آخر عمر میں آکر انہوں نے تدبر کے خلاف امور حکومت کے تمام اختیارات اپنے ولیعہد سیف الاسلام احمد جیسے نوجوان وناتجربہ کار کے سپرد کردیئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ احمد سلطان کی طاقت کا غلط اندازہ لگاتے ہوئے اپنی قوت پر مغرور ہوکر باوجود عالم اسلام کے منع کرنے اور سلطان ابن سعود کے صبر وتحمل کے اقدام وزیادتی پر تیار ہوگیا۔ سلطان جنگ سے قطعی بیزار تھے وہ ہرگز نہ چاہتے تھے کہ عربوں کا خون اور ان کی مالی وسیاسی طاقتیں باہم یوں ضائع کی جائیں جیسا کہ ان کے تمام اطلاعی وجوابی بیانات سے ظاہر ہے۔

جب سیف الاسلام احمد ولیعہد یمن نے ایک بڑی فوج لیکر مقبوضات سعودی پر حملے کردیئے۔ تو مجبوراً سلطان نے

امتحان سہ ماہی

دار الحدیث رحمانیہ کا سہ ماہی امتحان ۱۷ محرم کو شروع ہوکر ۲۰ کو بہ اطمینان ختم ہوگیا۔ ۲۱، ۲۲ کو چھٹی رہی جس میں ۲۲ کو ایک خصوصی دعوت کے ساتھ بہترین جشن تفریح منایا گیا۔ ماشاء اللہ امسال،

اس کے حملوں کو روکنے کیلئے خلاف طبع حرکت شروع کی اور اپنے ولیعہد امیر سعود سلمہ کی سپہ سالاری میں ایک لشکر جرار بھیجا۔ قطع نظر اس سے کہ ان دونوں حکومتوں میں مادی طاقتیں کس کی بڑھی ہوئی تھیں ہم بلا خوف تردد کہہ سکتے ہیں کہ سلطان ابن سعود اور ان کا لشکر قطعی حق پر ہے اور ان کی روحانی قوتیں اپنے مخالف سے بہت زیادہ بڑھی ہوئی ہیں موحد جماعت کا پہ ہر معاملہ میں خدا پر توکل ہوتا ہے۔ چنانچہ عساکر سعودیہ خدا کا نام لیکر نکلے اور ایسی نمایاں کامیابیاں حاصل کیں کہ دنیا محو حیرت ہے۔ امیر سعود، امیر فیصل اور امیر خالد بن محمد، سلطان ابن سعود کیطرف سے اسلامی اصول کے ساتھ اپنی فوجیں لیکر اس طرح بڑھے کہ تمام علاقوں سے یمنی فوجیں بھاگنے لگیں۔

رمضان کے بعد سے سعودی فوجوں نے مدافعت شروع کی ہے سب سے پہلے امیر سعود نے نجران کے ان علاقوں کو جنہیں رمضان میں یمنی فوجوں نے قبضہ کر لیا تھا واپس لیلیا اس کے بعد خدائی امداد شامل حال ہوئی اور یکے بعد دیگرے دھڑا دھڑ فتوحات شروع ہوگئیں سچ ہے وما النصر الا من عند اللہ مدد اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔

۶ محرم کا ام القریٰ میرے پیش نظر ہے جس سے مفصل معلوم ہوتا ہے کہ سعودی فوجوں نے آناً فاناً بلاد نجران، باقم، مروان، صعدہ، نقعہ، وادی نشور، علار، حدد، وغیرہ اور تمام وادی سردہ تمام جو یمنی مقبوضات تھے فتح کر لئے۔ یمنی فوجیں ان مقامات اور سامان جنگ وغیرہ کو چھوڑ کر برابر پیچھے ہٹتی رہیں۔ اسکے بعد یکم محرم سے وہ فتوحات شروع ہوئیں جن سے تمام دنیا دنگ ہے سعودی فوجیں فاتح و منصور خدا کے فضل سے مرکز یمن کی طرف برابر بڑھتی گئیں یہاں تک کہ یمن کے مشہور مقام میدی، الزہرہ ابن عباس وغیرہ پر فتح حاصل کی۔ جہاں بہت لوگ گرفتار ہوئے اور مال غنیمت بھی خوب ہاتھ آیا۔ اس اثنا میں کچھ صلح کی گفت و شنید شروع ہوئی مگر چونکہ امام یحییٰ نے سلطان کی شرائط نہ منظور کیں اسلئے جنگ برابر جاری رہی اسکے بعد اس دوران میں امام یحییٰ کی وفات کی غلط خبر مشہور ہوئی جسکی فوراً ہی تردید شائع ہوگئی۔ اسوقت تک جبکہ (۲۳ محرم) میں یہ سطور حوالۂ قلم کر رہا ہوں سلطان ابن سعود کا یمن کی مشہور و مستحکم بندرگاہ حدیدہ پر کامل قبضہ ہو چکا ہے، سلطانی افواج ساحل بحر احمر تک پہنچ گئی ہیں۔ غرض یمن کے تمام مقامات سعودی فتوحات میں داخل ہو چکے ہیں اور یمن کی کثیر آبادی امام یحییٰ سے زیادہ سلطان سے خوش ہے اب صرف یمن کا مرکزی مقام دارالحکومت صنعا کی فتح باقی ہے جس کے بعد سلطان ابن سعود اپنے لئے یمن کی حکومت کا صریح اعلان فرمادینگے۔ تازہ خبر مشہور ہے کہ سلطان کے لائق صاحبزادے امیر فیصل اپنی پیش قدمی برابر جاری رکھیں گے اور صنعا پر مکمل قبضہ حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ انشاء اللہ۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ حق پرستوں کی حمایت اور اہل حق کی امداد کرتا ہے اور کریگا۔ سلطان ابن سعود کی یہ فتوحات محض انکی توحید و خلوص کی وجہ سے تائید الٰہی کا اعلیٰ نمونہ ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ان فتوحات سے عالم اسلام خوش ہے اور سلطان کو مبارکبادی کے تار بھیجے جا رہے ہیں ہم سلطان کی خدمت میں جذبات تبریک پیش کرتے ہوئے مسلمانان ہند سے امید کرینگے کہ وہ بھی قطع نظر کسی اختلاف کے ان فتوحات سے مسرور ہو جائیں کہ ان سے عرب کے شاندار مستقبل کی خوشگوار ابتدا ثابت ہوگی سلطان ہی عرب کے وہ واحد فرمانروا ہیں جن سے عرب کی ترقی کی تمام تر امیدیں وابستہ ہیں اور جنکے دست حق پرست پر وحدت العرب کے خواب کی اصل تعبیر نظر آئیگی ہمیں امید ہے کہ یمن بھی سلطان کی مکمل قیادت تسلیم کرتے ہوئے خود بھی خوش ہوگا اور عالم اسلام کو خوش ہونیکا موقع دیگا۔ دعا ہے کہ خدا تعالیٰ سلطان ابن سعود کے ذریعہ عرب و اسلام کو نمایاں ترقی عطا کرے۔ آمین۔

رسالت

(از مولانا احمد اللہ صاحب شیخ الحدیث مدرسہ رحمانیہ)

سید الانبیا رسول اللہ صلعم کی امت بھی سید الامم ہے

قال اللہ تعالی وجعلنا کم امة وسطا لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا (اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم!) ہم نے تم کو افضل امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر قیامت کے دن گواہی دو اور رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تم پر گواہ ہوں گے۔ جسکا بیان بخاری کی حسب ذیل صحیح حدیث میں موجود ہے۔

ابو سعید خدری سے حدیث مروی ہے وہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نوح علیہ السلام قیامت کے دن حضور الہی میں بلائے جائینگے۔ فرمائینگے اے میرے رب میں تیرے دربار میں تابعداری میں حاضر ہوں اللہ پاک فرمائیگا کیا تونے میرا پیغام خلق کو پہنچایا جواب دینگے ہاں! اے پروردگار! پہونچا دیا۔ حکم ہوگا۔ اے امت نوح کیا تم کو پیغام الہی نوح نے پہونچایا۔ امت کہیگی ہمارے پاس کوئی ڈرانیوالا نہیں آیا۔ یعنی ہمکو نوح ع نے پیغام الہی نہیں پہونچایا۔ اللہ پاک نوح علیہ السلام سے ارشاد فرمائیگا تیری گواہی کون دیتا ہے۔ نوح علیہ السلام فرمائینگے میرے گواہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت ہیں۔ اسوقت امت محمدی گواہی دیگی کہ بیشک نوح علیہ السلام نے حکم الہی اپنی قوم کو پہنچا دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے متعلق گواہی دینگے کہ یہ لوگ سچ کہتے ہیں۔ یہی تفسیر ہے آیت کریمہ وجعلنا کم امة وسطا الایہ کی (صحیح بخاری)

امت محمدی نے اگرچہ نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا زمانہ نہیں پایا لیکن ان کے قصہ کا بیان قرآن و حدیث میں موجود ہے نوح علیہ السلام اپنی قوم کو ساڑھے نوسو برس تک برابر سمجھاتے رہے لیکن قوم نے حکم الہی نہیں مانا آخر کار عذاب الہی کے شکار ہوئے اور تمام کے تمام تباہ و برباد ہوگئے اسی طرح دوسرے انبیاء کی امتیں بھی تبلیغ نبی کی منکر ہوں گی جنکی تصدیق حضور الہی میں امت محمدی کرے گی۔

بیہقی نے وہب بن منبہ سے روایت کی ہے کہ جس وقت موسی علیہ السلام اللہ تبارک وتعالی سے ہمکلام ہوئے اور تقرب الہی حاصل ہوا موسی علیہ السلام نے کہا اے میرے رب توراۃ میں ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جو خیر امة اخرجت للناس یعنی وہ امت بہترین امت ہے اور اس امت کا ظہور آدمیوں کی ہدایت کے واسطے ہوا ہے۔ نیک بات کا وہ لوگ حکم کرینگے اور بری بات سے لوگوں کو منع کرینگے اور اللہ تعالی پر وہ ایمان لائینگے اور حکم الہی پر فدا ہوں گے۔ اے اللہ ان لوگوں کو تو میری امت کردے۔ اللہ تعالی نے فرمایا وہ امت احمدؐ کی ہے (صلے اللہ علیہ وسلم) موسی علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب توراۃ میں

ایسی امت کو پاتا ہوں کہ ان کی انجیلیں ان کے سینوں میں ہوں گی یعنی قرآن کے حافظ ہوں گے۔ ان انجیلوں کو (قرآن کو) وہ حفظ کئے ہوں گے اور پڑھیں گے ان کے پہلے جو امتیں نبیوں کی گذری ہیں اپنے کتابوں کو دیکھکر پڑھتے تھے اور حفظ یاد نہیں کرتے تھے ان لوگوں کو تو میری امت کردے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ احمدؐ کی امت ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب توراۃ میں ایسی امت پاتا ہوں کہ وہ لوگ اول کتاب اور آخر کتاب پر ایمان لاوینگے اور وہ لوگ کفار اور ان کے سرداروں سے جنگ کرینگے یہاں تک کہ اعور کذاب کافر دجال کانے سے جنگ کرینگے ان لوگوں کو میری امت کردے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ لوگ احمد کی امت ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے رب میرے توراۃ میں ایسی امت کو میں پاتا ہوں کہ وہ لوگ اپنی خیرات کو اپنے پیٹوں میں رکھینگے اپنی دولت مندوں سے زکوٰۃ خیرات لیجائینگی اور انہی کے فقیروں میں تقسیم ہوگی (پہلے نبیوں کی امت زکوٰۃ نکالتی تھی تو اللہ پاک آگ کو آسمان سے بھیجتا تھا وہ اس کو کھالیتی تھی یعنی جلا دیتی تھی۔ اگر وہ صدقہ قبول نہ ہوتا آگ اسکو نہ چھوتی نہ جلاتی تھی) اے اللہ ان کو میری امت کردے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ لوگ احمدؐ کی امت ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے میرے رب میں توراۃ میں ایک ایسی امت پاتا ہوں کہ جس وقت ان میں سے کوئی گناہ کا قصد کریگا وہ گناہ اسکے ذمہ نہیں لکھا جائیگا اور اگر اس نے گناہ کرلیا تو ایک گناہ لکھا جائیگا اور اگر ان میں کوئی نیکی کا ارادہ کریگا اور اس نیکی کو کیا بھی نہیں جب بھی ایک نیکی لکھی جائے گی اور اگر اس نیکی کریگا تو اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی یہانتک کہ سات سو تک اسپر نیکیاں زیادہ ہوں گی اے اللہ ان لوگوں کو میری امت کردے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ لوگ احمد کی امت ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب توراۃ میں ایک ایسی امت پاتا ہوں جن کی دعائیں قبول کی جائیں گی وہ مستجاب ہیں ان لوگوں کو میری امت کردے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ لوگ احمدؐ کی امت ہیں صلی اللہ علیہ وسلم (خصائص الکبریٰ)

بیہقی میں وہب بن منبہ سے منقول ہے داؤد علیہ السلام کو زبور میں جو کچھ وحی اللہ تعالیٰ نے کی تھی اسمیں مذکور ہے اے داؤد تمہارے بعد وہ نبی آویگا جس کا نام احمدؐ اور محمدؐ ہوگا اور وہ سچے نبی ہیں ان پر غصہ نہ کرونگا اور اس کے اگلے پچھلے قصور معاف کردئیے گئے اس کی امت مرحومہ ہے ان کو میں نفلوں سے وہ ثواب دونگا جو ثواب نبیوں کو دیا۔ اور ان پر میں نے وہ چیزیں فرض کی ہیں جو رسولوں پر فرض کی تھیں یہانتک کہ وہ لوگ قیامت کے دن میرے حضور میں آئینگے ان کا نور نبیوں کے نور کی طرح ہوگا۔ ان کو نور اس لئے ہوگا کہ میں نے ان پر طہارت ہر ایک نماز کیلئے فرض کردی ہے میرے واسطے ہر ایک نماز کے لئے وضو کرینگے جیسے میں نے نبیوں پر طہارت فرض کی تھی۔ اور میں نے ان پر غسل جنابت فرض کیا جیسے

نبیوں پر غسل جنابت فرض تھا۔ اور میں نے ان کو حج کیلئے حکم کیا جیسے ان سے پہلے نبیوں کو حج کا حکم دیا
تھا۔ اور میں نے ان کو جہاد کا حکم دیا جیسے ان کے پہلے نبیوں کو جہاد کا حکم کیا تھا۔
اے داؤد میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو فضیلت دی ہے اور ان کی امت کو کل امتوں پر فضیلت
دی ہے۔ میں نے امت محمدؐ کو چھ باتیں عطا کیں ہیں ان کے سوا جو امتیں ہیں ان کو میں نے وہ خصلتیں
نہیں دیں۔ بھول، چوک، خطا و نسیان ان سے معاف ہیں اور ہر ایک گناہ بغیر قصد کے سہواً کیا ہوگا اس
سے مؤاخذہ نہ کرونگا جس وقت وہ اس گناہ سے معافی چاہیں گے ان کو میں بخشدونگا۔ اور جس چیز کو وہ لوگ
اپنی آخرت کیلئے نیت خالص سے آگے بھیجیں گے میں اس کا بدلہ دنیا میں بھی بڑھا کر جلدی کرونگا۔ اور اُن
کیلئے میرے پاس قیامت کے دن خوب زیادہ بڑھا بڑھا کر موجود ہوگا اور بہت ہی زیادہ ثواب ملیگا۔ اور جو وقت
وہ بلاؤں اور مصیبتوں میں صبر کرکے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کہیں گے تو ان کو وہ رحمتیں اور مہربانیاں
اور ہدایتیں دونگا جو جنت کے ملنے کا ذریعہ ہوں گی اور اگر وہ مجھ سے دعا مانگیں گے ان کی دعاؤں کو قبول
کرونگا۔ یا وہ اس کے اثر کو دنیا میں دیکھ لینگے یا اس دعا کے ذریعہ سے اس برائی تکلیف کو ہٹا دونگا جو ان پر آنے
والی تھیں۔ یا ان کیلئے اس دعا کو آخرت کیلئے ذخیرہ جمع کرونگا۔ انتہی۔
ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ سے کوئی آدمی
کسی دعا کو نہیں مانگتا ہے مگر اس کیلئے قبول کی جاتی ہے۔ یا تو دنیا میں جلدی اللہ قبول کرلیتا یعنی اس کے
دعا کا اثر دنیا میں ظاہر ہوجاتا ہے یا ذخیرہ کرتا ہے اس دعا کو آخرت میں یعنی اس کا اثر قیامت کے دن ظاہر
ہوگا اور اس کا ثواب ملیگا۔ یا اس دعا کے سبب سے اسی دعا کے مطابق گناہ چھاڑ دیتا ہے۔ جب تک گناہ
کے متعلق یا رشتہ توڑنے کے متعلق دعا نہیں کرتا (ان دو کے متعلق دعا قبول نہیں ہوتی) یا جلدی کرتا ہے
(پھر دعا رد ہوجاتی ہے) لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول جلدی کس طرح ہے۔ آپ نے فرمایا دعا کرنے وال
کہتا ہے میں نے اپنے رب سے دعا کی میرے لئے قبول نہ فرمایا (ترمذی) حاصل یہ ہے بندہ جب اللہ سے
کوئی چیز مانگتا ہے اللہ پاک اس کے متعلق دنیا ہی میں قبول فرماتا ہے اور اگر دنیا کیلئے قبول نہ فرمایا۔ قیام
کے دن اس کی دعا کا ظہور ہوگا اور اس کو فائدہ پہنچیگا۔ اور اگر کہتا ہے میں نے دعا کی لیکن قبول نہ ہوئی ت
رد ہوجاتی ہے اور قبول نہیں ہوتی۔

آپ کی امت کے تمام موحدین بخشے جائینگے۔

احمد اور ابن عساکر اور ابونعیم حذیفہ بن یما
سے حدیث لائے ہیں۔ رسول اللہ صلی ا
علیہ وسلم نے ایک دن سجدہ کیا اور سجدہ سے سر نہ اٹھایا یہانتک کہ ہم لوگوں نے گمان کیا کہ آپ کا سجدہ یہ
انتقال ہوگیا جس وقت آپ نے سر اٹھایا فرمایا میرے رب نے مجھ سے فرمایا کہ تمہاری امت کیمتعلق کیا کیا جا
میں نے کہا اے میرے رب تو جو چاہے وہ کروہ تیری مخلوق اور تیرے بندے ہیں۔

پھر اللہ پاک نے مجھ سے فرمایا تیری امت کے ساتھ کیا کیا جاوے میں نے وہی جواب دیا جو پہلے دیا تھا۔ اسی طرح تین مرتبہ ہوا پھر میرے رب نے مجھ سے کہا تمہاری امت کے متعلق تم کو ہرگز ہرگز نامراد نہ رکھونگا اور مجھکو یہ بشارت دی کہ میری امت سے جو میرے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے وہ ستر ہزار ہیں اور ہر ایک ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہونگے بلا حساب یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔

پھر میرے پاس فرشتہ کو بھیجا اور فرمایا تم دعا کرو تمہاری دعا قبول کی جاویگی اور سوال کرو دیئے جاؤ گے مجھکو اللہ پاک نے یہ عنایت فرمایا کہ میرا اگلا پچھلا گناہ کل معاف کر دیا گیا حالانکہ میں تندرست ہوں زندہ ہوں چلتا پھرتا ہوں اور میرا سینہ کھول دیا گیا اور مجھکو اللہ پاک نے یہ دیا کہ میری امت ذلیل و رسوا نہ ہوگی اور نہ مغلوب ہوگی اور مجھکو کوثر عنایت فرمایا کہ جنت سے یہ نہر بہہ کر میری حوض میں آتی ہے اور مجھکو قوت نصرت اور رعب عنایت فرمایا کہ جو میرے آگے ایک مہینہ کے رستہ پر دوڑتا ہے۔ اور مجھکو یہ عنایت فرمایا کہ میں جنت میں داخل ہونے کیلئے نبیوں میں سب سے اول ہوں گا اور غنیمت میری امت کیلئے حلال کی گئیں۔ اور بہت سی چیزیں ان چیزوں سے جو پہلوں پر سختی کی گئی تھی ہمارے لئے حلال کی گئیں۔

اور دین میں ہم لوگوں پر کچھ تنگی نہیں کی گئی۔ میں نے شکر کیلئے کوئی چیز نہیں پائی مگر یہ کہ سجدہ کروں۔ (خصائص الکبری للسیوطیؒ) اللھم وفقنا لطاعتک وطاعۃ نبیک وارزقنا شفاعتہ یوم القیمۃ والحقنا بالصالحین۔

خلیفہ منصور کا ناصح

(از عبد الحلیم ناظم صدیقی مولوی فاضل مدیر "محدث")

(ہر زمانہ میں اہل حق کی ایک مختصر جماعت ایسی رہی ہے جنکے سامنے حق بولنے کے وقت ایک معمولی سے معمولی فقیر اور ایک جابر سے جابر بادشاہ دونوں برابر ہیں۔ اہل حق ایک صیقل شدہ تلوار ہیں۔ جب بادشاہوں کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں تو اپنے مواعظ و نصائح سے اس طرح آگ کے شعلے برساتے ہیں کہ بادشاہوں کی تمام کمزوریاں جلکر خاک ہو جاتی ہیں گویا وہ ان کی برائیوں کو خشک لکڑی کی طرح جلا ڈالتے ہیں اور ان کی خوبیوں کو سونے کی طرح آگ میں رکھکر کندن بنا دیتے ہیں۔ دراصل یہی وہ لوگ ہیں کہ جنکی ذات پر اس پرفریب دنیا میں حق کا قیام ہے یہ لوگ اپنی زندگی میں بادشاہ سے کم نہیں ہوتے۔ خلیفہ منصور عباسی کا ناصح بھی اس قبیل میں سے ایک زبردست حق پرست تھا جس نے منصور جیسے رعب دار خلیفہ کو اپنی حقگوئی سے لرزا دیا۔ چنانچہ اسکی تفصیل کیلئے ذیل کا تاریخی واقعہ ملاحظہ کریں۔)

مشہور عباسی خلیفہ "منصور" مکہ مکرمہ میں ایک رات بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا کہ اس کے کان میں آواز آئی کوئی

شخص رو رو کر دعا کر رہا تھا :"اے اللہ! میں تجھ سے شکوہ کرتا ہوں کہ روئے زمین میں فساد و سرکشی پھیل گئی۔ حق اور اہل حق کے درمیان طمع کی دیوار حائل ہو گئی!" خلیفہ منصور صحن مسجد میں ایک کنارے آکر بیٹھ گیا۔ اور ایک قاصد کو بھیجا کہ اندر جو شخص رو رو کر دعا کر رہا ہے اس کو بلا لائے۔ قاصد نے اس شخص کو خلیفہ کا پیغام پہونچایا۔ شخص نے اٹھکر دو رکعت نماز پڑھی اور رکن یمانی کا بوسہ لیا۔ پھر قاصد کے ساتھ آکر خلیفہ کو با ادب سلام کیا۔

منصور:۔ میں نے خود تمہاری آواز سنی ہے کہ تم خدا سے روئے زمین میں فساد و سرکشی کے ظہور کا اور حق و اہل حق کے درمیان طمع کے حائل ہونے کا تذکرہ کر رہے تھے؟ خدا کی قسم تم نے تو میرے کان چنگاریوں سے بھر دیئے۔

شخص:۔ اے امیرالمومنین! اگر آپ میری جان بخشی کریں تو میں آپ کو ان امور کی حقیقت سے مفصل اطلاع دوں۔

منصور:۔ ہاں تم اپنی جان سے بےخوف رہو۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔

شخص:۔ آپ غور سے سنیں۔ جس شخص میں طمع داخل ہو گئی ہے یہانتک کہ اس کے اور فساد و سرکشی کے درمیان طمع پوری طرح حائل ہو گئی۔ وہ آپ ہی ہیں!"

منصور:۔ ارے میاں! مجھ میں طمع کیسے داخل ہو سکتی ہے حالانکہ سونے چاندی کے ڈھیر میرے قبضہ میں ہیں۔ ترش و شیریں تمام چیزیں میرے پاس ہیں۔

شخص:۔ (جوش میں آکر) سنو! جسقدر تمہارے دل میں طمع داخل ہوئی ہے اتنا تو کسی کے دل میں داخل ہی نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے تمکو مسلمانوں کا اور مسلمانوں کے اموال کا محافظ بنایا لیکن تم نے انکی حفاظت سے غفلت کی اور صرف اپنے مال جمع کرنے میں مصروف رہے۔ تم نے اپنے اور مسلمانوں کے درمیان چونے اینٹ کی دیواروں اور لوہے کے دروازوں کے پردے ڈال لئے۔ پھر دروازوں پر مسلح دربان بٹھا کر تم خود مقید ہو کر بیٹھ رہے اور اپنے عاملوں کو مال کے جمع و تحصیل کیلئے ہر طرف پھیلا دیا۔ جنہیں تم نے گھوڑے، ہتھیار اور فوج سے مضبوط کر دیا اور حکم دیدیا کہ تمہارے پاس لوگوں میں سے صرف فلاں فلاں آئیں جن کا تم نے نام معین کر دیا لیکن تم نے مظلوم کی داد رسی، بھوکوں، ننگوں کی فریاد رسی اور کمزور فقیروں کی حاجت روائی کے لئے کوئی حکم اور کوئی سامان نہ کیا۔ حالانکہ ان میں ہر ایک کا تمہارے جمع کردہ اموال میں پورا پورا حق تھا۔

جو تمہارے حلقہ نشیں ہیں جنہیں تم نے رعایا پر اختیار کامل دیدیا ہے۔ جنکی آمد و رفت کیلئے تمہارے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں ان لوگوں نے جب تمکو دیکھا کہ تمہارے دل میں صرف مال کی کشش ہے تم مال جمع کرتے ہو لیکن اسے تقسیم نہیں کرتے تو انہوں نے سمجھا کہ جب ہمارا مالک ہی خیانت کر رہا ہے تو پھر ہم کیوں نہ خیانت کریں جب تمہارے ان با اختیار مشیروں نے تمہیں بالکل مقید دیکھا تو اور بھی آپس میں ملکر ایسے انتظام کر لئے کہ تم کو لوگوں پر ظلم و ستم کی ارزانیوں کی کوئی اطلاع نہ ہو۔ جب تمہاری طرف سے کوئی امیر کہیں مقرر ہوا اور ان لوگوں کے ہتھکنڈوں سے الگ رہنا چاہا تو انہوں نے اس غریب عامل کی بیجا شکایتیں تمہارے پاس کیں یہانتک کہ تمہاری نظر میں وہ ذلیل ہو گیا اور تم نے اسے معزول کر دیا۔ چنانچہ یہ اسقدر مشہور چیز ہو گئی ہے کہ ان سے عام لوگ توڈر کر انہیں بڑا سمجھتے ہی ہیں لیکن اب تمام

عامل ان سے خوفزدہ رہتے ہیں اور سب سے پہلے ہر قسم کے مال و ہدایا سے ان کی خاطر تواضع کرتے ہیں پھر وہ عامل اپنی اس کمی کو رعایا پر قسم قسم کے مظالم توڑ کر پوری کر لیتے ہیں۔ اسطرح جو کچھ ظلم ہوتا ہے وہ تمہاری بے قصور عام رعایا پر ہوتا ہے۔ اسی کو میں کہتا ہوں کہ کثرت طمع کی وجہ سے اللہ کا ملک فساد و سرکشی سے بھر گیا ہے۔ الغرض یہی وہ فرعونی جماعت ہے جو تمہاری شہنشاہیت میں شریک ہے مگر تمہیں انکی کچھ خبر نہیں چنانچہ ان کے مظالم سے تنگ ہو کر اگر کوئی فریادی تمہارے پاس تک آنا چاہتا ہے تو یہی لوگ تم تک پہونچنے میں اسکے درمیان حائل ہو جاتے ہیں۔ اگر کسی شخص کی تکلیف کا انہیں کبھی علم ہو بھی جاتا ہے اور وہ اپنی تکلیف تم تک پیش کرنا چاہتا ہے تو اس وقت بھی یہی لوگ مختلف چکنی چپڑی باتوں سے تمہیں اس مظلوم کی دادرسی سے روکدیتے ہیں۔ ہاں تم نے ایک شخص کو اس بات کیلئے مقرر کر دیا ہے کہ وہ لوگوں کے ظلم وستم کی نگہبانی کرے لیکن جب وہ اپنی متعلقہ خبر تمہارے پاس پہونچانا چاہتا ہے تو انہی امرار کی جماعت میں جس کا ظلم ہوتا ہے وہ اسے روکدیتا ہے کہ تم کو کسی قسم کی کوئی اطلاع نہ پہنچائی جائے۔ غریب مظلوم اپنی محرومی پر آنسو بہا کر رہجاتا ہے۔ آہ! بعض مظلوم جب یہ سمجھ لیتے ہیں کہ بغیر ان امرار کے کوئی دادرسی نہیں ہوسکتی تو وہ انہی کے پاس آمدورفت کرتے ہیں انہی سے شکوہ و فریاد کرتے ہیں۔ لیکن جو خود ظالم ہو وہ کیا کسی کی دادرسی کر سکتا ہے چنانچہ بیچارہ ٹھکرا کر نکالدیا جاتا ہے۔ جب کوئی مظلوم وستم رسیدہ تنگ ہو کر زیادہ چیخ و پکار کرتا ہے۔ الحاح وزاری کرتا ہے تو اسے علانیہ سخت سے سخت زدوکوب کیا جاتا ہے تاکہ دوسروں کیلئے بھی عبرت کا سامان ہو جائے۔ افسوس تم ان حالات کو دیکھتے ہو لیکن تم اسکے روکنے کی کوئی فکر نہیں کرتے۔ آہ! کیا اسکے باوجود بھی کہا جاسکتا ہے کہ اسلام باقی ہے؟

اے امیرالمومنین! میں ایک مرتبہ چین کا سفر کر رہا تھا آخر ایک دن جب وہاں کے بڑے شہر میں پہونچا تو مجھے معلوم ہوا کہ ایک دفعہ وہاں کے بادشاہ کی قوت سماعت کان کے کسی مرض کی وجہ سے جاتی رہی وہ اس دن بُری طرح رویا۔ اسکے ہمنشینوں نے تلقین صبر کی۔ بادشاہ نے کہا "اے بیوقوفو! میں اسلئے نہیں روتا ہوں کہ مجھ پر عدم سماعت کی ایک بڑی مصیبت نازل ہوئی ہے بلکہ میں صرف اسلئے روتا ہوں کہ اب کوئی مظلوم میرے دروازہ کو آکر کھٹکھٹائے گا تو میں اسکی آواز نہیں سن سکتا" پھر اس نے سوچکر کہا "اچھا میری قوت سماعت چلی گئی ہے تو جانے دو میری قوت بینائی تو نہیں گئی۔ میری تمام رعایا میں اعلان کر دو کہ آج سے عام لوگ ہرگز سرخ کپڑا نہ پہنیں صرف ستم زدہ لوگ اپنی دادخواہی کیوقت سرخ کپڑا پہنا کریں" پھر وہ بادشاہ ہر روز صبح و شام ہاتھی پر سوار ہو کر شہر میں گشت لگاتا تھا کہ کوئی مظلوم نظر آتا ہے یا نہیں؟

اے امیرالمومنین! یہ تھی ایک مشرک فرماں روا کی حالت جسکی تمام صحبت مشرکوں ہی کے ساتھ تھی جو حد درجہ بخیل ہوتے ہیں اور آپ تو ایک مومنِ کامل اور نبی صلعم کے اہل بیت سے ہیں۔ آپ کی طبیعت میں سخاوت کے بجائے بخالت کا غلبہ نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر آپ یہ فرمائیں کہ آئندہ اپنی اولاد کیلئے مال جمع کرتے ہیں تو عرض ہے کہ اولاً زندگی کا کیا ٹھکانا ہے دوسرے اللہ تعالیٰ آئے دن آپ کو بطور عبرت کے دکھاتا رہتا ہے کہ سینکڑوں بچے ایسے پیدا ہوتے رہتے ہیں کہ جن کیلئے روئے زمین پر کچھ مال نہیں ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ اپنی مہربانیوں سے ان کی پرورش کرتا ہے یہانتک کہ ان میں بہتیرے بڑھکر لوگوں کی خاص توجہ کے باعث بنجاتے ہیں۔ لہذا آپ کسی کے دینے لینے کیلئے کوئی حقیقت نہیں

رکھتے بلکہ خدا تعالیٰ جسکو چاہتا ہے جو کچھ چاہتا ہے دیتا ہے اور اگر آپ یہ کہیں کہ میں مال صرف اسلئے جمع کرتا ہوں کہ اپنی حکومت کو خوب مضبوط کرلوں تو گذارش ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بنی امیہ کی حالتوں سے عبرت دکھا دی ہے کہ انہوں نے جو کچھ سونا چاندی جمع کیا وہ کوئی کام نہ آیا انہوں نے فوج، سامان جنگ اور گھوڑے تیار کر رکھے تھے مگر کوئی فائدہ نہ ہوا یہاں تک کہ اللہ نے آپ کے متعلق جو ارادہ کیا تھا وہ پورا ہو کر رہا۔ اور اگر آپ کہیں کہ میں مال اسلئے جمع کرتا ہوں کہ جس درجہ میں اس وقت ہوں اس سے بھی بڑا درجہ حاصل کروں تو قسم خدا کی اب اس درجہ کے اوپر ایسا درجہ ہے جسکو کوئی حاصل نہیں کرسکتا۔ کیا آپ اپنے نافرمانوں کو قتل سے بھی زیادہ سخت سزا دے سکتے ہیں؟۔ خلیفہ نے جواب دیا "نہیں" ناصح نے پھر کہنا شروع کیا۔ تو اس سب سے بڑے بادشاہ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے جس نے آپ کو دنیا کا بادشاہ بنایا اور جو اپنے نافرمانوں کو قتل کی سزا نہیں دیتا ہے بلکہ دردناک عذاب میں ہمیشہ پڑے رہنے کی سزا دیتا ہے۔ وہ شہنشاہ دیکھ رہا ہے جو تمہارے دل کے ارادے ہیں اور جو کام تمہارے اعضائے جوارح کررہے ہیں اور جس طرف تمہاری آنکھیں دیکھ رہی ہیں اور جہاں جہاں تمہارے ہاتھ زخم پہونچا رہے ہیں اور جس طرف تمہارے پاؤں چل رہے ہیں۔ غرض تمہاری ہر ادا کی اسکو تمام و کمال خبر ہے۔ بتاؤ جس وقت اللہ تعالیٰ یہ دنیا کی حکومت تمہارے ہاتھ سے چھین لیگا اور تمہیں حساب کیلئے بلائیگا اس وقت تمہاری یہ نجالت کیا فائدہ پہونچا سکتی ہے؟

خلیفہ منصور ناصح کی تقریر سنکر رونے لگا اور پُر درد لہجہ میں بولا "اے کاش میں دنیا میں پیدا ہی نہ ہوتا۔ ارے بھائی بتاؤ میں اب اپنے لئے کیا حیلہ تلاش کروں؟"۔

ناصح:۔ اے امیر المومنین! ہر دور میں لوگوں کیلئے ایسے پیشوا موجود ہوتے ہیں جنکی طرف وہ دینی معاملات میں رجوع کرتے ہیں اور انہیں خوش کرتے ہیں لہٰذا تم بھی اپنی ضرورت ایسے ہی بزرگوں سے ملکر پوری کرو وہ تمہیں ہدایت کرینگے اور اپنے ہر کام میں انہی سے مشورہ لو وہ صحیح راہِ عمل بتائینگے۔

خلیفہ:۔ میں نے ان کی طرف آدمی بھیجے لیکن وہ مجھ سے دور ہی رہے"۔

ناصح:۔ وہ اس بات سے ڈرے کہ تم مبادا اُنہیں اپنے موجودہ طریقہ پر آنے کیلئے مجبور کرو۔ لہٰذا اے امیر المومنین تم اپنے دروازہ کو کھولدو اپنے دربانوں کو نرم بنا دو، مظلوم کی مدد کرو۔ ظالم کو روکو۔ فئی اور صدقات جن سے لینا حلال ہے ان سے لو اور انہیں حق و انصاف سے ان کے مستحقین میں تقسیم کردیا کرو۔ پھر میں ان بزرگوں کی طرف سے ضامن ہوں کہ وہ تمہارے پاس ضرور آئینگے اور قوم کی بھلائیوں کیلئے تمہیں نیک مشورہ دینگے"۔

اتنے میں فجر کی نماز کے لئے مؤذنوں نے آکر آذان دی اور خلیفہ کے پاس آکر سلام کیا۔ خلیفہ منصور نے اٹھکر نماز پڑھائی۔ پھر بعد نماز اپنی پہلی جگہ پر آکر بیٹھا اور اسی ناصح کو بلایا۔ ہر طرف ناصح موصوف کی تلاش کی گئی مگر وہ کہیں نہ ملا۔

(ترجمہ از رسالہ المقتطف مصر)

خیابانِ طلبہ

اخلاص کا شیریں ثمر

(از مولوی سید نظیر الحسن صاحب سہوانی متعلم رحمانیہ)

اللہ رب العالمین نے اشیاء عالم میں مختلف فوائد ودیعت کئے ہیں اور ان سب کو حضرت انسان کے فائدے کے لئے بنایا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے ۔ ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۔ خدا تعالیٰ نے زمین کی کل اشیاء کو تمہارے فائدے کیلئے پیدا کیا ہے دوسری جگہ اسکو عام فرمادیا ہے ۔ سَخَّرَ لَکُمُ اللَّیْلَ وَالنَّھَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۔ رات اور دن سورج اور چاند کو تمہارے لئے مسخر کردیا ہے ۔ مگر حضرت انسان کو محض اپنی ہی عبادت کے لئے پیدا کیا جس طرح خود اپنے کلام پاک میں اسکے متعلق ارشاد فرمایا ہے ۔ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ۔ تمام جن وانس کی تخلیق کا منشاء صرف عبادت ہے ۔ ان کیلئے روزی کا فراہم کرنا ہمارا کام ہے ۔ مگر کوئی یہ نہ سمجھے کہ میری عبادت سے خدا تعالیٰ کو کسی قسم کا فائدہ پہنچیگا ۔ یا اگر میں عبادت نہ کروں تو اس کی بادشاہت وسطوت میں کچھ تغیر پیدا ہوجائیگا ۔ خدا کی ذات اس سے منزہ ہے اسکی بادشاہت ہر صورت میں اپنی شان سے قائم رہیگی ۔ حضور پر نور علیہ التحیہ والتسلیم فرماتے ہیں اگر تمام عالم والے میری طرح متقی وپرہیزگار ہوجائیں جب بھی خدا کی حکومت میں کوئی فرق نہ آئیگا ۔ اور اگر تمام لوگ ابلیس کی طرح ہوجائیں جب بھی اسکی حکومت وجبروتیت میں کسی قسم کا فرق نہیں پیدا ہوگا ۔ بہر کیف خدا تعالیٰ نے متعدد جگہ ارشاد فرمایا ہے کہ میری عبادت کرو مگر اس عبادت کو ایک قید کے ساتھ مقید بھی فرمادیا ہے جسکو اخلاص فی العمل سے تعبیر کرتے ہیں ۔ جس کے متعلق اپنی کتاب مبارک میں اسطرح ارشاد فرمایا ہے ۔ وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ حُنَفَاءَ ۔ ہمنے اپنے بندوں کو خاص اپنے ہی لئے بغیر کسی کی شراکت کے عبادت کرنیکا حکم دیا ہے ۔ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو تمہاری قربانی کے گوشت اور خون کی ضرورت نہیں ہے بلکہ وہاں پر اخلاص کی ضرورت ہے عبادت خواہ بڑی ہو یا چھوٹی اگر اس میں اخلاص سے کام نہیں لیا گیا ہے تو گویا وہ عمل کیا ہی نہیں گیا بلکہ اس کی بجائے برا کام کیا گیا ہے کیونکہ اس پر عذاب مرتب ہوتا ہے اسلئے کہ اس شخص نے اپنے اس کام کو لوگوں کے دکھانے کیلئے کیا ہے ۔ اگر لوجہ اللہ ہوتا تو اخلاص ضرور ہوتا اور جو کام لوجہ اللہ نہ ہو وہ فعل شرک ہے اسکے فاعل کیلئے ویل کی وعید آئی ہے ۔ ویل جہنم کے ایک درجہ کا نام ہے اس میں اتنا سخت عذاب ہوتا ہے کہ اس سے جہنم بھی پناہ مانگتی ہے ۔ ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ تم سب کو ایک دن اپنے رب کے دربار میں حاضری ضرور دینی ہوگی اسلئے تم کو چاہئے کہ اس کیلئے کچھ سامان کرلو کیونکہ اگر کوئی شخص ایک دو یوم کا سفر کرتا ہے تو اسکے لئے ہر قسم کا انتظام کرتا ہے پھر یہ تو ہمیشہ کیلئے ہے بلکہ اصلی سفر یہی ہے مگر اس سفر کیلئے جو توشہ مفید ہوگا وہ عمل ہے ۔ عمل بھی وہ جو صرف خدا کیلئے کیا گیا ہو ۔ یہی ایک ایسی چیز ہے جو انسان کو نجات دیسکتی ہے ۔ ورنہ

عمل تو عبداللہ بن ابی بھی کیا کرتا تھا جو تمام منافقین کا سردار تھا عمل بھی اس مسجد میں آکر کیا کرتا تھا جہاں پر اگر کوئی شخص دو رکعت نماز ادا کرے تو اس نے پچاس ہزار نمازیں ادا کیں نماز بھی اس شخص کے پیچھے ادا کرتا جسکو عالم کا ذرہ ذرہ سلام کرتا تھا اور اسی کے حضور میں اپنی زکوٰۃ کو بھی پیش کرتا تھا۔ میدان کارزار میں بھی اسی مقدس ہستی کے دوش بدوش ہوتا تھا مگر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب مرتا ہے تو پیکر رحم و کرم اس کیلئے اپنے رحیم آقا کے حضور میں برائے مغفرت ملتجی ہوتے ہیں حکم ہوتا ہے۔ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ الخ۔ اے نبی تم ان کیلئے دعائے مغفرت مت کرو ہم ان کو کبھی ہرگز نہیں بخشیں گے کیونکہ انہوں نے خدا اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے۔ غور کرنیکا مقام ہے کہ جسکے لیے وہ ذات دست بدعا ہو کہ جس کی دعا کسی صورت میں مردود نہیں ہو سکتی اور اس موقعہ پر اسکو بھی دعا کرنیسے روک دیا جاتا ہے پھر اس کے عذاب کی سختی کا کیا ٹھیک ہے اس سے معلوم ہوا کہ اخلاص بغیر عبادت بیکار ہے بلکہ عذاب کا موجب ہے برخلاف اسکے کہ اگر اخلاص سے عبادت کی جائے تو مقبول ہوتی ہے بلکہ بسا اوقات دنیا ہی میں اسکا ایک ثمرہ ملتا ہے۔ اس موقعہ پر اگر اس ثمرہ کو ذکر کر دیا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور کی زبان مبارک سے بنی اسرائیل کے واقعہ کا ذکر سنا۔

اسرائیلی واقعہ

آپ نے فرمایا کہ تین آدمی کسی جگہ کو جا رہے تھے راستہ میں بارش شروع ہو گئی۔ جائے پناہ تلاش کرنے پر پہاڑ کا ایک غار ملا جب تینوں اس میں داخل ہو گئے تو یکایک ایک زبردست چٹان لڑکتی ہوئی آئی اور اس نے غار کے منہ کو بالکل بند کر دیا جسکی وجہ سے ان لوگوں کی پریشانی اور بڑھ گئی بعد مشورہ کے یہ طے پایا کہ ہر شخص اپنے اپنے نیک عملوں کا ذکر کرے اور اس کے ذریعہ سے خدا سے مدد چاہے کہ وہ اس مصیبت کو دور فرمائے انمیں سے ایک نے اپنے واقعہ کو اس طرح بیان کرنا شروع کیا کہ میرے دونوں ماں باپ بہت بوڑھے تھے میں جبتک اپنے والدین کو کھانا نہ کھلا دیتا تب تک خود کھاتا اور نہ اپنے اہل و عیال کو کھلاتا ایک دن میں بکریاں چراتا ہوا بہت دور چلا گیا جب شام کو واپس آیا تو والدین کو دیکھا کہ وہ سو گئے ہیں میں نے ان کے آرام میں خلل ڈالنا مناسب نہ سمجھا اور میں ہاتھ میں دودھ کا پیالہ لئے ان کی چارپائی کے گرد تمام رات کھڑا رہا میرے بچے بھوک کی وجہ سے سخت بیتاب ہو رہے تھے اور میرے پیروں پر لوٹتے پھر رہے تھے مگر میں نے نہ ان کو دودھ پلایا اور نہ خود پیا یہانتک کہ فجر نمودار ہو گئی جب والدین بیدار ہوئے تو میں نے ان کو دودھ پلایا۔ اے خدا اگر یہ کام میں نے تیری خوشنودی کیلئے کیا تھا تو ہمکو ہماری اس مصیبت سے نجات دے جب یہ شخص اپنا واقعہ بیان کر چکا تو پتھر غار کے منہ سے کچھ ہٹ گیا مگر اتنا نہیں کہ کوئی باہر نکل سکے۔ اسکے بعد دوسرے شخص نے اپنے واقعہ کو اسطرح بیان کرنا شروع کیا کہ میرے چچا کی ایک بیٹی تھی مجھ کو اس سے عشق تھا میں اسکو اپنی شہوت رانی کا آلہ بنانا چاہتا تھا مگر وہ کسی طرح قبضہ میں نہیں آتی تھی مگر اتفاق وقت سے اس پر ایک مرتبہ مصیبت نازل ہوئی تو مجھ سے امداد طلب کرنے کو آئی میں نے اسکو ایک سو بیس اشرفی دیں اس شرط پر منظور کیں کہ وہ مجھے اپنے پر مختار بنا دے وہ اس پر راضی ہو گئی جب میں اور وہ خلوت میں گئے اور میں اس سے زنا کرنیکے لئے ہر صورت سے قادر ہو گیا اس وقت اس نے کہا کہ خدا سے ڈر

اور اس مہر شدہ چیز کو مت توڑ اسکو اس کے حقدار کیلئے چھوڑ دے میں اسی وقت اس سے الگ ہوگیا اور اس کو مطلوبہ اشرفیاں بھی دیدیں۔ اے خدا اگر میں نے یہ کام تیری خوشنودی کیلئے کیا ہے تو ہم کو اس مصیبت سے نجات دے چنانچہ وہ زبردست چٹان اپنی جگہ سے اور ہٹ گئی مگر نکلنے کیلئے اب بھی راستہ نہوا اب تیسرے شخص نے اپنے واقعہ کو اس طرح ذکر کرنا شروع کیا کہ میں نے چند مزدوروں کو کام پر لگایا وہ دن بھر محنت کرتے رہے شام کو جب مزدوری دینے کا وقت آیا تو میں نے انہیں بلایا . . . . اور سب کو ان کی مزدوری بھی دیدی مگر ایک شخص نے مزدوری نہیں لی اور ناراض ہو کر چلا گیا۔ میں نے اس کی مزدوری کو تجارت میں لگا دیا۔ یہانتک کہ اس سے مال بہت زائد ہو گیا جب عرصے کے بعد وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میری مزدوری لاؤ میں نے کہا کہ یہ غلام اور اونٹ گائے بکریاں جو کچھ تیرے سامنے ہیں یہ سب تیری ہیں اس نے کہا کہ کیا مجھے مذاق کرتا ہے میں نے کہا کہ میں مذاق نہیں کرتا بلکہ یہ تمام چیزیں حقیقتاً تیری ہی ہیں چنانچہ وہ سب کچھ لیگیا۔ اے خدا اگر یہ کام میں نے تیری رضاجوئی کیلئے کیا ہو تو اس مصیبت کو ہم سے دور فرما۔ چنانچہ وہ پتھر وہاں سے ہٹ گیا اور وہ تینوں ہنسی خوشی اپنے اپنے مکانوں کو چلے گئے۔ (مسلم)

خالصۃً لوجہ اللہ عمل کرنیکا یہ نتیجہ دنیا میں ظاہر ہوا مگر عقبیٰ میں بہت بڑا ثواب ہے اور سب سے بڑھکر منعم حقیقی کی خوشنودی ہے اب فریق ثانی کے متعلق بھی ایک حدیث سن لیجئے۔ اس حدیث کے راوی حضرت ابوہریرہؓ ہیں جسوقت آپ نے اس حدیث کے بیان کا ارادہ کیا بیہوش ہوگئے جب ہوش آیا تو بیان کا ارادہ کرتے ہی بیہوش ہوگئے تین دفعہ اسی طرح یہ واقعہ پیش آیا۔ بالآخر تکیہ لگا کر بیٹھے اور اس طرح بیان شروع کیا کہ مجھ سے حضور نے اس حدیث کو اسی مکان میں بیان فرمایا تھا میرے اور آپ کے سوا یہاں اور کوئی نہ تھا۔ آپنے فرمایا کہ قیامت کے روز سب سے پہلے جن لوگوں کو بلایا جائیگا وہ تین شخص ہونگے سب سے پہلے انہی کا فیصلہ ہوگا ان میں سے ایک حافظ قرآن ہوگا۔ دوسرا مجاہد فی سبیل اللہ۔ تیسرا امالدار۔ حافظ قرآن سے اللہ تعالیٰ فرمائیگا کہ میں نے تجھکو اپنی کتاب کا علم دیا تھا تو نے کیا عمل کیا۔ وہ کہیگا کہ میں رات و دن نمازیں پڑہتا تھا اس میں قرآن شریف کو پڑہتا تھا خدا تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹا ہے تو نے یہ عمل صرف اسلئے کیا تھا تاکہ لوگ تجھے قاری کہیں تیری مراد پوری ہوگئی اور لوگوں نے ایسا ہی کہا پھر مالدار سے دریافت فرمائیگا کہ میں نے تجھکو کیا اتنا مال نہیں دیا تھا کہ جس کی وجہ سے تو کسی کا محتاج نہ تھا وہ جواب میں اقرار کریگا خدا تعالیٰ فرمائیگا کہ تو نے پھر کیا عمل کیا وہ کہیگا کہ جو میرے عزیز و اقارب حاجتمند تھے میں انکو دیتا تھا اور تیری راہ میں صدقہ و خیرات بہت کرتا تھا خدا فرمائیگا تو جھوٹا ہے بلکہ تیری غرض یہ تھی کہ لوگ تجھے سخی کہیں پس تیری غرض پوری ہوگئی اسکے بعد شہید سے دریافت کیا جائیگا کہ تو کس وجہ سے قتل کیا گیا وہ کہیگا کہ تو نے جہاد کا حکم دیا میں نے تیری راہ میں جہاد کیا یہانتک کہ قتل کیا گیا اللہ تعالیٰ فرمائیگا کہ تو جھوٹا ہے (فرشتے بھی خدا کیساتھ ہر ایک کے جھوٹا ہونیکی گواہی دینگے) تیرا ارادہ یہ تھا کہ لوگ تجھے بہادر کہیں پس لوگوں نے بہادر کہہ لیا پھر آپنے فرمایا کہ اے ابوہریرہ یہ تینوں شخص خدا کی پہلی مخلوق ہیں جن سے جہنم کو بھڑکایا جائیگا۔ پس معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص چاہتا ہے کہ قیامت کیدن اسکو کسی قسم کا خوف اور رسوائی نہ ہو اسکو چاہیئے کہ اپنے تمام کاموں میں خلوص پیدا کرے ریاکاری سے مطلق کام نہ لے۔ خدا ہم سب کو اس کی توفیق دے آمین۔ فقط۔

ہماری حالت زار

(از مولوی محمد سلیمان صاحب صدیقی اسنیاوی چمپارنپوری متعلم رحمانیہ)

آج ہم مسلمانوں کی اخلاقی، معاشرتی، تمدنی، سیاسی اور اقتصادی حالتیں اس درجہ زبوں ہورہی ہیں کہ جن کو باوجود واضح ہونیکے سطح قرطاس پر لاتے ہوئے شرم وحیا دامنگیر ہوتی ہے۔ آہ میں اسوقت ایسی قوم کی حالت زار کا انکشاف کررہا ہوں جو اب سے قبل اپنے اخلاق حسنہ وافعال حمیدہ اور حکمت عملی سے تمام دنیا کو مسخر وماتحت کئے ہوئے تھی اور اقوام عالم میں معلم ومصلح کی حیثیت رکھتی تھی جس کے آفتاب اخلاق وعادات کے سامنے تمام ملل وادیان کی ضیاباریاں ناپید ہوچکی تھیں مگر چونکہ اس قوم کی اصلاح کا دارومدار اسکی حالت ناگفتہ بہ کے اظہار پر مبنی ہے لہذا میں بطور مشتے نمونہ از خروارے چند حالات مفسدہ کو اختصاراً قلم بند کرتا ہوں تاکہ اس گئے گذرے ہوئے زمانہ میں بھی قوم مسلم اپنی اس حالت زار پر جو باعث ذلت وضلالت بنی ہوئی ہے اصلاحی نظر ڈالے اور اسکی حالت ماضیہ عود کرجائے جسپر آج ساڑھے تیرہ سو برس قبل تھی دورحاضرہ میں مسلمانوں کا نام زبان پر آتے ہی سستی وکاہلی بغض وحسد تفرق وتشتت کذب وافترا عناد ودشمنی تعصب وافلاس افتراق وانتشار کی مجسم صورتیں آنکھوں کے سامنے آموجود ہوتی ہیں جیسا کہ حالی مرحوم نے کہا ہے ؎

ہماری ہر ایک بات میں سفلہ پن ہے ✤ کمینوں سے بدتر ہمارا چلن ہے۔

علاوہ اس کے آج مسلمانوں کی عملی کیفیت ایسے دور سے گذر رہی ہے کہ غیر مسلم اسلام کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ موجودہ مسلمانوں کا عمل بھی اسلامی قوانین کے ماتحت نہیں ہے مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے مذہب پر پورے طور کا ربند ہوجائیں اور ایسے ہی دوسری قوموں کو بھی چاہئے کیونکہ بغیر اسلامی احکام پر عمل کئے ہوئے اقوام عالم فلاح وبہبود کو نہیں پہونچ سکتی۔ مسلمانو! تفکر وتدبر سے کام لو اور ٹھنڈے دل سے غور کرو کہ آج تم اس لائق ہوگئے کہ تمہیں غیر قومیں عمل کی دعوت دے رہی ہیں کیوں نہ ہو جبکہ آج ہم مسلمان تغافل وتجاہل کے بحر ناپیدا کنار میں غوطہ زن ہیں حتیٰ کہ خالق حقیقی اور اس کے رسول سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو بھول بیٹھے ہیں اور اس وعید ربانی کے مصداق بنے ہوئے ہیں۔ وَلا تکونوا کالذین نسوا اللہ فانسھم انفسھم اولٰئک ھم الفاسقون (یعنی اے مومنو! ان لوگوں کے مانند مت ہوجاؤ کہ جو لوگ اللہ جل شانہ کو بھول گئے تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان سے ان کے نفس کو بھلادیا جس کی وجہ سے ان لوگوں کو برے بھلے کی تمیز کرنی مشکل ہوگئی یہی لوگ فاسقین کی جماعت ہیں اور شب وروز تعبد وپرستش الٰہی میں سست وکاہل نظر آتے ہیں اور معصیت خداوندی مثلاً سرقہ قطع طریق غصب وسفک دماء دغابازی خودغرضی شراب نوشی وغیرہ وغیرہ کو اپنا شعار بنا رکھا ہے۔ قماربازی کبوتربازی ناچ وگانے اور ہر قسم کے لہو ولعب میں آج وہ ہستیاں نظر آتی ہیں جو اپنے کو کلمہ حسن اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً رسول اللہ کہنے والوں کے زمرہ میں شمار کرتی ہیں۔ مسلمانو! بڑے افسوس کا مقام ہے کہ ہم اپنے آپ کو

اسلام کے دائرہ میں بلکہ مرکز تصور کرتے ہوتے بھی ان مخربات اخلاق ودین میں مبتلا رہا کرتے ہیں حالانکہ ایسے افعال واعمال قبیحہ جو دشمن تہذیب وانسانیت وخلاف عقل وفطرت ہیں ان سے ہماری شریعت نہایت سختی سے روکتی ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم ویتخذھا ھزوا اولئک لھم عذاب مھین یعنی انسانوں میں بعض ایسے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستہ سے غافل و گمراہ کردینے والی چیزوں کو حاصل کرتے ہیں اور اس میں مزا ولطف اٹھایا کرتے ہیں انہیں لوگوں کیلئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔ موجودہ زمانہ میں مسلمان اتفاق واتحاد سے بہت دور جا پڑے ہیں حالانکہ مذہب اسلام نے کل مسلمانوں کو ایک سلک کے اندر منسلک ہونے کی تعلیم دی ہے چنانچہ ارشاد فرمایا انما المومنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم یعنی سارے مومن ومسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اگر بتقاضائے بشریت تمہارے بھائیوں کے درمیان اختلاف ونزاع واقع ہو تو صلح کرادو جس طریقہ سے ایک بھائی کو اپنے دوسرے بھائی کے ساتھ شفقت و محبت ہوا کرتی ہے اور شادی وغم میں شریک حال رہا کرتے ہیں ایسے ہی ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے ساتھ ہونا چاہئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی تعریف یوں فرمائی ہے۔ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم المومن کرجل واحد ان اشتکی عینہ اشتکی کلہ ان اشتکی راسہ اشتکی کلہ ھر کل مسلمان مانند ایک مرد کے ہیں کہ اگر آنکھیں درد والم میں مبتلا ہوتی ہیں تو کل اعضا اسی درد کے اثر کو محسوس کرتے ہیں اور اگر دوران سر ہوتا ہے تو سارا جسم اس کی وجہ سے بے چین ومضطرب ہوتا ہے ایسے ہی اگر ایک مسلمان پر مصائب وتکالیف آن پڑیں تو ہر ایک فرد کو اس کا اثر محسوس کرکے اسکے دفعیہ کی صورت اختیار کرنی چاہئے دیکھا آپ نے کہ مذہب اسلام نے اپنے متبعین کو اتفاق واتحاد کی کیسی تعلیم دی ہے مگر افسوس کہ ہم لوگوں نے اس کو پس پشت ڈال دیا ہے اسی کا نتیجہ ہے کہ آج مسلمانوں کا شیرازہ بکھرا ہوا نظر آتا ہے اور ان کی ذہنی طاقتیں زائل ہوگئیں اور ان کا اعزاز واکرام غیروں کے نزدیک باقی نہ رہا اور نہ حکومت تک انکی رسائی ہے اور نہ کسی عہدوں پر ان کی اکثریت اور نہ کونسل واسمبلی وغیرہ میں انکی نشستیں حسب خواہ نظر آتی ہیں ؎

نہ اہل حکومت کے ہمراز ہیں ہم ٭ نہ درباریوں میں سرافراز ہیں ہم

اگر مسلمانوں کی اقتصادی حالتوں کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ مسلمان کسقدر غیر اقوام سے اقتصادیات میں پیچھے ہیں کیوں نہ ہو تجارت کو انہوں نے معیوب سمجھ رکھا ہے نوکری میں ان کا قدم پیچھے، کوشش کرنی یہ نہیں جانتے۔ سیم وزر ان کے پاس نہیں غرض کہ پسج کے غار میں گرتے ہی جارہے ہیں بقول حالی ؎

اگر سانس دن رات کے سب گنیں ہم ٭ تو نکلیں گے انفاس ایسے بہت کم

کہ ہو جس میں کل کے لئے کچھ فراہم ٭ یونہی گذرے جاتے ہیں دن رات پیہم

مگر بخلاف ان کے دوسری قوموں کو دیکھیں کہ کسطرح اقبال وترقی مال ودولت جاہ وحشمت میں مسلمانوں سے آگے آگے نظر آتی ہیں ؎

یہاں اور ہیں جتنی قومیں گرامی ✤ خود اقبال ہے آج ان کا سلامی

تجارت میں ممتاز دولت میں نامی ✤ زمانہ کے ساتھی ترقی کے حامی

آج جسقدر دکانیں ہندوستان میں نظر آتی ہیں اگر شمار کی جائیں تو پانچ فی صدی سے زیادہ مسلمانوں کی دکانیں نہ ہوں گی غرضکہ ہر پیشہ میں عام ازیں کے تجارت ہو یا کاشتکاری نوکری ہو یا بیوپار سب میں مسلمان ہی گرے ہوئے نظر آتے ہیں سہ۔ رکھتے ہیں کچھ منزلت نوکری میں ✤ نہ حصہ ہمارا ہے سوداگری میں ✤ ۔ تعلیم و تعلم میں جس زینہ پر مسلمانوں کا قدم ہے اسکو کسی گذشتہ پرچہ میں سپرد قلم کر چکا ہوں جس سے ناظرین کرام واقف ہوں گے مسلمانو ابھی اٹھو اور اپنی حالت زار کو بہتر بنانے کی کوشش کرو ہم انسان ہو کر اپنی ترقی وارتقا کی طرف توجہ نہیں کرتے حالانکہ چرند و پرند درندے وغیرہ بھی اپنی حالتوں کو بہتر بنانے میں کوشاں ہیں سہ چکوا اور شہباز سب اوج پر ہیں ✤ مگر ایک ہم ہیں کہ بے بال و پر ہیں ۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم لوگوں کی حالت بہتر سے بہتر بناوے آمین ۔

اتفاق واتحاد

(از مولوی محمد صابر صاحب چاندپاری متعلم جماعت ثانیہ رحمانیہ)

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا۔ ترجمہ مضبوط پکڑو سب ملکر اللہ کی رسی کو اور جھگڑا مت کرو اور یاد کرو اللہ کی نعمت کو جو تم پر ہوئی جب کہ تم دشمن تھے ایک دوسرے کے پس محبت ڈالدی تمہارے دلوں کے درمیان پس ہو گئے تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی) سب طرح کی حمد و ثنا اس قدوس برتر کے لئے ہے جو کہ تمام کائنات عالم کا مالک وخالق ہے اور دنیوی واخروی تمام نعمتوں کا سرچشمہ ہے۔ اور ہزار ہزار درود اس پاک اور مقدس ہستی پر جن کا نام نامی محمد صلعم ہے جن کی بابرکت تعلیم سے دنیا کا ذرہ ذرہ گوشہ گوشہ جگمگا اٹھا۔ کفر وضلالت کی گھنگھور گھٹائیں کافور ہو گئیں فسق وفجور کا گرم بازار سرد ہو گیا لاکھوں اور ہزاروں دل آپ کے نور سے معمور ہو گئے۔ اس پاک و محترم رسول نے اپنی پاکیزہ اور با اخلاق زندگی کا ایسا بے نظیر نمونہ اقوام عالم کے سامنے پیش کیا کہ ساری دنیا کی کایا پلٹ دی جاہلوں کو عالم اور ظالموں کو رحمدل بنا دیا اسی داعیٔ اعظم کی صدائے حق سے کائنات عالم کا گوشہ گوشہ گونج اٹھا اور سب کے دل اللہ کی محبت اور نور ایمان سے منور ہو گئے۔ آیت مذکورہ میں اگر ہم اپنے ذہنی تفکر وتدبر سے کام لیں تو روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائیگا کہ اتفاق واتحاد ہمارے لئے کس حد تک ضروری ہے اور ہم کو اس پر کہاں تک قائم رہنا چاہئے بلکہ خدائے قدوس نے اتفاق واتحاد کو ایسی عظیم الشان نعمت قرار دی ہے کہ جس کے حصول پر مسلمانوں کی دینی ودنیاوی ترقی وعظمت منحصر ہے لیکن افسوس کا مقام ہے کہ جس قوم کو خدائے واحد نے مل جل کر رہنے کی تاکید کی اور آپس میں ایک دوسرے سے

محبت رکھنے کا حکم دیا وہی قوم اس کائنات عالم میں نفاق کے غلیظ دلدل میں پھنسی ہوئی ہے، بے عزتی اور بے حرمتی کے سیاہ بادل اس پر چھائے ہوئے ہیں جیسا کہ تاریخ کے مطالعہ کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ہم کو گھنگھور گھٹاؤں سے نکال کر ایمان کی روشنی عطا کی اور ہمارے دلوں کو باہمی الفت ومحبت کے نور سے معمور کر دیا اور پھر اسکو اپنی عظیم الشان نعمت سے تشبیہ دی لیکن افسوس کہ ہم نے خود بخود اس نعمت عظیمہ کو اپنے پیروں سے ٹھکرا دیا اور اللہ کی مضبوط رسی کو چھوڑ دیا ان ہے بہا ہدایت سے اپنے منہ کو موڑ لیا اس کی حقیقت وحق رسائی کو نہیں سمجھا اس کے خلاف نفاق کو اختیار کر لیا ایک دوسرے کے دشمن بن گئے چنانچہ اس کی مثال آپ کے پیش نظر ہے آج دنیا کے گوشے گوشے خطے خطے میں اس مہلک مرض کی وبا بڑے زور شور سے پھیلی ہوئی ہے کہ ایک دوسرے کو قتل کر دیا جاتا ہے ایک دوسرے کا خرمن حیات جلا دیا جاتا ہے مقدسہ بازیاں ہوتی ہیں ڈاکہ زنی ہوتی ہے ایک شخص دوسرے شخص کے نقصان کے درپے بنا رہتا ہے الغرض اس نعمت الٰہیہ کے مدمقابل ہمارا ہر کام ہر طریقہ خلاف معمول ہے یہی وجہ ہے کہ آج ہم جماعت مسلمانوں کو ہزاروں مصیبتوں اور تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ ہر جگہ ذلیل وخوار سمجھے جاتے ہیں تمام دینی ودنیاوی امور میں ہم کو شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے ہر ملت ومذہب ہم کو حقارت کی نظروں سے دیکھتا ہے پھر یہی وجہ ہے کہ غیر اقوام کے دلوں سے ہمارا رعب جاتا رہا اور کسی قوم کی نگاہ میں ہماری عزت باقی نہیں رہی اور نہ کوئی آج دنیا میں ہمارا نام لینے والا رہا اگر آپ زمانہ رسالت کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو صاف اور صریحی طور پر ظاہر ہو جائیگا کہ ہمارے آقائے نامدار محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہر تقریر ہر وعظ ونصیحت میں مسلمانوں کو اتفاق واتحاد قائم رکھنے کا کتنا زور دیا بلکہ خود کرکے دکھلایا اور فرمایا کہ اے مسلمانو آپس میں اتفاق واتحاد کی زندگی بسر کرو ایک دوسرے سے محبت رکھو آپس میں فساد نہ برپا کرو ورنہ تمہارا نشان مٹ جائیگا تمہاری عزت کا خاتمہ ہو جائیگا۔ اور خداوند قدوس کی رضامندی وخوشنودی تک نہیں پہنچ سکتے یہ اللہ کے اس ارشاد کی تشریح ہے جس میں فرمایا گیا لا تفرقوا فتذھب ریحکم۔ اس کے بعد آپ حضرات کے سامنے چند حدیثیں پیش کرتا ہوں جس سے آپ پر اتفاق واتحاد کی حقیقت آفتاب کی طرح درخشاں ہو جائیگی (انشاء اللہ تعالیٰ) فرمان نبوی ہے (لا یومن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ) تم میں سے کوئی آدمی کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے بھائی مسلمان کیلئے ان چیزوں کو نہ پسند کرے جو چیز خود اپنے نفس کیلئے پسند کرتا ہے۔ یعنی ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے اسی طریقے سے محبت رکھے جسطرح خود اپنی ذات سے محبت رکھتا ہے دوسری جگہ وارد ہے (المومن للمومن کالبنیان یشد بعضہ بعضا) یعنی ہر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کیلئے مثل بنیاد کے ہے جسکا ایک حصہ دوسرے حصہ کو قوت دیتا ہے اسکی مثال اسطرح ہو سکتی ہے جسطرح دیوار کی ایک اینٹ دوسری اینٹ کو تھامے رہتی ہے اور تمام اینٹوں کی مجموعی طاقت سے دیوار مستحکم رہتی ہے تیسری جگہ فرماتے ہیں (لا یحل لمومن ان یھجر اخاہ فوق ثلاثۃ ایام) ترجمہ کسی مسلمان کیلئے یہ نہیں جائز ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ اپنے مسلمان بھائی سے ناراض رہے یا گفتگو ترک کر دے خواہ اس شخص سے کیسی ہی غلطی ہو پس معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو انتہائی محبت واخلاص کی زندگی بسر کرنا چاہئے اور ہر ایک مسلمان کے رنج وراحت غم وخوشی کو اپنا غم سمجھنا چاہئے۔ ناظرین اس مختصر مضمون سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مسلمانوں کیلئے اتفاق واتحاد کس حد تک ضروری ہے اور ان کو کہاں تک کوشش کرنی چاہئے خاکسار کی دعا ہے کہ اللہ رب العالمین ہم مسلمانوں کو نفاق کی ظلمت وتاریکی سے نکال کر روشنی عطا کرے اور اتفاق واتحاد کی توفیق دیکر بام عروج کے اعلیٰ زینہ پر پہونچا دے۔ آمین ثم آمین۔

شعار راستی

(از مولوی ضیاء الدین الہ آبادی متعلم جماعت اولی مدرسہ رحمانیہ خلف مولوی حکیم قمر الدین صاحب الہ آبادی)

راستی سیدھی سڑک ہے اسمیں کچھ کھٹکا نہیں ؎ آجتک رہرو کوئی اس راہ میں بھٹکا نہیں

اللہ رب العزت نے بحیثیت اپنے معبود و مسجود اور خالق و حاکم ہونے کے اپنے بندوں کی ہدایت کیلئے اپنے برگزیدہ بندوں کو بھیجا تاکہ وہ لوگ جو کہ منعم حقیقی کو فراموش کر چکے ہیں اسکے سامنے سر بسجود ہو جائیں اس خداوند لایزال نے اپنے انہیں برگزیدہ بندوں کے ذریعے اپنے عام بندوں تک احکام شرعیہ پہنچایا تاکہ وہ لوگ ان احکام پر عمل پیرا ہوں اور دوسروں کو اسپر عمل کرنیکی رغبت دلائیں قطع نظر اور احکام سے میں صرف راستی پر کچھ روشنی ڈالونگا آہ آج زمانہ موجودہ میں عوام الناس نے اس چیز کو ایک معمولی سی بات سمجھ رکھی ہے حالانکہ یہ ایک ایسی شے ہے جسکی جملہ خاصیات کے قلم بند کرنیکیلئے ایک دفتر کی ضرورت ہے باوجود اس اہمیت کے یہ ایسی آسان چیز ہے کہ اس پر عمل کرنا کوئی مشکل امر نہیں دین اسلام کے قبل جتنے بھی پیشوا آئے سبھوں نے اپنی قوم کو جھوٹ بولنے سے منع فرمایا اور سچ بولنے کی طرف رغبت دلائی کیونکہ انہوں نے سمجھا تھا کہ اس میں فلاح و بہبودی اور خدا کی خوشنودی مضمر ہے اسلام کے قبل عرب میں ہر طرح کے عیوب موجود تھے اور بڑے سے بڑے گناہ کو ایک معمولی گناہ کیا گناہ ہی نہیں سمجھتے تھے مگر پھر بھی جھوٹ بولنے کو ایک زبردست عیب خیال کیا کرتے تھے اور حقیقت بھی یہی ہے جو قت والیٔ روم نے ابو سفیان دشمن رسول اللہ سے داعی اسلام کو اللہ کے رسولؐ ہونیکے متعلق دریافت کیا تو اُسنے باوجود جانی دشمن ہونیکے سب کچھ کماحقہ بتلا دیا اسکی صرف یہی وجہ تھی کہ وہ سمجھتا تھا اگر میں جھوٹ بولوں گا تو سرداری سے خارج کر دیا جاؤنگا اور قوم میں ذلیل ہو جاؤنگا اسکے متعلق پیکر صدق و صفا کا فرمان ہے (حدیث) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیکم بالصدق فان الصدق یھدی الی البر وان البر تھدی الی الجنۃ وما یزال الرجل یصدق ویتحری الصدق حتی یکتب عند اللہ صدیقا۔ وایاکم والکذب فان الکذب یھدی الی الفجور وان الفجور یھدی الی النار وما یزال الرجل یکذب ویتحری الکذب حتی یکتب عند اللہ کذابا (بخاری و مسلم) اللہ رب العزت کے پیارے رسول ارشاد فرماتے ہیں کہ تم پر سچ بولنا واجب ہے آپ نے یہ دعوی پیش کر کے اپنے قول کو ختم نہیں کیا بلکہ اُسپر ایک زبردست دلیل پیش کر دی۔ سچ اسلئے بولو کہ وہ اچھے کام کا رہبر ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جب آدمی اچھے کام کریگا تو اللہ تعالی اس سے خوش ہوگا اور اللہ کی خوشنودی بہشت میں پہنچانیوالی چیز ہے پھر فرمایا کہ آدمی ہمیشہ سچ بولتا رہتا ہے اور سچ بولنے کی کوشش کرتا ہے تو اسکا نام خدائی رجسٹر میں صدیقوں میں لکھا جاتا ہے سچ کے مقابلے میں چونکہ جھوٹ ہے اسلئے آپ فرماتے ہیں کہ اے لوگو! جھوٹ کبھی نہ بولنا اسکے قریب نہ جانا کیونکہ جھوٹ تمام برائیوں کا پیش خیمہ ہے اور یہ ظاہر ہے خداوند قدوس برائیوں کو بری نظر سے دیکھتا ہے اور یہ برائیاں جہنم میں لیجانے کی باعث ہیں اور جو آدمی کہ ہمیشہ جھوٹ بولتا رہتا ہے اگر کبھی اسکی زبان سے سچ نکل ہی گئی تو وہ فوراً بات کا رُخ جھوٹ کی طرف بدل دیتا ہے جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اسکا نام خدائی رجسٹر میں جھوٹوں کی فہرست میں لکھا جاتا ہے اور دوسری

روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ جھوٹ بولنے والے کے منہ سے اسقدر بدبو نکلتی ہے کہ ملائکہ اسکی وجہ سے دور چلے جاتے ہیں جھوٹ کے اندر ریا بھی پایا جاتا ہے وہ ریا جسکو شرک کے مشابہ کہا گیا ہے شرک وہ ہے کہ جس کے مرتکب ہونیسے تمام اعمال حسنہ ضائع و برباد ہوجاتے ہیں۔ اسی راست گوئی کے متعلق داعی اسلام سردار دوجہاں ارشاد فرماتے ہیں۔ الصدق ینجی والکذب یھلک، ترجمہ سچائی نجات دیتی ہے اور جھوٹ ہلاک کردیتا ہے۔ لیکن آہ افسوس صد افسوس جملہ مسلمانوں خصوصًا مسلمانانِ ہند کی حالت پر کہ انہوں نے راست گوئی کو بالکل نظرانداز کردیا ہے اور جھوٹ کو اپنا طرۂ امتیاز سمجھ لیا ہے۔ پس ہم لوگوں کو چاہیئے کہ اللہ کے حبیب کے فرمان پر عمل کریں وہ فرمان کہ جس سے خدا راضی ہوتا ہے ؎

راستی موجب رضائے خدا ست ؎ کس ندیدم کہ گم شد از راہ راست

(بقیہ مناسبات)

عربی مدارس کیلئے مفید اعلان

دارالحدیث رحمانیہ اپنے طرز تعلیم کی خوبی اور طلبہ میں علمی لیاقت پیدا کرنے میں جس حد تک کامیاب ہے وہ محتاج بیان نہیں بفضل خدا ہر سال دارالحدیث سے متعدد طلبہ کامیاب ہوکر فارغ التحصیل ہوتے ہیں جو ملک و قوم کی صحیح طور پر درسی و تبلیغی خدمتیں انجام دے سکتے ہیں لیکن اہل ضرورت کو انکی کوئی اطلاع نہ ہونیکی وجہ سے مناسب اور حسب خواہ آدمی نہیں ملتا جس سے انکی علمی درسی تبلیغی اور دوسری ضرورتیں بخوبی پوری نہیں ہوتیں۔ اس دشواری کو دیکھتے ہوئے ہم جناب شیخ عطاءالرحمن صاحب مہتمم دارالحدیث رحمانیہ سے اجازت لیکر صرف جماعت کے فائدے کیلئے یہ اعلان کرتے ہیں کہ عربی مدارس، تبلیغی انجمنیں او دوسرے شعبہ ہائے اشاعت و تالیف یا وعظ و تقریر جہاں بھی کسی عالم کی ضرورت ہو وہ اپنی شرائط کے ساتھ مہتمم صاحب مدظلہ کو اطلاع دیں۔ انہیں جیسے عالم کی ضرورت ہوگی ویسے ہی حسب طبع رحمانی عالم ان کو مہیا کردیا جائیگا۔

اس سلسلہ میں رحمانیہ کے فارغ التحصیل علما بھی اپنی موجودہ حالتوں سے مہتمم صاحب کو اطلاع دیتے رہیں تاکہ اگر ضرورت ہو تو انہیں کوئی جگہ لگادی جائے۔ یہ حضرت مولانا محمد صاحب جوناگڈھی کی نہایت مبارک تجویز ہے جس سے ہمیں یقین ہے کہ اہل حاجات اور رحمانی طرفین کی بہت سی دقتیں مہتمم صاحب مدظلہ کے ذریعہ آسان ہوجائینگی ہم مولانا موصوف کا شکریہ اور جناب مہتمم صاحب کے لئے خیر کی دعا کرتے ہوئے تمام قدیم و جدید علمائے رحمانی اور ان حضرات سے جنہیں عالمانِ دین کی ضرورت پڑتی ہے سفارش کرینگے کہ اس اعلان کا برابر خیال رکھیں اور اس موقعہ سے حسب ضرورت فائدہ اٹھانیکی کوشش کریں:۔ مدیر

دفتری اطلاع۔ محرم میں جنکی خریداری ختم ہوئی تھی ان میں جن لوگوں نے آئندہ سال کیلئے ٹکٹ نہیں بھیجے ان کے نام رسالہ بند کردیا گیا ہے ماہ صفر میں جنکی خریداری ختم تھی انہیں باوجود اطلاع کے یہ پرچہ بھی بھیجا جارہا ہے اب آئندہ اگر وہ لوگ اپنے ٹکٹ بھیجیں گے تو رسالہ انکے نام جاری رہیگا ورنہ مجبورًا بند کردیا جائیگا۔ اسی طرح اس مہینہ (ربیع الاول جون) میں جنکی خریداری ختم ہوتی ہے وہ اپنے ٹکٹ بحساب ہم لی کر آئندہ کیلئے بھیجنے کی جلد کوشش کریں محرم صفر ربیع الاول میں ...سے لیکر ۳۲ تک کی میعاد ختم ہے خط و کتابت میں چٹ نمبر جو آپکے نام لفافے میں ہوتا ہے ضرور تحریر کریں ورنہ ٹکٹ ہرگز نہ بھیجیں۔ منیجر

جناب شیخ عطاءالرحمن صاحب پروپرائیٹر و پبلشر نے جید برقی پریس بلیماراں دہلی میں چھپوا کر دارالحدیث رحمانیہ دہلی سے شائع کیا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۰۴

۱۰ جولائی ۱۹۳۴ء

اللہ نزل احسن الحدیث کتابا

رسالہ

محدث دھلی



سرپرست

شیخ عطاء الرحمن صاحب مہتمم دار الحدیث رحمانیہ



نگران اصول

(مولانا) احمد اللہ صاحب

(شیخ الحدیث)

مدیر مسئول

عبد الحلیم ناظم

(مولوی فاضل)

دار الحدیث رحمانیہ دھلی سے شائع ہوا

فہرست مضامین

مقاصد

(۱) کتاب وسنت کی اشاعت۔

(۲) مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح۔

(۳) دار الحدیث رحمانیہ کے کوائف کی ترجمانی۔

ضوابط

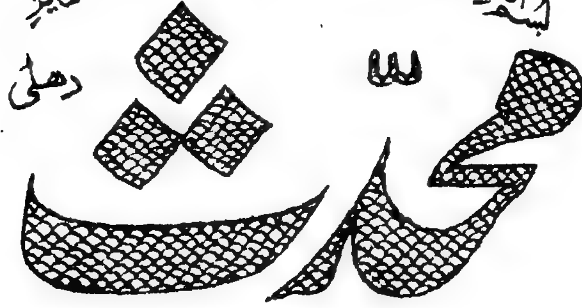
(۱) یہ رسالہ ہر انگریزی مہینہ کے ابتدائی ہفتہ میں شائع ہوا کریگا۔

(۲) یہ رسالہ ان لوگوں کو سال بھر مفت بھیجا جائیگا جو ہم ٹکٹ خرچ دفتر میں بھیجدینگے۔

(۳) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا ضروری ہے۔

خط وکتابت کا پتہ

منیجر رسالہ محدث دار الحدیث رحمانیہ۔ دہلی



جلد ۲ — ماہ جولائی ۱۹۳۴ء مطابق ماہ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ — نمبر ۳

مناسبات

آویزش نجد و یمن

حضرت الامام سلطان ابن سعود اور امام یحیٰی والئی یمن کے درمیان جو خطرناک جنگ چھڑی ہوئی تھی اسکے فیصلہ کن نتیجہ کا تمام عالم کو انتظار تھا۔ سلطان ابن سعود کی بڑھتی ہوئی فتوحات صاف بتارہی تھیں کہ چند دنوں میں وہ بلاد یمن پر قبضہ کامل کیا چاہتے ہیں۔ مگر یکایک خبر آئی کہ حدیدہ کی شاندار فتح کے بعد سلطان موصوف کی فوجوں نے پیش قدمی روک دی اور دونوں عربی فرماں رواؤں میں صلح کی گفت و شنید ہو رہی ہے اب سے پہلے کئی مرتبہ اثنائے جنگ میں صلح کی کوشش ہوئی لیکن محض امام یحیٰی کے ناعاقبت اندیش ولیعہد سیف الاسلام احمد کی حماقتوں سے ناکام رہی۔ اخبار "ام القری" نے اپنی مسلسل کئی اشاعتوں میں سعودی حکومت کی "کتاب اخضر" شائع کی ہے جس سے ہر دو عربی اماموں کی خط و کتابت اور گفتگوئے صلح کا تفصیلی حال معلوم ہوتا ہے۔ واقعات بتارہے ہیں کہ اب تک امام یحیٰی کے قول و فعل میں نمایاں فرق رہا ہے۔ لیکن اب قرائن و حالات سے پتہ چلتا ہے کہ دونوں شاہان عرب دل سے صلح کے آرزومند ہیں۔ چنانچہ شام کے مفتی اعظم امین حسینی، محمد علی علوبہ پاشا، امیر شکیب ارسلان جیسے متعدد اکابر صلح پیدا کرانے کیلئے حجاز پہنچ گئے ہیں۔ ولی عہد یمن کی آتش زیرپائی بھی بند ہوگئی ہے جس سے امید ہے کہ دونوں بادشاہوں میں بہترین صلح ہو کر عربوں کے خون کی روانی رک جائیگی۔ انشاء اللہ

جمعیۃ الخطابہ

آج کل جناب مہتمم صاحب کی طرف سے طلبۂ دار الحدیث کی اس انجمن میں بڑی دھوم سے ہر ہفتہ انعامی مقابلے و مناظرے ہو رہے ہیں۔ پچھلے دو ہفتوں میں ان عنوانات پر اسلامی

نجات کا صحیح معیار، اسلام اور حُسنِ معاشرت، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دینی و دنیوی اصلاح، محاسن اسلام اور "صحابہ کرام سے رسول اللہ کی محبت" پر ہر دو شعبوں میں متعدد جماعتوں کے طلبہ کے تقریری مقابلے ہو چکے ہیں جن میں اول آنیوالوں کو گھڑی، پنسل اور شیشہ کی متعدد خانوں والی خوشنما دواتیں انعام میں دی جا چکی ہیں۔ اسی طرح بشریت رسول الامامۃ فی القریش، تکفیر تارک الصلوٰۃ اور حیات مسیح وغیرہ اہم مسائل پر مناظرے ہوئے ہیں اور آئندہ بھی ہر ہفتہ مختلف تقریروں اور تحریروں کے ساتھ انعامی مقابلے ومناظرے بھی ہوتے رہینگے۔

الحزب المقبول

صحیح احادیث سے ثابت شدہ دعاؤں کا مشہور مجموعہ "الحزب المقبول" جناب شیخ عطاء الرحمن صاحب مہتمم دار الحدیث رحمانیہ کی طرف سے کئی ہزار کی تعداد میں چھپوایا گیا تھا جسکو بحمد اللہ تمام امیر وغریب مسلمانوں میں مقامی و بیرونی مفت تقسیم کیا گیا۔ بیرونی درخواستوں کا اس طرح تانتا بندھا کہ چند ماہ میں کتاب صاف ہوگئی ایک ایک حضرت نے متعدد نام لکھ لکھ کر دس دس اور بیس بیس نسخوں تک منگوائے اور ہم بلا پس و پیش تمام طالبان کی خدمت میں بھیجتے رہے۔ اب یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ الحزب المقبول بالکل ختم ہوگئی لہذا کوئی صاحب اس کیلئے ٹکٹ نہ بھیجیں۔ یہ اطمینان رکھیں کہ پھر مہتمم صاحب موصوف اپنے جذبۂ تبلیغ و جوشِ سخاوت سے کام لیکر ضرور کوئی دوسری اہم کتاب مفت تقسیم کرنے کیلئے چھپوائینگے۔ جس کا بعد میں اعلان کیا جائیگا۔ انشاء اللہ

چٹ نمبر

بفضل خدا اب محدث کے ناظرین سینکڑوں سے تجاوز کرکے ہزاروں تک پہنچ گئے ہیں۔ لہذا آپ جب تک اپنی ہر خط وکتابت میں چٹ نمبر کا حوالہ نہیں دینگے تعمیل ہونی دشوار ہے۔ بعض کرم فرما لکھتے ہیں میرا نمبر دفتر میں ہوگا تلاش کرلیں گے۔ ایسے حضرات سے گذارش ہے کہ اسی دفتر ہی میں آپ کا نام و پتہ دیکھنے کیلئے تو چٹ نمبر کی ضرورت ہوتی ہے بغیر اس کے کب تک گھنٹوں آپ کے نام کی تلاش میں دفتر کی ورق گردانی کیجا سکتی ہے جبکہ کارکنانِ محدث کیلئے رسالہ کے علاوہ دوسرے فرائض بھی ہیں۔ لہذا کیسے اتنا وقت ضائع کیا جا سکتا ہے؟ بعض احباب رسالہ کا رجسٹرڈ نمبر لکھکر بھیجدیتے ہیں۔ جو بالکل عبث و بے فائدہ ہوتا ہے۔ اسلئے تمام خریداران محدث ہمیشہ یاد رکھیں کہ تبدیل پتہ یا آئندہ کیلئے ارسال ٹکٹ وغیرہ تمام دفتری امور میں بغیر چٹ نمبر کے حوالہ کے جو پتہ کی چٹ پر آپ کے نام کی بغل میں ہوتا ہے دفتر آپکے احکام کی تعمیل میں قطعی مجبور ہوگا۔ آپ کو لازم ہے کہ چٹ نمبر محفوظ رکھکر ضرور لکھا کریں۔

انتباہ! جن لوگوں کی میعاد خریداری ربیع الاول (جولائی) و ربیع الثانی (اگست) میں ختم ہوتی ہے ان کے نمبر ۵۰۴ سے لیکر ۶۲۴ تک ہیں۔ ان میں جن حضرات نے اب تک آئندہ کے لئے اپنے ٹکٹ نہیں بھیجے ہیں وہ اگر آئندہ رسالہ مفت پڑھنا چاہتے ہوں تو جلد از جلد اپنے ٹکٹ دفتر میں بھیجدیں خراب اور رسید والے ریونیو ٹکٹ ہرگز نہ بھیجیں۔

عبد الحلیم ناظم۔ "مولوی فاضل" (ایڈیٹر محدث)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا

رسالہ "اصل الاصول"

(مترجمہ عبدالحلیم "ناظم صدیقی" مولوی فاضل مدیر محدث و مدرس رحمانیہ)

یہ رسالہ حضرت امام ابن تیمیہ کے ایک مفید رسالہ "معارج الوصول" کا عربی سے اردو میں ترجمہ ہے۔ خاکسار نے ترجمہ میں بلا کسی معمولی سے بھی تصرف کے شروع سے آخر تک اصل کو مدنظر رکھا ہے اگرچہ کتابی صورت میں ترجمہ کا یہ پہلا نقش ہے تاہم نقل مطابق اصل اور زبان سلیس و عام فہم لانیکی پوری کوشش کی گئی ہے۔ رسالہ مسلمانوں کیلئے دینی اور علمی حیثیت سے بیحد مفید ہے۔ آگے چلکر مضامین میں بھی کافی دلچسپی ہے اس کا ترجمہ ہنوز اردو میں نہیں ہوا تھا لہذا میں اردو دانوں کیلئے اس دو اتحاد میں اسے ضروری سمجھکر ترجمہ شائع کر رہا ہوں خدا اس کو مقبول و مفید بنائے۔ یہ رسالہ ہر ماہ محدث میں مسلسل شائع ہوگا۔ اس کے بعد اگر ممکن ہوا تو الگ کتابی صورت میں بھی کردیا جائیگا۔ (مدیر)

"حضرۃ العلامہ امام احمد بن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے قلعہ دمشق میں حسب ذیل رسالہ تحریر فرمایا:-

(فصل اول) "حضور اکرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کے تمام اصول و فروع، ظاہر و باطن، اور علم و عمل خود بیان فرما دیئے ہیں" یہ خیال بجائے خود اصول علم و ایمان میں سے ایک اصل ہے۔ اور جو شخص اس اصلی خیال پر مضبوطی سے جما رہے گا در اصل وہی علم و عمل کی رفاقت کا حقدار ہوگا۔ قرامطہ اور فلاسفہ کی طرح جن لوگوں نے یہ گمان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علوم الٰہی اور علم کلی کے حقائق نہیں جانتے تھے وہ اپنے علم و عمل میں حق سے قطعی دور ہیں۔ یہ گمان فلاسفہ کی اس جماعت کا ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ نبوت کا خاصہ صرف تخیل ہے اور نبوت دوسرے صفات حسنہ پر صرف عوام کے نزدیک افضل ہے اہل معرفت کے نزدیک افضل نہیں۔ اس قسم کے خیالات ابو نصر فارابی اور بشر بن فاتک وغیرہ کے ہیں۔ فرقہ اسماعیلیہ کے بعض فلاسفہ کا بھی یہی خیال ہے۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو اس بات کا تو اقرار کرتے ہیں کہ رسول حق کو جانتے تھے لیکن کہتے ہیں کہ انہوں نے اسے بیان نہیں کیا بلکہ اپنے خطاب میں عوام سے صرف تخییل کے ساتھ مخاطب ہوتے اپنے علم کے متعلق ان سے کوئی گفتگو نہیں کی۔ یہ خیال ابن سینا وغیرہ کا ہے۔ تیسرے وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ رسولؐ نے حق کو جانا اور اسے بیان بھی کیا۔ لیکن ان کے کلام سے اسکی معرفت ممکن نہیں۔ بلکہ کسی دوسرے طریقے سے اُسے پہچانا جاسکتا ہے۔ اب وہ طریقہ بعض گروہ کے نزدیک معقول۔ بعض کے نزدیک مکاشفہ۔ بعض کے نزدیک فلسفیانہ قیاس اور بعض کے نزدیک صوفیانہ تخیل ہے۔ الغرض ان کا گمان ہے کہ ان میں سے کسی طریق کے حصول کے

بعد رسولؐ کے کلام میں غور کیا جائیگا۔ جو کلام اس طریقے کے موافق ہوگا اسے قبول کیا جائیگا اور جو مخالف ہوگا یا تو چھوڑ دیا جائیگا یا اس میں تاویل کی جائیگی۔ یہ گمان اکثر اہل کلام جہمیہ اور معتزلہ کا ہے اور یہی گمان اکابر باطنیہ اور ان فلاسفہ کا بھی ہے جو رسولؐ کی تعظیم کرتے ہیں اور انہیں جہل و کذب سے پاک سمجھتے ہیں۔ لیکن پھر بھی گرداب تاویل میں پھنس جاتے ہیں۔ امام ابو حامد غزالی نے اپنی کتاب میں جہاں تاویل میں لوگوں کے طریقوں کا ذکر کیا ہے " اور لکھا ہے کہ فلاسفہ نے تاویل میں بہت زیادتی کی یہاں تک کہ انہوں نے تاویل کا میدان ایک دم وسیع کر دیا۔ وہاں امام غزالی نے حنابلہ کی تنگی اور فلاسفہ کی اس توسیع کے درمیان جو کچھ حق ہے اس کا بھی تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ حقائق کا عرفان سننے سے نہیں ہوتا بلکہ اس روشنی سے ہوتا ہے جو فیضان الٰہی سے دلوں میں پیدا ہو جاتی ہے پھر سماعت میں غور کیا جاتا ہے۔ اب جو اس عرفان کے موافق ہوتا ہے وہ مقبول ورنہ مردود ہوتا ہے۔ اس تذکرہ میں مؤولین فلاسفہ سے امام غزالی کا مقصود یہی اکابر فلاسفہ ہیں جو رسولؐ کی بڑی عظمت بیان کرتے ہیں اور انہیں کسی مصلحت کیوجہ سے جھوٹ بولنے سے بری سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ لوگ بھی آخر ایسے شبہیں پڑگئے جس سے بھاگتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے رسول پر یہ اتہام لگا دیا کہ رسولؐ نے ملتبس اور معمیٰ کلام بول کر لوگوں کو گمراہ کر دیا۔ بلکہ حق کو چھپا کر باطل کو ظاہر کر دیا" (نعوذ باللہ من ذالک)

ابن سینا اور اس جیسے دوسرے فلاسفہ نے جب یہ جان لیا کہ رسولؐ کا کلام ان فلسفیانہ تاویلات کا احتمال نہیں رکھتا بلکہ رسولؐ نے خطاب کا مفہوم مراد لیا ہے۔ تو ان لوگوں نے مسلک تخییل اختیار کر لیا اور کہا کہ رسولؐ نے جمہور کا خیال کرتے ہوئے ان سے یوں خطاب کیا ہے ورنہ رسولؐ جانتے تھے کہ دراصل حق اس طرح نہیں ہے اسی وجہ سے ان لوگوں کا گمان ہے کہ رسولوںؑ نے مصلحت کی وجہ سے جھوٹ کہا یہی خیال ابن رشد اور اکثر فرقہ باطنیہ کا ہے۔ الغرض ان فلاسفہ میں جن لوگوں نے رسول کو کذب سے بری سمجھا تو تلبیس اور گمراہی کی طرف انہیں منسوب کر دیا (نعوذ باللہ)۔ اور جنہوں نے اس امر کا اقرار کیا کہ رسولوں نے حقائق بیان کئے تو انہوں نے رسولؐ کی طرف مصلحت کی وجہ سے جھوٹ بولنے کی نسبت کر دی۔ یہ حال ہے ان فلاسفہ کی ذہنی بددینیوں کا جو خواہ مخواہ اصول شرع میں اپنے زعم فاسد کے مطابق دخل دیتے ہیں۔ لیکن جو لوگ علم و ایمان والے ہیں۔ ان کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رسولوں نے جو کچھ کہا وہ حق ہے۔ حق کے سوا انہوں نے کچھ نہیں کہا۔ اور انھوں نے حق کو یہ جانتے ہوئے بیان کیا کہ ہم مخلوقات میں حق کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ لہذا تمام کے تمام رسول سچے اور تصدیق شدہ ہیں۔ انھوں نے حقائق کو اچھی طرح جانا اور انھیں بیان کیا۔ پس جو شخص یہ کہے کہ انھوں نے مصلحت کی وجہ سے جھوٹ کہا تو وہ رسولوں کے جھٹلانیوالوں کا بھائی اور گویا منکر رسالت ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ رسول کی تکذیب اور انکار کرنے والوں نے صاف وصراحۃً انکی تردید و تکذیب کی اور ان لوگوں نے جب رسولوں کے اعمال خیر اور دنیا میں اجرائے عدل و انصاف کو دیکھا تو یہ کہنا ممکن نہ ہوا کہ رسولوں نے صرف فساد اور بلندی کی طلب میں جھوٹ کہا۔ بلکہ یوں کہدیا کہ انھوں نے مخلوقات کی مصلحت مدنظر رکھکر جھوٹ کہا (نعوذ باللہ) ابن تومرت اور اس جیسے دوسرے فلاسفہ کی

جانب سے اس قسم کی باتیں بیان کی گئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ نبی اور جادوگر کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ فرق صرف خوبیٔ مقصد کا ہے کیونکہ نبی کا مقصود خیر ہوتا ہے اور جادوگر کا شر۔ ورنہ دونوں کے افعال خوارق عادت ہیں۔ جو قوائے نفسانیہ کی وجہ سے مترتب ہوتے ہیں۔ اور اسی لئے ان فلاسفہ کے نزدیک دونوں کے دونوں جھوٹے ہیں۔ جادوگر تو فساد اور علو ظاہر کرنے کیلئے جھوٹ بولتا ہے اور نبی مصلحت کی وجہ سے جھوٹ کہتے ہیں۔ کیونکہ ان فلاسفہ کے زعم میں بغیر کسی قسم کا جھوٹ ملائے ہوئے مخلوق میں عدل قائم کرنا ممکن نہیں۔ اور جن فلاسفہ نے یہ جانا کہ نبوت اللہ کے اوپر جھوٹ باندھنے کے منافی ہے اور نبی سچا ہی ہوتا ہے۔ تو انھوں نے یہ کہا کہ رسولوں نے حق کو بیان ہی نہیں کیا۔ اگر یہ فلاسفہ یوں کہتے کہ رسول حق کو بیان کرنے سے خاموش رہے تو اس وقت ان کا الحاد کم ہوتا لیکن انہوں نے تو یہ کہا کہ رسولوں نے اس چیز کی خبر دی جو لوگوں کے لئے باطل ظاہر ہوا یعنی رسولوں نے ان کے لئے حق کو بیان ہی نہیں کیا۔ تو ان کے نزدیک رسولوں نے دو چیزیں جمع کر دیں۔ ایک تو اس حق کا اخفا جسے انھوں نے بیان نہیں کیا۔ دوسری چیز ایسے امر کو ظاہر کرنا جو باطل پر دلالت کرتا ہے۔ اگرچہ انہوں نے باطل کا قصد نہیں کیا۔ تو گویا ان لوگوں نے رسول کے کلام کو جنس متعارض قرار دیا کہ متکلم تو معنی صحیح مراد لیتا ہے لیکن سننے والا اس سے باطل سمجھتا ہے۔ پھر بھی اگر یہ لوگ صرف یہی کہتے کہ رسولوں نے تعریض کا قصد کیا تو بھی کم الحاد ہوتا۔ لیکن غضب تو یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں "رسولوں نے کذب کا قصد کیا" (نعوذ باللہ منہا) کیونکہ تعریض بھی کذب ہی کی ایک قسم ہے جبکہ متکلم کا مقصد سامع کو جھوٹی بات سمجھانا ہو۔ اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین جھوٹ کے سوا کبھی جھوٹ نہیں کہا۔ ہر ایک جھوٹ کسی فائدے کے ماتحت جنس متعارض سے تھا جس کے سچ اور جھوٹ دونو پہلو نکلتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنی بیوی حضرت سارہؑ کے متعلق فرمایا کہ یہ میری بہن ہے۔ اگرچہ بظاہر یہ جھوٹ تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسوقت سوائے سارہ اور ابراہیمؑ کے کوئی مومن نہ تھا اور مومنوں کا رشتہ باعتبار ایمان کے بھائی بہن کا ہوتا ہی ہے [۱]

فلاسفہ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ اور دوسرے تمام انبیاءؑ جنہوں نے غیب کے متعلق خبر دی وہ سب اسی جنس متعارض میں سے جھوٹ کی قسم ہے۔ لیکن جمہور متکلمین کا قول اس قسم کا نہیں ہے وہ کہتے ہیں کہ انبیاء نے بغیر تعریض کے بیان حقیقت ہی مراد لیا مگر باوجود اس کے جہمیہ وغیرہ کہتے ہیں کہ رسولوں کے خطاب میں حق کا بیان نہیں ہے بلکہ وہی چیز ہے جو باطل پر دلالت کرتی ہے (نعوذ باللہ من ذالک الخرافات)

جہمیہ، معتزلہ، اشعریہ اور ان کے ہم مشرب وہ متکلمین جنہوں نے صانع کے ثبوت میں اعراض کا طریقہ اختیار کیا ہے کہتے ہیں کہ صحابہ کرام نے کیا بلکہ رسولؐ نے بھی اصول دین بیان نہیں کئے۔ کیونکہ بخیال ان کے یہ تمام کے تمام ہمیشہ جہاد میں مشغول رہے۔ یا اور دوسرے وجوہ سے موقعہ نہ ملا۔ ہم اس خیال کی تردید میں دوسرے مواقع (دوسری تالیفات) میں مفصل بحث کر چکے ہیں اس لئے اس کی یہاں ضرورت نہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ جس دین حق کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب نازل کی اور اپنے رسول کو مبعوث فرمایا اسکے

[۱] دوسرا ۔۔۔۔ یہ تھا کہ اپنی قوم سے حضرت ابراہیمؑ نے کہا "انی سقیم" (میں بیمار ہوں) حالانکہ بیمار نہ تھے مگر قوم) گمراہ کا د دوم ہو

اصول دلائل و براہین ہیں اور وہ آیتیں ہیں جو انہیں اچھی طرح بتا رہی ہیں جن کو رسول نے نہایت خوبی سے بیان کر دیا اور لوگوں کی ان دلائل عقلیہ اور براہین یقینیہ کیطرف رہنمائی کی جن کی وجہ سے لوگ مطالب الٰہی، خدا کی ربوبیت، وحدانیت، صفات، اور اس کے رسول کی سچائی جانتے ہیں۔ ان کے ماسوا ان امور کو جن کی طرف دلائل عقلیہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ بلکہ جن جن چیزوں کا بیان دلائل عقلیہ سے ممکن ہوسکتا ہے خواہ ان کی طرف ضرورت ہو یا نہ ہو ان تمام کو بھی انہیں دلائل و براہین سے جانتے ہیں۔ کیونکہ بہت سی باتیں خبر صادق سے معلوم ہوسکتی ہیں باوجود اس کے ان پر رسول نے دلائل عقلیہ بیان کئے۔ پس رسول نے دراصل سمعی اور عقلی دونوں طریقوں کو جمع کر دیا ہم نے اکثر جگہ بیان کیا ہے کہ اصول دین پر کتاب وسنت کی دلالت صرف خبر سے نہیں ہے جیسا کہ اہل کلام، بعض محدثین، فقہاء اور صوفیہ وغیرہ میں سے مغالطہ میں پڑنے والی جماعت کا گمان ہے۔ بلکہ کتاب وسنت ایسی چیزیں ہیں جو آیات و براہین اور ان دلائل کیطرف جو اصل دین بیان کرنیوالے ہیں مخلوقات کیلئے ہدایت ورہنمائی کا کام دیتی ہیں۔

یہ مغالطہ میں پڑنے والے جنہوں نے ان دلائل عقلیہ و براہین یقینیہ سے جو قرآن میں پائے جاتے ہیں روگردانی کی جس وقت اصول دین میں تصانیف لکھنے بیٹھے تو ان میں مختلف گروہ ہوگئے۔ ایک گروہ وہ ہے جس نے غور فکر، دلیل، علم اور اس بات میں کہ نظر وفکر علم کو واجب کرتے ہیں اور اس امر میں کہ علم واجب ہے کلام کرنا سب سے مقدم اور ضروری سمجھا۔ اور جنس نظر، جنس دلیل، اور جنس علم میں ایسا کلام کیا کہ اس میں حق باطل کے ساتھ مخلوط ہوگیا۔ پھر جس وقت یہ لوگ دین کی اصل و دلیل بیان کرنے لگے تو اعراض کے حدوث سے اجسام کے حدوث پر استدلال کیا۔ حالانکہ شریعت میں یہ دلیل بالکل بدعت اور عقل کے نزدیک بھی باطل ہے۔

دوسرا گروہ وہ ہے جس نے اس کلام کو بدعت جانا اور سمجھ لیا کہ یہ کلام کتاب وسنت کی مخالفت کا مستلزم ہے اور اس سے یہ قول پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مخلوق ہے اور آخرت میں خدا کا دیدار نہیں ہوسکتا اور وہ عرش پر نہیں ہے وغیرہ وغیرہ جہمیہ کی بدعتیں اسی سے پیدا ہوتی ہیں۔ چنانچہ اس میں شک نہیں کہ ان استلزامات کو غلط سمجھکر اس دوسرے گروہ نے ایسی کتابیں تصنیف کیں جن میں ان امور کو سب سے پہلے بیان کیا جو کتاب وسنت یعنی قرآن و حدیث اور کلام سلف کو مضبوطی سے تھامنے کے وجوب پر دلالت کرتے ہیں۔ دراصل انھوں نے صحیح راستہ اختیار کیا اور صحیح باتیں ذکر کیں لیکن ان سے یہ غلطی ہوئی کہ صحیح آثار کو ضعیف کے ساتھ مخلوط کرکے ایسی چیز سے استدلال کیا جو مقصود پر دلالت نہیں کرتی نیز انہوں نے قرآن سے اس کی اخباری حیثیت سے استدلال کیا اسکی دلالت ورہنمائی کے اعتبار سے دلیل نہیں پکڑی چنانچہ انہوں نے قرآن میں جو کچھ ربوبیت، وحدانیت، نبوت اور آخرت کے ثبوت پر عقلی ویقینی دلائل ہیں ذکر نہیں کئے اور اسلئے انہوں نے اپنی کتابوں کے نام اصول سنت وشریعت وغیرہ رکھے اور یہ گمان کیا کہ رسولوں پر ایمان لانا ثابت اور درست ہوگیا لہٰذا اس پر دلائل بیان کرنیکی ضرورت نہیں۔ الغرض پہلے گروہ نے (جو متکلمین کہلاتے ہیں) انکی مذمت کی اور انکو جاہل قرار دیا کیونکہ انہوں نے وہ اصول نہیں ذکر کئے جو رسول کی صداقت پر دلالت کرنیوالے ہیں اور اس طرح اس دوسرے گروہ نے ان متکلمین کیطرف بدعت بلکہ کفر کی نسبت کی کیونکہ ان لوگوں نے ایسے اصول مقرر کئے جو رسول کے قول کے قطعی مخالف ہیں۔ (باقی آئندہ)

خیابان طلبہ

عالم برزخ پر ایک نظر

(از مولوی سید نظیر الحسن صاحب سہوانی متعلم جماعت سابعہ دار الحدیث رحمانیہ)

یہ زمانہ مسلمانوں کے لئے گوناگوں مصائب و آلام کا ہے کیونکہ اب سے پیشتر اسلام پر حملہ کرنیوالی غیر مسلم اقوام تھیں۔ مگر آج کل اصول اسلام پر اعتراض کرنیوالے خود مسلمان ہیں یعنی اپنے کو مسلمان کہتے ہیں۔ اگر نظر غائر سے دیکھا جائے تو ان کا اپنے کو مسلمان کہنا اسلام کی توہین کرنا ہے۔ وہ لوگ قرآن پاک کی اس آیت کے مصداق ہیں۔ جس میں فرمایا گیا يُؤْمِنُونَ بِبَعْضٍ وَيَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ ۔ جو آیت ان کی منشا کے مطابق ہوتی ہے اس پر آمنا و صدقنا کہتے ہیں۔ اور جو خلاف منشا ہوتی ہے۔ اس کا انکار کرتے ہیں میری مراد اس سے فرقہ اہل قرآن اور وہ خود ساختہ جدید محققین ہیں۔ جو اصول شرع کی دوسرے جز حدیث کا صراحۃً انکار کرتے ہیں۔ میں ان کے دوسرے مزعومات کو چھوڑ کر اشاعت ہذا میں صرف ان کے انکار عذاب و ثواب برزخ پر کچھ بحث کرنی چاہتا ہوں۔

برزخ انسان کے دنیا کو چھوڑنے سے قیامت کے آنے تک کے وقت کا نام برزخ ہے جس کے متعلق خود قرآن پاک اس طرح ارشاد فرماتا ہے۔ وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۔ اور ان کے پیچھے پردہ ہے اٹھائے جانے تک۔ جمیع اہل سنت والجماعت اس امر پر متفق ہیں کہ عذاب و ثواب برزخ حق ہیں۔ مگر یہ جدید فرقہ قائل ہے کہ "عذاب و ثواب برزخ کوئی چیز نہیں۔ برزخ مطلق عالم ممات کا نام ہے"۔ ان لوگوں کا برزخ کو مطلق عالم ممات کہنا کسی طرح درست نہیں۔ اگر مذکورہ بالا آیت کو ابتدا سے پڑھا جائے تو یہ سب حقیقت منکشف ہوجاتی ہے۔ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۔ یہانتک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آتی ہے تو کہتا ہے اے میرے رب مجھے پھر (دنیا میں) واپس کردے تاکہ جس (دنیا) کو میں چھوڑ کر آیا ہوں اس میں نیک کام کروں۔ ہرگز نہیں۔ یہ ایک وہ بات ہے جس کو وہ کہے جارہا ہے۔ اور اس کے آگے برزخ ہے قیامت کے دن تک اگر عالم برزخ مطلق عالم ممات کا نام ہوتا اور عذاب و ثواب مرتب نہ ہوتا تو مجرم کسی صورت میں دنیا میں پھر دوبارہ آنا پسند نہ کرتا مردہ کی دنیا میں واپسی کی التجا صاف دال ہے کہ برزخ مطلق عالم ممات کا نام نہیں ہے۔ اہل قرآن اپنی دلیل پیش کرتے ہوئے یہ بھی کہتے ہیں:۔ کہ قرآن کریم عالم برزخ میں نہ زندگی بتلاتا ہے نہ شعور۔ نہ احساس۔ نہ علم۔ نہ دیکھنا نہ سننا۔ نہ کسی قسم کا زمانہ۔ اسلئے قرآن کی رو سے عالم برزخ میں عذاب یا ثواب کا خیال بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اس کی دلیل میں جو آیتیں پیش کرتے ہیں۔ اگر ان پر غور کیا جائے تو ان کے مدعا کو کسی طرح بھی مستلزم نہیں۔ اور ان کے قول کی تردید کے لئے مذکورہ بالا آیت کافی ہے۔ نیز زمانہ کا احساس تو سونے والے کو بھی نہیں ہوتا جس کے

متعلق خود قرآن پاک اس طرح فرماتا ہے۔ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ اصحاب کہف جب خواب سے بیدار ہوئے تو ایک دوسرے سے سوال کیا کہ کتنی دیر تک سوتے رہے۔ کسی نے ایک دن کسی نے اس سے کم بتلایا۔ اس کے بعد ان کے سونے کی مدت کو خود خداوند قدوس اس طرح بتلاتا ہے۔ وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا وہ لوگ تین سو نو سال تک سوتے رہے۔ اسی طرح دوسری جگہ حضرت عزیر علیہ السلام کے واقعہ میں فرماتا ہے کہ جب وہ سو کر بیدار ہوئے ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ کتنی مدت تک سوتے رہے۔ انھوں نے کہا کہ ایک دن یا اس سے بھی کم۔ ارشاد خداوندی ہوا کہ تم سو سال تک سوتے رہے یہ آیتیں صراحتًہ بتلاتی ہیں کہ نائم کو زمانہ کا احساس نہیں ہوتا۔ اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ اگر وہ زمانہ کو محسوس نہ کرے تو زمانہ بھی مفقود ہو جائے مخالفین کا یہ کہنا کہ قیامت اور برزخ میں فصل زمانی نہیں بالکل لغو و باطل ہے۔ عذاب و ثواب کی مفقودیت اس وقت ہوتی جبکہ روح کو فنا ہوتی مگر چونکہ روح کو فنا نہیں بلکہ فانی تو جسم ہے اسلئے مرنیکے بعد عذاب و ثواب کے مرتب ہونے میں کوئی استحالہ لازم نہیں آتا قرآن پاک اس کے متعلق ارشاد فرماتا ہے۔ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۞ خدا وفات دیتا ہے روحوں کو ان کی موت کے وقت اور جن کو موت نہیں آئی (ان کو وفات دیتا ہے) ان کے سونے کی حالت میں۔ تو روک لیتا ہے ان کو جن پر موت کا فیصلہ کر چکا اور دوسرے کو مقررہ میعاد تک چھوڑ دیتا ہے۔ آیتہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کا روح کو اپنے پاس روکنے کا نام موت ہے نہ روح کے فنا کا نام۔ کسی شخص کا اس مقام پر اَنْفُسَ کے معنی اشخاص کے لینا کسی صورت میں درست و صحیح نہیں ہو سکتے کیونکہ نیند اور موت کی حالت میں خدا تعالیٰ اشخاص کو اپنے پاس نہیں روکتا اور چھوڑتا ہے بلکہ روحوں کو روک لیتا ہے اور روحوں کو چھوڑ دیتا ہے۔ کوئی شخص مرتا ہے تو اس کا جسم تو دنیا ہی میں رہ جاتا ہے صرف اس کی روح چلی جاتی ہے۔ فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ ۞ وَأَنتُمْ حِينَئِذٍ تَنظُرُونَ ۞ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنكُمْ وَلَٰكِن لَّا تُبْصِرُونَ ۞ فَلَوْلَا إِن كُنتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ ۞ تَرْجِعُونَهَا إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۞ پس کیوں نہیں جس وقت کہ پہنچتی ہے جان حلق کو اور تم اس وقت دیکھتے ہوتے ہو اور ہم بہت نزدیک ہیں اس کی طرف سے ولیکن تم نہیں دیکھتے۔ پس کیوں نہیں اگر تم غیر مقہور ہو روح کو واپس لے آتے اگر تم سچے ہو۔ اس سے یہی معلوم ہوا کہ موت روح کے جسم سے منتقل ہونے کا نام ہے نہ فنا کا۔ اگر مخالفین تعصب کی پٹی کو آنکھوں سے دور کر کے قرآن پاک میں تدبر کرتے تو یہ خرافات نہ بکتے۔ قرآن پاک نے ثواب برزخ کو قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ کہکر ثابت کر دیا اس مقدس آیت میں اول تو کسی قرآنیہ کو لب کشائی و توجیہ کی ضرورت نہیں اگر کچھ کہیں گے تو یہی کہ یہ شہید کا واقعہ ہے اور اس کے ثواب کو ہم بھی مانتے ہیں۔ ہم اس پر ان سے دلیل طلب کرینگے۔ وہ حدیث کا حوالہ دینگے۔ اس صورت میں ہمارا مقصد ثابت ہو گا۔ کیونکہ جس طرح وہ اس حدیث کو مانیں گے اسی طرح ان کو وہ احادیث بھی ماننی ہونگی جو عذاب و ثواب قبر کے متعلق بوضاحت مروی ہیں۔ دوسرے اگر اہل قرآن شہید کا واقعہ کہکر اپنا پیچھا چھڑانا چاہیں تو ان کی سرکوبی کیلئے ہمارے پاس اور آیتیں بھی ہیں جہاں شہید کا مطلق ذکر ہی نہیں اور نہ کوئی شخص کسی صورت میں وہاں شہید مراد لے سکتا ہے

حضرت نوح و لوط علیہما السلام کی کافرہ بیویوں کے متعلق ارشاد ہوتا ہے قِيلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِينَ ہ جو الفاظ پہلی آیت میں ہیں وہی اس آیت میں ہیں پس معلوم ہوا کہ آیت کے اطلاق سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ شہید کے ساتھ برزخ کا تعلق ہی نہیں وہ مرنے کے بعد فوراً ہی خدا تک پہونچکر ثواب حاصل کرتے ہیں۔ کیونکہ مرنے کے بعد ہی عذاب کا تذکرہ بھی موجود ہے جیسا کہ ان دونوں عورتوں کو جہنم میں داخل ہونے کا حکم ہوا۔ لہذا ظاہر ہے کہ یہ ثواب و عذاب عالم برزخ سے متعلق ہیں۔ نیز فرمایا۔ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ ہ اور کاش تو دیکھے جب ظالم موت کی بیہوشیوں میں ہوں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوں کہ نکالو اپنی جانیں۔ آج تم کو ذلت کے عذاب کی سزا دی جائیگی۔ وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ہ اور کاش تو دیکھے جب فرشتے کافروں کو وفات دیتے ہیں ان کے چہروں اور پیٹھوں پر مارتے ہیں اور (کہتے ہیں) چکھو دوزخ کا عذاب۔ مذکورہ بالا آیتوں سے عذاب برزخ کا ثبوت ہوگیا۔ مخالفین کا دعویٰ یہ تھا کہ عذاب و ثواب برزخ کا ثبوت قرآن شریف سے نہیں سوائے شہید کے کیونکہ وہ زندہ ہیں۔ اب ان کو چاہئے کہ دل سے مذکورہ بالا آیتوں کے معنی و مطلب پر غور کریں اور اپنے پچھلے گناہوں اور بے ادبیوں کی خدائے رحیم سے معافی چاہیں ورنہ وہ سمجھ لیں کہ ان کا مسلمان ہونا بھی صحیح طور سے ثابت نہیں کیونکہ اس صورت میں ان کا ایمان کتاب اللہ کی ان آیتوں پر نہ ہوگا جن میں فرمایا گیا ہے کہ ہمارا نبی اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں کہتا بلکہ وہ جو کچھ بھی کہتے ہیں سب وحی خداوندی ہوتی ہے۔ خدا اور اس کے رسول کی اتباع کرو۔ حدیث کو نہ ماننے کی صورت میں عدم اتباع رسول لازم آئیگی جو شان مسلم سے بعید ہے اور خدا کے رسول میں تمہارے لئے اچھی اقتدا ہے۔ اور وہ اقتدا حدیث کو مانے بغیر نہیں حاصل ہو سکتی۔ چنانچہ اگر حدیث کو اعتقادی نظر سے دیکھا جائے تو برزخ کی ایسی تفصیلات وہاں موجود ہیں کہ کسی شبہ کی گنجائش نہیں لیکن اس کے باوجود خود قرآن سے ثابت ہوگیا کہ اہل قرآن کا یہ دعویٰ کرنا کہ برزخ کے عذاب و ثواب کا ثبوت قرآن سے نہیں سراسر بیہودہ گوئی ہے قرآن نے بغیر کسی خفا کے عذاب و ثواب برزخ کا اثبات کیا ہے جس کی تفصیل کماحقہ احادیث میں موجود ہے۔ ہر شخص جو خدا اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے واجب ہے کہ عذاب و ثواب قبر پر بھی ایمان رکھے۔ وما توفیقی الا باللہ

قطعہ

(از مولوی محمد ایوب ناظم الہ آبادی متعلم دار الحدیث رحمانیہ)

خدارا اللہ ذرا اپنا تنزل دیکھ اے مسلم!
زمانہ ہنس رہا ہے دیکھکر اب تیری ذلت کو

مسلماں ہوکے یوں مدہوشیٔ غفلت نہیں زیبا
سنبھل اور پھر عیاں کر دے گذشتہ شان و شوکت کو

یقیناً پھر پہنچ سکتا ہے تو بام ترقی پر
مگر پہلے ذرا دکھلا جہاں میں سعی و محنت کو

ہزیمت ہو نہیں سکتی کبھی میدان رفعت میں
اگر مد نظر رکھے تو پیغمبر کی سیرت کو

ہمارے سول سے اب ہردم نکلتی ہے دعا ناظم
الٰہی متحد کر دے مسلمانوں کی قوت کو

اسلام میں شعبہ تبلیغ اور اسکی اہمیت

ازمولوی عبداللطیف صاحب حصاری متعلم دارالحدیث رحمانیہ

اسلام اپنی ظاہری و باطنی حسن وخوبی کے لحاظ سے جمیع ادیان عالم سے ممتاز اور برترین ہے یہی وہ فطری مذہب ہے جسکی نشر واشاعت بذریعہ تبلیغ ہی ہوئی کیونکہ تاریخ اسلام اس پر شاہد ہے کہ اہل اسلام کی دہ سالہ مکی زندگی مفلسی عدم تشدد اور نہتہ پن کی زندگی تھی لیکن اسی مکی زندگی میں ایک جماعت صداقت اسلام کو دیکھکر مشرف باسلام ہو چکی تھی اور ہر وقت جان ودل سے اسلام پر قربان ہونے کے لئے آمادہ وتیار رہتی تھی جب کفار مکہ نے آنحضورکو انتہائی رنج والم پہنچایا اور فدایان ملت اسلام پر گوناگوں عذاب وتعدی کے باوجود توحید کے متوالوں کو راسخ القدم اور پختہ پایا تو اعدائے اسلام حیران رہ گئے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ جماعت کس چیز سے صداقت اسلام کی قائل ہوئی۔ کیا تاجدار مدینہ کے پاس تیر وتلوار یا توپ وتفنگ تھا نہیں بلکہ صداقت اسلام اور تبلیغ نے ہی ان کو حلقہ بگوش اسلام بنایا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں تبلیغ کو کافی اہمیت اور مبلغین کو اچھا مرتبہ حاصل ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ولتکن منکم امتہ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر۔ اہل اسلام کو مخاطب کرکے فرمایا کہ تم میں سے ایک جماعت ایسی ہو جو رات دن مخلوق خدا کو جہل وگمراہی سے نکالکر فلاح وبہبود کی طرف رہنمائی کرے اور اخلاق حسنہ کو بتاکر برائی وبے حیائی سے لوگوں کو باز رکھے۔ آیت شریفہ سے اتنا ضرور ثابت ہوا کہ ایک جماعت کی ڈیوٹی تبلیغ اسلام ہو اور اس کے علاوہ اس کا دوسرا مشغلہ نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ خدائے برتر کا ایک خاص جماعت کو منتخب فرمانا تبلیغ کی اہمیتہ سے خالی نہیں۔ آنحضورؐ کا ارشاد ہے افضل الجھاد کلمۃ حق عند سلطان جائر۔ حدیث مذکور کتب صحاح کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ تمام جہادوں سے بہتر جہاد یہ ہے کہ ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کا اعلان کیا جائے۔ یعنی جب کوئی ظالم بادشاہ اپنی فرعونیت اور طاغوتی زعم میں آکر اسلام اور قرآن کی تحقیر وتذلیل کررہا ہو۔ برسرعام حدود شرعیہ کا استحقار کرتا ہو۔ حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنے پر کمربستہ ہو اس وقت اس کے سامنے حق کے کہنے سے بڑھکر کوئی جہاد افضل نہیں۔ تو وہ یہی تبلیغ ہے لہذا تبلیغ اجر وثواب میں ہر کام سے بہتر ہے۔ چونکہ فطرتی مذہب کی اشاعت تبلیغ پر موقوف تھی۔ اسی واسطے اس فعل کو تمام کار خیرات سے بہتر فرمایا۔ مزید توضیح کے واسطے میں آپ کی خدمت میں تین آدمیوں کا ذکر کرتا ہوں جو اپنے نفسوں کو راہ خدا میں وقف کر رکھتے ہوں ان میں افضل اور سزاوار برتری وہ شخص ہے جس نے اپنے نفس کو تبلیغ اسلام کے لئے وقف کر رکھا ہو۔ مذکورہ بالا اشخاص میں سے ایک وہ عابد شب زندہ دار ہے جو دنیا سے کنارہ کش ہوکر گوشہ عزلت میں جاگزیں ہو اور اس کو سوائے ذکر خدا کے دیگر کام سے غرض نہ ہو۔ دوسرا وہ عالم کہ جس نے اپنی خدمات کو کتاب وسنت کے

درس وتدریس کے واسطے وقف کر رکھا ہو۔ اور محدود جماعتِ طلبا کو تعلیم دینی سے بہرہ ور کر رہا ہو۔ تیسرا وہ عالم ہے جو کہ ہر جگہ امیر و غریب ظالم و عادل جاہل و نادان کو جا کر تبلیغ اسلام کرے اور ان کو توحید خدا سے جو مقصود اصلی و فطرت انسانی ہے آشنا کرائے۔ مذکورہ اشخاص میں سے یہ مبلغ سب سے افضل اور برتر ہے کیونکہ اس کا کام اہم ترین ہے بدیں وجہ یہ ان سے فوقیت رکھتا ہے اگر آپ غور سے کام لیں گے تو آپکی عقل بھی اس کو اسی خطاب اور تمغہ کا سزاوار قرار دیگی۔ کیونکہ عابد کا مقصود عبادت سے اپنے نفس کو شر شیطانی سے محفوظ رکھنا ہے جس کا فائدہ محض اس کے نفس کے واسطے محدود ہے۔ دوسرے عالم کا فائدہ گو درس وتدریس سے غیر کو استفادہ مقصود ہے لیکن وہ بھی ایک چھوٹی سی جماعت تک محصور ہے لیکن تیسرا مبلغ جو کہ ہزارہا بندگان خدا کو توحید و سنت سے آشنا کراتا ہے اور بیشمار نفوس بشریہ کو جو صراط مستقیم سے بھولے بھٹکے ہوں قعر ضلالت سے نکالکر مشعل ہدایت سے مستفید کرتا ہے جسکا فائدہ ایک کثیر التعداد جماعت سے ہے اور خصوصاً ایسے وقت کہ جب اسلام کو مٹایا جارہا ہو اور قرآنی تعلیم مسخ ہو رہی ہو اور عابد اپنی گوشہ نشینی میں مصروف ہو اور صاحب تعلیم سلسلہ درس تدریس میں اور کوئی اعلاء کلمۃ اللہ کی جرأت نہ کرتا ہو مگر یہ مبلغ اسی وقت کھڑا ہوتا ہے اور اپنی سعی کو حمایت قرآن و اسلام میں مرکوز کرتا ہے اور اپنی بے لوث تبلیغ کی صدائے حق کو ہر شہر و بستی تک پہنچاتا اور ہر قسم کی صعوبتوں کو برداشت کرنے کیلئے بسر و چشم تیار رہتا ہے چونکہ اس کا کام نہایت دشوار اور اہم ہے اس واسطے یہ درجہ و ثواب میں بھی دوسروں سے برتر ہوگا کیونکہ الاجر بقدر النصب۔ اجر بقدر تکلیف ہوتا ہے۔

چونکہ تبلیغ ایک اہم امر تھی اور اس کا درجہ دیگر امور سے بالاتر تھا۔ اسی واسطے آنحضورؐ کا ارشاد ہے کہ عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی میری بزرگی جاہل پر دوسرے مقام میں ارشاد فرمایا کہ شیطان ہزار عابد سے اتنا خائف نہیں کہ جتنا ایک عالم سے ہوتا ہے۔ کیونکہ عالم خود بھی ضرر شیطان سے بچیگا اور دوسری مخلوق خدا کو بھی بذریعہ تبلیغ راہ راست پر لائے گا بخلاف عابد کے جو صرف اپنے نفس کے واسطے معتبر ہے نہ کہ دوسروں کے واسطے میں تو کہوں گا کہ تبلیغ صرف طبقہ علمائے کیلئے مخصوص نہیں بلکہ ہر عام و خاص مسلمان پر بقدر معلومات دینیہ غیر کو نیکی کا حکم اور برائی سے روکنا فرض ہے حدیث ملاحظہ ہو۔ من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ وان لم یستطع فبلسانہ وان لم یستطع فبقلبہ وذالک اضعف الایمان ط فرمایا کہ ہر مسلمان کا فرض منصبی ہے کہ جب برائی یا گناہ ہوتا دیکھے تو اس کے انسداد کی کوشش کرے ہاتھ سے اگر یہ مقدور سے باہر ہو تو زبان سے اسکو روکے اور اگر اس سے بھی قاصر ہو اور نہایت بزدل ہو تو کم از کم برا کام کرنیوالے کو دل سے ہی برا جانے لیکن اس تیسرے کو آنحضورؐ نے ضعیف الایمان فرمایا۔ کیونکہ یہ کسی قسم کی تبلیغ میں حصہ نہیں لیتا شارع علیہ السلام نے اسی لئے بتادیا کہ تبلیغ اسلام کا جزو لاینفک ہے لہذا ہر مدعی اسلام کو تبلیغ کرنا لازم ہے۔

مقام غور ہے کہ آج ہم کس قسم کی تبلیغ اسلام کر رہے ہیں؟ افسوس مسلمان بجائے تبلیغ کے تخریب قوم پر کمربستہ ہیں۔ خدا ان کی حالت زار پر رحم فرمائے۔ آنحضورؐ نے حجۃ الوداع میں خطبہ دیا جو اول سے آخر تک پند و نصائح سے پُر تھا۔ بعد ازاں حاضرین کو حضورؐ نے مخاطب فرمایا کہ تم میں سے جو موجود ہے اس نے احکام خداوندی اور ارشادات نبوی کو

سُنا۔ لیکن وہ بدقسمت انسان جو بوجہ امور دنیاوی یہاں پر حاضر نہیں تمہارا فرض ہے کہ یہ احکام اس کے گوش گذار کردو۔ فیبلغ الشاھد الغائب ۔ حاضر غائب کو جاکر ضرور تبلیغ کرے آپ اپنے گریبان میں نظر ڈالیں۔ کیا آپ نے کبھی وعظ سنکر جو موجود نہ تھا اس تک اس کو پہنچایا۔ یا کم از کم اپنی محرمات پردہ نشین کو جو بوجہ امور خانہ داری شریک نہ تھیں احکام بتلائے یقیناً جواب نفی میں ہوگا۔

تبلیغ کی اہمیت اور فضائل میں بیشمار دلائل ہیں۔ زندگی باقی رہی تو مفصل روشنی آئندہ ڈالوں گا۔ انشاء اللہ۔

سردست علمائے خصوصاً اور دیگر اہل اسلام سے عموماً استدعا ہے کہ ہر شخص کار تبلیغ میں بقدر فرصت حصہ لے اور مسلمانوں کی حالت زار اور تنزل و تسفل کو دور کرنیکی کوشش کرے جسکا واحد ذریعہ تبلیغ ہے اور اسی مصرعہ کو دل سے نکالدے مرع

تجھکو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

قوم عاد کی ہلاکت کا عبرت خیز منظر

(از مولوی عبدالجلیل صاحب بستوی متعلم دارالحدیث رحمانیہ)

یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ قرآن مجید نے امم سابقہ کے قصص۔ انکی معاشرتی زندگی اور ان کے تمدن کا تذکرہ بیشمار مقامات پر اجمالاً اور تفصیلاً بیان فرمایا۔ استقراء اور تتبع سے بیشمار پر عبرت واقعات نظر آتے ہیں جن میں آج ہم قارئین محدث کے سامنے ایک نہایت عظیم الجبروت اور صاحب سطوت قوم کی ہلاکت کا نقشہ پیش کرینگے جسکو لفظ عاد سے تعبیر کیا جاتا ہے چونکہ مورخین نے عاد کو عوص بن ارم بن سام کا بیٹا بتلایا ہے اس لئے اس کے ظہور پذیر ہونے کا تاریخی زمانہ قریباً ۲۰۰۰ سنہ قبل از مسیح علیہ السلام ثابت ہوتا ہے۔ قرآن کریم نے اکثر مقامات پر اس قوم کا تذکرہ کرتے ہوئے خلفائے نوح کے لقب کے ساتھ پکارا ہے اس سے بھی اس قول کی تائید ہوتی ہے۔ جزیرۃ العرب کے بہترین حصے اور سرسبز وشاداب مقامات یمن حضرموت اور حدود عراق میں ان کی آبادی تھی البتہ یمن کو دارالسلطنت اور مرکزی دائرہ قرار دیا تھا انکی حکومت کا دائرہ اکناف عالم میں بہت وسیع ہوچکا تھا چنانچہ مورخ ابن خلدون نے لکھا ہے ان قوم عاد والعمالقۃ ملکوا العراق ۔ یعنی عراق پر قوم عاد کا تسلط ہوچکا تھا۔ نیز مصر بھی مدت مدید تک اس قوم کے زیر حکومت تھا جیسا کہ مورخ یعقوبی اور مورخ ابن خلدون وغیرہ کی تحقیق سے صاف ظاہر ہوتا ہے چنانچہ لکھتے ہیں۔ ان لبعض ملوک القبط استنصر ملک العمالقۃ لعھد ہ فجاء معہ ملک مصر الخ ایران قرطاجنہ اسیریا بابل عراق مصر وغیرہ بیشمار ممالک ان کی جولانگاہ بنے ہوئے تھے۔ قوم عاد کوئی محدود قوم نہ تھی بلکہ امم ماضیہ میں سے ایک عظیم الشان قوم تھی، طاقت و قوت میں شہرۂ آفاق ہوچکی تھی اسی غرور میں کہا کرتی تھی من اشد منا قوۃ (حم سجدہ) بڑے بڑے محلات اور عظیم الشان مکانات ان کی صنعت معماری کی زندہ ترین یادگاریں تھیں۔ قرآن کریم نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے

ان کو بایں الفاظ مخاطب کیا ہو۔ اتبنون بکل ریع ایۃ تعبثون وتتخذون مصانع لعلکم تخلدون (شعراء)
یہ ان کی تمدنی اور معاشرتی زندگی کا ایک معمولی خاکہ تھا۔ اس کے بعد جب ہم ان کے دینی پہلو پر نظر ڈالتے ہیں تو بالکلیہ
دین سے معرّی اور خارج پاتے ہیں خدا پرستی ان سے عنقا محض ہو چکی تھی۔ اصنام پرستی کا زور و شور تھا۔ صمود ہبا ر
صدآ رہے بڑے بڑے اصنام ان کے تعبدی مرکز بنے ہوئے تھے چونکہ ہر قوم کو جسوقت شومئی قسمت لاحق ہوتی ہے اسوقت
اس میں چند باتیں پیدا ہو جاتی ہیں (۱) زور قوت پر غرور کرنا۔ (۲) اپنے ہادی برحق قائد اعظم کے نصائح آمیز کلمات سے
اعراض کرنا اور تمسخر یہ واستہزا سے پیش آنا (۳) اقوام عالم پر جبر و تشدد اختیار کرنا۔ یہ وہ چیزیں ہیں جنہوں نے بڑی بڑی متمدن
اور بانئ تہذیب قوموں کو بام عروج کے انتہائی زینے سے گرا کر قعر مذلت میں ڈالدیا ہے جب وقت ہم تحقیقی نظر اٹھاتے ہیں تو قوم
عاد کو ان چیزوں کا نہایت صحیح محمل اور درست نمونہ پاتے ہیں اسلئے اس کا بھی وہی لابدی اور لازمی نتیجہ ہونا چاہیے جو ہو کر
ہوا۔ چونکہ خداوند قدوس کا ابتدا آفرینش ہی سے یہ نظام چلا آیا ہے کہ اقوام عالم کے ہلاکت کے قبل ہی اتمام حجت کے لیے
انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرما دیتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔ وماکنا معذبین حتی نبعث رسولا الخ اسلئے وہ بھی زمانہ
آگیا کہ ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس عظیم الجبروت قوم کیلئے رہبر بنا کر بھیجے گئے اور توحید کی غیر مانوس آواز ان کے کانوں تک
پہنچائی جیسا کہ ارشاد ہے۔ والی عاد اخاھم ھودا الخ (ہود) مدت دراز تک میدان تبلیغ میں سرگرداں رہے مگر فائز المرام
نہ ہوسکے ان کی بدبخت قوم اپنے فسق و فجور سے باز نہ آئی آخر کار مصائب و آلام کا نزول شروع ہوا امام البیاط والمیاط
یعنی سخت قحط میں مبتلا کیے گئے تین سال تک نہایت قحط سالی پڑی پانی کی قلت کی وجہ سے تمام لوگ جان بلب
ہو رہے تھے اس وقت باہمی مشاورت سے یہ فیصلہ ہوا کہ چند آدمیوں کا ایک وفد بیت الحرام میں دعا کیلئے جائے اس تصفیہ
کے بعد قیل بن عنز۔ نعیم بن ھزال عقیل بن صندید بن عاد۔ مرثد بن سعد بن عفیر۔ جلہمہ بن خیبری۔ معاویہ بن بکر۔ لقمان بن
عاد۔ وغیرہ ستر رؤسا قوم کو مکہ معظمہ روانہ کیا گیا اس وفد نے معاویہ بن بکر کے مکان پر جو مکہ کے قریب خارج از حرم واقع
تھا قیام کیا مہمانی میں دن رات گذارنے لگے خمر نوشی اور دلکش نغموں میں اسقدر مدہوش ہوئے کہ اپنی مصیبت زدہ قوم کیلئے
دعا کرنے سے بھی غافل ہو گئے اور اسی طرح ایک مہینہ تک پڑے رہے آخر کار معاویہ بن بکر نے سردار وفد قیل بن عنز کو ان چند
اشعار کے ذریعہ متنبہ کرایا ؎

الا یا قیل ویحک قم فھینم ✤ لعل اللہ یسقینا غماما
فیسقی ارض عاد ان عادا ✤ قد امسوا لا یبینون الکلاما
من العطش الشدید فلیس نرجو ✤ بہ الشیخ الکبیر ولا الغلاما

آخر کار جب اس مخمور و مدہوش جماعت کو خیال ہوا تو حرم کعبہ میں داخل ہوئی اور تضرع و زاری کے بعد انہیں کے
منشا کے مطابق حمرآر بیضآر سودآر تین قسم کے بادل نظر آئے اور ہاتف غیبی نے آواز دی کہ جسکو چاہو پسند کر لو سردار
وفد قیل بن عنز نے سحاب سودار کو اختیار کیا۔ خداوند کریم نے قوم عاد پر اس بدلی کو مسلط کر دیا جسوقت ان کی نظریں پڑیں
خوشی سے جامے میں نہیں سماتے تھے اور کہتے تھے۔ ھذا عارض ممطرنا الخ خداوند جل ذکرہ جواباً یوں ارشاد فرماتا ہے

بل ھو ما استعجلتم بہ ریح فیھا عذاب الیم تدمر کل شئی الخ جو وقت ہوا کے جھونکے شروع ہوئے دروازے بند کر لئے گئے مگر جس کا دستگیر رب العزت نہ ہو اسکو کون بچا سکتا ہے آخر کار سب تباہ و برباد ہو گئے۔ انکی ہلاکت کا واقعہ نہایت عبرتناک تھا اسلئے قرآن مجید نے بڑی اہمیت کے ساتھ مختلف مقامات پر اس پر کافی روشنی ڈالی ہے واما عاد فاھلکوا بریح صرصر عاتیۃ سخرھا علیھم سبع لیال وثمانیۃ ایام حسوما فتری القوم فیھا صرعیٰ کانھم اعجاز نخل خاویۃ الخ متواتر آٹھ دن تک باد صرصر کا عذاب ان پر قائم رہا اسی کے متعلق سدی کا بیان ہے کہ بڑے بڑے جوانوں کو اور ہودج کسے ہوئے اونٹوں کو ہوا اڑائے پھرتی تھی اور اس طرح پٹکتی تھی کہ سر کی گدیاں الگ ہو جاتی تھیں اسی کی تائید ہے اس آیۃ کریمہ میں وفی عاد اذ ارسلنا علیھم الریح العقیم ما تذر من شئی اتت علیہ الا جعلتہ کالرمیم الخ (ذاریات) قوم عاد کو یاد کرو جو وقت آندھی کے سخت جھونکے آئے تو ہر شے کو جس پر اس کا گذر ہوا ریزے ریزے اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ کذبت عاد فکیف کان عذابی ونذر انا ارسلنا علیھم ریحا صرصرا فی یوم نحس مستمر تنزع الناس کانھم اعجاز نخل منقعر۔ جو وقت انہیں تیز آندھی بھیجی گئی تو لوگوں کو کھجور کے درختوں کی طرح اکھاڑ اکھاڑ کر پھینک رہی تھی۔ ناظرین کو یاد ہو گا یہی وہ قوم ہے جو کہتی تھی من اشد منا قوۃ (حم السجدہ) ہم سے زیادہ کون طاقتور ہے۔ لیکن خدائی طاقت نے منٹوں میں اس کا اس طرح قلع قمع کیا کہ اسی کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے۔ فاصبحوا لا یریٰ الا مساکنھم الخ (الاحقاف) یعنی صرف انکے نشانات دیار باقی رہ گئے۔ (فاعتبروا یا اولی الابصار)

بانگ سحر

(قند پارسی)

مسلم خوابیدہ از خواب گراں بیدار شو ۔۔ دامن غفلت بدر از سکر غم ہشیار شو

شد ہویدا جلوۂ صبح ترقی بر افق ۔۔ دور کن تاریکئ شب نائل دیدار شو

ہمچناں تاکے گذاری دیدۂ بردوختہ ۔۔ حال زار خود بہ بیں، آمادۂ پیکار شو

تابکے آلودہ باشی در غبار مفلسی ۔۔ جامہائے عزت خود صاف کن زردار شو

تابکے در بحر خواری غوطہ خور بہائے تو ۔۔ قطع سطح آب را چوں کشتی رہوار شو

تابکے آزردگی در ظلمت چاہ عمیق ۔۔ از بہار ہمت خود رشک صد گلزار شو

ملت بیضا ز غفلتہائے تو بدنام گشت ۔۔ بے خبر! برخیز و در عالم شرر انگار شو

اتفاق واتحاد مذہبی شیوہ بگیر ۔۔ در حصول بام رفعت پیکر ایثار شو

ہمچنیں ناظم دہد ہر صبحدم "بانگ سحر"

"ہوشیار اے مرد حق بہر کرم ہشیار شو!"

عبد الحلیم ناظم صدیقی
مولوی فاضل

راستگوئی

(از مولوی عبدالرحمٰن بسکوہری متعلم جماعت اولیٰ رحمانیہ)

قال اللہ ھذا یوم ینفع الصادقین صدقھم لھم جنت تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا الخ (پ سورۂ مائدہ) ناظرین میں سچائی کی نسبت ایک مختصر سا مضمون پیش کرنا چاہتا ہوں ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو نفع پہونچاکر اسے میرے لئے توشۂ آخرت بنائے یا صرف میری تحریر ہی کو ایک ذریعہ بخشش کرے الاعمال بالنیات۔ آپ کو معلوم ہے کہ قیامت کا دن نہایت گھبراہٹ کا دن ہوگا بڑے بڑے رتبہ والے انسان اسدن پریشان ہونگے۔ ماں باپ۔ بھائی۔ اولاد۔ بیوی کوئی بھی شریک غم نہ ہوسکیگا۔ یوم تبلی السرائر۔ اس دن سب کے بھید کھل جائینگے اس کی ہی شان ہے۔ الیوم نختم علیٰ افواھھم وتکلم ایدیھم وتشھد ارجلھم بما کانوا یکسبون ہ خدا فرماتا ہے ہم قیامت کے دن لوگوں کے منھ پر مہر لگا دینگے کوئی زبان سے بلا اجازت نہ بول سکیگا ان کے ہاتھ پاؤں ان کے اعمال گواہی دینگے۔ غرض یہ کہ قیامت کا دن نہایت ہی بے چینی اور پریشانی کا دن ہوگا۔

حضرات جو آیۂ شریفہ مینے شروع میں لکھی ہے اس آیۃ میں اسی ہولناک دن میں کام آنے والی چیز کا ذکر ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دنیا میں سچ بولنے والوں کی سچائی قیامت کے دن نفع پہونچائیگی ان کے لئے ایسے بلیغچے ہونگے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اسی باغیچہ میں ہمیشہ رہیں گے یعنی صادقین جنتی ہوں گے اور ہر طرح کی مصیبت سے محفوظ رہیں گے کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ جو چاہیں گے وہ ان کیلئے تیار رہیگا۔ لھم مایشاؤن فیھا بلکہ ان کی چاہت سے بھی زیادہ انعام واکرام اللہ کی طرف سے ہوگا۔ ولدینا مزید کے یہی معنی ہیں۔

حضرات اس میں کوئی شک نہیں کہ سچائی انسان کیلئے ایسا بہترین زینت بخش وصف ہے جو دنیا و آخرت دونوں جگہ فائدہ پہنچانیوالا ہے۔ اوپر کی آیت سے آخرت میں پہونچنے کا حال معلوم ہوچکا اب لیجئے اور سن لیجئے۔ حدیث مسلم میں وارد ہے۔ ان الصدق بر وان البر یھدی الی الجنۃ وان الکذب فجور وان الفجور یھدی الی النار ہ یعنی حضرت نے فرمایا کہ سچ بولنا بھلائی ہے اور بھلائی جنت میں لیجائیگی اور جھوٹ بولنا برائی ہے اور برائی جہنم میں لے جائیگی۔

دوسری حدیث میں ہے۔ التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشھداء یعنی حضرت نے فرمایا کہ امانت دار سچا سوداگر نبیوں صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔ تیسری حدیث تحروا الصدق وان رأیتم ان الھلکۃ فیہ فان فیہ النجاۃ ہ یعنی سچ بولنے کی کوشش کرو اور خیال رکھو اگرچہ بظاہر اس میں تکلیف اور نقصان ہی معلوم ہو یا اگرچہ اس میں ہلاکت ہی کی نوبت پہنچ جائے کیونکہ سچائی ہی نجات ہے۔

الحاصل انسان کیلئے سچائی نجات کا باعث ہے قیامت میں اسی سے سرخروئی حاصل ہوگی خدا خوش ہوگا۔ اور سچے کو جنت عطا کرے گا کسی نے سچ کہا ہے ؎

راستی موجب رضائے خدا ست ٭ کس ندیدم کہ گم شد از رہ راست

جس طرح سچائی سے اللہ خوش ہوتا ہے اور اس سے انسان کی آخرت بنجاتی ہے اسی طرح دنیا میں بھی انسان کو سچائی سے نفع پہنچتا ہے کیونکہ سچائی سے انسان کی عزت ہوتی ہے وقار ہوتا ہے لوگوں کی نظروں میں سچا انسان پیارا ہوتا ہے اس کا اعتبار دنیا میں قائم ہوجاتا ہے سچے انسان کا دشمن بھی اس کے سامنے سرنگوں رہتا ہے کفار مکہ اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا دشمن تصور کرتے تھے معمولی دشمن نہیں بلکہ جان تک لینے کی فکر میں تھے لیکن باہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصف صداقت کے سامنے سر جھکا کر اپنے باہمی نزاع کا فیصلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سے کراتے تھے اور باوجود رسالت کے انکار کرنیکے آنحضرت کو صادق وامین کے لقب سے ملقب کرتے تھے۔ آپ غور کرینگے تو معلوم ہوگا کہ فاسق وفاجر۔ بدوضع وبدخلق کمینے اور رذیل لوگ کثرت سے جھوٹ بولتے ہیں اور نیک چلن شریف وعزت دار اور بھلے لوگ سچ بولا کرتے ہیں پس دنیا کی نیکی وبھلائی شرافت وعزت وقار واعتبار صداقت وسچائی میں مضمر ہے۔ وما علینا الا البلاغ ۔

حیاداری

(از مولوی محمد رفیع صاحب پرتاب گڈھی متعلم جماعت اولیٰ رحمانیہ)

خدائے قدوس نے بنی نوع انسان میں جتنے اوصاف جمیلہ رکھے ہیں سب میں حیا بہترین وصف ہے۔ حیا کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ الحیاء شعبۃ من الایمان الخ۔ حیا ایمان کا ایک جز ہے۔ اس حدیث سے آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ حیا شریعت کی رو سے کیسی اور کسقدر کارآمد چیز ہے۔ دنیادی لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو حیا ایک بہترین خصلت ہے جو شخص کہ بے حیا ہوتا ہے اس کی دنیا میں کوئی عزت نہیں ہوتی۔ بلکہ بے حیا سے لوگ قطع تعلق کردیتے ہیں۔ نہ ادھر کے نہ اُدھر کے نہ گھر کے نہ باہر کے۔ اسی لئے آپ دنیا میں دیکھیں گے کہ بے حیا بدترین لوگوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ شیطان بے حیا اور بے شرم تھا اس لئے اللہ تبارک تعالیٰ سے حجت بازی کرکے لعنت کا طوق قیامت تک کے لئے اپنی گردن میں ڈال لیا۔ حیادار آدمی دنیا میں لوگوں کی نظروں میں عزیز اور محبوب ہوتے ہیں ایک مرتبہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک کنوئیں پر اپنی پنڈلی مبارک کھول کر بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں حضرت ابوبکر وہاں پہنچے آنحضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس حالت پر رہے۔ بعد ازاں عمر فاروق وہاں پہونچے جب بھی آنحضور صلی اللہ علیہ

وسلم ویسے ہی رہے۔ اس کے بعد حضرت عثمان پہنچے تو آپ نے اپنی مبارک پنڈلی ڈھانپ لی۔ صحابہ کرام کے دریافت کرنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملائکہ بھی شرماتے ہیں کیونکہ وہ بہت زیادہ حیادار ہیں۔ آپ لوگوں کو حیا کی فضیلت اور اسکی اہمیت اس واقعہ سے اچھی طرح معلوم ہو گئی ہوگی۔ اسلام سے پہلے اقوام عالم کی جو اخلاقی حالت تھی وہ ناگفتہ بہ ہے تاہم مثال کے طور پر ایک دو واقعہ حاضر خدمت کرتا ہوں۔ اسلام سے پہلے عرب کے حمام خانوں میں مرد عورت [illegible] ساتھ غسل کیا کرتے تھے جانوروں کی طرح لوگوں کے سامنے باہمی اختلاط کیا کرتے تھے۔ لیکن جب سے شمس اسلام طلوع ہوا ہے۔ تب اس نے بآواز بلند اعلان کر دیا الحیاء شعبۃ من الایمان اے انسان شرم کرو۔ تم اشرف المخلوقات ہو اگر تم حیا شرم کے جامے سے برہنہ ہو جاؤ گے تو تم کو جامہ حیا کون پہنائیگا حیا ایک ایسی چیز ہے کہ اگر انسان اسکو اپنے اندر پیدا کرے تو دین اور دنیا بخیر ہو جائیں گے۔ چور چوری کرتے وقت زانی زنا کرتے وقت بدمعاش بدمعاشی کرتے وقت۔ راہ زن رہزنی کرتے وقت۔ غرضیکہ بدکار بدکاری کرتے وقت اگر حیا شرم کرے تو ہرگز اس مذموم فعل کا مرتکب نہ ہوگا۔ بلکہ دنیا میں ایک شریفانہ زندگی بسر کر سکتا ہے۔ اس لئے ہر انسان کو چاہئے کہ حیا و شرم کا مادہ پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ آپ کو اخبارات کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ یورپ کی اخلاقی حالت عیاشیوں کے دست برد سے کسقدر تباہ اور برباد ہو رہی ہے اور بعض ترقی یافتہ ممالک نے دامن اخلاق کی دھجیاں اڑا کر بے حیائی کا غلیظ شعار اختیار کر لیا ہے۔ انگلستان جرمن میں بھی اس قسم کے واقعات پائے جاتے ہیں کہ مرد عورت کا باہم ننگے ہو کر سوسائٹی میں شریک ہونا ان کے لئے باعث فخر سمجھا جاتا ہے امریکہ اور یورپ میں عریاں رقص کا رواج عام ہو رہا ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ برخلاف اس کے اسلام کی اخلاقی تعلیم حیا کے متعلق بہترین ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کیلئے بہت دور جایا کرتے تھے صحابہ کا بیان ہے کہ آپ قضاء ے حاجت کے لئے اتنی دور جایا کرتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ آپ کسی دور سفر کے قصد سے جا رہے ہیں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے حیا والے تھے کہ آپ کبھی قہقہہ مار کر نہیں ہنسے۔ بلکہ مسکرایا کرتے تھے۔ الغرض انسان کو معمولی سے معمولی کام میں حیا کا ضرور خیال رکھنا چاہئے۔ ہاں حق گوئی میں حیا و شرم نہ کرنا چاہئے۔ امور دینیہ میں اگر حیا کرکے شریعت کے برخلاف کام کرے گا تو ایسی حیا موجب عتاب ہوگی۔ ایک صحابیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر فرماتی ہیں یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ حق کہنے سے حیا نہیں کرتا۔ اسلئے میں بھی حیا نہ کروں گی۔ پھر آپ سے ایسے مسائل دریافت کرتی ہیں جو عام طور پر شرمیلی عورتیں بول نہیں سکتیں۔ لہذا مسائل شرعیہ میں حیا کرنی درست نہیں ہے ورنہ انسان لاعلمی سے کیا سے کیا کر سکتا ہے۔ پھر ان امور کو بھی ایسے اسلوب سے دریافت کرے کہ مطلب واضح ہو جائے اور کھلم کھلا بے حیائی کے کلمات بھی زبان سے نہ نکلیں رہے معاشرتی اور دنیاوی زندگی کے مشاغل تو ان میں حیا داری لازمی چیز ہے۔

(پتہ کی جگہ)



روح اخبارات

تازہ عربی ڈاک کی اطلاع مظہر ہے کہ نجد و یمن کی جنگ کا خاتمہ ہوگیا ہے۔ امام یحییٰ نے اعلیٰ حضرت شاہ ابن سعود اور اسلامی و یمنی وفد کے نام برقی پیغام بھیجکر اپنے عزم بالجزم کا یقین دلایا ہے کہ وہ تمام سعودی شرطیں منظور کرچکے ہیں اور انہیں ضرور نافذ بھی کردیں گے بلکہ انہیں نافذ کرنا شروع کردیا ہے۔ رہ گیا ادریسیوں کا معاملہ تو امام یحییٰ نے بتاکید لکھا ہے کہ انہوں نے صنعاء کے گورنر کو انہیں سعودی حکومت کے سپرد کردینے کا حکم دیدیا ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ سلطان ابن سعود نے امام یحییٰ سے دس لاکھ پونڈ تاوان جنگ بھی طلب کیا ہے۔

یہ خبر تمام دنیائے اسلام میں انتہائی مسرت کے ساتھ سنی جارہی ہے کہ مسلمانوں کی دو عظیم الشان سلطنتوں یعنی ترکی و ایران کے درمیان اتحاد و مودت کے تعلقات روز بروز گہرے ہورہے ہیں۔ شاہ ایران رضا شاہ غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی ملاقات کے لئے ترکی کا سفر اختیار فرمارہے ہیں۔ آپ کا یہ دورہ اٹھارہ دن میں ختم ہوگا۔

امیر غازی شاہ عراق نے فیصلہ کیا ہے کہ اسلامی ممالک کے بادشاہوں اور حکمرانوں کو وقتاً فوقتاً یک جا جمع ہوکر اسلامی مسائل پر تبادلہ خیالات کا موقعہ دیا جائے اس فیصلے کو عملی صورت دینے کے لئے شاہ عراق نے تمام اسلامی ممالک کے سفراکو دعوت دے کر ان سے تبادلہ خیالات کیا ہے۔

حیدرآباد ۱۴ جون۔ مدینہ منورہ میں پارچہ بافی و دستی صنعت قائم کرنے کیلئے حیدرآباد میں اچھا خاصا کام کیا جارہا ہے جس کے لئے ملک کے اکثر ممتاز افراد چندہ جمع کررہے ہیں۔ اس تحریک کے بانی الحاج نواب سر نظامت جنگ بہادر و الحاج ڈاکٹر خواجہ معین الدین صاحب ہیں۔

جنوبی افریقہ میں مسلمانوں کی تعداد ساڑھے بارہ لاکھ ہے۔ یہ تعداد تخمینی ہے کیونکہ جنوبی افریقہ میں ایسے بکثرت مسلمان آباد ہیں جن کے خاندان میں عیسائی نام باقی ہیں۔

امسال ہرجگہ غضب کی گرمی پڑرہی ہے۔ یوپی کے بعض مقامات میں درجہ حرارت ۱۲۱ تک پہونچگیا ہے۔ لوگ پاگل ہورہے ہیں دہلی میں بھی شدید گرمی پڑنے لگی ہے۔ درجۂ حرارت ۱۱۲ تک پہونچ چکا ہے۔ لو برابر چل رہی ہے۔

(عابد حسین سکرٹری دارالمطالعہ و متعلم رحمانیہ) ۱۸ جون

جناب شیخ عطاء الرحمٰن صاحب پروپرائیٹر و پبلشر نے جید برقی پریس بلیماران دہلی میں چھپواکر دار الحدیث رحمانیہ دہلی سے شائع کیا۔

رجسٹرڈ ایل نمبر [illegible]

ماہ [illegible] ء

اللہ نزل احسن الحدیث کتابا

رسالہ محدث دہلی

سرپرست



شیخ عطاء الرحمن صاحب مہتمم دار الحدیث رحمانیہ

مدیر مسئول

عبد الحلیم ناظم

(مولوی فاضل)



نگران اصول

(مولانا) احمد اللہ صاحب

(شیخ الحدیث)

دار الحدیث رحمانیہ دہلی سے شائع ہوا

فہرست مضامین

مقاصد

(۱) کتاب و سنت کی اشاعت۔

(۲) مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح۔

(۳) دار الحدیث رحمانیہ کے کوائف کی ترجمانی

ضوابط

(۱) یہ رسالہ ہر انگریزی مہینہ کے ابتدائی ہفتہ میں شائع ہوا کریگا۔

(۲) یہ رسالہ ان لوگوں کو سال بھر مفت بھیجا جائیگا جو ہر ٹکٹ خرچ دفتر میں بھیجدینگے۔

(۳) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا ضروری ہے۔

خط وکتابت کا پتہ

مینیجر رسالہ محدث دار الحدیث رحمانیہ۔ دہلی



جلد ۲ | ماہ اگست ۱۹۳۴ء مطابق ماہ ربیع الثانی ۱۳۵۳ھ | نمبر ۴

مناسبات

سعودی و یمنی نزاع کا خاتمہ

تمام عالم اسلام کو یہ سنکر بڑی خوشی ہوئی کہ جزیرہ عرب کی دو عربی حکومتوں میں جو خوفناک جنگ چھڑی ہوئی تھی وہ بہترین طور پر ختم ہوگئی۔ یعنی بعض وفود اسلامی کی صلح پرورانہ کوششوں اور خود سلطان ابن سعود خلد اللہ ملکہ کے مسالمانہ مزاج سے گذشتہ ماہ دونوں سلطنتوں میں باقاعدہ صلح ہوگئی اور متعدد شرائط پر معاہدہ مکمل ہوگیا۔ جسکی پوری تفصیل اخبار "ام القریٰ" نے ۲۲ جون سنہ رواں کی اشاعت خاص (ضمیمہ) میں درج کردی ہے۔ افسوس ہے کہ ہم محدث میں عدم گنجائش کیوجہ سے ان شرائط کا مختصر ترجمہ بھی پیش نہیں کرسکتے۔ دونوں طرف سے شرائط صلح کا اجراء شروع کردیا گیا ہے۔ چنانچہ بموافق شرط امام یمن نے ادریسیوں کو سلطان کے فرزند امیر فیصل کے سپرد کردیا ہے۔ امیر فیصل نے اپنی فوجیں حدیدہ وغیرہ مفتوحہ مقامات سے ہٹالی ہیں۔ عسیر و نجران پر سلطان کا مکمل قبضہ تسلیم کرلیا گیا ہے۔ نیز یہ بھی طے پایا ہے کہ بیرونی ممالک میں سعودی حکومت کے سفیر ہی ضرورت کے وقت یمن کی بھی نمائندگی و حمایت کرینگے۔ اور سعودی مندوب ہی جینوا کی بین الاقوامی کانفرنسوں میں یمن کا نقطۂ نظر بھی پیش کیا کرینگے۔ گویا کسی پہلو سے یمنی حکومت نے سعودی حکومت کی ماتحتی منظور کرلی ہے۔ یہ معاہدہ فریقین نے بیحد خلوص و دوستی سے طے کیا ہے۔ چنانچہ تاوانِ جنگ کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان ابن سعود خلد اللہ ملکہ نے تاوان کے مطالبہ کی رائے فسخ کردی اور مجلس صلح میں اسکو پیش نہیں کیا۔ اسی سے سلطان کی انتہائی رواداری اور بلند حوصلگی و اعلیٰ طبیعت کا نمایاں ثبوت ملسکتا ہے۔ ہم اس خصوص میں سلطان موصوف کو مبارکباد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے عرب کی موجودہ ناقابلِ اطمینان اقتصادی حالت کے باوجود اتنے کثیر اخراجات پر تاوان جنگ معاف کردینا کوئی معمولی

حوصلہ کا کام نہیں ہے۔ اب ہماری تمنا ہے کہ جلالۃ الملک کسی ماہر اقتصادیات کے ذریعہ اپنا بجٹ (میزانیہ) درست کرائیں پھر اپنے اندرونی حالات بہتر سے بہتر بنانے کیلئے ہر ممکن سعی عمل میں لائیں۔ ہماری دعا ہے کہ خدا دولت عربیہ سعودیہ کو دنیائے جدید میں آسمان ترقی کا نیر اعظم بنائے آمین۔

اجلاس خاص

گذشتہ ماہ جبکہ محدث پریس میں جاچکا تھا طلبہ دارالحدیث نے اپنی جمعیۃ الخطابۃ کا ایک شاندار خصوصی اجلاس منعقد کیا تھا جس میں منتخب اراکین جمعیۃ نے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کے مختلف شعبوں پر دلچسپ تقریریں کی تھیں جنمیں بہترین مقرروں کو انعامات بھی دیئے گئے تھے۔

یوم التفریح

دارالحدیث کا عرصہ سے دستور چلا آتا ہے کہ ہر سال موسم برسات میں ایک دن جناب مہتمم صاحب مدظلہ کیطرف سے تمام طلبہ مدرسین اور متعلقین دارالحدیث کو شاہی سیرگاہ اوکھلا یا قطب مینار بھیجا جاتا ہے جہاں وہ صبح سے شام تک مختلف تفریحی و دلچسپ مشاغل اور کھیل کود میں مصروف رہتے ہیں۔ چنانچہ امسال بھی ۱۲ جولائی پنجشنبہ کو مدرسہ کا یوم التفریح منایا گیا۔ تمام طلبہ و مدرسین و ملازمین لاریوں کے ذریعہ تڑکے ہی قطب مینار پہونچے۔ دس بجے تک سیر کرتے رہے۔ گیارہ بجے کھانا کھایا گیا پھر ظہر تک کچھ لوگ آرام کرتے رہے کچھ لوگ جھرنے میں غسل کا لطف اٹھاتے رہے۔ بعد ظہر سے عصر تک قطب مینار کی بھول بھلیاں کے وسیع سائبان میں زیر صدارت مولانا محمد صاحب مدیر "محمدی" طلبہ کی عربی و اردو برجستہ تقریریں اور عربی و اردو زبان میں تیار کردہ قومی و نعتیہ نظم خوانیاں ہوتی رہیں۔ جن پر ہر طالبعلم کو نقدی انعامات بھی ملے۔ عصر کے بعد آم خوری کا شاندار جشن رہا۔ پھر گیند، کبڈی، اور پھولوں کی دلچسپیاں ہوتی رہیں آخر مغرب تک سیر و سیاحت کے بعد شام کو لاریوں کے ذریعہ واپسی ہوئی۔ غرضکہ امسال کا یوم التفریح بھی نہایت شاندار اور کامیاب طور پر منایا گیا۔

اعلان استفتا

اکثر حضرات دفتر محدث سے فتویٰ پوچھتے ہیں لیکن جس لفافہ میں ٹکٹ بھیجتے ہیں اسی میں سوالات رکھدیتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ جواب کا رقعہ میرے نام کے محدث میں رکھدینگے۔ ایسے احباب سے عرض ہے کہ رسالہ میں کوئی قلمی چیز رکھنی خلاف قانون ہے اسکے علاوہ ہم آپ کے نام کو ہزاروں ناموں میں بھیجتے وقت کیسے تلاش کر سکتے ہیں؟ دوسرے یہ فتویٰ پوچھنے کا کوئی پسندیدہ اصول بھی نہیں ہے لہذا اس اعلان کا ہمیشہ خیال رکھیں کہ فتویٰ دریافت کرنیوالے حضرات براہ راست اپنا فتویٰ مولانا احمد اللہ صاحب مدرس دارالحدیث رحمانیہ کے نام روانہ کریں اور جوابی لفافہ یا ٹکٹ ضرور بھیجا کریں تاکہ فتویٰ کا جواب مرسل کے پاس بسہولت بھیجدیا جاسکے۔

دعاء مغفرت

جملہ متعلقین دارالحدیث کو مولوی محمد لقمان صاحب رحمانی مرشد آبادی کی جوان مرگی پر بیحد افسوس ہوا۔ ع
این ماتم سخت است کہ گویند جواں مرد۔ مرحوم دارالحدیث کے ہونہار فارغ التحصیل نوجوان تھے۔ عربی ادب میں خاصی لیاقت تھی۔ افسوس کہ ابھی یہ غنچہ چٹکنے بھی نہ پایا تھا کہ مرجھا کر رہ گیا۔ ہم مرحوم کے غم نصیب الدین واقربا کے ساتھ اظہار ہمدردی کرتے ہوئے مرحوم کے لئے بخلوص قلب دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ۔

عبدالحلیم ناظم "مولوی فاضل"

حجیت حدیث

(از جناب مولانا احمد اللہ صاحب مدرس دار الحدیث رحمانیہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قول و فعل کا نام حدیث ہے جن پر عمل کرنا اور اس کو حجت میں پیش کرنا فرض و لازم ہے قرآن شریف کو بغیر حدیث کے سمجھنا قطعی محال ہے۔ جسکا مفصل بیان آئندہ قسطوں میں آئیگا۔ نماز پنجگانہ سب سے پہلی اور اصلی عبادت ہے قرآن شریف میں وارد ہے۔ اقیموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ الآیہ۔ اب ان پانچ نمازوں کے اوقات کا بیان تعداد رکعات مثلاً ظہر میں چار عصر میں چار مغرب میں تین۔ عشاء میں چار، فجر میں دو رکعتوں کی تخصیص، تعداد سجدہ، پھر نماز کی ابتداء کس کلمہ سے ہونی چاہیئے ختم کس کلمہ سے کرنا چاہیئے۔ اور نماز میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا وغیرہ قرآن میں ان امور کا ذکر صراحتہ نہیں ہے بغیر حدیث رسول اللہ صلعم کے ان فرائض پر تعامل دشوار کیونکہ حدیث میں ان کا مفصل ذکر موجود ہے۔

پس لازم آیا کہ منکرین حدیث کے نزدیک فرض نماز چونکہ قرآن میں نہیں ہے لہذا اسکو بالکلیہ ترک کردینا چاہیئے۔ حالانکہ کوئی مسلمان ایسا نہیں کہہ سکتا۔ دراصل نماز منکرین حدیث پر شاق ہے اسوجہ سے کسی حیلہ سازی سے اس مقدس فریضہ سے سبکدوش ہونا چاہتے ہیں۔ لیکن علام الغیوب کے سامنے جبوقت پیش ہوں گے اس وقت پتہ چل جائیگا عیش کرلیں اور جو کچھ ذہن میں آئے تقریر و تحریر کرلیں یہ جان لیں کہ حضور آلہی میں حاضری بھی دینی ہے۔ یہ سب ہوائی باتیں ہباءً منثورا ہو جائینگی۔ چلئے نمازیں رخصت ہوئی۔ اسی طرح زکوٰۃ اور دوسرے امور فریضہ اور احکام حلت و حرمت بھی رخصت ہیں۔ دیکھنا چاہیئے قرآن سے تمام حقوق اللہ و حقوق العباد، قضایا، فیصلہ وغیرہ کس طرح ثابت کرینگے۔ اگر زندگی رہی تو منکرین حدیث کی ڈھول کی پول کھلیگی۔ ہاں اگر کہیں قرآن میں نماز پنجگانہ بالتفصیل موجود ہے تو اسکا مطالبہ علیٰ رؤس الاشہاد ہے کہ منکرین حدیث قرآنی آیات سے پیش کریں اور یہ قیامت تک محال ہے ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا۔ (اگرچہ ایک دوسرے کے حمایتی بنجائیں) پھر اتنی نمازیں نکلیں گی کہ ہوش جاتے رہیں گے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا کہ کچھ لوگ پیٹ بھرے ہوئے آئینگے چارپائیوں پر بیٹھے ہوں گے اور یہ کلام ہوگا قرآن فقط لازم پکڑو جو اس میں حلال ہے حلال جانو اور جو حرام ہے حرام جانو۔ بیشک جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کیا وہ اسیطرح ہے جس طرح اللہ نے حرام کیا۔ خبردار ہو گدھا پالتو حرام ہے اور جتنے درندے ہیں حرام ہیں۔ گری پڑی چیز ذمی کی حرام ہے مگر اس وقت کہ وہ بے پرواہ ہوگیا۔ اور جو شخص کسی قوم پر گذرے اور اس کی مہمانی اس قوم پر لازم ہے۔ اگر وہ لوگ مہمانی نہ کریں تو اس کی مہمانی لوگ اسکو دلاویں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں قرآن دیا گیا ہوں اور قرآن کے مثل قرآن کے ساتھ۔ (ابوداود) جو چند حرمتیں اور احکام اس ایک حدیث میں بیان ہوئے قرآن میں اسکا بیان کہاں ہے۔ ابو رافع صحابی بیان فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ہرگز تم لوگوں میں ایسا کسی کو نہ پاؤں جو چارپائی (چھپر کھٹ) پر ٹیک

لگائے ہوئے ہے اور کوئی حکم میرے حکموں سے آتا ہے جسکا میں نے حکم کیا یا اس سے منع کیا تو کہتا ہے ہم نہیں جانتے۔ (حدیث کیا چیز ہے) جو کچھ کتاب اللہ میں پایا عمل کرینگے۔ (احمد۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ۔ بیہقی)

یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کل فرمان سچ ہے۔ چنانچہ آپ کی پیشین گوئی صادق آئی اور منکرین حدیث کی ایک جماعت ظہور میں آگئی جن کی باتیں اور ہفوات خلق کے سامنے ہیں اور جتنے لوگ ہیں اس قدر اُن کی باتیں ہیں نہ کسی قاعدہ پر مبنی ہیں نہ اتباع شریعت مقصود۔ اسوۂ حسنہ میں ایک زلزلہ ڈال رہے ہیں۔ مغربیت کا سیلاب کفر مسلمانوں کیلئے سم قاتل ہے اللہ پاک دین محمدی کا حامی ہے۔ حادثہ بہار وغیرہ کا سبق بھی یاد رہے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد متفق علیہ۔ جس شخص نے میرے دین میں نئی بات پیدا کی وہ باطل ہے۔　　(باقی آئندہ)

مفت　اعلان　مفت

اللہ تعالیٰ ہمارے محترم جناب میاں صاحب شیخ عطاء الرحمٰن صاحب کو جزائے خیر دے کہ آپ دین کی ٹھوس خدمتوں میں پیش پیش رہا کرتے ہیں۔ علاوہ اس دینی مدرسے کے جو آجکل اپنی نظیر آپ ہے اور علاوہ اس ماہواری مفت رسالے کے جو آپ کی فیاضی سے ہزارہا کی تعداد میں ماہوار نکل رہا ہے۔ آپ نے بہت سی کارآمد ضروری کتابیں بھی لوگوں میں مفت تقسیم کرنے کیلئے چھپوائی ہیں منجملہ اُن کے ایک کتاب "تقویۃ الایمان" مصنفہ مولانا اسمٰعیل شہیدؒ بھی ہے محصولڈاک کیلئے پانچ پیسے کے ٹکٹ بھیجکر ایک کتاب آپ طلب فرماسکتے ہیں ایک سے زیادہ کوئی صاحب نہ منگوائیں۔ اگر منگوائینگے تو ہرگز نہ بھیجی جائے گی۔ اس پتے سے طلب فرمائیے۔ مہتمم صاحب دارالحدیث رحمانیہ دہلی

اطلاع۔ ماہ ربیع الثانی (اگست) وجمادی الاولیٰ (ستمبر) میں جن احباب کی میعاد خریداری ختم ہے ان کے چٹ ۵۲۳ سے ۵۴۶ تک ہیں۔ ان میں جن حضرات نے آئندہ کیلئے ابھی اپنے ٹکٹ نہیں بھیجے ہیں وہ جلد دفتر میں ٹکٹ روانہ کردیں ورنہ انکے نام کا پرچہ مجبوراً بند ہوجائیگا۔ ہر خط وکتابت میں اپنا چٹ نمبر ضرور لکھا کریں ورنہ تعمیل حکم میں دشواری ہوگی۔ نیز ہمیشہ پیسہ والے ٹکٹ بھیجا کریں۔　　(منیجر)

علامہ ابن تیمیہ کے رسالہ "معارج الوصول" کا ترجمہ

سلسلہ سنی　　قسط (۲)

اصل الاصول

ترجمہ معارج الوصول

مترجم عبدالحلیم ناظم صدیقی "مولوی فاضل" مدیر محدث و مدرس رحمانیہ

بہر حال میرے نزدیک دونوں گروہ صواب و درستگی پر نہیں ہیں کیونکہ ان دونوں نے اپنے اپنے اعتبار سے ان اصول سے اعراض کیا جنہیں خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا۔ اور دراصل یہی دین کے اصولی دلائل اور نشانیاں ہیں چنانچہ جب ان دونوں گروہ نے ان اصول سے اعراض کیا تو ان میں آپس میں دشمنی واقع ہوگئی جیسا کہ خدا نے فرمایا۔

فنسوا حظا مما ذکروا به فاغرینا بینهم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیمة۔ | پس جو کچھ انہوں نے یاد کیا تھا اس کا ایک حصہ بھول گئے۔ لہذا ہم نے ان کے درمیان قیامت تک کیلئے دشمنی اور کینہ پروری ڈالدی۔

اس مقام میں افراط و تفریط کے درمیان ایک تیسرا گروہ بھی ہے جس نے ان علماء شرع کی تنگی اور ان متکلمین کی حد سے بڑھی ہوئی سرکشی اور بدعت اچھی طرح جان کر ان کی مذمت کی اور ہر اس طالب العلم کی مذمت کی جو تقلید سے تو نکل جائے لیکن دلائل کی معرفت کے اشتیاق میں ان متکلمین کا مسلک اختیار کرلے۔ اس گروہ نے صاف کہدیا کہ ان لوگوں کا طریقہ بالکل نقصان دہ ہے۔ سلف صالحین نے ہرگز اس راستہ کو اختیار نہیں کیا۔ اور اسی طرح ان کے مناسب جو کچھ مذمت ہوسکتی تھی انہوں نے کی۔ یہ کلام تو صحیح ہے لیکن ایسے مجمل امر پر دلالت کرتا ہے جسکی دلالت ورہنمائی مقصود پر واضح نہیں۔ بلکہ کبھی اس گروہ کا اعتقاد متکلمین کے طریقہ پر باوجود اسکو بدعت کہنے کے منطبق ہوجاتا ہے اور ان دلائل کا دروازہ نہیں کھلتا جو قرآن مجید میں مذکور ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں کہ جس چیز کو رسول لائے وہ سراسر حق ہے اور اس کی معرفت سے ایک ہوشیار آدمی تقلید، گمراہی، بدعت اور جہالت سے نکل جاتا ہے۔ یہ لوگ بھی ان فرقوں میں بیحد گمراہ ہیں۔ دراصل ان لوگوں نے قرآن کریم میں غور نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ کی اُن آیتوں سے جنہیں خدا نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا اعراض کرلیا جس طرح وہ شخص اعراض کرتا ہے جو خدا کی پیدا کی ہوئی نشانیوں سے منہ موڑتا ہے۔ ارشاد ہے۔

وکم من اٰیة فی السموات والارض یمرون علیها وهم عنها معرضون۔ | آسمان و زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں جن سے وہ بیخبر ہوکر گذر جاتے ہیں۔

وما تغنی الاٰیات والنذر عن قوم لا یومنون۔ | یہ آیتیں اور ڈرانے والی باتیں بے ایمان قوموں کو فائدہ نہیں دیتیں۔

ان الذین لا یرجون لقاءنا ورضوا بالحیٰوة الدنیا واطمأنوا بها والذین هم عن اٰیاتنا غافلون اولٰئك ماواهم النار بما كانوا یكسبون۔ | جو لوگ ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی پہ خوش ہوگئے اور اسی پر مطمئن ہوگئے اور جو لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہیں انہیں لوگوں کا ٹھکانا ان کے خود حاصل کرنیکے سبب جہنم ہے۔

کتاب انزلناه الیك مبارك لیدبروا اٰیاته | یہ وہ کتاب مبارک ہے جسے ہم نے تمہاری طرف اتارا کہ وہ لوگ اسکی

ولیتذکروا اولوا الالباب ۔	آیتوں میں غور کریں اور ان میں عقل والے نصیحت حاصل کریں ۔
ولقد ضربنا للناس فی ھذا القرآن من کل مثل ۔	ہم نے اس قرآن میں لوگوں کیلئے ہر ایک مثال بیان کردی ہے ۔
وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیھم فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون بالبینات والزبر ۔	ہم نے تمہارے قبل چند آدمی بھیجے جن پر ہم وحی بھیجتے تھے پس اگر تم ان دلائل اور کتابوں کو نہیں جانتے تو یاد والوں سے پوچھ لو ۔
وان یکذبوک فقد کذبت رسل من قبلک جاؤا بالبینات والزبر والکتاب المنیر ۔	اے پیغمبر اگر لوگ آپ کو جھٹلاتے ہیں (تو گھبرایئے نہیں) آپکے قبل جتنے رسول دلائل صحیفے اور روشن کتاب کو لیکر آئے جھٹلائے گئے ۔

اور اس قسم کی بیشمار آئتیں ہیں جن کی تفصیل میری مختلف تالیفات میں اپنے اپنے موقعہ پر ہو چکی ہے یہاں پر ذکر کرنے سے مقصود یہ ہے کہ یہ مغالطہ میں پڑنیوالے حضرات جنہوں نے قرآن میں دلائل عقلیہ و براہین یقینیہ کے وجود سے انکار کیا نظر، دلیل اور اس علم کو جسے رسول لائے اور جس سے قرآن بھرا ہوا ہے یاد نہیں کرتے ۔ متکلمین اقرار کرتے ہیں کہ قرآن میں ایسے عقلی دلائل ہیں جو دین کے قرآنی اصول پر دلالت کرتے ہیں ۔ لیکن یہ لوگ دوسرے راستے بھی اختیار کرتے ہیں جیسے طریقہ اعراض ہے ۔ ان میں جو لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم کا بھی یہی طریقہ تھا وہ سخت غلطی میں ہیں ۔ فلاسفہ کہتے ہیں قرآن نے ظنی طریقوں اور اقناعی مقدمات کو ذکر کیا ۔ جس پر جمہور عوام نے قناعت کر لیا ہے ۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ متکلمین نے باوجود اس یقینی دعوے کے کہ وہ لوگ* برہان لانے سے ان متکلمین سے بھی زیادہ بعید ہیں ۔ حالانکہ متکلمین ان فلاسفہ سے زیادہ الٰہیات و کلیات میں علمی دلائل سے واقف ہیں ۔ لیکن فلاسفہ اپنے انتہائی غور و فکر اور تفصیل نظر کیوجہ سے ممتاز ہیں ۔ پھر بھی علم الٰہی سے یہ بالکل ناواقف ہیں اور الٰہیات میں خدا کی معرفت کے حصول سے بہت دور ہیں ۔ ارسطو کا کلام جو ان فلاسفہ کا معلم ہے الٰہیات میں بہت کم ہے اور جو ہے بھی وہ اغلاط سے پر اور خطاء سے لبریز ہے ۔ گویا وہ مریل اونٹ کا گوشت ہے جو سخت پہاڑ کی چوٹی پر ہے ۔ نہ راستہ آسان و نرم ہے کہ وہاں تک چڑھکر اسے حاصل کیا جائے اور اگر چڑھ بھی گئے تو گوشت ایسا خراب ہے کہ بھوننے کے قابل نہیں ۔ الغرض یہ وہ امور ہیں جن پر ہم دوسری تالیفات میں مفصل بحث کر چکے ہیں ۔ یہاں تکرار کی ضرورت نہیں اتنے ہی سے ان فلاسفہ و متکلمین کو سمجھا جا سکتا ہے کہ امور شرع سمجھنے میں یہ کتنے پانی میں ہیں ؟ قرآن کریم اپنی آیتوں میں جو یقینی دلائل ہیں ہمارے پاس ہدایات و بینات لایا ہے ۔ خدا تعالیٰ نے اپنے رسول سے فرمایا ۔

ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن ۔ اے نبی ! لوگوں کو اپنے پروردگار کے راستہ کی طرف حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلاؤ اور ان سے بہترین طریقہ پر مجادلہ کرو ۔

فلاسفہ نے اس آیت کی تفسیر اپنے منطقی طریقوں سے یہ کی ہے کہ اس سے مراد برہان، خطابۃ اور جدل ہے انکی یہ تفسیر چند وجوہ سے قطعی گمراہی ہے ۔ جنکی تفصیل ہم دوسری کتابوں میں کر چکے ہیں ۔ بلکہ صحیح تشریح یہ ہے کہ حکمت حق کی پہچان اور حق پر عمل کرنے کو کہتے ہیں ۔ لہذا جن دلوں میں سمجھ اور صحیح قصد ہوتا ہے وہ حکمت سے بلائے جاتے ہیں ۔

* برہان یقینی والے بھی جدلی طریقوں کو اختیار کر لیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ فلاسفہ الٰہیات میں

پھران کیلئے علم وعمل میں حق ظاہر کردیا جاتا ہے۔ پس وہ اس حق کو قبول کرلیتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ دل سے تو حق کا اقرار کرتے ہیں مگران کی کچھ دنیاوی خواہشیں ہوتی ہیں جو انکو حق کی صراحتہً پیروی سے روکتی ہیں تو ایسے لوگوں کو موعظہ حسنہ کے ساتھ بلایا جاتا ہے جس میں انہیں اچھی نصیحت کیجاتی ہے، حق کیطرف رغبت دلائی جاتی ہے۔ باطل سے ڈرایا جاتا ہے اچھی باتوں کا حکم اور بری باتوں سے روکا جاتا ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے

ولو انھم فعلوا ما یوعظون بہ ۔ کاش وہ لوگ جس چیز کی انہیں نصیحت کیجاتی ہے وہی کرتے۔

دوسری جگہ فرمایا۔ یعظکم اللہ ان تعودوا لمثلہ ابدا۔ خدا تعالیٰ ہمیں نصیحت کرتا ہے کہ ہمیشہ اسی کے مثل کرتے رہو۔

الغرض حکمت وعظمت سے ان لوگوں کو دعوت دی جاتی ہے جو حق کو قبول کرلیتے ہیں اور جو اب بھی حق کو قبول نہ کریں تو ان سے بہترین اور نرم طریقہ سے مناظرہ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید دعوت کے ان تمام طریقوں پر مشتمل ہے۔ اسی لئے جب بحث کی جاتی ہے تو پہلے مخاطب کے سامنے حق کو ثابت کرکے باطل کی تردید کرتے ہوئے حق کا صریحی اقرار کیا جاتا ہے۔ پھر مخاطب سے سوال کیا جاتا اور ایسے کھلے ہوئے مقدمات برہانیہ کو پوچھا جاتا ہے جن کا انکار ورد کرنا کسی کیلئے ممکن نہ ہو۔ چنانچہ اسکی مثال خدائے تعالیٰ کے قول میں دیکھیں۔

ام خلقوا من غیر شیٔ ام ھم الخالقون ۔ کیا وہ خدا کے علاوہ کسی دوسری چیز کے ذریعہ پیدا ہوئے ہیں یا وہ اپنے آپ خالق ہیں؟ (اپنی خالقیت کے ثبوت میں کس طرح مناظرہ کرتا ہے)

دوسری جگہ فرمایا۔

افعیینا بالخلق الاول بل ھم فی لبس من خلق جدید ۔ کیا ہم پہلی مرتبہ تمہیں پیدا کرنے میں تھک گئے تھے۔ نہیں۔ بلکہ یہ لوگ نئی پیدائش کی طرف سے سخت غلطی میں ہیں۔

اولیس الذی خلق السموات والارض بقادر علی ان یحیی الموتی ۔ کیا وہ خدا جس نے آسمان وزمین پیدا کئے مردہ کو زندہ کرنے پر قادر نہیں ہے؟

ایحسب الانسان ان یترک سدی۔ الم یک نطفۃ من منی یمنی۔ ثم کان علقۃ فخلق فسوی۔ فجعل منہ الزوجین الذکر والانثی۔ الیس ذلک بقادر علی ان یحیی الموتی ۔ کیا انسان گمان کرتا ہے کہ آزاد چھوڑ دیا جائیگا۔ کیا وہ ایسی منی کا نطفہ تھا جو ٹپکائی جاتی ہے۔ پھر گوشت کا لوتھڑا بنا۔ پس خدا نے اسے پیدا کرکے ٹھیک کیا پھر اس سے جوڑے یعنی مذکر و مونث بنائے۔ کیا وہ خدا مردہ کو زندہ کرنے پر قادر نہیں؟

ان آیتوں میں خدا تعالیٰ نے معاد اور انسان کو دوسرے مرتبہ پیدا کرنے کو اتنے بہترین طریقہ سے ثابت کیا ہے کہ مخاطب اس کا انکار ہی نہیں کرسکتا۔ پھر فرمایا

افرایتم ما تمنون ءانتم تخلقونہ ام نحن الخالقون ۔ تم لوگ جس چیز کو ٹپکاتے ہوئے دیکھتے ہو۔ کیا تم اسے پیدا کرتے ہو یا ہم پیدا کرتے ہیں؟

اپنی خالقیت کا ایسے احسن طریقے سے ثبوت دیا کہ مناظر کو انکار کا موقعہ نہیں ملسکتا۔

وقالوا لولا یاتینا بایۃ من ربہ اولم تاتھم ان لوگوں نے کہا کاش ہمارے پاس پروردگار کیطرف سے کوئی

بینۃ مافی الصحف الاولیٰ۔ آیت نہ آئی۔ کیا ان کے پاس وہ دلیل نہیں آئی جو پہلے صحیفوں میں تھی۔
اولم یکفھم انا انزلنا علیک الکتاب یتلیٰ علیھم کیا ان کو کافی نہ ہوا کہ ہم نے تجھ پر کتاب اتاری جو ان پر تلاوت کیجاتی ہے
اولم یکن لھم ایۃ ان یعلمہ علماء بنی اسرائیل ہ کیا ان کیلئے کوئی آیت نہ تھی کہ بنی اسرائیل کے علما انہیں سکھلاتے؟۔

ان آیتوں میں خدانے کافروں سے بطریق احسن مناظرہ کیا اور ثابت کردیا کہ ہر دور میں ہماری آیتیں اور آسمانی کتابیں تمہارے پاس آئی ہیں اب بھی خدا کی اطاعت نہ کرو تو پھر عذاب کے مستحق ہوگے۔

الم نجعل لہ عینین ولسانا وشفتین و کیا ہم نے اس کی دو آنکھیں نہ بنائیں۔ اور ایک زبان اور دو ہونٹ
ھدینٰہ النجدین ہ نہ بنائے۔ کیا ہم نے اسکو دونوں جہان کی ہدایت نہ دی۔

خدانے حق کو دیکھنے اور حق بولنے کی جس طرح تلقین کی ہے کیا کوئی اس سے منکر ہو سکتا ہے؟۔

یہ تو چند آیتیں بطور نمونہ ہم نے ذکر کی ہیں ورنہ قرآن میں بے شمار مقامات میں خدانے بطریق احسن مجادلہ کیا ہے اور اپنے مقاصد کے ثبوت میں پہلے مخاصمین کے سامنے ان مقدمات برہانیہ کو پیش کیا جنہیں وہ مانتے اور اقرار کرتے ہیں۔ اسکے بعد انہیں سے اصل مقصود خود ثابت ہو جاتا ہے۔ دلیل کے ساتھ مجادلہ کرنے کا یہ بہترین طریقہ ہے۔ کیونکہ جدل کی شرط یہ ہے کہ مخالف مقدمات کو تسلیم کرے اگرچہ وہ مشہور دلیل نہ ہوں۔ پس جب مشہور دلیل ہونگے تو وہی مقدمات برہانیہ کہے جاتے ہیں۔
قرآن مجید ایسے مقدمے سے دلیل نہیں پیش کرتا جس کو مخالف نے محض تسلیم کرلیا ہو جیسا کہ منطقی وغیرہ کے نزدیک جدلی طریقہ ہوتا ہے بلکہ قرآن ایسے قضیوں اور مقدمات سے دلیل پکڑتا ہے جنہیں تمام لوگ تسلیم کرتے ہیں انہیں کو مقدمات برہانیہ کہتے ہیں اور اگر بعض لوگ ان مقدمات کو مانتے ہوں اور بعض ان میں جھگڑتے ہوں تو ان مقدمات کی صحت پر بھی اولاً دلیل ذکر کرنی چاہیئے۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے۔

وماقدروا اللہ حق قدرہ اذ قالوا ما انزل اللہ علی بشر من شیء قل من انزل الکتاب الذی جاء بہ موسیٰ نوراً وھدی للناس تجعلونہ قراطیس تبدونھا وتخفون کثیرا وعلمتم مالم تعلموا انتم ولا آباؤکم ہ

انھوں نے اللہ کا اندازہ نہیں لگایا جیسا کہ اس کے اندازہ لگانیکا حق تھا۔ اسلئے کہ انہوں نے کہا اللہ نے بشر پر کوئی چیز نہیں اتاری کہدے اے نبی کس نے اس کتاب کو اتارا جسے حضرت موسیٰ لوگوں کیلئے روشنی اور ہدایت بنا کر لائے۔ تم لوگ اس کو کاغذ بناتے ہو جس کو ظاہر کرتے ہو اور اکثر چھپاتے ہو۔ اور تم لوگوں نے اس چیز کو جان لیا جسکو تم نے نہ تمہارے باپوں نے جانا تھا۔

چونکہ خطاب عام ہے وہ اہل کتاب بھی مخاطب ہیں جو حضرت موسیٰ کی نبوت کا اقرار کرتے ہیں اور وہ مشرکین بھی ہیں جو انکی نبوت کا انکار کرتے ہیں۔ لہذا اس کو خدانے یوں ذکر کیا۔
قل من انزل الکتاب الذی جاء بہ موسیٰ ” کہدے اے نبی کس نے اس کتاب کو اتارا جسے حضرت موسیٰ لائے۔
خدانے موسیٰ علیہ السلام کے صدق پر بہت سی جگہوں میں دلائل ذکر کئے ہیں۔ ابن کثیر وابی عمر قرار کیطرح جن لوگوں نے آیت مذکور میں تبدونھا کو یبدونھا پڑھا ہے تو انہوں نے یہ خطاب مشرکین کے ساتھ قرار دیا ہے۔ (باقی آئندہ)

ثلثة اشرقت هند بهجتها

(من عبد الحليم الناظم ـــــــ محرر مجلة "محدث")

العلامة الشاه ولي الله الدهلوي رحمه الله

يا من له فضل بكل مجامع | نال العلى بعزائم و نوازع
خدم الحديث فعاد مؤتنفا به | ما كان من فضل قديم بارع
احيى بهند كل سنن نبينا | فسعى وما الجهد للبليغ بضائع
لحظ الثقافة للعقول فاخرجت | ما طاب من ثمر العقول اليانع
حفظ العلوم فما ترى من روضة | الا ظماء الطير حول مشارع
كنت الكريم ابن الكريم وخيرنا | فغفرت من فضل الرحيم الواسع

مولانا شاہ اسمٰعیل شہید دہلوی مرحوم

ایکہ بودی باعثِ صد نازشِ ارض و سماں | ایکہ بودی از زمانِ خوردگی فخر جہاں
ایکہ بُردی گوئے سبقت را بہر میدان علم | ایکہ رخشاندی نگارِ نیرِ طبع رواں
سنتِ خیر الرسل در ہند جاری شد بتو | دور کردی شرک و بدعت ہر کلک و زباں
جذبہ تائیدِ حق احیائے دیں آمد بجوش | در محاذ جنگ رفتی بہر دفع دشمناں
ملتِ بیضا ز خونت گلشن شاداب شد | از شہادت یافتی حقا حیات جاوداں

مولانا سید نذیر حسین صاحب عرف میاں صاحب محدث دہلوی مرحوم

ایکہ تیری ذات تھی شمع حدیث مصطفےٰ | تھا ترے ماحول پروانوں کا ہر دم جمگھٹا
شیخ کل! تجھ سے ہوا سارا زمانہ مستنیر | تو نے چمکا دی جہاں میں مہر سنت کی ضیا
فخر ہے ہندوستاں کو تیری شانِ درس پر | ہوگئی شاداب تفسیر و حدیث بے بہا
وقف کردی زندگی تو نے علوم شرع میں | اپنے مولد سے الگ دہلی میں رہ کرتا قضا
سلسلہ تیرے تلمذ کا تو ہر گوشہ میں ہے | کیوں نہ ہو پھر جاودانی خدمت دیں کی بقا
ایک ناظم بھی ترے تلمیذ کا تلمیذ ہے | کر رہا ہے دل سے جو تیری عقیدت کو ادا

خیابانِ طلبہ

کیا پردۂ مروّجہ عورتوں پر ظلم ہے؟

کیا اسکا وجود پہلے نہ تھا؟

(از مولوی محمد تسلیم خانصاحب مظفرپوری متعلم دارالحدیث رحمانیہ)

(پچھلے دنوں مولانا شوکت علی کی نومسلمہ بیگم کا مضحکہ خیز مضمون پردہ کے خلاف بمبئی کرانیکل میں شائع ہوکر اردو اخبارات کی بحث کا مرکز بنچکا ہے جس میں اس نومسلمہ عورت نے اسلامی اصول سے بالکل ناواقفی کی وجہ سے یہ ظاہر کیا تھا کہ پردہ عورتوں پر ظلم ہے اور اسلام میں اسکا وجود پہلے نہ تھا۔ ہمارے عزیز نامہ نگار نے سطور ذیل میں اسکا ایک مختصر مگر معقولانہ اور دندان شکن جواب دیا ہے۔ ہم آئندہ بھی پردہ کے متعلق شرعی حیثیت سے ایک مضمون شائع کریں گے۔ مدیر)

اغیار کی حکومت نے جہاں محکوم قوم کی ہر چیز پر قبضہ کرلیا ہے وہاں ان کے دل ودماغ پر بھی تسلط جما لیا ہے وہ عظیم الشان مسلم قوم بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکی جنہیں ابھی جادۂ حکومت سے ہٹے ہوئے زیادہ زمانہ نہیں گذرا جن کو اسلام نے وہ تعلیم دی تھی جس کی روشنی میں یہ تصور بھی نہیں ہوسکتا تھا کہ آئندہ وہ اسقدر جلد اغیار سے متاثر ہوکر صراطِ مستقیم سے منحرف ہوجائینگے اور نہایت سرعت کے ساتھ غیروں کے نقش قدم پر گام زن ہونے لگیں گے۔ چنانچہ آج انہی کے ہاتھوں اسلام کا خون ہورہا ہے اور یہ خود اسلامی قوانین کے استخفاف میں پیش پیش نظر آرہے ہیں منجملہ ان تمام افسوسناک حرکتوں کے ایک جدید طوفان بے پردگی کا اٹھایا گیا ہے جس سے اخبارات کے کالموں میں یہ باتیں نظر آرہی ہیں کہ موجودہ اسلامی پردہ عورتوں پر صریح ظلم ہے جو قابل برداشت نہیں اور یہ کہ اسکی اصلیت بھی کچھ نہیں محض جنس لطیف پر ظلم کرنے کیلئے گھڑ لیا گیا ہے۔ چونکہ یہ باتیں غلط فہمی پر مبنی ہیں اسلئے ضرورت ہے کہ اسکا ازالہ کردیا جائے تاکہ حقیقتِ حال آسانی سے واضح ہوجائے۔

پہلی بات (یعنی موجودہ اسلامی پردہ ظلم ہے یا نہیں) سمجھنے کیلئے چند باتیں بطور تمہید معلوم کرلینی چاہئیں۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ مذہب اسلام نے عورتوں کا بیحد احترام کیا ہے اور انہیں وہ عزتیں عطا کی ہیں جو ان کو اسلام کے پہلے حاصل نہ تھیں پس جو طریقہ انکی اس خداداد حرمت وعزت کا محافظ ہوگا یقیناً وہ ان کیلئے رحمت ہوگا ظلم نہیں ہوگا اور جو طریقہ بھی ان سے ان کی حرمت واحترام کے چھیننے کی طرف مفضی ہوگا وہ یقیناً ان کیلئے ظلم ہوگا۔ اگرچہ اس کا نام کتنا ہی مہذب اور خوبصورت کیوں نہ ہو۔

نیز یہ بات بھی قابل غور ہے کہ کسی شخص کا کسی کی حرمت کا ازالہ کرنا اختیاری فعل ہے یعنی یہ اپنے فاعل سے دفعتہً بغیر کسی شعور کے صادر نہیں ہوتا بلکہ اس کے چند مقدمات ہوتے ہیں جو ایک دوسرے پر مرتب ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر یوں سمجھنا چاہئے کہ ایک جانور کسی کے ہاتھ میں کچھ سبزی دیکھتا ہے پھر وہ تخیل کرتا ہے کہ ہمارے لئے مفید ہے پھر

اسکے اندر مطلب کا شوق پیدا ہوتا ہے اب وہ قصد مصمم کر بیٹھتا ہے اس کے جوارح اس کا ساتھ دیتے ہیں اور وہ اس کی طرف چل دیتا ہے یا اس کے سامنے کچھ بھی نہیں ہوتا اس کو بھوک لگتی ہے وہ تخیل کرتا ہے کہ اُسنے اپنے سامنے کبھی کسی مقام پر کچھ سبزی دیکھی تھی اس کے بعد امور مذکورہ پیدا ہوتے ہیں اور وہ وہاں چل پڑتا ہے اسی طرح کسی کے ہاتھ میں ایک جانور لکڑی دیکھتا ہے اور اس کے اندر ایک معنی کا تخیل کرتا ہے کہ یہ ہمارے لئے مضر ہے اور اس میں دفع ضرر کیلئے ایک نفرت پیدا ہوتی ہے اپنے ارادہ کو پختہ کرتا ہے اور بھاگ پڑتا ہے اسی طرح ایک بکرا ایک بکری کو دیکھتا ہے اس کے اندر اپنے لئے ایک خاص مناسب معنی کا تخیل کرتا ہے پھر اس کے اندر اس کے طلب کا شوق پیدا ہوتا ہے اور قصد کرکے اس کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ یہ سب افعال اختیاری ہیں جن میں فعل کے قبل قصد مصمم اس کے قبل طلب یا نفرت پھر اس کے پہلے مناسبت یا غیر مناسبت کا تخیل اور اس کے پہلے رویت ضروری ہے یعنی ان میں سے کوئی فعل بغیر رویت کے نہیں ہو سکتا اور جب ایک حیوان کے افعال اختیاریہ میں اتنے مراتب پیدا ہوتے ہیں تو یقیناً ایک انسان کے افعال اختیاریہ میں یہ مراتب بدرجہ اولیٰ پیدا ہونگے اور بلا شبہ کسی کی حرمت کا ازالہ کرنا فعل اختیاری ہے پس یقیناً اس قسم کا کوئی فعل بغیر رویت کے ممکن نہ ہوگا۔ البتہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ہر رویت پر ازالۂ حرمت کا ترتب ضروری ہے ہاں ممکن ہے ہر رویت ترتب کی طرف مفضی ہو۔ اور رویت کی طرف مفضی ہونا بے پردگی ہے پس اس قیاس (یعنی والمفضی الی المفضی الی الشئی مفضی الیہ) کے ماننے سے معلوم ہو جائیگا کہ بے پردگی اس بیش قیمت حرمت کے ازالہ کی طرف مفضی ہے جو باری تعالیٰ نے اس جنس کو عطا کی تھی اور اس چیز کا ہونا جو اُن سے ان کے بے بہا گوہر کو علیحدہ کرنے کی طرف مودی ہوگا یقیناً ہمارے سابقہ مقدمہ کی بنا پر انکی ذات پر ظلم ہوگا۔ اب یہ بات صاف ظاہر ہوگئی کہ ان کو پردہ سے آزاد کر دینا ہی ان پر ظلم کرنا ہے اور ان کو پردہ میں رکھنا ہی ان پہ رحم اور ان کی بہی خواہی کرنی ہے کیونکہ پردہ ہی ان کی خداداد عصمت کا محافظ ہے اور حقیقت یہ ہے کہ کوئی نعمت اسی وقت تک قابل اطمینان نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ اس کے زوال کے محتمل طریقہ کو بند نہ کر دیا جائے اسی وجہ سے انہیں تلقین کی گئی کہ اپنے جمیع اعضاء کو غیروں کی نظر سے محفوظ رکھیں تاکہ اپنی عزت و حرمت سے محروم ہوکر سابقہ ذلت میں گر جانیسے بچیں اور موجودہ شرعی پردہ سے یہی مقصود بھی ہے۔

پردہ کو ظلم ثابت کرنے کیلئے کہا جاتا ہے کہ زچہ خانہ میں اکثر بچوں کی اموات اسی کے خطرناک نتائج ہیں لیکن یہ قرین قیاس نہیں، کیونکہ اگر نفس پردہ ہی اس کیلئے سبب و علت ہوتا تو یقیناً پردہ نشین عورتوں کا کوئی بچہ بھی موت سے نہیں بچنا چاہیئے تھا (مثلاً آگ میں جلانیکی خاصیت ہے تو جو لوگ بھی اس میں اپنا ہاتھ داخل کرینگے یقیناً وہ جلا ڈالیگی) لیکن ایسا نہیں ہوتا بلکہ آج بھی دنیا میں پردہ نشین خاتونوں کے لاکھوں صحیح و تندرست فرزند موجود ہیں پس ماننا پڑیگا کہ اس کا سبب کوئی اور چیز ہے جس کے کم و بیش ہونے پر یہ مختلف آثار مرتب ہوتے ہیں۔ پردہ کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ نیز کہا جاتا ہے کہ پردہ ایک قید ہے۔ بہت صحیح لیکن اسکو کیا کیا جائے کہ ابھی تک مشرق کی شریف عورتیں اس کو مغرب کی آزادی پر ترجیح دیتی ہیں اور اس قید کے سوا مہلک اختلاط اجانب کو روکنے کی اور کوئی تدبیر بھی نہیں ہے لہذا اس پابندی اصول کو قید کہنا ہی غلط فہمی ہے۔

(دوسری بات۔) پردہ کا مسئلہ رواج خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں شدت پذیر ہوگیا تھا یہاں تک کہ پردہ ہی شریف اور آزاد عورتوں کی علامت سمجھی جاتی تھی۔ چنانچہ جس وقت آپ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو غزوہ خیبر سے واپسی کے وقت ساتھ لارہے تھے تو ایک مقام پر صحابہ کی ایک متردد جماعت نے محض پردہ ہی کی وجہ سے سمجھا تھا کہ آپنے ان کو آزاد کرکے اپنے عقد میں سنایا ہے خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ جنکی سیاست اور قوت کی عظمت کا اقرار آج بھی بڑی بڑی مہذب سلطنتیں کررہی ہیں۔ سختی سے پردہ پر عامل تھے آپکے فرزند حضرت عبداللہ بن عمر رات کیوقت بھی عبادت کیلئے مسجد میں جانے دینے کیلئے روادار نہ تھے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول تھا کہ جو عورت باوجود پردہ کرنے کے بھی اگر خوشبو لگا کر کسی مجلس کے سامنے گذرتی ہے وہ زانیہ ہے (ایما امرءۃ استعطرت فمرت بالمجلس فھی کذا وکذا یعنی زانیۃ) نیز آپنے فرمایا ہے کہ اگر عورتیں رات کو بھی نماز کیلئے آنا چاہیں تو اس صورت میں آئیں کہ ان کے اوپر میلے کچیلے کپڑے ہوں اور پورے پردے کے ساتھ ہوں۔ لا تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ ولیخرجن وھی تفلات ۔۔ الغرض پردہ کے بارے میں اللہ اور اس کے رسول کے بڑے بڑے فرامین موجود ہیں اور لوگ بھی اس پر سختی سے عمل کرتے رہے ہیں مگر آجکل بدقسمتی سے ایک جماعت اسلامی اصول سے ناواقفی کیوجہ سے اسکو ترقی اور عروج کا دشمن سمجھکر اسکو صفحہ ہستی سے مٹا دینا چاہتی ہے کاش وہ لوگ صدر اول کے مقدس مسلمانوں کی باوجود پردہ کی پابندی کے شاندار ترقی کو دیکھتے ہوئے حضرت عمرؓ کے اس قول پر غور کرتے۔ یا ابا عبید انکم کنتم اذل الناس واحقر الناس واقل الناس فاعزکم اللہ بالاسلام فمھما تطلبوا العزۃ بغیر اللہ یذلکم اللہ (ترجمہ) اے ابو عبیدہ تم دنیا میں سب سے زیادہ ذلیل حقیر اور کمتر تھے اللہ نے اسلام کے ذریعہ تمہاری عزت بڑھائی پس جب کبھی تم غیر اللہ کے ذریعہ سے عزت حاصل کروگے خدا تمہیں ذلیل کریگا (العیاذ باللہ) فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم)

ضرورت قرآن

(از مولوی محمد سلیمان صاحب صدیقی چپارنوی متعلم رحمانیہ)

خلاق عالم سے جتنے افعال و اعمال سطح وجود پر آتے ہیں وہ تمام کسی نہ کسی ضرورت و حاجت کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہوتے ہیں اسلئے کہ وہ حکیم ہے اور فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ مسلمہ قاعدہ ہے پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے فعل عبث کا صدور ہرگز نہیں ہوگا۔ چنانچہ آج جسقدر اشیاء روئے زمین پر اپنی وجود کی چادروں میں لپٹی ہوئی نظر آتی ہیں ہر ایک اپنے اپنے فرائض کی انجام دہی کے لئے عالم وجود میں لائی گئی ہیں۔ جس شخص کو قدرت نے چشم بصیرت اور عقل و فہم سے آراستہ فرمایا ہے۔ جب اسکی نظر اشیاء مختلفۃ الاجناس متخالفۃ الانواع اور متغیرۃ الالوان پر پڑتی ہے تو بے ساختہ

وبالکلف اس کی زبان سے یہ کلمات نکل پڑتے ہیں ربنا ما خلقت ھذا باطلا اس مختصری تمہید کے بعد ایک خاص چیز کی ضرورت کو سطح قرطاس پر لانا چاہتا ہوں جو نہایت ہی اہم اور مہتم بالشان ہے جسکی اہمیت کو دنیا تسلیم کر چکی ہے۔ کروڑوں گردنیں اس کی اطاعت و فرانبرداری میں جھکی ہوئی نظر آتی ہیں جو کلام الملوک ملک الکلام کی بنا پر اعلیٰ امتیاز رکھتی ہے جو اپنی فصاحت و بلاغت اور تنوع بیانی میں مشہور اپنی شیریں کلامی و دلفریبی اور اثر پذیری میں یکتائے زمانہ ہے وہ کیا چیز ہے۔ بلاشبہ قرآن شریف ہے۔ اب غور طلب یہ ہے کہ ان تمام خوبیوں اور وصفوں کو مدنظر رکھکر یہ کس ضرورت و احتیاج کے ماتحت نازل ہوا ہے؟ بیشک قرآن بڑے بڑے فرائض کی انجام دہی کے لئے عالم وجود میں آیا ہے وہ فرائض مختلف نوع کے ہیں جیسے بنی نوع انسان کی احسن طریقہ پر رہنمائی کرنی گمراہی و ضلالت کے تاریک راستوں سے بچاکر ہدایت و رشد کے صراط مستقیم پر لگا دینا۔ احسان شناسی، شکر گذاری اور منعم حقیقی کی پرستش و عبادت کی تعلیم دینی احسان فراموشی و کفران نعمت کی مذمت و برائی بیان کرنی انسانوں کو تہذیب، تمدن، معاشرت و سیاست سے آشنا کرانا راعی اور رعایا حاکم و محکوم باپ بیٹے زن و شوہر خویش و اقارب وغیرہ کے حقوق کو پیش کرنا اور اس پر عمل کرنے کی دعوت دینی اور تمام اعمال و افعال کے نتائج و ثمرات کو بیان کرنا وغیرہ ان تمام امور مذکورہ کو انجام دینے کے لئے قرآنجید کا نزول ہوا ہے کیونکہ جس زمانہ میں اس کا نزول ہوا ہے اسوقت اقوام عالم کی حالت بد سے بدتر ہو چکی تھی میں اسوقت کے عرب یہود، نصاریٰ مجوس، اور ہنود کی حالتوں کو مختصراً سپرد قلم کرتا ہوں تاکہ قرآن شریف کے نزول کی ضرورت پر کافی روشنی پڑسکے۔

عربوں کی حالت

(اخلاقی حالت) عرب بدکاری و زناکاری میں مبتلا تھے۔ اپنے اعمال شنیعہ پر فخر کرتے ہوئے ان کو شرم نہ آتی تھی۔ چنانچہ آج بھی دواوین عرب اس کے شاہد ہیں۔ شراب اور سخت نشلی عرقیات کا استعمال عام تھا۔ مدہوشی میں جو معیوب و خراب باتیں ان سے سرزد ہوتی تھیں اُسے بُرا نہ جانتے تھے۔ لونڈیوں کو (جو قینات کہلاتی تھیں) گانے بجانے ناچنے کیلئے پالا کرتے تھے ان کی زناکاری کی آمدنی کو اُن کے آقا اچھی آمدنی سمجھا کرتے تھے جو عورتیں لڑائی میں گرفتار ہو کر آتیں ان کو قینات میں داخل کیا جاتا تھا۔ مال وراثت کا حصہ صرف بالغ مرد پاتے تھے تمام عورتیں اور بچے اپنے والدین اور عزیز و اقارب کے ترکہ سے قطعاً محروم رکھے جاتے تھے۔ بیوہ عورت پر متوفی شوہر کا قریبی رشتہ دار اپنی چادر ڈالدیتا تھا عورت خوش ہو یا ناخوش چادر ڈالنے والے کی بی بی بنجاتی تھی۔ سوتیلے بیٹے بھی اپنی سوتیلی ماں پر اسی طرح قابض ہو جایا کرتے تھے جو خاندان زیادہ شریف سمجھے جاتے تھے وہ زندہ لڑکیوں کو زیر زمین دفن کر دیا کرتے یا چاہ عمیق میں دھکیل کر ہلاک کر دیا کرتے تھے اسی پر قرآن شریف کی آیت دلالت کرتی ہے۔ واذا الموؤدۃ سئلت بای ذنب قتلت۔ یعنی زندہ دفن کی ہوئی لڑکیاں سوال کی جائینگی کہ کس جرم کے باعث زندہ درگور کر دی گئی تھیں۔ ازدواج کے متعلق کوئی قاعدہ موجود نہ تھا اور محرم غیر محرم عورتوں کی تمیز کے لئے کوئی صاف آئین منضبط نہ تھا۔ شغل قمار بازی نہایت دلپسند تھا اور مشہور لوگوں کے گھر قمار خانہ عام سمجھے جاتے تھے۔

(عبادت) ارواح خبیثہ کا اعتقاد عام تھا۔ انکی غیر معمولی طاقتیں تسلیم کرتے تھے۔ خیالی و وہمی دیوتا و دیویاں مانی جاتی تھیں

ان کی شکلیں اور صورتیں عجیب عجیب فرض کر کے اسی کے مانند بت تیار کئے جاتے تھے پھر مندروں میں نصب کئے جاتے اور پوجے جاتے تھے عموماً ہر قبیلہ اپنا اپنا بت الگ تجویز کیا کرتا تھا اور اپنی قسمت اس بت کے قبضہ میں سمجھا کرتا تھا ان کو سجدہ کیا جاتا تھا ان کی منت مانی جاتی تھی ان کے نام پر قربانیاں کی جاتی تھیں۔

(معاشرت) ان میں گھوڑ دوڑ میں بازی لگانے کا بہت رواج تھا (اسے رہان کہتے تھے) گھوڑ دوڑ میں تین یا سات گھوڑے شامل کئے جاتے تھے گھوڑوں کے نمبر لگانے میں کبھی اتنا اختلاف بڑھ جاتا کہ لڑائی چھڑ جاتی اور برسوں تک جاری رہتی۔ جس میں ہزاروں جانیں تلوار کے گھاٹ اتاری جاتیں انتقام اور کینہ جوئی کو اچھا سمجھا جاتا ایک ایک دو دو نسل اوپر کا انتقام لیا جاتا اور اسے بہادری کا لازمہ سمجھا جاتا تھا۔

یہودیوں کی حالت

ان کی دینی حالت بھی بد سے بدتر تھی موسیٰ کلیم اللہ کے عہد سے لیکر عیسیٰ کلمۃ اللہ کے زمانہ تک انہوں نے ہر ایک نبی اللہ کی تکذیب و تذلیل میں ہمیشہ سرگرمی دکھلائی تھی کتاب توراۃ انمیں اپنی اصلی حالت پر موجود نہ رہی تھی اسلئے حرام و حلال سخط و رضا کا بیان صرف احبار کے اختیار و اعتبار پر رہ گیا تھا اور یہ لوگ اکل سحت (مردہ و حرام خوری) اور اخذ ربٰو (سود خواری) میں اتنے دلیر ہو گئے تھے کہ فتاویٰ شرعیہ فروخت ہوتے تھے اور امیر و غریب کے مقدمات بمقدار رشوت طے ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس قوم میں رسل و انبیاء بکثرت بھیجے لیکن اسرائیلیوں نے کبھی ان کی نہ وقعت کی اور نہ نصرت بلکہ بعض اوقات انبیاء اللہ کو اپنی خون آشام تلواروں کا نشانہ بنایا۔

نصاریٰ کی حالت

مسیح علیہ السلام نے اپنے لئے بارہ شاگرد چن لئے تھے کہ وہ بنی اسرائیل کے بارہ اسباط کے سامنے مسیحی تعلیم کے گواہ ٹھہریں حضرت مسیح علیہ السلام کے آسمان پر تشریف لیجانے کے بعد ان بارہ شاگردوں کے درمیان عقائد اور اعمال کے متعلق سخت اختلافات نمودار ہو گئے اور تثلیث کا اعتقاد ان لوگوں میں رونما ہوا انہی ایام میں مسیح اور مریم کا منسوب بننے کا شوق بھی ان میں پیدا ہو گیا تھا۔ ہزاروں عورتیں اور ہزاروں مرد راہبات و رہبان بنجاتے تھے ان کا وجود متمدن دنیا کے لئے وبال تھا نیز کلیسا کے اخلاق و اعمال پر ایک بدنما دھبہ تھا کفارہ کے مسئلہ نے اعمال صالحہ کی رغبت کو مٹا دیا تھا اور مسیح کے لعنتی اور جہنمی بن کر نجات دہندہ ہو جانے کی خوشی نے وحشیانہ طبائع کی امنگوں کو مطلق العنان کر دیا تھا ان تمام خرابیوں نے مسیحیت کو نہایت مکروہ اور قابل نفرت بنا دیا تھا۔

ہندو قوموں کی حالت

ہندو قوم کی حالت بدھ مت کے بعد سے بدتر ہو گئی تھی فسق و فجور اور فواحش کا دور دورہ تھا۔ جگرا نکت۔ وام مارگی۔ سھنسر بھگ۔ درشنان مکتی۔ شاکت نینوارک ادک۔ رام ایا سک۔ ڈنڈی وغیرہ بیسیوں ایسے فرقے پیدا ہو گئے تھے جنہوں نے اخلاق و تہذیب کو جلا کر راکھ کر دیا کر دیا تھا یہ فرقے تمام ہندوستان پر چھائے ہوئے تھے انھوں نے شراب جوا وغیرہ بدکاری کو مذہب کا لباس پہنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔

مجوسیوں کی حالت

مجوسی قوم بھی اُسوقت نہایت ہی برے دور سے گذر رہی تھی ان کے مرد و زن کی

طبائع میں شوریدگی و آوارگی پیدا ہوگئی تھی۔ فحش و ظلم اور طغیان و عصیان کا طوفان نمودار ہوگیا تھا مائیں اپنے بیٹوں کے عشق کا شکار بنیں اور صاحب تخت و تاج شہزادیاں اپنے افسران فوج کے جذبات حیوانی سے تختہ ہائے موت پر لٹائی گئیں محرمات ابدیہ کو محصنات اولیہ بنائے جانے کے دلائل منتخب کئے گئے اور شیرویہ جیسے ناخلف پسر نے جوش بہیمیت میں باپ کا شکم چاک کرکے شیریں پر قبضہ کیا اور بھی ہر طرح کی برائی اس قوم میں موجود تھی۔

الغرض تمام عالم پر سخت تاریکی چھائی ہوئی تھی اور ان ضلالتوں کے دور کرنے میں وہ کتابیں جو دنیا میں پہلے سے نازل شدہ تھیں ناکافی ثابت ہوچکی تھیں۔ ان تمام عالم کے بگڑے ہوئے آدمیوں پر تو کیا اثر ہوتا کہ خود وہی قوم جس میں اس کا نزول ہوا تھا دائرہ اطاعت میں نہ رہی تھی اسلئے ضرورت تھی ایک ایسی متبرک کتاب کی جسمیں تمام عالم کی اصلاح کی طاقت اور تمام کتابوں کو اپنے اندر جمع کرلینےکی قابلیت موجود ہو اور بلحاظ اپنی مجموعی شان کے دیگر اوراق پریشان سے دنیا بھر کو مستغنی کردے ہاں جسطرح سخت گرمی اور حبس کے بعد باران رحمت کا نزول ہوتا ہے جسطرح رات کی سخت تاریکی کے بعد خورشید نور افروز طلوع ہوتا ہے اسی طرح تمام دنیا پر پھیلی ہوئی ضلالت مظلمہ ہی نے قرآن مجید کے نور مبین کی ضرورت افراد عالم کے دل و دماغ میں ثابت و محسوس کرادی تھی چنانچہ جب اس کا نزول صفحہ ہستی پر شروع ہوا۔ اسی وقت سے اقوام عالم کو اپنی صحیح رہنمائی و پیشوائی کا یقین دلاتے ہوئے ظلمت کدہ سے نکال کر بقعۂ نور کی طرف لانے لگا اور اپنے حق ہونے کا دعویٰ بصورت تحدی بایں الفاظ پیش کیا فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شہداءکم من دون اللہ ان کنتم صادقین ۔ مگر اس چیلنج پر لبیک کہنے کی کسی کو تاب نہ تھی حالانکہ بڑے بڑے فصحاء بلغاء شعراء موجود تھے۔ آخر اس کی حقیقت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوئے اور اس کی اشاعت و مقبولیت کی راہ میں دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت بھی سد راہ نہ بن سکی بلکہ جو اس کے مقابلہ میں آئی وہ ٹکر کھا کر پاش پاش ہوکر رہ گئی۔ اور دنیا کے سامنے جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا کی وہ سچی تصویر پیش کی جسکو دیکھکر دنیا ششدر و حیران رہ گئی۔ مختصر یہ کہ قرآن کی حقیقی ضرورت ہدایت عالم تھی جیسا کہ ھدی للناس سے ظاہر ہے چنانچہ قرآن نے بدرجہ اتم یہ ضرورت پوری کردی اور قیامت تک اقوام عالم کی فلاح و بہبود ہدایت و سعادت کو ببانگ دہل پیش کرتا رہے گا۔ جو قوم اس کے اصول پر چلیگی وہی اس کی ضرورت پاکر بہترین نتائج سے مشرف ہوگی۔

مساوات

(از حافظ عبد الحلیم صاحب پرتاب گڈھی متعلم جماعت ثانیہ دار الحدیث رحمانیہ)

برادران اسلام۔ چھٹی صدی عیسوی کے آغاز اور اس کے قبل دنیا نے کفر و ظلمت وحشت و بربریت میں پھنسکر ایک دوسرے کے حقوق پامال و ضائع کردئے تھے اور ایسے ایسے اصول و قوانین منضبط کئے تھے جو مساوات عامہ کے بالکل خلاف و ناموافق تھے۔ اگر کوئی کم درجہ کا انسان عالی مرتبہ انسان کے قریب بیٹھ جاتا تو اس کے ساتھ یہ طریقہ برتا جاتا تھا کہ اس کے

ملتے پرہمیشہ کے لئے ایک داغ لگا کر جلاوطن کردیتے تھے اگر یہ سلوک نہ کرتے تو اتنا ضرور کرتے کہ ایک عالی مرتبہ شخص اس غریب کے جسم سے جسقدر جس حصہ کا گوشت کاٹنا چاہتا تھا بلا تامل کاٹ لیتا تھا۔ اگر کوئی رئیس کسی غریب کو قتل کردیتا تھا تو اس سے قصاص نہیں لیا جاتا تھا بخلاف اس کے کہ اگر کوئی غریب کسی امیر شخص کو ایک ناشایستہ لفظ بھی کہدیتا تو اس کو اس درجہ کا مجرم قرار دیا جاتا تھا جو بالکل ہی نازیبا تھا۔ رؤساء اور امراء کی سیر و تفریح کیلئے عوام الناس کو ہلاکت میں ڈالدینا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ مردوں کے مقابل عورتوں کا کوئی درجہ ہی نہ تھا۔ قبل از اسلام عیسائی مذہب کے جو اصول تھے ان کو ذہن میں لاتے ہی جسم کے تمام رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں خود ساختہ علماء و امراء کا اقتدار حکومت تھی اور بیچارے غرباء و مساکین اور فقراء کو قعر ذلت میں ڈال رکھا تھا۔ لیکن جس وقت مذہب اسلام روئے زمین پر ظہور پذیر ہوا کفر و ظلمت کی گھٹا اڑاتا ہوا شرک و بدعت کی رسوم پامال کرتا ہوا عدم مساوات کی جڑ کھودتا ہوا اس نے صاف لفظوں میں اعلان کردیا اور مساوات کا ڈنکا عالم میں بجوا دیا کہ انما المومنون اخوۃ۔ مسلمان تمام کے تمام ایک دوسرے کے بھائی ہیں خواہ وہ امیر ہوں یا غریب کسی ملک کے ہوں کسی خاندان کے ہوں آزاد ہوں یا غلام سب برابر ہیں۔ اسلام کی مجلس شوریٰ میں غلام و آزاد امیر و غریب شامل ہوکر مشورہ دیسکتا ہے اسی طریقہ سے کوئی قبرستان یا کوئی مسجد مابہ الامتیاز نہیں ہاں صرف اتنا فرق ہے کہ تم میں سے اللہ کے نزدیک بہتر وہی شخص ہوسکتا ہے جو زہد و تقویٰ میں بڑھا ہوا ہو۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔

آقائے نامدار احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بھی فرمایا لَا فَضْلَ لِعَرَبِیٍّ عَلٰی عَجَمِیٍّ وَلَا فَضْلَ لِعَجَمِیٍّ عَلٰی عَرَبِیٍّ۔ یعنی کسی عربی کو کسی عجمی پر بالکل کسی قسم کی فضیلت نہیں۔ اور کسی عجمی کو کسی عربی پر کچھ بھی فضیلت نہیں۔ سب درجہ مساوات پر ہیں۔ اسلام نے سب کو ایک درجہ میں رکھتے ہوئے اعلان کردیا کہ ان النفس بالنفس والعین بالعین والانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن۔ اگر کسی نے کسی کو قتل کردیا تو اس کے اقارب قاتل سے قصاص لیں اگر کسی نے کسی کی آنکھ پھوڑدی تو تم اسکی آنکھ پھوڑدو اور اگر کسی نے ناک کاٹ لی تو ناک کاٹ لو اگر کسی نے کان کاٹ لیا تو کان کاٹ لو۔ اگر کسی نے دانت توڑدیا تو دانت توڑدو۔ مساوات اسکو کہتے ہیں۔

واذا قلتم فاعدلوا ولو کان ذا قربیٰ۔ خداوند قدس ارشاد فرماتا ہے جب تم کوئی بات کہو تو صاف انصاف کی کہو اگرچہ کسی عزیز و اقارب ہی پر نقصان کیوں نہ پہنچے۔ دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے فاعدلوا ھو اقرب للتقویٰ۔ انصاف کرو اسلئے کہ عدل تقویٰ تک پہنچاتا ہے۔ خواہ کوئی بھی ہو۔ ان آیات سے یہ پتہ چل سکتا ہے کہ خواہ دوست ہو خواہ دشمن قرابت دار ہو خواہ غیر قرابت دار سب کے ساتھ ایک ہی برتاؤ ہونا چاہئے۔ مساوات میں جو خوبیاں ہیں وہ محتاج بیان نہیں مساوات سے انسان نہایت آرام و راحت کی زندگی بسر کرتا ہے۔ اور اتفاق و اتحاد سے دنیاوی زندگی ختم ہوتی ہے۔ علم الاجتماع کا قیمتی اصول مساوات ہے۔

میں بطور مثال چند واقعات سپرد قلم کرتا ہوں جس سے صحیح یہ معلوم ہوجائیگا کہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صدر اول کے کامیاب و مقدس مسلمانوں نے اس اصول مساوات پر کس طرح عمل کیا جنگ بدر کے موقع پر جبکہ سواریوں کا انتظام بہت کم تھا ایک اونٹ تین اشخاص کے درمیان منقسم تھا۔ نوبت بہ نوبت لوگ سواری کرتے تھے چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت ابو درداء کے حصہ میں بھی ایک ہی اونٹ تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو درداء اپنی باری پر سواری کرتے تھے اور رسول اکرم ﷺ لگام پکڑکر آگے آگے چلتے تھے۔ یہ لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر دل وجان سے فدا تھے کسی طرح گوارا نہ کر سکتے تھے کہ خود سواری پر ہوں اور آنحضور ﷺ پیادہ پا ہوں۔ لیکن اس جگہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی غرض امت کو مساوات کی عملی تعلیم دینی تھی چنانچہ آپ نے وہ تعلیم دی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے صاحب رسول اور دیگر اصحابہ کے واقعات اوراق تاریخ میں زریں حروف میں موجود ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہ اپنے غلام کو لیکر بازار گئے آپ نے فرمایا کہ میں کپڑے بنواؤں گا تم کو بھی کپڑوں کی ضرورت ہے لہذا تم کو جو کپڑے پسند ہوں دیکھلو غلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کیلئے قیمتی کپڑے پسند کئے اور اپنے لئے معمولی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ خرید کر درزی کے پاس بیٹھ گئے۔ درزی سے کہا کہ قیمتی کپڑا غلام کیلئے کاٹو اور معمولی میرے لئے غلام نے کہا کہ آپ امیر المومنین ہیں آپ کو اچھے کپڑے پہننے چاہئیں امیر المومنین نے جواب دیا کہ میں تو بوڑھا ہوں مجھکو اچھے کپڑوں کی ضرورت نہیں تم جوان ہو تمکو اچھے کپڑے پہننے چاہئیں۔ یہ تھی برابری ورنہ کیا امیر المومنین اچھے کپڑے نہ پہن سکتے تھے ؟

ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت ابوذرؓ نے اپنے غلام سے اثنا رتنازع میں کہدیا کہ او حبشن کے بچے یہ سنکر نبی علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا کہ اے ابوذر کسی گوری عورت کے بچے کو کسی کالی عورت کے بچے پر ذرہ بھر بھی کسی قسم کی فضیلت نہیں ہاں اگر کچھ فضیلت ہو سکتی ہے تو عمل صالح سے۔ اسی طرح ابوذر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ غلام کو مار رہے تھے کہ دفعۃً نبی صلے اللہ علیہ وسلم آگئے کہ اے ابوذر اگرچہ تو اس پر مارنے کی قدرت رکھتا ہے لیکن اس سے زیادہ کوئی اور ذات تجھ پر قادر ہے یہ سنکر حضرت ابوذرؓ زمین پر گر پڑے اور غلام سے فرمایا کہ تو اپنا پیر مع اپنے جوتے کے میرے رخسار پر رکھدے تاکہ میرا تکبر نکلجاوے۔

فتح بیت المقدس کے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے عہد خلافت میں مدینہ منورہ سے غلام کے ساتھ بیت المقدس جا رہے تھے باری باری اونٹ پر دونوں حضرات سواری کرتے تھے حتی کہ بیت المقدس قریب آگیا اور آخری باری غلام کی تھی غلام نے حضرت امیر المومنینؓ سے کہا کہ آپ سوار ہو جائیے شہر قریب آگیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ کبھی نہیں ہو سکتا چنانچہ غلام سوار رہا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اونٹ کی لگام پکڑے شہر میں داخل ہوئے لشکر آپ کی ملاقات کو آیا اور خوب استقبال کیا۔ جس وقت لشکر استقبال کیلئے آگے بڑھا کسی غیر مسلم نے ایک غازی سے دریافت کیا کہ جو اونٹ پر سوار ہے یہی تمہارا امیر المومنین ہے۔ غازی نے متانت سے جواب دیا نہیں۔ جو پیدل آرہا ہے وہ ہمارا امیر المومنین ہے اور جو اونٹ پر سوار ہے وہ انکا غلام ہے۔ تمام غیر مسلم دیکھکر متعجب وحیران رہ گئے۔ ایکمرتبہ کسی نو مسلم بادشاہ نے کسی اعرابی کو تھپڑ ماردیا اسکو مجرم قرار دیکر خلیفہ نے حکم قصاص صادر کیا یہ اسکو ناگوار معلوم ہوا جسکی وجہ سے وہ خارج از اسلام ہو گیا۔ اگر مساوات کا لحاظ نہ ہوتا تو ایک بادشاہ کو سزا کا حکم کبھی نہ دیتے وہ مرتد ہو گیا لیکن قانون مساوات اپنی جگہ پر قائم رہا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ جو کہ ایک حبشی غلام تھے جن کو کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خرید کر آزاد کر دیا تھا ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے آپ پر فوقیت دیتے تھے جسطرح حضرت بلال رضی اللہ عنہ ایک غلام تھے اسی طرح حضرت صہیب رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ بن الیمان بھی غلام تھے لیکن کیا وجہ تھی کہ انکو

(پتہ کی جگہ)



بڑے بڑے اصحاب رسول اللہ میں شمار کیا جاتا تھا ضرور یہی کہنا پڑیگا کہ اسلام نے مساوات کی تعلیم مکمل طور پر دی تھی۔

جس وقت قطر مصر فتح ہو رہے تھے حضرت عمرو بن عاص کے لڑکے نے ایک قبطی پر (جو کہ مصر کا باشندہ تھا) زیادتی کی اور اسکو زدوکوب کیا قبطی اسوقت مدینہ کی طرف خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے پناہ مانگی۔ امیر المومنین نے حضرت عمرو بن عاص کو اور ان کے لڑکے کو بلوایا جب آ گئے تو امیر المومنین نے اس قبطی کو ایک کوڑا دیا اور کہا کہ اپنا بدلہ لیلو قبطی نے ابن عمرو کو مارنا شروع کیا۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے عہد خلافت میں بیت المقدس گئے تو ان کے پاس ایک ذمی نصرانی آیا اس نے شکایت کی کہ مسلمانوں نے ہمارے باغ کو ناس کر دیا۔ اسکے پھل کھا گئے سنتے ہی حضرت عمرؓ نے ایک گھوڑا تیز رفتار منگایا اور اس کے باغ میں پہنچے تو دیکھا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایک بوجھ میوے کا لیکر چلے آرہے ہیں۔ اسی طریقہ سے [illegible] لوگوں کو اس کے باغ میں پایا چونکہ اس کے باغ کے پھل مسلمان ختم کر چکے تھے اسلئے لازمی تھا کہ ذمی کے نقصان کو پورا کیا جاوے۔ چنانچہ ذمی نے دریافت کیا کہ اس میں تجھکو کس قدر نفع ہوتا تھا اس نے بتلایا آپ نے اس کی قیمت ادا کی۔

جب قادسیہ فتح ہوا تو سپہ سالار نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس خوشخبری بھیجی حضرت عمر رضی اللہ عنہ روزانہ مدینہ سے باہر آکر دیکھا کرتے تھے کہ کوئی خوشخبری لیکر آتا ہے یا نہیں؟ جسکو خوشخبری لیکر روانہ کیا گیا تھا وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے واقف نہ تھا اور نہ ہی حضرت عمرؓ واقف تھے جب مژدہ بردار مدینہ کے قریب پہنچا تو حضرت عمرؓ نے جو مدینہ کے باہر انتظار ہی میں تھے اس سوار سے دریافت کیا کہ قادسیہ فتح ہوا یا نہیں؟ جواب دیا کہ خدا نے فتح دیدی۔ خوشخبری لانے والا سوار تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسکی برابری میں پیادہ پا واقعات دریافت کرتے جارہے تھے۔ جب مدینہ میں آئے تو لوگ آنے اور امیر المومنین کہکر حضرت عمرؓ کو سلام کرتے سوار نے امیر المومنین کا لفظ سنا تو کہا کہ آپ نے مجھکو بتلایا کیوں نہیں کہ میں امیر المومنین ہوں تاکہ میں اپنی سواری سے اتر جاتا۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ فاروق اعظم جواب میں کہتے ہیں کہ لا باس علیک یا اخی (اے میرے بھائی کچھ ہرج نہیں ہے۔

اللہ اللہ مسلمانوں کے اتنے بڑے امیر و خلیفہ اور ایک معمولی آدمی سب بھائی بھائی تھے یہی ہے انما المومنون اخوۃ کی عملی تصویر۔ مذکورہ بالا واقعات اور اس قسم کے ہزار ہا واقعے معتبر تاریخوں میں موجود ہیں۔ انکی صحیح قدر و منزلت اس وقت معلوم ہوگی جب غیر اقوام میں تلاش و تجسس کے بعد بھی اس کی کوئی نظیر نہ ملیگی۔

یہ مساوات کا نقشہ تھا مسلمانوں میں

نوٹ: افسوس کہ اس ماہ میں بوجہ اخراجات [illegible] آئندہ [illegible] انشاء اللہ

جناب شیخ عطاء الرحمٰن صاحب مدیر و پبلشر نے حدرتی پریس بلیماران دہلی سے چھپواکر دار الحدیث رحمانیہ دہلی سے شائع کیا۔

ستمبر ۳۴ء

اللہ نزل احسن الحدیث کتابا

رسالہ محدث دہلی

سرپرست

شیخ عطاء الرحمن صاحب مہتمم دار الحدیث رحمانیہ

نگران اصول

مولانا احمد اللہ صاحب

(شیخ الحدیث)



مدیر مسئول

عبدالحلیم ناظم

(مولوی فاضل)

دار الحدیث رحمانیہ دہلی سے شائع ہوتا ہے

فہرست مضامین

مقاصد

(۱) کتاب و سنت کی اشاعت۔

(۲) مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح

(۳) دار الحدیث رحمانیہ کے کوائف کی ترجمانی۔

ضوابط

(۱) یہ رسالہ ہر انگریزی مہینہ کے ابتدائی ہفتہ میں شائع ہوا کریگا۔

(۲) یہ رسالہ ان لوگوں کو سال بھر مفت بھیجا جائیگا جو ہم ٹکٹ خرچ دفتر میں بھیجدینگے۔

(۳) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا ضروری ہے۔

خط و کتابت کا پتہ

منیجر رسالہ محدث دار الحدیث رحمانیہ دہلی



جلد ۲ | ماہ ستمبر سنہ ۱۹۳۴ء مطابق ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۳ھ | نمبر ۵

مناسبات

شش ماہی امتحان - طلبہ کی کتب بینی کیلئے ایک ہفتہ تک اسباق بند رہنے کے بعد ۱۱ اگست ۱۹۳۴ء کو دار الحدیث رحمانیہ کا شش ماہی امتحان نہایت باقاعدہ طور پر ہوا - ۲۰ اگست کو بعد عصر نتیجہ سنایا گیا جو حد درجہ امید افزا اور پچھلے تمام نتائج سے شاندار رہا - ہم اس عظیم الشان کامیابی پر طلبہ و مدرسین اور جناب مہتمم صاحب مدظلہ کو بڑی مسرت سے مبارکباد دیتے ہیں - پھر جناب مہتمم صاحب کا حوصلۂ سخاوت کتنا بلند ہے کہ ان معمولی امتحانوں میں بھی جو صرف سالانہ کی تیاری کے لئے تاکیداً ہوا کرتے ہیں ہمیشہ انعامات تقسیم کرتے رہتے ہیں چنانچہ اس شش ماہی امتحان میں بھی آئندہ مزید محنت کا شوق دلانے کیلئے حسب ذیل نقدی انعامات امتیازی حیثیت سے کامیاب طلبہ کو دیئے گئے - محمد تسلیم خاں کو جماعت ہشتم میں اول آنے پر عـــہ - نظیر الحسن کو جماعت ہفتم میں اول اور حدیث میں اول آنے پر صـــہ - عبد الجلیل بستوی کو جماعت ششم میں اول اور حدیث میں اول آنے پر صـــہ - احسان اللہ کو جماعت پنجم میں اول اور حدیث میں اول آنے پر صـــہ - علی محمد کو جماعت چہارم میں اول آنے پر عـــہ - عبد الاحد کو جماعت سوم میں اول حدیث میں اول اور مدرسہ بھر میں دوم آنے پر مـــہ - امام الدین کو جماعت دوم میں اول آنے پر عـــہ - حافظ عبد الحلیم کو جماعت دوم کی حدیث میں اول آنے پر عـــہ - عبد الرحمٰن خورد اور محمد ابراہیم کو جماعت اولیٰ میں سب سے زیادہ مگر برابر نمبر حاصل کرنے پر دو دو روپیہ - اور عبد العزیز کو جماعت ادنیٰ میں اول اور مدرسہ بھر میں اول آنے پر پانچ روپیہ انعام میں دیئے گئے - ہم ان انعام حاصل کرنیوالے احباب و عزیزان کو مبارکباد دیتے ہوئے جناب میاں صاحب مہتمم دار الحدیث مدظلہ کو تحسین سے مستغنی سمجھکر ان کیلئے دعاء خیر کرتے ہیں اور ناظرین سے بھی ان کیلئے دعاء خیر و ترقی حیات و درجات کے متمنی ہیں -

تفریح - چونکہ شش ماہی امتحان کیلئے طلبہ نے کافی محنت کی تھی اسلئے دو روز ۱۴ - ۱۵ اگست آرام و تفریح

مزید اسباق بند رہے ـــــــــــ یں یوں ختم کیا گیا کہ ۱۴ اگست کو جناب میاں صاحب مہتمم مدرسہ مدظلہ کی طرف سے مدرسہ ہی میں تمام طلبہ و مدرسین اور متعلقین رحمانیہ کی شاندار دعوت ہوئی جس میں علاوہ اور کھانوں کے ساسی ٹکڑے خاص طور پر بنائے گئے تھے جو خوب پسند کئے گئے پھر ۱۵ اگست کو جناب مہتمم صاحب کی طرف سے روشن آرا باغ میں تفریح کا سامان کیا گیا۔ دن بھر سارے متعلقین مدرسہ وہیں رہے۔ ایک پُر لطف ضیافت بھی ہوئی جس میں پھلوں کی خاص طور پر کثرت رہی۔ طلبہ مختلف کھیلوں میں مصروف رہے۔ عصر سے قبل راقم الحروف کی سرکردگی میں پُر زور کبڈی ہوئی جس میں اکثر لڑکوں کا کھیل اچھا رہا خصوصاً عبد الحلیم پرتاب گڈھی اور عبد المتین بالمقابل خوب کھیلے۔ عصر کے بعد اکثر طلبہ کچھ دیر تک اونچا اور لمبا کودتے ترپتے اور دوڑتے رہے۔ پھر فٹ بال کا نہایت زبردست کھیل ہوا جس میں راقم الحروف ریفری کے فرائض انجام دیتا رہا۔ اس میں محبوب الرحمٰن و عزیز الرحمٰن بالمقابل اچھا کھیلے۔ الغرض ان تمام تفریحات کے بعد شام کو سب کے سب مدرسہ واپس آگئے۔

عبد العلیم ناظم
دارالحدیث

ایک ضروری التماس

بخدمت جناب مولانا ثناء اللہ صاحب مدیر اخبار اہلحدیث امرتسر۔

محترم مولنا ثناء اللہ صاحب زید مجدہٗ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اخبار اہلحدیث امرتسر مورخہ ۲ ربیع الثانی ۵۵ھ میں مولوی عبد المجید صاحب کے خط پر جناب کا تبصرہ اور اسکے جواب میں منشی التفات الرحمٰن صاحب کا مضمون جو اخبار محمدی مورخہ یکم اگست ۳۶ء میں شائع ہوا ہے میں نے نہایت غور سے پڑھا اور میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ مجھے حقیقت نفس الامری کا اظہار کردینا چاہیے اسلئے یہ چند سطور تحریر کرتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ اسکے بعد مدرسہ رحمانیہ کے متعلق کوئی تجویز کوئی بحث کرنیکا امکان باقی نہیں رہیگا۔

محترم مولانا۔ جناب کو غالباً اس اصلاح کا دیر میں خیال آیا یا اسکا بہت دیر میں اظہار ہوا لیکن میں اور میرے مرحوم بھائی خانصاحب حاجی عبد الرحمٰن صاحب ہمیشہ سے موجودہ طریقہ تعلیم نصاب و طلبا کے ساتھ عام طور پر جو دینی مدارس میں سلوک کیا جاتا ہے اس سے مطمئن نہیں تھے اور ہماری دلی خواہش تھی کہ اس میں اصلاح ہو لیکن یہ اتنا محال کام تھا جو ہمارے امکان اور قدرت سے باہر ثابت ہوا اسلئے مدرسہ رحمانیہ کی بنا اس خیال کو لیکر ڈالی کہ اسکے تمام تر اخراجات خود برداشت کریں اور خدمت خلق کی رضاء الٰہی کیلئے جو نیت ہے اسے بلا مداخلت احدے پوری کریں بحمد اللہ کہ خداوند تعالیٰ نے یہ خدمت قبول فرماکر اس کارخیر میں برکت عطا کی اور مدرسہ کامیابی سے چل رہا ہے اسکا نصاب طریقہ کار لائحہ عمل مقبول ہے میں آپ کو اطمینان دلاتا ہوں کہ کسی صاحب کو مدرسہ رحمانیہ کے متعلق کاوش کی ضرورت نہیں ہے جبتک میں زندہ ہوں اسوقت تک خود اور اسکے بعد جسطرح سے میں اپنے تمام دنیوی کاموں پر اس خدمت کو مقدم سمجھکر سرانجام دیتا رہا ہوں میری اولاد بھی انشاء اللہ سرانجام دیتی رہیگی۔ اس مدرسہ کا اصول اساسی یہ ہے کہ عوام الناس کی مداخلت اور اندرونی معاملات میں انکی دسترس سے بالاتر رہے فرقہ بندی یا ذاتی اغراض کا آلہ کار نہ ہوسکے۔ اب تو یہ جمہوری نظام اس حد تک ناکامیاب ہوچکا ہے کہ سلطنتوں میں اسکی خرابیاں تسلیم کرلی گئی ہیں اور جابجا ڈکٹیٹر نظر آتے ہیں۔

عطاء الرحمٰن (مہتمم دار الحدیث رحمانیہ دہلی)

حجیت حدیث

(از جناب مولٰنا احمد اللہ صاحب مدرس دارالحدیث رحمانیہ)

(۲)

ہم نے ایک آیت پیش کی تھی "اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ" اسکے پہلے ٹکڑے پر کچھ عرض کیا گیا تھا۔ اب دوسرے ٹکڑے سے بحث ہے یہ معلوم ہے کہ زکوٰۃ فرض ہے اسکا منکر کافر اور تارک فاسق ہے۔ اگر زکوٰۃ نہ دینگے آخرت میں مواخذہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ۔ یَوْمَ یُحْمٰی عَلَیْھَا فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ فَتُکْوٰی بِھَا جِبَاھُھُمْ وَجُنُوْبُھُمْ وَظُھُوْرُھُمْ ھٰذَا مَا کَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ فَذُوْقُوْا مَا کُنْتُمْ تَکْنِزُوْنَ ۰

جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو اے نبی عذاب دردینے والے کی خبر سنادو۔ اس روز (قیامت) میں وہی سونا چاندی گرم کیے جائینگے پھر جو تارک زکوٰۃ ہیں) انکی پیشانیاں پہلو اور پشتیں داغی جائینگی۔ (کہا جائیگا) یہ وہ ہے جسکو تمنے اپنے لئے جمع کیا تھا۔ اب عذاب لو اس چیز کا جسکو تمنے جمع کیا تھا۔

زکوٰۃ فرض ہوئی اور تارک کو عذاب سنایا گیا۔ بحث طلب یہ بات ہے کہ کل مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہیئے یا ایک خاص حصہ، سورۂ برأت کی آیت سے معلوم ہوتا ہے کل مال خرچ کرنا چاہیے کچھ مال اپنے پاس نہ رکھے چنانچہ ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ زاہد صحابی نے یہی سمجھا۔ یا بعض مال خرچ کرنا چاہیے جسطرح مدلول اور آیات سے سمجھا جاتا ہے فرمایا اللہ پاک جل مجدہ نے اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ (متقی وہ لوگ ہیں جنکو نجات ہوگی وہ ایمان لاتے ہیں غیب پر او رنماز درست کرتے ہیں اور جو کچھ روزی دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ من تبعیضیہ مانکر یہ معنی ہونگے اور من زائد قرار دیا جاوے یا من بیانیہ لیا جاوے تو پھر ابوذر غفاری صحابی اور صوفیوں کی ایک جماعت کا مسلک ثابت ہوتا ہے۔

نصاب زکوٰۃ کا قرآن میں ذکر نہیں ہے اور نہ سال بسال حولان حول کا ذکر ہے کل مال خرچ کرنا چاہیئے یا بعض مال اور بعض مال کی کسی صورت میں ہزار میں چالیسواں حصہ (پچیس روپیہ) ہونا چاہیئے۔ یا پیسہ دو پیسہ اور تمام عمر میں ایک مرتبہ ادا کرنا چاہیئے پھر کچھ نہیں یا سال بھر میں ایک مرتبہ یا ہر دن جو کچھ حاصل ہو اسمیں زکوٰۃ دینا چاہیئے کیونکہ اگر نہ دیگا تو جہنمی ہے اب دیکھیں منکرین حدیث قرآن سے اسکی تفصیل کیا پیش کرتے ہیں۔ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکا فیصلہ خوب واضح ہے مگر منکرین حدیث تو قرآنی آیات کے قطع برید سے مطلب نکالنا چاہتے ہیں اگر کچھ بھی غیرت وحمیت ہے تو ثابت کریں البتہ ایک صورت کا خیال ہوتا ہے تمام عمر میں دو ایک پیسہ دیدیا جاوے قرآنی زکوٰۃ ادا ہوگئی۔ اصلی بات تو یہی تھی کہ کسی طرح زکوٰۃ کا یہ بوجھ زائل ہو اور مال خوب جمع ہو جاوے فقراء مساکین وغیرہ کا حق کل ہضم ہو جاوے۔ سنت قارونی پر عمل ہو۔ دنیا تو سبکدوشی حاصل کرلیں لیکن جب مرکر حضور الٰہی میں حاضر ہونگے تو پتہ چلجائیگا اور فرمان الٰہی ہوگا۔ اِخْسَئُوْا فِیْھَا وَلَا تُکَلِّمُوْنِ ۰ ذلیل ہو اسی دوزخ کی آگ میں اور مجھسے کچھ کلام مت کرو۔

...مں لیا کیفیت ہوگی۔ اونٹ۔ گائے۔ بھیڑ۔ بکری وغیرہ جانوروں میں حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رو سے ...ہوا ہے۔ تمام امت محمدیہ کا اجماع ہے اسکا نصاب کیا ہوگا اور ادائے زکوٰۃ کی کیا صورت ہوگی۔ منکرین حدیث کہدیں کہ جب قرآن مجید میں نہیں ہے تو ادائے زکوٰۃ کی ضرورت ہی کیا ہے۔ چلو جی زکوٰۃ بھی رخصت ہوئی۔ منکرین حدیث کی غرض ہی یہ ہے کہ یہ تکالیف شرعیہ جاتی رہیں۔ کیوں نہ ہو یہ تہذیب جدید کا کرشمہ ہے یہ لوگ مہذب ہیں۔ قوم عرب تو غیر مہذب تھی اُنہیں کی تہذیب کی درستی کیلئے ان احکام کا نزول ہوا تھا۔ لیجئے دین اسلام ہی رخصت ہوا۔ کیا خوب یہ منکرین حدیث نصاریٰ وغیرہ دشمنانِ اسلام کے ایجنٹ ہیں۔ اور بہت سے شقوق نکلتے ہیں لیکن اسیقدر پر کفایت ہے۔

تیسرا فریضہ روزۂ رمضان ہے ماہ رمضان کس مہینہ کے بعد ہوتا ہے اور کس وقت سے روزہ شروع ہونا چاہیے پہلی تاریخ یا دوسری سے وغیرہ اور کب ختم ہونا چاہیے۔ اور ختم کے بعد عید کی نماز۔ صدقہ فطرہ وغیرہ اسکا ثبوت قرآن سے ہونا چاہیے اور پورے مہینہ کا روزہ رکھنا چاہیے یا بعض مہینہ کا۔ فرمایا اللہ پاک نے يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ الآیہ۔ اے ایمان والو تم پر روزہ فرض ہو گئے ہوئے دن میں جسطرح پہلے لوگوں پر فرض تھا۔ تاکہ تم بچو۔ یعنی مصیبت آخرت سے ایام جمع قلت ہے جس کا اطلاق تین سے نو تک ہے۔ معلوم ہوا تین روزے رکھ لو اقل جمع تین تک ہے زیادہ کیلئے قرینہ کی ضرورت ہے یا زیادہ سے زیادہ نو روزے تک آگئے اور توجیہ منکرین حدیث کردیں شہر رمضان سے مراد بھی نو روزے ہیں کبھی جزء بول کر کل لیا جاتا ہے۔ روزہ رمضان بھی بقاعدہ منکرین حدیث رخصت ہوا۔ الحمد للہ ہم تبع قرآن وحدیث ہیں۔ دونوں سے دین کی تکمیل ہوئی۔ محض قرآن سے صراحۃً عبادات کا بھی ثبوت مشکل ہے دیگر احکام کا کیا پوچھنا ہے؟۔ چنانچہ بعض منکرین کا یہی مسلک بھی سنا گیا ہے کہ روزے رمضان کے تین روزے ہیں۔

چوتھی عبادت حج ہے ذرا اس کو بھی بحث ونظر کی کسوٹی پر کس لیجئے۔ طواف بیت اللہ۔ سعی صفا ومروہ کتنے مرتبہ ہونا چاہیے قرآن پاک میں فقط اسی قدر ہے۔ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ۔ اور فرمایا اللہ پاک نے اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ اس میں عدد کا بیان نہیں وغیرہ۔ حج تمام عمر میں ایک مرتبہ فرض ہے یا ہر سال قرآن میں صراحۃً اسکا بیان نہیں۔ حدیث رسول اللہ سے تمام تفصیل ثابت ہے کس دن جمع ہونا چاہیے کس مہینہ میں اور کب سے حج کے مہینے شروع ہوتے ہیں قرآن پاک میں اسی قدر بیان ہے اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ مہینے حج کے معلوم ہیں اسکو قرآن شریف سے ثابت ہونا چاہیے۔ عرفات کے میدان میں اور مشعر الحرام میں کس دن حاضری ہونی چاہیے اور منیٰ میں کس دن آنا چاہیے۔ رمی جمار کتنے روز تک ہونا چاہیے اور کس طرح اور کتنی کنکری مارنی چاہئے اور طواف بیت اللہ طواف الزیارت کب ہونا چاہیے۔ احرام کی جگہ مکی یا غیر مکی کے لئے یعنی میقات کا بیان۔ ان تمام امور کا بیان قرآن میں صراحۃً نہیں اور کب سے کب تک عرفات میں حاضر ہو جاوے تو حج ہوا۔ نہیں تو فوت ہوا اس کا قرآن میں صراحۃً بیان نہیں۔ حدیث رسول اللہ سے اس کا بیان ہوا۔ کوئی منکر حدیث قرآن سے ثابت کرے مگر اسکا ثبوت محالات سے ہے۔ اور بھی بکثرت احتمالات ہیں لیکن بخوف طوالت ترک مناسب ہے۔

حاصل یہ ہے کہ منکرین حدیث عبادت حج وعمرہ مع ارکان وایام وغیرہ قرآن سے قیامت تک ثابت نہیں کرسکتے۔ بقاعدہ منکرین حدیث حج بھی رخصت ہوا۔ یہی تو اس فرقہ کی غرض ہے مال بچے منقتوں سے بچیں۔ خوب ہی غیر مسلموں کی نیابت ادا ہو رہی ہے۔ !۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خوب ہی فرمایا عَنْ عَمْرِو بِنِ حُرَيْثٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ إِيَّاكُمْ وَأَصْحَابَ الرَّأْيِ فَإِنَّهُمْ أَعْدَاءُ السُّنَنِ أَعْيَتْهُمُ الْأَحَادِيثُ أَنْ يَحْفَظُوهَا فَقَالُوا بِالرَّأْيِ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا۔ اعلام الموقعین میں ابن قیم فرماتے ہیں ہذہ الآثار عن عمر فی غایۃ الصحۃ ملا جلد اول۔

اسی طرح اور صحابہ رضوان اللہ علیہم سے منقول ہے حضرت عمر فاروق فرماتے ہیں اے لوگو بچو ان اٹکلوں کے ماننے والوں سے یہ دشمن ہیں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احادیث کے یاد کرنے اور عمل کرنے سے عاجز آگئے اور اپنے قیاس دین میں لگانے لگے یہ لوگ گمراہ ہوگئے اور خلق کو گمراہ کر دیا۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال فی القرآن برائہ فلیتبوء مقعدہ من النار۔ (اعلام) رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں جو قرآن کی تفسیر اٹکل سے کرتا ہے اسکا ٹھکانا جہنم کی آگ ہے۔

اگر منکرین حدیث یہ کہیں یہ امور تعامل سے معلوم ہوئے۔ تو اسپر یہ بحث ہے۔ تعامل کن لوگوں کا قابل اعتبار ہے اگر اہل کتاب اور کفار مشرکین کا تعامل ہے تو منکرین حدیث کا خروج ملت اسلامی سے لازم آیا۔ اگر تعامل مسلمین ہے تو اس تعامل کی بنیاد کس پر ہے قرآن پر ہے تو درست نہیں۔ یہ محالات سے ہے یا اسکی بنیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے تو احادیث رسول اللہ کا لامحالہ ثبوت لازم آیا۔ اَلْحَقُّ يَعْلُوْا وَلَا يُعْلٰى۔ فرمایا اللہ پاک نے جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔ حق آیا اور باطل جاتا رہا۔ باطل تو ہے ہی جانیوالا متبع سنت فتحیاب ہوئے اور منکرین حدیث کی شکست ہے۔ اور اگر منکرین حدیث یہ کہیں کہ احادیث کے ہم تک پہونچنے میں سلسلہ روایات ہیں اور اس میں بہت سی گفتگو ہے اور بعض احادیث کو بعض تسلیم کرتے ہیں اور بعض احادیث کو نہیں۔ اس صورت پر بھی اعتراض قرآن شریف پر پڑتا ہے کیا تم نے اللہ پاک سے یا جبرئیل علیہ السلام سے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کو خود لیا ہے قرآن سلسلہ اسناد سے پہنچا ہے اور پھر کل قرآن کے تسلیم میں جو مابین دفتین الحمد سے الناس تک ہے اختلاف ہے فرقہ اہل تشیع قرآن کو مکمل نہیں جانتا۔ وہ کہتا ہے کہ سورہ علی وسورہ فاطمہ وغیرہ قرآن سے سنیوں نے خارج کر دیا حضرت عثمان وغیرہ نے تصرف کیا۔ چلئے فیصلہ ہوگیا یعنی قرآن بھی رخصت ہوا۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ سوالفہم

سلسلہ اسناد میں ہم آئندہ بحث کرینگے۔ اور جو شبہات منکرین حدیث کے ہیں ہر ایک کا جواب دینگے اب ہم حجیت حدیث قرآن سے ثابت کرنا چاہتے ہیں جسکا جواب منکرین حدیث پر دشوار ہوگا۔

ثبوت حجیت حدیث

تحویل قبلہ کے متعلق اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا۔ الآیۃ اور اللہ پاک نے فرمایا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الآیہ پہلی آیت کریمہ سے قبلہ بیت المقدس مراد ہے اور دوسری آیت

بیت اللہ مراد ہے۔ بیت المقدس کیطرف نماز پڑہنے کا حکم جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور مومنین کو ہوا تھا اسکا بیان کسی آیت میں نہیں ہے اور یہ اولاً حکم الٰہی تھا۔ اس کے بعد بیت اللہ کی طرف نماز پڑہنے کا قرآن میں حکم آیا۔ ماننا پڑے گا کہ یہ حکم اولی حدیث رسول اللہ سے ہوا تھا۔ جو بذریعہ وحی الٰہی تھا۔ اسی کو حدیث کہتے ہیں علماء کی اصطلاح میں اسکو وحی خفی کہتے ہیں۔ وحی الٰہی کی دو قسمیں کی جاتی ہیں وحی جلی جو قرآن ہے وحی خفی یعنی حدیث رسول اللہ۔ اللہ پاک فرماتا ہے۔ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاۤءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الآیہ بیشک ہم دیکھتے ہیں اے نبی بار بار تیرا چہرہ پھیرنا آسمان کی طرف پھر ہم پھیر دینگے تجھکو قبلہ کی جانب جسکو تو پسند کرتا ہے۔ اب پھیر واے نبی اپنا چہرہ مسجد حرام کیطرف" آپ کو کیا چیز مانع تھی بیت اللہ کیطرف توجہ سے وہ حکم الٰہی تھا۔ بیت المقدس کیطرف یہ حکم کس آیت سے ہوا تھا۔ اس امر میں کوئی آیت نہیں۔ بیت اللہ کئی وجہ سے آپ کو محبوب تھا ایک تو بیت اللہ آدم علیہ السلام کا قبلہ قدیم ہے دوسرے اس کے بانی ابراہیم علیہ السلام و اسمٰعیل علیہ السلام ہیں جو خلیل اللہ اور ذبیح اللہ ہیں اور آپ کے جد امجد ہیں۔ تیسری قوم عرب کی تالیف قلوب ایمان لانے میں اسی سے تھی۔

شروع میں بیت المقدس کیطرف توجہ کرنے میں یہ مصلحت تھی کہ پہلے کتب الٰہیہ میں لکھا ہوا تھا کہ وہ نبی آخر الزماں کچھ روز تک بیت المقدس کی طرف نماز پڑہیں گے اس میں یہود اور اہل کتاب کیلئے تالیف قلوب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی دلیل تھی لیکن وہ منکر ہوگئے اور ایمان نہ لائے۔ (باقی آئندہ)

قوم مسلم سے خطاب

(از مولانا عبید اللہ صاحب عنبر بھمبر پوری دربھنگوی (فاضل رحمانیہ)

کچھ خبر بھی ہے تجھے اے قوم حالِ زار کی
چھارہی ہے تجھپہ کیوں کالی گھٹا ادبار کی

یاد آیا میکہ تھا اقبال تیرا بے نظیر
دھاک بیٹھی تھی جہاں میں تیری ہی تلوار کی

جس طرف تیرے سلف صالح اٹھاتے تھے قدم
چومنے لگتی تھی ان کو ہر زمیں کفار کی

دورِ ماضی کی ترے اب وہ شجاعت کیا ہوئی
جس سے ڈر جاتی تھی کثرت لشکر جرار کی

تو ہی تھی مخدوم کل تک آج خادم بن گئی
ہاں ہوا بدلی ہوئی ہے اب ترے گلزار کی

الحذر ہاں الحذر اے قوم مسلم الحذر
غارِ ذلت میں نہ پڑ اصلاح کر کردار کی

تھا ہلاکو نام تیری شامت اعمال کا
ورنہ کب بغداد پر پڑتی نظر تاتار کی

سیکھ لے احرار سے چلکر رموز زندگی
چھوڑ عادت قیل و قال و حجت و تکرار کی

علم و حکمت کا گہر تیرا ہے گنج گمشدہ
اس کے لینے میں نہیں ہے بات شرم و عار کی

سیکھکر علم و ہنر بام ترقی پر پہونچ
پھر چمک سب کو دکھا دے گوہرِ شہوار کی

درپے تخریب ہے الحاد کی سیلِ جدید
اُٹھ حفاظت تو بھی کر اپنے درو دیوار کی

قوم مسلم کی ہے عنبر کامیابی کی کلید
دین و دنیا میں اطاعت احمد مختار ؐ کی

علامہ ابن تیمیہ کے رسالہ "معارج الوصول" کا ترجمہ

اصل الاصول

(از عبد الحلیم ناظم صدیقی "مولوی فاضل" مدیر محدث و مدرس رحمانیہ)

اور خدا کے قول علمتم مالم تعلموا" (جسے تم لوگوں نے نہ جانا تھا جان لیا) کو مشرکین کیلئے اس چیز پر حجت بنائی ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے۔ لہذا ایک جماعت کے نزدیک یہ آیت موسیٰ کی نبوت کی دلیل ہے اور دوسری کے نزدیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلیل ہے۔ دراصل ان دونوں نبوتوں پر بیشمار دلائل ہیں جن میں اکثر قرآن مجید میں متعدد جگہ بیان کئے گئے ہیں۔ لیکن اکثر لوگ اسکو "تا" ہی کے ساتھ (یعنی تبدونہا) پڑھتے ہیں اسوقت خطاب اہل کتاب سے سمجھا جائیگا۔ اور خدا کا قول "علمتم مالم تعلموا" (جسے تم لوگوں نے نہ جانا تھا جان لیا) اس کا بیان ہے جسے انبیا کرام لائے اور انھوں نے اس کا انکار کیا تو انبیا نے انھیں اس چیز کی جسکو نہ تو انھوں نے قبول کیا نہ جانتے تھے تعلیم دی۔ چنانچہ جو کچھ وہ لوگ انبیا کی خبریں جانتے تھے اور جو کچھ نہ جانتے تھے انھیں سے استدلال کرتے ہوئے خدا تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کیا اور ان کے دلائل اور انکی وہ نشانیاں ظاہر کیں جو زبردست اور غالب ترین براہین کی حیثیت رکھتی ہیں۔ حضرت موسیٰ کی اس نشانی ہی کا کرشمہ تھا کہ جس وقت خدا نے حضرت موسیٰ کی حقانیت ظاہر کردی اور وہ ایسی نشانیاں لیکر آئے جو بے اختیار جان لی گئیں کہ بلاشبہ یہ خدا ہی کی طرف سے ہیں۔ فرعون نے حضرت موسیٰ کے مقابلہ میں جادوگروں کو جمع کیا انھوں نے اپنے ڈنڈے اور رسیاں ڈالکر ایک عجیب جادو جگا دیا اور تمام لوگوں کی نظروں میں جادو کے کرشمہ پیدا کردیئے چنانچہ لوگ ان رسیوں کو سانپ بنتے دیکھکر ڈر گئے۔ یکایک حق ظاہر ہوا اور حضرت موسیٰ نے اپنا عصا زمین پر ڈالدیا جو اژدہا بن گیا اور جادوگروں کی تمام رسیاں اور ساحرانہ کارگذاریوں کو نگل گیا۔ خدا کی اس حق نشانی کا یہ اثر ہوا کہ تمام جادوگر فرعون سے پھر کر حضرت موسیٰ کے سامنے گر پڑے اور بے اختیار حقانیت کا اعتراف کرتے ہوئے بول اٹھے۔ امنا برب العالمین رب موسیٰ و ھارون ۔ ہم سارے جہان کے پروردگار موسیٰ اور ہارون کے خدا پر ایمان لے آئے۔

فرعون کی ساری کارستانی ناکارہ ثابت ہوئی وہ جادوگروں پر غصہ ہوتے ہوئے بولا۔ میری اجازت کے قبل تم لوگ ایمان لے آئے؟ ہاں موسیٰ تم میں سب سے بڑا جادوگر ہے اسی نے تمہیں جادو سکھایا ہے۔ لہذا ہم تمہارے ہاتھ پاؤں خلاف جانب سے کاٹیں گے اور تم کو کھجور کی شاخوں پر سولی دینگے۔ اسوقت تمہیں معلوم ہوگا کہ ہم میں عذاب کے اعتبار سے کون زیادہ سخت اور باقی رہنے والا ہے۔ جادوگروں نے کہا۔ اب ہم تمہاری پیروی ہرگز نہیں کرسکتے۔ ہمارے پاس کھلی ہوئی دلیلیں اور یقینی بینات آگئے کہ حق کیا ہے؟ ہمیں اپنے پیدا کرنیوالے پروردگار کا سچا راستہ معلوم ہوگیا۔ ایسے پروردگار پر یقینی دلائل ہوتے ہوئے ہم تمہیں ترجیح نہیں دیسکتے۔ پس تم ہمارے ساتھ جو کچھ کرنا چاہتے ہو کرڈالو۔ تمہارا فیصلہ

یہاں زندگی پر مترتب اور نقصان دہ ہو سکتا ہے۔ جسکی ہمیں پروا نہیں۔ ہم اپنے پروردگار پر ایمان لے آئے ہیں کہ خدا ہمارے گناہ بخشدے اور تمہارے مجبور کرنے سے جو کچھ جادو وغیرہ کا ہم ارتکاب کرتے تھے اسے بھی معاف کردے بلاشبہ خدا ہی بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔

خدا تعالیٰ نے اس قصہ کو قرآن میں متعدد جگہ ذکر کیا ہے۔ اور ہر جگہ طرز تعبیر و استدلال کی نوعیت بالکل اسی طرح جداگانہ ہے۔ جس طرح خدا اور اس کے رسول اور اسکی کتاب کے متعدد نام لئے جاتے ہیں اور ہر اسم ایسے معنی کو بتاتا ہے جسکو دوسرا اسم نہیں بتا سکتا۔ اس میں تکرار نہیں ہوتی بلکہ آیتوں کی نوعیتیں بیان کیجاتی ہیں۔ جیسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نام دیکھیں جسوقت "محمد، احمد، حاشر، عاقب، مقفی، نبی الرحمۃ، نبی التوبہ، نبی الملحمہ کہا جاتا ہے تو ان میں ہر نام ایک ایسے معنی پر دلالت کرتا ہے جس پر دوسرا نہیں دلالت کرتا۔ اگرچہ ذات ایک ہی ہے لیکن صفات کی مختلف نوعیتیں ہیں جن کیلئے جداگانہ نام بولے جاتے ہیں۔ اسی طرح قرآن مجید کو لیں۔ جب اس کیلئے قرآن، فرقان، بیان، ھدی، بصائر، شفا، نور، رحمت اور روح کہا جاتا ہے تو ہر نام ایسے معنی کا حامل ہوتا ہے جس کا حامل دوسرا نہیں ہوتا۔

مزید تفصیل کیلئے خود خدا تعالےٰ کے مبارک ناموں پر غور کریں۔ جب خدا تعالیٰ کیلئے کہا جاتا ہے "ملک، قدوس، سلام، مومن، عزیز، جبار، متکبر، خالق، باری اور مصور" تو ان میں بھی ہر نام میں ایک ایسا معنی ہے جو دوسرے میں نہیں ذات تو ایک ہے لیکن صفات متعدد ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ذات کیلئے اس کے متعدد صفات کے اعتبار سے جسوقت جس صفت کا بیان مقصود ہو اسکو ظاہر کرنیوالا جداگانہ نام بول سکتے ہیں۔ یہ تو مفرد ناموں کی تمثیلی کیفیت تھی۔ بالکل اسی طرح پورے جملہ میں بھی مختلف طریقہ تعبیر پیدا ہو سکتے ہیں۔ مثلاً ایک قصہ کو ایک مرتبہ ہم چند جملوں سے بیان کرتے ہیں، یہ جملے اپنے اصلی معنی کو بتاتے ہیں پھر دوسری مرتبہ اسی قصہ کو ہم دوسرے جملوں سے ادا کرتے ہیں۔ اب یہ جملے پہلے جملوں سے جداگانہ معنی بتلاتے ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہوتی ہے کہ قصہ تو ایک ہی ہوتا ہے مگر اسکی صفتیں علیحدہ علیحدہ ہوتی ہیں جسوقت جس صفت کا بیان مقصود ہوتا ہے اسوقت اس صفت کے مناسب جملے لائے جاتے ہیں لہذا ہر جملہ ایک ایسے معنی کو بتاتا ہے جو دوسرا جملہ نہیں بتاتا۔ اس تقریر سے ظاہر ہو گیا کہ قرآن کریم میں تکرار ہرگز نہیں۔ بظاہر جہاں ایک واقعہ کے اعتبار سے تکرار نظر آتی ہے وہاں دراصل ہر موقع کی مراد جدا اور ہر تکرار کا مقصد علیحدہ ہوتا ہے۔

بعض لوگ سوال کرتے ہیں کہ قرآن مجید نے قصوں کے بیان کرنے میں اسقدر تکرار کیوں کی۔ ایک ہی موقعہ پر بیان کردینا کافی تھا۔ ہم کہیں گے کہ اس میں بھی حکمت ہے۔ اور حکمت یہ ہے کہ عرب کے مختلف وفد اطراف و جوانب سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے۔ رسول اللہ کے حکم سے مسلمان انہیں کچھ قرآن پڑھا دیتے۔ یہی ان کیلئے کافی ہوجاتا اور وہ لوگ مختلف علاقوں میں تمام قبائل میں پھیل جاتے۔ پس اگر قرآن کی آیتیں اور قصے دہرے اور مکرر نہ ہوتے تو ہر قبیلہ کیلئے الگ الگ ایک ایک قصہ پہونچتا۔ کسی قوم کے پاس قصہ موسیٰؑ پہونچتا تو کسی کے پاس قصہ عیسیٰؑ اور کسی کے پاس قصہ نوحؑ۔ لیکن خدا تعالیٰ کا مقصد یہ نہیں بلکہ خدائے قدوس نے ان تمام قصوں کو زمین کے تمام اطراف و اکناف میں مشہور کرنا چاہا اور ہر ایک کان کو تمام قصے سنانے کا ارادہ کیا اسی لئے ان امور کو بار بار اور مکرر ذکر فرمایا۔ یہ ان لوگوں کا سوال ہے جنھوں نے

قرآن کا پوری طرح اندازہ نہیں لگایا۔ ابوالفرج سے جب پوچھا گیا کہ قرآن کی بعض آیتیں دوبارہ کیوں نازل ہوئیں اس نے اپنے مثانی میں اسی قسم کا جواب دیا جو میں نے تحریر کیا ہے کیونکہ تثنیہ یعنی دوبارا نازل کرنا بھی دراصل تنویع و تجنیس ہے یعنی نوعیں اور جنسیں بیان کرنی ہیں سب سے اقسام کی تکمیل و تتمیم کہتے ہیں۔ اسی لئے سلف میں سے اکثر لوگ اس تکرار کی تشریح بھی کرتے ہیں کہ تمام قسمیں اور مثالیں بیان کی گئی ہیں۔

الغرض یہاں تفصیل بالا سے اس بات پر تنبیہ کرنی مقصود ہے کہ قرآن ان تمام اصول دین کو شامل ہے جن کا یہ نام مستحق ہے۔ اور تمام براہین آیات اور دلائل یقینیہ کو حاوی ہے۔ بخلاف اسکے یہ جہمیوں اور ملحدوں نے جو بدعتیں بیان کی ہیں وہ کچھ بھی قابل توجہ نہیں۔ جیسا کہ امام رازیؒ ان لوگوں کے طریقوں کے متعلق اپنے خاص مدلل انداز میں فرماتے ہیں کہ میں نے متکلمین کے تمام طریقوں اور فلاسفہ کے سارے مسلک میں بہت کچھ غور و خوض کیا لیکن میں نے انہیں ایک بیمار کو شفا دینے والا اور ایک پیاسے کو سیراب کرنیوالا نہیں پایا۔ میں نے حق کو ثابت کرنیکا قریب ترین راستہ قرآن ہی کا راستہ دیکھا۔ سچ ہے۔

الیہ یصعد کلم الطیب	اسی کی طرف پاک کلمے چڑھتے ہیں۔
الرحمٰن علی العرش استوی	خدا عرش پر غالب ہوا۔

اور نفی میں ہم پڑھتے ہیں

لیس کمثلہ شئ۔	اس کے مثل کوئی چیز نہیں۔
ولا یحیطون بہ علما	وہ لوگ اس کا احاطہ از روئے علم نہیں کرینگے۔

امام رازی فرماتے ہیں جو شخص میری طرح عمیق تجربہ کریگا تو میری ہی طرح حقیقت و اصلیت کی پہچان بھی حاصل کریگا تمام خیر، سعادت، صلاح اور کمال صرف دو قسموں میں منحصر ہیں۔ علم نافع، اور عمل صالح میں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں قسموں کے افضل ترین امور کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ یعنی رسول اللہ ہدایت اور دین حق لیکر آئے تاکہ خدا تعالیٰ تمام دینوں پر اس دین حق کو غالب کردے۔

وکفی باللہ شہیدا اور اللہ تعالیٰ جیسا شہید کافی ہے۔ خدا تعالیٰ ایک جگہ فرماتا ہے۔

واذکر عبادنا ابراھیم و اسحٰق و یعقوب ہمارے بندے ابراہیم و اسحٰق و یعقوب کو یاد کرو جو ہاتھوں اولی الایدی والابصار۔ (عمل) اور آنکھوں (علم) والے تھے۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے ان پیغمبروں کی شان میں انہیں دو قسموں کو ذکر کیا۔ والبی نے ابن عباس سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ اولی الایدی سے مراد اولوا القوۃ فی العبادۃ ہے (یعنی عبادت میں قوت والے) یہی چیز تو عمل صالح ہے ابن ابی حاتم فرماتے ہیں کہ۔ سعید بن جبیر، عطار خراسانی، ضحاک، سدی، قتادہ، ابی سنان اور مبشر بن عبید سے اسی قسم کی روایت ہے حضرت ابن عباس نے ابصار کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے مراد الفقہ فی الدین (دین میں سمجھ) ہے۔ مجاہد نے کہا ابصار سے مراد فیصلہ کی درستگی ہے۔ سعید بن جبیر ابصار کی تفسیر کرتے ہیں "اللہ کے دین اور اللہ کی کتاب میں بصیرت" عطار خراسانی سے

۔۔اولی الایدی والابصار کے معنی "عبادت میں قوت والے اور اللہ کے امر کا علم و بصیرت رکھنے والے" ہیں۔
قتادہ کی تفسیر ہے کہ وہ لوگ عبادت میں قوت اور دین میں بصیرت دیئے گئے۔ الغرض یونان، ہندوستان، اور عرب وغیرہ تمام ملکوں اور قوموں کے حکما، وفلاسفر انہیں دونوں قسموں کو بہتر سمجھتے ہیں۔
ابن قتیبہ کا قول ہے۔ عرب کے نزدیک حکمت علم وعمل ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ صرف ایک اللہ تعالیٰ کو پوجنا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا عمل صالح ہے۔ اور یہی حقیقت دین اسلام ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور آخرت کے دن وغیرہ کی جو کچھ خبر دی ہے اسکی تسلیم و تصدیق کو علم وہدایت کہتے ہیں۔ لہذا علم نافع کا نام ہی ایمان اور عمل صالح ہی کا نام اسلام ہے۔
یا دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ علم نافع وہ چیز ہے جسے اللہ نے سکھایا ہے۔ اور عمل صالح خدا کے ان احکام پر عمل کرنا ہے۔ وہ جو کچھ رسول نے خبر دی اسمیں انکی تصدیق ہے اور یہ جو کچھ خدا نے حکم کیا اسمیں اسکی اطاعت ہے پہلے کا ضد یہ ہے کہ جو چیز معلوم نہیں اس کا خدا پر اتہام لگایا جائے۔ اور دوسرے کا ضد یہ ہے کہ خدا کے ساتھ اس چیز کو شریک کیا جائے جس پر خدا نے کوئی دلیل نہیں اتاری۔ تشریح بالا سے صاف ظاہر ہے کہ پہلی چیز یعنی علم و ایمان بہ نسبت دوسری چیز یعنی عمل واسلام کے زیادہ شریف و بہتر ہے۔ چنانچہ ہر مومن مسلم ہو سکتا ہے اور ہر مسلم کا مومن ہونا ضروری نہیں۔ جیساکہ خدا فرماتا ہے۔

قالت الاعراب امنا قل لم تومنوا	دیہاتیوں نے کہا ہم ایمان لائے۔ اے پیغمبر ان سے کہدو تم
ولکن قولوا اسلمنا	ایمان نہیں لائے لیکن یہ کہو کہ ہم اسلام لائے۔

(یہ آیت اپنے مفہوم میں ظاہر ہے کہ ایمان کی تو نفی کی گئی مگر اسلام کو ثابت کیا گیا۔ معلوم ہوا کہ مسلم کیلئے مومن ہونا ضروری نہیں بغیر ایمان کے اسلام کا ثبوت ہو سکتا ہے۔ گویا ایمان و اسلام میں عام خاص مطلق کی نسبت ہے)
تمام گروہ انہیں دونوں قسموں یعنی علم وعمل کو افضل و بہتر قرار دیتے ہیں۔ لیکن جس چیز (قرآن) کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے وہ ان دونوں میں جتنی چیزیں ہیں ساری چیزوں میں افضل ترین ہے۔
خدا فرماتا ہے۔

ان ھذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم	بلاشبہ یہ قرآن ایسے راستہ کی رہنمائی کرتا ہے جو بہت زیادہ سیدھا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی نماز فجر کی دونوں رکعتوں میں سورۂ اخلاص اور قل یا ایہا الکافرون پڑھتے تھے۔ کیوں؟ اسلئے کہ سورۂ کافرون میں فقط اللہ تعالیٰ کی عبادت کا ذکر ہے جو مقتضائے اسلام ہے۔ اور سورۂ اخلاص میں یعنی قل ہو اللہ احد میں خدا کی صفتیں ہیں اور یہ کہ اس کے متعلق وہی کہا جائے اور خبر دی جائے جس کا وہ مستحق ہے۔ یہی ایمان ہے۔ پس توحید قولی ہے اور وہ توحید عملی۔

(باقی آئندہ)

خیابانِ طلبہ

کیا جہنم فنا ہو جائیگی؟

(از مولوی سید نظیر الحسن صاحب سہوانی متعلم جماعت ہفتم دار الحدیث رحمانیہ)

جمیع اہلسنت والجماعت کا یہی مذہب و مسلک رہا ہے کہ جہنم وجنت دونوں کو بقائے دوام اور ابدیت حاصل ہے مگر فلک کج رفتار کی گردش نے اب ایسے لوگوں کو بھی پیدا کر دیا ہے جو اسلاف کے متفقہ عقائد کے باطل کرنے کی فکر میں ہیں۔ ان کا مقصد دین میں فتنہ و فساد بپا کرنا ہے۔ ان کے دلائل کی بنیاد تاویلات محضہ پر ہے۔ جو صاف طور سے قائلین کی کج فہمی پر دال ہیں۔ ان کے دلائل کی ابتدا اس حدیث قدسی سے ہوتی ہے جس میں فرمایا گیا ہے رَحْمَتِيْ سَبَقَتْ غَضَبِيْ ۔یعنی اللہ رب العالمین فرماتا ہے کہ میری رحمت میرے غصہ پر سبقت لیگئی۔ جسکا مطلب یہ ہے کہ اگر دوزخ دائمی ہو تو اسکی رحمت پر اس کا غضب سبقت لئے جاتا ہے۔ یا برابر ہوا جاتا ہے۔ جسکا تخیل اسکی نسبت نہیں ہوسکتا اگر اس حدیث پر تھوڑا سا بھی غور کیا جاتا تو مستدل اس سے کبھی بھی استدلال نہ پکڑتا۔ اس حدیث سے کوئی شخص کبھی بھی جہنم کے غیر ابدی ہونیکو ثابت نہیں کرسکتا۔ ہم رات دن بولتے ہیں کہ فلاں شخص فلاں پر فوقیت لیگیا یا فلاں گھوڑا دوسرے پر سبقت لیگیا اس سے یہ مقصد مطلق نہیں ہوتا کہ وہ شخص جس پر دوسرا فوقیت لیگیا ہے معدوم ہوگیا یا مسبوق گھوڑا ناپید ہوگیا۔ بلکہ مقصد یہ ہوتا ہے کہ وجود دونوں شخصوں اور دونوں گھوڑوں کا ہے مگر ایک آگے ہے دوسرے سے یعنی ایک افضل ہے دوسرا مفضول۔

یہی مطلب خدا کے فرمان کا ہے۔ اور سبقت رحمت علی الغضب اس طرح ہے کہ قیامت کے دن شفاعت کے ذریعے سے گنہگار مومنوں کو جہنم سے آزاد کیا جائیگا۔ نہ یہ کہ جہنم سے کفار کو بھی نکالدیا جائیگا۔ اور دوزخ فنا ہو جائیگی۔ اگر کوئی شخص مؤخر الذکر معنی مراد لیگا تو کلام خداوندی کا بیکار و لغو ہونا لازم آئیگا۔ (معاذ اللہ) کیونکہ سبقت بغیر دو چیزوں کے متصور ہی نہیں ہوسکتی۔ سبقت کے معنی ہی یہ ہیں کہ ایک آگے دوسرا پیچھے۔ جب دوزخ کو ہم نے ناپید مان لیا تو غضب اوندی رہا ہی نہیں جس پر سبقت رحمت ہو۔ پس معلوم ہوا کہ دوزخ کی فنا پر اس حدیث سے استدلال کرنا باطل ہے۔ دوسرا استدلال قرآن پاک کی آیت لَابِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا سے کرتے ہیں یعنی دوزخ میں صدہا ہزار سال پڑے رہیں گے صدہا ہزار سال کی مدت ایک دن ضرور فنا ہو جائیگی۔ کاش مستدل اس آیت کی تفسیر میں کچھ تفحص سے کام لیتا تو اس پر روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتا کہ یہ آیت تو اہل سنت والجماعت کے مسلک کی تائید کر رہی ہے آئیے میں آپ کو اس آیت کی صحیح تفسیر بتلاؤں۔ احقاب جمع ہے حقب کی اس کے معنی حضرت علیؓ کی تفسیر پر یہ ہیں کہ حقب اسّی سال کا اور ہر سال بارہ ماہ اور ہر ماہ تیس دن کا اور ہر دن ایک ہزار سال کا۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جہنمیوں کیلئے کوئی مدت معین نہیں کی بلکہ ان کے متعلق فرمایا لَابِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا پس خدا کی قسم اس کے معنی اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہیں کہ جب ایک حقب گذر جائیگا تو دوسرا حقب آجائیگا اور دوسرا گذر جائیگا تو تیسرا آجائے گا۔ اسی

یہ غیر متناہی چلا جائیگا یعنی جہنم فنا نہیں ہوگی۔ اور ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لابثین فیہا احقابا سے مطلق عذاب کا ختم ہونا مراد نہیں ہے بلکہ ایک طرح کے عذاب کا ختم ہونا مراد ہے یعنی ایک طرح کا عذاب ان کی اتنی مدت تک ہوگا اور اس کے بعد دوسری قسم کا عذاب شروع ہوگا جسکی تائید اس کے بعد والی آیت کرتی ہے لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا إِلَّا حَمِيمًا وَغَسَّاقًا یعنی یہ قسم عذاب کی ایسی ہوگی جسمیں نہ ان کو نیند آئے گی نہ آرام ملیگا۔ اور نہ پینے کو ٹھنڈا پانی ملیگا بلکہ ان کو ایسا پانی ملیگا جسکی گرمی کی وجہ سے ان کے چمڑے بدن سے گر پڑینگے۔ پینے آنتیں کٹکر گر پڑینگی اور ان کو پینے کیلئے پیپ ملیگا۔ جب دوسرا خضب شروع ہوگا تو عذاب کی نوعیت بدلجائیگی۔ نیز اگر ہم اس آیت کا یہ مطلب نہ لیں تو بھی ہم پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا کیونکہ آیت مذکورہ آیت فَلَنْ نَزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا سے منسوخ ہے یعنی ہمیشہ ان کے عذاب میں افزونی ہوتی رہیگی۔

تیسرا استدلال النَّارُ مَثْوَاكُمْ خَالِدِينَ فِيهَا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ سے کرتے ہیں۔ دوزخ تمہارا ٹھکانا ہے تم اسی میں ہمیشہ رہوگے مگر جو چاہے اللہ بیشک تیرا رب حکیم وعلیم ہے۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ شرک وکفر کی سزا اصل میں قانوناً یہی ہے کہ دوزخ میں دائمی سزا دیجاتی رہے مگر اسکی رحمت کا اقتضا کچھ اور ہے اسی لئے ان کے حق میں مشیت کو عذاب کی انتہا بتلایا ہے۔ یہ استدلال صرف الا ما شاء اللہ کیوجہ سے ہے۔ اسلئے مناسب یہی ہے کہ الا ما شاء اللہ کی تفسیر کردی جائے۔ زجاج کہتے ہیں کہ الا ما شاء اللہ سے استثناء ان کے قبر اور میدان حشر میں ٹھیرنیکی مدت کا ہے یعنی جتنے عرصہ تک وہ لوگ قبر میں رہینگے یا میدان حشر میں حساب کیلئے ٹھہرینگے اس کے علاوہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے مگر اس جواب میں قدرے ضعف ہے کیونکہ معترض کیلئے اعتراض کی گنجائش ہے اسلئے حق اور صحیح جواب یہ ہے کہ الا ما شاء اللہ استثناء زمہریر ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ ہر وقت آگ میں رہیں گے مگر جب خدا چاہیگا تو ان کو آگ کے عذاب سے ٹھنڈک کے عذاب کی طرف منتقل کردیگا جس طرح کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے یا یہ کہا جائے کہ الا ما شاء اللہ سے استثناء اہل ایمان کا ہے کہ وہ ایک مدت تک جہنم میں رہیں گے پھر ان کو جنت میں داخل کردیا جائیگا۔ اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کافروں کو جہنم سے نکالدیا جائیگا اور پھر جہنم کو ناپید کردیا جائیگا نیز رب کے لفظ سے استدلال کرنا کہ ربوبیت کا تقاضا یہ ہے کہ جہنم کو فنا کردے بیسی بشئی ہے کیونکہ آیت میں ربک واقع ہے جسکے مخاطب نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اگر لفظ ربہم ہوتا تو استدلال ایک حد تک صحیح ہو سکتا تھا۔ نیز حکیم علیم سے بھی استدلال کرنا غلط ہے کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اپنی مخلوق کے کاموں میں مدبر ہے اور ان کے کاموں کے انجام کو بخوبی جانتا ہے۔ چوتھا مایہ ناز استدلال آیت أَمَّا الَّذِينَ شَقُوا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ إِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِمَا يُرِيدُ سے کرتے ہیں۔ ترجمہ تو لیکن جو لوگ بدبخت ہوئے وہ دوزخ میں ہونگے اسمیں ان کو گدھوں کی طرح چلانا اور رینکنا ہے جبتک آسمان وزمین ہیں۔ وہ اس دوزخ میں رہینگے مگر جو چاہے تیرا رب بیشک تیرا رب جو چاہے کرڈالتا ہے۔ اس طرح کہ آیت میں ما دامت السموات والارض

فرمایا گیا جسکا مطلب یہ ہے کہ ان پر عذاب اتنے زمانہ تک ہوتا رہیگا جتنا زمانہ آسمان و زمین کے فنا ہونے
چونکہ آسمان وزمین کا بقا متناہی ہے اسلئے انکی مدت عذاب بھی متناہی ہے۔ نیز باری تعالیٰ نے الا ما شاء ربک فرما
یہ استثناء ان کے عذاب سے کیا گیا ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ ان کا عذاب ایکدن ضرور ختم ہو جائیگا۔ مادامت
السموات کا جواب یہ ہے کہ ان لوگوں نے آیت سے آسمان وزمین دنیاوی مراد لئے ہیں آیت سے اس معنی کو مراد لینا
درست نہیں بلکہ حق یہ ہے کہ اس سے مراد اخروی آسمان وزمین ہیں جسطرح کہ دوسری آیت میں ارشاد ہے یَوْمَ
تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ ۔ یعنی قیامت کے دن موجودہ آسمان وزمین نہ ہوگا بلکہ اسکے بدلنے
جدید پیدا کیا جائیگا اور وہ آسمان وزمین ہمیشہ باقی رہیں گے۔ دوسرے کلام پاک کا نزول عرب کی زبان اور ان کی
اصطلاح کے مطابق ہوا ہے نہ ہماری زبان اور خیال کے مطابق عرب لوگ مادام بولکر دوام و ہمیشگی مراد لیا کرتے ہیں
اور دوسرے ان کے عقیدے کے مطابق آسمان زمین کو فنا ہونا لازم نہیں آتا۔ اس کے علاوہ جواب یوں بھی ہو سکتا ہے
کہ آیت سے معنی مفہوم یہ ہوتا ہے کہ جب تک آسمان وزمین باقی رہیں گے وہ جہنم میں رہیں گے اس بنا پر آسمان وزمین
کا باقی رہنا شرط اور ان کا عذاب میں باقی رہنا مشروط ہوا آیت کا اقتضا یہ ہے کہ جب شرط کا وجود ہوگا مشروط کا بھی ہوگا
لیکن جب شرط کا وجود نہیں ہوگا تو مشروط بھی نہیں پایا جائیگا۔ یہ آیت سے ثابت نہیں ہوتا جسطرح مناطقہ بولتے ہیں
کہ اگر یہ چیز انسان ہے تو حیوان بھی ہے لیکن یہ چیز انسان نہیں ہے تو نتیجہ یہ نہیں آئیگا کہ حیوان بھی نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے
کہ وہ چیز انسان نہ ہو بلکہ گائے بکری ہو اسلئے کہ حیوان انسان سے عام ہے پس اسی طرح ہم یہاں پر کہیں گے کہ جب
تک آسمان زمین باقی رہیں گے ان کا عذاب بھی باقی رہیگا لیکن آسمان وزمین فنا ہو جائیں گے تو نتیجہ یہاں یہ نہیں
پیدا ہوگا کہ ان کا عذاب بھی فنا ہو جائیگا کیونکہ علم منطق میں ثابت ہو چکا ہے کہ استثنا نقیض مقدم کا کچھ بھی نتیجہ
نہیں دیتا۔ جب نقیض مقدم کے استثنا نے کچھ نتیجہ نہیں دیا تو ہمارا مدعیٰ ثابت ہو گیا کہ اگر آسمان وزمین باقی نہ بھی
رہیں جب بھی عذاب جاری رہیگا پس معلوم یہ ہوا کہ ان کو عذاب دنیاوی آسمان وزمین کے بقا کی مدت کے برابر ہوگا اور
پھر فنا نہیں ہوگا۔ اخروی آسمان وزمین کے زمانہ میں بھی ہوگا جنکا وجود دائمی ہے (باقی باقی)

کیا اسلام تمدن سے مانع ہے؟

(از مولوی عابد حسین صاحب گیاوی متعلم دار الحدیث رحمانیہ)

آج ساری دنیا میں منکرین مذہب کو جس چیز نے سب سے زیادہ مذہب کا دشمن بنا یا ہے وہ یہ ہے کہ ان کے
خیال میں تمام مذاہب دنیاوی ترقیوں کے سدراہ ہیں اس سلسلے میں ان کے حسب ذیل چند اعتراضات ہیں (۱) وہ
یہ کہتے ہیں کہ مذہب صرف اعتقادیات ہی تک محدود نہیں رہتا بلکہ ہم جو کچھ کہتے یا کرتے ہیں ہر بات میں دست اندازی

نوٹ:۔ گذشتہ پرچہ میں مت دو شہ پر آیتوں میں کچھ غلطیاں رہگئی ہیں جو آئندہ پرچہ میں واضح کیجائینگی رسالہ پلیٹ پر آجانیکے بعد اس کی اطلاع ہوئی۔ منیجر

چلنا پھرنا، سونا جاگنا، اٹھنا، بیٹھنا، کھانا، پینا، ایک چیز بھی اسکی حد سے باہر نہیں ہو سکتی۔ ایسی پابندی میں رہ کر انسان کیونکر ترقی کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کسی قوم نے ترقی کی تو ہمیشہ مذہبی پابندی سے آزاد ہو کر۔

(۲) مذہبی اعمال ایسے سخت ہوتے ہیں کہ ان کی پابندی معاشرت اور تمدن کی ترقی کا موقع نہیں دیتی۔

(۳) ہر مذہب دوسرے مذہب والوں کے ساتھ سخت تعصب اور نفرت کی تلقین کرتا ہے جس کی وجہ سے کبھی کسی قوم نے غیر مذہب والوں پر انصاف کے ساتھ حکومت نہیں کی۔

اب دیکھنا ہے کہ آیا یہ اعتراضات مذہب اسلام پر عائد ہو سکتے ہیں یا نہیں، عام مذاہب کی نسبت تو یہ اعتراضات واقعیت سے خالی نہیں۔ لیکن جب ہم مذہب اسلام میں غور کرتے ہیں اور نظر دقیق سے کام لیتے ہیں تو ہم پر صاف مثل سورج کے ظاہر ہو جاتا ہے کہ مذہب اسلام ان اعتراضات کا ہدف نہیں بن سکتا۔ بیشک غیر مذاہب نے انسان کے ہر ایک جزئی فعل کو مذہب کے شکنجہ میں بُری طرح جکڑ دیا ہے۔ لیکن اسلام اس غرض سے آیا کہ اس قسم کی تمام تنگیوں کو مٹادے اور دینی و دنیاوی ترقی کا راستہ صاف کر دے۔ قرآن مجید نے خاص طور پر یہود اور نصاریٰ کو مخاطب کر کے کہا ہے۔ لا تغلوا فی دینکم۔ تم مذہب میں غلو نہ کرو۔ مذہب میں غلو کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ ہر قسم کی حرکات و سکنات کو مذہب کے دائرہ میں داخل کر دیا جائے۔ دوسرے یہ کہ مذہبی احکام سخت اور ناقابل تعمیل مقرر کئے جائیں۔ مذہب اسلام دونوں امور سے دور ہے۔ قبل از اسلام مذہب کے دائرہ میں لوگوں نے یہاں تک وسعت دے رکھی تھی کہ زندگی کے عیش و عشرت ناز و نعمت، خورد و نوش کو بھی مذہب میں داخل کر دیا تھا۔ اور ان میں جواز و عدم جواز کی ناقابل برداشت پابندیاں عائد کر دی تھیں چنانچہ قرآن نے صاف کہدیا قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبٰت من الرزق۔ خدا کے انہی احکام کی بناء پر آنحضورؐ نے دنیاوی معاشرت و تمدن کو مذہب کے دائرے سے بالکل جدا رکھا اور صاف فرمادیا انتم اعلم بامور دنیاکم، یعنی دنیاوی امور کو تم خوب جانتے ہو، رہی مذہبی اعمال کی سختی تو اسلام کا دعویٰ ہے اور بجا طور پر دعویٰ ہے کہ اس کے مذہبی احکام نہایت ہی نرم اور آسان اور سہل العمل ہیں۔ خدا خود فرماتا ہے ماجعل علیکم فی الدین من حرج (الحج) دوسری جگہ فرماتا ہے۔ یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر، خدا تمہارے ساتھ سختی کا ارادہ نہیں کرتا بلکہ آسانی کا ارادہ کرتا ہے۔ تیسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا۔ اسلام کا صرف دعویٰ ہی نہیں ہے بلکہ اس کے احکام اس دعویٰ کے شاہد ہیں، اسلام میں صرف پانچ فرائض ہیں نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج۔ جہاد۔ حج اور زکوٰۃ صرف دولت مندوں پر ہے۔ جہاد صرف اسوقت فرض ہے جب خود اختیاری حفاظت کی ضرورت پڑے باقی رہے۔ دو فرض۔ نماز۔ روزہ۔ روزہ سال بھر میں صرف ایکمرتبہ ہے وہ بھی مسافر۔ بیمار۔ نہایت کمزور پر نہیں۔ البتہ نماز کسی حالت میں معاف نہیں۔ لیکن باوجود اس کے بھی نماز میں بہت آسانی کر دی گئی ہے۔ بیمار کیلئے وضو کی ضرورت نہیں۔ سواری کی صورت میں سمت قبلہ ہونا ضروری نہیں۔ ضرورت کے وقت کھڑے ہو کر بیٹھکر لیٹ کر ہر صورت سے ادا کی جا سکتی ہے۔ سفر میں بجائے چار رکعت کے صرف دو رکعت رہجاتی ہے اسکے جو ارکان و آداب ادا کیلئے مقرر ہیں۔ ان میں سے خصوصیت کے ساتھ نہایت کم کی پابندی ضروری ہے۔ مثلاً

بحالت صحت قیام قرأت رکوع اور سجدہ اور بحالت عذر ان کی ضرورت بھی ساقط ہو جاتی ہے۔ غرض بعض امور باقی کسی خاص طریقہ کی پابندی ضروری نہیں۔ چنانچہ مختلف اماموں نے مختلف صورتیں اختیار کیں۔ اسکے علاوہ یہ بھی قابل غور ہے کہ ہندو بغیر پنڈت کے عیسائی بغیر پادری کے یہود بغیر احبار کے عبادت نہیں کرسکتے۔ لیکن مسلمانوں کو دوسرے کی دستگیری کی ضرورت نہیں۔ وہ اپنا آپ پادری اپنا آپ پنڈت اپنا آپ راہب ہے۔ اسلام نے طریقہ عمل کے لئے جہاں شرط اختیار کی ہیں تو ساتھ ہی یہ بھی بتادیا ہے کہ یہ قیدیں فی نفسہ ضروری نہیں۔

ہمارا دعویٰ صرف یہ نہیں کہ اسلام تمدن کے موافق ہے بلکہ ہمارا یہ بھی دعویٰ ہے کہ وہ تمدن کو ترقی دیکر بام عروج تک پہنچانیوالا ہے دنیا میں جب کسی قوم نے تمدن میں ترقی کی ہوگی یا کریگی۔ تو ان ہی اصول پر کی ہوگی یا کرے گی کہ وہ یہ خیال کرے کہ وہ اعلیٰ ترین مخلوقات سے ہے۔ اور جتنی چیزیں کائنات میں ہیں وہ اسی لئے ہیں کہ انسان ان سے ہر قسم کا فائدہ اٹھائے۔ سب سے پہلے قرآن مجید نے ان اصول کی تعلیم دی لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم دوسری جگہ ارشاد ہے وسخر لکم ما فی السموات وما فی الارض جمیعا۔

(۲) انسان یہ خیال کرے اور اس بات پر کامل یقین رکھے کہ اس کے خیر و شر ترقی و تنزل۔ عروج و زوال کا دار و مدار تمام اس کی سعی اور کوشش پر ہے۔ دنیا اور دین کی تمام کامیابیاں اسکی کوشش پر موقوف ہیں قرآن مجید نے صاف طور پر اس اصول کو بیان کردیا۔ لیس للانسان الا ما سعیٰ۔ لہا ما کسبت وعلیہا ما اکتسبت۔

(۳) تمدن کی ترقی کا سب سے بڑا آلہ مساوات کا اصول ہے یعنی یہ کہ تمام انسان کے حقوق برابر ہیں۔ فلاسفر گوندر سیہ کا قول ہے کہ حقوق انسانی کے سمجھنے کا پہلا دیباچہ مساوات ہے۔ اور مساوات ہی تمام اخلاق حمیدہ کی بنیاد ہے۔ لیکن اسلام کے قبل تک یہ خیال کسی قوم و ملک میں پیدا نہیں ہوا تھا۔ تعزیرات کے متعلق مہذب سے مہذب قوموں کا طرز عمل یہ تھا کہ مجرموں کو مرتبہ اور درجہ کے لحاظ سے سزائیں دی جاتی تھیں۔ لارڈ لاروس اپنی انسائیکلو پیڈیا میں لکھتا ہے کہ "رومن امپائر میں ایک جرم کی سزائیں مختلف ہوا کرتی تھیں یعنی مجرم کی حیثیت اور درجہ کے لحاظ سے سزا ہوتی تھی اسکے بعد مصنف نے اس ناانصافی اور ظلم کی تفصیل کی ہے اور رومن سے لیکر فرینچ تک کے واقعات گنائے ہیں۔ فلاسفر فرنک لکھتا ہے کہ "مساوات کی بنیادیں صرف پچاس برس سے یورپ کی بعض قوموں میں پڑیں اور اب دوسری حصوں میں پھیلتی جاتی ہیں۔ فلاسفر مذکور مساوات کی ابتدا پچاس برس سے بتاتا ہے لیکن اسلام میں ساڑھے تیرہ سو برس پہلے سے یہ اصول قائم ہو چکا ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ یا ایہا الناس انا خلقنا کم من ذکر وانثیٰ وجعلنا کم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ رسول اللہ صلعم فداہ ابی وامی ارشاد فرماتے ہیں۔ نہ تو عربی کو عجمی پر فضیلت ہے نہ عجمی کو عربی پر۔ کل کے کل آدم کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے۔ اسلام اس پر نہایت سختی سے کاربند ہوا۔ اور جاہلیت کے خیالات کو حرف غلط کی طرح مٹا دیا۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت عمرؓ خلیفہ ثانی کو مدینہ منورہ سے بیت المقدس تک اونٹ پر سفر کرنے کا اتفاق ہوا۔ آپ کے ساتھ ایک اونٹ اور غلام تھا۔ لیکن آپنے مدینہ سے بیت المقدس کی مسافت اس طرح طے کی کہ تھوڑی دور آپ خود اونٹ پر سوار ہوتے تھوڑی دور غلام کو اونٹ پر سوار کرتے۔ اور خود اونٹ

سامنے چلتے تھے۔ اللہ اللہ یہ تھا اسلامی مساوات کا سبق جسکو مسلمانوں نے عمل کرکے دکھادیا۔ آج کوئی دنیامیں ہے جو اپنے نوکر کو اپنے ساتھ بیٹھا سکے؟

(۴) تمدن کی ترقی کا بڑا ذریعہ مذہبی نفرت اور مذہبی جبر کو دور کرنا۔ اور ہر ایک کے ساتھ بلاامتیاز مذہب وملت انصاف برتنا ہے۔ جب سے دنیا آباد ہے۔ ہمیشہ ہر ملک میں ہر قوم میں یہ طریقہ رہا کہ غیر مذہب والوں پر جبر کیا جاتا تھا۔ ان کی مذہبی آزادی سلب کرلی جاتی تھی۔ انکے ساتھ ناانصافی کا برتاؤ کیا جاتا تھا۔ اور ان سے نفرت وحقارت کی تلقین کی جاتی تھی۔ اسلام نے آکران سب کو ناجائز قرار دیا۔ اور صاف کہدیا کہ ہر ایک کے ساتھ بلا امتیاز مذہب وملت انصاف کرو۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔ لا اکراہ فی الدین۔ مذہب میں زبردستی نہیں ہے۔ دوسری جگہ فرماتا ہے وادع الی سبیل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن (نحل) تیسری جگہ ارشاد ہوتا ہے فمن شاء اتخذ الی ربه سبیلا (مزمل) اسلام کا یہ صرف حکم ہی نہیں ہے بلکہ مسلمانوں نے عمل کرکے دکھا دیا۔ فاروق اعظمؓ نے جب بیت المقدس پر قبضہ کیا۔ تو وہاں کے عیسائی رؤسا کو اپنے سامنے بلایا۔ اور یہ امان نامہ لکھوا کر ان کے حوالے کردیا۔ یہ امان نامہ ہے جو امیر المومنین عمرؓ نے ایلیا والوں کو دیا ہے۔ ایلیا والوں کی جان ومال۔ گرجے، صلیب بیمار تندرست سب کو امان دی جاتی ہے ان کے گرجوں میں سکونت نہ کی جائیگی اور نہ وہ ڈھائے جائینگے یہانتک کہ انکے احاطوں کو بھی نقصان نہ پہنچایا جائیگا۔ نہ انکی صلیبوں اور مالوں میں کمی کی جائیگی نہ مذہب کے بارے میں کسی قسم کا تشدد کیا جائیگا اور نہ ان میں سے کسی کو ضرر پہنچایا جائیگا۔ یہ تھا عہدنامہ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے غیر مذہب والوں کے ساتھ کیسا اچھا برتاؤ کیا اور انھیں کتنی بہترین مذہبی آزادی دی۔ آپ تاریخ کی کتابوں کی ورق گردانی کریں تو آپ کو ایسے واقعات بہت نظر آئیں گے جنمیں غیر مذہب والوں کو ہر طرح سے مذہبی آزادی دگئی اور ان کے ساتھ مساویانہ برتاؤ کیا گیا ہے۔

(۵) تمدن کی ترقی کا ایک یہ بھی سبب ہے کہ عورتوں اور مردوں کو مساویانہ حقوق دیئے جائیں۔ اسلام کے قبل تمام دنیا کا عمل اسکے خلاف رہا۔ اسلام ہی پہلا مذہب ہے جس نے اس کی تلقین کی۔ اور عورتوں کو حقوق دلوا دیئے۔

(۶) کسی قوم کی ترقی کا سب سے بڑا آلہ یہ ہے کہ اس کے ہر فرد کو من حیث القوم "سلف آنر" یعنی آپ اپنی عزت کا خیال دلایا جائے۔ اسلام نے ابتدا ہی سے اس نکتہ کو پیش نظر رکھا۔ اور مسلمانوں کو خطاب کرکے کہا۔ کنتم خیر امة دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔ ﷲ العزة ولرسوله وللمومنین۔ قرن اولیٰ میں جب تک اسلام صحیح معنوں میں رہا۔ یہ خیال مسلمانوں میں اس طرح جاگزیں تھا کہ قوم کا ہر ہر فرد من حیث القوم اپنے آپ کو افضل ترین عالم تصور کرتا تھا۔ یہی سلف آنر کا خیال تھا جو مسلمانوں کی ہر قسم کی حوصلہ مندیوں، اولوالعزمیوں اور بلند خیالیوں کا باعث تھا۔ اگر آپ تاریخ اسلام کی ورق گردانی کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ایک معمولی درجہ کا مسلمان کس طرح قیصر وکسریٰ کے دربار میں دلیری اور آزادی سے سوال وجواب کرتا تھا۔

(۷) ترقی کا مقدم ترین اصول، علم ہے۔ اسلام نے علم کو گویا لازمۂ اسلام قرار دیا۔ آیات قرآن مجید اور احادیث صحیحہ علم کی کے متعلق بکثرت موجود ہیں۔ ان سے قطع نظر واقعات پر نظر ڈالیں۔ تاریخ ہر ہر قدم پر اس بات کی شاہد ہے کہ اسلام

جہاں جہاں گیا علم کو ساتھ لیکر گیا۔ اور وہ قومیں جو ازل سے جاہل اور اُمّی تھیں۔ جس دن سے اسلام لائیں۔ فن سے معمور ہوگئیں۔ عرب ابتداء عالم سے جاہل تھے یہانتک کہ اوائل اسلام تک بڑے بڑے شعرا جاہل تھے پڑھنے لکھنے کو عار سمجھتے تھے۔ لیکن یہی عرب اسلام کے وجود میں علم کا مرکز بن گیا۔ اور امام شافعیؒ امام مالکؒ۔ امام رازیؒ جیسے ہزاروں علما پیدا ہوئے۔ ترک کی قومیں ہزاروں برس پہلے سے موجود تھیں۔ لیکن انکا امتیازی وصف یہ تھا کہ

چناں بردند صبر از دل کہ ترکاں خوان یغمارا

انھیں ترک سے اسلام لانے کے بعد حکیم ابونصر فارابی اور امیر خسرو جیسے حکما وشعراء پیدا ہوئے۔ غرضکہ اسلام جہاں جہاں گیا علم کی دولت سے مالا مال کرتا گیا۔

(۸) ترقی کا ایک یہ بھی اصول ہے کہ نظام حکومت جمہوری طور پر قائم کیا جائے۔ اسلام نے اس اصول پر اسقدر زور دیا کہ خود آنحضور کو اسکی پابندی کا حکم ہوا۔ وشاورھم فی الامر۔ حالانکہ وحی والہام کی صورت میں کسی سے صلاح کی ضرورت نہ تھی مزید تاکید کیلئے مسلمانوں کی امتیازی خصوصیت یہ قرار دی وامرھم شوریٰ بینھم۔ صدر اسلام کی حالت پر آپ غور کریں تو آپ کو صاف معلوم ہو جائیگا کہ کسطرح آنحضورؐ کے وصال کے بعد خلافت راشدہ نے عمل کرکے دکھایا۔ آنحضور صلعم کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ استحقاق قابلیت کی بنا پر عام رائے سے مسلمانوں کے خلیفہ مقرر ہوئے ان کے بعد باوجود اسکے کہ ان کے جوان، بہادر، عقلمند اور لائق بیٹے موجود تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ منتخب ہوئے جو حضرت ابوبکرؓ کے کوئی قریبی رشتہ دار نہ تھے۔ فاروق اعظمؓ کے بعد حضرت عثمان غنیؓ خلیفہ منتخب ہوئے حالانکہ حضرت عمرؓ کے لائق بیٹے حضرت عبداللہ بن عمرؓ موجود تھے۔ حضرت عثمان کے بعد حضرت علیؓ خلیفہ منتخب ہوئے۔ غرض مسلمانوں نے عام رائے کا ہمیشہ لحاظ رکھا اور جمہوری حکومت پر عمل کرکے دکھایا۔ مندرجہ بالا اصولوں پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ بیشک مذہب اسلام ہر طرح تمدن ومعاشرت کو ترقی دیکر بام عروج پر پہنچانیوالا ہے چنانچہ استشہادی طور پر خلافت راشدہ، امویہ، عباسیہ، عثمانیہ، فاطمیہ مصر اور امویہ اندلس کو فخر سے پیش کیا جاسکتا ہے جبکہ مسلمانوں نے اسلام پر قائم رہ کر تمدن وترقی کے حیرت انگیز کرشمے ظاہر کئے۔

بصائر

از محمد اکبر پرتاب گڈھی متعلم جماعت اولیٰ۔

(۱) جو عقل صحیح راستہ کی رہنمائی کرے اور ہلاکت وبربادی سے محفوظ رکھے اس سے بہتر کوئی کمائی نہیں۔ (۲) ہر چیز پہلے چھوٹی ہوتی ہے پھر بڑھ جاتی ہے مگر مصیبت پہلے پہل بڑی ہوتی ہے پھر چھوٹی ہو جاتی ہے ہر چیز جب زیادہ ہو جاتی ہے تو ارزاں ہوتی ہے لیکن ادب جتنا زیادہ ہوتا ہے اتنا ہی گراں ہوتا ہے۔ (۳) جسکی بات نرم ہوتی ہے اس سے سب محبت کرتے ہیں اور جس کا شگفتہ چہرہ ہوتا ہے اس سے سب خوش رہتے ہیں۔ جو بات دل سے نکلتی ہے وہ دل میں داخل ہوتی ہے اور جو صرف زبان سے نکلتی ہے وہ کانوں سے زیادہ تجاوز نہیں کرتی۔ اقبال ؒ دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے + پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے۔

(ترجمہ از مجانی الادب۔ یکے از کتب درسیہ جماعت اولیٰ)



روح اخبارات

دولتِ عربیہ سعودیہ کے محکمۂ اطلاعات نے ایک سرکاری فرمان شائع کیا ہے جسکے متعدد دفعات ہیں اکثر قانونِ رعیت سے متعلق ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ ہر وہ شخص حجازی متصور ہوگا جو جنگ عمومی سے قبل دولت عثمانیہ کی رعایا میں داخل تھا جسکے ماں باپ یا صرف باپ حجازی ہوں یا جو حجاز میں پیدا ہوا ہو وہ حجازی سمجھا جائیگا۔ جو شخص بالغ ہے اور تین سال تک متواتر بلاد حجاز میں مقیم رہ چکا ہے وہ قانونی پروانہ حاصل کرکے عربی رعیت بن سکتا ہے۔ جو شخص ایکمرتبہ حجاز کا شہری ہوجاتا ہے وہ حجاز میں رہ کر کسی بیرونی حکومت کی رعایا میں داخل ہونیکا حقدار نہیں اگر کسی کا ایسا ارادہ ہو تو اسکو شاہی اجازت حاصل کرنی چاہئے۔ غیر ملکی عورت کسی حجازی سے شادی کرنیکے بعد حجاز کی رعایا میں شمار ہوگی اسی طرح جو حجازی عورت کسی غیر حجازی سے شادی کریگی تو وہ غیر حجازی سمجھی جائیگی۔ ازدواجی تعلق کے انقطاع کے بعد وہ اپنی قدیم حیثیت میں آسکتی ہیں۔ اگر کوئی حجازی کسی غیر ملک کی رعیت میں داخل ہوجائیگا تو اسکے چھوٹے بچے اسوقت تک حجازی رہیں گے جبتک حجاز میں مقیم ہوں گے۔ اس قانون کی اشاعت کے وقت جتنے لوگ حجاز میں مقیم موجود ہیں حجازی قرار دیئے جائینگے، صرف اسی صورت میں اس کے خلاف ہوگا جبکہ ان میں سے کسی کے پاس غیر ملکی رعایا ہونیکا قانونی ثبوت موجود ہو (ضروری خلاصہ)

بعض دفعات قانون تجارت سے متعلق ہیں۔ جنکا ضروری خلاصہ یہ ہے کہ دولت عربیہ سعودیہ کے ایک شائع شدہ تجارتی قانون ۱۲۱ کی رو سے صرف وہی لوگ حدود حجاز میں تجارت، محنت اور مزدوری کرسکیں گے جنکو سرکاری اجازت حاصل ہوگی اس کے لئے ہر تجارتی شہر میں ایک مجلس بنادیجائیگی جو اس قانون کے اجرا کیلئے اعداد و شمار فراہم کریگی۔ تاجروں کے چار درجے ہونگے اور ہر شخص صدر بلدیہ کی خدمت میں درخواست دیکر اجازت حاصل کرنے پر مجبور ہوگا۔

گذشتہ ماہ میں سلطان ابن سعود اور شاہ حبش میں بہترین دوستانہ تعلقات قائم ہوگئے۔ شاہ حبش کا وفد سلطان موصوف کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور پُر خلوص دوستانہ برتاؤ قائم کرکے کامیابی کے ساتھ واپس گیا۔ اس سلسلہ میں دونوں بادشاہوں کے درمیان جو خط و کتابت ہوئی ہے وہ بھی شائع ہوگئی ہے جسکے مطالعہ سے دونوں حکومتوں کے باہم روابط کا استحکام معلوم ہوتا ہے۔

شریف حسین سابق شاہِ حجاز کے منجھلے بیٹے امیر عبداللہ جو انگریزوں کی دی ہوئی ریاست شرق اردن کے والی ہیں حال ہی میں یورپ گئے تھے۔ واپسی کے بعد اخبارات میں انکی جو تصریحات شائع ہوئی ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس خاندان کی غلامانہ و غدارانہ ذہنیت ہنوز نہیں بدلی ہے چنانچہ انھوں نے عربی رعایا کو نصیحت کی ہے کہ انگریزوں کے سامنے ہمیشہ سرِ تسلیم خم کئے رہیں۔ (ادارہ)

جناب شیخ عطاء الرحمٰن صاحب پروپرائٹر و پبلشر نے جید برقی پریس دہلی میں چھپواکر دار الحدیث رحمانیہ دہلی سے شائع کیا۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۰۴ — اکتوبر [illegible]

اللہ نزل احسن الحدیث کتابا

رسالہ

محدث دہلی



سرپرست

شیخ عطاء الرحمن صاحب مہتمم دار الحدیث رحمانیہ

نگران اصول

مولانا احمد اللہ صاحب

(شیخ الحدیث)



مدیر مسؤل

عبد الحلیم ناظم

(مولوی فاضل)

دار الحدیث رحمانیہ دہلی سے شائع ہوتا ہے

فہرست مضامین

مقاصد

(۱) کتاب و سنت کی اشاعت

(۲) مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح

(۳) دارالحدیث رحمانیہ کے کوائف کی ترجمانی۔

ضوابط

(۱) یہ رسالہ ہر انگریزی مہینہ کے ابتدائی ہفتہ میں شائع ہوا کریگا

(۲) یہ رسالہ ان لوگوں کو سال بھر مفت بھیجا جائیگا جو ہم ٹکٹ خرچ دفتر میں بھیجدینگے۔

(۳) جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا ضروری ہے

(۴) بیرون ہند کیلئے ایک شلنگ یا ۱۰/ خرچ ہوتے ہیں

خط و کتابت کا پتہ

مینیجر رسالہ محدث دارالحدیث رحمانیہ دھلی



جلد ۲ ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۴ء مطابق ماہ جمادی الاخری سنہ ۱۳۵۳ھ نمبر ۶

مناسبات

افسوس وطن کے خطۂ مغضوبہ صوبہ بہار کی قسمت پر جتنا بھی آنسو بہایا جائے کم ہے۔ ابھی جنوری کے قیامت خیز زلزلہ کی تباہیوں سے صوبہ بہار کو ہوش میں آنے کا موقعہ بھی نہ ملا تھا۔ کہ ہولناک سیلاب کی تباہیوں میں مبتلا ہونا پڑا۔ یکایک گنگا، گنڈک، سون لکھندئی اور باگمتی وغیرہ پُرشور دریاؤں میں جو صوبہ بہار میں پھیلی ہوئی ہیں عظیم الشان سیلاب وطوفان آگیا۔ جس سے اضلاع آرہ مظفرپور، چھپرہ وغیرہ کو خصوصیت سے سخت نقصان پہونچا۔ اگرچہ بہار کے قریباً تمام اضلاع کے ساتھ کچھ یوپی اور کچھ مشرقی بنگال کے اضلاع بھی اس تباہی کے لپیٹ میں آگئے۔ لیکن جسقدر ان تین متذکرالصدر اضلاع کو نقصان پہونچا ہے وہ سب سے زیادہ اور بیحد المناک ہے۔ بلکہ بعض بیانات سے تو پتہ چلتا ہے کہ بعض علاقوں میں زلزلہ سے بھی بڑھکر سیلابی تباہیوں سے غریب بہار کو دوچار ہونا پڑا۔ بہرحال ہماری دلی ہمدردیاں اپنے ہموطن ستم زدہ بہاریوں کے ساتھ ہیں۔ نہ معلوم قدرت بہار سے کیسا انتقام لینا چاہتی ہے۔ ہماری دعا ہے کہ خدا صوبہ بہار کے مسلسل عذاب کو اب بند کردے اور ملک کے محفوظ علاقوں کے امرا کو برباد شدہ غریب بہار کی امداد کی توفیق عطا کرے۔ آمین

〰〰〰〰〰

۹ ستمبر سنہ ۳۴ء کو دارالحدیث رحمانیہ میں جماعت ہشتم کی بخاری شریف کی تقریب اختتام کے موقعہ پر ایک شاندار مجلس دعا منعقد ہوئی جس میں مقامی اہلحدیث مدارس کے طلبہ واساتذہ کرام نے شرکت کی۔ جماعت ہفتم وہشتم کے طلبہ نے زیر درس مولانا احمد اللہ صاحب شیخ الحدیث صحیحین کا ختم کیا اور دعا کے بعد حاضرین کی شیرینی سے تواضع کیگئی۔ اسوقت دارالحدیث کی تعلیم بڑی دھوم سے جاری ہے۔ اب سالانہ امتحان کے قرب کیوجہ سے اکثر کتابیں ختم ہورہی ہیں۔

علامہ ابن تیمیہ کے رسالہ معارج الوصول کا ترجمہ

سلسلہ کا سبق

قسط (۴)

اصل الاصول

(از عبدالحلیم ناظم صدیقی مولوی فاضل مدیر محدث و مدرس رحمانیہ)

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی فجر کی پہلی رکعت میں سورہ بقرہ کا یہ مقام پڑھتے تھے۔

قولوا امنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الی ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ وما اوتی النبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون ۔ پ ع آخر

مسلمانو! کہدو ہم اللہ پر ایمان اور اس حکم پر ایمان لائے جو ہماری طرف اتارا گیا اور جو ابراہیم، اسماعیل، اسحٰق، یعقوب اور ان کی اولاد پر اتارا گیا اور جو کچھ موسیٰ، عیسیٰ، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے انبیاء دیئے گئے۔ ہم اُن انبیاء میں سے کسی کے درمیان تفریق نہیں کرتے۔ ہم خدا کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔

اور دوسری رکعت میں حضور حسب ذیل آیت پڑھتے تھے۔

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون ۔ پ ۳ ع ۱۴

کہدے اے پیغمبر! اے کتاب والو! آؤ ایسے کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔ یہ کہ بجز اللہ کے ہم کسی اور کی عبادت نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیرائیں اور ہم میں سے کوئی خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو رب نہ قرار دے۔ پھر اگر وہ لوگ حق سے اعراض کریں تو کہدو تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔

دوسری روایت کے روسے بھی آپ ایمان و اسلام کو مدنظر رکھتے تھے۔ پہلی آیت تشریح ایمان کی اور دوسری اسلام کی حامل ہے۔ خدا تعالیٰ ایک جگہ فرماتا ہے۔

لنسئلنھم اجمعین عما کانوا یعلمون ۔ البتہ ہم ان سب سے ان کے اعمال کی ضرور باز پرس کرینگے۔

اس آیت کے متعلق ابوالعالیہ کا قول ہے کہ وہ دو خصلتیں ہیں جن کے متعلق ہر شخص پوچھا جائیگا ایک تو یہ کہ وہ کس چیز کو پوجتا تھا دوسری یہ کہ وہ رسولوں کو مانتا تھا یا نہیں؟ یعنی پہلی خصلت میں لا الہ الا اللہ کی شہادت کی تحقیق ہے اور دوسری میں محمد رسول اللہ کی شہادت کی۔

صوفیہ نے اپنے عقائد کی بنا ارادہ پر رکھی ہے۔ یہ بھی ضروری ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ ارادہ حسب فرمان ایزدی صرف ایک خدا کی عبادت کا ارادہ ہو۔ اسی طرح متکلمین نے اپنے عقائد کا دار و مدار اس غور و فکر کو بنایا جو علم کا مقتضی ہوئے یہ بھی ضروری ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ علم اس چیز کا علم ہو جسکی خبر رسول نے دی۔ اور غور و فکر بھی اُنہی دلائل میں ہوں جنھیں رسول نے بتایا۔ اور وہی اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں۔ ان شرائط سے معلوم ہوا کہ یہ بھی ضروری ہے اور وہ بھی ضروری۔ لیکن برخلاف

اس کے جس نے علم بغیر ارادہ یا ارادہ بغیر علم طلب کیا وہ قطعی گمراہ ہے۔ اور جس نے علم و ارادہ میں رسول کی پیروی کے بغیر الفا میں کسی ایک کو طلب کیا تو وہ بھی گمراہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سلف صالحین میں اکثر لوگوں کا قول " دین اور ایمان دراصل قول، عمل اور اتباع سنت ہی کے نام ہیں " بالکل درست ہے۔

الغرض جو ظاہری اعمال میں اہل فقہ ہیں وہ ظاہری عبادات میں گفتگو کرتے ہیں۔ اور جو تصوف اور زہد والے ہیں وہ انسان کے قصد و ارادہ میں کلام کرتے ہیں۔ اور جو اہل نظر اور اہل کلام ہیں۔ نیز اہلحدیث میں سے جو لوگ اہل عقائد ہیں اور اُن کے سوا تمام لوگ علم، معرفت اور اس تصدیق میں بحث کرتے ہیں جو ارادہ کی اصل ہے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ عبادت میں قصد ضروری ہے اور قصد بغیر مقصود کے جو معبود ہے درست نہیں ہو سکتا۔ اس میں شک نہیں کہ یہ چیز ضروری ہے اور اسی لئے معبود اور اس چیز کی جس کے ذریعہ وہ معبود پوجا جاتا ہے معرفت اور پہچان از بس ضروری ہے۔ چنانچہ مشرکین و نصاریٰ اور گمراہوں میں جو لوگ ان سے مشابہ ہیں بڑی بڑی عبادتیں اور زہد اختیار کرتے ہیں۔ لیکن وہ عبادتیں یا تو غیر اللہ کیلئے ہوتی ہیں یا اللہ کے حکم کے خلاف ہوتی ہیں، اسلئے بالکل عبث بلکہ قطعی گمراہی کہی جاتی ہیں۔ کیونکہ جو قصد و ارادہ نفع بخش و مفید ہوتا ہے وہ تو حقیقت میں صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کا ارادہ ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کی حقیقی عبادت وہی ہو سکتی ہے جو خدا کی مقرر کردہ شریعت کے مطابق کیجائے۔ بدعتیں اور نئی باتیں نکالکر اگر خدا کی پرستش کی جائے تو اس کو عبادت نہیں کہا جا سکتا بلکہ وہ صریح بدعت اور گمراہی ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ دین اسلام کا دائرہ صرف ان دو اصولوں پر ہے۔ کہ فقط خدا تعالیٰ کی پرستش کی جائے۔ اور اُسکو اسی طرح پوجا جائے جس طرح کہ اس نے اپنی مقرر کردہ شریعت میں بیان فرمایا۔ بدعات و محدثات میں خدا کی عبادت ہرگز نہیں ہو سکتی۔

علم، معرفت اور تصوف ان میں ہر ایک کا دار و مدار صرف اس بات پر ہے کہ رسول نے جس چیز کی خبر دی ہے اس کی معرفت پیدا کی جائے۔ اور اس بات کی معرفت حاصل کی جائے کہ رسول کی تمام خبریں بالکل حق ہیں، یا اس وجہ سے کہ ہم جانتے ہیں کہ رسول جب کچھ کہتے ہیں تو حق ہی کہتے ہیں اور یہ ایسی تصدیق ہے کہ اسے ہر شخص مانتا ہے۔ یا اس سبب سے کہ اس خبر کی حقانیت اللہ تعالیٰ نے اپنی سچی آیتوں میں ظاہر کر دی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کتاب اور میزان اتاری ہے اور لوگوں کو دنیا میں اور خود اُن کی ذاتوں میں اپنی بے شمار نشانیاں دکھلا دی ہیں۔ یہاں تک کہ ان کیلئے صاف ظاہر ہو گیا ہے کہ قرآن مجید بالکل حق ہے۔ (اوپر کی فصل اور اس میں جو کچھ بیان کیا گیا اس کا تعلق عقائد و علمیات سے تھا۔ اس کے بعد ذیل کی فصل کا بیان ہے جو عملیات سے متعلق ہے۔)

فصل دوم

رسولؐ نے عملی باتیں بھی جن کا نام لوگ فروع، شرع اور فقہ رکھتے ہیں نہایت اچھے طور پر صفائی و صراحت سے خود بیان فرما دیں۔ چنانچہ کوئی ایسی چیز نہیں کہ جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں کیا یا اس سے منع نہیں فرمایا یا اس کو حلال نہیں کیا یا اس کو حرام نہیں ٹھہرایا۔ یعنی ہر چیز کو اس کے متعلق جو حکم لگنا چاہئے نہایت صفائی سے بیان فرما دیا۔ خدا فرماتا ہے۔

الیوم اکملت لکم دینکم — (آج ہم نے تمہارا دین مکمل کر دیا ؍ اس میں کسی چیز کی کمی نہیں رہی)

دوسری جگہ ارشاد ہوا۔

ماکان حدیثا یفتری ولکن تصدیق الذی بین یدیہ وتفصیل کل شیء وھدی ورحمۃ لقوم یومنون ۝ (یوسف ع)

یہ قرآن کوئی تراشی ہوئی بات تو ہے نہیں بلکہ اس سے پہلے جو (آسمانی) کتابیں آچکی ہیں انکی تصدیق کرنیوالا ہے اور ہر (ضروری) بات کی تفصیل کرنیوالا ہے اور ایمان والوں کیلئے ذریعہ ہدایت ورحمت ہے۔

تیسری جگہ فرمایا۔

ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء وھدی ورحمۃ وبشری للمسلمین ۝

اے پیغمبر ہم نے تجھ پر کتاب اتاری جو (دین کی) تمام باتوں کا بیان کرنیوالا ہے اور مسلمانوں کیلئے ہدایت، رحمت اور بشارت ہے۔

چوتھی جگہ فرمایا۔

کان الناس امۃ واحدۃ فبعث اللہ النبیین مبشرین ومنذرین وانزل معھم الکتاب بالحق لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیہ ۝

تمام لوگ ایک ہی گروہ تھے پس اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو خوشخبری دینے والا اور ڈرانیوالا بنا کر مبعوث فرمایا اور ان کے ساتھ حق سے لبریز کتاب اتاری کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے درمیان اس چیز میں جس میں وہ اختلاف کریں فیصلہ کردے۔

پانچویں جگہ فرمایا۔

تاللہ لقد ارسلنا الی امم من قبلک فزین لھم الشیطان اعمالھم فھو ولیھم الیوم ولھم عذاب الیم وما انزلنا علیک الکتاب الا لتبین لھم الذی اختلفوا فیہ وھدی ورحمۃ لقوم یومنون ۝ (۱۴ ع ۱۴)

قسم ہے میری ذات کی اے پیغمبر ! ہم نے تیرے قبل کی امتوں میں بھی رسول بھیجے تو ان قوموں کے اعمال کو شیطان نے مزین کردیا اور وہی شیطان آج ان کا دوست ہے۔ اور ان لوگوں کیلئے دردناک عذاب ہے ہم نے تجھ پر صرف اسلئے کتاب اتاری ہے کہ تو ان کیلئے اس چیز کو بیان کردے جسمیں وہ مختلف ہوئے اور اس غرض سے کہ یہ کتاب ایمان والی قوم کیلئے ہدایت ورحمت ہے

اللہ تعالیٰ نے صاف فرمادیا کہ خدا نے انبیاء کے ساتھ جنس کتاب اسلئے اتاری کہ جو کچھ لوگوں میں اختلاف ہو اس کا یہ کتاب فیصلہ کردے۔ ٹھیک اسی طرح پانچویں آیت میں فرمایا کہ قرآن مجید کو بھی خدا نے اسی لئے اتارا ہے کہ جس چیز میں لوگوں میں اختلاف ہو اس کو قرآن بیان کردے۔

چھٹی جگہ فرمایا

وما اختلفتم فیہ من شیء فحکمہ الی اللہ ذالکم اللہ ربی علیہ توکلت والیہ انیب

جس چیز میں تم اختلاف کرو اسکا فیصلہ خدا کیطرف ہے (یہ کہو) وہی اللہ میرا رب ہے اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور اسی کیطرف لوٹوں گا۔

ساتویں جگہ فرمایا۔

وما کان اللہ لیضل قوما بعد اذ ھداھم حتی یبین لھم ما یتقون ۝

اللہ تعالیٰ کسی قوم کو ہدایت کردینے کے بعد اسے گمراہ نہیں کرتا یہانتک کہ ان کیلئے وہ چیز بیان کردیتا ہے جس سے وہ لوگ بچیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کیلئے ان تمام چیزوں کو بیان کر دیا جن سے انھیں بچنا چاہیئے۔ جیسا کہ فرمایا
وقد فصل لکم ما حرم علیکم الا ما اضطررتم الیہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تفصیل کر دی جو تم پر حرام ہیں مگر جس کیطرف تم بیقرار ہو۔
آٹھویں جگہ فرمایا۔ ع‍۵

فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ والرسول ٭ اگر تم کسی بات میں جھگڑ پڑو تو اُسے اللہ اور رسول کیطرف پھیر دو۔

یعنی یہ رجوع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اللہ کی کتاب اور رسولؐ کی سنت کی طرف ہوگا۔ یہاں اللہ تعالیٰ کا قول فان تنازعتم شرط ہے اور فعل سیاق شرط میں نکرہ ہے۔ تو مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی چیز ہو اگر اس میں جھگڑا پڑ جائے تو اس کو اللہ ورسول کی طرف پھیرنا چاہیئے۔ اگر اللہ اور اس کے رسولؐ کا بیان جھگڑے کیلئے فیصلہ کن نہ ہوتا تو ان کی طرف پھیرنے کا ہرگز حکم نہ کیا جاتا۔ اللہ کیلئے تو ظاہر ہے کہ اس کا کلام سارا قرآن مجید ہی ہے۔ رہا رسول کا بیان وکلام تو اسے بھی فیصلہ کن ماننا ضروری ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب وحکمت دونوں نازل فرمائیں جیسا کہ اسکو قرآن میں متعدد جگہ ذکر فرمایا۔ اور رسول اللہ نے بھی اپنی امت کو ان دونوں باتوں کی تعلیم دی جیسا کہ خدا فرماتا ہے۔

ویعلمہم الکتاب والحکمۃ یہ رسول انھیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے۔

رسول اللہ صلعم اپنے گھر میں بھی کتاب وحکمت کا ذکر کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے اپنے رسول کی بیویوں کو اس کتاب وحکمت کا ذکر کرتے رہنے کا حکم فرمایا۔ ارشاد ہوا۔

واذکرن ما یتلیٰ فی بیوتکن من آیات اللہ والحکمۃ۔ (اے رسول کی بیویو!) جو کچھ تمہارے گھروں میں اللہ کی آیتوں اور حکمت سے بیان کیا جاتا ہے اسے ضرور یاد کرتی رہو۔

اللہ کی آیتیں تو وہی قرآن کریم ہیں۔ اس لئے کہ نفس قرآن اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے آنا ہوا ہے تو وہ خود اپنے آنے جانے پر علامت اور دلالت ہے۔ اور حکمت سے کیا مراد ہے؟ اس کی تفسیر میں اکثر سلف صالحین نے یہی کہا ہے کہ وہ سنت ہے اور ایک باکمال گروہ نے اور اسکے علاوہ دوسرے حضرات نے بھی یہ کہا ہے کہ حکمت دین کی معرفت اور اس پر عمل کرنے کو کہتے ہیں۔ اسکی دوسری تفسیریں بھی کی گئی ہیں۔ جن میں ہر ایک حق ہے۔ غرض حکمت اس چیز کے

ع‍۵۔ علامہ رحمۃ اللہ نے یہاں پر جتنی آیتیں نقل کی ہیں۔ ان میں اوپر کی تین آیتیں اس امر کو اچھی طرح ظاہر کر رہی ہیں کہ اسلام زمانۂ نبوی ہی میں مکمل ومفصل ہو چکا تھا اس میں کسی چیز کی مذہبی واسلامی حیثیت سے کمی نہیں رہی۔ یا تو خود قرآن نے صراحۃً بیان کیا یا کنایۃً بیان کیا جسے احادیث رسول نے مفصل کر دیا۔ اب حدیث وقرآن کے بعد ہمارے لئے مذہبی حیثیت سے کسی تیسری چیز کی ضرورت نہیں۔ اس امر پر خود علامہؒ آگے بحث کریں گے اسکے بعد کی تمام آیتوں سے واضح طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ تمام اختلافات کو سب سے پہلے قرآن سے اس کے بعد حدیث سے فیصلہ کرنا چاہیئے۔ آج مسلمانوں میں جس قدر فرقہ بندیاں ہیں اگر قرآن وحدیث کو مرکز بنا لیا جاتا تو ہرگز اختلافات کی خلیج وسیع نہ ہوتی۔ اور ان فرقہ بندیوں کا جس نے اسلام کو بہت کچھ نقصان پہنچایا ہے۔ قطعی خاتمہ ہو جاتا۔ کاش آج بھی مسلمان توجہ کریں۔ اور قرآن کی اس صحیح پکار پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اپنی تمام فرقہ بندیاں اور سارے لایعنی مذہبی جھگڑے چھوڑ دیں اور قرآن وحدیث لیکر خالص مسلمان بنجائیں۔ ۔ مترجم

درمیان جس کا حکم دیا گیا اور جس سے روکا گیا ہے اور حق و باطل کے درمیان تمیز دینے اور باطل کے خلاف حق کی تعلیم دینے پر مشتمل ہے۔ اور یہی تو سنت ہے جس کے ذریعہ حق و باطل کے درمیان فرق کر دیا گیا اور اعمال حسنہ اور افعال قبیحہ سے اور خیر شر سے امتیازی طور پر بیان کر دئے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک روایت آئی ہے۔ آپ نے فرمایا ہے۔

ترکتکم علی البیضاء لیلہا کنہارہا لا یزیغ عنہا بعدی الا ھالک ۔ میں نے تم کو ایک روشن سنت پر چھوڑا ہے جس کی روشنی کا یہ حال ہے کہ اس کی رات اس کے دن کی طرح ہے۔ اس سے میرے بعد صرف ہلاک ہونے والا ہی کج ہو گا

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے بھی اسی قسم کا کلام مروی ہے۔ اور یہ چیز حدیث و آثار میں بہت زیادہ ہے جن کو لوگ ان کتابوں میں ذکر کرتے ہیں جن میں یہ چیزیں ذکر کی جاتی ہیں۔ جیسا کہ سنت کے متعلق تصنیف کرنے والے متعدد حضرات مثلاً ابن بطہ اللالکائی، طلمنکی اور ان سے قبل کے مصنفین مثلاً اصحاب احمد بن حنبل، عبداللہ، اثرم، حرب کرمانی اور خلال وغیرہ اسی کے مثل ذکر کرتے ہیں۔ یہاں پر مقصود اسی کی تحقیق ہے۔ بلاشبہ کتاب و سنت دین کے تمام امور کو پورا کئے ہوئے ہیں۔ رہا اجماع امت تو وہ بھی فی نفسہ حق ہے امت کا اجماع گمراہی پر نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح قیاس صحیح بھی حق ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے اپنے رسول کو عدل کے ساتھ مبعوث فرمایا اور کتاب کے ساتھ میزان اتاری۔ میزان عدل کو اور عدل سے جو کچھ پہچانا جاتا ہے سب کو شامل ہے۔ کتاب کے ساتھ میزان اتارنے کی تفسیر اس طرح بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں پر اس کی معرفت کا الہام کیا۔ اللہ اور اس کا رسول دو متماثل چیزوں کے درمیان مساوات پیدا کر دیتا ہے اور دو مختلف چیزوں کے درمیان فرق کر دیتا ہے دراصل یہی قیاس صحیح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ہر ایک مثال ذکر کی اور قیاس صحیح کو بیان کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے جن مثالوں کو حق سے بیان کیا ہے وہی قیاس صحیح ہے۔ لیکن یہ بھی واضح رہے کہ قیاس صحیح کیلئے نص کی مطابقت ضروری ہے۔ کیونکہ میزان کتاب کے مطابق ہوتی ہے۔ نیز خدا تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو حکم کیا کہ جو کچھ اللہ نے اتارا ہے اسی سے فیصلہ کرے اور یہ بھی حکم کیا کہ عدل سے فیصلہ کرے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ خدا نے کتاب اتاری جسے یقیناً عدل و انصاف کے ساتھ اتارا۔ خدا فرماتا ہے

وان احکم بینہم بما انزل اللہ وان حکمت فاحکم بینہم بالقسط ۔ اے پیغمبر! ان کے درمیان اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اتارا ہے اسی کے ساتھ فیصلہ کر اور اگر تو فیصلہ کرے تو ان کے درمیان انصاف سے فیصلہ کر۔

رہا اجماع امت، تو یہ بھی حق ہے۔ خدا کے فضل سے امت محمدیہ کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے بھی اس امت کی یہ صفت کتاب و سنت کے ذریعہ ذکر کی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ ۔ تم لوگ بہترین امت ہو جو لوگوں کیلئے پیدا کی گئی ہو تم اچھی باتوں کا حکم کرتے اور بری باتوں سے روکتے ہو۔ اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اس امت کی خاص صفت ہے کہ ہر اچھی بات کا حکم کرتی اور ہر بری بات سے روکتی ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے اس امت کے پیغمبر کی بھی یہی صفت بیان کی۔ فرمایا۔ الذین یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل یامرھم بالمعروف وینھاھم عن المنکر ط یہ وہ پیغمبر ہے جس کے پاس وہ لوگ اس چیز کو پاتے ہیں جو ان کے پاس توراۃ و انجیل میں لکھی ہوئی ہے۔ یہ رسول انہیں اچھی باتوں کا حکم کرتا اور بری باتوں سے روکتا ہے۔

(باقی آئندہ)

"انتخابِ نعت"

ششماہی امتحان کے بعد دو تین دنوں کی چھٹی میں چند صاحبِ ذوق طلبۂ رحمانیہ نے بعجلت جو نعتیں لکھیں۔ اس اشاعت میں ہم ناظرینِ محدث کی دلچسپی کے لئے ان نعتوں کا بالکل مختصر انتخاب درج ذیل کرتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوگا کہ ہمارے یہاں طلبہ کا کتنا اچھا مذاقِ ادب ہے اور بفضلِ خدا علمی مباحث کی بے پایانیوں کے ساتھ ساتھ مذہبی رنگ میں ادبی تفریحات کی بھی کمی نہیں۔ (مدیر)

عبد الحلیم ناظم دربھنگوی "مولوی فاضل" مدیر محدث

وہ رتبہ تھا اعلیٰ شہِ دوسرا کا ‖ کہ طغرا ملا خاتمِ انبیاء کا
حلاوت میں شہد و شکر سے ہے شیریں ‖ بیاں شوکتِ احمدِ مجتبیٰ کا
منور ہوا جس سے سارا زمانہ ‖ وہ جلوہ تھا خورشیدِ غارِ حرا کا
فقط انس و جن ہی نہیں مدح خواں ہیں ‖ "خدا بھی ثنا خواں ہے خود مصطفےٰ کا"
جو ہے شرح واللیل زلفِ معطر ‖ تو ہے روئے روشن بیاں والضحیٰ کا
فلک پر چلی جب نبی کی سواری ‖ تو اک شور تھا مرحبا مرحبا کا
پہونچتا ہے سیدھا وہ باغِ ارم میں ‖ جو بنتا ہے رہرو رہِ مصطفےٰ کا
محمد کا جب نام آجائے ناظم ‖ تو اک شور برپا ہو صلِ علیٰ کا

مولوی محمد ایوب صاحب ناعم الٰہ آبادی متعلم رحمانیہ

لگا لوں گا آنکھوں میں سرمہ سمجھ کر ‖ ملے مجھ کو گر خاکِ پا مجتبیٰ کا
قمر اک اشارہ میں بس ہو گیا شق ‖ وہ اعجاز تھا میرے شمس الہدیٰ کا
نہیں ہے یہ موقوف جن و بشر پر ‖ "خدا بھی ثنا خواں ہے خود مصطفےٰ کا"
محبت میں ہے اسقدر محو ناعم ‖ سدا ورد رہتا ہے صلِ علیٰ کا

مولوی نظیر الحسن صاحب خورشید سہسوانی متعلم

ملیں آپ کو کیوں نہ اعلیٰ مدارج ‖ کہ ہے فخر جب سید الانبیاء کا

بھلا تاب و طاقت کہاں اس زباں میں
بیاں کر سکے وصف خیر الوریٰ کا
تمنا ہے خورشید کی تجھ سے خالق!
قیامت میں ساقی رسول مصطفیٰ کا

مولوی عابد حسین صاحب عابد گیاوی متعلم

ہوا سارا عالم محمد سے روشن
نہیں تھا دنیا میں دینِ ہدیٰ کا
مٹائے نقوش کو روئے زمیں سے
نمونہ دکھایا جو خلق و صفا کا
مقدس نبی کی ہے امت میں عابد
بھلا کیوں نہ ہو وہ مقرب خدا کا

مولوی محمد ادریس آزاد الوی اعظمی متعلم

عیاں جبکہ جلوہ ہوا مصطفیٰ کا
فلک نے کیا شور صلِ علیٰ کا
ملک جن کے اوصاف کے مدح خواں ہیں
وہی ہے وجود احمدِ مجتبیٰ کا
ہوئی ظلمتِ کفر دنیا سے رخصت
یہ احسان ہے سرورِ دوسرا کا
نہیں منحصر صرف جن و ملک پر
"خدا بھی ثنا خواں ہے خود مصطفیٰ کا"
پڑھے کیوں نہ آزاد ہر وقت کلمہ
خدا اور اس کے رسول ھدیٰ کا

مولوی ضیاء احمد انور سہسوانی متعلم

ثنا خواں جو ہوا احمدِ مجتبیٰ کا
وہ گویا ثنا خواں ہے رب علیٰ کا
وہ کوثر کا ساقی وہ محشر کا شافع
وہ مونس ہے ہر بیکس و بے نوا کا
ہوئے دونوں عالم ثنا خواں تو کیا ہے
"خدا بھی ثنا خواں ہے خود مصطفیٰ کا"
عمل کر کے دکھلاؤ سنت پہ انور
جو جذبہ ہے حب رسولِ خدا کا

مولوی عبد الغفور مسلم بسکوہری متعلم

وہی بعدِ رحماں ہیں سب سے افضل
یہ رتبہ ہے فخرِ صفِ انبیا کا
ہماری ہدایت کو تشریف لائے
یہ بعثت بھی ان کی ہے احساں خدا کا
شفاعت کریں گے قیامت میں مسلم
میں دیوانہ ہوں احمد مصطفیٰ کا

کیا جہنّم فنا ہوجائیگی؟

(از مولوی سید نظیر الحسن صاحب سہسوانی متعلم جماعت ہفتم مدرسہ رحمانیہ)

(۲)

اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّکَ ؕ استدلال یوں کرتے ہیں کہ جس زمانہ میں خدائے قدوس چاہیگا کفار کو جہنم سے نکالدیگا اور جہنم کو فنا کردیگا۔ جواب: اسکی تفسیر میں علماء کے کئی قول ہیں۔ اور ان سب میں زیادہ صحیح حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی تفسیر ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شاگرد ہوگا وہ قرآن پاک کے رموز و غوامض سے زیادہ واقف ہوگا اور اسکی تفسیر زیادہ معتبر ہوگی بہ نسبت اس شخص کے جسکا زمانہ آپ کے بہت بعد ہو۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد تمام کفار کا اخراج نہیں ہے بلکہ ان مسلمانوں کا اخراج ہے جن کے پاس کوئی نیکی نہیں رہی تھی۔ اور وہ اپنی سزا بھگتنے کے لئے جہنم میں بھیجدیئے گئے"۔ ان آیات کے بعد یہ لوگ اپنا روئے سخن چند آثار کیطرف متوجہ کرتے ہیں جن میں یہ بتلایا گیا ہے کہ جہنمی ایک زمانہ کے بعد جہنم سے نکالدیئے جائینگے۔ بعض کا ماحصل یہ ہے کہ جہنم کے دروازے کھولدیئے جائینگے۔ ان آثار کا جواب دو طرح ہوسکتا ہے۔ اول تو یہ کہ ان کی صحت میں کلام ہے ناقدین نے اسکے راویوں کو بہت ضعیف لکھا ہے۔ اور یہ احادیث کی معتبر کتابوں (سنن اربعہ و صحیحین) میں نہیں پائے جاتے۔ ان کو تفاسیر والوں نے نقل کیا ہے اور تفسیر والے موضوع روایات کو بھی نقل کردیا کرتے ہیں۔ تو یہ ان احادیث کے مقابلہ میں جن کو بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ علاوہ ازیں صحابہ کرام کا قول و فعل اسی وقت تک ہمارے لئے حجت ہے جب تک کہ حضور سے اس کے خلاف مروی نہ ہو جب آپ کے اقوال سے صحیح طور سے ثابت ہوگیا کہ جہنم ہمیشہ باقی رہیگی اس کو فنا نہیں ہے تو صحابہ کرام کے اقوال ہمارے لئے حجت نہیں ہوسکتے۔ دوسرے ان آثار میں کہا گیا ہے کہ ایک زمانہ کے بعد اہل نار نار سے نکالدیئے جائینگے یہ قضیہ مہملہ ہے کمیت افراد کا بیان نہیں ہے اور علم منطق میں ثابت ہوگیا ہے کہ قضیہ مہملہ حکم میں جزئیہ کے ہوتا ہے تو نتیجہ یہ نکلا کہ تمام جہنمی جہنم سے نہیں نکالے جائینگے بلکہ بعض جہنمیوں کو نکالدیا جائیگا اور یہ وہی مسلمان جہنمی ہونگے جو اپنے اعمال بد کی وجہ سے دوزخ میں گئے تھے جب ان کی سزا پوری ہوجائیگی تو ان کو جنت میں داخل کردیا جائیگا۔ ایک عقلی اعتراض یہ ہوتا ہے کہ بندہ گناہ متناہی وقت میں کرے اور اس کو سزا غیر متناہی زمانہ تک دیجائے یہ خلاف رحمت بلکہ ظلم ہے۔ قائل کو معلوم ہونا چاہیئے کہ باری تعالیٰ کا ان کو ہمیشہ جہنم میں رکھنا ظلم نہیں ہے بلکہ یہی عین حق ہے اور ان کے اعمال کی پوری سزا دینی ہے کیونکہ جب تک کافر دنیا میں رہا کبھی اس کی زبان سے کلمۂ حق نہیں نکلا اسلئے اسکی سزا بھی ایسی ہی ہونی چاہیئے جو کبھی موقوف نہ ہو۔ جہنمیوں کے متعلق قرآن پاک میں دو قسم کے الفاظ آئے ہیں بعض آیتوں میں فرمایا گیا ہے هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ؕ خلود کے معنی مکث طویل کے ہوتے ہیں مگر بوقت قرینہ اس کے معنی دوام و استمرار کے بھی آتے ہیں۔ بعض آیتوں میں فرمایا گیا ہے خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا۔ یہاں پر خلود کے ساتھ اَبَد کا لفظ بھی ہے تو اس جگہ پر اَبَد کے معنی بعینہ خَالِدِين کے

نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ اس صورت میں لازم آئیگا کہ جس چیز کو ہم پہلے حاصل کر چکے ہیں پھر اسی کو حاصل کریں اور یہ عبث ہے۔
دوسرے یہ لازم آئیگا کہ کلام ربانی میں تکرار شئی بھی ہو حالانکہ کلام خداوندی اس سے مبرا و منزہ ہے۔ پس ماننا پڑیگا کہ
کہ ابد کے معنی وہ نہیں ہیں جو مخلوط کرتے ہیں کیونکہ ایک قضیہ دائمہ ہے دوسرا مطلقہ عامہ یعنی جہاں پر ابد کا لفظ نہیں آیا ہے
وہاں مشیت کی قید لگا سکتے ہیں جہاں لفظ ابد موجود ہے یعنی دائمہ ہے اسکو مطلقہ عامہ نہیں بنا سکتے کیونکہ یہ آپس میں
نقیضین ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ ابد کے معنی وہ نہیں ہیں جو مخلوط کرتے ہیں بلکہ اس کے علاوہ اور کوئی معنی ہیں صاحب قاموس
نے ابد کے معنی اس طرح بیان کئے ہیں کہ وہ دھر طویل جسکی انتہا نہیں۔ تو یہاں سے معلوم ہوا کہ قرآن پاک میں جس جگہ
جہنمیوں کے متعلق خالدین فیہا ابداً فرمایا گیا ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ وہ جہنم سے کبھی نکلینگے اور نہ کبھی جہنم
فنا ہوگی اسکے علاوہ اور کوئی مطلب نہیں ہو سکتا۔ و مشیت کا تعلق صرف وجود ہی سے ہے اور کسی سے نہیں اور
آیت مذکورہ میں قید مشیت لگانا غلط ہے جسطرح کہ پہلے ثابت ہو چکا اور جس طرح آیت مبارکہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ
یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ سے معلوم ہوتا ہے۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ خدا کسی مشرک
کو نہیں بخشیگا اور مشرک کے علاوہ جسکو چاہیگا بخشدیگا اور یہ مسلم ہے کہ مشیت کا تعلق وجود کے ساتھ ہوتا ہے نہ
عدم کے ساتھ کیونکہ عدم پر کوئی چیز مترتب نہیں ہو سکتی لہذا اس آیت میں لِمَنْ یَّشَآءُ (جسکو چاہیگا) کا تعلق صرف
یَغْفِرُ (بخشدیگا) سے ہوگا نہ لَا یَغْفِرُ (نہیں بخشیگا) سے یعنی مشیت کا تعلق مَا دُوْنَ ذٰلِکَ (علاوہ مشرک کے) سے
ہے نہ اَنْ یُّشْرَکَ (شرک کیا جانا) سے۔ وہ مشرک کو نہیں بخشیگا لہٰذا جب بھی بخشیگا غیر مشرک ہی کو بخشیگا۔ اس مطلب کے نہ
ماننے کی صورت میں ایک تو امر مسلم کا انکار اور دوسرے محال لازم آئیگا جو کہ باطل ہے۔ کیونکہ عدم کا تعلق باری تعالیٰ سے
ہے یعنی عدم قدیم ہے جس طرح کہ حدیث میں آتا ہے کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ مَّعَہٗ شَیْئٌ اور وجود کا تعلق ممکنات سے ہے
یعنی حادث ہے تو صورت مذکورہ میں لازم آئیگا کہ عدم (جو کہ قدیم ہے) کا تعلق وجود (جو کہ حادث ہے) سے ہو یعنی عدم کا
حادث ہونا لازم آئیگا جس کی قدامت ثابت ہو چکی ہے اور (نعوذ باللہ) آنحضور کے فرمان کا جھوٹا ہونا لازم آئیگا جو کہ
باطل ہے۔ اس آیت کے بعد فرمایا گیا۔ مَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ الْجَنَّۃَ وَمَاْوٰہُ النَّارُ
وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ۔ یعنی جو شخص بھی شرک کریگا اس پر جنت حرام ہے وہ اس میں داخل نہ ہوگا۔ دوسری
آیت میں یہاں تک آگیا ہے کہ جب جہنمی جنتیوں کو عیش میں دیکھیں گے تو کہینگے کہ کچھ پانی اور میوے ہمیں بھی دو تاکہ ہم بھی کھائیں
اس کے جواب میں جنتی یہی کہیں گے کہ ہم تمکو یہاں کی کوئی چیز بھی نہیں دینگے کیونکہ ان کو خدا نے کفار پر حرام کردیا ہے دوسری
جگہ فرمایا گیا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ یَکُنِ اللّٰہُ لِیَغْفِرَ لَہُمْ وَلَا لِیَہْدِیَہُمْ طَرِیْقًا اِلَّا طَرِیْقَ جَہَنَّمَ
خٰلِدِیْنَ فِیْہَآ اَبَدًا۔ یعنی کفار کی بخشش کسی صورت میں نہیں ہو سکتی بلکہ وہ ہمیشہ جہنم میں پڑے رہیں گے۔ اس
آیت میں ابداً کا لفظ بھی آگیا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نہ دوزخ فنا ہوگی اور نہ اس کے باشندے نکالے جائینگے
بلکہ وہ ہمیشہ اسی میں پڑے رہیں گے۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت آیتیں ہیں جن کو بوجہ خوف طوالت نظر انداز کیا جاتا ہے اس
مقام پر اعتراض مشیت بھی نہیں وارد ہو سکتا کیونکہ مشیت کا مصداق قضیہ مطلقہ عامہ ہی ہو سکتا ہے نہ دائمہ ابدیہ۔ پس معلوم

ہوا کہ دوزخ پر کبھی عدم طاری نہ ہوگا۔ دوسری جگہ فرمایا اَمَّا الَّذِیْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰھُمُ النَّارُ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝ یعنی نافرمانوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔ جب وہ جہنم سے نکلنے کا ارادہ کرینگے اسی میں لوٹا دیئے جائینگے اور اُن سے کہا جائیگا کہ جس دوزخ کے عذاب کو تم جھٹلاتے تھے اس کو آج چکھو۔ یہ قضیہ موجبہ کلیہ ہے جو ہر زمان اور ہر مکان کو شامل ہوتا ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ وہ کسی زمانے میں بھی اپنی جگہ سے جدا نہیں ہوسکتے بلکہ جس زمانہ میں بھی وہ جہنم سے نکلنے کا ارادہ کرینگے اسی میں وہ دھکا دیدیئے جائینگے۔ مشیت کی نفی پہلے ہوچکی یہاں پر ان کے خود نکلنے کی بھی نفی ہوگئی یعنی وہ لوگ نہ بوجہ مشیت خداوندی دوزخ سے نکلیں گے اور نہ خود ہی نکل سکتے ہیں قیدی کے جیل خانے سے نکلنے کی دو ہی صورتیں ہوتی ہیں یا تو افسر اعلیٰ نکالدے یا خود نکل بھاگے یہاں پر دونوں صورتوں کی نفی ہوگئی جب وہ لوگ جہنم سے نہ نکلینگے تو جہنم بھی کبھی فنا نہ ہوگی۔ دوسری آیت میں اس طرح فرمایا گیا ہے وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا یعنی کافروں کے لئے جہنم کا عذاب ہے وہاں نہ ان کو موت ہی آئیگی اور نہ عذاب میں کسی قسم کی کمی کی جائیگی بلکہ افزونی ہی افزونی ہوگی جس طرح فرمایا گیا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا۔ جہنم کے بقا پر بکثرت احادیث مروی ہیں جن میں سے صرف دو چار نقل کرتا ہوں۔ احادیث بھی اس کتاب کی ہیں جس پر امت مرحومہ کا اتفاق ہے کہ کتاب اللہ کے بعد اگر کسی کتاب کا درجہ ہے تو اسی کا ہے میری مراد اس سے صحیح بخاری شریف ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں چلے جائیں گے یعنے شفاعت ہوچکیگی اس وقت موت کو لایا جائیگا اور اس کو دوزخ و جنت کے درمیان لاکر ذبح کردیا جائیگا پھر ایک پکارنے والا پکاریگا کہ اے جنتیو! اب تم کو موت نہیں آئے گی اور اے جہنمیو! تم کو موت نہیں آئیگی جس کی وجہ سے جنت والے بہت زائد خوش ہونگے اور جہنم والے بہت زائد غمگین ہو جائیں گے۔ کیونکہ اب دونوں فریقین کو ہمیشہ ہمیش اپنے اپنے مقام میں رہنا ہوگا۔ حافظ ابن حجرؒ شارح بخاری فرماتے ہیں کہ امام قرطبی نے فرمایا کہ اس حدیث میں تصریح ہے کہ جہنمی ہمیشہ جہنم ہی رہیں گے ان کی اقامت ہمیشہ کی ہوگی، آنحضور صلعم فرماتے ہیں کہ میں شفاعت کرونگا اور یہانتک شفاعت کرونگا کہ جہنم میں سوا ان لوگوں کے جن کو قرآن نے روکدیا یعنی جن کے متعلق فرمایا کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اور کبھی نہ نکالے جائینگے اور جن کے متعلق فرمایا اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ اور کوئی باقی نہیں رہیگا۔ اس حدیث سے صراحتاً معلوم ہوگیا کہ ایسے لوگ بھی ہونگے جو ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اور جہنم کبھی فنا نہ ہوگی۔ دوسری روایت میں بہت ہی صراحت سے بتلایا گیا ہے جس میں شک اور تاویل کی مطلق گنجایش نہیں ہے۔ حدیث طویل ہے اسکا ایک قطعہ مع ترجمہ کے نقل کرتا ہوں ۵۳۔ حتی اذا فرغ اللہ من القضاء بین العباد واراد ان یخرج برحمتہ من اھل النار امر الملائکۃ ان یخرجوا من النار من کان لا یشرک باللہ شیئا۔ ممن اراد ان یرحمہ۔ ممن شھد ان لا الہ الا اللہ فیخرجون من النار۔ ترجمہ یہانتک کہ جب فارغ ہوگا خدا بندوں کے فیصلے سے اور ارادہ

ہ بخاری ج ۲ ص ۹۶۹ ۔ ۵۲ بخاری ج ۲ ص ۹۷۱ ۔ ۵۳ بخاری ج ۲ ص ۱۱۰۷

کریگا: نہ لاجائے اسکی رحمت سے کوئی شخص اہل نار سے حکم دیگا۔ فرشتوں کو کہ وہ نکالیں جہنم سے اس شخص کو جو خدا کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کرتا تھا ان لوگوں میں سے کہ جن سے خدا مہربانی کا ارادہ کرتا ہے ان لوگوں میں سے جنھوں نے لا الہ الا اللہ کہا۔ اس حدیث میں بار بار لفظ ارادہ کو ذکر کیا ہے جس سے مقصود یہ ہے کہ خدا کی مشیت کا تعلق صرف مومن ہی سے ہے نہ کافر سے اس سے معلوم ہوا کہ جہنم سے خروج کی شکل صرف مومن ہی کیلئے ہے نہ کافر کیلئے یعنی یہ حدیث بعینہ آیت ان اللہ لا یغفر الخ کی تفسیر ہے اور اسکے ہی دوسرے ٹکڑے سے اور بھی وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی مشرک جہنم سے کبھی نہ نکلیگا کیونکہ وہاں ایک مومن کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ جہنم سے آخری نکلنے والا شخص یہی ہوگا اور جنت میں سب سے آخر میں داخل ہونے والا یہی شخص ہوگا یعنی اس کے بعد نہ کوئی جہنم سے نکلیگا اور نہ کوئی جنت میں داخل ہوگا بلکہ ہر شخص اپنی اپنی جگہ پر قائم رہیگا۔ اور اس جگہ سے تبدیل نہ ہوگا۔ ان تمام ادلے سے جہنم کی بقا بخوبی ثابت ہوگئی قرآن کریم میں کوئی ایسی آیت نہیں ہے جس سے صراحتاً یہ معلوم ہوتا ہو کہ جہنم فنا ہو جائیگی اور اگر خدا تعالیٰ کو جہنم فنا کرنی تھی تو انبیاء کے بھیجنے کی کوئی ضرورت نہ تھی انبیاء دنیا میں آئے طرح طرح کی تکالیف برداشت کیں اور پھر بھی ان کے دشمن بھی اچھے رہے کیونکہ وہ بھی جنت میں گئے دوسرے تابعدار غیر تابعدار میں کوئی امتیازی حیثیت نہیں ہوئی۔ حالانکہ دنیا جانتی ہے کہ تابعدار غیر تابعدار سے افضل ہوتا ہے۔ (باقی باقی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت صحابہ کرام سے

(از مولوی محمد ابو الخیر بریوائی پرتاپ گڈھی متعلم جماعت ثالثہ رحمانیہ)

برادران ملت - خداوند لایزال کا یہ دستور ہے کہ جب دنیا میں جہالت و بربریت کا دور دورہ ہوتا ہے مخلوق عالم حقیقی معبود اور اصلی محسن و منعم کو چھوڑ کر خدایانِ باطل کی پرستش میں محو اور سرگرم ہو جایا کرتی ہے۔ اس وقت رحمتِ رب جوش زن ہوتی ہے اور ایک سچا ہادی اور اصلی معنوں میں جس کو رہبر کہا جاسکتا ہے مبعوث فرماتا ہے جسکا سلسلہ ہمارے باپ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوتا ہے اور اس سلسلہ کی آخری کڑی سرور کائنات آنحضور محمد صلعم قرار دیئے جاتے ہیں آپ دنیا میں آتے ہی مخلوق عالم کی اصلاح شروع کردیتے ہیں چنانچہ جہاں آپ نے فرمایا قولوا لا الہ الا اللہ تفلحون، جہاں آپ نے یہ تعلیم دی لا تشرک باللہ شیئا وان قتلت او حرقت اور جہاں یہ کہا لا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق وہاں ساتھ ہی ساتھ محبت کی بھی تعلیم دی اور ان لفظوں میں تلقین فرمائی لا تدخلوا الجنۃ حتی تومنوا ولا تومنوا حتی تحابوا الخ یعنی ایمان کے ساتھ محبت بھی ایک ضروری چیز ہے۔ آپ نے لوگوں کو محبت کرنے کی تعلیم دی پس ضروری اور موثر امر یہ تھا کہ آپ پہلے خود عمل کرکے دکھلا دیتے۔ کیونکہ خداوند قدوس ان لوگوں کی تردید فرماتا ہے جو لوگ کہتے ہیں اور خود عمل نہیں کرتے چنانچہ ارشاد باری یوں ہے لم تقولون ما لا تفعلون۔ چنانچہ آپ نے خود اس پر عمل

کو سکھا دیا یہ تو عوام کو بھی معلوم ہے کہ حضور سے اصحاب کرام کو بڑی محبت تھی لیکن یہ بھی یقینی چیز ہے کہ آنحضور کو بھی صحابہ سے بیحد محبت تھی جیسا کہ مندرجہ ذیل واقعات سے آنحضور کی محبت کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے اللہ رب العٰلمین ارشاد فرماتا ہے لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم۔ یہاں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ حقیقی محبت اعلیٰ جذبہ ہے بلکہ محبت ہی قوت القلب ہے محبت ہی غذا الارواح ہے محبت ہی دل کی زندگی اور زندگی کی کامیابی ہے بعثت نبوی سے قبل جہاں علم و حکمت تہذیب و تمدن شرافت و انسانیت کا خون کر دیا گیا تھا وہاں محبت و مودت کا بھی نام و نشان نیست و نابود ہو چکا تھا چنانچہ اپنی عزیز اولاد کو زندہ درگور کرنا اسی کا نتیجہ تھا۔ آپ نے آکر محبت کا شیریں و جانفزا پیام سنایا۔ ساری برائیاں دور کرتے ہوئے اصلی محبت اور سچی الفت کی تعلیم دی اور خود اپنے اصحاب کرام سے حد درجہ بے لوث محبت کی۔ چنانچہ آپ نے جب اوائل اسلام میں توحید کی اشاعت شروع کی تو آپ کو شدائد و مصائب سے دوچار ہونا پڑا مگر تبلیغ میں کوئی چیز سدِ راہ نہ ہو سکی کچھ دنوں بعد چند لوگ آغوش اسلام میں داخل ہوئے ان کو بھی تکالیف اور مصیبتوں کا آماجگاہ بنا یا گیا وہ تکلیفیں دی گئیں کہ الامان والحفیظ۔ چنانچہ حضرت بلالؓ وغیرہ کا واقعہ کسقدر الم اور رنج و غم سے مملو ہے۔ آنحضورؐ نے جب ان تکالیف کو دیکھا تو آپ کو یہ گوارہ نہ ہوا کہ آپ اپنے دوستوں کی تکلیف دیکھتے چنانچہ آپ نے فوراً ہی اجازت دیدی کہ وہ ہجرت کر جائیں لیکن آپ خود ٹھیر کر حکم خداوندی کا انتظار کرتے رہے آخر آپ بھی باجازت رب العزت مدینہ منورہ کو کوچ کر گئے۔ پھر انصار کو مہاجرین کی خدمت و دلداری کی جو تعلیم دی اور خود انصار کی جسقدر دلجمعی کی اپنی حیات و ممات کو انصار میں بتلایا یہ آپ کی محبت کی کھلی ہوئی دلیل ہے غزوہ احد کے شہداؤں کے مدفن پر وفات سے دو ایک برس قبل آپ کا جب گذر ہوتا ہے آپ پر سخت رقت طاری ہو جاتی ہے۔ آپ اسوقت چند کلمات ایسے پُردرد کہتے ہیں جیسے کہ کوئی شخص ہمیشہ کیلئے زندوں سے جدا ہو رہا ہے یہ تھی آپ کی محبت۔

بیر معونہ کا واقعہ یاد ہوگا جبکہ چند لوگ دربار نبوی میں مسلمانی صورت لیکن قلب میں کفر کی چھریاں لئے ہوئے حاضر ہوتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ چونکہ ہمارا قبیلہ مسلمان ہو چکا ہے لہذا آپ ہماری معیت میں چند ایسے افراد کو روانہ کیجئے جو کہ اسلامی احکام سے ہماری قوم کو بخوبی آشنا کر سکیں۔ چنانچہ آپ چالیس قراؤں کو جن کے اکثر افراد اصحاب صفہ سے تعلق رکھتے تھے روانہ کرتے ہیں لیکن اصحاب کرام کے ساتھ غداری اور بیوفائی کی جاتی ہے اور تمام اصحاب کرام شہید کر دیئے جاتے ہیں جس وقت یہ روح فرسا خبر آپ سنتے ہیں آپ کے خرمن محبت میں رنج و غم کے آتش فشاں شرارے بھڑک اٹھتے ہیں آپ کو ان غداروں اور بیوفاؤں کی ستم کاری کی وجہ سے وہ صبر شکن صدمہ ہوتا ہے کہ تمام عمر کبھی ہوا ہی نہیں چنانچہ آپ ان بدبختوں کیلئے مہینہ بھر فجر کی نماز میں بددعا کرتے ہیں

قبیلہ عرنیہ کا واقعہ جنھوں نے اصحاب کرام کو قتل کیا تھا آہ! ثم آہ کسقدر المناک اور غمناک ہے چند لوگ آنحضورؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے ہیں اور کہتے ہیں۔ ہم لوگ مریض ہیں اس مرض سے صحتیاب ہونا چاہتے ہیں سرور کائنات فرماتے ہیں تم فلاں جگہ چلے جاؤ اور وہاں پر اصحاب کرام کے اونٹ ہیں ان کا پیشاب وغیرہ پینا چنانچہ قبیلہ عرنیہ کے لوگ وہاں جاتے ہیں اور ایک مدت تک وہاں رہتے ہیں جب ان لوگوں کو صحت کلی حاصل ہو جاتی ہے۔ عاشقان نبوی کے ساتھ

[illegible] جلتے ہیں اور صحاب[illegible] وغیرہ لیکر چلے جاتے ہیں لیکن جس وقت یہ ہوش ربا خبر سردار دوجہاں کو پہونچتی ہے [illegible] ہوجاتے اور اسی وقت ایک لشکر جرار کو حکم دیتے ہیں کہ ان کو فوراً گرفتار کرکے لائیں چنانچہ وہ [illegible] آپ فرماتے ہیں کہ ان بدبختوں اور بدکرداروں کو ٹھیک اسی طرح قتل کرو [illegible] بے دردی سے قتل کیا تھا۔ چنانچہ ان کے ساتھ وہی سلوک کیا گیا جو کہ انھوں نے محبوب خدا کے دوستوں سے [illegible] آپ کی محبت کا نتیجہ۔

آپ کی محبت کا [illegible] کی المناک تکلیفوں میں حضور نے بددعا نہ کی بلکہ [illegible] محبت تھا کہ ان میں آپ کے آئندہ ہونے [illegible] صحابہ کرام کے قتل پر آپ بددعا کرتے ہیں لیکن [illegible] دل میں صحابہ کی [illegible]۔

[illegible] آپ سجدہ میں خداوند قیوم سے گریہ وزاری کرتے ہوئے [illegible] تو تیری عبادت کون کریگا۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ [illegible] کہ حضرت عثمان شہید کر دیے گئے۔ آپ بیتاب ہوجاتے ہیں اور [illegible] چنانچہ اسی بنا پر آپ اصحاب کرام سے بیعت [illegible] کیا جاتا ہے جسکا تذکرہ خداوند قدوس اپنے کلام معجز نظام میں ارشاد فرماتا ہے لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ الآیہ۔ یہاں سے بھی خوب ظاہر ہوگیا۔ کہ آنحضورؐ کو اصحاب کرام سے کس قدر محبت تھی [illegible] آپ انتقام لینے پر مجبور ہوگیا۔ ایک غزوہ میں ایک صحابی کو تکلیف پہونچتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] دیتے ہیں تاکہ آپ ان کی اچھی طرح خدمت وعیادت کرسکیں کیونکہ کوئی اپنے دوست سے جدائی کسی صورت میں گوارا نہیں کرسکتا چہ جائیکہ حالت بیماری ہیں۔ ایک معرکہ میں ایک صحابی زخمی ہوجاتے ہیں اور اسی حالت میں جنبی ہوجاتے ہیں وہ دیگر صحابہ کرام سے غسل کے متعلق دریافت کرتے ہیں صحابہ ان کو جواب دیتے ہیں کہ پانی ہوتے ہوئے غسل نہ کرنا کیا معنی تیمم تو اس صورت میں ہے جبکہ پانی نہ ملے اور یہاں تو پانی موجود ہے۔ چنانچہ وہ غسل کرتے ہیں جس کی وجہ سے شہید ہوجاتے ہیں یہ خبر جسوقت آپ کو ملتی ہے آپ کو سخت صدمہ ہوتا ہے آپ فرماتے ہیں۔ قاتلوہ قتلھم اللہ۔ ایک صحابیہ مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھیں ان کا انتقال ہوجاتا ہے۔ صحابہ کرام ان کو دفن کردیتے ہیں چونکہ یہ رات کا موقع تھا اس لئے صحابہ کرام نے مناسب نہ سمجھا کہ آپ کو تکلیف دی جائے لیکن جب آپ کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا انتقال ہوگیا اور مجھے خبر بھی نہیں دی گئی آپ صحابہ کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں کیا تم نے اس کو معمولی کام سمجھا ہے اس کہنے ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ آپ خود قبرستان تشریف لیجاتے ہیں اور ان کی قبر پر جاکر دعا و استغفار کرتے ہیں۔ یہ تھی آپ کی محبت۔

حدیث شریف میں ہے آپ فرماتے ہیں تین مسجدوں کے علاوہ کسی کیلئے سواری کھینچنا جائز نہیں۔ حالانکہ آپ

مسجد قبا جایا کرتے تھے۔ دراصل مسجد کی زیارت کے ساتھ وہاں اصحابِ کرام کی ایک جماعت موجود تھی جنکی اصلی محبت اور حقیقی الفت آنحضورؐ کے قعرِ قلب میں پیوست ہو چکی تھی جن کی ملاقات کیلئے آنحضورؐ خود تشریف لیجایا کرتے تھے کیا یہ محبت نہیں ہے ہم غزوہ خندق کے موقع پر آنحضورؐ خود صحابہ کرام کے ساتھ خندق کھودنے میں شریک ہیں۔ گو فاقہ سے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا ہے لیکن یہ کب گوارا تھا کہ اصحاب کرام تو خندق کھودیں اور آپ بیٹھے رہیں نہیں نہیں محبت کا اقتضا تو یہ ہے کہ خود بھی شرکت کرتے جیسا کہ آپ نے کیا۔ حاطب بن بلتعہ کے واقعہ میں کیا ہوا تھا جبکہ انھوں نے ابو سفیان کے نام خط لکھا تھا اور وہ پکڑ لیا جاتا ہے اور تمام راز افشا ہو جاتا ہے دربار نبوی میں ان کو حاضر کیا جاتا ہے وہ اقرار کرتے ہیں اس موقع پر آنحضورؐ کی محبت شامل حال نہ ہوتی تو ان کی گردن اڑا دی جاتی حضرت عمر فاروق جیسے غیور مسلمان کب یہ حرکت دیکھ سکتے تھے چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ یا رسول اللہ اگر آپ اجازت دیں تو ان کی گردن اڑا دوں لیکن آپ کب اجازت دینے والے تھے۔ کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دل میں مذہبی جوش کم تھا؟ نہیں بلکہ آپ کے قلب میں ان کی محبت جگہ پکڑے ہوئے تھی۔ ایک غزوہ میں چند صحابہ شہید ہو جاتے ہیں جس وقت یہ خبر آپ کو پہنچتی ہے سخت قلق ہوتا ہے آپ مسجد میں جا کر تنہا بیٹھ جاتے ہیں۔ یہ واقعات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے آنحضورؐ کو سب سے زیادہ محبت تھی۔ ماں باپ کو کجا خود ان کے نفسوں سے زیادہ آپ ان سے محبت کیا کرتے تھے چنانچہ خداوند قیوم ارشاد فرماتا ہے النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم آپ فرماتے ہیں کہ کوئی ہمارے اصحاب کو گالی نہ دے اسی طرح آپ فرماتے ہیں جس نے ہمارے اصحاب کو تکلیف پہنچائی گویا کہ مجھے تکلیف پہنچائی۔ اور جس نے ہمارے اصحاب سے محبت کی گویا کہ مجھ سے محبت کی کیونکہ محبوب کی تکلیف اپنی ہی تکلیف ہوا کرتی ہے۔

آپ کو اصحاب کرام سے محبت تھی یہی وجہ تھی آپ صحابہ کرام کی تکلیف کو اپنی تکلیف خیال کیا کرتے تھے ان کی ادنیٰ تکلیف پر بے قرار ہو جایا کرتے تھے جیسا کہ واقعات مذکورہ سے ثابت ہو چکا ہے۔ بلکہ میں تو یہ کہونگا کہ حضرت ابوبکرؓ کو اگر صدیق کا خطاب ملا تو صرف اسلئے کہ آپ نے ان سے محبت کی اگر عمر فاروقؓ کو فاروق کا خطاب ملا تو اسلئے کہ آپ نے محبت کی اسی طرح حضرت علیؓ اگر حیدر کرار خیبر شکن ہوئے اور حضرت خالد سیف اللہ ہوئے تو صرف اس خاطر کہ سردار دوجہاں نے ان سے محبت کی تھی ہاں یہی نہیں بلکہ اصحاب کرام نے اندلس کو فتح کیا ایران پر سکہ جمایا اور یورپ میں اسلامی جھنڈا لہرایا بلکہ عالم کے چپہ چپہ میں اسلامی پرچم لہرایا تو صرف اسلئے کہ خدا کے محبوب نے ان سے محبت کی تھی پس یہ محبت کا نتیجہ اور محبت کی طلسم کاریاں اور سحر کاریاں تھیں جن کی وجہ سے دین دنیا انھوں نے حاصل کیا کیونکہ جس کو خدا کا محبوب محبوب رکھے پھر اس کا کیا ہی پوچھنا۔ احادیث و تاریخ ہزاروں واقعات سے لبریز ہیں میں نے بطور نمونہ چند واقعے پیش کئے ہیں جن سے خوب واضح ہو گیا کہ معلم محبت کو اصحاب کرام سے کس درجہ محبت تھی کیونکہ جب تک دونوں طرف سے محبت نہ ہو اس وقت تک محبت میں کچھ لطف ہی نہیں چنانچہ حضور اکرمؐ اور آپ کے صحابہؓ حسب ذیل شعر کی اعلیٰ مثال تھے ؎

پروانہ اور شمع کے جلنے کا کچھ نہ پوچھ
دونوں طرف تھی آگ برابر لگی ہوئی

*

علم

(از مولوی عبدالعزیز بسلوہری متعلم جماعت اولیٰ)

زمانہ جاہلیت میں جبکہ عرب میں ضلالت وجہالت کی تاریکی چھپی ہوئی تھی ۔ علم وادب کا نام ونشان نہ تھا بلکہ قتل وغارت گری معمولی بات تھی ۔ لوگ غفلت ووحشی کی نیند میں پڑے ہوئے تھے ۔ تمدن واخلاق مٹ گئے تھے عین اسی وقت فاران کی چوٹی پر ایک نور چمکا یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی جانب سے مبعوث ہوئے اور مبعوث ہونے کے بعد ہی آپ نے تبلیغ اسلام کرتے ہوئے لوگوں کو علم وادب کی طرف بلایا ۔ ضلالت کی تاریکی میں اخلاق کی روشنی دکھائی آج ساڑھے تیرہ سو سال گذر گئے علم کی تحصیل کا جو پودا حضورؐ نے لگایا تھا وہ کچھ نہ کچھ ہمیشہ موجود رہا ۔ بلاشبہ علم ہی ایک ایسی دولت ہے جو کبھی نہیں گھٹتی بلکہ پستی کے بلندی کی طرف لیجاتی ہے ۔ آنحضورؐ نے ہم کو جو اخلاق کی تعلیم دی ہے ان میں سب سے بہتر ترغیب علم ہے کیوں نہ ہو کہ علم ہم کو راہ راست پر پہنچا دیتا ہے علم ہی سے ہم بُری اور بھلی چیز کی تمیز کر سکتے ہیں اور علم ہی سے عقل درست ہوتی ہے کہ جس کے سبب سے بڑے بڑے عالم اور فلاسفہ دنیا کے اندر موجود رہے جنکا آج بھی لوگ بہت عزت سے نام لیتے ہیں اور جو ان کی روش پر چلکر علم حاصل کرتے ہیں وہ بھی باکمال کہلاتے ہیں علم سے اتنی عقل بڑھتی ہے کہ انسان صاحب قدر ومرتبہ گنا جاتا ہے ؎

بنی آدم از علم یابد کمال ✤ نہ از حشمت وجاہ ومال ومنال

ہاں علم ایک چمکتا ہوا سورج ہے اور عقل ایک شاہی تاج ؎

اَلعِلمُ فِی الصَّدرِ مِثلُ الشَّمسِ فِی الفَلَکِ ✤ وَالعَقلُ لِلمَرءِ مِثلُ التَّاجِ لِلمَلِکِ

فَاشدُد یَدَیکَ بِحَبلِ العِلمِ مُعتَصِمًا ✤ فَالعِلمُ لِلمَرءِ مِثلُ المَاءِ لِلسَّمَکِ

بہرکیف علم ہی ایک ایسی فطرتی دولت ہے کہ جو گنج قارون سے بھی بڑھکر ہے ؎

علم کی دولت ہے ایسی لازوال ✤ جس کے آگے گنج قارون کیا ہی مال

علم ہی ایک ایسی چیز ہے جو لوگوں کو انسان بنا دیتی ہے ۔ علم کی فضیلت قرآن شریف اور حدیث سے بھی بہت ثابت ہوتی ہے چنانچہ قرآن میں ہے انما یخشی اللہ من عبادہ العلموٴا یعنی اللہ سے عالم ہی ڈرتے ہیں ۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ عالم ہی پہلے جنت میں داخل ہونگے ۔ اگر دنیا میں آج علم نہ ہوتا تو ہم کیونکر احکام اسلام سے واقف ہوتے اور ہمیں کیونکر معلوم ہوتا کہ اسلام میں کیا کیا خوبیاں ہیں اور وہ کیا سبق دیتا ہے ۔ کوئی عالم اگر حقیر نسل سے بھی ہوتا ہے تو وہ معزز سمجھا جاتا ہے اور جاہل آدمی کتنے ہی بڑے خاندان سے تعلق رکھتا ہو پھر بھی لوگوں کے نزدیک ذلیل وحقیر شمار ہوتا ہے ۔ آج کل ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کوئی شخص کتنا ہی بڑا امیر کیوں نہ ہو لیکن لوگ اس کی اتنی عزت نہیں کرتے جتنی کسی اہل علم وکمال کی عزت کرتے ہیں اگرچہ وہ غریب ہی کیوں نہ ہو ۔ اگر ہم علم حاصل نہ کرتے

کو آج گذشتہ حالات موجودہ خبریں کس طرح معلوم ہوتیں؟ یقیناً بغیر علم تمدن و معاشرت کی ترقی ناممکن ہے۔ علم گراں قدر جوہر ہے جس کی قیمت ادا نہیں ہو سکتی۔ میری درسی کتاب مجانی الادب میں حضرت علیؓ کے چند شعر درج ہیں جن سے علم کی خوبی صاف ظاہر ہو جاتی ہے ؎

لَیْسَ الْجَمَالُ بِاَثْوَابٍ تُزَیِّنُنَا ؛ اِنَّ الْجَمَالَ جَمَالُ الْعِلْمِ وَالْاَدَبِ
لَیْسَ الْیَتِیْمُ الَّذِیْ قَدْ مَاتَ وَالِدُہٗ ؛ بَلِ الْیَتِیْمُ یَتِیْمُ الْعِلْمِ وَالْحَسَبِ
رَضِیْنَا قِسْمَۃَ الْجَبَّارِ فِیْنَا ؛ لَنَا عِلْمٌ وَلِلْجُهَّالِ مَالُ
فَاِنَّ الْمَالَ یَفْنٰی عَنْ قَرِیْبٍ ؛ وَاِنَّ الْعِلْمَ لَیْسَ لَہٗ زَوَالُ

ضروری تصحیح

ناظرین رسالہ محدث بابت اگست ۳۴ء کے ص۵ سطر ۲۰ میں آیا تہا کے بجائے آیا تنا اور اس کا ترجمہ دنیا کی کے بجائے ہماری بنالیں۔ پھر ص۹ سطر ۶ کی آیت کا ترجمہ یوں درست کریں " اللہ تم کو سمجھاتا ہے کہ پھر ایسا کام کبھی نہ کرو" نیز ص۹ سطر ۱۷ میں علی ان یحیی الموتی کے بجائے علی ان یخلق مثلھم درست کریں۔ اور اس کا ترجمہ بجائے "مردہ کو زندہ کرنے" کے "ویسے آدمی پیدا کرنے" بنالیں۔
مجھے افسوس ہے کہ ذراسی بے توجہی سے قرآن کی آیت اور ترجمہ غلط چھپ گیا۔ نیتوں سے واقف خدا میری خطا معاف فرمائے۔

اطلاع

ماہ اکتوبر (جمادی الاولیٰ) و نومبر (رجب) میں جن احباب کی میعاد خریداری ختم ہے ان کے چٹ ۷۵۴ سے ۸۲۰ تک ہیں ان میں جن حضرات نے آئندہ کیلئے ابھی اپنے ٹکٹ نہیں بھیجے وہ جلد دفتر میں اپنے نمبر کے حوالہ کے ساتھ ٹکٹ بھیجدیں ورنہ ان کا رسالہ بند ہو جائے گا۔ سال پورا ہونے کے بعد جن کو رسالہ نہ ملے وہ سمجھ لیں کہ ٹکٹ نہ پہونچنے کی وجہ سے رسالہ بند ہو گیا ہے۔ نیز ہمیشہ پیسہ والے ٹکٹ بھیجیں۔ چٹ نمبر ضرور لکھا کریں۔

(منیجر)

؎ حقیقت یہ ہے کہ معارج الوصول کے اصل مصری نسخہ مطبوعہ مطبع حسینیہ مصریہ میں یہ آیت یوں ہی غلط چھپی ہوئی تھی جس سے مجھے مغالطہ ہوا۔ اور میں نے ویسے ہی نقل کرنے کے بعد ترجمہ کر دیا۔ بعد کو آخری مہینہ میں جبکہ ستمبر کا رسالہ پریس میں پلیٹ پر آچکا تھا اس غلطی پر توجہ ہوئی۔ اسی لئے ستمبر کے پرچہ میں بجز معمولی اشارے کے پوری تصحیح نہ چھپ سکی۔

(مدیر)

پتہ کی جگہ

سوح اخبارات

دولت عربیہ سعودیہ کی ایک اہم خبر تمام ہندوستان میں شائع ہوئی ہے کہ سلطان ابن سعود خلد اللہ ملکہ اپنا پایۂ تخت مدینہ منورہ کو قرار دینگے۔ بلاشبہ تاریخ اسلام میں مدینہ کو حکومتی و جغرافیائی حیثیت سے بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ آغاز اسلام میں عرصہ تک مدینہ ہی مسلمانوں کا مرکزی پایہ تخت رہا۔ جغرافیائی طور پر بھی دولت سعودیہ کیلئے مدینہ خاص اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ وہاں سے نجد قریب ہے۔ عراق و شام کو بھی مکہ سے زیادہ مدینہ سے قرب حاصل ہے۔ پھر مدینہ تک ریلوے بنی ہوئی ہے جب ریل جاری ہوگی تو مدینہ سے قسطنطنیہ تک آدمی بآسانی ریل سے پہنچ سکتا ہے۔ سلطان ابن سعود نے فیصلہ کیا ہے کہ مدینہ منورہ میں اسلامی علوم کی تعلیم کیلئے ایک یونیورسٹی اعلیٰ پیمانہ پر قائم کی جائے یہ مفید و ضروری تجویز انور پاشا مرحوم نے سوچی تھی لیکن عمل میں لانا ہی چاہتے تھے کہ پچھلی جنگ شروع ہوگئی۔ اب سلطان موصوف مبارکباد کے مستحق ہیں کہ وہ اس تجویز کو عملی جامہ پہنائینگے۔

خوشی کا مقام ہے کہ سلطان ابن سعود اور امیر عبداللہ والی شرق اردن کے درمیان ایک معاہدۂ مودت ہوگیا ہے اگرچہ اس سمجھوتہ کی دفعات نہیں شائع ہوئی ہیں لیکن رائٹر کی خبر ہے کہ اس سے حملوں و جرائم کے انسداد سراغ رسانی و خون بہا وغیرہ کی وصولی میں آسانی ہوجائیگی۔

قدس کا ایک اخبار لکھتا ہے کہ دمشق کے تمام وطن دوست اصحاب سلطان ابن سعود کے حامی ہیں وہ چاہتے ہیں کہ اپنی نجات اور سیاسی مشکلات کا حل سلطان کے ہاتھوں کرائیں کیونکہ شام کی اقتصادی حالت بہت خراب ہے۔ لہذا بہت ممکن ہے کہ امیر فیصل تخت شام پر متمکن ہوسکیں۔

زعیم العرب امیر شکیب ارسلان کو فرانسیسی حکومت نے فلسطین میں قیام کی اجازت نہ دی چنانچہ اب وہ یورپ روانہ ہوگئے کتنا باعث تعجب ہے کہ اتنے بڑے اہل قلم لیڈر کا متعدد حکومتوں نے اپنے یہاں داخلہ بند کردیا ہے۔

مراکش میں اہل ملک پر جو تمام تر اسلامی آبادی ہے دینی و اجتماعی اور سیاسی پابندیوں کا کوئی حساب نہیں ہے۔ اب مغرب اقصیٰ کی تازہ اطلاع ہے کہ وہاں کے فرانسیسی حاکم اعلیٰ نے ملک کے طول و عرض میں ۲۱۴، اخبارات بند کردیئے ہیں۔

دمشق میں تاجروں نے کثرت محصولات کے خلاف احتجاج شروع کردیا ہے۔ جاوہ میں اسلامی تعلیم کی بڑی سرگرمی جاری ہے ایران میں ایک خبر رساں ایجنسی قائم ہوئی ہے۔ سیام میں نوجوان مسلمانوں کی بیداری کے آثار ظاہر ہورہے ہیں۔ شرق اردن کے بدو قبائل قحط کے بری طرح شکار ہورہے ہیں۔

(۱۸ ستمبر)

جناب شیخ عطاء الرحمن صاحب پروپرائیٹر و پبلشر نے جید برقی پریس دہلی میں چھپوا کر دار الحدیث رحمانیہ دہلی سے شائع کیا۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۰۴۲ — نومبر ۳۶ء

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتٰبًا

رسالہ محدث دہلی

سرپرست

شیخ عطاء الرحمن صاحب مہتمم دار الحدیث رحمانیہ

نگران اصول

مولانا احمد اللہ صاحب

شیخ الحدیث



مدیر مسئول

عبد الحلیم ناظم

مولوی فاضل

دار الحدیث رحمانیہ دہلی سے شائع ہوتا ہے



فہرست مضامین

مقاصد

(۱) کتاب وسنت کی اشاعت

(۲) مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح

(۳) دارالحدیث رحمانیہ کے کوائف کی ترجمانی۔

ضوابط

(۱) یہ رسالہ ہر انگریزی مہینہ کے ابتدائی ہفتہ میں شائع ہوا کریگا۔

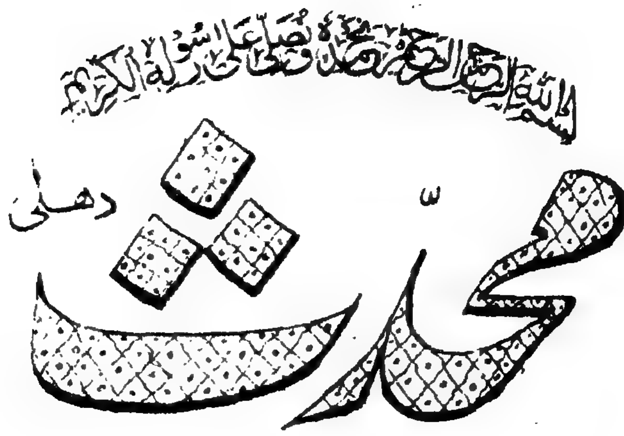
(۲) یہ رسالہ ان لوگوں کو سال بھر مفت بھیجا جائیگا جو ۱۲ ٹکٹ خرچ دفتر میں بھیجدینگے۔

(۳) جواب طلب امور کے لیے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا ضروری ہے۔

(۴) بیرون ہند کیلئے ایک شلنگ یا ۱۰ ٹکٹ خرچ ہوتے ہیں

خط وکتابت کا پتہ

منیجر رسالہ محدث دارالحدیث رحمانیہ دہلی



جلد ۲ | ماہ رجب المرجب ۱۳۵۳ھ مطابق ماہ نومبر ۱۹۳۴ء عیسوی | نمبر ۷

مناسبات

اظہار افسوس میں نے رسالہ "محدث" کی چند اشاعتوں میں اشتہارات ملفوف کر دیئے تھے۔ جنہیں مہتمم مدرسہ رحمانیہ شیخ عطاء الرحمن صاحب نے اس وجہ سے پسند نہیں کیا کہ اس رسالہ کا مقصد صرف خدمت خلق ہے اور اس کے اثر سے کسی قسم کا فائدہ مقصود نہیں ہے اس لئے میں اعلان کرتا ہوں کہ اشتہارات بعنوان "شان قرآن" و "قائد" سے شیخ صاحب موصوف کا کوئی تعلق نہیں تھا اور نہ وہ ان کے علم و اجازت سے ملفوف کئے گئے تھے۔ نیز مجھے اس بلا اجازت اقدام کا افسوس ہے۔ انشاء اللہ آئندہ اس کی احتیاط کلی مدنظر رکھی جائے گی۔

جمعیۃ الخطابہ کا سالانہ اجلاس ہم ان صفحات میں رحمانی طلبہ کی مفید و دلچسپ جمعیۃ الخطابہ کا بارہا تذکرہ کر چکے ہیں۔ بلاشبہ اس جمعیۃ نے طلبہ میں عربی و اردو تحریر و تقریر، علمی و ادبی (تر)قی، مختلف بحثوں سے ذہنی تیزی و بیداری اور اضافہ معلومات کیلئے سعیِ مسلسل کی وہ روح پھونکدی ہے کہ علم و ادب سے

مجھ جیسا دلچسپی لینے والا انسان ان کی کارگزاریوں کو دیکھکر بے انتہا مسرور ہوتا ہے۔ اب چونکہ درسی کتابیں بالکل ختم ہوچکی ہیں۔ اور سہ ماہی امتحان قریب ہے۔ اسلئے امتحان کی ہنگامہ خیز تیاری کیلئے حسب دستور قدیم اواخر جمادی الاخریٰ میں جمعیۃ الخطابہ کے ہفتہ واری اجلاس ملتوی ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ سالہائے گزشتہ کی طرح امسال بھی ۴ اکتوبر ۳۴ء (۲۴ جمادی الاخریٰ) پنجشنبہ کو جمعیۃ کا سالانہ اجلاس زیر صدارت حضرت مولانا احمد اللہ صاحب منعقد ہوا۔ مخصوص و منتخب طلبہ نے اعلیٰ پایہ کی عربی و اردو تقریریں کیں۔ آخر میں [illegible] ایک نظم بعنوان شانِ علم پڑھی۔ پھر جمعیۃ کی سالانہ روئداد پڑھکر سنائی گئی اور اراکین کی طرف سے صدر [illegible] انجمن کا شکریہ ادا کیا گیا۔ پھر طلبہ کا منظوم بیان پڑھکر سنایا گیا۔ ۴۔ آخر میں جناب مولانا محمد [illegible] صاحب [illegible] نے اپنی اور چند مقامی مدارس کے مدعو اساتذہ کی طرف سے انجمن بیش قیمت آثار کا اظہار کیا اور طلبہ و کارکنانِ انجمن کی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے بہترین نصیحتیں کیں۔ اسکے بعد صدر محترم نے تمام حاضرین کے ساتھ حضرت میاں صاحب مدظلہ مہتمم دار الحدیث کی فلاح و بہبود کیلئے دعا خیر کی کہ یہ سب کچھ انھیں کی مبارک و پرخلوص کوششوں کا اعلیٰ ثمرہ ہے نیز مدرسہ و جمعیۃ کی ترقی کی دعا پر جلسہ ختم کیا۔

تمام او مواقع کی طرح انجمن کے سالانہ اجلاس کے موقعہ پر بھی جناب مہتمم صاحب رفیضہ کی طرف سے مدرسہ ہی میں ہر سال ایک شاندار دعوت کا بھی انتظام رہتا ہے چنانچہ امسال بھی اجلاس ختم ہوتے ہی تمام حاضرین نے ماحضر تناول فرمایا [illegible] مجموعی طور پر یہ دعوت اور جمعیۃ کا سالانہ اجلاس نہایت کامیاب رہا۔ ہم ادارۂ محدث کی طرف سے اراکین و کارکنان جمعیۃ کو خصوصاً عہد یداران ہونے کے باوجود آرزلین واہتمام سے دلچسپی لینے والے چند طلبہ کو ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں۔ بے شک ع این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

~~~~~

اسلام اور لہو ولعب

اسلام ایسا پاکیزہ اور ستھرا دین ہے جس میں کسی لغویت کا شائبہ نہیں مل سکتا۔ اسلام کی اعلیٰ مذہبی، اخلاقی، اصلاحی، اقتصادی، روحانی وغیرہ بیش قیمت تعلیمات ہی بتاتی ہیں کہ اس مقدس مذہب کو بیہودہ اور فحش کھیل کود سے کسی قسم کا تعلق نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اس نے اخلاقی واقتصادی تعلیمات کے ماتحت ان تمام لہو ولعب، لغویات وخرافات، فواحش وتفریحات کو یکسر حرام قرار دیا ہے جو آجکل تہذیب جدید اور بندۂ ہوا وہوس انسانوں نے فیشن کے نام پر اختراع کرلئے ہیں۔ کسقدر حیرت کا مقام ہے کہ آج کل کے نام نہادی مسلمان ادعائے اسلام کے باوجود اسلامی تعلیم پر غور نہیں کرتے اور بلا محابا بے شمار بداخلاقیوں میں گرفتار ہیں بلکہ اپنے دینی احکام وموانع کو جانتے ہوئے بھی شب وروز تھیٹروں، سینماؤں اور واہیات تماشہ گاہوں کو آباد کئے رہتے ہیں جو اسلامی تعلیم کے قطعی منافی ہے۔ گراموفون، تھیٹر اور سینما کی موجودہ مصیبت اتنی عام ہو رہی ہے کہ اگر اسلامی انجمنیں اور علمائے ملت نے اس طرف توجہ نہ کی تو یقین ہے کہ ہندوستان کے بیشتر مسلمانوں سے اسلامی پاکیزہ اخلاق چھین جائیں گے۔ اور آنکھ بند کرکے مسلم نوجوان فواحش وجرائم میں مبتلا ہوجائیں گے۔ مسلمانو! تھیٹروں اور سینماؤں میں جانا، موجودہ رقص وسرود کی محافل اور بیہودہ لہو ولعب میں شرکت اسلامی تعلیم کے قطعی خلاف ہے۔ اس میں نہ صرف تمہارے اخلاق پر
~~~~~

ڈالا جاتا ہے بلکہ تمہاری اقتصادی حالت بد سے بدتر ہوتی جارہی ہے خدارا ان واہیات عوارض سے خود بچو اور اپنے عزیز واحباب کو بچاؤ۔ ورنہ جان رکھو اخلاقی واقتصادی حالت بگڑنے کے بعد کسی قوم کی زندگی برقرار نہیں رہتی۔

حجیتِ حدیث حضرت مولانا احمد اللہ صاحب کا قابل قدر سلسلہ مضمون بعنوان حجیتِ حدیث ستمبر تک دو نمبروں میں نکل چکا ہے افسوس کہ اکتوبر ونومبر کے پرچوں میں بعض وقتی اور ضروری مضامین کی وجہ سے اسکی اشاعت نہ ہوسکی۔ انشاء اللہ دسمبر سے اس کا سلسلہ مسلسل جاری رہیگا۔

مدیر

ترغیب عمل

(از مولانا عبید الرحمٰن صاحب عاقل دربھنگوی" فاضل رحمانیہ" و "فضل العلماء مدراس یونیورسٹی)

اگر ہوجائیں ہم توحید پر عامل نئے سر سے　　ہلادیں پھر زمیں کو نعرۂ اللہ اکبر سے

ہلاکت خیز طوفاں آگیا ہے بحرِ مغرب سے　　دکھادے آنکھ یوں مسلم! کہ دب جائے ترے ڈر سے

فضاؤں میں گھٹا چھائی ہوئی ہے کفر وظلمت کی　　منور کرا سے اسلام کے خورشید انور سے

ترقی کے فلک کا بن کے مسلم اخترِ تاباں　　چمک اپنی بڑھادے سب حریفانِ نگوں سر سے

تلاطم پھر وہ پیدا کر اُبھر کر بحرِ ہستی میں　　کہ کشتی کفر کی ٹکڑے ہو جسکی ایک ٹکر سے

تو رشتہ جوڑ دے تقدیر سے تدبیر کا اپنی　　یہ بے جا ہے گلہ کرنا "نہیں چارا مقدر سے"

بنا اے مرغِ دل اپنا نشیمن چرخِ گرددوں پر　　تعلق منقطع کرلے تو ہر شاخِ گلِ تر سے

عدم کی پرورش میں ہے یہی نیرنگیٔ عالم　　"فنا ہوجائے گی دنیا اجل کی ایک ٹھوکر سے"

مئے توحید کا ساقی نہیں ہے اندنوں عاقل
پلادے تو ہی سب کو ملتِ بیضا کے ساغر سے

احکام ماہِ شعبان

(از جناب مولانا احمد اللہ صاحب شیخ الحدیث رحمانیہ)

شعبان مبارک مہینہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مہینہ کا تمام وکمال روزہ رکھتے تھے دو ایک روز آخر مہینہ میں ترک کرتے تھے تاکہ روزہ رمضان کیلئے قوت حاصل ہو یا اور کوئی مصلحت ہو اس مہینہ میں بنی آدم کے عمل درگاہ الہی میں پیش ہوتے ہیں آپ فرماتے ہیں میں محبوب رکھتا ہوں کہ میرے عمل اٹھائے جاویں (حضور الٰہی میں) اور میں روزہ کی حالت میں ہوں عادت سے تعلق معلوم ہوتا ہے اعمال کی پیشی حضور الٰہی میں ہر دن صبح وشام ہوتی ہے نماز فجر وعصر کے وقت۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرشتوں سے جو فجر وعصر کی نماز میں حاضر ہوتے ہیں جب آسمان پر جاتے ہیں فرماتا ہے۔ کیف ترکتم عبادی فیقولون ترکناھم وھم یصلون اتیناھم وھم یصلون رواہ مسلم وغیرہ کس حالت میں میرے بندوں کو چھوڑ کر آئے ہو۔ فرشتے کہتے ہیں ہم چھوڑ کر آئے ہیں نماز پڑھتے ہوئے اور گئے تھے ہم ان کے پاس اور وہ نماز پڑھ رہے تھے۔

دوسری پیشی ہفتہ میں دو دن کی ہے ہمارے اعمال حضور رب العلمین میں دوشنبہ اور جمعرات کے دن پیش ہوا کرتے ہیں۔ حدیث شریف میں وارد ہے عن ابی ھریرۃ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال تعرض الاعمال یوم الاثنین والخمیس فاحب ان یعرض عملی وانا صائم رواہ احمد والترمذی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں عمل (لوگوں کے) پیش کئے جاتے (حضور رب العالمین) میں ہر دوشنبہ اور جمعرات کے دن میں محبوب رکھتا ہوں کہ میرے عمل پیش ہوں حالت روزہ میں اسی واسطے آپ ہر مہینہ میں دوشنبہ و جمعرات کو روزہ رکھتے تھے۔

تیسری پیشی سالانہ ہے بنی آدم کے اعمال ماہ شعبان میں پیش ہوتے ہیں جسکا بیان اس حدیث میں آیا ہے عن اسامۃ قال قلت یارسول اللہ لم ارک تصوم من شھر من الشھور ما تصوم من شعبان قال ذلک شھر یغفل الناس عنہ بین رجب ورمضان وھو شھر ترفع فیہ الاعمال الی رب العالمین فاحب ان یرفع عملی وانا صائم رواہ النسائی وابوداود وصححہ ابن خزیمہ۔ حضرت اسامہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ماہ شعبان میں اسقدر آپ روزہ رکھتے ہیں کہ کسی اور مہینہ میں اسقدر نہیں رکھتے فرمایا یہ مہینہ رجب و رمضان کے درمیان ہے لوگ اس سے غفلت کرتے ہیں اس مہینہ میں (لوگوں کے) عمل رب العالمین کے حضور میں پیش ہوتے ہیں۔ میں محبوب رکھتا ہوں کہ میرے عمل بلند کئے جاویں اور میں روزہ سے ہوں۔

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہینہ کا پورا روزہ نہیں رکھتے تھے مگر شعبان رمضان کے ساتھ ملا دیتے تھے۔ ترمذی وغیرہ۔ دوسری حدیث میں ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں جسقدر آپ ماہ شعبان میں روزہ رکھتے تھے اور مہینہ میں اس طرح نہیں دیکھا تقریباً آپ رمضان سے ملا دیتے تھے۔ صحیح بخاری صحیح مسلم ملخص۔

اسی ماہ شعبان میں شب برات بھی ہے جو پندرہویں رات شعبان کی ہے اس رات کی فضیلت قرآن وحدیث دونوں سے ثابت ہوتی ہے قال اللہ تعالیٰ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِىْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا

الآیہ۔ سورہ دخان پارہ ۲۵۔ بیشک ہم نے اتارا اس قرآن کو برکت والی رات میں بیشک ہم ڈرانیوالے ہیں۔ اسی رات میں فیصلہ کئے جاتے ہیں ہر ایک کام سے جو حکمت والے ہیں ہماری جانب سے یعنی ہم بذریعہ قرآن و نبی کے جہنم کی آگ سے ڈرنیوالے ہیں اگر نافرمانی سے باز نہ آئے تو ان کیلئے ہلاکت ہے۔ لیلۃ مبارکہ کی تفسیر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نصف شب شعبان ہے اگرچہ جمہور مفسرین اس آیت کو منطبق کرتے ہیں شب قدر کے ساتھ جسکا بیان سورہ لیلۃ القدر میں ہوا ہے۔

احادیث سے بھی شب برارۃ کی فضیلت ثابت ہے۔ اول حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کیا تو جانتی ہے رات نصف شعبان کیسی ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ نہیں۔ فرمایا یہ رات ہے جتنی اولاد بنی آدم کی اس سال میں پیدا ہونیوالی ہے ہر ایک کی پیدائش لکھی جاتی ہے اور جتنے سال میں مرنے والے ہیں انکی (چھٹی) لکھی جاتی ہے اور لوگوں کے عمل اسی رات میں اٹھائے جاتے ہیں یعنی رب العالمین کے حضور میں اور جسقدر روزی ملنے والی ہے اسکا اندازہ کیا جاتا ہے حضرت عائشہؓ نے فرمایا یا رسول اللہ جنت میں کوئی داخل نہیں ہوگا بغیر رحمت الٰہی کے آپ نے فرمایا (مکرر تین مرتبہ) جنت میں کوئی داخل نہیں ہوسکتا مگر اللہ کی رحمت سے میں نے کہا یا رسول اللہ کیا آپ بھی نہیں آپ نے ہاتھ مبارک سر پر رکھا اور فرمایا میں بھی نہیں مگر اللہ کی رحمت نے مجھکو ڈھانک رکھا ہے تین مرتبہ (اس کلمہ کو کہ رفرماتے رہے) بیہقی۔ ترغیب ترہیب میں ہے کہ یہ حدیث مرسل جید ہے اسکی تائید میں کئی حدیثیں وارد ہوتی ہیں۔ اسوجہ سے یہ حدیث درجہ حسن کو ہوگئی۔ اور حجت لینے کے لائق ہے۔

دوسری حدیث حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے ایک روز رسول اللہ صلی اللہ کو گھر سے گم پایا۔ یکایک آپ کو دیکھتی ہوں کہ جنت البقیع میں (دعا کر رہے تھے) فرمایا کیا تو ڈرتی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کچھ زیادتی کرینگے۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میرا خیال گذرا کہ آپ کسی اپنی بی بیوں کے یہاں تشریف لیگئے ہوں گے۔ فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ نصف شعبان میں آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے۔ اور لوگوں کی بخشش فرماتا ہے بنی کلب کی بکریوں کے ہر ایک بال سے زیادہ۔ ترمذی ابن ماجہ۔ یہ روایت منقطع ہے یحییٰ بن کثیر کو عروہ سے اور حجاج بن ارطاط کو یحییٰ سے سماع ثابت نہیں۔

ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت آئی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ نصف شعبان کی رات میں (بندوں کیطرف) جھانکتا ہے۔ کل خلق کی بخشش فرماتا ہے مگر مشرک اور کینے ور (بغض عداوت) رکھنے والی کی (بخشش نہیں ہوتی)۔ ابن ماجہ۔ اس روایت میں ولید بن مسلم مدلس ہے۔ ابن لہیعہ صدوق ہیں لیکن انکی کتابیں جلگئی تھیں اسوجہ سے حافظہ میں نقصان آگیا تھا۔ چوتھی حدیث معاذ بن جبل سے اس باب میں آئی ہے حدیث ابی موسیٰ اشعری کے ہم معنی ہے طبرانی نے اس کو روایت کیا ہے۔ ابن حبان اپنے صحیح میں لائے ہیں۔ پانچویں حدیث عبداللہ بن عمرؓ سے مرفوعاً مروی ہے وہ بھی ہم معنی حدیث معاذ ہے حاصل یہ ہے کثرت طرق سے شب برارۃ کے متعلق روایتیں وارد ہوئیں اسوجہ سے درجہ حسن تک یا صحیح لغیرہ تک پہنچ گئیں۔ اصل رات کی فضیلت ثابت ہوئی رات میں عبادت اور دعا و تسبیح و تہلیل کی فضیلت ثابت ہوئی۔

چھٹی حدیث حضرت علیؓ کی ہے جسکے الفاظ یہ ہیں۔ اذا كانت ليلة النصف من شعبان فقوموا ليلها وصوموا يومها فان الله تعالى ينزل فيها بعد غروب الشمس الى السماء الدنيا فيقول الا من مستغفر فاغفر له الا مسترزق فارزقه الا مبتلى فاعافيه الا كذا الا كذا حتى تطلع الفجر رواه ابن ماجه۔ حاصل مضمون شب برارۃ میں رات کو عبادت کرو۔ دن میں روزہ

رکھو۔ اللہ پاک بعد غروب آفتاب آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے۔ اور ارشاد فرماتا ہے کہ کوئی روزی مانگتا ہے کہ اس کو روزی دوں کیا کوئی بخشش چاہنے والا ہے کہ بخش دوں۔ کیا کوئی مصیبت میں مبتلا ہے کہ اسکو سلامتی دوں علیٰ ہذا القیاس طلوع صبح تک۔ یہ روایت سنداً ضعیف ہے اسکی سند میں ایک راوی ابوبکر بن ابی سبرہ ہے جو متہم بالکذب ہے بلکہ موضوع حدیثیں بناتا تھا۔ یہ حدیث قابل حجت نہیں قابل شاہد ہو سکتی ہے۔ نزول اللہ تبارک وتعالیٰ کا آسمان دنیا پر آخر رات تہجد کے وقت میں ہمیشہ کیلئے ثابت ہے قیام لیل کی فضیلت ہر ایک رات میں ثابت ہے۔ پندرہویں شعبان کے دن میں الگ روزہ کا ثبوت صحیح و حسن کسی حدیث سے نہیں ہوتا بنابریں الگ روزہ رکھنا بے ثبوت ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص ایام بیض کے تین روزے رکھے اسکا ثبوت احادیث صحیحہ سے ہے کچھ شعبان کی تخصیص نہیں شعبان میں بھی رکھے۔ ہر مہینہ کی تیرھویں چودھویں پندرھویں تاریخ ایام بیض ہیں۔

شعبان کے مہینہ میں ازواج مطہرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی روزہ رکھتی تھیں۔ قضاء رمضان کے روزہ کی قضا بھی رکھتی تھیں جو بوجہ حیض کے ترک ہوجاتے تھے بعد رمضان کے قضاء دوسرے مہینوں میں بوجہ اشغال نبوی کے نہیں رکھتی تھیں اس سے بھی روزہ شعبان کی فضیلت ثابت ہوئی کہ یہ مہینہ بھی روزہ کا ہے لیکن نفلی یا روزہ کی قضاء کا۔

ایک حدیث میں نصف شعبان کے بعد روزہ کی ممانعت نکلتی ہے۔ دونوں میں یہ تطبیق ہے کہ جو شخص قدرت روزہ کی رکھتا ہے وہ اول و نصف دوم آخر تک رکھ سکتا ہے بشرطیکہ روزہ رمضان میں خلل نہ پڑے اور جسکو قدرت نہیں وہ بعد نصف شعبان نہ رکھے ممکن ہے کہ ضعف ہو جائے جس سبب سے روزہ رمضان میں خلل واقع ہو۔ حدیث ممانعت یہ ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان النصف من الشعبان فلا صوم حتی یجیئ رمضان ۔ رواہ ابن ماجہ والترمذی نحوہ۔ اس حدیث میں علا بن عبدالرحمٰن ہیں۔ تقریب میں ہے صدوق ربما وہم۔ ایسا شخص ہو راوی حسن الحدیث ہیں۔ روایت منع کی معارض حدیث صحیح کے نہیں ہوسکتی جس میں ماہ شعبان میں روزہ رکھنے کی فضیلت و سنیت ثابت ہے۔

استقبال رمضان کیلئے آخر شعبان میں ایک دو روزہ رکھنے منع ہیں۔ اگر کوئی شخص رکھے ثواب سے محرومی ہے۔ مگر وہ شخص رکھ سکتا ہے جو کسی دن روزہ رکھتا تھا اور یہ دن آگئے وہ رکھ سکتا ہے۔ عن ابی ہریرۃ رضی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تقدموا صیام رمضان بیوم ولا یومین الا رجل کان یصوم صوماً فلیصمہ۔ رواہ ابن ماجہ والترمذی پیشقدمی نہ کرو ایک دن دو دن (آخر شعبان میں) رمضان کے رعایت سے۔ مگر وہ شخص جو کسی دن روزہ رکھتا تھا وہ رکھ لیوے۔

شعبان بھی متبرک مہینہ ہے۔ رمضان المبارک سید الشہور ہے۔ بوجہ جوار ہونیکے شعبان بھی باعث برکت ہے جو عبادت مسنون ہے اور ذکر اذکار سنت صحیحہ سے ثابت ہیں اس سے تجاوز نہ کریں ورنہ بدعت کے مرتکب ہونگے۔ آتش بازی اسراف ہے اسوجہ سے ممنوع ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین۔ بے جا خرچ کرنیوالے شیطان کے بھائی ہیں خاصکر شعبان کے مہینہ میں عمل بنی آدم کے درگاہ رب العالمین میں پیش ہوتے ہیں اس پر توبہ استغفار چاہئے تاکہ عمل صالح درجہ قبولیت میں ہوں اور گناہوں کی مغفرت ہو۔ نمرود۔ یاجوج ماجوج کی پیروی ہوتی ہے نمرود کافر نے آسمان کی طرف تیر مار کر اللہ پاک سے جنگ کیلئے تیاری کی تھی۔ ایسے ہی یہ آتشبازی والے اللہ جل جلالہ سے جنگ کرتے ہیں باتفاق علماء ماہ شعبان میں آتشبازی ممنوع ہے اور شیطانی طریقہ ہے۔ مردوں کی روح کو حلوہ پوری وغیرہ پکا کر شب براءۃ میں ایصال ثواب کرنا بدعت ہے شریعت مطہرہ سے

ثابت نہیں اور یہ اعتقاد سے کہنا کہ مُردوں کی روحیں اس رات میں آتی ہیں بالکل بے ثبوت ہے۔

رجب کی ستائیس تاریخ کو روزہ رکھنا اور اس کو ہزاری روزہ کہنا بدعت ہے اور بے ثبوت امر ہے۔ یوم الشک کا روزہ رکھنا منع ہے یوم الشک کہتے ہیں انتیس تاریخ کو چاند دیکھا نہیں ہیں شعبان میں شبہ ہے کہ چاند ہوگیا ہو تو روزہ رمضان ہوجائیگا ورنہ روزہ نفلی ہوگا۔ ترمذی وغیرہ میں ممانعت کی حدیث موجود ہے۔ مسلمانو ٹھیک شریعت الٰہی پر عامل ہوجاؤ رسومات بدعیہ سے بچو تاکہ آخرت درست ہو ورنہ خسارہ میں پڑو گے۔ بدعتی کی نماز فرض۔ نفل، صدقہ، خیرات کچھ بھی قبول نہیں۔ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وعید کے متعلق سنن ابن ماجہ میں موجود ہے۔

سلسلہ ماسبق (قسط ۵)

اصل الاصول

علامہ ابن تیمیہ کے رسالہ "معارج الوصول" کا ترجمہ

(از عبدالحلیم ناظم صدیقی مولوی فاضل مدرسہ محدث و مدرس رحمانیہ)

مومنوں کیلئے بھی یہی صفت بیان کیگئی فرمایا۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ — مومن عورت و مرداں کے بعض بعض کے دوست ہیں۔ یہ لوگ اچھی باتوں کا حکم کرتے اور بری باتوں سے روکتے ہیں۔

لہذا اگر امت محمدی دین میں کسی گمراہی کو کہے اور پھیلائے تو یہ اچھی باتوں کا حکم اور بری باتوں کی ممانعت نہیں ہوئی جو اس امت کا طغرائے امتیاز ہے۔ خدا فرماتا ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (پ ۲ ع ۱) — اور اسی طرح ہم نے تمکو بہترین امت بنایا ہے۔ کہ تم لوگوں پر گواہ رہو اور رسول تمہارے اوپر گواہ رہیں۔

وسط کے معنی انصاف اور پسندیدہ کے ہیں۔ اس آیت میں خدا تعالیٰ نے امت محمدیہ کو لوگوں پر گواہ ٹھہرایا ہے۔ اور انکی گواہی رسول کی گواہی کے قائم مقام بنائی ہے۔ چنانچہ ایک صحیح حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چند اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ سامنے سے ایک جنازہ گذرا۔ لوگوں نے اسکی تعریف کی کہ بہتر انسان تھا۔ آپ نے فرمایا" واجب ہوگئی، واجب ہوگئی" پھر تھوڑی دیر بعد دوسرا جنازہ گذرا۔ لوگوں نے اسکو برا کہا۔ آپ نے فرمایا" واجب ہوگئی۔ واجب ہوگئی" اصحاب کرام نے پوچھا یا رسول اللہ آپ نے دونوں مرتبہ" واجب ہوگئی" فرمایا۔ اس فرمان کا مطلب کیا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا جس جنازہ کو تم لوگوں نے بہتر قرار دیا اس کیلئے میں نے کہا" جنت واجب ہوگئی" اور جس کو تم لوگوں نے برا قرار دیا (یعنی برائی بیان کی) اس کیلئے میں نے کہا" جہنم واجب ہوگئی" دراصل تم لوگ زمین میں اللہ کے گواہ ہو" لہذا جب

خدا تعالیٰ نے مومنوں کو تمہارا یعنی گواہ بنایا ہے۔ تو وہ لوگ باطل کی شہادت ہرگز نہیں دے سکتے پس جب انکی یہ شہادت ہو کہ یہ خدا کا حکم ہے تو یقیناً وہ خدا ہی کا حکم ہوگا۔ اسی طرح جب وہ شہادت دیں کہ خدا نے اس چیز سے روکا ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس چیز سے منع کیا ہوگا۔ اگر وہ باطل اور غلطی کی شہادت دیں تو وہ زمین میں اللہ کے گواہ نہیں ہیں۔ مگر مومن کبھی باطل اور جھوٹی شہادت نہیں دیسکتے۔ بلکہ خدا تعالیٰ نے ان کو ان کی شہادتوں میں پاک وصاف کردیا ہے۔ جسطرح اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو ان کی تبلیغ میں پاک وصاف کردیا ہے چنانچہ انبیاء خدا کے متعلق جب کچھ کہتے ہیں تو حق ہی کہتے ہیں۔ اسی طرح امت محمدیہ جب بالاتفاق شہادت دیتی ہے تو حق کے ساتھ شہادت دیتی ہے۔ خدا فرماتا ہے۔

وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ۔ جس نے میری طرف رجوع کیا اسکے راستہ کی پیروی کر۔

امت محمدیہ اللہ ہی کیطرف رجوع ہے لہذا اسکے راستوں کی پیروی واجب ہے۔ دوسری جگہ فرماتا ہے۔

وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ (پ) ۔ جو لوگ مہاجرین و انصار میں سے سابقین اولین ہیں اور جن لوگوں نے انکی اچھے کام میں پیروی کی ہے خدا ان سے خوش ہوگیا اور وہ لوگ خدا سے خوش ہوگئے۔

آیت کا مفہوم ظاہر ہے کہ جو شخص ان سابقین کی قیامت تک پیروی کرتا رہے گا خدا اس سے راضی ہے۔ آیت نے یہ بھی بتا دیا کہ ان سابقین کی پیروی کرنیوالا اسی چیز پر عامل ہوگا جس سے اللہ خوش ہو۔ اور اللہ تعالیٰ حق ہی سے راضی ہوتا ہے باطل سے راضی نہیں ہوسکتا۔ تو معلوم ہوا کہ وہ لوگ حق پر رہیں گے۔ تیسری جگہ فرماتا ہے۔

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا (پ ۵ ع ۱۴) ۔ ہدایت ظاہر ہوجانیکے بعد جو شخص رسول کی مخالفت کرے اور مومنوں کے راستے کے غیر کی پیروی کرے تو ہم پھیر دینگے اسکو جدہر وہ پھرا اور ہم اسکو جہنم میں داخل کرینگے۔ اور جہنم برا ٹھکانا ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ جتنے شرعی کلمات بولتے تھے۔ امام مالکؒ ان میں اکثر کو ان سے روایت کرتے ہوئے بطور اثر بیان کرتے تھے۔ عمر بن عبد العزیزؒ نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے بعد جو لوگ اسلامی خلافت کے والی ہوئے ایسی سنتیں بیان کرگئے کہ جن کو پکڑنا اللہ کی کتاب کی تصدیق اللہ کی اطاعت کا استعمال اور اللہ کے دین پر مدد کرنی ہے کسی شخص کیلئے بھی جائز نہیں کہ ان سنتوں اور طریقوں کو بدل دے۔ اس شخص کی رائے میں غور کرنا بھی جائز نہیں جو ان سنتوں کا خلاف کرے۔ لہذا جو شخص ان بزرگوں کی سنت کا خلاف کرے اور مومنوں کے راستہ کے غیر کی پیروی کرے تو اللہ تعالیٰ اسے ادھر ہی پھیر دیگا جدہر وہ پھرا اور اسکو جہنم میں داخل کردیگا جو برا ٹھکانا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے جب اصول فقہ میں خاص طور پر کلام شروع کیا تو اجماع پر اسی آیت سے دلیل ذکر کی۔ جیسا کہ انھوں نے اور ان کے علاوہ دوسرے حضرات نے عمر بن عبد العزیز کی روایت امام مالک سے سنی تھی آیت اس بات پر دلالت کررہی ہے کہ مومنوں کے خلاف راستہ چلنے والا اسی طرح وعید کا مستحق ہے جس طرح رسول کی مخالفت کرنیوالا (اس کیلئے ہدایت ظاہر ہوجانیکے بعد) وعید کا مستحق ہے۔ اسی آیت سے یہ بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ صرف یہی صفت

(رسول کی مخالفت) وعید کو واجب کرتی ہے پس اگر دوسری صفت (مومنوں کی مخالفت) وجوب وعید میں داخل نہ ہوتی تو اسکا یہاں پر ذکر کرنا بے فائدہ ہوتا۔ اسجگہ لوگوں کے تین قول ہیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں۔ مومنوں کے راستہ کے غیر کی پیروی ہی رسول کی مخالفت ہے جو اس آیت میں مذکور ہے۔ بعض کا قول ہے رسول کی مخالفت مذمت میں ایک مستقل چیز ہے۔ اسی طرح مومنوں کے خلاف راستہ چلنا بھی مذمت میں ایک مستقل چیز ہے۔

بعض کہتے ہیں۔ رسول کی مخالفت تو بری چیز ہے ہی لیکن مومنوں کے خلاف راستہ چلنا اور زیادہ مذمت کو واجب کرتا ہے جیسا کہ اس پر یہ آیت دلالت کر رہی ہے۔ لیکن یہ پہلے کی جدائی کو نہیں چاہتا۔ بلکہ کبھی اسکو بھی مستلزم ہوتا ہے۔ الغرض ہر وہ شخص جو مومنوں کے خلاف راستہ چلے رسول کی مخالفت کرنیوالا بھی فی نفسہ ہوگا۔ اور اسی طرح ہر وہ شخص جو رسول کی مخالفت کرے، مومنوں کے خلاف راستہ اختیار کرے گا۔ گویا یہ دونوں ایک ہی چیز ہیں جس طرح اللہ اور رسول کی تابعداری میں ہے۔ کہ اللہ کی اطاعت واجب ہے اور رسول کی اطاعت بھی واجب ہے۔ اور اللہ و رسول میں ہر ایک کی نافرمانی موجب مذمت ہے تو یہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کو لازم ہیں۔ کیونکہ جس نے رسول کی اطاعت کی تو اس نے اللہ کی اطاعت کی ایک صحیح حدیث میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح مروی ہے، حضور نے فرمایا۔

من اطاعنی فقد اطاع اللہ ومن اطاع امیری فقد اطاعنی ومن عصانی فقد عصا اللہ ومن عصی امیری فقد عصانی۔

جس نے میری پیروی کی تو اس نے اللہ کی پیروی کی اور جس نے میرے امیر کی پیروی کی تو اس نے میری پیروی کی اور جس نے میری نافرمانی کی تو اُس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

اور ایک حدیث میں آپ نے فرمایا: "انما الطاعة فی المعروف" اطاعت صرف اچھی باتوں میں ہے۔ یعنی جسوقت میرا امیر اچھی باتوں کا حکم کرے اسوقت اس کی تابعداری میری تابعداری ہے۔

لہذا معلوم ہوا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اس نے رسول کی نافرمانی کی۔ کیونکہ رسول انہیں باتوں کا حکم کرتا ہے جنکا اللہ نے حکم دیا۔ بلکہ یوں کہنا درست ہے کہ جس نے ایک رسول کی پیروی کی تو اُس نے تمام رسولوں کی پیروی کی۔ اور جو ان میں سے ایک پر ایمان لایا وہ تمام پر ایمان لایا۔ اور جس نے ان میں سے ایک کی بھی نافرمانی کی اس نے کل کی نافرمانی کی۔ اور جس نے ان میں سے ایک کو بھی جھٹلایا تو کل کو جھٹلایا۔ اس لئے کہ ہر رسول اپنے پہلے والے رسول کی تصدیق کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ بلاشبہ وہ سچا رسول تھا۔ چنانچہ اس کی پیروی کا حکم کرتا ہے۔ لہذا جس نے ایک رسول کی تکذیب کی تو اس نے اُس کی بھی تکذیب کی جسکو سچ سمجھا ہے اور جس نے کسی رسول کی نافرمانی کی تو اُس نے اسکی بھی نافرمانی کی جس نے اسکو اس رسول کی اطاعت کا حکم کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء کا دین ایک ہی تھا جیسا کہ صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

انا معشر الانبیاء دیننا واحد — ہم پیغمبروں کی جماعت ہیں، ہمارا دین ایک ہی ہے۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي — اللہ نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کیا جس کا نوح کو حکم دیا تھا۔ اور جو

أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَ
عِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ (پ۲۵ ع۳)

ہم نے تمہاری طرف بھیجا اور جسکا ہم نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم کیا تھا کہ اسی دین کو قائم رکھو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔

اور فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا
صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ وَإِنَّ هَٰذِهِ
أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ فَتَقَطَّعُوا
أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ
فَرِحُونَ ۝ (پ۱۸ ع۴)

اے پیغمبرو! پاک چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ جو تم کرتے ہو میں جانتا ہوں۔ اور بلاشبہ تم لوگوں کا یہ طریقہ ایک ہی طریقہ ہے اور میں تمہارا رب ہوں پس مجھ سے ڈرتے رہو تو ان کے پیرووں نے اپنے مذہب کو آپس میں ٹکڑے کر ڈالا ہر گروہ اپنے پاس کے خیال پر نازاں ہے۔

نیز فرمایا۔

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ
الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ
ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ
لَا يَعْلَمُونَ ۝ مُنِيبِينَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا
الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ مِنَ
الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا كُلُّ حِزْبٍ
بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ۝ (پ۲۱ ع۴)

پس دین ابراہیم پر ہو کر اپنا منہ عبادت کیلئے سیدھا کر اللہ کی فطرت کو لازم پکڑ لے جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا۔ خدا کی پیدائش کیلئے کوئی تبدیلی و تغیر نہیں یہی درست دین ہے۔ لیکن اکثر لوگوں کو معلوم نہیں۔ اسکی طرف رجوع کرنیوالے ہیں۔ ڈرو اس سے اور نماز کو قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ یعنی ان لوگوں سے نہ ہو جاؤ جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور فرقہ فرقہ ہو گئے۔ ہر گروہ اس چیز کے ساتھ خوش ہے جو اس کے پاس ہے۔

تمام انبیاء کا دین ایک ہے اور وہ اسلام ہے۔ جیسا کہ اسکو خدا تعالیٰ نے متعدد جگہ ذکر فرمایا۔ اسلام صرف ایک خدا کی فرماں برداری کا نام ہے۔ بایں طور کہ جس وقت جو حکم اللہ تعالیٰ نے دیا اس وقت اسی کی اطاعت کیجائے۔ چنانچہ جس وقت جو نبی آئے اسوقت انکی پیروی دین اسلام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بیت المقدس کیطرف متوجہ ہو کر عبادت کرنی منسوخ ہونیکے قبل دین اسلام میں سے تھی۔ پھر جب کعبہ کی طرف رخ کرنیکا حکم ہوا تو اب یہی توجہ دین اسلام سے ہو گئی۔ اور صخرہ بیت المقدس کیطرف توجہ کرنی دین اسلام سے نہ رہی۔ اسی سبب سے یہود و نصاریٰ دین اسلام سے خارج کر دیئے گئے کیونکہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی پیروی اور اسکے رسول کی تصدیق چھوڑ دی۔ اور اس کے عوض اس چیز کو پکڑ لیا جو بدل دیگئی اور منسوخ کر دیگئی ہے۔ اسی طرح جن لوگوں نے نیا دین نکالا اور بدعت پھیلائی انھوں نے بھی رسول کی سنت کا خلاف کیا۔ اور ایک خود ساختہ یا منسوخ دین کی اتباع کی۔ جس چیز کو رسول لائے اسکی مخالفت یا تو اسلئے ہوئی کہ مخالفت کرنیوالوں کے پاس دوسرے نبی کی شریعت لائی ہوئی تھی جسکو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے منسوخ کر دیا۔ یا ان مخالفین کے پاس کوئی شریعت ہی بالکل نہیں۔ دوسری قسم کے وہ تمام ادیان باطلہ ہیں جنھیں شیطان نے اپنے دوستوں کی زبانوں پر جاری کر دیا ہے۔

(باقی آئندہ)

اسلام اور اس کا معنیٰ

(از مولوی عبداللطیف صاحب حصاری متعلم رحمانیہ)

لفظ اسلام کی لغوی و شرعی تشریح

آنحضور فداہ ابی و امی جس شریعت مقدسہ کو لائے وہ ملقب بہ اسلام ہے جسکو گاہ بگاہ بکسر سین سِلم و بفتح سین سَلم بھی کہا جاتا ہے جیسا کہ لسان العرب میں مذکور ہے ہر سہ الفاظ مادہ و صورت کے لحاظ سے عربی الاصل ہیں اور اہل عرب کے نزدیک انکے واسطے معانی ہیں جن کو حقائق لغویہ سے تعبیر کیا جاتا ہے جب اہل شرع نے ان معانی کو دین اسلام کے واسطے مخصوص کر دیا تو اس کے معانی لغویہ میں تصرف کیا گیا اور اہل علم کے نزدیک معانی لغویہ میں تصرف کر کے معانی شرعیہ میں الفاظ منصرفہ کا استعمال جائز ہے۔ مثلاً صلوٰۃ ۔ حج ۔ ایمان ۔ گو الفاظ مذکورہ کیواسطے معانی لغویہ ہیں لیکن اہل شرع نے ان کو معانی مخصوصہ کے واسطے خاص کر لیا ہے کتب اصول فقہ میں یہ امر مختلف فیہ ہے کہ یہ الفاظ لغویہ جب معانی شرعیہ میں استعمال ہوتے ہیں تو معانی لغویہ ان میں ملحوظ ہوتے ہیں یا متروک؟ قاضی ابوبکر باقلانی تو قائل ہیں کہ یہ اوضاع اصلیہ سے نکلکر وضع دیگر اختیار کر لیتے ہیں اور معتزلہ، خوارج و دیگر فقہائے کرام قائل ہیں کہ یہ اپنی وضع سابق پر قائم رہتے ہیں مگر دیگر معانی میں مجازاً استعمال ہوتے ہیں۔ اور قاضی ابو الحسن علی الآمدی نے اپنی کتاب احکام فی اصول الاحکام میں لکھا ہے کہ علمائے اسلام معانی لغویہ کا لحاظ معانی شرعیہ میں ضرور رکھتے ہیں بدیں وجہ متکلمین، مفسرین اور لغویین لفظ اسلام میں معنی لغوی کا لحاظ ضرور رکھتے ہیں۔ امام فخر الدین رازی نے آیت ان الدین عند اللہ الاسلام کی تفسیر میں جملہ مذاہب لفظ اسلام کی تحقیق میں نقل کر دئیے ہیں۔ لغت میں اسلام کے تین معانی آتے ہیں۔ اوّل انسان کا مطیع ہونا جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا۔ ولا تقولوا لمن القی الیکم السلم لست مومناً۔ یعنی جو ظاہر میں تمہارا مطیع ہو اور مدعی اسلام ہو تو اسپر عدم ایمان کا حکم نہ لگاؤ دوسرے معنی اسلام مشتق ہے سلم سے جس کے معنی سلامتی کے ہیں۔

لیکن جمہور مستشرقین کی رائے ہے کہ اسلام کے معنی ہیں انسان کا بلاچون وچرا کسی زبردست طاقت کے مطیع ہونا اور جولڈسیہر نے لکھا ہے کہ اسلام کے معنی ہیں خضوع کے یعنی مومن کا خدا تعالیٰ سے ڈرنا اور اس کے آگے لکھتے ہیں کہ تاجدار مدینہ نے جتنے الفاظ خدا اور بندہ کے درمیان علاقہ بنانے کیواسطے وضع کئے ان سب میں اسلام جس رشتہ کو خدا اور بندے کے درمیان ثابت کرتا ہے وہ کسی دوسرے سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔

جن علمائے مغرب نے معنی اسلام میں جبر اور زبردستی کے مفہوم کو شامل کیا تھا انکی تردید میں مشہور مصنف اسلام سید امیر علی نے فرمایا ہے کہ اسلام کے معنی ہیں کہ انسان کا فلاح و بہبود کو بذریعہ تزکیہ نفس تلاش کرنا جیسا کہ ایک آیت ہے:- "انا منا المسلمون ومنا القاسطون فمن اسلم فاولئک تحروا رشدا" اس آیت میں اسلام کے معنی انقیاد ظاہری اور باطنی کے ہیں جو بغیر تزکیہ نفس حاصل نہیں ہوتا۔ اور رشد کے معنی ہدایت اور فلاح کے ہیں اور یہ ہدایت بغیر انتال

امرِ خدا کے ہرگز حاصل نہیں ہوتی۔ امام ابن قیمؒ نے اپنی کتاب مفتاح دار السعادۃ میں اسلام کے یہی معنی کئے ہیں لہٰذا علمائے یورپ کا قول اس صورت قابلِ اعتماد نہ ہوگا۔ چند مؤلفین یورپ نے سید امیر علی کے کلام سے غلط نتیجہ نکالا ہے کہ موصوف کے نزدیک اسلام صرف افعال جوارح ہی سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ بعض مقام پر قرآن مجید میں ایمان اور اسلام میں مقابلہ بیان ہوا ہے جس سے دونوں کے درمیان مغایرت معلوم ہوتی ہے اس میں شک نہیں کہ چند آیات قرآنیہ سے ان دونوں کا تقابل متصور ہوتا ہے۔ لیکن در اصل اسلام شرعی اور ایمان شرعی دونوں ایک ہی چیز ہیں۔

(اسلام کے لغوی و شرعی معنی) صحاح جوہری اور لسان العرب میں مذکور ہے کہ اسلام مشتق ہے سِلم بکسر سین و بکسر لام سے اور سِلِم سخت پتھر کو کہتے ہیں جس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ چونکہ وہ بھی نرمی سے سالم ہوتا ہے اس واسطے اس کو سِلِم کہتے ہیں اور اسلام کا مادہ بفتح سین و لام یعنی سَلَم سے بھی بتایا گیا ہے اور سَلَم اس درخت کو کہتے ہیں جس کے نہایت دراز اور سخت کانٹے ہوں چونکہ یہ درخت آفات سے محفوظ رہتا ہے اسی وجہ سے اسکو سلم کہا گیا۔ علاوہ ازیں ان دو مادوں سے عرب نے اور استعمالات بھی نکالے ہیں جنکو خوف طوالت سے متروک کرنا مناسب ہے۔

لفظ اسلام کا استعمال لازم بھی آیا ہے اور متعدی بھی لازم کے معنی دخول فی السلم کے ہیں یعنی انسان کا حلقہ اطاعت اور صلاح میں داخل ہونا اہل نحو نے تصریح کر دی ہے کہ صیغہ افعل لازم سے دخول شئی پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ محاورہ عرب میں اصبح بمعنی دخل فی الصبح میں استعمال ہوتا ہے اور جتنے معنی قبل ازیں مذکور ہوئے متعدی ان سب پر بلا تکلف دال ہے اسلام کے جمیع معانی لغوی جن کو آپ کی خدمت میں سابقہ تحریر میں بیان کیا قرآن مجید نے چند مقام پر استعمال کیا ہے جیسا کہ سورہ بقر میں لفظ مسلّمۃ آیا ہے جسکے معانی ہیں عیوب ظاہریہ اور باطنہ سے مبرا اور خالص ہونا ہے۔ اور اس میں لغوی معنی کو قرآن مجید نے بحالہ قائم رکھا ہے۔ قوم موسیٰ علیہ السلام میں جو مقتول تھا اسکے قصہ میں خدائے برتر نے فرمایا۔ انھا بقرۃ لا ذلول تثیر الارض ولا تسقی الحرث مسلمۃ لا شیۃ فیھا۔

اور قرآن مجید میں اکثر مقام ایسے ہیں جنمیں اسلام کے لغوی معنی ہیں قرآن مجید نے کوئی تصرف نہیں کیا لیکن مشتے نمونہ از خروارے پر اکتفا کرتا ہوں نیز قرآن مجید میں اس مادہ سے جو صیغہ آیا ہے اسکو خضوع اور انقیاد میں بھی استعمال کیا ہے جیسا کہ سورہ صافات مکیہ میں ہے بل ھم الیوم مستسلمون اور یہاں پر اسلام کے معنی خضوع اور انقیاد کے ہیں۔

علمائے اسلام میں اختلاف ہے کہ اسلام اور ایمان دونوں ایک ہیں یا دو چیز ایک فرقہ اہل لغت اور دیگر حضرات میں سے اسکا قائل ہے کہ اسلام مرادف ایمان کا ہے چنانچہ لسان العرب میں مذکور ہے اور امام فخر الدین رازی نے مندرجہ ذیل آیت ان الدین عند اللہ الاسلام سے استدلال پکڑا ہے کہ ایمان اور اسلام ایک ہیں۔

لیکن امام نودی نے خطابی سے نقل کیا ہے کہ اسلام اہل شرع کے نزدیک دو معنی پر بولا جاتا ہے ایک ایمان بوجہ کہ انضباط باطنی کا نام ہے اور دوسرا معنی عام ہے خواہ انقیاد ظاہری اسمیں ملحوظ ہو یا انقیاد باطنی اسی بنا پر اسلام اور ایمان میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہوگی۔ احیاء العلوم میں امام غزالی نے لکھا ہے کہ اسلام تین معانی پر بولا جاتا ہے اول معنی اسلام کے اطاعت ظاہری کے ہیں جسکا تعلق افعال جوارح سے ہے۔ اسی صورت میں اسلام مقابل ایمان کا ہوگا۔ کیونکہ

ایمان باطن سے تعلق رکھتا ہے دوسرا معنی یہ ہے کہ اسلام نام ہے اطاعت ظاہری و باطنی کا اور ایمان نام ہے صرف اطاعت باطنی کا اس صورت میں اسلام عام ہوگا اور ایمان خاص عموم خصوص مطلق کی نسبت متحقق ہوگی۔ تیسرے معنی اسلام کے یہ ہیں کہ اسلام عبارت ہے انقیاد ظاہری اور باطنی سے اور ایمان بھی نام ہے انقیاد ظاہری اور باطنی کا اس صورت میں دونوں کے درمیان نسبت تساوی کی پائی جاویگی مذکورہ بالاخلاف جو کچھ ایمان اور اسلام کے معانی میں ہے اس پر جو مسئلہ متفرع ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ مرتکب کبیرہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے یا نہیں۔ اشعریہ تو مرتکب کبیرہ کو اسلام سے نہیں نکالتے۔ بشرطیکہ وہ اس گناہ کو حلال نہ سمجھے۔

خوارج کا عقیدہ ہے کہ مرتکب کبیرہ اسلام سے نکلکر کفر میں داخل ہوجاتا ہے قدریہ اور معتزلہ قائل ہیں کہ وہ نہ مسلمان رہتا ہے اور نہ کافر بلکہ بین بین کے درجہ میں رہتا ہے جسکے یہ لوگ قائل ہیں۔ اسمیں شک نہیں کہ اسلام اور ایمان کے اتحاد اور عدم اتحاد میں سخت اختلاف ہے بعض تو قائل ہیں اسلام ایمان سے عام ہے طبری اور معتزلہ کے نزدیک ایمان اور اسلام مرادف ہیں اب دیکھنا یہ ہے کہ اس اختلاف کا منشا کیا ہے۔ فریقین کے استدلالات آیات قرآنیہ سے ہیں۔ جیسے اعراب کا قول۔ قالت الاعراب امنا قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا اس آیت میں ایمان کو اسلام کے مقابل ذکر کرنا بتاتا ہے کہ یہ دونوں مغائر ہیں جس سے قائلین تغائر کی تاکید ثابت ہوتی ہے اور قائلین اتحاد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قول سے تمسک پکڑتے ہیں جسکو قرآن مجید نے بایں طور نقل فرمایا۔ قال موسیٰ یاقوم ان کنتم اٰمنتم باللہ فعلیہ توکلوا ان کنتم مسلمین واس آیۃ سے ایمان اور اسلام کا اتحاد ثابت ہو رہا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مادہ سلم سے جو صیغے مشتق ہو کر معانی لغویہ میں استعمال ہوتے ہیں وہ بکثرت ہیں اور اسی طرح سے معانی شرعیہ میں جو مستعمل ہیں وہ بھی کم نہیں غرضیکہ قرآن مجید میں ہر دو معانی کا استعمال پایا جاتا ہے۔

اسلام کے شرعی معنی توحید ہونا اسپر قرآن مجید کی وہ آیات دال ہیں جنمیں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ تمام انبیا توحید میں شریک تھے صرف احکام جزئیہ میں اختلاف تھا قرآن مجید میں فرمایا شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحاً والذی اوحینا الیک الخ اس آیت میں بتایا گیا کہ تمہاری توحید بھی وہی ہے جسکی تبلیغ نوح علیہ السلام نے کی۔ تفسیر کبیر اور بیضاوی میں اس آیت کے تحت میں۔ اولئک الذین ھدی اللہ فبھداھم اقتدہ لکھا ہے کہ اسلام نام توحید کا ہے کیونکہ ہدایت سے مراد توحید ہے اور وہ دین جس میں رد و بدل اور نسخ نہ ہوا اگرچہ انبیا مختلف آئے اور انھوں نے اسکی تبلیغ کی وہ اسلام ہی ہے۔ دوسرے مقام میں فرمایا ان الدین عند اللہ الاسلام اس آیت سے ثابت ہوا کہ دین عرف قرآن میں نام ہے اصول دینیہ کے ساتھ ایمان رکھنے کا۔ جسمیں نہ نسخ ہے اور نہ انبیا مختلف ہوئے ہیں۔ انبیا میں اگر اختلاف تھا تو احکام جزئیہ میں تھا۔ قرآن مجید میں بعض مقام پر اسلام کو مقابلے میں ایمان کے ذکر کیا گیا جس سے اختلاف معلوم ہوتا ہے اور بعض جگہ تقابل متروک ہے جس سے اتحاد ثابت ہوتا ہے۔ جو اتحاد کے قائل ہیں وہ اس آیت سے استدلال پکڑتے ہیں۔ من یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ من الخاسرین۔ زمخشری نے بیان کیا ہے کہ اسلام سے مراد یہاں پر توحید ہے یہ تفسیر بتاتی ہے کہ اسلام قرآن مجید میں معنی میں ایمان شرعی کے ہے۔

غرضیکہ اسلام کے لغوی اور شرعی معانی اور اتحاد اور اختلاف میں سخت اضطراب ہے جیساکہ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ یعنی مطیع اسلام عذاب الٰہی سے سلامت میں رہتا ہے۔ تیسرے معنی ابن انباری نے لکھا ہے کہ مسلم کہتے ہیں جو عبادت خالص تو حید اد کرے عرب کا محاورہ ہے۔ سلم الشئ لفلان جبکہ اس چیز کو خالص کسی کیواسطے کرے اسلام کے معنی عقیدہ اور دین کو خالص خدا کیواسطے لینے کے ہیں۔ (ترجمہ از "الہلال" مصر)

تبلیغی مذہب

(از مولوی عبد الشکور صاحب سکوی متعلم جماعت ثالثہ رحمانیہ)

آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے اسلام اپنی روحانی چمک دمک کے ساتھ عالم پر جلوہ فروز ہوا پیغمبر اسلام علیہ الصلاۃ والسلام نے توحید کا نعرہ لگایا کہ دفعتہ جزیرۃ العرب کی تمام جاہل و وحشی قومیں اسلام کے خلاف مسلح ہوکر سامنے آگئیں مگر رفتہ رفتہ تائید ربانی تمام موانع اور دشواریاں زائل ہوگئیں۔ اسلام پھیلا اور آناً فاناً اس طرح پھیلا کہ آنحضورؐ نے جب دنیا کو چھوڑا تو عرب میں ایک بھی بت پرست موجود نہ تھا اسلئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسلام کو اتنی بڑی عظیم الشان فتح کیونکر حاصل ہوئی مخالفین کی پرتعصب ذہنیت میں اسکا جواب صرف تلوار ہے۔ لیکن بقول کارلائل ابتدا میں ایک نہتے اور تنہا پیغمبر کے ہاتھ میں یہ تلوار کہاں سے آئی۔ اور بفرض تھی تو ایک تلوار ہزاروں مخالف تلواروں کے سامنے کیا کر سکتی تھی حقیقت یہ ہے کہ یہ تلوار کا زور نہ تھا بلکہ اسلام میں ایک تبلیغی جوہر موجود تھا جس کی وجہ سے وہ ادیان عالم پر سبقت لیگیا

تبلیغ کے معنی

تبلیغ لغت میں کہتے ہیں پیغام پہنچانے کو اور اصطلاح میں کسی اچھی چیز کو جو ہمیں مرغوب ہے۔ اس کی اچھائی و بہتری کو دوسری قوموں اور ملکوں تک پہنچا دینا اور ان کو اس کے قبول کی دعوت دینا۔ قرآن میں اس کے ہم معنی چند اور الفاظ ہیں (انذار) جس کے معنی آگاہ و ہوشیار کرنے کے ہیں۔ (تذکیر) یاد دلانا اور نصیحت کرنا۔

دوسرے مذاہب کی تبلیغی حقیقت

بعثت نبوی کے قبل دنیا میں دو قسم کے مذاہب موجود تھے ان میں سے دو جو تبلیغی قسم کے تھے وہ عیسائیت اور بدھ مت تھے۔ باقی زیادہ تر ایسے ہی تھے جو غیر تبلیغی تھے۔ مثلاً یہودیت مجوسیت ہندویت جو مذاہب تبلیغی ہونے کے مدعی ہیں اگر نفس الامر میں دیکھا جائے تو وہ تبلیغی نہیں ہو سکتے کیونکہ ہمیں یہ امر شبہ میں ڈالتا ہے کہ آیا یہ تبلیغ ان کے اصل مذہب کا حکم تھا یا بعد کے پیروؤں کا عمل؟ لہذا ہم کھرے اور کھوٹے کے معلوم کرنے کیلئے دو معیار قائم کرتے ہیں۔ (اول) اس مذہب کے پاک نوشتوں اور مقدس کتابوں میں یہ حکم موجود ہو (دوم) اس مذہب کے بانی و پیشوا نے تبلیغ کو عملی جامہ پہنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا ہو۔ غالباً ان دونوں اصول سے کسی اہل بصیرت کو انکار نہ ہوگا۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ ان مذاہب کے صحیفوں میں جو تبلیغی ہونے کے

مدعی ہیں۔ اس تعمیم کی کھلی ہوئی ہدایتیں اور ان کے بانیوں کی زندگی میں اسکی عملی مثالیں ملتی ہیں یا نہیں؟ تو جواب بالکل صاف ہے کہ قطعاً نہیں ملتیں۔ یہاں یہ بھی یاد رہے جن مذاہب نے تبلیغ کو اپنا اصول نہیں قرار دیا اسکی دو وجہیں ہیں۔ (اول) ان کے نزدیک اس حق کے قبول کرنے کی عزت کا استحقاق پیدائش سے حاصل ہوتا ہے۔ کوشش سے نہیں ہوتا۔ (دوم) ان کے خیال میں جو حق ان کے پاس موجود ہے وہ اتنا پاک اور مقدس ہے کہ اپنی خاص و پاک بزرگ قوم و نسل کے علاوہ دوسری قومیں جو بخیال ان کے کمتر اور نجس ہیں ان تک اسکو لیجانا گویا خود اس مذہب کی پاکی کو صدمہ پہنچانا ہے یہی بات تھی کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک کنعانی (متی ۱۵) یا یونانی (مرقس ۷) عورت برکت جاہنے کیلئے آئی تو فرمایا میں نبی اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا ہوں (متی ۱۵-۲۵) پھر فرمایا مناسب نہیں لڑکوں کی روٹی (بنی اسرائیل کا مذہب) کتوں (غیر اسرائیلی قوموں) کو پھینک دیں۔ پھر فرمایا غیر قوموں کی طرف نہ جانا سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ پہلے اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس اور چلتے ہوئے منادی کرو (متی ۱۰) پھر فرمایا وہ چیز جو پاک ہے کتوں کو مت دو اپنے موتی سوروں کے آگے نہ پھینکو۔ یہاں سے معلوم ہوگیا کہ عیسائی مذہب کبھی بھی تبلیغی نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح ہندوؤں نے اپنے مذہب کو جو تمام لوگوں سے چھپا رکھا اسکی وجہ صرف یہی تھی کہ وہ اپنا پاک دھرم ملیچھوں اور اچھوتوں (شودروں) کو سکھا کر ناپاک کرنا نہیں چاہتے۔ یہودیوں کا بھی یہی خیال تھا کہ نامختون اس نعمت کے اہل نہیں۔

اسلام کی تبلیغی اہمیت

ہمارے آخر الزماں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی تمام قوموں کو برابری و مساوات کی ایک سطح پر لاکر کھڑا کردیا اور خدا کے پیغام کی منادی کا سب کو یکساں مستحق قرار دیا۔ اسی لئے رحمۃ للعالمین نے اپنی تبلیغ کے لئے قریش و غیر قریش حجاز یمن عرب، عجم، ہند اور روم کی کوئی تخصیص نہیں فرمائی بلکہ دنیا کی ہر قوم ہر زبان ہر ملت اور ہر گوشہ میں پیغام آلہی پہنچانا فرض قرار دیا آپ کو خدا کی جانب سے ابتدائے وحی میں انجانوں کو ہوشیار اور بے خبروں کو خبردار کرنا سب سے پہلا حکم تھا چنانچہ ارشاد ہوا۔ یٰٓاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ اے چادر پوش (نبیؐ) اٹھ کھڑا ہو، ہوشیار و آگاہ کر۔ پھر بار بار حکم ہوتا ہے بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ اے نبی جو تیری طرف اتارا گیا ہے اوروں تک پہنچا دے۔ وذکر فان الذکری تنفع المومنین نصیحت کر پس نصیحت مومنوں کو فائدہ دیتی ہے۔ اسی طرح بہت سی آیتیں موجود ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اسلام نے اپنے متبعین پر خیر کی دعوت امر بالمعروف و نہی عن المنکر و نواہی بالحق یعنی باہم ایک دوسرے کو سچائی کی نصیحت کرنا ضروری قرار دیا۔ خود سرور عالم کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بلا خوف و خطر پیغام آلہی لوگوں تک پہونچا دیں اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو رسالت کا فرض انجام نہ دیا یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس اے نبی تیرے پروردگار کے پاس سے جو کچھ تیری طرف اترا ہے اس کو پہونچا دے اگر تو نے ایسا نہ کیا تو خدا کا پیغام نہیں پہونچایا اور خدا لوگوں سے تیری حفاظت کریگا۔

انبیاء و بانیان مذاہب کے عملی نمونوں اور مثالوں کی اگر جستجو اور تلاش کی جائے تو یہ حقیقت اور زیادہ واضح ہوجاتی ہے

کہ اسلام کے سوا اور جو تبلیغی مذاہب تصور کئے جاتے ہیں وہ حقیقت میں تبلیغی کہنے کے مستحق نہیں ہیں خود بدھ نے ہندوؤں کے علاوہ کسی کو اپنی نجات کا راستہ نہیں بتایا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسرائیل کے علاوہ کسی دوسری قوم کو اپنا وعظ سنایا اور نہ ان کو مخاطب بنایا اور نہ ممکن ہے۔ نہ کسی کو اپنا شاگرد بنایا اور نہ کسی قوم میں اپنی زندگی میں مبلغ بھیجے۔ حالانکہ فلسطین میں یونانیوں اور رومیوں کی کثیر جماعت موجود تھی۔ مگر ہمارے نبی امی صلعم نے مکہ میں رہ کر مکہ اور اسکے قرب وجوار کے لوگوں کو بیدار و ہوشیار کیا موسم حج میں عرب کے ہر ہر قبیلہ کے پاس جاکر پیغام پہونچایا اور اسی زمانہ میں یمن اور حبشہ تک آپ کی آواز پہنچ گئی۔ قریش کو برسوں تک دوسرے قبیلوں تک اسلام کی رسائی میں سدراہ بنے رہے مگر آپ نے داعی و مبلغ روانہ کرکے ان کو پیغام حق پہنچا دیا بالآخر قریش کے خلاف تلوار اسلئے اٹھائی گئی کہ اسلام کو تبلیغ کی پرامن آزادی ملے چھ برس کی جنگ و جدال کے بعد صلح حدیبیہ میں قریش نے اس مطالبہ کو تسلیم کیا اور تبلیغ کی آزادی عطا کی قرآن نے اسلام کی اس روحانی فتح کو فتح مبین قرار دیا۔ (انا فتحنا لك فتحا مبينا) اس کے بعد عرب اور غیر عرب کو دعوت اسلام کے خطوط روانہ کئے گئے امراء و سلاطین کے پاس قاصد و مبلغ بھیج بھیج کر اسلام کی عالمگیر دعوت دی گئی عربوں کے علاوہ دیلم۔ ایران۔ وحبش و روم کے طالب آئے اور فیضان حق سے سیراب ہوئے۔ الغرض اسلام نے بغیر کسی نسلی، قومی، وطنی اور دینی تخصیص کے اپنی عالمگیر تبلیغ سے سب کے کان آشنا کئے۔ اور دنیا میں حیرت ناک طور پر آناً فاناً اپنی ہدایت عامہ پھیلا دی۔ لہذا بلا کسی ریب و تردد کے صاف کہا جا سکتا ہے کہ دنیا میں صرف اسلام ہی تبلیغی مذہب ہے۔

طلبہ رحمانیہ کا متفقہ بیان

دارالحدیث رحمانیہ زیر اہتمام محترم و مکرم جناب شیخ عطاء الرحمن صاحب مدظلہ رئیس دہلی بحمداللہ عرصہ بارہ سال سے جاری ہے۔ شیخ صاحب موصوف نے اپنی بے نظیر فیاضی سے مدرسہ کا وہ انتظام کیا جس کی وجہ سے وہ موجودہ مدارس عربیہ میں لاثانی ہے جس طرح یہاں تعلیم کیلئے قابل اساتذہ کا انتظام ہے اسی طرح طلبہ کی رہائش وطعام و دیگر حوائج کا بھی باحسن وجوہ اہتمام ہے مدرسہ میں مطبخ ہے جس میں بہترین کھانیکا انتظام ہے ہر جمعرات کو حجام برائے حجامت آتا ہے ڈاکٹر صاحب بھی مقرر ہیں طلبہ کیلئے ہر قسم کی سہولت میسر ہے۔ یہانتک کہ ہر طالب علم کو دو لحاف ایک گرم کوٹ اور کمبل دیا جاتا ہے علاوہ ازیں غریب طلبہ کو مدرسہ کے کھانیکے علاوہ وظیفہ بھی دیا جاتا ہے اگر کسی طالبعلم کو معمولی سی تکلیف بھی ہوتی ہے تو حضرت مہتمم صاحب کو مریض سے زیادہ بیقراری ہوتی ہے اور مریض کیلئے ہر قسم کی اغذیہ وادویہ مہیا کی جاتی ہیں غرضیکہ مدرسہ مذکور کے طلبہ اپنے گھر سے زیادہ یہاں آرام سے ہیں یہاں طلبہ کو تقریر و تحریر و نیز مناظروں کی مشق کرائی جاتی ہے اور مختلف اوقات میں ہر سال دہلی کے مشہور مقامات کی سیر بھی مہتمم صاحب کرا تے ہیں۔ لہذا ہم حلفیہ بیان کرتے ہیں کہ ہماری تعلیم کا زمانہ نہایت آسائش و آرام سے گذر رہا ہے۔

جناب مہتمم صاحب ہمیں اپنے بچوں کی طرح عزیز سمجھتے ہیں اور نہایت لطف و کرم سے پیش آتے ہیں۔ فجزاہ اللہ خیر الجزاء فی الدنیا والآخرۃ۔ ہم دست بدعا ہیں کہ خدا تعالیٰ اس برگزیدہ ہستی کو زمانہ دراز تک سلامت رکھے اور اپنے دین کی خدمت لیتا رہے اور دارین میں ان کے لئے اپنی رحمت عام کردے۔ نیز آپ کے بھائی حاجی عبدالرحمٰن صاحب مرحوم اور ان کے فرزند ارجمند حاجی عبدالستار صاحب مرحوم کو بھی اپنی رحمت میں جگہ عنایت فرمائے۔ آمین فقط۔

محمد تسلیم مظفرپوری + حاکم علی + ابوالقاسم رحمانی + عبداللطیف حصاری + محمد اسحاق + محمد ایوب ناظم الہ آبادی + عابد حسین گیاوی + نظیر الحسن ہاشمی + عبدالجلیل رحمانی + العبد محمد سلیمان صدیقی + محمد مظفر حسین مرشدآبادی + محمد سعد بیانی + محمد علی + محمد داؤد + عبدالحلیم پرتاب گڈھی + عبدالرحمٰن کلاں بستوی + محمد ادریس گونڈوی + الطاف الرحمٰن + عبدالغفور مسلم + احسان اللہ + عبدالعزیز بستوی + حمید الحق + عبدالرحمٰن مدراسی + محمد نور الہدیٰ + عبدالمجید + عبدالشکور بکوہری + محمد رفیع + عبدالستار + حمید اللہ خاں + ضیاء الدین + محمد ابوالخیر پرتاب گڈھی + محمد اکبر پرتاب گڈھی + محمد ابراہیم + محبوب الرحمٰن ڈھاکوی + شمس الحق + عبدالنور + عبدالعزیز + محمد حسن + عطاء اللہ + علی محمد + عبدالاحد الوی + محمد ادریس آزاد اعظمی + ابوسعید امام الدین مظفرنگری + محمد عثمان + عبدالجلیل بیربھومی + محمد اسحاق بستوی + عبدالرحمٰن خورد بستوی + شمس الدین + ضیاء احمد سہوانی + وغیرہ وغیرہ

مدرسین کی رائیں

بحمداللہ والمنہ مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی اپنی رفتار میں بلند پایہ رکھتا ہے۔ دن بدن ترقی پر ہے۔ طلباء کی تربیت و تعلیم میں یکتا ہے۔ تعلیم کے متعلق جس بات کا لحاظ ہونا چاہیے اسمیں سبقت لے گیا ہے اور مدارس عربیہ میں ان امور کا لحاظ کم ہے مدرسین کے احترام کے متعلق باقاعدہ لحاظ ہے۔ اللہ سبحانہ ناظم مدرسہ کرمفرما شیخ عطاء الرحمٰن صاحب کی دنیا آخرت میں برکت عنایت کرے۔ فقط

احمد اللہ مدرس مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی مورخہ ۲۶ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ

مدرسہ رحمانیہ کماً و کیفاً موجودہ مدارس سے بہتر و قابل تحسین ہے اور یہ محض شیخ عطاء الرحمٰن صاحب زید حبہ فی دین اللہ کی توجہ خاص اور شغف قلبی کا ثمرہ ہے۔ فقط

سکندر علی ہزاروی عفی عنہ مدرس مدرسہ رحمانیہ

اس میں شک نہیں کہ طلبہ کی پوری تربیت و تعلیم کا انتظام اور عیش و آرام کا بندوبست ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایسا انتظام دیگر مدرسوں میں نظر نہیں آتا ہے۔

عبدالغفور بکوہری مدرس مدرسہ رحمانیہ

پتہ کی جگہ



بیشک مدرسہ رحمانیہ بحیثیت تعلیم و تربیت ہندوستان میں۔ ایک ممتاز مدرسہ ہے۔ طلبہ و نیز مدرسین کا تعہد اور نگرانی مکرم جناب شیخ عطاء الرحمن صاحب جس طریقے فرماتے ہیں وہ قابل رشک اور بے نظیر ہے۔

محمد عبداللہ ندوی۔ مدرس مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ

بلا شک و شبہ مدرسہ رحمانیہ اپنے طرق تعلیم کی خوبی اور طلبہ کی اعلیٰ تربیت او نگہداشت اور انکی راحت و آسائش کے اعتبار سے اپنی نظیر نہیں رکھتا ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جناب شیخ عطاء الرحمن صاحب ناظم و مہتمم مدرسہ کو دینی اور مذہبی خدمت کا اس سے بھی زیادہ شوق اور جذبہ عنایت کرے اور انکی کوششوں کو قبول فرمائے آمین۔

عبیداللہ رحمانی مبارکپوری مدرس مدرسہ رحمانیہ

شاید کوئی کور باطن حاسد ہی اس کھلی ہوئی حقیقت سے انکار کرے تو کرے ورنہ کون نہیں جانتا کہ "دارالحدیث رحمانیہ" اپنی بعض ممتاز خصوصیات کے لحاظ سے اسوقت واحد اسلامی درسگاہ ہے۔ اور جناب شیخ صاحب مدظلہ العالی کی کمال توجہ اور غایت محبت نے تو اس کو وہ چار چاند لگائے ہیں کہ بحمداللہ وہ آج کسی تعریف و مدح سرائی کا محتاج نہیں۔ بلکہ بقول "مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید"۔ وہ آپ ہی اپنا ترجمان ہے۔

نذیر احمد رحمانی اعظمی مدرس دارالحدیث رحمانیہ ۵ اکتوبر ۳۴ء

دارالحدیث رحمانیہ کے طریق تعلیم کی عمدگی اور طلبہ کی بہترین نگہداشت و آسائش آفتاب کیطرح ظاہر ہے۔ اور ہمیں نہایت فخر ہے کہ اپنی جماعت میں ٹھوس تعلیم کے علاوہ ہر قسم کی معلومات سے طلبہ میں تیزی و بیداری پیدا کرنیوالا واحد مدرسہ "رحمانیہ" ہے۔ طلبہ کا بیان بالکل صحیح ہے۔ میں اس کے ہر ہر لفظ کی توثیق کرتا ہوں۔

عبدالحلیم ناظم رحمانی مدیر محدث و مدرس دارالحدیث رحمانیہ

اطلاع

ماہ نومبر (رجب) و دسمبر (شعبان) میں جن احباب کی میعاد خریداری ختم ہے ان کے چٹ ۷۱۶ سے ۸۹۶ تک ہیں ان میں جن حضرات نے آئندہ کیلئے ابھی اپنے ٹکٹ نہیں بھیجے وہ جلد دفتر میں اپنے نمبر کے حوالہ کے ساتھ ٹکٹ بھیجدیں ورنہ ان کا رسالہ بند ہو جائیگا۔ سال پورا ہونے کے بعد جن کو رسالہ نہ ملے وہ سمجھ لیں کہ ٹکٹ نہ پہنچنے کی وجہ سے رسالہ بند ہو گیا ہے۔ نیز ہمیشہ پیسہ والے ٹکٹ بھیجیں۔ چٹ نمبر ضرور لکھا کریں۔

(منیجر)

جناب شیخ عطاء الرحمن صاحب پروپرائیٹر و پبلشر نے جید برقی پریس دہلی میں چھپوا کر دفتر رسالہ محدث دارالحدیث رحمانیہ دہلی سے شائع کیا۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۰۴

دسمبر ۱۹۳۳ء

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتٰباً

رسالہ محدث دہلی

سرپرست
شیخ عطاء الرحمٰن صاحب مہتمم دار الحدیث رحمانیہ

نگران اصول
مولانا احمد اللہ صاحب
شیخ الحدیث

مدیر مسئول
عبد الحلیم ناظم
مولوی فاضل



دار الحدیث رحمانیہ دہلی سے شائع ہوتا ہے

فہرست مضامین

مقاصد

(۱) کتاب وسنت کی اشاعت

(۲) مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح

(۳) دارالحدیث رحمانیہ کے کوائف کی ترجمانی

ضوابط

(۱) یہ رسالہ ہر انگریزی مہینہ کے ابتدائی ہفتہ میں شائع ہوا کریگا۔

(۲) یہ رسالہ ان لوگوں کو سال بھر مفت بھیجا جائیگا جو ۸ ٹکٹ خرچ دفتر میں بھیجدینگے۔

(۳) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا ضروری ہے۔

(۴) بیرون ہند کیلئے ایک شلنگ یا ۱۲ خرچ ہوتے ہیں

خط وکتابت کا پتہ

مینیجر رسالہ محدث دارالحدیث رحمانیہ دھلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

محدث دہلی

نمبر ۸	ماہ دسمبر ۱۹۳۴ء مطابق شعبان المعظم ۱۳۵۳ہجری	جلد ۲

تاریخ رحمانیہ بابت ۱۳۵۳ھ

یعنی دارالحدیث رحمانیہ دہلی کے تیرہویں سالانہ کوائف

عام طور پر عربی مدارس میں رمضان کا مہینہ سالانہ تعطیل کا ہوا کرتا ہے۔ اسی بنا پر عرصہ قدیم سے مروجہ عربی مدارس میں شعبان کا مہینہ آخر سال اور شوال ابتدار سال سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی کا بھی ایک دینی درسگاہ ہونیکی حیثیت سے یہی دستور ہے کہ شعبان میں سالانہ تعطیل ہوجاتی ہے پھر شوال سے نیا سال شروع ہوتا ہے۔ لہٰذا ہم چاہتے ہیں کہ آئندہ ناظرین محدث کے سامنے ہمیشہ شعبان یا رمضان کے پرچہ میں دارالحدیث کی سال بھر کی کارگذاری مجتمعطور پر پیش کردیا کریں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ناظرین دارالحدیث رحمانیہ کی اپنے اپنے موقعہ پر وقتی کارگذاریوں کو دیکھکر ایک شاندار خدمت دین اور اشاعتِ حدیث وقرآن کے اعتبار سے دارالحدیث اور اسکی بے نظیر تعلیم سے کافی دلچسپی لینے لگے ہونگے۔ بنا بریں ہمارے اس مناسب اور ضروری ارادے سے خوش ہوکر دارالحدیث کے مختصر سالانہ کوائف سے مزید دلچسپی لینگے گذشتہ سال شعبان ۱۳۵۲ہجری میں "تاریخ رحمانیہ"[1] شائع ہوچکی ہے جس میں وقت اشاعت تک دارالحدیث کے بارہ سالہ حالات اور گذشتہ سال کے کوائف بھی مکمل اور اجمالی طور پر باقاعدہ مندرج ہیں۔ ہم جا بجا عام حالات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے صرف اسی سال کی کارگذاری درج کرینگے۔

[1] جو صاحب چاہیں محصولڈاک کیلئے صرف ۱ر کا ٹکٹ بھیجکر جناب مہتمم صاحب سے مفت "تاریخ رحمانیہ" منگوالیں۔ مدیر

دارالحدیث رحمانیہ کی ابتدائے قیام سے یہ کوشش رہی کہ ملک میں بہترین صاحب استعداد علماء پیدا کر کے ملت بیضائی صحیح خدمت انجام دیجائے۔ اور موجودہ دور میں جبکہ عام ذہنی فلاکت کیوجہ سے احکام شرع کے پابند پرجوش لائق عالمانِ دین و خادمانِ قوم کا تقریباً قحط ہے اپنے طلبہ ان فرائض کی انجام دہی کیلئے تیار کئے جائیں جنہیں ہر علم و فن خصوصاً قرآن و حدیث کی ٹھوس لیاقت اور ہر طرح کی اصولی و فروعی معلومات ہر جہاتِ موجود ہوں اور وہ اپنے ملک و ملت کی بجا طور پر خدمات انجام دیکر اس شدید کمی کو پوری کردیں چنانچہ اس خیال کی پختگی و تکمیل کیلئے دارالحدیث نے اعلیٰ پایہ کے ماہرین درس اور لائق مدرسین تمام علوم و فنون کے لئے ہمیشہ مہیا کئے جو بحمداللہ امسال بھی اپنی گذشتہ روایات کے مطابق نہایت شان و اہتمام سے اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔

سب سے پہلی اور ضروری چیز طلبہ کا انتخاب ہے۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ دارالحدیث رحمانیہ کا نصاب تعلیم درجہ بدرجہ مقرر ہے پھر قواعد و ضوابط نہایت عمدہ اصول کے ساتھ منضبط ہیں۔ لہٰذا نصاب تعلیم و ضوابط کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو مستعلم دارالحدیث میں داخل ہونا چاہتا ہے اس کا امتحانِ داخلہ لیا جاتا ہے۔ یہ امتحان ایک معیاری جانچ ہوتا ہے جس سے اس طالب علم کی ذہانت و لیاقت اچھی طرح معلوم ہوجاتی ہے اور وہ اپنی عمر کے ساتھ ساتھ علمی استعداد کے اعتبار سے جس جماعت کے لائق ہوتا ہے اس میں داخل کرلیا جاتا ہے۔ اس اصول پر اتنی سختی سے پابندی کیجاتی ہے کہ ذاتی لیاقت کی عدم موجودگی میں کسی بڑی سے بڑی سفارش کی کوئی شنوائی نہیں ہوتی۔ چنانچہ بیسیوں لڑکے جن کی تعلیمی نشو و نما عام مدارس کے روش پر ہوتی ہے داخلہ امتحان میں ناکام ہوکر واپس جاتے ہیں۔ رحمانیہ اپنے معیار کے سامنے طلبہ کی تعداد کی کمی کی کوئی پروا نہیں کرتا۔ کیونکہ اس مدرسہ کو بفضل خدا کسی سے چندہ تو لینا نہیں ہے کہ اپنے صحیح مقاصد کی تکمیل کے خلاف محض کثرت دکھانے کیلئے رطب و یابس سب بھرلے۔ الغرض طلبہ کے مرحلہ اولیٰ کا یہ وہ اصولی نظام ہے جس سے اکثر مدارس خالی ہیں۔ امسال بھی شوال میں بہت سے جدید تے داخل ہونے کیلئے آئے۔ جو دارالحدیث کے ٹھوس معیار پر پورے اترے وہ داخل ہوئے اور جو معیار پر نہ آسکے وہ واپس گئے۔ اور دوسرے مدارس میں جہاں ان امور کا کچھ لحاظ نہیں بخوشی داخل ہوگئے۔ پھر دارالحدیث کی تعلیم و تربیت کی عام پابندیاں علیحدہ چیز ہیں جو طلبہ میں شرعی امور کی پابندی تعلیمی محنت کا شوق اور اخلاق عامہ سنوارنے کی باعث بنتی ہیں۔ بعض ایسے طلبہ بھی ہر سال آتے ہیں جو علمی اعتبار سے داخل تو کرلئے جاتے ہیں لیکن ان پابندیوں اور تعلیمی محنت اور تعمیل احکام شرع کی تاب نہ لاکر صرف چند ماہ میں خود چلے جاتے ہیں۔ یہ ایسے امور ہیں کہ ہر سال ان کا وقوع ہوتا ہے چنانچہ امسال بھی اسکی بعض مثالیں پائی گئیں۔ باایں ہمہ دارالحدیث رحمانیہ کے بلند حوصلہ مہتمم جناب شیخ عطاء الرحمٰن صاحب کا جن کے دل میں طلبہ میں ہر قسم کی ٹھوس استعداد اور موجودہ سطح سے بلند لیاقت پیدا کرنیکی ایک بڑھتی ہوئی لگن ہر وقت موجود رہتی ہے۔ خیال ہے کہ اگر دارالحدیث کے مقررہ معیار پر ایک ہزار طلبہ بھی داخل ہونے کیلئے آئیں تو وہ نہایت فراخ قلبی اور خوشی سے داخل کرلینگے۔ مگر چونکہ عام روش نے ملک میں ایسی فضا پیدا کردی ہے کہ اچھی ذہنیت و لیاقت کے محنتی و شوقین طلبہ بہت کم نظر آتے ہیں اسی لئے رحمانیہ کے طلبہ کی

تعداد ہمیشہ ساٹھ سے لیکر سو تک کے درمیان ہی رہی۔

دارالحدیث رحمانیہ جہاں ایسے بہترین طلبہ منتخب کرتا ہے اور ان سے پرزور تعلیمی محنت لیکر ان کو ہر طرح تدریس تبلیغ اور تصنیف کے قابل بناتا ہے وہاں ان کی آسائش و نگہداشت کا بھی بہت زیادہ خیال رکھتا ہے۔ چنانچہ ہم اپنے تجربہ کی بنا پر بلا خوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ ایسا طعام و قیام کا انتظام اور دوسرے لوازمِ زندگی کے آرام فی الحال ملک کے کسی مدرسہ میں موجود نہیں۔ ان امور پر بھی ہم محدث میں بارہا اظہار خیال کر چکے ہیں جن سے ناظرین اچھی طرح واقف ہوں گے اسوقت مقصدِ تحریر یہ ہے کہ یہی انتظام و آرام امسال بھی گذشتہ شان سے بڑھ چڑھ کر دارالحدیث میں موجود رہے جنکی شہادت طلبہ و مدرسین کے متفقہ بیان نے دیدی ہے جو گذشتہ اشاعت میں شائع ہو چکا ہے۔ اور اسی قسم کا ایک دوسرا بیان گذشتہ سال تاریخ رحمانیہ میں بھی شائع ہو چکا ہے۔

سہ ماہی و شش ماہی امتحانات و تقسیم انعامات

دارالحدیث رحمانیہ کا سہ ماہی امتحان ۱۷-۱۸-۲۰ محرم ۵۳ھ کو ہوا۔ ۲۱-۲۲ محرم کو چھٹی رہی۔ جس میں ۲۲ تاریخ میں ایک خصوصی دعوت کے ساتھ بہترین جشنِ تفریح منایا گیا۔ ماشاء اللہ امسال کے سہ ماہی امتحان کا نتیجہ بھی دارالحدیث کی قدیم روایات کے مطابق نہایت شاندار رہا۔

طلبہ کی کتب بینی کے لئے ایک ہفتہ تک اسباق بند رہنے کے بعد ۱۱-۱۲-۱۳ اگست ۴۲ء (۲۸-۲۹-۳۰ ربیع الثانی) کو دارالحدیث کا شش ماہی امتحان باقاعدہ ہوا۔ ۱۴ اگست کو بعد عصر نتیجہ سنایا گیا جو حد درجہ امید افزا اور پچھلے تمام نتائج سے بہترین رہا۔ پھر جناب مہتمم صاحب کا حوصلہ سخاوت کتنا بلند اور طلبہ میں محنت و کاوش پیدا کرنیکا کتنا شوق ہے کہ ان معمولی امتحانات میں بھی جو صرف سالانہ کی تیاری کیلئے تاکیداً ہوا کرتے ہیں برابر انعامات تقسیم کرتے رہتے ہیں، چنانچہ مجھے یاد آتا ہے کہ جناب مہتمم صاحب مدظلہ نے گذشتہ سال سہ ماہی امتحان میں انعام تقسیم کیا تھا امسال شش ماہی امتحان میں آئندہ مزید محنت کا شوق دلانے کیلئے حسب ذیل نقدی انعامات امتیازی حیثیت سے کامیاب طلبہ کو عنایت فرمائے:۔

مولوی محمد تسلیم خاں:۔ جماعت ہشتم میں اول آنے کی وجہ سے مبلغ عالر

مولوی سید نظیر الحسن:۔ جماعت ہفتم میں اول اور اپنی جماعت کی حدیث میں اول آنیکی وجہ سے مبلغ صہر

مولوی عبدالجلیل بستوی:۔ جماعت ششم میں اول اور اپنی جماعت کی حدیث میں اول آنیکی وجہ سے مبلغ صہر

مولوی احسان اللہ:۔ جماعت پنجم میں اول اور اپنی جماعت کی حدیث میں اول آنیکی وجہ سے مبلغ صہر

علی محمد:۔ جماعت چہارم میں اول آنیکی وجہ سے مبلغ عالر

عبدالاحد:۔ جماعت سوم میں اول حدیث میں اول اور مدرسہ بھر میں دوم آنے کی وجہ سے مبلغ معہ ر

امام الدین:۔ جماعت دوم میں اول آنے کی وجہ سے مبلغ عالر

حافظ عبد الحفیظ - جماعت دوم کی حیثیت میں اول آنے کی وجہ سے مبلغ عـ۸ـار

عبد الرحمٰن خورد } جماعت اولیٰ میں [illegible] زیادہ مگر برابر نمبر حاصل کرنے کی وجہ سے دونوں کو دو دو روپیہ (للعہ ر)
محمد ابراہیم }

عبد العزیز - جماعت اولیٰ [illegible] مدرسہ بھر میں اول آنے کی وجہ سے مبلغ صر انعام میں دئیے گئے -

میزان لعہ ۲۹

تفریحات

دار الحدیث رحمانیہ کا عرصہ سے دستور چلا آتا ہے کہ ہر سال کم از کم دو دن ضرور تفریح کیجاتی ہے - جن میں طلبہ ومدرسین [illegible] کو جناب مہتمم صاحب شاہی سیرگاہوں اور تاریخی مقامات میں لیجاتے ہیں - جہاں دن بھر سیر و تفریح اور مختلف دلچسپ علمی مشاغل میں مصروف رہتے ہیں - چنانچہ امسال بھی ۱۱ جولائی ۱۹۳۲ء (۲۹ ربیع الاول) کو ایک یوم التفریح منایا گیا - تمام طلبہ و مدرسین اور ملازمین لاریوں کے ذریعہ صبح ہی قطب مینار پہونچے جہاں دن بھر سیر و تفریح اور کھیل کود میں لگے رہے - بعد ظہر تا عصر تک قطب مینار کی بھول بھلیاں کے وسیع سائبان میں زیر صدارت مولانا محمد صاحب مدرس محمدی [illegible] طلبہ کی عربی و اردو برجستہ تقریریں ہوئیں - بعض طلبہ نے عربی و اردو زبان میں اپنی تیار کردہ قومی و نعتیہ نظمیں سنائیں جن پر ہر طالب علم کو مہتمم صاحب کی طرف سے مولانا محمد صاحب نے نقدی انعامات دئیے آخر شام کو جشن آم خوری کے بعد لاریوں کے ذریعہ واپسی ہوئی -

دوسری تفریح ششماہی امتحان کے بعد طلبہ کی دماغی تکان دور کرنے کیلئے ۵ اگست ۱۹۳۲ء (۲ جمادی الاولی) کو منائی گئی جس میں جناب مہتمم صاحب کی طرف سے شاہی باغ روشن آرا میں تفریح کا سامان کیا گیا - دن بھر سارے متعلقین مدرسہ وہیں رہے حسب دستور ایک پرلطف ضیافت بھی ہوئی جس میں پھلوں کی خاص طور پر کثرت رہی - طلبہ مختلف کھیلوں اور دلچسپ ادبی مجلسوں میں مصروف رہے - پھر ان تمام تفریحات کے بعد شام کو سب کے سب مدرسہ واپس آگئے -

جمعیۃ الخطابہ

دار الحدیث کی اس جمعیۃ کا تذکرہ محدث کے صفحات میں اکثر کیا گیا ہے - ناظرین اس سے بخوبی روشناس ہوں گے - یہ جمعیۃ مدرسہ کی طرف سے طلبہ میں تقریر و تحریر اور علمی مقابلہ و مناظرہ کی مشق کرانے کے لئے نیز عام معلومات سے موجودہ رونق کے ساتھ علمی و ادبی مذاق پیدا کرنے کیلئے قائم ہے - اسکے دو شعبے ہیں - ہر دو شعبوں کا عام ہفتہ واری اجلاس علیحدہ علیحدہ ہوتا رہتا ہے - ہر دو مہینہ میں ایک مشترکہ اجلاس منعقد ہوا کرتا ہے - جسے اگر کوئی خاص اور مناسب موقعہ حاصل ہو تو خصوصی حیثیت دیدی جاتی ہے - امسال اس جمعیۃ کے سالانہ اجلاس اور عام اجلاسوں کے علاوہ پانچ مشترکہ اجلاس ہوئے جنمیں پہلا اجلاس حسب دستور افتتاحی ہوا جو شروع سال یعنی اواخر شوال میں نہایت شان سے منعقد ہوا جس میں عہدیداران کا سالانہ انتخاب عمل میں آیا - دوسرا خصوصی اور مشترکہ اجلاس عید اضحیٰ کے موقعہ پر بروز پنجشنبہ ۵ ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ کو منعقد ہوا جس میں صرف قربانی اور حج سے متعلق مضامین عربی و اردو میں بیان کئے گئے - تیسرا خصوصی اور مشترکہ اجلاس محرم کے موقعہ پر ۱۰ محرم الحرام ۱۳۵۲ھ کو منعقد ہوا جس میں موجودہ مراسم محرم کے خلاف واقعۂ شہادت پر نہایت بلند پایہ تاریخی و محققانہ تقریریں ہوئیں - اور آخر میں بجز عہدہ صدارت کے دوسرے عہدیداران کا سہ ماہی انتخاب

ا ہ ا ح لہ طا فہ

ہو۔ چوتھا خصوصی اور مشترکہ نہایت شاندار جلسہ ۱۴ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ کو بروز پنجشنبہ منعقد ہوا جس میں ہر دو شعبوں کے منتخب اراکین جمعیہ نے صرف حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کے مختلف شعبوں پر اعلیٰ درجہ کی عربی و اردو تقریریں کیں۔ اور دلچسپ نظمیں پڑھیں۔ اسی اجلاس سے جناب مہتمم صاحب نے جمعیۃ کے ہر اجلاس میں بہترین تقریر کرنیوالوں کو انعامات دینے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ اس اجلاس میں بھی عمدہ مقررین کو انعامات دیئے گئے۔ اسکے بعد ہر دو شعبہ کے ہر اجلاس میں مقابلہ کی تقریریں ہوتی رہیں جنمیں اول و دوم آنیوالوں کو گھڑی، شیشہ کی متعدد خانوں والی فینسی دواتیں، خوبصورت رومال اور مضبوط چاقو انعام میں ملتے رہے۔ میرے خیال میں اس بحر انعام کے فیض سے امسال جمعیۃ میں شاید ہی چند بدنصیب طلبہ محروم رہے ہوں گے۔ ورنہ بار بار کے مقابلے اور انعامی تقاریر کی وجہ سے طلبہ کے کثیر حصہ نے انعام پائے۔ غرض امسال جمعیۃ الخطابہ میں یہ نرالی خصوصیت رہی کہ ہر اجلاس میں انعامات تقسیم ہوئے۔

پانچواں مشترکہ اجلاس بغیر کسی خصوصی موقعہ کے محض اصول کی پابندی کیلئے جمادی الاولیٰ کے شروع ہفتہ میں منعقد ہوا۔ اس میں بھی مختلف موضوع پر اچھی اچھی تقریریں ہوئیں اور ایک علمی مناظرہ ہوا۔

ان دلچسپ عمومی و خصوصی اجلاسوں کے بعد حسب دستور سالانہ امتحان کے قرب کی وجہ سے امسال ۱۲ اکتوبر ۱۹۴۴ء (۲۴ جمادی الاخریٰ) پنجشنبہ کو جمعیۃ کا سالانہ ہنگامہ خیز اور شاندار اجلاس زیر صدارت مولانا احمد اللہ صاحب شیخ الحدیث منعقد ہوا۔ جس میں منتخب و مخصوص طلبہ نے اعلیٰ پایہ کی عربی و اردو تقریریں کیں۔ رسوم انجمن یعنی سالانہ روداد و تشکر عہدیداران ادا کئے جانے کے بعد جناب مولانا محمد صاحب مدیر محمدی نے اپنی اور چند دیگر مقامی مدارس کے مدعو اساتذہ کی طرف سے انجمن پر بیش قیمت آراء کا اظہار کیا اور طلبہ و کارکنان انجمن کی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے بہترین نصیحتیں کیں۔ آخر میں صدر محترم نے تمام حاضرین کے ساتھ حضرت میاں صاحب مدظلہ مہتمم دار الحدیث کی فلاح و بہبود کیلئے دعائے خیر کی کہ یہ سب کچھ انھیں کی مبارک و پُر خلوص کوششوں کا اعلیٰ ثمرہ ہے۔ نیز مدرسہ و جمعیۃ کی ترقی کی دعا پر جلسہ ختم کیا۔

مکتبہ رحمانیہ

دار الحدیث رحمانیہ کی "مکتبہ رحمانیہ" کے نام سے ایک عظیم الشان مستقل لائبریری ہے۔ جس میں ہزارہا کتابیں مختلف علوم و فنون کی درسی و غیر درسی بلکہ قلمی و نادر نسخے تک موجود ہیں۔ اور ہر سال کچھ نہ کچھ ضروری و مفید کتابیں قدیم و جدید خرید کر کتبخانہ کے ذخیرہ میں بڑھائی جاتی ہیں۔ چنانچہ امسال بھی محلی شرح موطا کا نایاب قلمی نسخہ اور مطبوعہ و نایاب کتابوں میں "تمدن عرب" "تفسیر" "ترجمان القرآن" از نواب صاحب مرحوم وغیرہ وغیرہ متعدد درسی و غیر درسی کتب کا اضافہ ہوا۔

مکتبۂ رحمانیہ کے ماتحت طلبہ کی جمعیۃ الخطابہ کے زیر اہتمام جناب مہتمم صاحب کی طرف سے طلبہ کیلئے موجودہ روش کے مطابق علمی و ملکی حالات جاننے اور ذہنی ارتقا حاصل کرنے کیلئے ایک دار المطالعہ قائم ہے۔ جس میں امسال بھی بیس کے قریب ملک کے مشہور روزانہ، سہ روزہ ہفتہ وار، اور پندرہ روزہ اخبارات اور سولہ کے قریب مشہور و بلند پایہ علمی، ادبی اور مذہبی عربی و اردو رسائل جاری رہے جو آئندہ بھی انشاء اللہ جاری رہیں گے۔ قارئین کرام رسالہ "محدث" کی بعض

شاعوں میں ان عربی رسائل (النذیر، الاعلان اور المقتطف وغیرہ) کے تراجم طلبہ و راقم الحروف کے قلم سے پڑھ چکے ہیں۔

بیرونی تبلیغ

جہاں جناب شیخ عطاء الرحمٰن صاحب مدظلہ اتنا بڑا شاندار مدرسہ جاری کرکے ملک و قوم کی علمی و تعلیمی خدمت انجام دے رہے ہیں وہاں ملک کے ہر گوشہ میں عام تبلیغ کا بھی جذبہ ان کے دردمند پہلو میں کارفرما ہے۔ اگرچہ رحمانیہ کے ہر سال فارغ التحصیل ہونیوالے علماء اپنے اپنے علاقہ میں درسی و تبلیغی خدمتیں انجام دے کر رحمانیہ کے مقاصد کی تکمیل کرتے ہیں لیکن مہتمم صاحب کا بڑھتا ہوا حوصلہ اسی نوعیت پر محدود ہونا نہیں چاہتا۔ نیز عمومی تبلیغ کیلئے اس سے بہتر کوئی صورت ممکن نہیں کہ بذریعہ اشاعت کے ذریعہ ایک جگہ سے بیٹھکر ملک کے گوشہ گوشہ میں اپنی تبلیغی آواز پہنچائی جاسکے چنانچہ اسی مقصد کیلئے محرم ۱۳۵۲ھ سے رسالہ "محدث" بالکل مفت جاری ہے جو ہزاروں کی تعداد میں ہندوستان کے ہر ایک علاقہ اور بیرون ہند متعدد ملکوں میں ہر ماہ باقاعدہ پہنچ رہا ہے۔ اور اپنے عام فہم ضروری مذہبی مضامین و قومی نظموں کی وجہ سے ہمہ گیر مقبولیت حاصل کر رہا ہے۔ محدث کی خدمات پر ہمیں کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ناظرین کے قلوب خود اسکی سچی شہادت دے رہے ہونگے۔

اس ماہوار رسالہ کے علاوہ جناب مہتمم صاحب ابتک حسب ذیل کتابیں چھپواکر مفت تقسیم کرچکے ہیں۔

التحقیق الراسخ (دو سو صفحات کی ضخیم کتاب)۔ سطرق الحدید۔ احکام میلاد مروجہ۔ الحزب المقبول (دعاؤں کا مجموعہ)۔ تقویۃ الایمان۔ اربعین رحمانی (چہل حدیث)۔ ان میں تین موخر الذکر تو اسی سال تقسیم ہوئی ہیں جن سے ناظرین محدث اچھی طرح واقف ہیں۔ تقویۃ الایمان مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور و مقبول تصنیف ہے۔ جناب مہتمم صاحب نے اسے تین ہزار چھپوایا تھا جو محدث کے صرف ایک نمبر میں اعلان شائع کرتے ہی صرف دو ماہ میں کُل کی کُل ختم ہوگئی۔ پھر بھی ہنوز درخواستوں کا سلسلہ لگا ہوا ہے چنانچہ تقویۃ الایمان کی کثیر مانگ اور اس سے خلق خدا کا عظیم الشان مذہبی و اعتقادی فائدہ دیکھکر اب جناب مہتمم صاحب اپنے بحر سخا سے کام لیتے ہوئے اسکو سات ہزار کی تعداد میں چھپوا رہے ہیں۔ جو میرے خیال میں ناظرین کے ہاتھوں میں رسالہ پہنچنے تک تیار ہوجائیگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ ان خدمات کے علاوہ شیخ عطاء الرحمٰن صاحب نے دار الحدیث رحمانیہ کے ایک ادیب مدرس مولانا عبید اللہ صاحب مبارکپوری کو اپنی طرف سے تنخواہ دیکر حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب مدظلہ مصنف تحفۃ الاحوذی کے پاس شرح ترمذی کے کام میں معاونت کیلئے بھیجدیا تھا جہاں انھوں نے دو سال تک مقررہ خدمت انجام دیکر حضرت مولانا شارح مدظلہ کو عدم بصارت کی مجبوری میں بڑا آرام پہنچایا۔ نیز سندھ کے علاقہ میں تقریری تبلیغ کیلئے جناب شیخ صاحب موصوف نے ایک عرب عبد العزیز نجدی کو سال بھر اپنی طرف سے تنخواہ دیکر حق تبلیغ ادا کیا۔ فلہ الجزاء

تیرھواں سالانہ شاندار جلسہ

چند دنوں تک سالانہ امتحان جاری رہنے کے بعد دار الحدیث رحمانیہ کے اس سال کا سالانہ جلسہ انعام و اسناد کی تقسیم کیلئے مورخہ ۔ نومبر ۱۹۳۴ء مطابق ۔ شعبان ۱۳۵۳ھ کو حسب سالہائے گذشتہ نہایت شان و اہتمام سے رحمانیہ کے وسیع ہال (دار التذکیر) میں منعقد ہوا۔ حاضرین کی کثیر تعداد کے ساتھ تقریباً کل مقامی اہلحدیث علماء و روساء اور اکثر معززین و اکابر نے شرکت فرمائی۔ جلسہ تلاوت قرآن مجید کے بعد گیارہ بجے شروع ہوا چونکہ امسال سے دار الحدیث نے حفظ حدیث کا نہایت پسندیدہ سلسلہ جاری کیا ہے اسلئے نماز ظہر تک حدیث زبانی یاد کرنیوالے طلبہ سے بھرے اجلاس میں اربعین رحمانی (چہل حدیث) اور دوسری احادیث سنی گئیں۔ جنکے انعامات کی تفصیل آئندہ

سطور میں ذکر کیجائیگی۔ بعد نماز ظہر مولوی ضیاء الدین، مولوی ابوالخیر، مولوی ابوالقاسم، مولوی عبد اللطیف متعلمان رحمانیہ نے مختلف عنوانات پر اردو تقریریں کیں، اور مولوی عبد الجلیل بستوی، مولوی حاکم علی، مولوی محمد اسحاق کلاں اور مولوی احسان اللہ نے عربی زبان میں مختلف عنوانات پر بلند پایہ تقریریں کیں اور عربی قصائد پڑھے جن سے محترم حاضرین بہت محظوظ ہوئے۔ پھر بعد نماز ظہر مولانا عبد اللہ صاحب ندوی اور مولانا عبد الغفور صاحب بسکوہری مدرسین دار الحدیث نے اپنے فصیح و بلیغ عربی قصائد سنائے۔ اسکے بعد جناب ممتحن مولانا عبد اللہ صاحب روپڑی نے ایک مختصر تمہید کے ساتھ سالانہ امتحان کا نتیجہ سنایا۔ بحمد اللہ حسب توقع امسال کا نتیجہ بیحد کامیاب و شاندار رہا۔ جماعت ہشتم یعنی فارغ ہونیوالے پانچ طلبہ تھے جو سب کے سب کامیاب ہے انکو اسی اہم اجتماع میں مبارکبادی کے ساتھ جبہ و دستار اور سندات عطا کی گئیں۔ ان کے نام یہ ہیں۔ مولوی محمد تسلیم خان مظفر پوری، مولوی عبد اللطیف خان حصاری، مولوی حاکم علی فیروز پوری، مولوی محمد اسحاق بستوی، مولوی ابوالقاسم بنگالی۔ میری دعا ہے کہ خدا ان سے اپنے دین کی سچی خدمت لے اور لوگوں کو ان کے علوم سے نفع پہنچائے۔ آمین۔ آخر میں اس اجلاس کے صدر ادیب الہند علامہ عبد العزیز المیمنی لکچرار مسلم یونیورسٹی علیگڈھ نے جو خاص جلسہ کی شرکت کیلئے بلائے گئے تھے اردو و عربی زبان میں ایک اعلیٰ پایہ کی تقریر کی جس میں دار الحدیث رحمانیہ کی مستحسن و بے مثال خدمات پر اظہار رائے کرتے ہوئے عربی خواں طلبہ کو علمی و تعلیمی اعتبار سے نہایت مناسب مشورے عنایت فرمائے۔ اسکے بعد عطاء اللہ طالب علم نے جمعیۃ الخطابہ کی طرف سے عربی زبان میں ایک دعائیہ قصیدہ سنایا جو اسی اشاعت میں مندرج ہے۔ بالآخر جلسہ مدرسہ کی کامیابی و ترقی کی دعا پر بخیر و خوبی ختم ہوا۔ اس شاندار اجلاس میں امتیازی حیثیت سے کامیاب طلبہ کو راس الاسخیا جناب شیخ عطاء الرحمن صاحب مہتمم دار الحدیث نے حسب دستور سابق مندرجہ ذیل تفصیل کیساتھ نقدی انعامات دیئے۔

مولوی محمد تسلیم خاں کو جماعت ہشتم میں اول آنے پر مبلغ عـ۱۰ـہ اور ایک سنہری قیمتی گھڑی۔ مولوی عبد اللطیف خاں کو جماعت ہشتم کی حدیث میں اول آنے پر عـ۱۰ـہ اور اردو میں تقریر کرنے پر للعہ کل للعہ۔ مولوی حاکم علی متعلم درجہ ہشتم کو جلسہ میں ایک عربی تقریر کرنے پر للعہ۔ مولوی ابوالقاسم متعلم درجہ ہشتم کو اردو تقریر کرنے پر ہے۔ مولوی محمد اسحاق متعلم درجہ ہشتم کو ایک عربی تقریر اور ایک عربی قصیدہ پر لعہ۔ مولوی نظیر الحسن کو درجہ ہفتم کی حدیث میں اول آنے پر عـہ اور اپنی جماعت میں اول آنے پر عـہ کل عـہ۔ مولوی عبد الجلیل بستوی کو جماعت ششم میں اول آنے پر عـہ عربی تقریر پر عـہ کل عـہ۔ مولوی احسان اللہ کو جماعت پنجم میں اول آنے پر عـہ عربی قصیدہ پڑھنے پر للعہ کل للعہ۔ علی محمد کو درجہ چہارم میں اول آنے پر عـہ اور چالیس حدیث (اربعین) زبانی سنانے پر ہے کل عـہ۔ عبد الشکور کو جماعت سوم میں اول آنے پر عـہ اور اربعین سنانے پر ہے کل عـہ۔ ابوالخیر متعلم جماعت سوم کو جلسہ میں اردو تقریر پر للعہ۔ عبد الجلیل بنگالی متعلم جماعت سوم ۹۰ حدیث مع اربعین سنانے پر عـہ۔ محمد ادریس اعظمی متعلم جماعت سوم کو خوشخطی پر عـہ۔ شمس الحق ملہٹی جینتوی متعلم جماعت سوم کو برابر نماز کی حاضری پر عـہ۔ حمید اللہ کو جماعت دوم میں اول آنے پر عـہ۔ حافظ عبد الحلیم بیتا بگڈھی متعلم جماعت دوم کو سو احادیث مع اربعین سنانے پر ہے۔ امام الدین کو برابر نماز کی حاضری پر عـہ۔ عبد الستار متعلم درجہ دوم کو ۶۰ احادیث مع اربعین سنانے پر للعہ اور نماز کی اکثر حاضری پر عـہ کل للعہ۔ عبد الرحمن مدراسی کو جماعت اولیٰ میں اول آنے پر عـہ، مدرسہ میں اول آنے پر عـہ کل عـہ۔ محمد ابراہیم و محمد اکبر کو درجہ اول کے قرآن میں سب سے زیادہ مگر برابر نمبر حاصل کرنے پر تین تین روپیہ (سے)۔ ضیاء الدین متعلم درجہ اول کو جلسہ میں اردو تقریر پر ہے۔ عطاء اللہ متعلم درجہ اول کو اربعین اچھی طرح سنانے پر عـہ (نیز اسکو حاجی عبد الصمد ثناء اللہ صاحب سوداگر کیطرف سے عـہ)۔ عبد العزیز پوربی متعلم درجہ اولیٰ کو اربعین سنانے پر للعہ۔ عبد المجید کو جماعت ادنیٰ میں اول آنے پر ہے اور اربعین بہترین طرز سے صاف صاف سنانے پر عـہ (نیز اسکو حاجی عبد اللہ ثناء اللہ صاحب سوداگر کیطرف سے عـہ) کل عـہ۔ عبد العزیز پنجابی متعلم جماعت ادنیٰ کو اس جماعت میں اول آنیوالے (عبد المجید) سے صرف ایک نمبر کی کمی ہونیکی وجہ سے مبلغ عـہ انعام میں دیئے گئے۔ رحمانیہ سے باہر کے دو طالب علم کو بھی حسب اعلان اشاعت حدیث کیلئے جلسہ میں اربعین سنانے پر انعام دیا گیا یعنی ثناء اللہ پنجابی کو ہے اور عبد الحکیم بنگالی کو للعہ۔ کل جناب مہتمم صاحب کی طرف سے دو سو بارہ (۲۱۲ء) روپے بروقت جلسہ میں انعامات کے تقسیم کئے گئے۔ علاوہ ازیں تین سو روپیہ کے قریب نادر طلباؤں کے گھر جانے کے لیے کرایہ کے لئے دیئے۔

آخر میں ہماری دعا ہے کہ خدا شیخ صاحب موصوف کو ان اعمال حسنہ کی جزائے خیر دے اور اس بے نظیر درسگاہ کو روز افزوں ترقی عطا کرے۔ آمین۔

عبد الحلیم ناظم مدیر محدث

نوٹ:- دار الحدیث کی سالانہ تعطیل کیوجہ سے تمام طلبہ و مدرسین کی طرح خاکسار ایڈیٹر محدث بھی ۱۰ شعبان سے ۱۰ شوال تک ایام تعطیل گذارنے یا سال بھر کی محنت کے بعد آرام لینے کیلئے اپنے وطن میں رہیگا۔ ہاں ہم ان دونوں درمیانی مہینوں کا محدث خاکسار کے غائبانہ میں بھی حسب

قصیدۂ دعائیہ

پیش کردہ جمعیۃ الخطابہ

اس قصیدہ کو جمعیۃ الخطابہ کی طرف سے دار الحدیث رحمانیہ کے تیرہویں سالانہ اجلاس منعقدہ ۲۷ نومبر ۱۹۳۸ء میں ... نے پڑھکر حاضرین کو سنایا۔

إلهي على ذي الرحم إلهي تفضلن   وأدخله في جنات عدن مكرما

اے الله مرحوم حاجی ... صاحب پر اپنا فضل و کرم کر اور انھیں اپنی ہمیشگی والی جنت الفردوس میں جگہ دے

وزوجته فارحم ونوّر ضريحهما   بأصناف آلاء عليهما وأنعما

اور ان کی اہلیہ محترمہ پر بھی رحم فرما اور ان کی قبر کو نور سے معمور کر اور انھیں اپنی ہر قسم کی نعمتیں عطا فرما۔

فقد غرسوا ... عظيما ببلدة   من العلم ولادله منقوما

ان کی اولاد نے دہلی میں ... شاخوں اور مضبوط جڑوں والا علم کا عظیم الشان درخت لگا دیا ہے +

وتقطف ... الزمان بظله   ونقطف من أثماره ما تنعما

جس کے سایہ سے اور جس کے پھلوں سے تمام دنیا فائدہ اٹھا رہی ہے

لقد منحوا الدنيا علوما معارفا   وأغنوا ضواحيها سخاء وتكرما

انھوں نے جہاں ایک طرف دنیا کو علوم دینیہ سے سیراب کیا وہاں دوسری جانب ان کی حالت بھی اپنی فیاضی اور سخاوت سے درست کر دی

إلهي على أولاده فتعطفن   على من قضى نحبا له كان مبرما

بس اے الله مرحوم حاجی کرم الہی ... کی اس اولاد پر رحم و کرم فرما جو اس دنیا سے رحلت فرما چکی ہے + + +

فأمنن على عبد الستار نا العلى   ووالده عبد الرحمن أعظما

اور ان کی اولاد کی اولاد پر بھی خصوصاً حاجی عبد الستار اور ان کے والد حاجی عبد الرحمن صاحب پر

شآبيب رحمات الوسيعة ممطرا   وزحزحهما عن حر نار جهنما

+ + + + خدایا اپنی وسیع رحمت کے جھوم جھوم کر برسنے والے بادلوں سے پوری پوری بارشیں ان پر ہر وقت برساتا رہ اور انھیں دوزخ کی آگ بلکہ اس کی حرارت سے بھی دور رکھ۔

وأعط عطاء عزة ومكارما   وأولاده نعمهم ثم أكرما

اے الله عطاء الرحمن صاحب کی عزت و اقبال میں ترقی عطا فرما اور انھیں ہمیشہ خوشحال اور فارغ البال ... رکھ اور ان کی اولاد کو بھی

فأعلى كتاب الله لما اعتنى الورى   بما ليس في شيء من الدين قيما

دین اسلام پر مستقیم رہ کر انھوں نے اس وقت خدا تعالیٰ کے کلام کو بلند کیا جس وقت لوگوں نے دین کے ساتھ بے اعتنائی کر کے لایعنی چیزوں کو اہمیت دی۔

وأكثر بذل المال في كل مهمة   وأصلح من ركن الهدى ما تهدما

اس عظیم الشان خدمت میں وہ اپنا روپیہ پانی کی طرح بہا رہے ہیں اور اسلام کے اس رکن کی درستگی میں مشغول ہیں جو ٹوٹ جانے کے قریب پہنچ چکا تھا۔

وقام بدين لم يزل متبتلا   على نفسه نفع الأنام تحتما

دنیوی کاموں کو چھوڑ چھاڑ کر دین خدا پر قائم ہو کر خدمت خلق میں کمربستہ ہیں۔

مع الثروة العظمى يرى متبذلا   وبالرجل الأدنى يرى متكلما

باوجود دولت و ثروت کے ان میں کوئی غرور و گھمنڈ نہیں بلکہ ادنیٰ سے ادنیٰ انسان کے ساتھ وہ نہایت ہی خندہ پیشانی اور نرم کلامی سے پیش آتے ہیں

غذى دمث الأخلاق بعد أشده   وشرخ شبابه على الخير مقدما

خوش اخلاقی اور نرم مزاجی ان کی طبیعت کا جوہر ہے۔ اور وہ ہر نیک کام میں آگے بڑھکر پورا حصہ لیتے ہیں۔

عليه سلام ما الطيور تغردت   وتنشد على أغصان بان ترنما

ان پر سلامتی ہو جب تک کہ چڑیاں شاخہائے گل پر ترنم و نغمہ سرائی کریں + + + + + + + + + +

ويقضي زمانا في سرور ونضرة   ويلقى البقاء دائم شاد مزمزما

اور جب تک کہ گویا نغمہ توحید کے ساتھ نغمہ سنجی کرے ممدوح مذکور سرمدی حیات و ابدی بقا کے ساتھ ہم کنار رہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

احکام رمضان

(از جناب مولانا احمد اللہ صاحب دھلوی شیخ الحدیث رحمانیہ)

روزۂ رمضان اسلام کی بنیاد ہے۔

اسلام کے پانچ ارکان ہیں۔ توحید و رسالت، نماز، زکوٰۃ، روزۂ ماہِ رمضان، اور حج بیت اللہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب چالیس برس کے ہوئے تو خلعت نبوت کے ساتھ متصف ہوئے۔ ابتداء نبوت سے تعلیم توحید کی شروع ہوئی اور اتباع رسالت کی فرضیت اور وجوب کا بیان ہوا اور ہوتا رہا۔ ملائکہ پر ایمان لانا۔ ان کتب پر جو انبیاء پر نازل ہوئیں اور کل انبیاء پر ایمان لانا۔ قیامت و حساب کتاب۔ تقدیر الٰہی پر ایمان لانا۔ اور کل اعتقادی باتوں کا بیان ہوتا رہا نیز شرک کی مذمت اور محرمات الٰہی وغیرہ کا بیان ہوتا رہا۔ پانچویں برس رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی۔ معراج کی رات پانچ وقت کی نماز فرض ہوئی۔ آپ مکہ ہی میں تھے۔ نماز کے بعد ہجرت سے پہلے زکوٰۃ فرض ہوئی۔ دوسرے سال ہجرت کے روزۂ رمضان فرض ہوئے۔ اس کے بعد آٹھویں سال فتح مکہ کے وقت میں حج بیت اللہ فرض ہوا۔ توحید و اعتقادی باتیں راس الطاعات ہیں یعنی کل عبادات وغیرہ کی جڑ اور بنیاد۔ اور ارکان اس کی شاخیں ہیں۔ جب آدمی توحید میں کامل ہوگیا۔ آخرت کا پختہ یقین ہوگیا اس وقت شریعت کی کل باتوں کی تعمیل انسان پر آسان ہوجاتی ہے۔

ماہِ رمضان کا روزہ فرض ہے

قال اللہ تعالیٰ یایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم الایہ فرمان الٰہی ہے۔ اے ایمان والو روزہ تم لوگوں پر فرض کردیا ہے۔ کہ تم پرہیزگار رہو۔ اور تیسری آیت جو اس کے بعد ہے اسمیں اسبات کو بیان فرمایا کہ وہ روزہ کا مہینہ رمضان مبارک ہے۔ ایک مہینے کے روزے فرض ہیں۔ اسکا منکر کافر ہے۔ تارک روزہ بغیر عذر فاسق فاجر دوزخ کی آگ دھکتی اس کیلئے ہے شریعت الٰہی میں روزہ نام ہے کھانے کی چیز اور پینے کی چیز سے اور بیوی سے صحبت کرنے سے صبح صادق سے آفتاب ڈوبنے تک پرہیز کرنیکا۔

چاند کا دیکھنا اور اس کا حکم

مہینہ عربی کبھی انتیس کبھی تیس دن کا ہوتا ہے جس وقت چاند رمضان کا ہوگیا روزہ رکھنا فرض ہوگیا۔ قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم صوموا لرویتہ وافطروا لرویتہ فان غم علیکم فاکملوا عدۃ شعبان ثلثین متفق علیہ (صحیح بخاری صحیح مسلم) نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں چاند دیکھنے پر روزہ رکھو چاند دیکھنے پر افطار کرو۔ اگر ابر ہوجائے شعبان کے تیس دن پورے کرو یعنی تیس دن شعبان کے پورے کرکے اسکے بعد سے پھر روزہ رمضان شروع کرو۔ اسی طرح بعد رمضان کے شوال کا چاند دیکھا جاوے انتیس یا تیس روزہ کے بعد افطار کر ڈالو۔ رمضان شریف ختم ہوا۔ اگر ابر کے سبب سے چاند عید کا نہ دیکھا۔ رمضان کے روزے تیس پورے کرکے افطار کرنا ضروری ہے نماز عید کی پڑھیں۔ ابر یا غبار کے سبب سے بعض جگہ چاند دیکھا نہ گیا۔ اور بعض جگہ لوگوں نے اسی روز چاند دیکھ لیا ان کی شہادت کی بنا پر روزہ

رکھنا ہوگا۔ دو سے زیادہ نے دیکھا بہت بہتر ہے اگر ایک شاہد بھی سچا عادل متقی ہے اور اس نے شہادت دی کہ میں نے چاند فلاں جگہ دیکھا فلاں وقت۔ اسکی شہادت پر بھی روزہ رکھنا ہوگا۔

عن ابن عباس قال جاء اعرابی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی رأیت الھلال یعنی ھلال رمضان فقال اتشھد ان لا الٰہ الا اللہ قال نعم قال اتشھد ان محمدا رسول اللہ قال نعم فقال یا بلال اذن فی الناس ان یصوموا غدا (رواہ ابو داؤد و ترمذی نسائی ابن ماجہ دارمی)۔

ایک بدوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں (وہ اکیلا ہے اسکا کوئی شریک نہیں) کہا ہاں (میں گواہی دیتا ہوں) آپ نے فرمایا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ کہا ہاں (میں گواہی دیتا ہوں) آپ نے فرمایا اے بلال لوگوں میں اعلان کردے کہ کل سے لوگ روزہ رکھیں۔

عن ابن عمر قال تراءی الناس الھلال فاخبرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی رأیتہ فصام و امر الناس بصیامہ۔ رواہ ابو داؤد۔ والدارقطنی والدارمی وابن حبان والحاکم وصححہ والبیہقی وصححہ ابن حزم۔

عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں لوگ چاند دیکھ رہے تھے (لیکن ان لوگوں نے نہ دیکھا) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ میں نے چاند دیکھ لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھ لیا۔ اور لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ یہ حدیث صحیح ہے اور حدیث عبداللہ بن عباس کی مرسل ہے یہ حدیث پہلی حدیث کی شاہد ہے اور حدیثیں بھی اسکے تابع ہیں۔

تیسری حدیث۔ عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اختلف الناس فی اخر یوم من رمضان فقدم اعرابیان فشھدا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللہ لاھلا الھلال امس عشیۃ فامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الناس ان یفطروا۔ رواہ احمد ابو داؤد وزاد فی روایۃ وان یغدوا الی مصلاھم رواہ احمد ابو داؤد والنسائی وابن ماجہ وصححہ ابن المنذر وابن السکن وابن حزم۔ حدیث اول بھی صحیح ہے۔ سکت عنہ ابو داؤد والمنذری ورجالہ رجال الصحیح نیل الاوطار۔ ایک صحابی فرماتے ہیں لوگوں نے اختلاف کیا رمضان کا آخر دن تھا (چاند ہوا یا نہیں) دو شخص مسلمان باہر سے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شہادت دی کہ ہم لوگوں نے چاند دیکھا کل شام کو۔ آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ لوگ روزہ افطار کرلیں۔ اور فرمایا صبح ہوئے عیدگاہ میں لوگ چلیں نماز عید کیلئے۔ ابو داؤد وغیرہ کی روایت ہے صحیح ہے۔ حاصل احادیث مذکورہ کا یہ ہوا۔ روزۂ رمضان کے لئے ایک گواہ دیندار کی شہادت کافی ہے۔ دو کی یا زیادہ کی ہو بہتر ہے۔ روزہ رکھنا فرض ہوگا۔

رمضان مبارک کے خاتمے پر روزہ ترک کرنے کیلئے دو گواہ متقی دیندار کی ضرورت ہے جو وقت دو شاہدوں نے گواہی دی کہ ہم نے انتیس رمضان کو چاند دیکھا ہے۔ روزہ لوگ افطار کردیویں اور صبح نماز عید کی ادا کریں۔ اگر شاہد نامعلوم ہیں یا فاسق فاجر ہیں ان کی شہادت کا کچھ اعتبار نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ۔ واشھدوا ذوی عدل منکم۔ وقال تعالیٰ یا ایھا الذین امنوا ان جاءکم فاسق بنبا فتبینوا الآیہ۔ ان دو آیتوں سے ثابت ہوا گواہ اور خبر دینے والا عاقل عادل متقی دیندار ہونا چاہیے۔

نیل الاوطار میں ہے والحدیثان المذکوران فی الباب یدلان علی انھا تقبل شھادۃ الواحد فی دخول رمضان۔ عبداللہ

بن مبارک احمد بن حنبل و امام شافعی وغیرہ کا یہی مذہب ہے۔

امام نووی شارح صحیح مسلم۔ شرح مسلم میں فرماتے ہیں۔ لا تجوز شهادة عدل واحد على هلال شوال عند جميع العلماء الا ابا ثور فجوزه بعدل انتهى (یعنی رمضان کے ختم ہونے کیلئے ایک آدمی کی شہادت جائز نہیں۔ اور نہ اس کی شہادت پر روزہ ترک ہوگا۔ تمام علماء کا اتفاق ہے۔ سوا ابو ثور کے۔

یوم الشک شعبان کی آخری تاریخ تیسویں دن کو روزہ رکھنا رمضان کے خیال سے درست نہیں اسلئے کہ انتیس شعبان کو چاند نہیں ہوا کسی نے اسکے بعد روزہ رکھا کہ اگر چاند کی خبر آگئی تو روزہ رمضان کا ہوگا۔ اور اگر چاند ثابت نہ ہوا تو روزہ نفلی ہوگا اس شک کے سبب سے روزہ درست نہیں۔ وعن عمار بن ياسر قال من صام اليوم الذى يشك فيه فقد عصى ابا القاسم صلى الله عليه وسلم ابو داؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ۔ جس نے یوم الشک میں روزہ رکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نے نافرمانی کی۔ رمضان کے استقبال کیلئے روزہ رکھنا ایک دو روز پہلے ناجائز ہے۔ اگر کسی شخص کی عادت تھی نفلی روزہ رکھنے کی اور دنوں میں روزہ رکھنے کا اتفاق نہ ہوا اس شخص کو اجازت ہے کہ آخر شعبان میں وہ روزہ مقررہ رکھ لیوے۔ سنن ابی داؤد میں ہم معنے حدیث موجود ہے۔

چاند ایک شہر کا دوسری جگہ کیلئے ایک شہر یا ملک میں چاند دیکھا جاوے دوسرے شہر یا ملک کیلئے کافی ہے یا نہیں۔ اسمیں علماء امت کے دو فریق ہیں ایک گروہ جائز رکھتے ہیں۔ دوسرے گروہ جائز نہیں رکھتے اگر دونوں شہروں میں زیادہ فاصلہ ہو جس سے آفتاب کے طلوع غروب میں زیادہ اختلاف ہو۔ دونوں فریق دلائل پیش کرتے ہیں۔ لیکن دوسرے فریق کے جو دلائل ہیں اس پر عمل کرنے سے عوام میں خلجان پیدا نہیں ہوتا۔ امام ترمذی فرماتے ہیں ایک شہر کی رویت دوسرے شہر کے لئے کافی نہیں بلکہ اپنے اپنے دیکھنے پر عمل کریں۔ مثلاً کلکتہ اور دہلی کے غروب آفتاب میں آدھ گھنٹے کا اختلاف ہے یا اس سے زائد اگر کلکتہ میں آفتاب غروب ہوگا پانچ بجے۔ تو دہلی میں غروب ساڑھے پانچ بجے کے بعد ہوگا۔ ایسے وقت میں بعض اوقات کلکتہ میں چاند دیکھا جاتا ہے اور دہلی میں نہیں دیکھا جاتا۔ یا دہلی میں چاند ہوتا ہے اور کلکتہ میں نہیں اس صورت پر اختلاف لازمی ہے۔ تو اس وقت میں حدیث ابن عباس رضی کی جو مسلم میں ہے بروایت کریب تابعی پر عمل کرنے سے کوئی تنازع نہیں ہوتا یعنی ایک شہر بعید مسافت کا چاند دوسرے شہر ضلع کیلئے کافی نہیں بلکہ اپنے ملک کے دیکھنے چاند پر عمل کریں۔ اور اگر قریب قریب کے شہر اور ضلع میں چاند ہوا۔ لوگ روزہ رکھیں اگرچہ اس شہر والوں نے نہیں دیکھا شرط ہے شہادۃ معتبر سے ثبوت چاند کا ہونا چاہیئے۔

روزہ میں نیت کرنا نفلی روزہ ہو یا فرضی روزۂ رمضان ادا اور قضا یا روزہ نذر ہر ایک میں نیت کرنا لازمی ہے نیت رات ہی سے روزہ کی کرلی جاوے یہی بہتر ہے۔ اور اگر رات میں روزہ کی نیت نہیں کی کسی وجہ سے صبح کے وقت یا بعد طلوع آفتاب دن میں نیت کرلینا چاہیئے دوپہر سے پہلے صحیح ہے روزہ صحیح ہوگا۔ اس امر پر حدیث روزہ عاشورہ والی۔ صحیح بخاری صحیح مسلم میں جو وارد ہے کھلی دلیل ہے وہ یہ ہے عن سلمة بن الاكوع ان رسول الله صلى الله عليه وسلم امر رجلا من اسلم ان اذن فى الناس اذ فرض صوم عاشوراء الا كل من اكل فليمسك ومن لم يأكل فليصم۔ رواه البخاری وغیرہ۔ جو روایت رات میں نیت کرنیکی ہے وہ مستحکم ہے۔ روزہ کی نیت کرنا رات میں بہتر ہے اس صورت میں دونوں حدیثوں میں تطبیق ہو جاتی ہیں۔

فضیلت روزہ رمضان روزہ رمضان ہر ایک عاقل بالغ پر فرض ہے۔ مرد ہوں یا عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فرماتے ہیں (اے مسلمانو!) رمضان کا مہینہ تمہارے سامنے آیا مہینہ برکت والا ہے۔ اس مہینہ کے روزہ تمہارے اوپر فرض کیا
دروازے آسمان کے اس مہینہ میں کھل جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ اور شیطان سرکش قید کر دیئے جاتے ہیں۔
اس مہینہ رمضان میں ایک رات اللہ کے نزدیک ہزار مہینے سے بڑھکر ہے۔ جو شخص شب قدر سے محروم رہا (عبادت ذکر اللہ نہ کیا)
بیشک محروم ہو گیا (ثواب سے) احمد نسائی۔ ایک حدیث اور سنن ابن ماجہ میں ہے حدیث مذکور کے ہم معنی ہے۔

ابوہریرۃ صحابی بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رمضان داخل ہوتا ہے دروازے آسمان کے
کھل جاتے ہیں۔ دروازے جنت کے کھول دیئے جاتے ہیں۔ دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ شیطان کی جماعت زنجیروں سے
جکڑ دی جاتی ہے۔ دروازے رحمت کے کھل جاتے ہیں۔ بخاری مسلم۔

سہل بن سعد صحابیؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جنت کے آٹھ دروازے ہیں ایک دروازہ کا نام ریان
ہے۔ اس دروازے سے (جنت میں) نہیں داخل ہونگے مگر روزہ دار۔ صحیح بخاری صحیح مسلم۔ یہ دروازہ روزہ داروں کے مناسب ہے۔ ریان ہے
ری سے ری کے معنی سیرابی کے ہیں یعنی جو لوگ دنیا میں بھوکے پیاسے رہتے روزے کے سبب سے ان کے لئے اعلیٰ مرتبے ہیں
دروازہ بھی سیرابی والا ہے جو باعث ہے روزہ داروں کی خوشخبری کا۔ جسوقت دروازہ جنت کا دکھائی دیگا لوگ خوش ہو جائینگے۔

ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جتنے عمل اولاد آدم کے نیک ہیں دس گنا بڑھائے
جاتے ہیں سات سو تک (ثواب میں) فرماتا ہے اللہ پاک مگر روزہ پس میرے ہی لئے ہے میں ہی اسکا بدلہ دونگا۔ میرے ہی سبب سے (میری
خاطر) کھانا (پینا) خواہش کو چھوڑ دیا۔ روزہ دار کیلئے دو خوشی ہے۔ ایک خوشی (اسکو حاصل ہوتی ہے) افطار کرنے کے وقت۔ اور ایک
خوشی ہوگی جسوقت اپنے رب سے ملاقات کریگا۔ روزے دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک بہتر ہے خوشبو مشک سے۔ روزہ (عذاب
الٰہی کے سامنے) ڈھال ہے۔ جب کوئی شخص روزہ کے دن میں روزہ رکھے نہ بیہودہ بات کرے نہ شور شار کرے۔ اگر کوئی شخص
اس سے گالی گلوچ کرے یا جھگڑا کرے۔ روزہ دار اس سے کہے بیشک میں روزہ سے ہوں۔ صحیح بخاری مسلم۔

غیبت جھوٹ وغیرہ سے روزہ قبول نہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جو شخص جھوٹ سے پرہیز نہیں
کرتا اور ناجائز کام سے غیبت۔ دھوکہ بازی دغا بازی برے کام بیہودہ
حرکتوں سے پرہیز نہیں کرتا۔ اللہ پاک کو اسکے روزہ کی کچھ پرواہ نہیں اسکے ہم معنی حدیث بخاری۔ ابوداؤد ترمذی میں موجود ہے چیخنا۔ چلانا
جہالت کی باتیں کرنا روزہ کی حالت میں سخت منع ہے لڑنا جھگڑنا سخت منع ہے روزہ اسکی وجہ سے برباد ہو جاتا ہے۔ تجارت وغیرہ کے
معاملات میں ضروری باتیں کرنا درست ہیں لیکن جھوٹ سے پرہیز کرے۔ بلاضرورت زبان بند رکھے ذکر اللہ میں زبان جاری رہے۔

رخصت شرعی

بیمار مسافر کو روزہ رکھنے نہ رکھنے میں رخصت ہے فرمایا اللہ پاک نے فمن کان منکم مریضا او علی
سفر فعدة من ایام اخر الآیہ جو شخص تم لوگوں سے کوئی بیمار ہو یا مسافر دوسرے دن میں روزے رکھکر
گنتی پوری کرے۔ آرام کا سفر ہو ایسے وقت میں روزہ رمضان کا رکھنا افضل ہے۔ تکلیف والا سفر ہو اسمیں روزہ رکھنا ناجائز ہے
حدیث بخاری مسلم میں یہ حکم موجود ہے۔

بوڑھی بوڑھے اگر روزہ رمضان رکھنے پہ قدرت نہ رکھیں یا کمزوری کے سبب سے روزہ رکھنے میں اٹھنا بیٹھنا مشکل ہو جائیگا۔

ایسے وقت میں روزہ نہ رکھیں۔ ہر روزہ کے بدلہ ایک مسکین کو کھانا دیا کریں درست حاملہ عورت یا مرضعہ دودھ پلانے والی عورت بچے کو ان دونوں کی اجازت ہے مشقت کے وقت میں یا دودھ خشک ہونیکا خوف ہے روزہ نہ رکھیں ہر ایک روزہ کے بدلے میں روزانہ ایک مسکین کو کھانا دیویں جب تندرست ہو گئیں اور کچھ خوف نہیں رہا بہتر ہے قضا دیویں اور اگر روزہ کی قضا نہ رکھیں وہی کھانا دینا کافی ہے۔

عن انس بن مالک الکعبی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ عزوجل وضع عن المسافر الصوم و شطر الصلوٰۃ وعن الحبلیٰ والمرضع رواہ الخمسۃ وحسنہ الترمذی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بیشک اللہ عزوجل نے مسافر کو روزہ اور نماز کے قصر کرنے میں رخصت دیدی اور حاملہ اور مرضعہ کو روزہ ترک کرنے میں رخصت عنایت فرمائی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین منسوخ نہیں اپنے حکم میں باقی ہے ھی للشیخ الکبیر والمرأۃ الکبیرۃ لا یستطیعان ان یصوما فیطعمان مکان کل یوم مسکینا۔ بخاری وعن عکرمۃ ان ابن عباس قال للحبلی والمرضع رواہ ابوداؤد۔ آیت مذکورہ میں یہ معذورین داخل ہیں بوڑھی بوڑھے۔ حمل والی عورت اور دودھ پلانے والی عورت روزہ ترک کریں عذر کے سبب سے ہر روزہ کے بدلے میں روزانہ ایک مسکین کو کھانا کھلاویں۔

روزہ کی قضا

جو عذر شرعی سے رمضان میں روزہ نہ رکھ سکا مانند مسافر بیمار حائضہ عورت کے رمضان کے بعد ہی جلدی روزے کی قضا رکھنا بہتر ہے۔ اور اگر کسی وجہ سے تاخیر ہو گئی تو دوسرے رمضان کے آنے تک روزہ رکھ لیویں۔ پے درپے لگاتار رکھیں یا ناغہ دیکر دونوں طرح درست ہے۔ جہاں تک ہو قضا رکھنے میں جلدی کریں۔ مقدر سے کہیں موت نہ آجاوے اور روزے اسکے ذمہ رہ جاویں۔ عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال قضاء رمضان ان شاء فرق وان شاء تابع رواہ الدارقطنی وقد صححہ الجوزی۔ ایک حدیث مرسل حسن الاسناد اسکی متابع بھی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں رمضان کے روزہ کی قضا چاہے پے درپے رکھے یا کبھی کبھی ناغہ دیکر رکھے۔ اصل گنتی روزہ کی قضا پوری کرے۔

کوئی شخص مرد یا عورت مرجاوے اور ان کے ذمہ روزہ کی قضا دینا باقی ہے۔ اس صورت میں جو اسکے وارث ولی ہیں روزہ اس کی جانب سے رکھدیں درست ہے میت کے ذمے سے فرض ادا ہو جائیگا۔ عن عائشۃؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من مات وعلیہ صیام صام عنہ ولیہ متفق علیہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو مرگیا اور اس کے ذمہ کوئی روزہ ہے ولی روزہ رکھدیں۔ رمضان کا روزہ ہو یا روزۂ نذر دونوں میت کی جانب سے رکھنا درست ہے۔ اور اگر وارث لوگ میت کی جانب سے ہر ایک روزے کے بدلے میں کھانا دیویں یہ بھی درست ہے اسکے متعلق حدیث مرفوع آئی ہے لیکن ضعیف ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ عبداللہ بن عباس صحابی وغیرہ کا البتہ صحیح طور پر فتویٰ موجود ہیں۔

روزہ کا کفارہ وغیرہ

جو شخص کوئی روزہ قصداً بلا عذر کھانا کھا کر یا پانی پی کر ترک کر دیوے۔ سخت گناہ کا مرتکب ہوا۔ توبہ کرے اور روزہ کی قضا ادا کرے اسکے ذمہ کفارہ ہے یا نہیں بعض اہل علم کفارہ کے قائل ہیں لیکن اس امر پر کوئی حدیث صحیح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے موجود نہیں۔

اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے روزے کی حالت میں صحبت کرے کفارہ اس صورت پر دینا لازم ہے اور اس روزے کی قضا بھی ادا کرے۔ اسکا کفارہ یہ ہے ایک غلام آزاد کرے اور اگر اس پر قدرت نہیں دو ماہ کے روزے پے درپے رکھے۔ اور اگر اس پر بھی قدرت

نہیں۔ ساٹھ مسکین کو کھانا کھلاوے حدیث صحیح بخاری صحیح مسلم ابوداؤد۔ ابن ماجہ وغیرہ میں اسکا حکم موجود ہے۔

جو کوئی شخص روزے کی حالت میں بھول کر ہو انسیا نا کھانا کھالیوے یا پانی پی لیوے جو وقت یاد آجاوے منہ کا لقمہ یا پانی اسیوقت پھینکدیوے روزہ میں کوئی نقصان نہیں روزہ صحیح ہے۔ عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من نسی وھو صائم فاکل او شرب فلیتم صومہ فانما اطعمہ اللہ وسقاہ رواہ البخاری ومسلم وغیرھما ابوہریرۃؓ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے بھول کر کھانا کھا لیا یا پانی وغیرہ پی لیا۔ روزہ پورا کرے۔ اللہ نے اسکو کھلا دیا اور پلا دیا۔ بخاری مسلم یعنی اس کے ذمہ نہ قضا ہے نہ کفارہ روزے کا ثواب بھی ملیگا۔

اسی طرح اگر کوئی شخص بھول کر روزے کی حالت میں بیوی سے صحبت کرے لیکن جو وقت یاد پڑے اسیوقت علیحدہ ہوجاوے روزہ میں کوئی نقصان نہیں۔ نہ ان دونوں کے ذمہ قضا ہے نہ کفارہ۔

روزہ کی حالت میں کیا چیزیں مباح ہیں کیا نہیں

سرملگانا تیل سر میں بدن میں ملنا درست ہے روزہ کی حالت میں خوشبو کا استعمال بہتر ہے۔ فصد لینا پچھنا لگانا حالت روزہ میں درست ہے اگر ضعف و کمزور ہوجانیکا خوف ہو تو بہتر نہیں اسلئے کہ روزہ میں نقصان ہوگا۔ روزہ کی حالت میں میاں بیوی سے بوسہ کنار ہو سکتا ہے لیکن یہ اس کے لئے اجازت ہے جو اپنے نفس پر قابو رکھتا ہو۔ کہیں صحبت کی صورت نہ ہوجائے ورنہ کفارہ لازم آئیگا اور سخت گنہگار ہوگا۔ ایک شخص نوجوان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بوس وکنار ہونیکی بیوی سے اجازت مانگی آپ نے اسکو اجازت نہیں دی۔ اور ایک بوڑھے نے اجازت طلب کی آپ نے اسکو اجازت دیدی۔ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رجلا سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن المباشرۃ للصائم فرخص لہ واتاہ اخر فنھاہ عنھا فاذالذی رخص لہ شیخ و اذالذی نھاہ شاب رواہ ابوداؤد وسکت عنہ ابوداؤد والمنذری والحافظ فی التلخیص۔

عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقبل وھو صائم ویباشر وھو صائم ولکنہ کان املککم لاربہ۔ رواہ الجماعۃ الا النسائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوس وکنار ہوتے تھے (بیویوں سے) اور آپ نفس پر خوب قابو رکھنے والے تھے۔ روزہ کی حالت میں کھانا پینا اور بیوی سے صحبت کرنا حرام ہے ان تینوں باتوں میں سے کسی بات کا مرتکب ہوگا۔ روزہ ٹوٹ گیا اور سخت گنہگار ہوا۔

سورج غروب ہونیکے بعد سے کھانا پینا جائز ہے تمام رات اور بیویوں سے صحبت کرنا بھی تمام رات درست ہے جبتک صبح کی روشنی نہ ہو۔ جب صبح ہونیکا وقت قریب آگیا کھانا پینا بند کردینا چاہئے اور بیوی سے اگر صحبت رات میں کیا۔ اور صبح ہونے کے بعد غسل کیا درست ہے قرآن شریف و حدیث صحیح مسلم وغیرہ سے یہ ثابت ہے۔ دن کو سونے کی حالت میں احتلام ہوگیا روزہ صحیح ہے روزہ میں کوئی نقصان نہیں

وقت پر افطار کرنا ثواب کا باعث

جب سورج مغرب کی طرف غروب ہوگیا اور پورب سے سیاہی بعد غروب ظاہر ہوئی روزہ کھولنے کا وقت آگیا۔ عن ابن عمر قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا اقبل اللیل من ھھنا وادبر النہار من ھھنا وغابت الشمس فقد افطر الصائم۔ بخاری مسلم۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے جب رات سامنے آئی اور دن نے پیٹھ پھیری

اس جانب سورج غروب ہوگیا بیشک روزہ دار نے روزہ افطار کر دیا۔ یعنی افطار کرنا ہے۔ جلدی افطار میں کرے تاخیر نہ کرے لیکن افطار کرنیکے وقت میں شک نہ کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ لایزال الناس بخیر ما عجلوا الفطر۔ بخاری مسلم۔ یعنی لوگ ہمیشہ بھلائی میں رہیں گے جب تک افطار میں جلدی کرینگے۔ حدیث قدسی میں آیا ہے اللہ پاک فرماتا ہے۔ ان احب عبادی الی اعجلھم فطرا۔ بیشک میرے بندے وہ بہت ہی محبوب ہیں مجھے جو جلدی کرتے ہیں روزہ کھولنے میں۔ احمد ترمذی یہ حدیث حسن ہے

ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت ہمیشہ بھلائی پر رہیگی جب تک سحری کھانے میں تاخیر کرینگے۔ اور افطار میں جلدی کرینگے۔ احمد

حضرت انس کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سحری کھاؤ بیشک سحری کھانا برکت کی چیز ہے۔ رواہ مسلم وغیرہ۔ اور ایک حدیث میں ہے ہے سحری کھا کر روزہ کیلئے قوت حاصل کرو۔ دن میں قیلولہ کرکے تہجد کی نماز میں مدد لو۔ ابن ماجہ حاکم۔ یعنی جسوقت سحری کے وقت میں کچھ کھا پی لیگا روزہ رکھنے میں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ دوپہر کے وقت میں کچھ سو لینے سے جو لوگ رات میں تہجد پڑھتے ہیں ٹھیک تہجد کے وقت اٹھ کھڑے ہونگے نیند کا غلبہ نہیں ہوگا۔

مسلمانوں کے روزہ میں اور یہود نصاریٰ کے روزے میں فرق ہے وہ لوگ سحری نہیں کھاتے مسلمانوں کو سحری کھانا چاہئے مسلم ترمذی وغیرہ میں حدیث اسی طرح ہے اللہ پاک رحمت نازل فرماتا ہے اور فرشتے دعاء مغفرت کرتے ہیں سحری کھانے والوں پر۔ ایک حدیث میں ہے سحری کرو اگرچہ ایک گھونٹ پانی ہو۔ ابن حبان کی یہ دونوں حدیثیں ہیں۔ نیل الاوطار۔

اگر کھجور ملے اس سے روزہ کھولنا سنت ہے اگر نہ ملے تو پانی سے روزہ افطار کرنا سنت ہے۔ عن انس مرفوعا من وجد التمر فلیفطر علیہ ومن لم یجد التمر فلیفطر علی الماء فانہ طہور۔ رواہ الترمذی والحاکم وصححہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقت افطار کے یہ دعا پڑھتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ۔ یہ دعا بھی ثابت ہے۔ ذھب الظماء وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو کھجور پاوے اس سے افطار کرے اور جو نہ پاوے پانی سے افطار کرے۔ پانی صاف ستھری چیز ہے۔ روزہ دار روزہ جلدی افطار کرے اور نماز مغرب کیلئے جلدی کرے یہ سنت ہے مسلم۔ ایک حدیث میں وارد ہے اچھی سحری مومن کی کھجور ہے۔ ابن حبان نیل۔ صبح صادق سے پہلے سحری کھا کر فراغت حاصل کرے۔ شک سے بچنا چاہئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سحری میں اور فجر کی نماز میں پچاس آیت پڑھنے کے فرق ہوتا تھا (بخاری مسلم) آخر رات میں سحری بہتر ہے اگر کوئی شخص اذان کے وقت دودھ وغیرہ کا پیالہ لئے ہوئے ہے پی لینا چاہئے۔ بشرطیکہ اذان مشکوک وقت میں ہو رہی ہے کہ فجر قریب ہے سفیدی ظاہر نہیں ہوئی۔ مشکوک وقت میں فجر کی آذان درست ہے۔

رمضان میں دو اذان

ماہ رمضان میں اگر دو آذانیں کہی جاویں ایک آذان آخر رات سحری تہجد کیلئے اور ایک اذان بعد صبح صادق نماز کیلئے سنت ہے۔ عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان بلالا ینادی بلیل فکلوا واشربوا حتی ینادی ابن مکتوم قال وکان ابن مکتوم رجلا اعمی لا ینادی حتی یقال لہ اصبحت اصبحت متفق علیہ۔ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

بلال رات میں اذان کہتا ہے تم لوگ کھاتے پیتے رہو یہانتک کہ عبداللہ بن مکتوم اذان کہے۔ عبداللہ بن مکتوم اندھے تھے۔ جس وقت لوگ ان سے کہتے تھے صبح ہوگئی صبح ہوگئی۔ یہ اذان کہتے تھے۔

رات میں تہجد کیلئے جو اذان کہے، وہ موذن خاص مقرر کر دیا جائے تاکہ لوگوں کو معلوم ہے کہ یہ اذان تہجد کی ہے آواز سے لوگ معلوم کرلیں گے اور جو فجر کے وقت اذان کہے وہ بھی خاص آدمی ہو تاکہ معلوم ہو جاوے کہ آذان فجر کی ہے۔

روزہ افطار کرانا باعث ثواب

قال رسول اللہ صلعم من فطر صائما کان لہ مثل اجرہ غیران ینقص من اجر الصائم شیئا۔ ترمذی حسن حدیث ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ فرماتے ہیں جوکوئی کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرا دے روزے دار کے برابر ثواب ملیگا روزے دار کے ثواب میں کمی نہ ہوگی۔

سلمان فارسی صحابی کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو شعبان کے آخر دن میں خطبہ سنایا فرمایا اے لوگو ایک مہینہ بڑا بزرگ برکت والا آیا۔ اس مہینہ میں ایک رات ہے ہزار مہینے کے برابر (ثواب میں یعنی شب قدر کی رات) اللہ نے اس مہینہ کا روزہ فرض کر دیا (رمضان کی) راتوں میں نفلی قیام کرنا (رات کو نماز پڑھنا) مقرر کر دیا۔ جو کوئی شخص کسی بھلائی کے ذریعہ سے رمضان میں تقرب حاصل کرے (یعنی نفل ادا کرے) گویا کہ دوسرے دنوں میں اتنے فرض ادا کیا اور جو فرض رمضان میں ادا کرے گویا کہ ستر فرض دوسرے دنوں میں ادا کئے۔ یہ مہینہ صبر کا ہے۔ صبر کا بدلہ جنت ہے یہ مہینہ (لوگوں کے ساتھ) سلوک کرنیکا ہے۔ یہ مہینہ مومن کی روزی میں برکت ہوتی ہے۔ کسی شخص نے کسی روزہ دار کا مہینہ رمضان میں روزہ افطار کرایا گناہ اس کے معاف ہو جاتے ہیں اور جہنم سے گردن اسکی آزاد ہو جاتی ہے۔ روزے دار کو جسقدر ثواب روزے کا ملتا ہے افطار کرانیوالے کو بھی ثواب ملتا ہے۔ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ اسکی طاقت ہر ایک لوگ ہم میں نہیں پاتے کہ روزے دار کے روزے کو افطار کرا دیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ پاک یہ ثواب عنایت فرماتا ہے ایک گھونٹ دودھ پر ایک کھجور پر ایک گھونٹ پانی پر۔ اور جسنے روزہ دار کو آسودہ کر کے (کھلا) پلا دیا۔ اللہ پاک (قیامت کے دن) میرے حوض (کوثر) سے پلائیگا (کہ پھر) پیاسا نہیں ہوگا یہانتک کہ جنت میں داخل ہو۔ یہ مہینہ ہے اول (دس روز) رحمت کے ہیں۔ اور (دوسرا عشرہ) درمیان والا مغفرت کا ہے (آخری عشرہ) میں دوزخ سے لوگ آزاد کئے جاتے ہیں۔ جو کوئی شخص لونڈی غلام پہ آسانی کرتا ہے رمضان میں اللہ پاک اسکے گناہ بخش دیگا۔ اور دوزخ کی آگ سے آزاد کر دیگا۔ بیہقی۔ کثرۃ طرق سے یہ حدیث آئی ہے اسوجہ سے قابل حجت ہے۔ نوکر خادم خادمہ پر آسانی کرنا ماہ رمضان میں حدیث مذکور میں داخل ہے تاکہ روزہ بآسانی رکھ سکیں۔ حاصل یہ ہے روزے دار کو روزہ کھلوانا افطاری کے وقت میں باعث ثواب ہے لوگوں کے یہاں افطاری بھیجنا مساجد وغیرہ میں افطاری کرنیکے لئے کھانا وغیرہ دودھ شربت بھیجنا باعث ثواب ہے مہینہ رمضان میں عزیز رشتہ دار یتیم بیوہ مساکین غربا کے ساتھ سلوک کرنا باعث ثواب ہے فرض ادا کرنیکا درجہ رکھتا ہے۔

تراویح تہجد نفل ذکر اللہ صدقہ زکوٰۃ

مہینہ رمضان میں تلاوت قرآن ذکر اللہ استغفار تسبیح تہلیل تکبیر کی کثرت ہونی چاہیے صدقہ خیرات کی کثرت کرنی چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت رمضان میں ہوا کی طرح تیز ہو جاتی تھی رمضان میں صدقہ خیرات وغیرہ میں اپنے ارمان پورے کئے جاویں یہ مہینہ پھر ہمیشہ کہاں ملتا ہے۔ مہینہ رمضان زکوٰۃ ادا کرنیکا مہینہ ہے۔ ستر زکوٰۃ ادا کرنیکا ثواب حاصل ہوگا۔ نفلی نیکیوں کو رمضان میں ادا کرنے سے فرض کا ثواب ہے۔ رمضان کی راتوں میں جماعت سے تراویح پڑھنا باعث ثواب ہے۔ اسی طرح تہجد نفلی نمازیں اول رات میں ہو یا درمیانی رات میں۔

آخر رات میں زیادہ فضیلت ہے جماعت سے ہو یا اکیلے اکیلے تنہ۔ گھروں میں پڑھیں یا مسجدوں میں کل باعث ثواب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفرله ما تقدم من ذنبه ومن قام رمضان ایمانا واحتسابا غفرله ما تقدم من ذنبه ومن قام لیلة القدر ایمانا واحتسابا غفرله ما تقدم من ذنبه بخاری مسلم عن ابی ہریرۃ جس نے روزہ رکھا رمضان کا ایمان کے ساتھ اور خلوص نیت سے ثواب کیلئے اسکے گناہ اگلے معاف کر دیئے گئے اسطرح جس نے رمضان کی راتوں میں قیام کیا نفل پڑھا ایمان کے ساتھ خلوص نیت سے ثواب کیلئے اسکے اگلے گناہ بخش دیئے گئے۔ اور جس نے شب قدر کے راتوں میں قیام کیا نفل نماز پڑھا اسکے اگلے گناہ معاف ہوگئے تین روز تئیس پچیس ستائیسویں رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت سے پڑھایا۔ اور اس کے بعد آپ نے فرمایا میں ڈر گیا یہ نماز رمضان کی کہیں فرض نہ ہوجائے اس خوف سے گھر سے نہ نکلے یہ بخاری میں ہے بعد وفات یا جانے حضور صلعم یہ خوف جاتا رہا اس وجہ سے با جماعت و تنہا دونوں طرح مستحب اور باعث ہے۔

تعداد تراویح و قیام رمضان

لوگوں کو تراویح قیام اللیل میں جماعت کے ساتھ شامل ہونا چاہیئے باعث ثواب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان غیر رمضان میں ہمیشہ تہجد پڑھا کرتے تھے۔ گیارہ رکعت رمضان میں تہجد۔ آپ کی غیر رمضان میں سات رکعت نو رکعت گیارہ رکعت تیرہ رکعت تک ثابت ہے مع وتر کے۔ صحاح ستہ کی کتابوں میں یہ حدیثیں موجود ہیں۔

قیام اللیل تہجد رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گیارہ رکعت ثابت ہے مع وتر کے۔ بخاری مسلم وغیرہ۔ اگر کوئی شخص تراویح مقرر کرے جو سنت ہے اسکو مقرر کرے یعنی گیارہ رکعت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں تمیم داری صحابی کو اور ابی بن کعب صحابی کو نماز تراویح پڑھانے کیلئے امام مقرر کیا تھا وہ گیارہ رکعت پڑھایا کرتے تھے (موطا) اگر کوئی شخص رمضان میں زیادہ رکعت کے ساتھ عبادت کرنا چاہتا ہے کبھی بیس رکعت کبھی چالیس رکعت کبھی اکتالیس مع وتر کے۔ علیٰ ہٰذا القیاس صحابہ کا فعل ہر ایک پر موجود ہے درست ہے۔ فقط بیس رکعت سنت عمرؓ کی کہنا بے ثبوت ہے۔

اعتکاف و شب قدر کا بیان

اعتکاف سنت موکدہ ہے قرآن میں اس عبادت کا ذکر موجود ہے۔ اعتکاف کہتے ہیں اللہ سبحانہ کے واسطے مسجد میں اپنے خود کو مقید کر دیں ذکر اللہ و عبادت و تلاوت قرآن کیلئے ایک دن نصف دن ایک رات اور اس سے زیادہ جتنے روز تک چاہے اعتکاف کرے درست ہے فرمایا اللہ پاک نے فلا تباشروھن وانتم عاکفون فی المساجد۔ جو وقت تم مسجدوں میں اعتکاف کئے ہو بی بیوں سے نہ ملو۔ اعتکاف مسجد میں کرنا چاہیئے مرد عورت دونوں اعتکاف کریں سنت ہے۔ جوان عورت کیلئے محرم کی ضرورت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے اور آپ کی بیویاں اعتکاف کرتی تھیں اعتکاف والا بغیر ضرورت مسجد سے نہ نکلے۔ حاجت ضرورت کیلئے نکلنا درست ہے۔ جیسے پاخانہ پیشاب یا کوئی گھر سے کھانا لانیوالا نہیں ہے جاکر خود لاوے۔ نماز جمعہ کیلئے جاوے جس مسجد میں جمعہ ہوتا ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب قدر کی تلاش کرنے کیلئے پہلے عشرہ میں اعتکاف کیا اسکے بعد دوسرے عشرہ میں اعتکاف کیا۔ اللہ پاک کی طرف سے آپ کو اطلاع ہوئی جسکو ڈھونڈھ رہے ہو یعنی شب قدر وہ آخر عشرہ رمضان میں ہے پھر آپ نے عشرہ آخر کا اعتکاف کیا اور ہمیشہ اس پر دوام کیا جب تک زندہ رہے۔ صحیح بخاری مسلم وغیرہ میں یہ کل مذکور ہے۔ جب آخر عشرہ داخل ہوتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اہل وعیال سے کنارہ کشی کرکے عبادت میں کوشاں ہوتے۔ رات عبادت میں گذارتے اپنی اولاد کو عبادت کیلئے جگایا کرتے کاٹھو عبادت کرو۔ عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعتکف العشر الاواخر من رمضان حتی توفاہ اللہ عز وجل رواہ البخاری ومسلم۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشرہ آخیر رمضان میں ہمیشہ اعتکاف کرتے تھے یہانتک کہ اللہ نے آپ کی روح کو قبض کرلیا یعنی انتقال فرما گئے۔

عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا دخل العشر الاواخر احیا اللیل وایقظ اھلہ وشد المئزر متفق علیہ جب وقت عشرہ آخر رمضان کا داخل ہوتا تمام رات کو زندہ رکھتے۔ اپنے اہل کو جگاتے اور خود عبادت کیلئے کمربستہ ہوجاتے۔ صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشرہ آخر رمضان میں اسقدر کوشش کرتے (عبادت میں) دوسرے وقت اسقدر نہ کرتے۔ پانچ راتوں میں شب قدر مخفی ہے اکیسویں رات۔ تیئسویں رات۔ پچیسویں رات۔ ستائیسویں رات۔ انتیسویں رات۔ شب قدر کی رات عبادت کا ثواب ہزار مہینہ کی عبادت سے بڑھکر ہے۔ حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلعم سے کہا اگر میں شب قدر پاؤں کیا دعا پڑھوں آپ نے فرمایا یہ (دعا) پڑھ۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّی ترمذی وحسنہ واحمد وابن ماجہ

صدقہ فطرہ جب رمضان پورا ہوجاوے صدقہ فطرہ ادا کرنا فرض ہے ہر ایک مسلمان مرد عورت بوڑھے جوان بچے پر ہر ایک کیطرف سے فطرہ ادا کیا جاوے پونے تین سیر کے قریب جو گیہوں۔ کھجور۔ چاول وغیرہ متوسط درجہ کا غلہ عید کے نماز سے پہلے ادا کیا جاوے فطرہ ادا ہوگا اور فطرہ کا ثواب حاصل ہوگا۔ اور اگر عید کے نماز کے بعد فطرہ ادا کیا فطرہ کا ثواب نہیں ہوگا بلکہ صدقہ کا ثواب ہوگا۔ فقیر مسکین طلبا۔ مسافر وغیرہ مسلمانوں کو دیا جاوے اسمیں کافر مشرک کا حصہ نہیں۔

حدیث میں ہے عن ابن عمر قال فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکوٰۃ الفطر من رمضان صاعا من تمر او صاعا من شعیر علی العبد والحر والذکر والانثیٰ والصغیر والکبیر من المسلمین رواہ الجماعۃ بخاری مسلم وغیرھما۔ زکوٰۃ فطرہ رمضان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض کیا ایک صاع کھجور ایک صاع جو۔ غلام آزاد مرد عورت بچے بڑے ہر ایک مسلمان پر۔ ابوسعید خدری صحابی کہتے ہیں ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں فطرہ نکالتے تھے آٹا ایک صاع۔ ایک صاع کھجور۔ ایک صاع پنیر جو ایک صاع منقی ایک صاع جو ایک صاع پنیر۔ دارقطنی۔ صاع ایک برتن کا پیمانہ ہے غلہ وغیرہ اس سے ناپتے ہیں۔

فطرہ ادا کرنا باعث ثواب ہے بعد نماز فطرہ روا نہیں ہوگا۔ عن ابن عباس قال قال فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکوٰۃ الفطر طھرۃ للصائم من اللغو والرفث وطعمۃ للمساکین فمن اداھا قبل الصلوٰۃ فھی زکوٰۃ مقبولۃ ومن اداھا بعد الصلوٰۃ فھی صدقۃ من الصدقات رواہ ابوداؤد وابن ماجہ وصححہ الحاکم۔ عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ فطرہ کی فرض فرمایا۔ روزے دار کا روزہ صاف ستھرہ پاک ہوجاتا ہے۔ بیہودہ بات لغو کام۔ فحش وغیرہ سے اور مسکینوں کا کھانا کھلانا ہے۔ جو شخص فطرہ ادا کریگا نماز (عید کے) پہلے اسکا صدقہ قبول ہے اور جو فطرہ ادا کریگا بعد نماز (عید کے) وہ صدقوں میں سے ایک صدقہ ہے۔

جو باتیں لغو بیکار زبان سے گالی گلوچ وغیرہ اور گناہ صغیرہ کا مرتکب ہوجاتا ہے روزے کی حالت میں روزے میں نقصان آجاتا ہے

قابل قبول نہیں ہوتا۔ جو وقت صدقہ فطرہ ادا کیا جاتا ہے روزہ درگاہ الٰہی میں قبول ہو جاتا ہے۔ عن جریرؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صوم شہر رمضان معلق بین السماء والارض ولا یرفع الا بزکاۃ الفطر ترغیب ترہیب یہ حدیث غریب ہے سند خوب کھری جید ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں روزہ رمضان کا درمیان زمین و آسمان کے معلق رہتا ہے اور حضور الٰہی میں قبول نہیں ہوتا مگر زکوٰۃ فطرہ ادا کرنیکے بعد۔ اور جو شخص فطرہ ایک صاع گیہوں وغیرہ ادا کرنے پر قادر نہیں تنگ درست ہے آدھا صاع فطرہ بھی ادا کر سکتا ہے جسکا صحیح اندازہ سوا سیر گیہوں ہوتا ہے اسکے متعلق احادیث وارد ہیں اور ایک جماعت صحابہ کا یہی مسلک ہے۔ فطرہ ادا کرنا ہر ایک دولتمند و غریب دونوں پر ہے وہ غریب جو ایک صاع آدھا صاع ادا کرنے پر قادر ہے۔ فطرہ چاند دیکھنے کے بعد واجب ہوجاتا ہے گھر سے نماز عید کیلئے نکلنے سے قبل ادا کرنا چاہیئے۔ حدیث صحیح میں اسی طرح ہے فضیلت اسی میں ہے عید کے چاند سے پہلے دو چار دن یا زیادہ اگر فطرہ دیا جاوے درست ہے۔ مسکین محتاج مسلمانوں کو عید کے دن گداگری سے بچانا چاہیئے فطرہ دیکر بے پرواہ کر دینا چاہیئے۔ حدیث میں اسی طرح ہے۔ ترغیب ترہیب۔

بیان عید

عید کی رات بزرگ ہے امامہ صحابی سے حدیث آئی ہے جو عید کی رات نماز پڑھیگا خلوص نیت سے اللہ کیلئے اسکا دل ہوشیار ہوگا (تسکین کے ساتھ جبدن اور لوگوں کے دل مرجھائے ہونگے) ابن ماجہ راوی کل ثقہ ہیں مگر ایک راوی بقیہ مدلس ہے اسکی فضیلت میں ایک حدیث معاذؓ سے وارد ہے دوسری روایت عبادہؓ ابن صامت سے ہم معنی حدیث امامہؓ ترغیب ترہیب دونوں عید کے دن روزہ رکھنا حرام ہے یعنی عید الفطر اور عید الضحیٰ اور تین دن ایام تشریق یعنی عید قربانی دسویں تاریخ کے بعد گیارہویں بارہویں تیرہویں ذی الحجہ۔ عید کی نماز سنت موکدہ ہے بعض علماء کے نزدیک واجب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اسپر دوامی ہے۔ اچھے کپڑے عید کے دن پہنے جاویں خوشبو تیل وغیرہ لگاویں غسل کر لینا بھی بہتر ہے ذکر اللہ اللہ اکبر کہتے ہوئے راستوں سے نماز عید کیلئے جاویں اور دوسرے راستے سے بعد نماز ذکر اللہ کرتے ہوئے واپس ہوں کچھ کھجور وغیرہ کھا کر نماز عید کیلئے جاویں سنت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں عید اور جمعہ میں کپڑا سرخ پہنتے تھے۔ ابن خزیمہ۔ نیل الاوطار۔ دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دھاری دار چادر بھی عید میں اوڑھتے تھے۔ نیل

حضرت علیؓ فرماتے ہیں پیدل عید کیلئے جانا سنت ہے اور گھر سے نکلنے کے پہلے کچھ کھا لینا سنت ہے۔ ترمذی حدیث حسن ہے۔ انس صحابی کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کیلئے نہیں جاتے تھے یہانتک کہ کچھ کھجوریں کھا لیتے تھے اور طاق کھاتے تھے (بخاری احمد)۔ اور عید قربان میں جب واپس ہوتے تھے اسوقت اپنی قربانی کے گوشت کھاتے (ابن ماجہ ترمذی) جابر صحابی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عید کیلئے ایک راستے سے جاتے اور دوسرے سے آتے (صحیح بخاری) نماز عید جنگل میں ادا کرنا سنت ہے (بخاری ابوداؤد ابن ماجہ) نماز کا وقت آفتاب نکلنے کے بعد سے دوپہر کے پہلے تک ہے۔ جب روشنی پھیل جاوے نماز اشراق کا جو وقت ہے وہی اول وقت نماز عید کا ہے اور یہی مسنون ہے ابوداؤد وغیرہ میں اسی طرح ثابت ہے اس حدیث کے راوی کل ثقہ ہیں۔ نماز عید میں نہ اذان ہے نہ اقامت کہنا۔ خطبہ سے پہلے نماز عید کی پڑھنی چاہیئے۔ اس پر عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و خلفاء کا رہا ہے۔

عورتوں کا نماز عید کیلئے جانا

عورتیں ادھیڑ جوان لڑکیاں کنواری ہر ایک کو نماز عید کیلئے عیدگاہ میں جانا سنت ہے۔ حضرت ام عطیہ فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو حکم فرمایا کہ ہم نماز

عید کیلئے آزاد عورتوں کو کنواری جوان عورتوں کو لیجاویں۔ حیض والی عورتوں کو بھی۔ حائضہ مصلی سے الگ رہیں مسلمانوں کے ساتھ نیکیوں اور دعاؤں میں شریک ہوں۔ میں نے کہا یا رسول اللہ بعض عورتیں ہم میں ان کے پاس چادرے نہیں ہیں (کہ وہ اوڑھ کے جاویں) آپ نے فرمایا ان کی بہنیں (مسلمان عورتیں) انکو چادرے اوڑھا کر لیجاویں (بخاری مسلم) حائضہ عورتیں لوگوں سے (نماز پڑھنے والی عورتوں سے) پیچھے رہیں۔ لوگوں کے ساتھ تکبیروں میں شامل رہیں (مسلم ابوداؤ)

تکبیروں کی عید میں کثرت ہونی چاہئے

فرمایا اللہ پاک نے روزے کو پورا کرو اور تکبیریں کہو۔ قال اللہ تعالیٰ ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ علی ماھدٰکم۔ اس آیت کریمہ سے بعض علماء کے نزدیک عید میں تکبیر کہنا واجب ہے اور اکثر علماء سنت کہتے ہیں راستے میں آتے جاتے وقت نماز سے پہلے نماز کے بعد عید گاہ میں تکبیر ہوگ کہیں اسطرح۔ اللہ اکبر اللہ اکبر کبیرا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔ بعض حدیث میں ہے عیدوں کو زینت دو اللہ اکبر کہکر۔ طبرانی۔ لیکن حدیث ضعیف ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ عید گاہ میں چلتے زور سے تکبیر کہتے ہوئے۔ ایک روایت میں ہے عبداللہ بن عمرؓ عید گاہ میں عید فطر کے بعد طلوع ہونے سورج کے تشریف لیجاتے تکبیر کہتے ہوئے یہانتک کہ عید گاہ میں پہونچتے۔ پھر تکبیر کہتے رہتے تھے جب امام آکر بیٹھ جاتا اسوقت تکبیر ترک کر دیتے۔

نماز عید

نماز عید دو رکعت ہے تکبیر تحریمہ کے بعد ۷ تکبیر پہلی سورہ فاتحہ کے پہلے کہی جاویں دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے پڑھنے سے پہلے پانچ تکبیریں کہی جاویں ترمذی ابوداؤد وغیرہ میں اسی طرح ہے یہی سنت مضبوط ہے۔ چھ تکبیروں کے ساتھ نماز عید حدیث مرفوع صحیح سے صاف طور پر ثابت نہیں بعض صحابہ کا فعل موجود ہے۔

سمرۃ صحابی سے حدیث وارد ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں نماز عید میں سبح اسم ربك الاعلی اور ھل اتاك حدیث الغاشیہ سورتیں پڑھتے۔ احمد طبرانی۔ دوسری حدیث صحیح میں ہے عید الفطر۔ عید الضحیٰ میں سورہ قٓ اور سورہ قمر پڑھا کرتے تھے۔

عید کے بعد چھ روزے سنت ہیں

ماہ رمضان کے روزے ایک مہینہ کے ہوئے اس کا ثواب دس مہینہ کا ہے ہر ایک روزے کا ثواب دس روزے کا ہے تو اس قاعدے سے تیس روزے کا ثواب تین سو دن کا ثواب ہوا۔ سال بھر کے روزے کے ثواب میں دو مہینہ کی کمی رہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عید کے بعد شوال میں چھ روزے رکھو دو مہینہ کا ثواب اسکا ہوگا پورے سال کے روزے کا ثواب حاصل ہوگا اسکو شش عید کا روزہ کہتے ہیں۔

عن ابی ایوب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من صام رمضان ثم اتبعہ ستا من شوال فذالک صیام الدھر رواہ مسلم وغیرہ ابوایوب انصاری کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسنے روزہ رمضان کا رکھا پھر چھ روزے بعد کو شوال میں رکھے اسکو سال بھر روزے کا ثواب ہے)۔ دوسری روایت میں تمام السنۃ ہے وقال من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا۔ ابن ماجہ یہی مذہب شافعی واحمد و داؤد وغیرہم کا ہے۔ امام مالکؒ امام ابوحنیفہؒ ناجائز رکھتے ہیں لیکن ان کو حدیث نہیں پہنچی۔ حدیث صحیح سے روزۂ مذکورہ ثابت ہے۔

تمت وللہ الحمد والمنہ

(بسلسلہ اشاعت ماسبق) (۲)

حجیّت حدیث

(از جناب مولانا احمد اللہ صاحب دہلوی شیخ الحدیث رحمانیہ)

دوسری آیت کریمہ حدیث کے حجیت ہونے پر یہ ہے۔ احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم ھن لباس لکم وانتم لباس لھن علم اللہ انکم کنتم تختانون انفسکم فتاب علیکم وعفا عنکم فالآن باشروھن وابتغوا ما کتب اللہ لکم وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر۔ الآیہ حلال کیا گیا تمہارے لئے (اے مومنو) روزے کی راتوں میں بیویوں سے صحبت کرنا وہ ستر ہیں تمہارے لئے اور تم ستر ہو ان کے لئے اللہ نے جان لیا تمہاری خیانتوں کو اپنے نفسوں کے ساتھ۔ رجوع ہوا تم پر رحمت کے ساتھ اور معاف کردیا تم سے (خطا تمہاری) سو اب ملو بی بیوں سے اور طلب کرو جو کچھ تم کو اللہ نے لکھدیا۔ اور کھاتے رہو۔ اور پیتے رہو یہانتک کہ کھل جاوے تاگا سفید تاگہ سیاہ سے یعنی صبح روشن ہوجاوے۔

ابتدا اسلام میں روزہ رمضان کی فرضیت جسوقت ہوئی دن رات روزہ رکھنا فرض تھا۔ مغرب سے عشا تک کھانا پینا اور بی بی سے صحبت کرنا درست تھا۔ اگر اس کے درمیان سوجاتا تھا عشاء کے پہلے ہی سے روزہ رکھنا ہوتا تھا اس آیت کریمہ سے پہلا حکم منسوخ ہوگیا اب مغرب سے صبح صادق تک کھانا پینا بی بی سے ملنا درست ہوگیا۔ دن رات روزہ رکھنے کا حکم کس آیت سے ہوا تھا جسکا نسخ آیت مذکورہ سے ہوا منکرین حدیث سے اُس آیت قرآنی کا مطالبہ ہے منہ چڑھانے کے سوا اسکا کیا جواب دیسکتے ہیں ہاں عامل بالحدیث سے سنو۔ یہ حکم حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا جسکو علماء کے اصطلاح میں وحی غیر متلو کہتے ہیں علاوہ قرآن کے دوسری قسم کی وحی الٰہی کا ثبوت ہوا۔

عن ابی ھریرۃؓ فی قول اللہ تعالیٰ احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الآیہ قال کان المسلمون قبل ان تنزل ھذہ الآیہ اذا صلوا العشاء الآخرۃ حرم علیھم الطعام والشراب والنساء حتی یفطروا وان عمر بن الخطاب اصاب اھلہ بعد صلوٰۃ العشاء۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مسلمان اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے جب نماز عشاء کی پڑھتے تھے تو کھانا پینا اور عورتوں سے ملنا حرام ہوجاتا تھا یہانتک کہ افطار کریں۔ اور حضرت عمرؓ بن خطاب اپنے بی بی سے بعد نماز عشاء کے مصاحب ہوئے اس پر آیت مذکورہ کا نزول ہوا۔ احادیث کثیرہ صحیح بخاری وغیرہ تفسیر حافظ ابن کثیر وغیرہ میں اسکا بیان ہے۔ کہ دن رات روزہ رکھنے کا حکم الٰہی تھا مغرب عشاء کے درمیان کھانے پینے کی اجازت تھی۔ لفظ احل میں اور علم اللہ انکم کنتم تختانون انفسکم اور فالآن باشروھن وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر۔ میں غور کرو۔ عقدہ حل ہوجائیگا۔

تیسری آیت کریمہ حدیث کے حجت ہونے پر یہ ہے۔ واذا نادیتم الی الصلوٰۃ اتخذوھا ھزوا ولعبا ذلک بانھم قوم لا یعقلون۔ سورۂ مائدہ۔ فرمایا اللہ پاک نے اور جب آذان دیتے ہوا ے مسلمانو! نماز کے لئے

بتاتے ہیں (کا فریہودی) ہنسی اور لہو لعب بے شک یہ قوم نادان ہیں جس اذان کا ذکر قرآن میں ہے اس اذان کو منکرین حدیث قرآن سے ثابت کریں۔ اس اذان کو بذریعہ قرآن کے منکرین حدیث ہرگز قیامت تک ثابت نہیں کرسکتے۔ اسکا حکم بذریعہ حدیث رسول اللہ ہوا اور یہ سنئے الفاظ بھی صراحۃً حدیث میں وارد ہیں۔

چوتھی آیت کریمہ یا ایھا الذین امنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ و ذروا البیع الآیہ سورہ جمعہ۔ فرمایا اللہ پاک نے اے ایمان والو جب اذان کہی جاوے جمعہ کے دن جلدی آؤ ذکر اللہ (نماز جمعہ وخطبہ کیلئے) اور خرید وفروخت (کاروبار دنیا) ترک کردو۔ اذان جمعہ کے دن کی قرآن سے منکرین حدیث ثابت کریں اور اسکا ثبوت ان کی قدرت میں نہیں۔ اذان جمعہ کا ثبوت حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے الفاظ مخصوص کے ساتھ وحی الہی کی دو قسم ثابت ہوئی ایک متلو قرآن شریف دوسری وحی غیر متلو حدیث اب منکرین حدیث کو کوئی چارہ نہیں کہ حدیث رسول اللہ کو تسلیم کریں۔ یا اذان تکبیر نماز پنجگانہ اور جمعہ میں ترک کردیں۔ مخرب دین پر اللہ پاک کی لعنت ہو دنیا آخرت میں۔ منکرین حدیث کے خیال کے مطابق اذان تکبیر یعنی اقامت بھی رخصت ہوئی۔

اگر منکرین حدیث تعامل کا سہارا پکڑیں گے تو اسکا جواب پہلے قسطوں میں گذر چکا یعنی اس تعامل کی بنیاد حدیث رسول اللہ پر ہے نہ قرآنی آیت پر۔ حدیث رسول اللہ بھی حکم الہی ہے وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحیٰ آیت قرآنی شاہد ہے۔ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے کہ یہ نبی یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش سے نہیں کہتے۔ نہیں ہے وہ مگر وحی جو نازل کیجاتی ہے۔

پانچویں آیت کریمہ۔ قال اللہ تعالی۔ واذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ الآیہ۔ سورۂ نساء۔ ارشاد باری ہے۔ جب زمین پر چلو یعنی سفر کرو۔ سو تمہارے اوپر کوئی گناہ نہیں یہ کہ قصر کرو تم نماز میں۔ چار رکعت والی نماز فرض میں قصر کرنے کی اجازت ہے یعنی ظہر عصر عشاء کی نماز میں چار کو دو رکعت پڑھنا چاہئے۔ مغرب کی نماز میں قصر نہیں۔ فجر کی دو رکعت ہے اسمیں بھی قصر نہیں اسکا بیان بذریعہ وحی الہی کے ہے یعنی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ چار رکعت کا حکم بذریعہ وحی الہی ہوا تھا تین نمازوں میں ظہر عصر عشاء کسی آیت قرآن میں تعداد رکعات کا بیان نہیں منکرین حدیث قرآن سے تعداد رکعات ثابت کریں اور پھر یہ ثابت کریں کہ اتنے عدد سے اسقدر کم کرنے کا حکم الہی ہے اور یہ ان کے امکان و وسعت سے خارج ہے۔ دین کی تخریب کے سوا ان کا کوئی مقصد ہی نہیں۔

چھٹی آیت کریمہ حدیث کے حجت الہی ہونے پر یہ ہے۔ قال اللہ تعالی واذا کنت فیھم فاقمت لھم الصلوٰۃ فلتقم طائفۃ منھم معک ولیاخذوا اسلحتھم فاذا سجدوا فلیکونوا من ورائکم ولتأت طائفۃ اخری لم یصلوا فلیصلوا معک ولیاخذوا حذرھم واسلحتھم الآیہ۔ فرمایا اللہ پاک نے اور جبوقت تو اے نبی! ان لوگوں میں رہے (موقع جنگ میں) سو نماز ٹھیک کرا اور درست کران (مجاہدین) کیلئے سو چاہئے کہ ایک گروہ ان میں سے تیرے ساتھ (نماز میں ہو) اور لئے رہیں ہتھیار اپنے (تلوار نیزہ وغیرہ) سو جبوقت یہ لوگ سجدہ کرلیویں چلے جاویں دشمن کے مقابلہ میں اور دوسرا گروہ (مجاہدین کا (جو مقابلہ میں تھا) آجاوے

جنھوں نے نماز نہیں پڑھی۔ سو نماز پڑھیں تیرے ساتھ اور لئے رہیں بچاؤ اپنا ہتھیار وغیرہ (نماز کی حالت میں)۔
بحث طلب بات ہے۔ یہ صلوۃ الخوف ہے۔ کتنی رکعت پہلی جماعت نماز پڑھے۔ اور دوسری جماعت کسقدر پڑھے۔ اسکا قرآن میں بیان نہیں حدیث رسول اللہ اس کو بیان کرتی ہے۔ متعدد صورتیں صلوۃ الخوف کی احادیث میں وارد ہوئیں ہیں اسی طرح پڑھنا چاہئے دوسری قسم وحی الہی غیر متلو ثابت ہوئی اسکا انکار وہی شخص کریگا جسکو شریعت الہی میں بصیرت نہیں۔ فرمایا اللہ پاک نے ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور۔ ولیکن ان کے دل اندھے ہیں جو سینوں میں ہیں۔
تفسیر فتح البیان میں ہے ولم یبین فی الآیۃ الکریمۃ کم تصلی کل طائفۃ من الطائفتین و قد وردت صلوۃ الخوف فی السنۃ المطھرۃ علی انحاء مختلفۃ وصفات متعددۃ وکلھا صحیحۃ مجزئیۃ من فعل واحدۃ منھا فقد فعل ما امر بہ۔ آیت کریمہ میں اس کا بیان نہیں کسقدر ہر ایک طائفہ نماز خوف کی پڑھے۔ سنت مطہرہ میں صلوۃ الخوف کا بیان کئی طرح سے ہے اور ہر ایک صحیح ہے جس طریقہ سے سنت کے مطابق نماز خوف ادا کرلیا حکم الہی کا عامل ہوا۔
ساتویں آیت کریمہ حدیث کے حجت ہونے پر یہ ہے۔ قال اللہ تعالٰی ولقد صدقکم اللہ وعدہ اذ تحسونھم باذنہ حتی اذا فشلتم وتنازعتم فی الامر وعصیتم من بعد ما اراکم ما تحبون الآیہ۔ سورہ آل عمران۔ فرماتا ہے اللہ پاک اے مومنو! اللہ نے بیشک اپنے وعدہ (فتح احد) کو سچ کردیا تھا۔ جو وقت ان کو کافروں کو (تم) حکم الہی سے قتل کررہے تھے۔ یہانتک کہ تم بزدلے ہوگئے۔ اور نافرمانی کی تم نے امر (رسول میں) اسکے بعد کہ دکھادیا تھا تم کو جو کچھ محبوب رکھتے تھے اس فتح احد وعدہ کا بیان بظاہر آیت کریمہ میں نہیں حدیث رسول اللہؐ وحی غیر متلو سے وعدہ ہوا تھا نافرمانی سے مراد یہ ہے کہ آپ نے درہ احد پر پچاس صحابہ کو مع سردار کے متعین کردیا تھا صحابہ کرام سے لغزش ہوئی مال غنیمت پر ٹوٹ پڑے۔ رسول اللہ کی نافرمانی کی آپ نے فرمایا تھا کہ اس مرکز کو ترک نہ کرنا جب تک میرا یہی حکم تم کو نہ ہو۔ آخر کار حکم رسول پر عمل نہ کیا۔ شکست کا رخ دیکھنا پڑا۔ لیجئے! قرآن کے علاوہ دوسری چیز یعنی حدیث رسول واجب العمل ماننی پڑی۔ (باقی آئندہ)

تعلیمی اعلان

دار الحدیث رحمانیہ میں ۱۰ شعبان سے سالانہ تعطیل ہوگئی ہے اکثر طلبہ و مدرسین مکان جاچکے ہیں۔ دو ماہ کے بعد ۱۰ شوال سے دار الحدیث کھلجائیگا۔ اور پندرہ شوال سے تعلیم شروع ہوجائیگی۔ ان تمام جدید طلبہ کو جو اس عالیشان درسگاہ میں آنا چاہیں اور تمام اخراجات سے بے نیاز ہوکر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا چاہیں یہ اطلاع دیجاتی ہے کہ ۱۰ شوال سے داخلہ شروع ہوجائیگا۔ لہذا وہ اسوقت تک یا زیادہ سے زیادہ پورے شوال کے مہینہ میں آجائیں۔ شوال کے بعد داخلہ قطعی بند رہیگا۔ قدیم طلبہ کیلئے لازم ہے کہ پندرہ شوال تک حاضر ہوجائیں ورنہ ۲۰ شوال گذرنیکے بعد بلا عذر مسموع کوئی قدیم طالب العلم دار الحدیث میں رہنے کا مستحق نہ ہوگا۔

سلسلہ نمبر   قسط (۲)

اصل الاصول

علامہ ابن تیمیہ کے رسالہ "معارج الوصول" کا ترجمہ

(از عبدالحلیم ناظم صدیقی "مولوی فاضل" مدیر محدث و مدرس رحمانیہ)

دوسری قسم کے وہ تمام ادیان باطلہ ہیں جنھیں شیطان نے اپنے دوستوں کی زبانوں پر جاری کردیا ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ۔ یا ان کے شریک ہیں جنھوں نے ان کیلئے کوئی دین مقرر کر دیا ہے جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا۔

اور فرمایا

وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ۔ بلاشبہ شیطان وحی بھیجتے ہیں اپنے دوستوں کیطرف کہ تم سے وہ لوگ جھگڑا کریں اور اگر تم انکی پیروی کروگے تو مشرک ہوجاؤگے۔

اور فرمایا

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ۚ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ۔ (پ) اور اسی طرح ہر نبی کیلئے ہم نے دشمن بنادئے ہیں جو انسانوں اور جنوں کے شیطان ہیں۔ انکے بعض بعض کیطرف وحی بھیجتے ہیں۔ دہوکہ کی نہایت عمدہ باتیں۔ اور اگر اللہ چاہتا تو یہ لوگ اسے نہیں کرتے پس چھوڑدے ان کو اور اس چیز کو جو یہ لوگ افترا کرتے ہیں۔

یہی وجہ ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے اگر کوئی صحابی اپنی رائے سے کچھ کہتے تو یہ بھی کہدیتے "اگر یہ رائے درست ہے تو اللہ کی جانب سے ہے اور اگر غلط ہے تو میری جانب سے اور شیطان کی جانب سے ہے اللہ اور اس کا رسول اس سے قطعی بری ہے۔" جیسا کہ یہ الفاظ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمائے تھے۔ اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اس قسم کی روایت مروی ہے۔

الغرض یہاں تین قسمیں پیدا ہوتی ہیں۔ یا تو کسی صحابی کا وہ قول رسول اللہؐ کے قول کے موافق ہوگا یا موافق نہ ہوگا۔ عدمؔ موافقت کی صورت میں یا تو وہ قول رسول کے غیر کی شریعت کے موافق ہوگا۔ یا اسؔ کے موافق بھی نہ ہوگا۔ یہ تیسری قسم کا دین جس میں مشرکین و مجوس کے ادیان ہیں مبدل کہا جاتا ہے[عل]۔ اور جو شریعت رسول کی شریعت کے موافق

عل جو رسول اللہ صلعم کے موافق ہوگا وہی شریعت اسلام ہے اسکے خلاف دو صورتیں ہیں ایک مبدل دوسری منسوخ۔ مبدل سے مراد وہ دین ہیں جو کسی رسول کی شریعت کے موافق نہیں بلکہ خود ساختہ ہیں جیسے مشرکوں اور مجوسیوں کے دین۔ منسوخ وہ ہے جو رسول اللہ کے قبل گذشتہ نبیوں کی شریعت تھی جسکو رسول اللہ نے منسوخ کردیا اب اس کو تمام وکمال ماننا بھی گمراہی ہے ۱۲ مترجم

نہیں ہے۔ اسکے غیر کے موافق ہے۔ تو وہ منسوخ ہے جیسے یوم سبت ہر ناخن والے جانوروں کی حرمت، سینہ کی چربی، اور گردے۔ کہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں یوم سبت ہی عید تھا اور یہ تمام پاک وحلال چیزیں حرام تھیں۔ پھر یہ منسوخ ہوگئی بلکہ عیسیٰ علیہ السلام ہی نے اسکو منسوخ کردیا۔ خدا نے فرمایا۔

وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ ۚ اور البتہ تمہارے لیے بعض وہ چیزیں جو تم پر حرام تھیں حلال کردیگئیں۔

پس اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی زبان پر بعض وہ چیزیں جو موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں حرام تھیں حلال کرتے ہوئے منسوخ کردیں۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ارشاد ہوا۔

الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ جسکو وہ لوگ اپنے پاس توراۃ و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔
وَالْإِنجِيلِ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ یعنی ان کو اچھی باتوں کا حکم کرتا ہے اور بری باتوں سے روکتا ہے
عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ اور ان کیلئے پاک چیزیں حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے
عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ اور ان سے ان کا بوجھ اور وہ بیڑیاں جو ان پر ہیں گرا دیتا ہے۔
وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ فَالَّذِينَ آمَنُوا پس جو لوگ اس پر ایمان لائے اور اسکی تائید کی اور اس کی مدد
بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي کی اور اس نور (قرآن) کی اتباع کی جو اس کے ساتھ اتارا گیا۔
أُنزِلَ مَعَهُ ۙ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ وہی لوگ فلاح پانیوالے ہیں۔

ہر طرح کا شرک قسم مبدل سے ہے کیونکہ نہ تو وہ کسی ایک نبی کی شریعت کے موافق ہے نہ اسکے غیر کی شریعت کے اللہ تعالیٰ نے شرک کو کبھی کسی کی شریعت نہیں بنایا۔ جیسا کہ فرمایا۔

وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رُّسُلِنَا اور پوچھلے اس سے جو تیرے قبل ہم نے اپنے رسولوں میں سے بھیجے
أَجَعَلْنَا مِن دُونِ الرَّحْمَٰنِ آلِهَةً يُعْبَدُونَ ۝ کیا ہم نے خدا کے سوا ایسے معبود بنائے جنھیں وہ پوجیں؟

اور فرمایا

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي ہم نے تیرے قبل کسی رسول کو نہیں بھیجا مگر اسکے طرف بھی وحی کردی
إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ ۝ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے مجھی کو پوجو۔

اسی طرح وہ چیزیں جنھیں جاہلیت والے حرام کئے ہوئے تھے جنکو قرآن مجید میں خدا نے بھی ذکر کیا ہے۔ جیسے سائبہ، وصیلہ اور حام وغیرہ یہ سب دین مبدل ہی سے متعلق ہیں۔ اسی لئے جب اللہ تعالیٰ نے اسکو سورۂ انعام میں ان کے متعلق ذکر کیا۔ تو یہ بیان کردیا کہ جس نے ان کو حرام کیا اس نے اللہ پر تہمت لگائی۔ خدا تعالیٰ نے جن چیزوں کو چوپایہ وغیرہ کی قسم سے حرام کیا انھیں محمد صلعم اور موسیٰ علیہ السلام کی زبانوں پر صاف ذکر کردیا۔ فرمایا۔

قُل لَّا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَىٰ اے پیغمبر! کہدے اس چیز میں جو میری طرف وحی کیگئی ہے میں نہیں پاتا
طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَن يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا حرام کسی کھانیوالے پر جو کھائے اسکو مگر یہ کہ وہ چیز مردہ ہو یا بہتا ہوا
مَّسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا خون ہو یا سور کا گوشت ہو کیونکہ وہ ناپاک ہے۔ یا وہ بری چیز جو

وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝

غیراللہ کے نام پر چھوڑ دی گئی ہو۔ پس جو شخص بیقرار ہو حال یہ ہے کہ تو چاہنے والا ہو نہ زیادہ کھانیوالا تو (ایسے لوگوں کیلئے) تیرا پروردگار بخشنے والا رحیم ہے۔ اور یہودیوں پر ہم نے حرام کردیا ہر ناخن والے کو اور گائے اور بکری کی چربیوں کو ہم نے ان پر حرام کردیا۔ مگر جنکو اٹھایا ہو انکی پیٹھ یا انتڑیاں۔ یا جو ہڈیوں کے ساتھ ملجائے یہ ان کا بدلہ ہے جو ہم نے انکی خواہش کے مطابق دیا اور بلاشبہ ہم ضرور سچے ہیں۔

اسی طرح اس کے بعد فرمایا۔

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ۔ جو لوگ یہودی ہوئے ہمنے ان پر وہ چیزیں حرام کردیں جو تجھپر پہلے بیان کیں

تو اس سے ظاہر ہوگیا کہ جن چیزوں کو شتر گوں نے حرام بنالیا تھا وہ دراصل موسیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانوں پر خدا نے حرام نہیں کیا تھا۔ یہ دونوں پیغمبر خدا کی طرف سے ایسی کتاب لائے تھے جس میں حلال و حرام کا خدائی بیان تھا۔ جیسا کہ فرمایا۔

قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ

کہدے اللہ کی جانب سے کوئی کتاب لاؤ جو ان ماننے والے کو ان دونوں سے زیادہ ہدایت کرے۔

اور فرمایا۔

وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً

اور اسکے قبل موسیٰ کی کتاب امام و رحمت بنکر آئی۔

اور فرمایا

قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى

اے پیغمبر کہدے موسیٰ علیہ السلام جو کتاب لائے اسکو کس نے اتارا؟

الی قولہ

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ

یہ وہ کتاب ہے جسے ہمنے اتارا۔ یہ برکت والی اور تصدیق کرنیوالی ہے اسکو جو اسکے سامنے ہے۔

جسوقت جنات نے قرآن مجید سنا تو کہا۔

اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

ہمنے ایک ایسی کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد اتاری گئی۔ یہ اس کتاب کو تصدیق کرنیوالی ہے جو اسکے سامنے ہے حق کیطرف اور سیدھی راہ کی طرف ہدایت کرتی ہے۔

ورقہ بن نوفل نے کہا تھا کہ یہ قرآنی آیت اور جو موسیٰ علیہ السلام لائے تھے ایک ہی طاق سے نکلے ہوئے دو چراغ ہیں۔ اسی طرح نجاشی نے کہا کہ قرآن اور توراۃ دونوں کتابیں اللہ کے پاس سے آئیں۔ ان دونوں سے بڑھکر زیادہ ہدایت کرنیوالی کوئی کتاب خدا کے یہاں سے نہیں آئی۔ دونوں میں ہر ایک مستقل اصل ہے۔ اور جو ان دونوں میں ہے وہ

ایک ہی دین ہے۔ اور دونوں کی دونوں اللہ تعالیٰ کی صفات کے ثبوت اور خدا کے ساتھ بغیر کسی کو شریک کئے ہوئے صرف اسی کی عبادت کے حکم پر مشتمل ہیں۔ یہی علمی اور قولی توحید ہے جیسا کہ قل یا ایہا الکافرون الخ اور قل ہو اللہ الخ ہر دو سورہ میں ہے۔ رہی زبور تو داؤد علیہ السلام تورات کی شریعت کے علاوہ کوئی دوسری شریعت نہیں لائے کیونکہ زبور میں جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ثنا و تعریف اور اس کے دین۔ فرمانبرداری اور بندگی کے اوامر و نواہی پر مشتمل ہے باقی رہے مسیح علیہ السلام تو انھوں نے فرمایا۔

وَلِأُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ ط میں تمہارے لئے بعض وہ چیز جو تم پر حرام کردی گئی تھی حلال کرتا ہوں۔

چنانچہ انھوں نے بعض محرمات کو اپنے متبعین کیلئے حلال کردیئے لیکن اکثر امور میں وہ شریعت توراۃ ہی کے تبع رہے۔ اسی لیے جن لوگوں نے مسیح کی پیروی کی ان کیلئے توراۃ پڑھنے اور اس پر عمل کئے بغیر کوئی چارہ نہ تھا۔ اسلئے کہ انجیل توراۃ کے تابع تھی۔

لیکن قرآن مجید مستقل بنفسہ ہے۔ اسکے ماننے والوں کو دوسری کتاب کی ضرورت نہیں۔ بلکہ یہ خود ان کتابوں کی تمام خوبیوں کو جامع ہے اور اس میں ان کے علاوہ بہت سی زیادہ باتیں ہیں جو ان کتابوں میں نہیں پائی جاتیں۔ اسی لئے یہ کتاب اپنی اگلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور اس پر ایک شاہد ہے۔ جو کچھ ان کتابوں میں حق باتیں ہیں انھیں یہ ثابت کرتی ہے اور جو کچھ ان سے تحریف کردیگئی ہیں انکو باطل کرتی ہے اور جو کچھ اللہ نے منسوخ کردیا ہے اسکو منسوخ کرتی ہے۔ پس دین حق کو ثابت کرتی ہے جس پر تمام کتابوں کا اتفاق ہے۔ دین مبدل[۱] کو باطل کرتی ہے جو ان کتابوں میں سے کسی کتاب میں نہیں۔ اور اس کتاب (قرآن) میں جو آیتیں اور حکم منسوخ ہیں وہ بہت کم ہیں۔ لیکن محکم یعنی مقرر و ثابت شدہ بہت زیادہ ہیں۔

تمام انبیاء کا دین ایک ہی ہے اور ان میں سے کسی ایک کی تصدیق کیلئے تمام کی تصدیق لازمی ہے۔ ان میں سے کسی ایک کی فرمانبرداری کیلئے تمام کی فرماں برداری ضروری ہے۔ اسی طرح تکذیب و نافرمانی بھی اگر ایک کی ہوئی تو تمام کی تکذیب و نافرمانی لازم آئیگی۔ ایک نبی دوسرے نبی کی تکذیب ہرگز نہیں کرسکتا۔ بلکہ جہاں اس نے کسی نبی کو پہچانا اس کی یقیناً تصدیق کریگا۔ اور اگر نہیں پہچانا تو مطلقاً اس چیز کی تصدیق کرے گا جو اللہ نے اتارا اور بھیجا۔ ایک نبی اس شخص کی فرمانبرداری کا حکم دیتا ہے جسکی فرمانبرداری کا اللہ نے حکم دیا ہو۔ اسی لئے جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی تو دراصل اس نے تمام انبیاء کی تصدیق کی۔ اور جس نے ان کی اطاعت کی اس نے تمام نبیوں کی اطاعت کی۔ اور جس نے ان کو جھٹلایا اور انکی نافرمانی کی تو درحقیقت اس نے ہر نبی کو جھٹلایا اور انکی نافرمانی کی۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا

جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کریں اور کہیں کہ ہم بعض پر ایمان لائے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اسی میں کوئی درمیانی راستہ اختیار کرلیں وہی لوگ حقیقت میں کافر ہیں۔

(باقی آئندہ)

[۱] اس دین سے مصنف علامہ کی مراد کفار و مشرکین و مجوس کا دین ہے جسکی کوئی خدائی اصل نہیں جو خود ساختہ ہوتا ہے ۱۲ مترجم

قصیدۃ المدح والتشکر

(للشیخ عبد اللہ الندوی مدرس دار الحدیث الرحمانیہ)

یہ عربی قصیدہ دار الحدیث رحمانیہ کے تیرہویں سالانہ جلسہ کے موقع پر جو علمائے کرام اور عام حاضرین کے شکریہ اور مدرسہ رحمانیہ کی تعریف میں ہے موصوف مصنف قصیدہ نے خود پڑھکر سنایا تھا۔ عام اردو داں حضرات کیلئے پورے قصیدہ کا مع اردو ترجمہ بھی درج ذیل ہے۔

بِذِی الْخَیْرِ یَا رَحْمَانِیَّۃُ کُلُّ حَاجَۃٍ ۔۔۔ لِأَنْوَارِ خَیْرَاتٍ فَإِنَّکِ جَامِعَۃٌ

رحمانیہ تجھ پر تمام بڑے بڑے کام قربان ہوں۔ اس لئے کہ تو ہر قسم کی خوبیوں کا جامع ہے

أَتَیْتِ وَقَدْ غَاضَتْ عُیُونُ الْمَعَارِفِ ۔۔۔ کَأَنَّکِ بَحْرٌ تَنْجَلِی بِکِ فَاجِعَۃٌ

جس وقت علموں کے چشمے خشک ہو چکے تھے اسوقت تو دریا کی صورت میں نمودار ہوا اور جہالت کی مصیبتیں دور ہوگئیں۔

عَلَی حِضْنِکِ الْأَوْعَی عُلُومُ الْأَوَائِلِ ۔۔۔ تُرَبَّ وَتَحَلَّی بِالْفَضَائِلِ بَارِعَۃٌ

متقدمین کے علوم تیرے ہی فنا اور نگہبان گود میں پرورش پاتے ہیں اور تو ہر طرح کی فضیلتوں سے آراستہ و پیراستہ ہے اور حسن و جمال میں سب سے بڑھکر ہے

إِلَیْکِ تَفِرُّ النَّاسُ مِنْ کُلِّ جَانِبٍ ۔۔۔ وَتَأْوِی الْجَمَاعَاتُ الْکَئِیبَۃُ فَازِعَۃٌ

لوگ ہر طرف سے تمہارے پاس بھاگے ہوئے آتے ہیں۔ اور پریشان و مصیبت زدہ جماعتیں تمہارے پاس پناہ پکڑتی ہیں

وَکَابَتُہُمْ تَجْلُو وَتَقْضِی الْحَوَائِجَ ۔۔۔ وَتَأْوِی ہُمْ رُحْمًا فَإِنَّکِ فَارِعَۃٌ

تو ان سب کی مصیبت و رنج دور کرتا ہے اور ان کی حاجت روائی کرتا ہے۔ ہر طرح ان پر رحم کرتا ہے اسلئے تو سب سے اشرف ہے۔

أَنَرْتِ بِأَنْوَارِ الْعُلُومِ عَوَالِمَ ۔۔۔ مَحَا ظُلُمَاتِ الْکُفْرِ ضَوْئُکِ لَامِعَۃٌ

تمام جہان کو تو نے علوم کی جگمگاتی ہوئی روشنیوں سے منور کر دیا ہے۔ اور تیرے پرتو درخشاں نے کفر کی تاریکیوں کو مٹا دیا ہے۔

إِذَا خَفِیَتْ طُرُقٌ فَإِنَّکِ مَعْلَمٌ ۔۔۔ وَحِینَ عَفَتْ أَعْلَامٌ أَنْتِ سَاطِعَۃٌ

جس وقت راہیں پوشیدہ ہو جائیں اسوقت تو رہبر ہے۔ اور جس وقت نشانیاں مٹ جائیں اسوقت تو نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔

وَشَاقَتْکِ عُلَّامٌ عِظَامٌ وَقَدْ أَتَتْ ۔۔۔ رِجَالٌ کِبَارٌ مِنْ مَوَاطِنَ شَاسِعَۃٍ

بڑے بڑے علما تیرے مشتاق ہیں۔ اور دور دراز مقامات سے قوم کے سربرآوردہ حضرات (جلسہ کی شرکت کیلئے) تشریف لائے ہیں۔

فَمِنْہُمْ أَدِیبٌ فَاقَ أَہْلَ زَمَانِہِ ۔۔۔ تَکُونُ عُیُونُ الْأُورُبَّا لَہُ خَاشِعَۃٌ

ان میں سے ایک ایسے ماہر ادب ہیں جو اہل زمانہ پر فوق رکھتے ہیں جن کے ادبی کارناموں کے سامنے یورپ کی نگاہیں پست ہیں۔

رَئِیسُکُمُ الْمِفْضَالُ عَبْدُ الْعَزِیزِ ذُو الْمَعَالِی ۔۔۔ وَمَعْلُومَاتُہُ کَانَ وَاسِعَۃٌ

حاضرین یہ وہی ہیں جو آپکے صدر ہیں جنکا نام نامی علامہ عبدالعزیز میمنی ہے جو وسیع المعلومات اور عظیم الشان مراتب کے مالک ہیں۔

وَمِنْہُمْ فَرِیدُ الْعَصْرِ تَاجُ الْمُحَدِّثِینَ ۔۔۔ دَامَتْ عَلَیْہِمْ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَاسِعَۃٌ

دوسرے وہ یکتائے زماں بزرگ ہیں جو موجودہ گروہ محدثین کے سرتاج ہیں اس مبارک جماعت پر خدا کی وسیع رحمت نازل ہو

عَلٰی ذِکْرُہٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فِي الدُّنَا　　مُلَاذٌ لِاٰلَافٍ مِّنَ النَّاسِ تَابِعَہْ

جنکا ذکر دنیا میں ہر جگہ بلند ہے۔ جنکا اسم گرامی علامہ عبدالرحمن مبارکپوری ہے جو ہزاروں فرمانبردار لوگوں کے ماوٰی و ملجا ہیں۔

وَمِنْهُمْ وَحِيْدُ الدَّهْرِ شَاكِي السِّلَاحِ ذُو الْـ　　ـفُنُوْنِ وَاٰیْدِیْهِ الْمَنَاكِرَ قَالِعَہْ

تیسری وہ بے مثال ہتھیاروں سے آراستہ ہستی ہے جو مختلف علوم کی گہوارہ اور منکرات و بدعات کو مٹانے والی ہے

شَهِيْرٌ بِعَبْدِ اللّٰهِ رَاْسُ الْاَسَاتِذَہْ　　تَصَانِيْفُہٗ فِيْ خِدْمَتِ الدِّيْنِ شَائِعَہْ

وہ ہستی مولانا عبداللہ روپڑی کے نام سے مشہور ہے جو اساتذہ کے سردار ہیں اور دین کی خدمت میں انکی تصنیفیں ملک میں مشہور ہیں

وَمِنْهُمْ حَبِيْبُ اللّٰهِ يُدْعٰى مُحَمَّدًا　　وُجُوْہُ الْعِدَا عِنْدَ التَّخَاصُمِ خَاضِعَہْ

چوتھے خدا کے پیارے مولانا محمد جوناگڈھی ہیں جن کے سامنے مباحثہ کے وقت دشمنوں کے چہرے نگوں رہتے ہیں۔

يُدَافِعُ عَنْ دِيْنٍ قَوِيْمٍ لِوَجْهِہٖ　　وَكَانَ عَلٰی اَعْدَاءِ دِيْنٍ كَقَارِعَہْ

* دین مستقیم کی طرف سے خداوند تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کیلئے مدافعت کرتے ہیں۔ اور دشمنان دین کیلئے مثل قیامت کے ہیں

حُسَامٌ مُحَدَّدٌ وَسَيْفٌ مُهَنَّدٌ　　اِذَا سُلَّ عَنْ غِمْدٍ غَدَا لِلرُّوْحِ جَازِعَہْ

وہ ایک نہایت تیز اور ہندی تلوار ہے۔ نیام سے کھینچتے ہی دشمن کی روح جزع فزع کرنے لگتی ہے۔

وَمِنْهُمْ عَدِيْمُ الْمِثْلِ فِيْ خُلُقٍ وَمَا　　هِرٌ فِيْ عُلُوْمِ الشَّرْقِ عُضْوٌ لِجَامِعَہْ

پانچویں وہ شخص ہیں جو اخلاق میں عدیم المثل اور مشرقی علوم کے ماہر جامعہ ملیہ دہلی کے ایک رکن اعظم ہیں

تَوَلّٰی عَنِ الدُّنْيَا وَاٰثَرَ دِيْنَہٗ　　تَحَمَّلَ لِلْخَلْقِ الشَّدَائِدَ دَافِعَہْ

* دنیا سے اعراض کرلیا اور اس پر دین کو ترجیح دی ہے۔ مخلوق کی خاطر نے اوپر سختیوں کو برداشت کیا ہے اور کسب قلیل کے قانع ہیں

فَهَا هُوَ عَبْدُ الْحَيِّ يَطْوِيْ زَمَانَہٗ　　بِتَرْبِيَةِ الْاَطْفَالِ وَالْوُلْدِ قَانِعَہْ

وہ مولانا خواجہ عبدالحی ہیں جو مسلمانوں کی اولاد کی تعلیم و تربیت میں نہایت قناعت کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں

وَذَا اَحْمَدُ اللّٰهِ الْفَقِيْہُ الْمُحَدِّثُ　　كَرِيْمُ السَّجَايَا كَانَ لِلْخَلْقِ نَافِعَہْ

اور ہمارے یہ فقیہ و شیخ الحدیث مولانا احمد اللہ ہیں جن کے اخلاق نہایت پاکیزہ اور انکی ذات مخلوق کیلئے بیحد مفید ہے

زَعِيْمٌ لِاَهْلِ الْعِلْمِ فَخْرُ الْمُدَرِّسِيْـ　　ـنَ مَازَالَ اَرَاسَ الذَّنَادِقِ قَامِعَہْ

اہل علم کے سردار اور فخر مدرسین ہیں۔ ہمیشہ کفار ملحدین کے سروں کو کچلنے والے ہیں۔

فَنَشْكُرُهُمْ شُكْرًا وَّمَنْ كَانَ حَاضِرًا　　مِنَ الْعُلَمَاءِ الْاَتْقِيَاءِ مِنْكِ جَامِعَہْ

رحمانیہ! ہم تیری طرف سے ان مقدس علماء کرام اور محترم حاضرین کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

لَكِ الْبَقَىْ يَا رَحْمَانِيَہْ فِيْ مَكَانِكِ　　وَنِلْتِ الْعُلٰی مَا دَامَتِ الشَّمْسُ طَالِعَہْ

* رحمانیہ! تو اپنی جگہ میں ہمیشہ دائم اور قائم رہ۔ اور تجھکو سربلندی حاصل ہو جبتک کہ آفتاب دنیا میں طلوع ہوا کرے۔

فَاِنْ كَانَ شَكٌّ فِيْ مَدِيْحِيْ زَانَہٗ　　عَلَيْهَا لَهَا مِنْهَا بَرَاهِيْنُ سَاطِعَہْ

اگر میری اس تعریف میں شک ہو تو اس شک کے دفع کیلئے ایسے روشن دلائل اس مدرسہ سے دستیاب ہونگے جو اسی مدرسہ کی خوبیوں پر دال ہیں۔

فَرُوْحِيْ فِدَا مَنْ كَانَ نَاظِمَهَا وَلَمْ　　تَزَلْ يَا اِلٰهَ الْخَلْقِ ذِكْرَہٗ رَافِعَہْ

الغرض اس مدرسہ کے ناظم پر میری جان قربان ہو۔ اے رب العالمین! انکے نام نامی اور ذکر کو دنیا میں ہمیشہ بلند کیجیو!! آمین

اسلامی پردہ پر ایک شرعی نظر

(از مولوی محمد میان صاحب صدیقی بسیاوی چمپارنپوری متعلم رحمانیہ)

جو آزادی میں - لعینا متوجہ ہوئے ہیں ÷ قاصرات الطرف کو شوق تبرج ہو گیا

آج دنیا میں ہر جگہ سے یہ آواز اٹھتی ہے کہ دنیا سے پردہ کی لعنت جو صدیوں سے نسوانی زندگی کو تلخ بنائے ہوئے ہے دور کردی جائے اور عورتیں من حیث انسان ہونے کے خدا کی تمام نعمتوں میں برابر کی شریک ہوں۔ کیا وجہ ہے کہ مرد جہاں چاہے جائے جس کام کو کرنے کی خواہش ہو کرے مگر عورتیں چہار دیواریوں کے اندر محبوس و مقید رہیں اور فضائے آسمانی کی تر و تازہ ہوا سے محروم رکھی جائیں۔ الغرض اسی خیال فاسد نے یورپ میں شرم و حیا کی جگہ بے حیائی و بے پردگی کی زہریلی رسم کی بنیاد ڈالدی ہے اگرچہ آج اسے تہذیب جدید کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ یورپین اقوام نے اس حیا سوز تہذیب میں اسقدر ترقی کی کہ مرد و عورت نے ساتھ ناچنا شروع کیا اس کے بعد دونوں نیم برہنہ ہوکر ساتھ ساتھ نہانے لگے حتیٰ کہ عورت اور مرد دونوں کسوت ظاہری سے بے نیاز ہوکر یہ شعر زبان حال سے پڑھ رہے ہیں ؎

تن کی عریانی سے بہتر نہیں دنیا میں لباس ÷ یہ وہ جامہ ہے کہ جس کا نہیں سیدھا الٹا

آج اس اخلاق و حیا سوز رسم و رواج کا سیلاب یورپ سے امنڈ کر ہندوستان کی قدیم تہذیب و شائستگی کو اپنی رو میں بہائے لئے جا رہا ہے۔ حتیٰ کہ اقوام ہند بھی یورپ کے نقش قدم پر چلنے لگی ہیں۔ چنانچہ عورتیں بر سر عام سیر کیا کرتی ہیں اور تھیٹر و سنیمائی سیٹوں کو مزین کئے ہوئے نظر آتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آئے دن اغوا و بدکاریوں کی وارداتیں رونما ہوتی رہتی ہیں۔ اسکے علاوہ اور بھی طرح طرح کی خرابیاں ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔ میں جب اس بے حیائی و بے پردگی کے اسباب پہ غور کرتا ہوں تو اس کا اصلی سبب یہی نظر آتا ہے کہ انسان آجکل اپنی انسانیت کے روحانی (ملکوتی) پہلو سے بالکل غافل ہو گیا ہے اور تمام تر توجہ اپنے حیوانی یا بہیمی (اسفلی) پہلو پر مرکوز کرنا چاہتا ہے۔ اور حیوانوں کیطرح جسمانی اور حسی لذات کا پجاری بنا ہوا ہے مجھے زیادہ افسوس تو اس جماعت کی حالت پر ہے جو اپنے کو کلمہ حق لا الہ الا اللہ۔ کہنے والوں کے زمرہ میں شمار کرتی ہے باوجود اس کے قوت انفعالی کی یہ کیفیت ہے۔ کہ یورپ کی اس حیا سوز تہذیب سے متاثر ہو رہی ہے حالانکہ مذہب اسلام نے جہاں دوسری چیزوں کی تعلیم دی ہے وہاں بے پردگی اور بے حیائی سے بھی روکا ہے حتیٰ کہ شرم و حیا کو جزو ایمان قرار دیتے ہوئے الحیاء شعبۃ من الایمان فرمایا غرض جو بے پردگیاں ایام جاہلیت میں پائی جاتی تھیں ان سے اسلام نہایت سختی سے روکتا ہے۔ چنانچہ پردہ کا حکم دیتے ہوئے حکم ہوتا ہے۔ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ ۔ یعنی تم اپنے گھروں میں ٹھہری رہو قدیم زمانہ کے مانند بے پردہ مت پھرا کرو بعض وہ حضرات جو نئی تہذیب کے دلدادہ ہیں یہ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ انسان من حیث انسان ہونے کے سب برابر ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ عورتوں کی آزادی کو جسکو قدرت نے عطا کی ہے مسلوب کرکے انھیں مکان کے اندر بند رکھا جائے۔ یہ سراسر مساوات انسانی کے منافی ہے

میں ان حضرات سے سوال کرتا ہوں کہ مساوات کا یہی معنی لیا جائے جو آپ نے سمجھا ہے تو اس بنا پر میں کہوں گا کہ توالد وتناسل اور بچہ کی رضاعۃ اور پرورش و پرداخت کا تعلق صرف عورتوں کے ساتھ ہونا بھی مساوات کے منافی ہے لہٰذا مساوات کو قائم رکھنے کیلئے چاہیئے کہ ایک بچہ عورت پیدا کرے تو ایک بچہ مرد بھی پیدا کرے اگر یہ نہ ہو تو کم سے کم ایک سال عورت رضاعۃ وغیرہ کے فرائض انجام دے تو دوسرے سال مرد حالانکہ یہ مشکل ہی نہیں بلکہ محال ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ عورت ہر حیثیت سے مرد کی مساوی نہیں۔ بلکہ قدرت نے ایسے فرائض عورتوں کے ذمے لگائے ہیں جن سے مرد عاری ہے جیسے پردہ میں رہنا بچہ کی حضانت و پرورش پرداخت وغیرہ ہاں اسلام نے بعض امور میں عورتوں کو مردوں کے دوش بدوش رکھا ہے چنانچہ کہا گیا ہے۔ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۔ یعنی جو حقوق مردوں کے عورتوں پر ہیں وہی حقوق عورتوں کے مردوں پر بھی ہیں اور پردہ کی اہمیت پر اسلام وہ دلیل پیش کرتا ہے جسکا خراب نتیجہ آئے دن ہمارے سامنے رونما ہوتا رہتا ہے المرءۃ عورۃ فاذا خرجت استشرفها الشیطان الخ یعنی عورتیں شرمگاہ ہیں جس طریقہ سے انسانی شرم گاہ کو لوگوں کے سامنے ظاہر کرنے سے مانع اور پردہ کرنا ضروری سمجھتی ہے ویسا ہی عورتوں کا پردہ میں رکھنا ضروری ولازم ہے اسکی علت بایں الفاظ بیان کیگئی کہ عورتیں جب گھر سے باہر عالم بے پردگی میں نکلتی ہیں تو شیطان انھیں جھانکتا ہے یعنی عورتوں کو لوگوں کی نگاہ میں حسین وجمیل کرکے پیش کرتا ہے جسکی وجہ سے انسان اسکی طرف اپنی نظر اشتیاق کو لگا دیتا ہے جسکا نتیجہ نہایت برا مرتب ہوتا ہے الغرض قرآن وحدیث نے بے پردگی و بے حیائی کی نہایت شدت سے مذمت کی ہے جو صاحب علم پر مخفی نہیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ کے زریں لقب سے ملقب کرکے ہماری طرف مبعوث کئے گئے تھے قول کے ساتھ ساتھ عملی ثبوت بھی ہمارے سامنے پیش کئے ہیں آپ امہات المومنین ازواج مطہرات کو ہر کس وناکس سے پردہ میں رکھتے تھے۔ حتیٰ کہ نابینا شخص سے بھی پردہ کرنے کا حکم کرتے ہیں۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہے عن ام سلمۃ انها کانت عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومیمونۃ اذا قبل ابن ام مکتوم فدخل علیہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افعمیاوان انتما الستما تبصرانہ ۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک روز میں اور میمونہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بیٹھی تھی کہ ابن ام مکتوم آنحضور کے پاس آتے ہیں اسوجہ سے آپ نے ہم لوگوں سے ارشاد فرمایا کہ پردہ میں چلی جاؤ تو میں نے کہا کہ یہ تو اندھا شخص ہے اس کے سامنے رہنے میں بظاہر تو کوئی مضائقہ نہیں معلوم ہوتا اس پر آپ نے فرمایا کہ اگر وہ اندھا ہے تو تم دونوں تو اندھی نہیں تم تو اس کو دیکھتی ہو اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ پردے کے بارے میں لیسے محتاط تھے کہ عورتوں کو غیر مردوں کے دیکھنے سے بھی منع فرماتے تھے کیوں نہ ہو جبکہ خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے قل للمومنین یغضوا مِنْ اَبْصَارِهم ویحفظوا فروجهم ذالك ازکیٰ لهم ان اللہ خبیر بما یصنعون ۔ یعنی اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آپ مردوں سے کہدیجئے کہ غیر محرم عورتوں کو دیکھنے سے اپنی نظریں پست کرلیں۔ اور زنا سے اپنے شرم گاہوں کو محفوظ رکھیں کیونکہ یہ ان کیلئے نہایت ہی پاکیزہ کام ہے اور اس منع کرنے کی وجہ یہ ہے

نہ خداوند جل ذکرہ تمام خبروں سے واقف ہے اور وہ جانتا ہے کہ اس دیکھنے کی وجہ سے برا نتیجہ پیدا ہوگا۔ ایسے ہی عورتوں کے متعلق فرمایا۔ وقل للمؤمنت یغضضن من ابصارھن ویحفظن فروجھن الآیۃ یعنی عورتوں سے بھی فرما دیجیے کہ اپنی نظروں کو پست رکھیں کسی غیر مرد کی طرف نہ دیکھیں اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ میں جب قرآن حدیث کے ان احکام کو اور مسلمانوں کے پردہ کی حالت پر غور کرتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا عمل ان احکام پر عشر عشیر بھی نہیں ہے مسلمانو! اگر تمہارا عمل ایسا ہی رہا تو مجھے اندیشہ ہے کہ تمہاری حالت غیر اقوام جیسی نہ ہو جائے اور بجائے انسانیت کے دبا سوں گے۔ انسانیت کا لباس نہ تمہارے بدن پر نظر آئے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم مسلمانوں کو اس بے پردگی کی وباء سے محفوظ رکھے اور کتاب و سنت پر عمل کرنیکی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

ہندوستان میں اسلامی حکومت کا پہلا قدم

(از مولوی محمد ابوالخیر پیپوائی پرتاب گڈھی متعلم دارالحدیث رحمانیہ)

آج مجھے ناظرین کے سامنے ایک مختصر تاریخی واقعہ پیش کرکے یہ بتانا ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں نے اپنے دور حکومت میں کسی مذہبی جبر و تشدد سے کبھی کام نہ لیا۔ نیز مسلمانوں کے اکثر حملے محض مدافعانہ تھے۔ اسلام کو بزور شمشیر پھیلانیکا قطعی خیال نہ تھا۔ چنانچہ ہندوستان میں سب سے پہلے جو مسلمانوں کا حاکمانہ داخلہ ہوا ہے وہ بھی فاتحانہ کہلانیکا مستحق نہیں بلکہ سراسر مدافعانہ تھا۔ جیسا کہ آئندہ سطور میں آپ پر ظاہر ہوگا۔ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ سلاطین اسلام نے قطعاً ایک شخص کو بھی زبردستی مسلمان نہیں بنایا بلکہ انھوں نے مذہبی معاملات میں نہایت تکاہل اور تساہل سے کام لیا اور آزادی مذہب کو زیادہ مدنظر رکھا ورنہ واقعہ یہ ہے کہ آج ہندوستان بالکل اسلامستان نظر آتا۔ سرور دو جہاں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلافت راشدہ کا دور دورہ تیس سال تک رہتا ہے اسکے بعد بنوامیہ کی خلافت شروع ہوتی ہے اور اس خلافت کے بانی حضرت امیر معاویہؓ ہوتے ہیں اس کے بعد یکے بعد دیگرے خلیفہ ہوتے رہتے ہیں یہاں تک کہ عبدالملک بن مروان کا زمانہ آتا ہے اس کے قبل چونکہ اندرونی اختلافات بہت کچھ پیدا ہو چکے تھے جن کی مدافعت اور ان مفاسد کو نیست و نابود کرنا ضروری تھا اسلئے غیر ممالک کی طرف پہلے توجہ نہ کی گئی۔ لیکن جب حجاج بن یوسف جیسے مشہور سپہ سالار کے ذریعہ تمام فتنہ و فساد کو برباد کر دیا گیا اور دولت امویہ خوب مستحکم اور استوار ہوگئی تمام عالم اسلام متحد و متفق ہوگیا تو غیر ممالک کی جانب عبدالملک کا خیال پیدا ہوا چنانچہ حجاج بن یوسف کو ممالک مشرقیہ کی جانب روانہ کیا لیکن اس طرف حکمران کی حالت بہت نازک ہو چکی اور یہاں کے لوگ دولت امویہ کے بالکل خلاف ہو چکے تھے اور یہاں کے باشندے محمد و معاویہ علافی کے قیادت میں باغیوں کا ایک پورا لشکر تیار کر چکے تھے۔ جب حجاج کو یہ خبر معلوم ہوئی تو اس نے ایک لشکر جرار ایک سپہ سالار کی ماتحتی میں

اس فتنہ کو دبانے کی خاطر روانہ کیا لیکن یہ حجاج کا لشکر باغیوں کے مقابلہ کی تاب نہ لاسکا اور سپہ سالار کو نہایت بیدردی اور سفاکی سے قتل کیا جاتا ہے اس کے بعد حجاج دوسرا سپہ سالار روانہ کرتا ہے لیکن اس کا بھی وہی حشر ہوتا ہے جو کہ سپہ سالار سابق کا ہوا تھا۔ اس کے بعد حجاج ایک بڑا لشکر محمد بن ہارون کی ماتحتی میں ان باغیوں کے مقابلے کیلئے روانہ کرتا ہے محمد بن ہارون بمشکل تمام اپنے مقصد میں کسی قدر کامیاب ہوجاتا ہے لیکن ایک طریقے سے یہ بھی کامیاب نہ ہوسکا آخر یہ معاویہ کو جو باغیوں کا سردار تھا گرفتار کرکے قتل کرا دیتا ہے لیکن دوسرے سردار یعنی محمد علافی کو گرفتار نہ کرسکا چنانچہ محمد علافی مفرور ہوکر ۸۵ھ میں راجہ داھر کے پاس جو کہ سندھ میں اپنی حکومت کو نہایت زور شور سے چلا رہا تھا اور مسلمانوں کی آپس کی خانہ جنگیوں کو بنظر استحسان دیکھکر دل ہی دل میں صد درجہ مسرور و محظوظ ہو رہا تھا چلا گیا۔ راجہ داھر نے محمد علافی کی نہایت ہی قدر و منزلت کی اور اعزاز و احترام کے ساتھ پیش آیا کیونکہ اسمیں اپنا نفع اور مسلمانوں کا نقصان مدنظر تھا اسی زمانہ میں جب کہ مالدیپ سے ایک جہاز روانہ ہو رہا تھا جسمیں سارے کے سارے مسلمان تھے کیونکہ اس کے قبل تاجروں اور مبلغوں کے ذریعہ اُدھر اسلامی روشنی کافی پھیل چکی تھی۔ اور مالدیپ کا راجہ مسلمان مشرف با اسلام ہوچکا تھا اسلئے اس جہاز میں تحفہ تحائف کے ساتھ مسلمان بیت اللہ کو بقصد حج روانہ ہوئے تھے لیکن شدت طوفان کی وجہ سے جہاز کو جہاں جانا چاہئے تھا ادھر نہ جاسکا بلکہ دوسرا راستہ اختیار کرچکا تھا چنانچہ دھر راجہ داھر کی فوج کے ساتھ ملاقات ہوگئی۔ اس کی فوج نے تمام قافلے کو لوٹ مار کر ان مسلمانوں میں کچھ لوگوں کو تو قید کرلیا اور کچھ باقی رہ گئے تھے ان کو نہایت ہی ظالمانہ طریقہ سے تہ تیغ کردیا۔ عورتوں کو بھی گرفتار کرکے بےعزتی کی گئی اور بلا قصور بیحد مظالم توڑے گئے چنانچہ ایک عورت نے چیخ چیخ کر کہا۔ یا حجاج اغثنی!

اللہ اللہ ان مسلمانوں کو اس لئے اور صرف اس لئے قتل کیا جاتا ہے کہ وہ خدا کو ایک سمجھتے ہیں۔ آخر جب ان واقعات کی خبر حتیٰ کہ یا حجاج اغثنی والی فریاد حجاج کو پہنچتی ہے تو وہ محمد قاسم کو راجہ داھر کے مقابلہ میں روانہ کرتا ہے۔ چنانچہ محمد بن قاسم سے راجہ داھر کا نہایت زور شور سے مقابلہ ہوتا ہے تین روز میدان کارزار گرم رہتا ہے بالآخر راجہ داھر کو شکست فاش سے دوچار ہونا پڑتا ہے راجہ داھر کی کچھ فوج فرار ہوجاتی ہے اور کچھ مقتول ہوتی ہے راجہ داھر کو بھی قتل کردیا جاتا ہے اور اسلام کا پرچم لہرانے لگتا ہے یہ ۹۵ھ کا واقعہ ہے۔

کیا اس تاریخی حقیقت کو جاننے کے بعد کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ فاتحانہ اور غاصبانہ حملہ تھا۔ ہرگز نہیں ہندوستان میں یہی مسلمانوں کا پہلا حاکمانہ قدم تھا جو محض مدافعانہ تھا۔ اس کے بعد محمد بن قاسم کے ملکی انتظامات اندرونی رواداریاں ایسی تھیں کہ سندھ کے تمام باشندے اس اسلامی حکومت کو نعمت عظمیٰ سمجھتے تھے۔ چنانچہ ان کی مذہبی آزادی بھی برقرار رکھی گئی اور ایک فرد کو بھی جبراً مسلمان نہیں بنایا گیا۔ تفصیل کے لئے تواریخ کا مطالعہ کرو۔

پتہ کی جگہ



روح اخبار

حکومت عربیہ سعودیہ نے صدقات وخیرات کی تنظیم کیلئے ایک جدید قدم اٹھایا ہے اور ایک باضابطہ سرکاری کمیٹی قائم کردی گئی ہے جس کا نام لجنۃ الصدقات علیا بمکۃ المکرمۃ رکھا گیا ہے۔ اس کمیٹی کا کام یہ ہوگا کہ دنیائے اسلام کے مخیر حضرات کی طرف سے صدقات وخیرات کا سرمایہ قبول کرے اور اوقاف کا انتظام کرکے ارض حجاز کے مستحق اور ضرورتمند اشخاص میں تقسیم کردے۔ کمیٹی کا فرض ہوگا کہ وہ سرمایہ بھیجنے والے حضرات کے منشاء کا خاص خیال رکھیں۔

یوسف بک عزالدین جو حجاز کے سب سے بڑے ڈاکٹر (سول سرجن) ہیں طبی مسائل کی تحقیق کیلئے عازم مصر ہوئے ہیں۔ آپ اپنے سفر میں جدید اصول علاج کا مطالعہ کرینگے۔

سعودی اور یمنی معاہدہ کے بعد ہی ایک فرانسیسی کمپنی نے امام یمن سے درخواست کی تھی کہ اسے حدیدہ سے صنعا تک ایک سو دس کیلومیٹر تک ریلوے لائن بنانیکا ٹھیکہ دیا جائے۔ امام یمن نے درخواست مسترد کرتے ہوئے کمپنی کو لکھا کہ اگرچہ ہم کسی ریلوے لائن کے مالک نہیں ہیں لیکن غیر ملکی حملوں سے محفوظ ہیں۔ کیونکہ غیر ملکی لوگوں کی نگرانی میں ریلوے کا اجرا غیر ملکی اثر ونفوذ کا پہلا قدم ہے جسے میری حکومت برداشت نہیں کرسکتی۔

ایران وعراق کے روابط رفتہ رفتہ خوشگوار ہوتے جارہے ہیں۔ معاہدہ کی مدت میں ۶ ماہ کی توسیع کردی گئی ہے اور سرحدی اختلافات کو دور کرنیکی سعی جاری ہے۔ شکر ہے کہ تمام موجودہ اسلامی حکومتوں میں باہم جذبۂ اتحاد پیدا ہوگیا ہے۔ اور باالاتفاق ترقی کی طرف بڑھنے کی کوششیں کیجارہی ہیں۔ اس سلسلہ میں افغانستان وعراق میں بھی باہم دوستانہ معاہدہ ہوگیا ہے۔ جسکی تکمیل پر شاہ غازی اور شاہ ظاہر خاں کی خط وکتابت بھی شائع ہوئی ہے۔

جاوا کا ایک اخبار راوی ہے کہ جلالۃ الملک سلطان ابن سعود نے اپنے وکیل خارجہ کی معرفت حکومت فرانس کو ایک یادداشت بھیجی ہے کہ الجزائر کے تمام اوقاف حرمین شریفین کیلئے مخصوص ہیں کیونکہ واقفین نے ان کو اہل حرم کیلئے وقف کیا تھا لہذا ان پر حکومت فرانس کا قبضہ تسلیم کرنے کیلئے کوئی بین الاقوامی قانون نہیں ہے۔

مصر وعراق میں ہوائی طاقت کو مضبوط بنایا جارہا ہے۔

ایران میں مشہور شاعر فردوسی کی جشن میلاد بڑی شان سے منائی گئی۔

جس طرح فلسطین میں یہودیوں کی بڑھتی ہوئی آبادی نے عربوں کو پریشان کر رکھا ہے اسی طرح ملک شام میں اشوریوں اور ارمن کی کثرت نے اصل باشندوں کو مصیبت میں ڈالدیا ہے۔

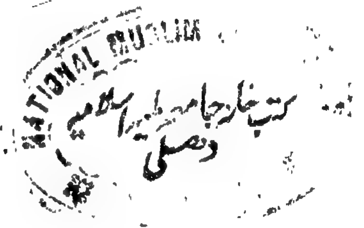
جناب شیخ عطاء الرحمن صاحب پروپرائٹر وپبلشر نے جید برقی پریس دہلی میں چھپوا کر دفتر رسالہ محدث دار الحدیث رحمانیہ دہلی سے شائع کیا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۰۰

جنوری ۱۹۳۵ء

اللہ نزل احسن الحدیث کتابا

رسالہ محدث دہلی



سرپرست

شیخ عطاء الرحمٰن صاحب مہتمم دار الحدیث رحمانیہ

نگران اصول

مولانا احمد اللہ صاحب

شیخ الحدیث



مدیر مسئول

عبد الحلیم ناظم

مولوی فاضل

دار الحدیث رحمانیہ دہلی سے شائع ہوتا ہے

فہرست مضامین

مقاصد

(۱) کتاب وسنت کی اشاعت۔

(۲) مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح

(۳) دارالحدیث رحمانیہ کے کوائف کی ترجمانی۔

ضوابط

(۱) یہ رسالہ ہر انگریزی مہینہ کے ابتدائی ہفتہ میں شائع ہوا کریگا۔

(۲) یہ رسالہ ان لوگوں کو سال بھر مفت بھیجا جائیگا جو ۸ ٹکٹ خرچ دفتر میں بھیجدینگے۔

(۳) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا ضروری ہے۔

(۴) بیرون ہند کیلئے ایک شلنگ یا ۱۰ خرچ ہوتے ہیں۔

خط وکتابت کا پتہ

مینیجر رسالہ محدث دارالحدیث رحمانیہ دھلی



جلد ۲ | ماہِ جنوری ۱۹۳۵ء مطابق رمضان المبارک ۱۳۵۳ھ | نمبر ۹

مناسبات

عید کا اسراف

مسلمانوں کے مذہبی اعتبار سے صرف دو ہی تہوار ہیں - اور دونوں کو شریعت سے اتنا زبردست تعلق ہے کہ دوسری قوموں کی طرح ان میں کسی لغویت کا شائبہ نہیں بلکہ ان کو ادا کرنے کیلئے بھی اصول منضبط ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ یہ بھی ایک عبادتِ الٰہی اور سنت نبوی ہیں - لیکن جہاں مسلمانانِ ہند نے اپنے ستھرے اور پاکیزہ مذہب میں سینکڑوں جدید چیزیں رسم ورواج کے طور پر نکال لیں - بیجا معاشرتی تکلفات بڑھالئے وہاں اپنی عیدین بھی اصل اسلامی حالت پر نہ رہنے دیں - تقربِ الٰہی اور عید کی حقیقی مسرت قطعی فراموش کر گئے - ہندوستان کی دوسری قوموں کی طرح اپنی عید کو محض دنیاوی اور عام رسمی چیز سمجھکر اس طرح بے فائدہ شان واہتمام سے عید ادا کرنی شروع کی کہ مذہبیت کی حقیقی روح اس سے کوسوں دور رہی -

بہرحال سب سے بڑی خرابی جو عام طور پر مسلمانانِ ہند نے اپنی عیدوں کے ادا کرنے میں پیدا کرلی ہے وہ حد سے زیادہ فضول خرچی اور بیجا اسراف ہے - پھر یہ اخراجات ایسے امور میں ہوتے ہیں جن کا شرعی طور پر عید سے کچھ تعلق نہیں - صرف برادری اور احباب واقربا میں اپنا نام بلند کرنے کیلئے رنگا رنگ لباسوں اور طرح طرح کے کھانوں میں قرض لیکر روپیہ بہانا نہ صرف شرعِ اسلام ہی سے دور ہے بلکہ عقلِ صحیح بھی گوارا نہیں کرتی - آج ہندوستان جس اقتصادی تباہی کے دور سے گذر رہا ہے خصوصاً مسلم قوم کی ناداری وغربت جتنی زیادہ بڑھ رہی ہے اس میں ان لایعنی اخراجات اور فضول اسراف کو بہت کچھ دخل ہے - یوں تو بے شمار خود ساختہ رسم ورواج ہیں جن میں مسلمان اپنی قومی ترقی سے آنکھ بند کرکے بے محابا جو کچھ تھوڑی سی پونجی رہ گئی ہے اس کو بھی اڑاتے جارہے ہیں لیکن عیدین کے موقعہ پر خصوصیت سے خواہ مخواہ کی فضول خرچی سے

کام لیا جاتا ہے۔ جس سے اقتصادی حالات روز بروز بد سے بدتر ہوتے جاتے ہیں۔ مسلمانو! محض مراسم عید کے لئے سود خوار بنیوں سے سودی قرض لیکر اپنی جائداد نیلام و قرق کرانی کس عقل سے درست ہے۔ خدا کے لئے سوچو اور فضول خرچیوں سے بچو۔ تمہارا مذہب ان امور کی قطعاً اجازت نہیں دیتا۔ للہ اپنے سلف صالحین کے طرز پر نہایت سادی اور سچی خوشی کے ساتھ عید ادا کرو۔ پھر تم صحیح معنوں میں "عید مبارک" سننے کے مستحق بنوگے۔

مدیر

النظم العربی

(تیرہویں سالانہ جلسہ منعقدہ ۱۷ نومبر میں پڑھکر سنائی گئی)

من الحبیب الذ الشئ لقیاہ ۔ وطاب ان بان للمشتاق ذکراہ

قد بان عنی فعیشی دونہ کدر ۔ العین باکیۃ والقلب آوّاہ

مبلبل فی ھواہ ھائم قلق ۔ کأنہ ریشۃ فی الدّ وتیاہ

کأنہ فی کمال الطب مفتتنا ۔ قیس یحب بظھر الغیب لیلاہ

ھو المتیم لا یرجی الشفاء لہ ۔ بلی محیا عطاء الرحمن محیاہ

کانت لنا حاجۃ فی العلم مذ زمن ۔ لم یقضھا من کبار القوم الا ھو عہ

دار الحدیث بناھا من عطایدہ ۔ فدر من بعطا الرحمن سماہ

تجری عیون الھدی منھا مفجرۃ ۔ والقوم تسقی فعذب الماء یغشاہ

منا الدعاء لہ من طیب نیتنا ۔ اعزہ اللہ فی الاولی واخراہ عہ

(من المولوی احسان اللہ متعلم بجماعت الخامسہ)

عہ عہ ان دونوں جگہ میں دو دو شعر حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کی تعریف میں تھے مگر ان کی ممانعت کی وجہ سے ہم نے افسوس کے ساتھ ان شعروں کو ترک کیا ہے۔

ایڈیٹر

سلسلہ سابق قسط (۷)

اصل الاصول

علامہ ابن تیمیہ کے رسالہ "معارج الوصول" کا ترجمہ

(از عبدالحلیم ناظم "مولوی فاضل" مدیر محدث و مدرس رحمانیہ)

اور فرماتا ہے۔

افتومنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض فما جزاء من یفعل ذالک منکم الا خزی فی الحیاۃ الدنیا ویوم القیامۃ یردون الی اشد العذاب وما اللہ بغافل عما تعملون ۝ کیا تم لوگ بعض کتاب پر ایمان لاتے ہو اور بعض کے ساتھ کفر کرتے ہو، جو شخص تم میں ایسا کرے اس کا بدلہ دنیا کی زندگی میں رسوائی کے سوا کچھ نہیں اور قیامت کے دن سخت عذاب کی طرف پھیرا جائیگا۔ جو کچھ تم لوگ کر رہے ہو اللہ تعالیٰ اس سے غافل نہیں ہے۔

اور جس نے ان انبیاء کرام میں کسی کی تکذیب جنس رسالت میں کی یعنی بالکل رسالت ہی کا انکار کر دیا تو اس نے ان تمام کے جھٹلانے کی تصریح کر دی۔ اسی لئے فرمایا

کذبت قوم نوح المرسلین ۝ قوم نوح نے تمام رسولوں کو جھٹلایا۔

حالانکہ اس قوم کی طرف نوح کے قبل کوئی نبی نہیں بھیجا گیا تھا۔ اور فرمایا

وقوم نوح لما کذبوا الرسل اغرقناھم اور قوم نوح نے جب رسولوں کو جھٹلایا تو ہم نے انکو غرق کر دیا۔

(معلوم ہوا کہ انھوں نے نفس رسالت ہی کی تکذیب کر دی اس لئے گویا تمام رسولوں کو جھٹلایا۔)

اسی طرح فلاسفہ اور ملحدین بھی اگر جنس رسول پر طعن کرینگے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ ان ملاحدہ کا گمان ہے رسولوں نے حق کو نہیں جانا۔ یا اسے بیان نہیں کیا، تو وہ بھی ان لوگوں کی طرح جن کے متعلق ارشاد باری ہے تمام رسولوں کے جھٹلانے والے قرار دیئے جائیں گے۔ فرمایا۔

الذین کذبوا بالکتاب وبما ارسلنا بہ رسلنا فسوف یعلمون اذ الاغلال فی اعناقھم والسلاسل یسحبون فی الحمیم ثم فی النار یسجرون ۝ جنھوں نے کتاب اور اس چیز کو جس کے ساتھ ہم نے اپنے رسولوں کو بھیجا، جھٹلایا تو وہ عنقریب جان لینگے جو وقت طوق ان کی گردنوں میں اور بیڑیاں (ان کے پاؤں میں ہوں گی) اور وہ گرم پانی میں گھسیٹے جائیں گے پھر جہنم میں سلگائے جائیں گے۔

اور فرمایا۔

فلما جاءتھم رسلھم بالبینات فرحوا بما عندھم من العلم وحاق بھم ما کانوا بہ یستھزءون پس جب ان کے پاس ہمارے رسول دلائل لائے تو وہ اسی پر خوش رہے جو ان کے پاس علم تھا۔ اور گھیر لیا ان کو اس چیز نے جس پر وہ مذاق کرتے تھے

فلما رأوا باسنا قالوا آمنا بالله وحده | پس جب انھوں نے ہمارے عذاب کو دیکھا تو بولے ہم صرف ایک اللہ پر
وکفرنا بما کنا به مشرکین ۝ فلم یك ینفعهم ایمانهم | ایمان لائے اور ہم نے اس چیز کے ساتھ کفر کیا جس کے ساتھ شریک کرتے تھے
لما رأوا باسنا سنة الله التی | توجب ہمارے عذاب کو دیکھا اسوقت ان کے ایمان نے انھیں کچھ نفع
قد خلت فی عباده وخسر هنالك | نہ دیا۔ یہ اللہ کی سنت ہے جو اس کے بندوں کے متعلق گذر چکی۔ اور اس
الکافرون ۝ | وقت کافر ذلیل و رسوا ہوئے۔

اور ولید کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

انه فکر وقدر فقتل کیف قدر ثم قتل | بلاشبہ اس نے فکر کی اور اندازہ کیا۔ پس قتل کیا جائے کیسا اندازہ کیا۔ پھر
کیف قدر ثم نظر ثم عبس وبسر ثم ادبر | قتل کیا جائے کیسا اندازہ کیا۔ پھر تیوری چڑھائی اور منہ بنایا۔ پھر پیٹھ پھیرا
واستکبر فقال ان هذا الا سحر یوثر ان | اور تکبر کیا۔ پس کہا نہیں ہے یہ مگر وہ جادو جو نقل کیا جاتا ہے۔ نہیں ہے
هذا الا قول البشر (پ مدثر) | یہ مگر انسان کا قول۔

اہل کتاب بھی انھیں لوگوں میں سے ہیں کیونکہ یہ بھی جنس رسالت پر تو ایمان لاتے ہیں لیکن بعض رسول کو جھٹلاتے ہیں جیسے یہودی جو حضرت عیسیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے ہیں۔ اور نصاریٰ جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلاتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ جب یہ لوگ بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کے ساتھ کفر کرتے ہیں تو حقیقت میں یہ تمام کے تمام کافر ہی ہیں۔

فلاسفہ اور باطنیہ کی طرح اکثر ایسے لوگ ہیں جو رسول کی صراحۃً تکذیب نہیں کرتے۔ اور اسی طرح متکلمین و متصوفین میں بہت سے لوگ ہیں جو نبوت و رسالت کی حقیقت پر ایمان نہیں لاتے۔ بلکہ فی الجملہ ان کی فضیلت کا اقرار کرتے ہیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ رسولوں کے سوا کوئی دوسرا انسان ان سے زیادہ عالم ہو سکتا ہے۔ یا انھوں نے حق کو بیان نہیں کیا۔ یا انھوں نے حق کے اندر التباس پیدا کر دیا۔ یا یہ کہ نبوت ایک ایسا فیض ہے جو عقل فعال کی جانب سے انسانی نفوس کو پہونچایا جاتا ہے۔ اس کی کیفیت بالکل اسی طرح ہے جس طرح ایک سونیوالا مختلف خواب دیکھتا ہے اور ان کی حقیقت نہیں سمجھتا۔ اور یہ لوگ بزرگ فرشتوں اور جنات وغیرہ کا وجود بھی نہیں مانتے۔ لہذا انبیاء کی بعض صفتیں تو تسلیم کرتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں۔ اسی طرح انبیاء کو جو چیزیں دی گئیں ان میں بعض کو تو یہ لوگ مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے یعنی انبیاء کو جو کچھ دیا گیا ان تمام کا یہ لوگ اقرار نہیں کرتے۔

مذکورہ بالا بیان سے ظاہر ہے کہ کبھی یہ فلاسفہ و باطنیہ اور متصوفین و متکلمین کی جماعت یہود و نصاریٰ سے بھی زیادہ بُرے ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ یہود و نصاریٰ نبوت کے تمام صفات کو مانتے ہیں۔ صرف بعض نبی کی تکذیب کرتے ہیں نا کچھ انبیاء کی لائی ہوئی باتوں سے جن کو ان لوگوں نے مانا ہے وہ بہت بڑی اور بہت زیادہ ہیں۔ اس لئے کہ یہ لوگ مانتے ہیں کہ خدا نے آسمان و زمین چھ دن میں پیدا کئے۔ قیامت یقیناً قائم ہوگی اور اس خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت واجب ہے۔ غرضکہ متفق علیہ شریعتوں کا اقرار کرتے ہیں۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض شریعتوں کو جھٹلاتے ہیں یہ اسی لئے ان

کہ فلاسفہ اور باطنیہ وغیرہ سے یہود و نصاری کفر میں کم ہیں۔ اور جو شخص یہود و نصاریٰ میں سے ان جماعتوں میں داخل ہو تو اس میں دونوں قسم کے کفر جمع ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ نہ تو انبیاء کرام کی تمام ذاتوں پر ایمان لائے گا نہ ان کے تمام صفات پر۔ اور ایسے لوگ کافر حکومتوں میں اکثر موجود ہیں۔ جس طرح ان میں اور ان میں اسلام کی طرف نسبت کرنیوالوں میں پایا جاتا ہے۔ جس وقت وہ لوگ مسلمانوں کی حکومت میں تھے اور اہل کتاب جسقدر ان میں کفر تھا اسی قدر وہ منافق تھے۔ یہ بھی واضح ہے کہ جس طرح ایمان کے ٹکڑے ہوتے ہیں اور وہ بڑھتا گھٹتا ہے اسی طرح کفر و نفاق بھی گھٹتے بڑھتے اور منقسم ہوتے ہیں خدا تعالیٰ نے فرمایا۔

انما النسئ زیادۃ فی الکفر	مہینوں کا آگے پیچھے کرنا کفر میں زیادتی ہے

اور فرمایا۔

واذا ما انزلت سورۃ فمنھم من یقول ایکم زادتہ ھذہ ایمانا۔ فاما الذین آمنوا فزادتھم ایمانا وھم یستبشرون واما الذین فی قلوبھم مرض فزادتھم رجسا الی رجسھم وماتوا وھم کافرون ۰	اور جب کوئی سورہ اتاری جاتی ہے تو ان میں سے بعض کہتے ہیں تم میں کون ہے جسکا ایمان اس سورۃ نے بڑھا دیا۔ پس لیکن جو لوگ مومن ہیں ان کا ایمان اس نے بڑھا دیا اور وہ خوش خبری دیئے گئے ہیں۔ لیکن جن کے دلوں میں مرض (کفر) ہے تو یہ سورہ ان کی ناپاکی کی طرف اور ناپاکی بڑھا دیتی ہے۔ اور وہ مرے اس حال میں کہ وہ کافر تھے۔

اور فرمایا

وننزل من القرآن ما ھو شفاء ورحمۃ للمومنین ولا یزید الظالمین الا خسارا ۰	ہم وہ قرآن اتارتے ہیں جو مومنوں کیلئے شفا اور رحمت ہے اور ظالموں کیلئے خسارہ کے سوا کچھ نہیں بڑھاتا۔

اور فرمایا

ولیزیدن کثیرا منھم ما انزل الیک من ربک طغیانا وکفرا ۰	اور وہ چیز جو تیری طرف تیرے رب کی جانب سے اتاری جاتی ہے ان لوگوں میں سے اکثر میں ضرور سرکشی اور کفر بڑھا دیگی۔

اور فرمایا

ویزید اللہ الذین اھتدوا ھدی	جن لوگوں نے ہدایت قبول کی اللہ تعالیٰ ان میں اور ہدایت بڑھاتا ہے۔

اور فرمایا

فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا	ان کے دلوں میں مرض (کفر) ہے پس اللہ نے ان میں مرض کو اور بڑھا دیا۔

اور فرمایا

ان الذین آمنوا ثم کفروا ثم آمنوا ثم کفروا ثم ازدادوا کفرا ۰	جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہوئے۔ پھر ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر کفر کو اور بڑھا لیا۔

ان مذکورہ بالا آیات کریمہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جس طرح ایمان میں کمی و زیادتی ہوتی ہے اسی طرح کفر میں بھی ضرور کمی و زیادتی ہوتی ہے۔

علم کلام کے اکثر مصنفین اہل کتاب کی عام طور پر تردید نہیں کرتے۔ لیکن جہاں عقل سے ان کی تردید معلوم ہوجاتی ہے وہیں صراحۃً تردید کرتے ہیں جیسے نصاریٰ کی تثلیث اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلانا عقل کے بالکل مخالف ہے۔ اس کے علاوہ اصول دین کے کسی حصہ میں وہ ان سے مناظرہ نہیں کرتے۔ یہ ان کی جانب سے سخت کوتاہی اور قرآن کے طریقہ کی بالکل مخالفت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں جن چیزوں کو بیان کرتا ہے جس میں ان لوگوں نے انبیار کی مخالفت کی۔ اور اس پر خدا ان کی مذمت بھی کرتا ہے۔ قرآن اس کی مثالوں سے بھرا ہوا ہے۔ اس لئے کہ کفر و ایمان رسالت و نبوت سے متعلق ہوتے ہیں۔ پس جب وہ باتیں ظاہر ہیں جن میں اہل کتاب نے انبیار کی مخالفت کی تو ان کا کفر بھی صراحتاً ظاہر ہوا۔

ان متکلمین نے جب اپنے دین کی اصابت میں وہ چیز بیان کی جس کو ان لوگوں نے علم کلام سے پیدا کرلیا ہے جیسے اجسام کے حدوث پر اعراض سے استدلال کرنا تو انھوں نے گمان کرلیا کہ یہی دین کے اصول ہیں۔ ان لوگوں نے جو کچھ کہا ہے اگر بالفرض حق ہوتا بھی تو وہ دین کا ایک جزر ہوتا۔ اور جب بالکل باطل ہے تو اصول دین کیا جزر دین بھی نہیں کہا جا سکتا۔ چونکہ نصاریٰ اپنے ظاہری کفر کی وجہ سے صریح عقل کی مخالفت کے ساتھ تمام انبیار کرام کی مخالفت کرتے ہیں۔ اس لئے ہم نے ان کی تردید میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا نام "الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح" ہے۔ نصاریٰ سے خطاب دو مقام میں ہوتا ہے ایک تو یہ کہ انھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے دین کو بدل دیا۔ دوسرا یہ کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا۔ اور یہودیوں سے خطاب اس میں ہے کہ انھوں نے موسیٰ علیہ السلام کے بعد عیسیٰ تک ہر ایک نبی کو جھٹلایا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی صراحتہً تکذیب کی۔ جیسا کہ سورۂ بقرہ میں خدا تعالیٰ ذکر فرماتا ہے۔

ولقد اٰتینا موسی الکتاب وقفینا من بعدہ بالرسل واٰتینا عیسی ابن مریم البینات وایدناہ بروح القدس افکلما جاءکم رسول بما لا تھوی انفسکم استکبرتم ففریقا کذبتم وفریقا تقتلون۔ وقالوا قلوبنا غلف بل لعنھم اللہ بکفرھم فقلیلا ما یؤمنون ۝

تحقیق ہم نے موسیٰ کو کتاب دی۔ اور اس کے بعد رسولوں کو اس کے پیچھے لگایا اور عیسیٰ بن مریم کو دلائل دیئے۔ اور ہم نے اس کی روح القدس (جبریل) کے ذریعہ مدد دی۔ ہاں جب جب تمہارے پاس رسول وہ چیز لائے جسے تمہارے دل نہیں چاہتے تھے تو تم نے تکبر کیا اور ایک فریق کو جھٹلایا اور ایک فریق کو قتل کیا۔ ان لوگوں نے کہا ہمارے دل غلاف میں ہیں نہیں بلکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کی۔ پس بہت کم ہے جس پر وہ ایمان لاتے ہیں

پھر فرمایا

ولما جاءھم کتاب من عند اللہ مصدق لما معھم وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکافرین ۝

اور جب خدا کے پاس سے پیغمبر وہ کتاب لیکر آیا جو خود ان کی آسمانی کتابوں کو سچ کررہی ہے تو باوجود اس کے کہ وہ کافروں کو اس سے پہلے اسی کے نام سے دباتے تھے۔ اب حق پہچان کر اس کا انکار کرتے ہیں۔ پس کافروں پر اللہ کی لعنت ہے۔

یہاں تک کہ یہ بھی ذکر کیا کہ انھوں نے کتاب اللہ سے مطلقاً اعراض کیا اور جادو کی پیروی کی۔

(باقی آئندہ)

قصیدۂ عربیۃ

من المولوی محمد اسحاق البستوی (فاضل الرحمانیہ)

(یہ عربی قصیدہ ۱۰ نومبر کو تیرہویں سالانہ جلسہ کے موقعہ پر پڑھا گیا تھا جس کو علماء کرام نے بیحد پسند کیا)

امن تذکر سلمی انت حیران   ام من فراق سعاد انت ولہان
لقد عرفت دیارا بان ساکنہا   بانت سعاد ففیہا الیوم غزلان
کنا نطوف ببیت فیہ ناعمۃ   بیضاء خود حکاہا البدر والبان
محجوبۃ من عیون الناس تحسبہا   درا یتیما اذا ما مس انسان
ثیابہا من حریر لین خضر   وشاحہا زانہ در ومرجان
اباده الله من خطب ابادلنا   عیشا بغیداء منہا فاح ریحان
بانت وفی القلب لوعات الہوی وقدت   کأنہا اوقدت فی القلب نیران
نعم شدائد حب لیس یدرکہا   خلی قلب وما اضناہ ہجران
سائل لئن شئت قیسا عن صعوبتہ   قد تاہ فی بید نجد وہو ہیمان
یسائل الوحش وجدا ہائما قلقا   امنکن لیلای ام لیلای انسان
تالله داء عقام لا دواء لہ   والطب بالداء فیہ الدہر حیران
بلی تفیق اذا ما زرت مختفلا   بکل داء ہنا لا شک فرسان
داووا بکل دواء دائما ابدا   مرضی الہوی ما حباہم عند شنآن
ہم الہداۃ قد اختاروا طریق ہدی   واہملوا البدع ان البدع عصیان
عبد العزیز امام العصر فی ادب   واندبیت اہل العلم سحبان
وعند ما انشد الاشعار مرتجلا   کنا نظن اتانا الیوم حسان
بفضلہ باء فی عرب وفی عجم   من ماہری العلماء اغیار واخوان
محمد قاطع البدعات قامعہا   اکرم بہ ہادیا آتتہ ازمان
منطیق قوم خطیب مفلق بطل   تہابہ عصبۃ فی القوم شجعان
یصون عن بدعۃ دین النبی وان   یصیبہ من ادانی الناس حدثان
فصالحوا القوم اوذوا فی الہدی سلفا   ہذا نبیک قد آذاہ اقران
ادیبنا البحر عبد الله قد جمعت   فیہ العلوم وبالرحمن عرفان

خالٍ عن اللغو حالی بالتقی حذرٌ　　ممایشین فشین الناس خسرانُ
واحمد الله فی جمع لقد جمعوا　　فنون علم فهم للعلم تیجانُ
لا یعتریه عویصٌ من مسائلنا　　الا له منه بالتفصیل تبیانُ
ابوالعلا من به باهت جماعتنا　　قوما هم لصنوف العلم خزانُ
راقت مقالته الحسنی نواظرنا　　وخیر ما عونه للحق معوانُ
لله تحفته اسنی تحائفه　　جاءت بما فیه کل الیوم جذلانُ
اه علی عبدرحمان الضعاف ثوی　　ضریحهُ احدٌ التخفیه ترُبانُ
یاحسرتا قبله قد مسنا کمد　　من موت والده فالکل لهفانُ
اوها علی زوجه ام عطاء قد سکنت　　فی موضع بیس معها فیه انسانُ
لهفی علی عبد ستار العیوب مضی　　ذاک الفتی فیه تدمی الیوم اجفانُ
ارحمهمُ یا الٰهی واغفرنَّ لهم　　واکرم النزل یوما فیه حسبانُ
نضّر وجوههم نوّر ضرائحهم　　ومنک یاتیهم روح وریحانُ
ذکرت خدمتهم للدین ماضیة　　فالعین باکیة والقلب حسرانُ
تعز قلبی فلا تحزن ولد بعطا الرحمن ذی المجد زالت منک اشجانُ
من بذله فی سبیل الله قد جمعت　　فی ندوة العلم شیخان وفتیانُ
الله بارک فی امواله ابدا　　وضاعف الاجر یوم الدین دیانُ
هذا العطاء عطاء الرحمن دام لنا　　ودام من رهطه بالعز ولدانُ
طبتم عصابة حق وارتقوا رتبا　　تکل عنها من الاقوام اعیانُ
عموا صباحا ویوم البعث عمکم　　اذ فزع الناس من مولای غفرانُ

واخر القول حمد الله خالقنا
علیه قد تم من الان تبیانُ

اطلاع:۔ اس جگہ چار شعر حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کی تعریف کے تھے۔ جو اپنے معنی اور مضامین کے اعتبار سے نہایت بلند پایہ تھے لیکن جناب مہتمم صاحب نے انھیں چھاپنے کی اجازت ہمیں نہ دی۔ اس لئے افسوس کے ساتھ انھیں حذف کرنا پڑا۔

ایڈیٹر

شاہان عبّاسیہ کی عدل گستری

(از مولوی محمد سلیمان صاحب صدیقی ابہنباوی متعلم رحمانیہ)

جب سرزمین عرب اور خطہ غیرذی زرع میں محبوب ربانی سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک قفس عنصری سے پرواز کرگئی تو خلافت وامامت کا ایک باغ لگایا گیا۔ جس کی آبیاری حضرت ابوبکر وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنہم نے ایک زمانہ تک کی اس کے بعد گردش ایام ونیرنگی زمانہ سے ایک دوسرا دور شروع ہوا جس میں خلافت اپنے بہترین وبیش بہا لباس سے نکلکر شہنشاہیت کے لباس سے آراستہ ہوگئی اور اس کی باگ ڈور بنی امیہ کے دست تصرف کی منت پذیر بن گئی۔ اس کے بعد زمانہ کی بوقلمونیوں سے ایک تیسرے دور کی ابتدا ہوئی جس میں عنان سلطنت بنی امیہ کے ہاتھوں سے نکلکر بنی عباسیہ کے کف دست کی زینت بن گئی۔ اس کے بعد اس خاندان کے بہت سے افراد نسلاً بعد نسل تخت سلطنت پر متمکن ہوتے رہے اور امور مملکت کو انجام دیتے رہے۔ میں اس وقت ان کی اُن کل حالتوں سے جو دوران حکمرانی میں ظہور پذیر ہوئیں قطع نظر کرتے ہوئے صرف ایک حالت یعنی حالت عدل کو مختصراً ہدیۂ ناظرین کرام کرتا ہوں۔

ابوالعباس سفاح بنو عباس کا سب سے پہلا تاجدار ہے اس نے جو عدل گستری وعدل پروری کی ہے اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ عبداللہ بن حسن سفاح کے پاس آئے اور اس وقت اس کی مجلس بنی ہاشم اور معززین وشرفا سے پُر تھی اور اس کے ہاتھ میں قرآن شریف تھا عبداللہ نے کہا اے امیرالمومنین جو کچھ قرآن میں ہمارا حق مقرر کیا گیا ہے وہ ہمیں عطا کیا جائے سفاح نے اس کا جواب ایسے الفاظ کے ساتھ دیا جو عدل وانصاف سے مزین ہیں اور اس کے جذبۂ عدل پر دلالت کرتے ہیں چنانچہ کہا کہ آپ کے جدامجد حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس امت میں مجھ سے لاکھ درجہ اچھے تھے اور ان کے بعد ان جیسا عادل خلیفہ بھی بہت کم ہوا ہے انھوں نے آپ کے دادا حسین وحسن رضی اللہ عنہما کو جو آپ سے ہزار درجہ بہتر تھے بہت ہی قلیل رقم عطا فرمائی تھی اس لئے مجھ پر بھی واجب ہے کہ میں بھی آپ کو اتنا ہی دوں جتنا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے صاحبزادوں کو عطا فرمایا تھا بس اگر میں اتنا ہی دوں تو انصاف ہے اور اگر زیادہ دوں تو آپ زیادہ کے مستحق نہیں ہیں۔ عبداللہ بن حسن نے یہ سنکر کچھ جواب نہیں دیا مگر لوگ سفاح کی اس حاضر جوابی کو جو سراسر عدل انصاف سے مملو ہے سنکر دنگ رہ گئے۔

اس کے بعد منصور کے سر پر تاج سلطنت رکھا جاتا ہے۔ منصور نے اپنی خلافت کے زمانہ میں جو خطبہ عرفہ کے روز دیا تھا اس سے اس کی عدل گستری پر کافی روشنی پڑتی ہے چنانچہ خطبہ دیتے ہوئے کہا کہ میں زمین پر نائب خدا اس لئے بنایا گیا ہوں کہ خدا کی توفیق اور اس کی ہدایت سے رعایا پروری کروں اور خدا نے اپنے خزانہ کا امانت دار اور محافظ اس لئے بنایا ہے کہ میں اس کو خداوند تعالیٰ کے ارادہ سے تقسیم اور اس کے حکم سے عطیات کروں مجھے خداوند تعالیٰ نے خزانہ کا قفل بنایا ہے جب کبھی مجھے کھولیگا تو تمہاری عطیات کے لئے اور جب چاہیگا بند رکھیگا لوگو تمہیں چاہئے کہ اللہ جل شانہٗ

کی طرف مائل ہو جاؤ اور اس شریف و مبارک عرفہ کے دن اس خداوند جل وعلیٰ سے کہ جس نے اپنے فضل سے اس مبارک دن میں تمہارے دین کے اتمام و کمال کا بایں الفاظ اعلان فرمایا الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا، دعا کرو کہ وہ مجھے راہ صواب اور صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائے اور تمہارے ساتھ نرمی و احسان کرنا سکھلائے اور عدل و انصاف کے ساتھ تمہیں مجھ سے عطیات و وظائف دلایا کرے کیونکہ وہ سمیع اور مجیب ہے ایک مرتبہ منصور نے دربار میں کہا کہ سلطنت کے لئے چار قسم کے آدمیوں کی سخت ضرورت ہے اور وہی دراصل حکومت کے ارکان ہیں لوگوں نے تفصیل دریافت کی تو کہا کہ ایک قاضی جو بلا زور رعایت اور بلا خوفِ ملامت محض حق کو پیش نظر رکھکر عدل کے ساتھ فیصلے کرے۔ دوسرا پولیس کا آدمی جو کمزور پر قوی کا ہاتھ نہ بڑھنے دے۔ تیسرا خراج وصول کرنیوالا جو رعایا سے نرمی و ایمانداری کے ساتھ تحصیل کرے اور ان کو تکلیف نہ دے۔ دو چوتھا ہائے چوتھا یہ کہکر اپنی انگلی دانتوں سے کاٹنے لگا لوگوں نے پوچھا تو کہا کہ دیانت دار پرچہ نویس جو ان سب کی خبریں بے کم و کاست خلیفہ کو لکھتا رہے۔

ایک مرتبہ منصور نے سوار بن عبداللہ قاضی بصرہ کو لکھا کہ جو مقدمہ تمہارے یہاں زمین کے متعلق سائیس اور سوداگر کا پیش ہے اس کو سائیس کے حق میں فیصلہ دینا سوار بن عبداللہ نے اس کے جواب میں لکھا کہ میرے یہاں گواہ جو گذرے ہیں وہ تاجر کی تائید میں ہیں اور میں شہادت کے خلاف کس طرح فیصلہ کر سکتا ہوں پھر منصور نے لکھا کہ واللہ تمہیں فیصلہ سائیس کے حق میں کرنا ہوگا۔ اس کے جواب میں قاضی نے لکھا کہ واللہ میں فیصلہ سوداگر کے حق میں دونگا جب یہ آخری جواب منصور کے پاس آیا تو منصور نے کہا واللہ میں نے زمین کو عدل سے بھر دیا کیونکہ میرے قاضی عدل و انصاف کے مقابلہ میں میرے قول کو ٹھکرا دیتے ہیں اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ منصور کرۂ ارض پر عدل و انصاف کی شعاع افگنی کے لئے اپنے قضاۃ کا امتحان لیا کرتا تھا اور جو قاضی امیر و غریب حاکم و محکوم راعی و رعایا ذی ثروت و حشمت مفلوک الحال و گداگر سبھوں پر عدل کو یکساں قائم کرتا تھا اس کو اس عدل پروری کے عوض انعام و اکرام بھی دیا کرتا تھا جیسا کہ اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ نمیر مدنی کہتے ہیں ایک مرتبہ خلیفہ منصور مدینہ طیبہ میں آیا اس وقت وہاں کے قاضی محمد بن عمران طلحی تھے اور میں ان کا کاتب تھا چند شتربانوں نے کسی معاملہ میں منصور پر نالش کردی قاضی صاحب نے مجھے سمن جاری کرنیکا حکم صادر فرمایا میں نے عذر کیا تو پھر بتاکید فرمایا آخر میں نے باضابطہ سمن لکھکر اس پر مہر کردی قاضی محمد بن عمران نے کہا کہ اس کو لیکر بھی تمہیں جاؤ میں اس کو ربیع کے پاس لیکر گیا اور ربیع نے منصور کے پاس جاکر امرِ واقعہ کی اطلاع دی جب ربیع خلیفہ کے پاس سے واپس آیا تو لوگوں کو مخاطب کرکے کہا کہ امیر المومنین فرماتے ہیں کہ میں عدالت میں طلب کیا گیا ہوں میرے ساتھ کوئی شخص نہ جانے پائے۔ چنانچہ خلیفہ اور ربیع دونوں عدالت میں حاضر ہوئے اور خلیفہ کی تعظیم و تکریم کو ہم میں سے کوئی کھڑا نہیں ہوا۔ بلکہ منصور کی چادر گر پڑی تو وہ بھی اس نے خود ہی اٹھالی آخر مقدمہ کی سماعت ہونے پر منصور کے خلاف مقدمہ فیصل کر دیا گیا جب مقدمہ سے فارغ ہو گئے تو منصور نے کہا کہ خداوند تعالیٰ تجھے جزائے خیر دے میں تجھے اس انصاف کے عوض میں دس ہزار دینار دیتا ہوں اسی طرح منصور نے اپنی زندگی کے آخر لمحہ میں جو نصیحتیں اپنے لخت جگر مہدی کو کی ہیں وہ قابل یادداشت ہیں اور اس لائق ہیں کہ موجودہ زمانہ کی حکومتیں بھی اس پر عامل ہوں وہ یہ ہے کہ اے میرے پیارے بیٹے کوئی خلیفہ بغیر تقویٰ کے خلافت کی صلاحیت نہیں رکھتا اور کوئی بادشاہ بغیر اطاعتِ رعایا کے قائم نہیں رہ سکتا

[illegible] یا بغیر عدل کے اطاعت نہیں کر سکتی سب سے بہتر والی شخص وہ ہے جو باوجود قدرت کے معاف کرے اور سب سے بے وقوف وہ ہے جو ظالم ہو کسی امر میں بلا غور و فکر کا ارادہ نہ کرنا چاہئے کیونکہ غور و فکر آدمی کے لئے بمنزلہ آئینہ کے ہے اور اس میں اپنا حسن و قبح معلوم ہو جاتا ہے بیٹا ہمیشہ نعمت خداوندی کا شکریہ ادا کرتے رہنا اور باوجود قدرت کے معاف کرنا۔ یاد رکھو اطاعت تالیف قلوب سے حاصل ہوتی ہے فتحیابی کے بعد ہمیشہ تواضع اور رحمت اختیار کرنا ان تمام واقعات مذکورہ سے واضح ہو گیا کہ خداوند عز اسمہ نے خلیفہ منصور کو عدل و انصاف کے وہ زریں لباس میں ملبوس کیا تھا کہ جس کی چمک و دمک اقوام عالم کی نظر عقل کو خیرہ کئے ہوئی تھی۔ اور اس کے عدل کی ضوپاشیوں کے سامنے آفتاب عالم تاب شرمندہ و ماند پڑا ہوا تھا اس کے بعد خلیفہ مہدی کا دور سلطنت شروع ہوتا ہے یہ خلیفہ بھی عدل و انصاف کا بہت ہی دلدادہ تھا چنانچہ قاضیوں کو فیصلہ کے لئے اپنے سامنے بیٹھاتا تھا اہل معاملہ وہاں بے تکلف جاتے تھے۔ بعض لوگوں نے خود اس کے اوپر دعوے کئے قاضیوں نے ان کے حقوق دلوائے اور مہدی نے بے چون و چرا ان کے فیصلوں کے آگے سر تسلیم خم کر دیا جب دو جھگڑنے والے اس کے پاس آتے تھے تو ان کے معاملہ میں بہت تفتیش و کریہ سے کام لیتا تھا کیونکہ وہ ڈرتا تھا کہ مبادا بے انصافی کے ساتھ فیصلہ ہو جائے چنانچہ ایک مرتبہ اہل بصرہ کے درمیان دو گروہوں میں ایک نہر کے متعلق جھگڑا ہو گیا ایک فریق کا دعویٰ تھا کہ یہ نہر تمام مسلمانوں کے قبضہ میں خداوند تعالیٰ نے عنایت فرمائی ہے لہذا کسی ایک شخص کو اس کی ملکیت کا حق نہیں ہو سکتا۔ اور نہ کوئی فرد واحد اسکو فروخت کر سکتا ہے اور اگر کوئی فروخت کرے تو اس کا زر ثمن تمام مسلمانوں پر تقسیم ہونا چاہئے یا تمام مسلمانوں کے مصالح میں خرچ ہونا چاہئے۔ دوسرے فریق کا مطالبہ تھا کہ یہ نہر ہمارے قبضہ میں ہونی چاہئے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو نہر مردہ زمین کو زندہ کرے وہ اس زمین والے کا حق ہوتی ہے اور چونکہ ہماری زمین مردہ ہے اس لئے محض ہمارا ہی حق ہے۔ خلیفہ مہدی آقائے نامدار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک سنکر اسقدر تعظیم کو جھکا کہ اس کا چہرہ زمین سے ملگیا اور کہا کہ جو حدیث شریف تم نے بیان کی ہے وہ ہمارے لئے قابل اتباع ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ آیا زمین فی الواقع مردہ تھی یا نہیں میں اسکو تسلیم نہیں کر سکتا کیونکہ اس زمین کے گرد قدرتی طور پر پانی محیط ہے پھر وہ کس طرح مردہ ہو سکتی ہے ہاں اگر اس پر تم گواہ قائم کرو تو میں تسلیم کر لونگا۔

خلیفہ مامون بہت بڑا عادل اور حاکموں کو عدل کی تاکید کرنیوالا تھا چنانچہ جب بغداد میں آتا تو ظہر کے وقت تک عدالت میں بیٹھکر لوگوں کا انصاف اور مظلوموں کی داد رسی کیا کرتا تھا۔ خطیب یحیٰ بن اکثم کہتے ہیں کہ میں نے مامون سے زیادہ کریم کسی شخص کو نہیں دیکھا میں ایک رات اس کے کمرہ میں سو گیا ابھی میری پوری طرح آنکھ بھی لگنے نہ پائی تھی کہ اتفاق سے مامون کو کھانسی اٹھی اس نے اس خیال سے کہ کسی کی آنکھ نہ کھل جائے اور نیند میں خلل پڑے اپنی قمیص کی آستین سے منہ بند کر لیا اور کہنے لگا عدل کی ابتدا یہ ہے کہ اول اپنے دلی دوست سے پھر ان سے کم درجہ والوں سے حتیٰ کہ ادنیٰ و ارذل شخص سے بھی عدل کرنے لگے مامون نے ایک روز بیان کیا کہ میں اتنا کسی شخص سے لاجواب نہیں ہوا جتنا کہ اہل کوفہ کے ایک شخص سے ہوا تھا کہ وہ اہل کوفہ کو لیکر ہمارے عامل کی شکایت کرنے لگا۔ میں نے کہا تو جھوٹا ہے وہ تو بڑا عادل شخص ہے اس نے کہا امیر المومنین نے سچ فرمایا اور میں واقعی جھوٹا ہوں مگر اس عامل کو ہمارے شہر ہی کے لئے کیوں مخصوص فرمایا کسی دوسرے شہر میں کیوں نہیں متعین کیا گیا تا کہ

دوسرے شہروں کو عدل و انصاف سے بھر دے جیسا کہ ہم کو انصاف سے بھر رکھا ہے میں نے آخر مجبور ہو کر یہی کہا کہ اچھا جاؤ مگسے معزول کر دیا ان واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مامون میں عدل و انصاف کی کیسی زبردست طاقت پائی جاتی تھی۔

المتوکل علی اللہ بھی بہت بڑا عادل تھا چنانچہ اس کے عدل کی کیفیت اس واقعہ سے ظاہر ہوتی ہے کہ اس نے ۲۳۷ھ میں گورنر مصر کو لکھ بھیجا کہ ابو بکر محمد بن لیث قاضی القضاۃ کی ڈاڑھی منڈا کر اور گدھے پر چڑھا کر اس کی تشہیر کرے اور اس کو تازیانے مارے دراصل وہ تھا بھی اسی لائق کیونکہ لوگ اس کے ظلم سے تنگ آ گئے تھے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور اس کو معزول کر کے شہر میں تشہیر کرائی گئی اور روزانہ بیس کوڑے لگوائے گئے اور اس کے بجائے حارث بن مسکین کو یہ عہدہ تفویض کیا گیا۔

المنتصر باللہ نے تخت حکومت پر بیٹھتے ہی عدل و انصاف کی روشنی اپنے ممالک محروسہ میں اسقدر پھیلائی کہ جس کی وجہ سے لوگ باوجود اس کی ہیبت کے اس کی طرف مائل ہو گئے یہ شخص حلیم اور کریم بھی اعلیٰ درجہ کا تھا اس کے زریں اقوال میں سے یہ ہے کہ لذت عفو لذت سزا سے زیادہ شیریں ہے صاحب قدرت کے لئے انتقام لینا ایک شرمناک فعل ہے۔

المعتضد باللہ کے ہاتھ میں جسوقت عنان سلطنت آتی ہے تو وہ تمام فتنہ و فساد کی بیخ و بن اکھیڑ پھینکتا ہے اور عدل و انصاف کے شیریں چشمہ سے تمام رعایا کو سیراب کر دیتا ہے جس کی شہادت اس واقعہ سے ملتی ہے عبداللہ کہتے ہیں کہ معتضد ایکروز شکار کے لئے چلا میں اس کے ساتھ تھا جب ہم ایک لکڑی کے کھیت سے گذرے تو رکھوالے نے فریادیوں کے طور پر آواز دی معتضد نے دریافت کیا کہ کیا ہے اس نے کہا آپ کے تین غلاموں نے آ کر کھیت خراب کر دیا تھا معتضد نے ان غلاموں کو پکڑ بلایا اور اگلے روز اسی کھیت کے کنارے پر ان کو قتل کرا دیا پھر مدت کے بعد ایک روز مجھ سے کہنے لگا کہ سچ کہنا لوگ پوری طرح مجھ سے خوش کیوں نہیں ہیں میں نے کہا محض اس لئے کہ آپ خونریز ہیں معتضد نے کہا واللہ جب سے میں تخت خلافت پر بیٹھا ہوں کبھی میں نے ناحق خون نہیں کیا میں نے کہا احمد بن طیب کو آپ نے کس لئے قتل کرا دیا تھا معتضد نے کہا کہ وہ مجھے الحاد کی طرف بلاتا تھا میں نے کہا اچھا ان تینوں غلاموں کو آپ نے کھیت کے اوپر بے گناہ قتل کرا دیا تھا۔ معتضد نے کہا واللہ میں نے تحقیقات کے بعد انھیں قتل کرا دیا ہے کیونکہ وہ قاتل اور چور بھی تھے۔

ظاہر باللہ جسوقت خلیفہ ہوا تو اس قدر عدل و انصاف کیا کہ اس کے سوا سنت حضرت ابو بکر اور حضرت عمر فاروق جو عدل و انصاف کے متعلق تھی کسی نے ادا نہیں کی اگر کہا جائے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ کے بعد اس جیسا کوئی خلیفہ نہیں ہوا تو بالکل صحیح و درست ہے اس نے وہ تمام املاک اور اموال جو باپ دادوں نے ضبط کئے تھے یا اپنے کام میں لگائے تھے مستحقین کو واپس کر دیئے تمام ممالک کے کل ٹیکس معاف کر دیئے اور یہ حکم دیا کہ جو قدیم میں خراج تھا وہی خراج تمام عراق سے وصول کیا جائے اور بس اور جو کچھ والد صاحب نے اضافہ کر دیا تھا وہ ترک کر دیا جائے اور یہ رقم ایک بہت بڑی مقدار میں تھی چنانچہ خلفاء قدیم میں عراق سے دس ہزار دینار وصول ہوتے تھے مگر اس کے باپ نے بڑھا کر اسی ہزار کر دیئے تھے اس سے معاف شدہ رقم کا خود اندازہ ہوتا ہے کہ کسقدر رقم معاف کی گئی۔ چنانچہ خلیفہ نے بھی دس ہزار رہنے دیئے اور باقی تمام کو معاف کر دیئے اس کے بعد رعایا لوگ پھر آئے اور انھوں نے آ کر استغاثہ کیا کہ ہمارے ملکوں کے اکثر درخت سوکھ گئے ہیں کچھ اور کمی ہونی چاہیئے اس پر دربار خلافت سے حکم نافذ ہوا کہ صرف سبز اور سالم درختوں پر محصول لیا جائے اور باقی معاف

کو دیا جاسکتا اس خلیفہ کے عدل کا اندازہ اس حکایت سے ہو سکتا ہے کہ خزانہ کی ترازو کے ایک پلڑے میں ایک قیراط کی زیادتی تھی خزانہ کے اہلکار چیز لیتے وقت ہلکے پلڑے کی طرف تول لیتے تھے اور دیتے وقت بھاری پلڑے کی طرف تول کر دیتے تھے جس وقت یہ اطلاع ظاہر بامر اللہ کو ملی تو اس نے وزیر کو ایک تہدید آمیز خط جس کے اول میں چند آیات قرآنی جو کم تولنے والوں کے متعلق آئی ہیں (ویل للمطففین) لکھدی اور حکم دیا کہ ہم کو ایسی ایسی اطلاعات ملی ہیں اگر یہ سچے ہیں تو عامل خزانہ کو چاہیئے کی جلئے کہ لوگوں کو بلا کم وزن کرکے پورا کر دیا جائے وزیر نے جواب میں لکھا کہ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ یہ خرابی مدت سے چلی آتی ہے جس کا حساب ہم نے لگا کر دیکھا ہے تو پینتیس ۳۵ ہزار دینار ہمیں لوگوں کو دینے پڑیں گے (وزیر کا مقصود یہ تھا کہ خلیفہ رقم کثیر سنکر باز آجاویں گے) لیکن خلیفہ نے وزیر کو جواب میں لکھا کہ اگر پینتیس ۳۵ کروڑ دینا بھی دینے پڑیں تو کچھ حرج نہیں اسی طرح ایک مرتبہ واسطہ سے ایک دفتر کا افسر آیا جس کے پاس ایک لاکھ دینار موجود تھے جن کو اس نے ظلم سے پیدا کئے تھے۔ دار الخلافت سے حکم ہوا کہ یہ تمام مال مستحقین کو واپس کر دیا جائے۔ الغرض خلفائے عباسیہ میں بیشتر خلیفہ ایسے گذرے ہیں کہ جنھوں نے اپنے ایام سلطنت میں عدل وانصاف کی ایسی بارش برسائی ہے کہ آج تک تاریخ کے صفحات شاداب ہیں میں نے چند خلفا کی عدل گستری چند واقعات کے ضمن میں پیش کی ہے جس سے قارئین کرام پر واضح ہو جائیگا کہ خداوند تعالیٰ نے خلفائے عباسیہ میں عدل وانصاف کا مادہ کسقدر رکھا تھا۔ فقط۔



فضائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(از مولوی محمد محبوب الرحمن ڈھاکوی متعلم مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لوگوں کے خیالات تین قسموں پر منقسم ہیں ایک فریق کا خیال ہے کہ (نعوذ باللہ) آنحضور صلعم کا رتبہ ایک معمولی انسان کی طرح ہے۔ دوسرے فریق کا خیال ہے کہ آنحضور صلعم حقیقت میں بشر نہ تھے بلکہ وہی احد لباس محمد میں ملبوس ہو کر قفس عنصری میں حلول ہو کر مکہ معظمہ میں ظہور پذیر ہوئے تھے۔ یہ دونوں حد سے متجاوز ہیں۔ تیسرے فریق کا خیال ہے کہ آنحضور صلعم بشر بھی ہیں اور نبی آخر الزماں ہو کر مخلوق کے معلم برحق بھی ہیں میری تحریر تیسرے فریق کے ماتحت ہوگی۔

جب دنیا قعر ضلالت وجہالت میں ڈوبی ہوئی تھی وحشت وبربریت کا دور دورہ تھا۔ خالقیت اور مخلوقیت کی باہمی نسبت صفحۂ ہستی سے عنقا ہو چکی تھی۔ خالق حقیقی کی عبادت محض ایک رسمی چیز تصور کی جاتی تھی۔ عین اس وقت خدائے قدوس کی قدرت جوش میں آتی ہے اور سرور کائنات تاجدار مدینہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو شمع ہدایت بنا کر مخلوق خدا کو راہ ضلالت سے نور اسلام کی طرف بلانے کیلئے سرزمین عرب میں مبعوث کرتی ہے۔ آنحضور صلعم کی بعثت سے قبل عرب کی جو حالت تھی وہ کتب تواریخ کے اوراق میں روز روشن کی طرح درخشاں ہے۔ آپ منصب نبوت پر مامور ہوتے ہی تمام جہالت وبربریت کو یک لخت حرف غلط کی طرح مٹا دیتے ہیں۔

اگر میں اس مضمون کو پوری وسعت کے ساتھ لکھوں تو ایک ضخیم دفتر بنجائیگا۔ لہذا جو کچھ لکھونگا وہ صرف ماحضر کی تحت میں ہوگا۔ آپ کی افضلیت کا استنباط زیادہ تر آیات قرآنیہ سے کرونگا۔ اس لئے کہ خدائے قدوس ہی اپنے محبوب کی افضلیت کا جاننے والا اور کنز مخفی کی مفتاح عطا فرمانے والا ہے۔ سب سے پہلے میں آپ کے اسم گرامی سے افضلیت ثابت کرونگا جیساکہ ارشاد ہوتا ہے "محمد رسول اللہ" اس آیت میں نبی صلعم کے نام نامی اسم گرامی اور حضور کا منصب بتایا گیا ہے جس سے آپ کی رفعت شان و فضیلت باقی انبیاء علیہم السلام پر روز روشن کی طرح عیاں و بیاں ہے۔ انبیاء سابقین علیہم السلام کے اسماء گرامی میں ایسی کوئی خوبی نہیں پائی جاتی جو اپنے مسمیٰ کے کمالات کو انکشاف کرے بطور نمونہ چند اسماء ذکر کرتا ہوں۔

آدم کے معنی گندم گوں۔ یا ابوالبشر کا یہ نام ان کے جسمانی رنگ کو ظاہر کرتا ہے۔

نوح کے معنی آرام ہیں۔ جو کہ آرام و راحت کا موجب قرار دیا گیا ہے۔

اسحٰق کے معنی ضاحک۔ ہشاش بشاش چہرہ والے تھے۔

یعقوب کے معنی پیچھے آنے والا۔

موسیٰ۔ پانی سے نکالا ہوا جب ان کا صندوق پانی میں سے نکالا گیا تب یہ نام رکھا گیا۔

عیسیٰ سرخ رنگ چہرہ گلگوں کیوجہ سے یہ نام تجویز ہوا۔

ان اسماء کی طرف غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی طرح رفعت شان و عظمت نبوت کی طرف ذرا سا بھی اشارہ نہیں رکھتے۔ مگر اسم محمد کی شان شایاں بالکل نرالی ہے آپ کی فضیلت اسم گرامی سے مترشح ہوتی ہے۔ حضور کا ذاتی نام محمد بھی ہے اور احمد بھی۔ ہر دو اسماء ذاتی ہیں۔ وحدت مادہ موجود ہے یعنی دونوں حمد سے بنے ہیں۔ ثنا و تکریم۔ رفعت شان۔ رفعت ذکر اور استلزام جود و عطا کا مجموعہ حمد کہلاتا ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

وشق لہ من اسمہ لیجلہ فذو العرش محمود وھذا محمد

پس معلوم ہوا کہ آنحضور کے نام کے اندر جو افضلیت پائی جاتی ہے اور کسی انبیاء میں نہیں پائی جاتی۔ آنحضور صلعم ہی مقام محمود والے ہیں اور لوائے حمد آپ کی رایت شاہی کا نام ہے جسکو آپ میدان محشر میں دست مبارک میں لئے ہوئے مخلوق خدا کو قلق و پریشانی سے نجات دلاکر راحت دائمی میں داخل کرینگے۔ اس دن سب نبی نفسی نفسی کریں گے آخر سردار دو جہاں تمام امت کیلئے سفارش کرکے جنت میں داخل کرینگے۔ آپ کی فضیلت پر قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ شاہد ہے جیساکہ ارشاد ہوتا ہے وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیرا ونذیرا۔ یعنی اے نبی ہم نے تجھکو ساری دنیا کیلئے رسول بنا کر مبعوث کیا اس سے بڑھکر آپ کی فضیلت کیا ہو سکتی ہے۔ آپ کی نبوت و رسالت کسی صوبہ و خطہ کیلئے مخصوص نہیں بلکہ مشرق سے لیکر مغرب تک شمال سے جنوب تک آپ کا فیضان نبوت سب کیلئے یکساں ہے خواہ امیر ہو یا غریب۔ یورپ کے قصر شاہی میں رہنے والا ہو یا افریقہ کے صحرا میں بسنے والا۔ بخلاف انبیاء سابقین کے کہ اگر بنی اسرائیل حضرت موسیٰ کے فیض سے فیضیاب ہوکر دنیا و آخرت میں سرخرو ہوتے ہیں تو ایک قبطی اس فیض سے بالکل محروم رہتا ہے۔ قرآن کریم میں دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین۔ آپ کی رحمت ساری دنیا کے لئے عام ہے خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم اس وقت میں آپ کی رحمت پر کچھ روشنی ڈالوں جو

تمام انبیاء علیہم السلام سے افضلیت پر دال ہے کیا آپ کو معلوم نہیں کہ نوح علیہ السلام اپنی قوم سے تنگ آکر دعا کرتے ہیں۔ رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا ۔ یعنی اے خدا زمین پر کسی کافر کو مت چھوڑ۔ تمام کو ہلاک و برباد کردے لیکن آنحضور صلعم جب طائف تبلیغ کی غرض سے جاتے ہیں تو انھوں نے آپ کو اتنی اذیت و تکلیف دی کہ شدت تکلیف کی وجہ سے آپ کو یہ بھی نہیں معلوم آپ کہاں جارہے ہیں عین اسوقت فرشتے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر آپ فرمائیں تو اس بستی کو دونوں پہاڑ کے درمیان پیس دوں سرورِ کائنات جواب دیتے ہیں کہ میں اسلئے نہیں بھیجا گیا کہ کسی کو ہلاک و برباد کردوں بلکہ آپ فرماتے ہیں۔ اللهم اهد قومی فانهم لا یعلمون ۔ اسی طرح فتح مکہ کے وقت جب تمام کفار قریش زنجیروں میں جکڑے ہوئے سردارِ دوجہاں کے سامنے سرنگوں آتے ہیں جو ہجرت سے پہلے آپ کو طرح طرح کی اذیت پہونچایا کرتے تھے۔ تو ان کو آپ فرماتے ہیں کہ بتاؤ تمہارے ساتھ کیا معاملہ روا رکھوں کفار مکہ عاجزی کے لہجہ میں عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ ہم بدبخت خطاوار قصوروار ہیں اس وقت ہماری حیات و موت آپ کے ہاتھ میں ہے آہ سرورِ دوجہاں کیا ہی اچھا برتاؤ کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ لا تثریب علیکم الیوم انتم الطلقاء ۔ یعنی آج تم پر کسی قسم کی پکڑ نہیں اسی طرح اور بہت سے واقعات اس بات پر دال ہیں کہ آپ پیکر رحمت بنا کر مبعوث کئے گئے تھے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔ ورفعنا لك ذكرك ۔ یعنی ہم نے تیرا نام بلند کیا۔ اس آیت کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ آپ کے اسم گرامی کلمۂ توحید میں خداوند قدوس نے اپنے نام کے ساتھ شامل کیا اور تشہد میں بھی آپ کا نام لیا جاتا ہے اسی طرح آذان میں بھی آپ کا نام بہانگ دہل قیامت تک پکارا جائیگا۔ آپ سے پہلے اور کسی نبی و رسول کو یہ شرف نہ ملا۔ قرآن مجید میں اور ایک جگہ اللہ پاک فرماتا ہے۔ کنتم خیر امة اخرجت للناس الخ یعنی امت محمدیہ کل امم سابقہ سے بہتر امت ہے جو امت امتوں میں خیر الامت ہو تو ان کا پیشوا بھلا کیوں نہ افضل الرسل ہو۔

آنحضور صلعم فرماتے ہیں۔ اعطیت خمسا لم یعطهن احدٌ قبلی نصرت بالرعب میسرة شهر وجعلت لی الارض مسجدا وطهورا فایما رجل من امتی ادرکته الصلوٰة فلیصل واحلت لی الغنائم ولا تحل لاحد من قبلی واعطیت الشفاعة وکان النبی یبعث الی قومه خاصة وبعثت الی الناس عامةً یعنی مجھے پانچ چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں ملیں (۱) ایک ماہ کی مسافت کی دوری سے دشمن پر میرا رعب طاری ہو جاتا ہے (۲) ساری زمین میرے لئے مسجد اور پاکیزہ بنادی گئی پس میری امت کا جو شخص جہاں نماز کا وقت پائے نماز پڑھلے (۳) مال غنیمت میرے لئے حلال کردیا گیا ہے جو پہلے کسی پر حلال نہیں تھا (۴) مجھے شفاعت کا حق دیا گیا ہے (۵) پہلے نبی اپنی قوم کے لئے خاص ہوا کرتے تھے مگر میں ساری دنیا کیلئے نبی ہو کر آیا ہوں۔

آنحضور صلعم کا معجزہ قرآن مجید ہے یہ وہ معجزہ ہے کہ اس کے اندر کسی قسم کی تحریف آج ساڑھے تیرہ سو سال گذرنیکے بعد بھی نہ ہوئی ہے اور نہ قیامت تک ہوگی جیسا ارشاد باری تعالیٰ ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون اس سے پہلے انبیا کو جتنے معجزات دیئے گئے تھے وہ باقی نہیں رہے۔ اور جتنی کتابیں نازل ہوئیں سب کے اندر کسی نہ کسی قسم کی تحریف ہوئی بخلاف قرآن کریم کے۔ اس سے پہلے کے انبیاء کو جو معجزات دیئے گئے وہ جنس اصوات و حروف میں نہیں تھے اور آنحضور صلعم کو جو معجزہ دیا گیا ہے وہ جنس حروف و اصوات میں ہے یعنی قرآن مجید اس کے اندر حروف اور اصوات ہیں۔ اصوات و حروف باقی

رہنے والی چیز نہیں ہے اور انبیاء سابقین کے معجزات باقی رہنے والے مادی تھے پس جو چیز باقی رہنے والی تھی وہ نہیں باقی رہی اور جو چیز باقی رہنے والی نہ تھی وہ باقی ہے اور قیامت تک رہے گی۔ بس معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلعم تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں آنحضور صلعم جب معراج میں گئے تو بیت المقدس میں بھی امام ہو کر دو رکعت نماز پڑھائی اور تمام انبیاء کے مقتدا ہوئے تھے۔ اسی طرح بہت سے دلائل ہیں جن سے آپ کی افضلیت نصف النہار کی طرح روشن ہے ؎

یارب صل وسلم دائما ابدا　　علیٰ نبیک خیر الخلق کلھم

فتنہ خلق قرآن اور حق پرست علماء کے مصائب

(از مولوی محمد ابوالخیر بدر پرتاب گڈھی متعلم مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ)

عالم فانی میں یہ ہمیشہ دیکھا گیا ہے کہ نور ظلمت حق و باطل میں ایک معرکۃ الآرا جنگ قائم رہا کرتی ہے پرستاران باطل کی ہمیشہ یہ دلی خواہش رہی کہ اہل حق کو صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح نیست و نابود کر دیا جائے لیکن یہ امر دشوار ہی نہیں بلکہ بالکل محال تھا کیونکہ جس چیز کا وعدہ اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے وہ ہو کر رہے گا وہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا اس کا وعدہ ہے کہ حق کی روشنی کبھی بھی بجھ نہیں سکتی اگرچہ دنیا اس کے مٹانے کیلئے جان توڑ کوشش وسعی سے کام لے لیکن خدائی طاقت کے سامنے انسانی تدابیر کیونکر تاب لاسکتی ہیں چنانچہ ارشاد باری ہے۔ یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون اسلام کے ابتدائی عہدوں میں جن مسائل نے اختلاف وتفریق کی بنیادیں رکھیں اور مسلمانوں کو کتاب وسنت صراط مستقیم اور صحابہ کرام کے اسوہ حسنہ سے انحراف کی راہ دکھائی ان میں سے ایک مسئلہ معرکۃ الآرا اور شدید الاختلاف فتنہ خلق قرآن ہے۔ خلق قرآن سے مقصد یہ تھا کہ جو کتاب اللہ ہمارے پاس موجود ہے اس کے اندر الفاظ بھی ہیں اور معانی بھی جو بوقت قرات مختلف صورت اختیار کر لیتے ہیں اب یہ آیا حادث ہے یا قدیم؟ اولاً تو اس سوال کا پیدا کرنا ہی ضلالت اور مسلک شریعت سے انحراف کرنا تھا کیونکہ یہ ایک ایسا سوال تھا جس کو نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا اور نہ غلامان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق صرف اتنا ہی کافی تھا کہ یہ خدا کی کتاب ہے ہمیں اس کے احکام پر عمل کرنا چاہئے اور بس یہی مسلک تمام محدثین کرام اور سلف صالحین کا تھا لیکن یونانی فلسفہ کی کاوشوں نے ایک صاف اور کھلے ہوئے مسئلہ کو پیچیدہ بنا دیا چنانچہ جماعت معتزلین جس نے اس امر مہم میں نہایت ہی سرگرمی سے حصہ لیا تھا کہنے لگی کہ یہ کتاب پہلے موجود نہ تھی سردار دوجہاں پر نازل ہوئی اور ساری چیزوں کا پیدا کرنیوالا اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اشیاء میں قرآن شریف داخل ہے اور ساری اشیاء فنا ہونیوالی ہے لہذا یہ بھی حادث ہے لیکن اگر اس کو اس حیثیت سے بھی دیکھا جاتا تو مسئلہ بالکل واضح اور روشن تھا کیونکہ خداوند قدوس جس طرح قدیم ہے ٹھیک اسی طرح اس کی صفات بھی قدیم ہیں اور قرآن مجید چونکہ اللہ کا کلام ہے اور اللہ کا کلام بھی اس کی صفات میں سے ہے لہذا یہ بھی قدیم ہے چنانچہ مامون رشید کے زمانے میں ۲۱۲ھ سے اس فتنہ کی ابتدا ہوتی ہے اور ۲۱۸ھ میں

اس کا خاتمہ ہوتا ہے لیکن اس کا زور و شور اور حکومت کی جانب سے تشدد و قہر ۲۱۸ھ سے شروع ہوتا ہے مامون رشید یہ خلفاء عباسیہ میں سے تھا اس کا زمانہ بھی عجیب زمانہ تھا ایک طرف الحاد کا دور دورہ تھا تو دوسری جانب حریت کی تعلیم تھی مامون رشید عربیت میں کامل الفن تھا وہ ملحدانہ مذاہب جن کو کہیں پناہ نہ ملتی تھی وہ بغداد کی گلی وکوچہ میں پرورش پا رہے تھے۔ اس زمانہ میں اعتزال عین عالم شباب کو پہونچا ہوا تھا چنانچہ معتزلہ جماعت کے علماء کا اثر مامون رشید کے اوپر یہ ہوا کہ خلق قرآن کا مسئلہ اس کے قعر قلب میں جاگزیں ہو گیا چنانچہ یہ جس زمانہ میں اضلاع شام میں مقیم تھا دفعۃً اسے یہ خیال پیدا ہوا کہ اس مسئلہ کو بزبانِ شمشیر پھیلایا جائے چنانچہ ایک خط گورنر بغداد مسمی محمد اسحق کے نام روانہ کیا جس کے مضمون کا مفہوم یہ تھا کہ بغداد کے تمام علماء میں یہ اعلان کردو کہ جو لوگ خلق قرآن کے قائل ہوں گے ان کو چھوڑ دیا جائے گا اور جو منکر ہوں گے ان کو محبوس زنداں کر دیا جائے گا۔ یہ خبر وحشت اثر چند لمحوں میں بغداد کی گلی کوچہ میں پھیل گئی اب علماء کے لئے صرف دو ہی صورت تھی یا تو وہ ایک غلط مسئلہ کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے اقرار کر کے اپنی جان عزیز کو شدائد و مصائب سے محفوظ رکھیں یا حق بول کر اس کے پاداش میں طرح طرح کی تکلیف میں اپنے آپ کو گرفتار کرا دیں چنانچہ بہت سے علماء نے تلوار کے خوف سے اس چیز کا اقرار کیا جس کی اجازت نہ شریعت دیتی تھی اور ان کے قلب میں یہ بات تھی لیکن انھوں نے الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان ، کو مدنظر رکھتے ہوئے اقرار کر لیا لیکن اللہ عزوجل نے ہمیشہ ایک جماعت کو اس عظیم الشان کام کے لئے تعین کیا ہے کہ وہ باطل کے ساتھ مقابلہ کریں چنانچہ اس کے لئے محدثین کرام کی پاکیزہ جماعت کو اللہ نے چن لیا تھا جنھوں نے نہایت ہی سرفروشانہ اس کا مقابلہ کیا اور انہی کی حق پرستیوں کا یہ نتیجہ ہے کہ ہم حفاظت قرآن پر فخر کیا کرتے ہیں انھوں نے اپنے خون کی ندیاں بہا کر اس کی حفاظت کی ورنہ یہ قرآن مجید بھی آج توریت وانجیل کی طرح مسخ اور متبدل نظر آتا اگر یہ مسئلہ معتزلہ ہی تک محدود رہتا تب تو کوئی بات نہ تھی لیکن اس غلط مسئلہ کا ساتھ حکومت نے دیا اور اس کو جبر و قہر کے ساتھ پھیلانا چاہا اور یہ ایسا زمانہ تھا کہ اسلام کے چشمے ابھی بہہ رہے تھے اب اگر اس صورت میں ایک تنکا بھی حائل ہو جاتا تھا تو خوف ہوتا تھا کہ آئندہ چل کر اگر اس کی دفعیہ کی کوئی صورت اختیار نہ کی گئی تو بڑے بڑے دریا بند کر دئے جائیں گے چنانچہ علماء ہی میں سے ایک جماعت اس کے سدباب کی خاطر اٹھی لیکن ان پر نہایت سفاکانہ مظالم ڈھائے گئے کسی کو تہ تیغ کیا گیا کسی کو نیم بسمل کیا گیا اور انھوں نے گرد وغبار میں تڑپ تڑپ کر اپنی جان عزیز کو داعی اجل کے سپرد کیا کسی کو جلا وطن کیا گیا اور کسی کو جیل خانہ کی کوٹھڑی اور زنجیر و بیڑی سے دوچار ہونا پڑا بہت سے علماء نے اپنے گھر ہی میں زندگی بسر کرنا شروع کر دیا اور نماز جمعہ تک کو بھی ترک کر دیا کتنوں نے گوشہ نشینی اختیار کی اور انھوں نے کہا کہ یہ ایسا زمانہ ہے کہ اپنا ایمان بچایا جائے یہ خبر تھوڑے ہی دنوں میں تمام عالم اسلام میں شائع و ذائع ہو گئی۔ مکہ مکرمہ میں ایک بہت بڑے محدث اور بڑے پایہ کے عالم باعمل موجود تھے۔ یہ خبر ان کو پہونچتی ہے ان کے جذبات میں علماء کے مصائب وآلام ان کے خون کی اس طرح بے قدری اور حق کے مٹانے کی بے جا سعی سے ایک ٹھیس لگتی ہے ان کی رگ حمیت میں جوش پیدا ہوتا ہے ان کے اوپر نہایت ہی اضطرابی اور بیقراری چھا جاتی ہے آخر ان سے رہا نہ گیا اور انھوں نے اس کے انسداد کے لئے عزم بالجزم کیا اور اپنی معیت میں اپنے صاحبزادے کو لیکر اپنے وطن مالوف کو خیرباد کہتے ہوئے بغداد کی جانب روانہ ہوئے لیکن انھیں یہ خطرہ لاحق تھا کہ کہیں درمیان ہی میں محبوس یا قتل

پتہ کی جگہ



نہ کر دیا جاؤں اور مقصود فوت ہو جائے مامون رشید نے اپنے مظالم کی اسی پر اکتفا نہیں کی تھی بلکہ اس سے ایک قدم اور بڑھکر اس درسگاہ کو جس میں بڑے بڑے علمائے کرام درس تدریس دیا کرتے تھے ان کے مواعظ حسنہ سے خلق خدا سیراب اور فیضیاب ہوا کرتی تھی بند کر دیا تھا اور اس کا سارا اختیار بشیر مریشی کو جو کہ معتزلہ کے اکابرین میں سے تھا دیدیا تھا اور علما کی حیات و ممات کا فیصلہ اسی کے ہاتھ میں تھا چنانچہ شیخ عبدالعزیز بن یحییٰ کنانی اپنے لڑکے کو لیکر بغداد کی جامع مسجد میں قیام پذیر ہوتے ہیں جمعہ کا روز تھا جمعہ کی نماز ادا کرتے ہیں۔ بعد نماز جمعہ اہل بغداد ایک نہایت ہی عجیب وغریب منظر دیکھتے ہیں کہ ایک مکہ کا رہنے والا کھڑا ہوا ہے اور اپنے لڑکے سے یہ سوال کر رہا ہے کہ اے میرے پیارے عزیز بیٹے تو بتا کہ یہ قرآن مجید کیا ہے وہ لڑکا نہایت ہی زور دار بلند آواز سے کہتا ہے کہ یہ اللہ کی کتاب ہے اس کی نازل کردہ ہے غیر مخلوق ہے یہ آواز تھی کہ بجلی تمام لوگوں میں کوند گئی یہ وہ صدا تھی جس میں ایک کائنات کا ایمان مخفی تھا۔ یہی وہ آواز تھی جس کے لئے بغداد کی گلی گلی ایک عرصے سے خواہاں اور جویاں تھی لیکن اس کی بدنصیبی اور شومی قسمت سے ایک زمانہ طویل گزر چکا تھا کہ اس کو میسر نہ ہوا تھا۔ شیخ عبدالعزیز ابھی اپنے صاحبزادے سے یہ کلام ہی کر رہے تھے کہ بہت سے لوگ ڈر کر اور یہ سمجھ کر کہ نہ معلوم کون سی مصیبت سر پر آنیوالی ہے بھاگ کھڑے ہوئے لیکن شیخ نہایت ہی بے باکانہ طور سے اپنے صاحبزادے سے کلام کر رہے تھے اتنے میں ایک پولیس کی جماعت آتی ہے اور شیخ کو مع ان کے صاحبزادے کے گرفتار کر کے کمشنر پولیس کے پاس حاضر کرتی ہے۔ کمشنر پولیس ان سے سوال کرتا ہے کہ تمہارے اس فعل سے تمہارا کیا مقصد ہے شیخ نے کہا کہ ہمارا کوئی ذاتی مفاد نہیں ہے ہمارا مقصد محض حق کی آواز کو بلند کرنا ہے کمشنر پولیس نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے یا تو تمہاری عقل زائل اور سلب کر لی گئی ہے یا تمہاری غرض شہرت حاصل کرنا ہے کیونکہ تم جانتے ہو کہ اس میں امیرالمومنین حصہ لئے ہوئے ہیں اگر اس میں مخالفت کی گئی تو یقیناً کافی شہرت حاصل ہو جائیگی شیخ عبدالعزیز نے کہا کہ خدا کے فضل وکرم سے میں نہایت ہی صحیح وسالم ہوں اور میری غرض شہرت حاصل کرنا نہیں ہے بلکہ میری غرض یہ ہے کہ میں ان لوگوں سے مناظرہ کروں جو کہ کہتے ہیں قرآن مجید حادث ہے کمشنر پولیس نے جب یہ سنا تو کہا سبحان اللہ تمہاری یہ غرض ہے مناظرہ کیلئے تیار ہو انھوں نے کہا ہاں ہاں اس کے بعد کمشنر پولیس ان کو بہت سمجھاتا رہا لیکن یہ کیونکر ہو سکتا تھا کہ وہ حق سے انحراف کر سکیں آخر کار پولیس کمشنر نے شیخ سے کہا کہ اچھا میں تم کو دربار شاہی میں لے چلوں گا۔ چنانچہ ان کو دربار شاہی میں نہایت ہی بے ادبی سے پیش کیا جاتا ہے اہل بغداد دیکھتے تھے اور تعجب کرتے تھے کہ دنیا بغداد میں اس غرض سے آتی ہے کہ وہاں چلکر نہایت ہی اطمینان وسکون سے زندگی بسر کریں لیکن یہ شخص کیسا ہے کہ موت کے منہ میں یہاں آکر داخل ہوا ہے آخر کار وہاں جاتے ہیں کمشنر پولیس امیرالمومنین کو جاکر اطلاع دیتا ہی اور مناظرہ کا وقت یوم دوشنبہ قرار پاتا ہے۔

(باقی آئندہ)

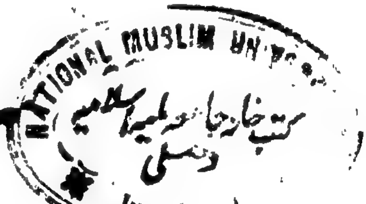
شیخ عطاء الرحمن صاحب پروپرائٹر پبلشر نے جید برقی پریس دہلی میں چھپوا کر دفتر رسالہ محدث دارالحدیث رحمانیہ دہلی سے شائع کیا۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۰۴

فروری ۱۹۳۵ء

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتٰبًا

رسالہ محدث دہلی



سرپرست

شیخ عطاء الرحمن صاحب مہتمم دار الحدیث رحمانیہ



نگران اصول

مولانا احمد اللہ صاحب

شیخ الحدیث

مدیر مسئول

عبد الحلیم ناظم

مولوی فاضل

دار الحدیث رحمانیہ دہلی سے شائع ہوتا ہے

فہرست مضامین

مقاصد

(۱) کتاب و سنت کی اشاعت۔

(۲) مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح۔

(۳) دارالحدیث رحمانیہ کے کوائف کی ترجمانی۔

ضوابط

(۱) یہ رسالہ ہر انگریزی مہینہ کے ابتدائی ہفتہ میں شائع ہو کریگا۔

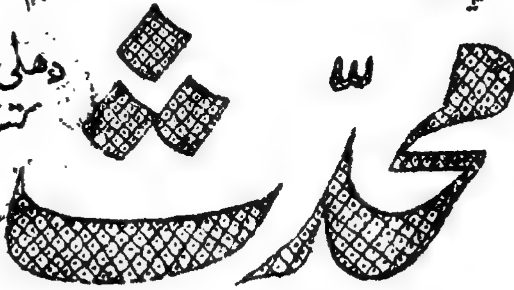
(۲) یہ رسالہ ان لوگوں کو سال بھر مفت بھیجا جائیگا جو ہر ٹکٹ خرچ دفتر میں بھیجدیں گے۔

(۳) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا ضروری ہے۔

(۴) بیرون ہند کیلئے ایک شلنگ یا ارخرچ ہوتے ہیں۔

خط و کتابت کا پتہ

مینیجر رسالہ محدث دارالحدیث رحمانیہ دھلی



جلد ۲ | ماہ فروری ۱۹۳۵ء مطابق شوال المکرم ۱۳۵۳ھ ہجری | نمبر ۱۰

تہلکۂ علمیہ

آہ! علم وعمل کا روشن آفتاب غروب ہوگیا!

"موت العالِم موت العالَم"

گیرید دشنہ درکف وہم برجگر زنید + تاسینہ راز دیدہ فزوں خونچکاں کنید

کون سی آنکھ ہے جو اس زمانۂ قحط الرجال میں ماتم علمی اور غم دینی پر سیلاب اشک نہ بہائے کون سا جگر ہے جو نشتر ہموم وحوادث سے ٹکڑے ٹکڑے ہوکر پگھل نہ جائے۔ کون سا دل ہے جو یادگار سلف صالحین ونمونۂ محدثین سابقین کی وفات حسرت آیات پر وفور غم سے خون بنکر بصورت اشک نہ بہہ پڑے۔

آہ! حضرت العلامہ مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری شارح ترمذی جو ابھی کل تک دنیا میں بیمثال ہستی بنکر زینت دہ مجالس حدیث تھے آج زیب آغوش لحد ہیں۔ وہ جو شب کو شمع انجمن تھے آج موسم قضا کے ہاتھوں صبح سے پہلے دود خاک نہیں عرش رسیدہ ہیں۔ کیونکہ خدا کی رحمت خاص کی گود نگراں اور منتظر تھی۔ افسوس مرحوم نے حدیث کی عظیم الشان خدمت کا جو اہم سلسلہ شروع کر رکھا تھا یعنی تحفۃ الاحوذی کی تالیف اس میں بھی طباعت کی کچھ کسر رہ گئی۔ رمضان کے قبل دہلی میں آنکھ کا اپریشن کرایا تھا جس سے کچھ فائدہ تو ہوگیا تھا لیکن اس کے بعد ہی اس بیماری کا سلسلہ شروع ہوا جس سے اپنے وطن میں ۲۲ر جنوری ۱۹۳۵ء یوم سہ شنبہ کو بوقت صبح انتقال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا مرحوم کی وفات ایسا حادثہ ہے جس کی اب تلافی ممکن نہیں۔ آپ کی ذات تمام علوم وفنون خصوصًا حدیث میں جس درجہ ماہر اور کثیر المعلومات تھی آپ کے حسن عمل، تقویٰ، اخلاق پاکیزہ کی جو حیثیت تھی اس پر ان چند سطور میں کچھ لکھنا دشوار ہے مختصر یہ کہ ہندوستان ہی نہیں بلکہ ساری دنیا میں وہ آپ اپنی نظیر تھے۔ دار الحدیث رحمانیہ اور یہاں کے مہتمم ومدرسین سے آپ کو خاص تعلق تھا۔ تحفۃ الاحوذی کے سلسلہ میں ہمیشہ دار الحدیث میں قیام فرماتے اصابتی پُر معلومات گفتگو سے ہمیں فیض پہونچاتے۔ ناظرین! علامہ مرحوم کا جنازۂ غائب پڑھیں اور دعائے مغفرت کریں۔ اللھم اغفر لہ وارحمہ وارض بصبرا لباقیات الصالحات والصالحین من المتعلقین اجمعین آمین!

مدیر

بسلسلہ سابق

اصل الاصول

قسط (۸)

علامہ ابن تیمیہ کے رسالہ معارج الوصول کا ترجمہ

(از عبد العلیم ناظم مولوی فاضل مدیر محدث مدرس رحمانیہ)

اور فرماتا ہے۔

ولما جاءھم کتاب من عند اللہ مصدق لما معھم نبذ فریق من الذین اوتوا الکتاب کتاب اللہ وراء ظھورھم کانھم لا یعلمون۔ واتبعوا ما تتلوا الشیاطین علی ملک سلیمان ۔

اور جب ان کے پاس اللہ کے نزدیک سے کتاب آئی جو ان باتوں کی تصدیق کرتی ہے جو ان کے ساتھ ہیں تو جن کو خدا کی کتاب دیگئی تھی ان میں سے ایک فریق اللہ کی کتاب پس پشت ڈالتا ہے گویا کہ وہ جانتا ہی نہیں۔ اور ان باتوں کی پیروی کرتا ہے جو سلیمان کی سلطنت میں شیطان پڑھا کرتے تھے۔

الی قولہ تعالیٰ

یہاں تک کہ فرمایا

ولقد علموا لمن اشتراہ مالہ فی الآخرۃ من خلاق ولبئس ما شروا بہ انفسھم لو کانوا یعلمون ولو انھم آمنوا واتقوا لمثوبۃ من عند اللہ خیر لو کانوا یعلمون ۔ پ ع ۱۲

اور البتہ تحقیق وہ جانتے ہیں کہ جس شخص نے اسکو خرید لیا۔ اس کیلئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اور البتہ برا ہے وہ جسکے بدلے وہ اپنے تئیں فروخت کر رہے ہیں کاش یہ لوگ جانتے ہوں اور اگر وہ لوگ ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو البتہ اللہ کے نزدیک بہتر ثواب ہوتا۔ کاش یہ لوگ جانتے۔

ہم نصاریٰ کی اس لئے مذمت کرتے ہیں کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق سخت غلو اور شرک میں مبتلا ہوگئے۔ رسول اللہ صلعم کی تکذیب کی، اور رہبانیت کی نئی بدعت نکال لی۔ ہم اس رہبانیت پر ان کی تعریف نہیں کر سکتے کیونکہ یہ قطعی بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ لیکن جبکہ رہبانیت اختیار کرنیوالا حق وصداقت کا قصد کرے تو کبھی معاف کر دیا جاتا ہے۔ لیکن اس کا عمل ضائع ہو جاتا ہے اس میں کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ یہی وہ گمراہی ہے جس میں پڑنیوالا شخص معذور سمجھا جاتا ہے اور نہ تو وہ عذاب کا مستحق ہوتا ہے نہ ثواب کا۔ اسی لئے ارشاد ہوا۔

غیر المغضوب علیھم ولا الضالین ۔ جن پر تیرا غضب ہے اور جو گمراہ ہیں ان کا راستہ نہ (دکھا)

کیونکہ جس پر غضب ہوتا ہے وہ محض غضب ہی کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۔ اور جو گمراہ ہیں تو ان کا مقصود در اصل رحمت اور ثواب ہوتا ہے۔ لیکن یہ لوگ کبھی عذاب نہیں کئے جاتے جسطرح مغضوب علیہم عذاب پاتے ہیں۔ بلکہ یہ ملعون ومطرود ہوتے ہیں۔ اسی لئے زید بن عمرو بن نفیل کی حدیث میں آیا کہ یہود کہتے تھے " ہمارے دین میں ہرگز کوئی شخص داخل نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنا حصہ اللہ کے غضب سے نہ لے۔ اور نصاریٰ نے کہا۔ جب تک اللہ کی لعنت میں کوئی شخص اپنا حصہ نہ بنائے اسوقت تک ہمارے دین میں داخل نہیں ہو سکتا۔

ضحاک اور ایک جماعت کا قول ہے کہ جہنم کے کئی طبقات ہیں۔ جو سب سے اوپر کا ہلکے عذاب کا طبقہ ہے وہ اس امت کے

نافرمانوں کیلئے ہے اور جو اس کے بعد ہے وہ نصاریٰ کیلئے اور جو اس کے بعد ہے وہ یہودیوں کیلئے۔ ان لوگوں نے یہود کو نصاریٰ کے تحت میں کر دیا ہے۔ قرآن بھی صاف شہادت دیتا ہے کہ مشرکین اور یہود مسلمانوں کیلئے نصاریٰ سے بہت زیادہ سخت دشمن ہیں۔ ظاہر ہے کہ دشمنی کی سختی کفر کی زیادتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہود نصاریٰ سے کفر میں زیادہ مضبوط ہیں۔ اگرچہ نصاریٰ گمراہ اور جاہل ہی کیوں نہ ہوں۔ یہود اپنے اس عمل پر سخت سزا دیئے جائیں گے۔ کیونکہ انھوں نے حق کو پہچانکر سرکشی سے اسے چھوڑ دیا۔ اور مغضوب علیہم (جن پر غضب کیا گیا) ہوگئے۔ چونکہ دو دو مرتبہ صاف دلائل قائم ہونے کے بعد بھی یہ لوگ ایمان نہیں لاتے اس لئے گمراہ ہو کر عذاب کے مستحق ہوگئے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ جمعہ کے دن خطبہ میں نبی صلعم فرماتے تھے۔

خیر الکلام کلام اللہ وخیر الھدی ھدی محمد   بہترین کلام اللہ کا کلام ہے اور بہترین ہدایت محمدؐ کی ہدایت ہے۔

وشر الامور محدثاتھا۔ وکل بدعۃ ضلالۃ ۔   بدترین کام بدعتیں ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

یہاں کل ضلالۃ فی النار (کل گمراہی جہنم میں ہے) نہیں فرمایا۔ کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص حق کا قصد کرتا ہے۔ مگر حق سے گمراہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح حق کو تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر اس سے تھک جاتا ہے تو ایسے شخص کو عذاب نہیں کیا جائے گا۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص کو جن امور کا حکم کیا جاتا ہے اسے وہ بجا لاتا ہے اس پر اس کو بدلہ ملتا ہے اور جہاں جہاں وہ حقیقتِ حال سے بہک جاتا ہے وہ اس کیلئے بخش دیا جاتا ہے۔

اکثر متقدمین ومتاخرین مجتہدین اپنے قول وفعل میں بدعت کے مرتکب ہوئے مگر انھیں معلوم نہیں تھا کہ یہ بدعت ہے۔ یا تو انھوں نے بعض کمزور وضعیف احادیث سے اس کو صحیح گمان کر لیا۔ یا ان آیتوں کی وجہ سے جن کو انھوں نے اُن کی حقیقی مراد کے خلاف سمجھ لیا۔ یا محض اپنی رایوں کے سبب سے جو ان کے نزدیک بہتر معلوم ہوئی وہ اس قسم کے بدعتی ارتکاب میں پھنسے۔ حالانکہ اس مسئلہ میں نصوص بھی تھے جو ان کے پاس نہ پہنچ سکے۔ جب کوئی شخص متقی بنجاتا ہے اور اس کی کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اس قول میں داخل ہو جاتا ہے۔

ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا ۔   اے پروردگار! اگر ہم بھولیں یا غلطی کریں تو ہمیں مت پکڑ۔

صحیح حدیث میں ہے کہ اس دعا کے بعد خدا کہتا ہے "میں نے ایسا ہی کیا" اس کی تفصیل دوسری جگہ گذر چکی ہے۔ یہاں پر مقصود ہے کہ رسولؐ نے کتاب وسنت کے ذریعہ تمام دین بیان کر دیا۔ اجماع سے مراد اجماع امت ہے جو حق ہے کیونکہ امت محمدیہ گمراہی پر کبھی جمع نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح قیاسِ صحیح بھی حق ہے جو کتاب وسنت کے موافق ہوتا ہے۔ جس آیت مشہورہ کے ذریعہ اجماع پر دلیل لائی جاتی ہے وہ یہ ہے۔ خدا فرماتا ہے۔

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین   جو شخص رسول کی مخالفت کرے اس کے بعد کہ اس کیلئے ہدایت ظاہر

لہ الھدیٰ ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ   ہوگئی ہے۔ اور وہ مومنوں کے راستہ کے غیر کی پیروی کرے تو ہم

ما تولیٰ ۔   اس کو اسی طرف پھیر دینگے جدھر وہ پھرا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ آیت مورد نزاع پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ اس میں ان لوگوں کی مذمت ہے جنھوں نے دو امروں کو جمع کر دیا۔ اور یہ مسئلہ مابہ النزاع نہیں اس آیت سے یہ نکلتا ہے کہ مومنوں کا راستہ کتاب وسنت ہی سے دلیل

کہنا ہے اور یہ بھی محل نزاع نہیں۔ الغرض اس قسم کے اقوال ان لوگوں کے ہیں جو کہتے ہیں کہ یہ آیت محل نزاع (اجماع) پر دلالت نہیں کرتی ہے۔ لیکن دوسرے ایسے لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ آیت مومنوں کی مطلقاً اتباع کو واجب بناتی ہے۔ پھر اس کی تشریح میں ان کو جسقدر تکلف کرنا چاہئے انھوں نے کیا جیسا کہ ان کے کلام سے معلوم ہوتا ہے مگر باوجود اس کے انھوں نے ان سوالوں کے جو ان کے قول پر وارد ہوتے ہیں شافی جواب نہیں دیئے۔

اس ضمن میں تیسرا قول معتدل اور بہترین ہے وہ یہ کہ یہ آیت بتاتی ہے کہ مومنوں کے راستہ کی اتباع واجب اور ان کے غیر راستہ کی پیروی قطعی حرام ہے اب سوال یہ ہے کہ یہ مذمت صرف رسول کی مخالفت ہی سے لاحق ہوگی۔ یا صرف مومنوں کے خلاف راستہ چلنے سے۔ یا یہ کہ صرف ایک سے نہیں بلکہ جب دونوں اکٹھا جمع ہوں گے تب دونوں سے ملکر مذمت لاحق ہوگی۔ یا یہ کہ ان دونوں میں سے ہر ایک سے مذمت لاحق ہوگی اگرچہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہی کیوں نہ ہوجائے۔ یا یہ کہ ایک کو دوسرے سے لازم جانکر مذمت ہر ایک سے لاحق ہوگی۔ یہ کل پانچ صورتیں ہوتی ہیں جن میں پہلی دونوں باطل ہیں کیونکہ اگر ان دونوں میں سے صرف ایک ہی مؤثر ہے تو دوسرے کا ذکر بیکار و بے فائدہ ہونا لازم آئے گا۔ اسی طرح ان دونوں میں سے بھی مذمت کا لحوق نہ ماننا بھی قطعی باطل ہے کیونکہ رسول کی مخالفت قطع نظر ان کے متبعین سے خود موجب وعید ہے اور ان دونوں میں سے ہر ایک سے مذمت کا لحوق اگرچہ ایک دوسرے سے جدا ہی کیوں نہ ہوجائیں۔ اس پر آیت نہیں دلالت کرتی۔ کیونکہ آیت میں وعید مجموعہ کی بنا پر ہے۔ باقی رہی وہ صورت کہ ہر ایک دونوں صفتوں سے وعید کو چاہتی ہے تو یہی درست ہے کیونکہ ان دونوں میں تلازم ہے۔ جیسا کہ اللہ و رسول کی نافرمانی اور قرآن و اسلام کی مخالفت میں تلازم مانا جاتا ہے۔ چنانچہ جو شخص قرآن کی مخالفت کرے یا قرآن اور اسلام سے نکل جائے تو وہ دوزخیوں میں سے ہوگا۔ خدا فرماتا ہے۔

ومن یکفر باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر فقد ضل ضلالا بعیدا۔　جو شخص اللہ اس کے فرشتے، اسکی کتابوں، اسکے رسول اور یوم آخر (معاد) پر ایمان نہ لائے تو اس نے صدر درجہ گمراہی اختیار کی۔

پس ان اصول میں سے کسی ایک کے ساتھ کفر کرنے سے اس کے غیر کے ساتھ کفر کرنا لازم آتا ہے۔ چنانچہ جس شخص نے اللہ کے ساتھ کفر کیا تو اس نے دراصل ان تمام کے ساتھ کفر کیا۔ اور جس نے فرشتوں کے ساتھ کفر کیا اس نے کتابوں اور رسولوں کے ساتھ بھی کفر کیا۔ پس وہ اللہ کے ساتھ بھی کافر ہوگا کیونکہ اس نے اللہ کے رسولوں اور کتابوں کو جھٹلایا۔ اور اسی طرح جب کسی شخص نے یوم آخر (قیامت) کے ساتھ کفر کیا تو اس نے دراصل کتابوں اور رسولوں کی تکذیب کی۔ لہذا وہ قطعی کافر سمجھا جائیگا جیسا کہ خدا فرماتا ہے۔

یا اھل الکتاب لم تلبسون الحق بالباطل وتکتمون الحق وانتم تعلمون۔　اے کتاب والو! حق کو باطل کے ساتھ کیوں ملاتے ہو۔ تم لوگ حق کو چھپاتے ہو درانحالیکہ تم جانتے ہو۔

ان کی یعنی کتاب والوں کی دو صفتوں پر مذمت کی اور ان میں ہر ایک مذمت کو چاہتی ہے۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے اپنے حسب ذیل قول میں ان دونوں سے منع فرمایا۔

ولا تلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق وانتم　حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ۔ اور حق کو نہ چھپاؤ درانحالیکہ تم

تعلمون ۰　　خوب جانتے ہو۔

یہ ممانعت اس لئے ہے کہ جس نے حق کو باطل کے ساتھ ملا دیا اور اسکو باطل سے ڈھانک لیا پھر اس میں غلطی کی تو لازم آئے گا کہ اس نے حق کو چھپایا اور یہ ظاہر کیا کہ وہ باطل ہے۔ اس لئے کہ اگر وہ حق کو بیان کرتا تو باطل جس کے ساتھ اس نے حق کو مخلوط کر دیا ہے یقیناً زائل ہو جاتا۔ پس اسی طرح رسول کی مخالفت اور مسلمانوں کے غیر راستہ کی پیروی ہے۔ جس نے رسولؐ کی مخالفت کی تو درحقیقت اس نے مومنوں کے غیر راستہ کی پیروی کی۔ اور جس نے مومنوں کے غیر راستہ کی پیروی کی تو اس نے رسول کی مخالفت کی۔ کیونکہ مومنوں کے خلاف رہروی کو بھی اللہ نے وعید میں داخل کیا ہے۔ تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مذمت میں وہ بھی ایک اثر انداز صفت ہے۔ پس جو شخص مومنوں کے اجماع سے نکل جائے تو اس نے دراصل مومنوں کے خلاف راستہ کی یقیناً پیروی کی۔ اور آیت اسی کی مذمت واجب کر رہی ہے۔

اور جب یہ کہا جائے کہ آیت نے اس کی مذمت رسول ہی کی مخالفت کے ساتھ کی ہے تو ہم کہیں گے کہ یہ دونوں دراصل ایک دوسرے کو لازم ہیں۔ یہ اس لئے کہ ہر وہ چیز جس پر مسلمانوں کا اجماع ہے یقیناً رسول اللہ صلعم سے منصوص ہوگی۔ پس جو مسلمانوں کے مخالف ہے وہ رسول کے بھی مخالف ہوگی جس طرح رسول کا مخالف اللہ کا مخالف ہوتا ہے لیکن یہ اس امر کو چاہتا ہے کہ ہر وہ چیز جس پر اجماع ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بیان کر دیا ہے۔ اور یہی درست اور بجا بات ہے۔ پس کوئی ایسا مسئلہ جس پر اجماع ہو نہیں پایا جائیگا مگر اس میں رسول کا بیان ضروری ہوگا۔ لیکن بعض لوگوں پر یہ یعنی رسول کا بیان مخفی ہوتا ہے اور اجماع معلوم ہوتا ہے لہذا اجماع ہی سے استدلال کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ جو شخص دلالۃ النص کو جو نص کے ساتھ دوسری دلیل ہے نہیں جانتا تو نص ہی سے استدلال کرتا ہے۔ جیسے قرآن میں بیان کی ہوئی مثالیں۔ اسی طرح اجماع ایک دوسری دلیل ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے اس پر کتاب، سنت اور اجماع دلالت کر رہے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ان میں ہر ایک اصول ایک دوسرے کے تلازم کے ساتھ حق پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ جس پر اجماع کی دلالت ہو تو اس پر کتاب وسنت کی دلالت بھی ضرور ہوگی۔ اور جس پر قرآن کی دلالت ہو اور وہ رسول سے لیا گیا ہو۔ تو کتاب وسنت دونوں اسی سے ماخوذ ہوں گے۔ کوئی ایسا مسئلہ نہیں پایا جاتا جس پر اجماع کا اتفاق ہو مگر اس میں کوئی نص ضرور ہوگا۔ بعض لوگ چند مسائل ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس میں صرف اجماع ہے نص نہیں ہے جیسے مضاربۃ[1] (یعنی شرکت سے تجارت یا زراعت کرنی) حالانکہ ایسا نہیں یعنی ان کا خیال صحیح نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مضاربۃ عربوں کے درمیان جاہلیت ہی میں مشہور تھا۔ بالخصوص قریش میں جن پر تجارت کا اور غلبہ تھا۔ مال والے جو لوگ تھے وہ تجارت کو کام کرنیوالوں کے سپرد کرتے تھے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے قبل غیر کے مال کو لیکر سفر کیا چنانچہ حضرت خدیجہ کا مال لیکر حضورؐ نے سفر کیا تھا۔ اور وہ قافلہ جس میں ابو سفیان تھے۔ اس کا اکثر حصہ ابو سفیان اور ان کے علاوہ دوسروں کے ساتھ مضاربۃ (یعنی تجارتی شرکت) کے قسم سے تھا۔

(باقی آئندہ)

---

[1] مضاربۃ اسکو کہتے ہیں کہ ایک شخص کسی دوسرے کو تجارت کیلئے مال دیدے۔ اور نفع میں دونوں کا برابر حصہ ہو۔ مترجم

فتنہ خلق قرآن اور حق پرست علمائے کے مصائب

گذشتہ سے پیوستہ

(از مولوی محمد ابوالخیر بدر پریوانی پرتاب گڈھی متعلم مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ)

پولیس کمشنر آکر شیخ سے کہتا ہے کہ مناظرہ تو دوشنبہ کے روز ہوگا لیکن تم اپنی ضمانت لاؤ تاکہ تم کو اس وقت تک رہا کیا جائے۔ شیخ کہتے ہیں کہ اس حالت میں جبکہ میں غیر ملک میں ہوں شاہی مجرم ہوں پھر بھلا بتائیے کون اپنی جان کو صریحاً ہلاکت میں ڈالکر ہماری ضمانت اپنے ذمہ لیگا آخر وہ خدا کے بھروسے چھوڑ دیتا ہے گو وہ سزا کے لئے معین تھا لیکن خدا نے اس کے دل میں کچھ ایسی نرمی پیدا کردی کہ وہ بغیر ضمانت رہا کردیتا ہے یہی معنی ہے ان تنصروا اللہ ینصرکم یعنی اگر تم اللہ کی مدد کروگے اللہ تمہاری مدد کریگا اس کے بعد مناظرہ کا وقت آتا ہے۔ تمام اہل بغداد مجسمہ انتظار بنے بیٹھے تھے کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے آخر مجلس مناظرہ قائم ہوتی ہے۔ مامون رشید آداب مناظرہ پر مختصر سی تقریر کرتا ہے اس کے بعد بشر مریثی سے مامون رشید نے کہا کہ شیخ سے مناظرہ کرنا تمہارے ذمہ ہے بشر مریثی یہ وہی شخص ہے جسے کبیر معتزلہ کا خطاب مل چکا تھا۔ مناظرہ بہت دیر تک ہوتا رہا جس کا یہاں پھر تحریر کرنا مضمون کو وسعت دینا ہے اس کا ماحصل اور لب لباب بس یہی ہے کہ بشر مریثی نے کہا کہ دیکھو مناظرہ کرتے ہوئے بہت وقت گزر چکا ہے امیر المومنین کو فیصلہ کا انتظار ہے لہذا اب میں تم سے صرف ایک سوال کرتا ہوں تم اس کا جواب دیدو تاکہ سارا قضیہ ختم ہو جائے۔ اب تک بشر کے تمام اعتراضات وسوالات کے جوابات شیخ عبد العزیز نے نہایت ہی دندان شکن اور مسکت دیئے تھے۔ آخر میں اس نے یہ کہا کہ یا شیخ آپ اس بات کا جواب دیں کہ کلام مجید میں بہت جگہ ذکر ہے کہ ساری اشیاء کا پیدا کرنیوالا اللہ تعالیٰ ہے اب یہ بتائیے کہ کلام مجید اشیاء میں داخل ہے کہ نہیں شیخ عبد العزیز کہتے ہیں کہ پہلے اشیاء کی تعریف سن لو کیونکہ ایسا سوال کرنا ہی غلط ہے اور سوال میں دھوکا دیا گیا ہے لیکن بشر نے اصرار کیا کہ میں تو صرف یہ پوچھتا ہوں کہ کلام مجید اشیاء میں داخل ہے کہ نہیں شیخ عبد العزیز خاموش تھے مامون رشید نے کہا کہ شیخ کیا بات ہے تم جواب کیوں نہیں دیتے۔ چنانچہ شیخ نے کہا کہ قرآن مجید اشیاء میں داخل ہے یہ کہنا تھا کہ تمام معتزلہ کی جماعت جو کہ وہاں پر موجود تھی اور مامون رشید ایک شور ہنگامہ مچا دیتے ہیں اور مامون رشید نہایت ہی شادان و فرحاں نظر آنے لگتا ہے مجلس میں ایک دھوم سی مچ جاتی ہے جب شیخ نے یہ کیفیت دیکھی تب تو شیخ کو جوش آیا اور کہا کہ اے معتزلہ کی جماعت کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ اللہ رب العالمین کلام مجید میں فرماتا ہے ویحذرکم اللہ نفسہ اور دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے کل نفس ذائقۃ الموت تو اب بتاؤ کہ کیا اللہ کو موت ہے یہ آواز مجلس میں بجلی کی طرح کوند جاتی ہے اور وہی مامون رشید جو کہ ابھی ابھی نہایت شادان و فرحاں نظر آرہا تھا اب اس کی زبان سے یہ کلمہ برابر جاری ہے نعوذ باللہ نعوذ باللہ اللہ کی ذات موت سے بری ہے۔ شیخ عبد العزیزؒ نے کہا کہ جس طرح اللہ کی ذات موت سے بری ہے اور اس کا قائل کافر ہے ٹھیک اسی طرح اللہ کی صفات قدیم ہیں اور اس کا منکر کافر ہے۔ پھر اب کیا تھا جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ مامون رشید شیخ عبد العزیز کے حسن جواب اور قابلیت کی داد دیتا ہے اور نہایت اعزاز واحترام سے پیش آتا ہے اور ان کو انعام واکرام دیکر ان کے وطن روانہ کرتا ہے۔

اس کے بعد معتصم کا زمانہ آتا ہے اور یہ فتنہ اس زمانہ میں اور زور پکڑ لیتا ہے اور علماء کے لئے ابتلاء ومحن کی صورت میں پیش ہوتا ہے
اس زمانے میں بھی علماء پر بڑی بڑی تکالیف ڈھائی گئیں۔ بہت علماء نے تو اقرار کیا لیکن صرف چند علماء باقی رہ گئے تھے جنھوں
نے جیل خانہ کی زنجیر سے دوچار ہونا منظور کیا لیکن حق سے اعراض نامنظور کیا لیکن ان تمام علماء میں جو کہ سب سے بڑھے ہوئے
ہیں وہ امام المجددین سید المصلحین امام احمد بن حنبلؒ ہیں ان کا ساتھ محمد بن نوح نیشاپوری نے دیا اور علامہ قواریری اور علامہ
سجادہ صرف ایک رات تک اس میں مبتلا ہے جب ان کو وزن دار بیڑیاں پہنائی گئیں ایک رات تک تو ٹھیرے رہے اس کے بعد
ان دونوں علماء نے بھی اقرار کرلیا اور اپنے آپ کو اس طرح مصیبت سے بچا لیا امام احمد بن حنبل اور محمد بن نوح کو بیڑیاں
پہنائی گئیں اور جبکہ وہ جیل خانے سے منتقل ہورہے تھے اور دربار میں لائے جارہے تھے ان سے کہا گیا کہ بغیر کسی مدد کے تم خود
ہی اونٹ پر سوار ہو گو یہ امر بہت ہی مشکل تھا ان کی طاقت سے باہر تھا انھوں نے سواری پر چڑھنے کا قصد کیا اور عنقریب تھا کہ
وہ گر جاتے لیکن خداوند قدوس نے ان کی مدد کی اور آخر اونٹ پر سوار ہوئے راستہ میں محمد بن نوح کا انتقال ہوجاتا ہے اور حضرت
امام ان کی نماز جنازہ پڑھاتے ہیں اب صرف شہسوار حریت امام احمد بن حنبل تن تنہا رہ جاتے ہیں ان کو دربار میں لایا جاتا ہے
ان کو سمجھایا جاتا ہے آخر مناظرہ ہونا طے پاتا ہے مناظرہ ہوتا ہے خلق قرآن کے متعلق تمام سوالات ہوتے ہیں امام نہایت ہی
اچھے جواب دیکر ان کو خاموش کردیتے ہیں اس کے بعد رویت باری تعالیٰ اور جسمیت باری تعالیٰ کے متعلق مناظرہ ہوتا ہے۔
ان اعتراضات کے جواب بھی امام صاحب نہایت ہی احسن طریقے سے دیتے ہیں بہت قریب تھا کہ معتصم ان کو آزاد کردیتا لیکن معتزلہ
کی جماعت جس کا سردار داؤد معتزلی جیسا وہاں موجود تھا۔ جب جواب سے مایوس ہوجاتی ہے معتصم کو برانگیختہ کرتی ہے اور کہتی ہے
کہ یا امیر المومنین یہ شخص گمراہ ہے کافر ہے مستحق قتل ہے اس نے دو خلیفہ کی اہانت کی ہے اگر اس کو قتل نہ کیا گیا تو یہ فتنہ وفساد
پھیلاتا ہے کا جب یہ باتیں معتصم کے گوش گزار کی جاتی ہیں وہ جلاد کو حکم دیتا ہے کہ تمام جلد حاضر ہوں راستے میں امام صاحب کو ایک
چور ملا تھا اس نے کہا کہ آپ مجھے پہچانتے ہیں میں فلاں چور ہوں میرے جسم پر سیکڑوں کوڑے لگ چکے ہیں لیکن میری
یہ کیفیت ہے کہ ادھر جیل خانے سے چھوٹا اور ادھر چوری کرنے کی غرض سے نکل پڑا یہ صرف شیطان کی اطاعت میں ہے
آپ نے اگر اللہ کی اطاعت میں اتنا بھی نہ کیا تب تو کچھ نہ کیا امام صاحب نے کہا واقعی اگر ایسا میں نے نہ کیا تو میری حق پرستی
پر تف ہے آخر جلاد آتے ہیں امام صاحب دوزانو ہوجاتے ہیں اور اللہ رب العالمین سے دعا کرتے ہیں کہ خدایا اگر میں حق راستہ
پر ہوں تو تو میری مدد کرنا مجھے استقامت دینا۔ امام صاحب جبکہ اپنی زندگی کو جیل خانہ کی اندھیری کوٹھری میں بسر کررہے تھے وہ
جیلخانے آجکل کے جیسے نہ تھے۔ وہاں تو سورج وروشنی کا پتہ ہی نہ تھا تو علماء ان سے کہا کرتے تھے کہ امام صاحب ایسے وقت
پر اگر اقرار کیا جائے تو کیا خرابی ہے امام صاحب نے ان تمام علماء سے کہا کہ کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ اوائل اسلام میں جبکہ
مسلمانوں کو صبر شکن صدمات سے دوچار ہونا پڑتا تھا انھوں نے دربار نبوی میں اس کے دفعیہ کی خاطر عرض کیا لیکن دربار
نبوی سے جواب ملا کہ لوگو! کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ ہم سے پہلے زمانہ میں جو لوگ اللہ کے نیک بندے ہوا کرتے تھے ان کے اوپر
آرے چلائے جاتے تھے لیکن وہ اپنی زبان سے اف تک نہ کرتے تھے امام صاحب نے کہا کہ بتاؤ اس حدیث کو کیا کیا
جائے تمہارے بیان حیلہ کو رخصت کہا جاتا ہے آخر تمام علماء مایوس ہوکر چلے آتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ امام صاحب کی

خاطر جلاد حاضر ہوتے ہیں ان کو حکم دیا جاتا ہے کہ امام صاحب کا ہاتھ لکڑی کے ساتھ باندھ دیا جائے پھر ان کے اوپر کوڑوں کی بارش ہو۔ چنانچہ ان کے اوپر کوڑوں کی بارش شروع ہوتی ہے امام صاحب کہتے ہیں کہ اے امیر المومنین کیا تم کو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معلوم نہیں ہے آپ نے فرمایا ہے کہ تین شخص کو قتل کرنا جائز ہے اس کے علاوہ نہیں اور میں ان تینوں میں سے کسی سے تعلق نہیں رکھتا ہوں امام صاحب نے کہا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ سردار دو جہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جنگ وجدال جاری رکھوں گا جب تک کہ وہ اشہد ان لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ نہ کہیں حالانکہ میں اس کا قائل ہوں امام صاحب نے کہا کہ امیر المومنین اسوقت تم کیا جواب دو گے جبکہ میدان محشر میں تمام اولین وآخرین کا مجمع ہوگا اور تم خداوند قدوس کے سامنے ٹھیک اسی طرح کھڑے ہو گے جس طرح آج میں تمہارے سامنے کھڑا ہوں یہ الفاظ امیر المومنین کے دل میں لگتے ہیں اور قریب تھا کہ وہ امام صاحب کو آزاد کر دے لیکن معتزلین نے پھر بھڑکایا۔ اور ان کے اوپر کوڑے لگنے شروع ہوگئے پہلا کوڑا لگا تو کہا بسم اللہ دوسرا لگا تو کہا لاحول ولا قوۃ الا باللہ تیسرا کوڑا لگا تو کہا لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا اس کے بعد کوڑے پر کوڑے لگ رہے تھے امام احمد بن حنبل کے جسم سے خون کا فوارہ جاری تھا آہ! فآہ ثم آہ یہ ان علماء کو تکلیف دی جارہی تھی جن کے متعلق خداوند قدوس نے ارشاد فرمایا ہے انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء ہاں جن کے متعلق سردار دو جہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ العلماء ورثۃ الانبیا جن کے متعلق آپ نے فرمایا ہے کہ روئے زمین میں سب سے بڑھکر علماء کی جماعت ہے جن کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جنت کے اندر انبیاء اور علماء کے مراتب میں صرف ایک ہی مرتبہ کا فرق ہوگا آج ان کو اس طرح تکلیف دی جارہی ہے آہ ان کی اس طرح بے عزتی اور بے قدری کی جارہی ہے تکلیف دینے والے غیر نہیں ہیں بلکہ اپنے آپ کو مسلمان کہنے والے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ جتنی اپنوں سے تکلیف پہونچتی ہے اتنی اغیار سے نہیں چاہئے تو یہ تھا کہ امام احمد بن حنبل کی قدر منزلت کی جاتی لیکن آہ ان کے اوپر وہ کوڑے لگائے جارہے ہیں اگر کسی ہاتھی پر لگائے جائیں تو خدا کی قسم وہ چیخ کر بھاگے لیکن خدا کے اس عزیز بندے کو دیکھو کہ کوڑے پر کوڑے کھا رہا ہے لیکن اف تک نہیں کرتا اگر زبان سے کوئی لفظ نکلتا ہے تو صرف یہی کہ قرآن مجید غیر مخلوق ہے۔ سر پہ بادشاہ کھڑا ہوا ہے وہ بادشاہ جس سے سلاطین جہاں ہر وقت لرزاں رہا کرتے تھے جس کے دربار میں قیصر قسطنطنیہ کو کتے کا خطاب دیا جاتا تھا۔ لیکن امام صاحب کو وہ عزم نے بیٹھے ہوئے ہیں ان کے پائے استقلال میں ذرا بھی لغزش نہیں ہوتی ہے معتصم سب کچھ کرسکتا تھا لیکن حق کی آواز کو کبھی موہنہ کرسکتا تھا امام صاحب کوڑے کھا رہے ہیں معتصم کہہ رہا ہے کہ اے اللہ کے بندے اب بھی تو اپنے قول سے باز آجا تیری بیڑیاں میں خود اپنے ہاتھوں سے کھولنے کے لئے تیار ہوں تجھے اپنے عزیز بیٹے ہارون جیسا تصور کروں گا۔ تیرا نہایت ہی اعزاز واحترام کرونگا لیکن امام صاحب کہہ رہے ہیں کہ میں تمہارے قول کو بسروچشم تسلیم کرنے کیلئے تیار ہوں لیکن قرآن وحدیث سے کچھ پیش کرو اگر کوئی دلیل نظر آگئی تو میں اپنے سر کو خم کر دوں گا شریعت کے اندر یہی دو چیزیں ہیں اب نہ شریعت میں تیسری چیز ہے اور نہ میں تیسری چیز کو تسلیم کرنے کیلئے تیار۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق خداوند قدوس نے کہا ہے ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون۔ یہی وہ امام صاحب ہیں جن کو اللہ نے ایک نمونہ بنا کر بھیجا تھا۔ سردار دو جہاں کی سیرت مبارک ان کو یاد تھی

کہ آنحضورؐ کے سامنے ساری دنیا کی چیزیں پیش کی جارہی ہیں لیکن آپ فرماتے ہیں کہ اگر میرے ایک ہاتھ میں آفتاب رکھ دیا جائے اور دوسرے میں ماہتاب پھر بھی میں اپنے فرائض کے انجام دینے سے باز نہیں آسکتا آخر تمام کفار خائب و خاسر ہوجاتے ہیں۔ یہی وہ چیزیں تھیں جو کہ امام صاحب کے رگ و ریشہ میں پیوست ہوچکی تھیں اور انحراف حق سے مانع تھیں سچ تو یہ ہے کہ جس کے قلب میں خدا کی سچی عظمت و وقعت بیٹھ جاتی ہے اس کے سامنے انسان کی حقیقت ایک مکھی سے زیادہ کچھ نہیں ہوتی ہے جس کے دل میں عشق حقیقی کا جذبہ موجزن ہوگا اس کے سامنے دنیا کی ساری تکلیفیں ہیچ ہیں اگر حکم مل جائے کہ لوہے کے کانٹے پر لیٹ جاؤ تو عاشق جانباز نہایت ہی خوشی کے ساتھ اس پر لیٹ جائے گا اور اسے کچھ بھی نہیں معلوم ہوگا یہی تو وجہ ہے کہ امام صاحب کے اوپر اتنے کوڑے پڑرہے ہیں بیہوش ہو ہوجاتے ہیں لیکن پھر بھی وہ اپنے قول حق سے باز نہیں آتے۔ کیا بات تھی وہ صرف یہی کہ ان کے ایک ایک عضو میں اللہ کی محبت اس کے رسول کی سچی الفت گھس چکی تھی آخر جب ان پر ضرب کاری لگ چکتی ہے تو ان کو ایک گھر میں لایا جاتا ہے ظہر کی نماز ادا کررہے تھے اور خون کا فوارہ آپ کے جسم سے جاری تھا ابن سماعہ نے اس پر اعتراض کیا امام صاحب نے کہا کہ حضرت عمر فاروقؓ نماز پڑرہے تھے اور خون ان کے جسم سے جاری تھا۔ یہ تو امام صاحب کا جواب تسلی بخش تھا لیکن درحقیقت واقعہ یہ ہے کہ اگر یہ خون ناپاک تھا تو پھر نہیں سمجھا جاسکتا ہے اور کون سی چیز پاک ہوسکتی ہے اگر یہ خون ناپاک تھا تو دنیا کی ساری پاکیاں اس پر قربان دنیا کی ساری طہارتیں اس پر نچھاور اس کے کیا معنی؟ پاک سے پاک انسان اگر مرے تو اس کو غسل دیا جائے اور شہید مرے تو اس کو یوں ہی دفن کردیا جائے نہ اس پر نماز پڑھی جائے اور نہ اس کو غسل دیا جائے اور خون بہہ رہا ہے اسی حالت میں ان کو دفن کردیا جائے کیونکہ اسی حالت میں ان کا انتظار کیا جارہا ہے اس سے بڑھکر اور کوئی عمل مقبول نہیں ہوسکتا ہے ہاں انہی کے لئے کہا گیا ہے بل احیاء ولکن لا تشعرون۔ اللہ اللہ یہاں طہارت و پاکیزگی کا کیا سوال ہے سچ تو یہ ہے کہ امام صاحب نے اگر عمر بھر میں کوئی بے نظیر عبادت کی ہے تو وہ صرف یہی ہے عمر بھر کی ساری عبادتیں ایک جانب اور یہ مختصری عبادت دوسری جانب یقیناً یہ بھاری ہوجائے گی اللہ کے دربار میں کھڑے ہوئے اس سے سرگوشیاں کررہے ہیں اور جسم سے خون بہہ رہا ہے اللہ کی تسبیح و تہلیل سے زبان تر ہے۔ اس کے بعد امام المحدثین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ ہے اور وہ بھی اس فتنے سے محفوظ نہ رہ سکے اور ان کے اوپر بھی مصیبتیں آئیں۔ بائیکاٹ کیا گیا قطع علائق کیا لیکن دامن استقلال کا چھٹنا ناممکن تھا آخر حق کی فتح ہوتی ہے اور دنیا پر خوب تریں واضح و روشن ہوجاتا ہے کہ خلفائے عباسیہ اس مسئلہ میں کسقدر غلط پہلو کو اختیار کئے ہوئے تھے۔ یہ تھے ہمارے حق پرست علماء کے جگر سوز قلب دوز مصائب و آلام جنھوں نے دین حقہ کی اشاعت میں اپنی جان کی قربانی کی مگر اسلام پر ادنیٰ سا نقصان نہ آنے دیا انھوں نے خون کی ندیاں بہاکر حق کی آواز کو بلند کیا عصر حاضرہ میں بھی علما کی جماعت موجود ہے اسلام کی گردن پر تلوار چل رہی ہے لیکن ہمیں ذرا بھی احساس نہیں ہورہا ہے ہم ٹس سے مس بھی نہیں ہورہے ضرورت اس بات کی ہے کہ اس واقعہ نصیحت آموز سے عبرت حاصل کی جائے اور اعلائے کلمۃ اللہ کا فرض جس کے متعلق کہا گیا ہے افضل الجھاد کلمۃ حق عند سلطان جابر جو کہ علماء کی جماعت پر عائد ہوتا ہے اس کو انجام دیکر سبکدوشی حاصل کی جائے۔ دربار خداوندی میں التجا ہے کہ حق کے بلند کرنے کی توفیق اور حق پر استقامت عطا کرے آمین ثم آمین۔

کیا جنّت فنا ہو جائیگی؟

بسلسلہ ماہ اکتوبر ۳۴ء

(از مولوی سید نظیر الحسن سہوانی متعلم رحمانیہ)

جہنم کے عدم بقا پر معترضین کے جوابات تھے وہ آپ کو معلوم ہو چکے۔ ارباب بصیرت نے معلوم کر لیا ہوگا کہ وہ کس حد تک صحیح تھے بہرحال دو پرچوں میں ان کا اجمالاً جواب دیدیا گیا ہے۔ معترضین کا ایک یہ بھی اعتراض ہے کہ جنت بھی فنا ہو جائیگی یعنی اس کو بھی بقا حاصل نہیں ہے بلکہ عرصہ دراز تک رہنے کے بعد نہ جنت کا وجود رہے گا اور نہ جہنم کا اور اس کے سکان بھی فنا کردیے جائیں گے۔ یہ قول صراحتاً قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ ناظرین اس سے قبل معلوم کر چکے ہیں کہ امام بخاریؒ نے بسند صحیح یہ ثابت کر دیا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جب مخلوق میں فیصلہ کر دیا جائیگا تو موت کو لایا جائے گا اور دوزخ وجنت کے مابین ذبح کر دیا جائیگا اس کے بعد ایک منادی پکاریگا کہ اے جنتیو! اب تم کو موت نہیں آئے گی جس کی وجہ سے وہ لوگ بہت خوش ہوں گے۔ پھر ندا دے گا اے دوزخیو! اب تم کو بھی موت نہیں آئے گی جس کی وجہ سے وہ لوگ بہت غمگین ہوں گے۔ اور علاوہ اس کے قرآن پاک کی بہت سی آیتیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ دوزخ فنا ہوگی اور نہ جنت اور نہ اس کے رہنے والے اس سے نکالے جائیں گے۔ باوجود ان دلائل قاطعہ کے ان کے خلاف کچھ کہنا خدا کے حکم سے سرتابی کرنا ہے بلکہ صحیح تو یہ ہے کہ یہ لوگ اس عالم الغیوب کو جس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے وہ بات بتلاتے ہیں جسکو وہ نہیں جانتا۔ ایسے شخص کے بارے میں جو قرآن وحدیث کی صراحتاً مخالفت کرے علماء اہلسنت والجماعت کا فتویٰ ظاہر ہے کہ ان کو دین سے کوئی واسطہ نہیں اس کی مثال خود سرور عالم نے اس طرح دی ہے کہ یہ لوگ ایمان سے اس طرح نکلجائیں گے جس طرح کہ تم کسی جانور کو تیر مارو اور وہ اس کے پار نکلجاتا ہے مگر اس میں خون کی خفیف سی جھلک ہوتی ہے یہ لوگ اوپر کے دل سے قرآن پڑھینگے اور نام کے مسلمان ہوں گے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر یہ بھی واضح کر دیا جائے کہ دوزخ وجنت کے فنا کا قول سب سے پہلے کس شخص نے کہا اور اس کے کیا عقائد تھے تاکہ ناظرین اس فرقۂ باطلہ کے عقائد نامرضیہ میں پڑکر اپنی عقبیٰ کو برباد نہ کریں۔ ان کے نزدیک خدا تعالیٰ کو حی وعالم نہیں کہہ سکتے کیونکہ یہ صفت مخلوق کی ہے۔ انکا یہ عقیدہ کسی صورت سے صحیح ودرست نہیں اس لئے کہ وہ اپنی شان وصفات میں نرالا ہے وہ کسی کے مثل نہیں ہے قرآن پاک میں اس نے اپنے کو حی وعالم کہا ہے۔

ہمارا ایمان ہے کہ وہ حی وعالم ہے مگر لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ۔۔۔۔ اسی طرح یہ لوگ باری تعالیٰ کے ہاتھ پیر نہیں مانتے۔ تمام اہلسنت والجماعت کا (بغیر کسی امام کے اختلاف کے) یہی مذہب ہے کہ قرآن پاک میں باری تعالیٰ کی جو صفات بیان ہوئی ہیں ان سب پر ہمارا ایمان ہے مگر ان کی کیفیت نامعلوم ہے ان باتوں کا قول سب سے پہلے جہم بن صفوان نے کیا جس کو سالم بن احوز مازنی نے اسی بنا پر قتل کیا آج کل اس کا پیرو فرقہ قرآنیہ ہے جن کے نزدیک حدیث کوئی شئی نہیں ہے معدودے چند احادیث کے علاوہ وہ کسی حدیث کو نہیں مانتے جن کی تردید حضرت الاستاذ مولانا احمد اللہ صاحب صفحات

محدث میں اپنے خاص طرز میں مسلسل کر رہے ہیں۔ الغرض ان کے جو دلائل ہم کو معلوم ہوئے ہیں ان میں ان کی عقلوں کا پورا پورا ماتم ہے۔ ناظرین کرام بھی اندازہ لگائیں گے کہ وہ کس حد تک صحیح ہیں ہم کو جہانتک معلوم ہو سکا ہے پہلے کہ ان لوگوں کے اس باب میں دو اعتراض ہیں اور دونوں آیات قرآنی سے ہیں پہلی دلیل یہ ہے کہ باری تعالیٰ فرماتا ہے اَحْصٰی کُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا ۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ خدا ہر ایک چیز کی بقا کی مدت کو جانتا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا خدا نے جنت اور جہنم کے بقا کی مدت کو جانتا ہے یا نہیں اگر کہو کہ خدا نہیں جانتا تو تم نے خدا کی طرف جہل کی نسبت کی جس سے وہ مبرا و منزہ ہے اور خدا کے فرمان کی تکذیب لازم آئے گی۔ اگر تم کہو کہ خدا جنت اور دوزخ کے بقا کی مدت کو جانتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جو چیز جانی جائیگی۔ محاط کی ہوئی ہوگی اور جو ایسی ہوگی وہ یقیناً فنا ہوگی لہٰذا اس آیت کی بنا پر لازم آیا کہ جنت و دوزخ فنا ہو جائیگی۔ جواب۔ آیت میں فرمایا گیا ہے احصی کل شی عددا ۔ شیٔ کا اطلاق اس پر ہوتا ہے جو خارج میں موجود ہو۔ اور جو موجود فی الخارج ہی نہیں شئی بھی نہیں اور عدد جس چیز کو گنے گا اس کے لئے ضروری ہے کہ موجود فی الخارج ہو۔ وہ زمانہ جو ابتک آیا ہی نہیں اس کی تعداد کو عدد نہیں گن سکتا۔ لہٰذا وہ سیاق آیت سے خارج ہے۔ البتہ جنتیوں کی وہ حرکات جو قوت سے فعل میں آئی ہیں اس کو عدد گن سکتا ہے۔ اور جن کا وجود ہی نہیں ہوا ان کو عدد عاد نہیں۔

دوسری آیت کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۔ ہے یعنی خدا کے علاوہ تمام اشیاء فانی ہیں اور ان میں جنت دوزخ بھی داخل ہیں لہٰذا یہ دونوں بھی فانی ہوئیں۔ جواب۔ ہم بھی اس کو مانتے ہیں ہمارا بھی ایمان ہے کہ خدا کے علاوہ تمام اشیاء فانی ہیں مگر اس آیت کے کسی لفظ سے یہ نہیں معلوم ہوا کہ جنت پر مطلقاً فنا طاری ہوگا ہم بھی کہتے ہیں کہ جنت فانی ہے مگر کس اعتبار سے اس کو بھی سن لیجئے۔ اس اعتبار سے کہ جنت میں جو میوہ جات ہوں گے وہ ہمیشہ ایک ہی حالت پر نہیں رہیں گے بلکہ ان میں تغیر ہوتا رہیگا۔ آتے رہیں گے اور جاتے رہیں گے یعنی جس پھل کو جنتی کھالیں گے اس پر فنا طاری ہو جائیگا اس کے بعد دوسرا پھل اس کی جگہ لے لیگا۔ اس صورت میں جزء کا فنا ہونا لازم آیا نہ کل کا اور مسلم مسئلہ ہے کہ فناء جزء مستلزم فنائے کل کو نہیں۔ کاش یہ لوگ اُن آیات پر غور کر لیتے جن میں صراحتاً جنت کی بقا کو بتلایا گیا ہے تو یہ شبہ ہی نہ پیدا ہوتا جب یہ بناء فاسد علی الفاسد ہے تو نتیجہ کیونکر مثمر ہو سکتا ہے۔ آیئے اب ذرا ان دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ کو بھی سنیئے۔ جو صراحتاً بتلاتے ہیں کہ جنت کبھی فنا نہ ہوگی اور جنت والے ہمیشہ زندہ رہیں گے خدائے تعالیٰ جنتیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى وَ وَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۔ یعنی جنتیوں پر سوائے دنیاوی موت کے اور کوئی موت طاری نہ ہوگی۔ اور دوسری جگہ جنت کے متعلق فرماتا ہے۔ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا جنت کے میوے اور اس کا سایہ کبھی فنا نہ ہوگا۔ اور ایک آیت میں بہت ہی تصریح فرمائی ہے جس کی وجہ سے کسی عقلمند کو شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی ارشاد ہوتا ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۔ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۔ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ۔ یعنے مومنوں کو ہم ایسے باغات میں رکھینگے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہاں میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے اور یہ بھی سن لو کہ یہ وعدہ کسی ایسے ویسے کا نہیں ہے بلکہ خدا کا وعدہ ہے جس کی شان لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۔ ہے اس سے زیادہ سچا وعدہ والا تو اور کوئی بھی نہیں۔ اس مقدس آیت نے ہر قسم کے شک و شبہ کی بیخ و بن کو کھود دیا۔ اور علاوہ اس کے عقل بھی گواہی دیتی ہے کہ ایسا ہی ہونا چاہیئے کیونکہ جب دوزخ و جنت اور اس کے اہل سب ہی فنا ہوں گے تو انبیاء کے بھیجنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔

انبیاء دنیا میں آئے اور طرح طرح کی تکالیف برداشت کیں صرف خدا کی خوشنودی کیلئے اور اس لئے کہ یہ زندگی فانی ہے اس کی تکالیف دار البقا کے عیش و آرام کے مقابل میں ہیچ ہیں مگر جب ان کو ان کے فعل کا پورا بدلہ اور ان کے دشمنوں کو پوری سزا نہ ملی تو یہ ظلم ہوا حالانکہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا اللهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ۔ خدا بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ دوسری آیات میں بھی خالدین فیہا ابدا کا لفظ موجود ہے جو صاف طور سے یہ بتلاتا ہے کہ اہل جنت۔ جنت سے کبھی نہ نکالے جائیں گے مگر یہ امکان تھا کہ جنت میں رہتے رہتے طبیعت گھبرا جائے اور خود نکل جائیں اسکو دوسری آیت میں باتم و احسن وجوہ بیان فرمادیا۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ۔ اس آیت میں مزید یہ فرمایا گیا کہ یہ لوگ خدا کے مہمان کی حیثیت سے جنت میں مقیم ہوں گے۔ اور مہمان کی نہ کوئی شخص بے عزتی کرتا ہے اور نہ اس کو نکالتا ہے پس معلوم ہوا کہ جنتی جنت سے نکالے نہ جائیں گے مگر مہمان چونکہ ایک عرصہ تک رہ کر چلے جاتے ہیں اس لئے ہو سکتا تھا کہ جنتی بھی کچھ عرصہ جنت میں رہ کر چلے آئیں یہاں اس کی بھی نفی کردی کہ وہ لوگ وہاں سے خود بھی نہ جائیں گے۔ ہمارے خیال میں جو شخص ان روشن آیات کو سنے گا اس کو سوائے سر خم کرنے کے اور کوئی چارہ کار نظر نہ آئے گا ہاں اگر کوئی شخص اس کے بعد بھی اس کے تسلیم کرنے سے سرتابی کرے گا تو معلوم ہونا چاہئے کہ ہمارے پاس ادلہ کی کمی نہیں ہے ہم نے اپنے مضمون میں بہت اختصار سے کام لیا ہے تاکہ ناظرین کی پریشانی طبع کا باعث نہ ہو۔ خدا ہم سب کو راہ مستقیم پر گامزن کردے۔ آمین۔

اخلاق اور تعلیم نبوی

(از مولوی عبدالشکور بسکوہری متعلم دار الحدیث رحمانیہ)

یہ امر کسی باخبر انسان پر مخفی نہیں کہ آنحضورؐ نے جب اہل قریش کو اسلام کی تعلیم دی اور ان جانوروں کو جو بظاہر انسانی لباس میں ملبوس تھے دین حق کی طرف بلایا تو ان کی اخلاقی تمدنی حالت نہایت ناگفتہ بہ تھی وہ لوگ اپنی اولاد کو بدست خود زندہ درگور کردیا کرتے تھے۔ اور جانوروں سے بھی بدتر تھے کیونکہ کوئی چوپایہ اپنے بچہ کو ہلاک کرنا نہیں چاہتا بلکہ کسی موذی کے حملہ میں اس کی جان توڑ حفاظت کرتا ہے مگر اہل عرب اپنی اولاد کو چند مٹھی ریت کے تلے بدست خود دفن کردیا کرتے تھے وہ مادر نامہربان اپنی گود کو کس طرح نفرت سے خالی کرتی تھی جیسے کوئی سانپ جننے والی عورت سانپ کو دور پھینکتی ہو۔ چنانچہ حالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں شعر

جو ہوتی تھی پیدا کسی گھر میں دختر ۔۔۔ تو خوف شماتت سے بے رحم مادر
پھرے دیکھتی جب تھی شوہر کے تیور ۔۔۔ کہیں زندہ گاڑ آتی تھی اس کو جا کر
یکایک ہوئی غیرت حق کو حرکت ۔۔۔ بڑھا جانب بوقبیس ابر رحمت

ایسی قابل رحم حالت میں پیکر رحمت مبعوث ہوتے ہیں سہ

عجم میں زلزلہ نوشیرواں کے قصر میں آیا عرب میں شور تھا جس وقت اسکی آمد آمد کا

آپ اپنے ساتھ وہ اعلیٰ درجہ کا معجزہ لائے جس سے دنیا تاریکی کی جہالت سے نکل کر علم کے نور سے منور ہوئی آپ نے جس وقت توحید کا اعلان کیا تمام قبائل میں مخالفت کی ایک فوری آگ بھڑک اٹھی عرب کا بچہ بچہ آپ کی مخالفت پر آمادہ ہوگیا اور آپ کے متبعین کی ایذا رسانی میں ایک دقیقہ بھی نہیں چھوڑا۔ مگر کچھ دنوں کے بعد ان کی حالت میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہوگیا تمام کو انسانوں کی صف میں لاکر کھڑا کر دیا اور ان میں اخلاقی روح پھونک دی غور کرنے کا مقام ہے کہ یہ انقلاب عظیم اور یک لخت کایا پلٹ ہو جانے کی وجہ کیا تھی اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ آپ معلم اخلاق حسنہ تھے آپ نے اپنی بعثت کی یہی غایت بتلائی چنانچہ ارشاد فرمایا۔ انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔ یعنی میں مکارم اخلاق کے اتمام کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں آپ میں یہ وصف بدرجہ اتم پایا جاتا تھا قرآن مجید اس کی تائید کرتا ہے۔ ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک۔ اے نبی اگر آپ شقی القلب ہوتے تو آپ کے اردگرد لوگ جمع نہ رہتے۔

نیز اسلام کی اشاعت ایسے ملک میں ہوئی جہاں کوئی قانون وحکومت نہ تھی جہاں کے باشندے وحشت وغارتگری میں درندوں کے مشابہ تھے۔ قتل وخونریزی ایک معمولی بات سمجھی جاتی تھی۔ ان لوگوں میں ایسی چیز کو پیش کرنا جو تمام ملک کے نزدیک عجیب اور جملہ قبائل میں مخالفت کی فوری آگ لگا دینے والی ہو پھر ایسی حالت میں اس کا سرسبز وشاداب ہونا بجز تائید ربانی کے اور کیا ہوسکتا ہے اور یہ داعی حق کی اکملیت اخلاق کی صریح دلیل ہے آپ شاہ عالم ہونے کے باوجود بہائم کو بدست خود دانہ وچارہ ڈالتے۔ بچوں میں گذرتے پہلے خود سلام علیکم فرماتے ان کے سروں پر دست شفقت پھیرتے۔ آپ کے فرزند حضرت ابراہیمؑ کا انتقال ہو جاتا ہے جو ابھی شیرخوار ہی پی رہے تھے ان کی وفات پر آپ کو بہت ملال ہوا آنکھوں میں آنسو بھر آئے فرماتے ہیں آنکھوں میں نم ہے اور دل میں غم ہے مگر پھر بھی میں وہی کہوں گا جو میرے پروردگار کو پسند ہے۔ فرماتے ہیں ابراہیم مجھے تمہاری وفات پر بہت رنج ہے۔ ناظرین غور کرنے کا مقام ہے آپ نے کتنی بڑی تعلیم دی اور ہم کو کتنی بڑی اخلاقی تعلیم کی طرف توجہ دلائی یعنی اگر کوئی خویش اقارب میں سے رحلت کر جائے اس وقت ہم پر لازم ہے کہ صبر کے دامن کو نہ چھوڑیں اور خلاف شرع شور وغوغا نہ کریں۔ جیسا کہ آج کل عام طور سے دستور ہوگیا ہے۔ ایک دفعہ ابن مسعودؓ آپ کو قرآن مجید سنا رہے تھے جب اس آیت پر پہونچے۔ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا۔ آپ فرماتے ہیں ٹھہرو! حضرت ابن مسعودؓ نے دیکھا آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اس موقعہ پر رحمۃ اللعالمین نے قرآن کی آیت تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربھم کو عملی جامہ پہنا کر تمام عالم کو تعلیم دی مگر فی زمانہ ہم دیکھتے ہیں ہم پر قرآن کی بے شمار آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں مگر ہمارا قلب ذرا سا بھی متاثر نہیں ہوتا اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ ہمارے دلوں میں نور ایمانی باقی نہ رہا ہم نے آپ کی تعلیم کو پس پشت ڈال دیا۔ آپ کی ناقہ کا نام عضبہ تھا کوئی جانور اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا تھا۔ ایک دفعہ ایک بدو اپنی سواری پر آتا ہے اور ناقہ سے آگے بڑھ گیا صحابہ پر یہ بہت شاق گذرا آنحضورؐ نے فرمایا دنیا میں خدا کی یہ عادت جاریہ ہے اگر وہ کسی کو اونچا کرتا ہے تو اسے نیچا بھی دکھاتا ہے۔ سبحان اللہ کتنے اعلیٰ پیمانہ کی تعلیم دی اگر خداوند تعالیٰ

کسی کو بطور آزمائش اپنی کوئی رحمت عنایت فرمائے تو بندے کو چاہیئے اس پر نازاں نہ ہو جائے اور ہمچو دیگرے نیست۔ کا تصور نہ کرے کیونکہ یہ چیز چند روزہ ہے۔ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا دہشت سے لرز گیا فرماتے ہیں گھبراؤ نہیں میں کوئی بادشاہ نہیں میرے ماتحت کوئی فوج نہیں میں تو قریش کی ایسی عورت کا فرزند ہوں جو سوکھا گوشت کھایا کرتی تھی یہ تھی امت کے لئے تعلیم۔ صلح حدیبیہ کے میدان میں آپ صبح کی نماز پڑھ رہے ہیں کوہ تنعیم سے ستر آدمی اترے عین نماز کی حالت میں قصد کرتے ہیں کہ حملہ کر دیں اللہ کے رسولؐ کو بذریعہ وحی معلوم ہو جاتا ہے سب کو پکڑوا منگواتے ہیں مگر معلم اخلاق کی ذرا کشادہ دلی دیکھو بلا سزا اور بغیر تردد کے درگذر فرماتے ہیں ناظرین کیا دنیا کوئی ایسی نظیر پیش کر سکتی ہے جس میں عفو و درگذر کا اتنا بڑا جوہر موجود ہو۔ غور کرو امت کے لئے یہ کتنی بڑی تعلیم دی آپ نے وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ؕ کو عملی جامہ پہنا کر تمام دنیا کو اخلاق کی بہترین تعلیم دی ایسے واقعات آپ کو بہت ملیں گے جن میں آپ نے امت کو عفو و درگذری کی تعلیم دی ہو۔ چنانچہ فتح مکہ کے دن دشمنان اسلام تمام موجود تھے اور وہ سرکش۔ جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت جان و مال سے کی تھی جنھوں نے اللہ کے نبی کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی جنھوں نے مدینہ پر متواتر حملے کئے تھے۔ سب ساکت نتیجہ کے منتظر کھڑے ہیں ہر ایک جدید و قدیم قانون کی رو سے قتل عام تھا آپ سب کچھ کرنے پر قادر تھے عقلاً بھی ظلم نہ تھا مگر علی الاعلان فرماتے ہیں۔ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ ؕ مسلمانو آؤ غور کریں ہم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو کہاں تک مد نظر رکھا ہم نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کا دامن کہاں تک تھاما۔ آہ! افسوس ہم میں وہ جوہر ہی نہیں رہا۔ ہم دنیا دی غرور اور ذہنی خرابیوں میں مبتلا ہو کر اپنے عربی اخلاق بھول گئے۔ کاش اب بھی ہم اس کی حقیقت سمجھیں اور اپنا بھولا ہوا سبق یاد کرتے ہوئے پھر اخلاقی زیور سے دنیا کی آنکھوں میں چکا چوند پیدا کر دیں۔

قیامت کا ہولناک منظر

(از مولوی محمد ادریس آزاد۔ املوی اعظمی متعلم دار الحدیث رحمانیہ)

دنیا میں اول آفرینش سے یہ دستور چلا آتا ہے کہ مختلف زمانوں میں انسانی اصلاح و ہدایت کے لئے ہمیشہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تشریف لا کر اصلاح و ہدایت فرماتے رہے اور ہر ممکن طریقے سے دعوت پھیلاتے رہے ساتھ ہی ان لوگوں کو جو ان کے احکام کی تعمیل سے الگ اپنے نفس کی خواہشات میں ملوث نظر آتے تھے عذابِ خداوندی سے ڈراتے رہے مگر اُن کے نزدیک ان کی تحذیر ایک قسم کی ہنسی اور مذاق سے زیادہ وقعت نہ رکھتی تھی۔ جب ان کی شرارت میں اضافہ ہو جاتا اور انھیں دعوتِ ہدایت کی طرف کسی طرح توجہ نہ ہوتی تو خداوند تعالیٰ ان پر مختلف صورتوں میں اپنے عذاب نازل کرتا اور انھیں اخروی عذاب کے علاوہ دنیا ہی میں اس کی ایک خفیف نظیر سے دو چار ہونا پڑتا۔ اگر ہم ایسے واقعات کی طرف اپنی توجہ مبذول کریں تو ہمارے

سامنے حضرت نوحؑ حضرت لوطؑ اور ہودؑ علیہم السلام وغیرہم کی امم کی بربادی کا ایک بھیانک منظر آموجود ہوتا ہے اگرچہ خداوند تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ان لوگوں پر جو آپ کی دعوت پر عمل کرنے کے منکر تھے کوئی عذاب اگلے لوگوں کی طرح نہیں نازل کیا مگر تاہم انھیں اخروی عذاب سے موقع بموقع ڈراتا رہا مگر افسوس کہ وہ لوگ باوجود اس ڈرانے کے اس سے غافل رہے اور اسی طرح کفر و شرک کی حالت میں اپنے زندگی کا دور ختم کر دیا خدائے تعالیٰ نے ان کی جزا و سزا کیلئے جو دن مقرر کیا ہے اُسے یوم قیامت کہا جاتا ہے اس دن اُن کی جو حالت ہوگی اور انھیں جس طرح کے عذاب سے دوچار ہونا پڑیگا۔ آج میں قارئین محدث کے سامنے اس کے مختصر احوال پیش کرتا ہوں۔ جسدن قیامت قائم ہوگی اور لوگوں کو خداوند تعالیٰ کے سامنے ان کے اعمال حسنہ اور سیئہ پیش کئے جانے کیلئے دوبارہ زندہ کیا جائیگا اسوقت لوگوں کی کیفیت کا ایک منظر اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے یوم ترونها تذهل كل مرضعة عما ارضعت وتضع كل ذات حمل حملها وترى الناس سكرى وما هم بسكرى ولكن عذاب الله شديد ○ اگر ہم قرآنی آیت کے اس چھوٹے سے ٹکڑے پر غور کریں تو روز روشن کی طرح واضح ہوجائیگا کہ واقعی وہ کیسا ہولناک دن ہوگا۔ جس کے خوف اور ہیبت کی وجہ سے مائیں اپنے دودھ پلانے والے بچوں کو بھول جائیں گی اور اس دن کے مصائب اور آلام کو دیکھکر ہر حاملہ اپنے حمل کو گرادیگی۔ اور انسان اللہ تعالیٰ کے قہر کو دیکھکر دہشت کی وجہ سے نشہ کی حالت میں معلوم ہوں گے مگر فی الحقیقت وہ نشہ کی حالت میں نہ ہونگے بلکہ خداوندی عذاب کی شدت کی وجہ سے ان کی حالت اس طرح ہوجائیگی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب نہایت سخت عذاب ہوگا۔ (اللہم احفظنا) اللہ اکبر اس دن لوگوں کی حالت کسقدر المناک ہوگی اور کسقدر دردناک عذابوں سے انسان اضعف البیان کو مقابلہ کرنا پڑیگا کہ ماں جیسی شفیق اور مہربان ذات جو اپنے لاڈلے بچے کے آرام پر اپنی راحت وقف کردیتی ہے جو بچہ پر ہر حالت میں اپنی جان قربان کرنے کیلئے تیار رہتی ہے جو بچے کی تکلیف کو اپنی تکلیف سے بدرجہا زیادہ محسوس کرتی ہے اس دن خدائے قہار کو دیکھکر اپنے اس بچے تک کو جس کے لئے اس نے اپنی جان کو جان نہ سمجھا تھا۔ جس کی خوشنودی سے وہ نہایت مسرور ہوتی تھی اور جس کے تکلیف سے حد درجہ مغموم۔ بھول جائیگی اور اس ننھی ہستی کا خیال مہربان ماں کے دماغ سے حرف غلط کی طرح مٹ جائیگا۔ اور وہ حاملہ عورتیں جو ابھی اپنے حمل کے ایام کو پورا نہیں کرچکیں قبل از وقت اس نازک اور جانکاہ منظر کو دیکھکر اپنے حمل کو ساقط کردینگی۔ انسان خوف اور بیم کی وجہ سے اس نظارے کی تاب نہ لاکر ان لوگوں کی طرح ہوجائیگا جو نشہ کی چیزوں کے استعمال کرنے کی وجہ سے اپنے ہوش و حواس کھو کر مدہوش و مخمور بن جاتے ہیں مگر یہ لوگ فی الحقیقت کسی نشہ وغیرہ کے استعمال کرنے والوں کی طرح مدہوش نہیں ہونگے بلکہ ان پر عذاب خداوندی اور قیامت کا سین دیکھکر خوف طاری ہوجائیگا۔ جس کی وجہ سے ان لوگوں کی حالت میں نمایاں فرق معلوم ہوگا۔ جس دن اللہ تعالیٰ انسانوں کو انکے اچھے اور برے عملوں کی جزا کے لئے دوبارہ پیدا کرے گا اس دن کی حالت احاطۂ تحریر سے باہر ہے فرماتا ہے يوم نطوى السماء كطى السجل للكتب كما بدأنا اول خلق نعيده وعدا علينا انا كنا فاعلين یعنی قیامت کا دن ایسا ہوگا کہ اس دن اللہ تعالیٰ آسمان کو دفتر کی طرح لپیٹ لیگا اور پھر مخلوق کو اسی طرح پیدا کرے گا جس طرح پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا یہ دوبارہ پیدا کرنا اس کے لئے ضروری ہے کیونکہ فرماتا ہے اس کے کرنے کا ہم پر وعدہ ہے اور

ہم اسے ضرور کریں گے یعنی آسمان کو لپیٹ لیگا اور فرمائیگا کہاں ہیں آج دنیا کے بادشاہ اور متکبر پھر خداوند تعالیٰ خود ہی فرمائے گا۔ انا الملك ۔ یعنی میں ہی بادشاہ ہوں پھر صور پھونکا جائے گا اس وقت لوگوں کی جو حالت ہوگی اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اسکو کس وضاحت سے بیان کیا ہے فرماتا ہے فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینھم یومئذ ولا یتساءلون ۔ یعنی جب صور پھونکا جائیگا اس دن لوگوں کے رشتے نہ ہوں گے اور لوگ ایک دوسرے سے سوال نہ کریں گے واقعی اس مختصر سی آیت میں ہماری پریشانی کا فوٹو جس خوبی سے کھینچا گیا ہے ہمیں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسقدر اضطراب انگیز وقت ہوگا جسمیں بڑے سے بڑا رشتہ دار ایک دوسرے کے کام نہ آئے گا اور ہر ایک شخص اپنی حالت میں اسقدر پریشان ہوگا کہ دوسرے کی حالت تک بھی نہ پوچھے گا۔ باپ اگرچہ دنیا میں بیٹے کو اپنی جان سے زیادہ عزیز جانتا ہے مگر اس دن فلا انساب بینھم کی روسے اسے اپنے پیارے لڑکے کی کچھ خبر نہ ہوگی بیٹا بھی اپنے والدین کی معرفت سے ناآشنا ہوگا غرضیکہ کسی بڑے سے بڑے دوست کو اس دن اپنے حبیب سے شناسائی نہیں ہوگی ہر شخص نفسی نفسی اور پریشانی کے عالم میں حیران وسرگردان نظر آئے گا۔ اس پریشانی کے بعد اعمال حسنہ اور سیئہ کا موازنہ ہوگا جسے اس آیت میں بیان کیا گیا۔ فمن ثقلت موازینه فاولئك هم المفلحون ومن خفت موازینه فاولئك الذین خسروا انفسهم فی جهنم خالدون ۔ تلفح وجوههم النار وهم فیها کالحون ۔ یعنی جن لوگوں کا پلہ بھاری ہوگا وہ لوگ کامیاب ہوں گے اور جن لوگوں کا پلہ ہلکا ہوگا یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنا نقصان کیا یہ لوگ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے اور ان کے مونہوں کو آگ جھلس دے گی اور وہ لوگ اس میں منہ بگاڑے ہونگے اس آیت کریمہ میں مومنوں کو فلاح کی خوشخبری دی گئی ہے اور دوسری آیت میں انھیں عیش دائمی کی بشارت سے خوش کیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا گیا۔ واما من ثقلت موازینه فهو فی عیشة راضیه یعنی جن کے اعمال حسنہ زیادہ ہوں گے۔ وہ پسندیدہ راحت آرام اور عیش میں رہیں گے مگر وہ لوگ جن کے اعمال بد اُن کے اچھے اعمال سے زیادہ ہوں گے انھیں سخت نقصان اٹھانا پڑے گا۔ اسی کے ساتھ ان کی سزا بھی صاف بتلادی گئی کہ وہ لوگ ایسی جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے جس کے اندر مختلف قسم کے عذاب تیار کئے گئے ہیں جو گوناگوں مصیبتوں اور طرح طرح کی تکلیفوں سے لبریز ہے۔ وہ اس میں پڑکر آگ کے ناخوشگوار اور حیرت انگیز مادے کو پائیں گے جو نہ صرف ان کے منہ کو جھلسا دے گی بلکہ انھیں حددرجہ سوزش پہنچائے گی۔ پھر ان کو طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کرنا پڑیں گی۔ جن کی کماحقہ صورت انسانی دنیا میں ہرگز نہیں دیکھ سکتا اور جن کو پوری طرح بیان بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اللھم انا نعوذ بک من النار۔ (باقی آئندہ)

اسلام اور آلائش دنیا

(از مولوی عبدالحلیم پرتاب گڈھی متعلم جماعت ثالثہ دارالحدیث رحمانیہ)

جب روئے عالم پر بدعات وبربریت کا دور دورہ تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر اس کو جڑسے اُکھیڑ دیا رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی بیخ کنی کے بعد اگر پھر کبھی بدعات رونما ہوئیں تو صحابہ کرام نے مٹانے کی ہر ممکن سعی سے کام لیا اور کامیاب ہوئے۔

عرب میں یہ مرض عام طور سے لوگوں میں پھیلا ہوا تھا کہ میت کی لاش پر نوحہ و بکا کیا کرتے تھے جس وقت اسلام کی شعاعیں زمین پر چمکیں اور اسلام نے اپنا اثر دکھلایا اس وقت یہ مرض عام لوگوں سے دور ہو گیا۔ قرظہ بن کعب ایک شخص تھا اس کی لاش پر نوحہ کیا گیا اس امر کی خبر جب حضرت مغیرہ بن شعبہ کو ہوئی تو انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ نِيحَ عَلَيْهِ فَإِنَّهُ يُعَذَّبُ بِمَا نِيحَ عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ جس شخص پر بھی نوحہ کیا گیا قیامت کے دن نوحہ کے سبب سے عذاب میں گرفتار کیا جائیگا۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ اپنے بچوں کے سرہانے استرا رکھدیتے تھے۔ اور یہ خیال کرتے تھے کہ بچے اس کے سبب سے جنوں کے آسیب سے محفوظ رہیں ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کسی بچے کے سرہانے استرا رکھا دیکھا تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان محدثات کو کبھی پسند نہیں فرماتے تھے۔ جب حضرت عروۃ بن مسعود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس سے اپنے وطن طائف میں تشریف لائے تو ان کے قبیلے کے لوگ ان کی ملاقات کو آئے اور جس طرح سے زمانہ جاہلیت میں سلام کرتے تھے اسی طرح پر سلام کیا۔ حضرت عروہ بن مسعود کو جاہلیت کا سلام بہت برا معلوم ہوا فرمایا کہ تم کو اس طرح سے سلام نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ چاہیئے کہ اہل جنت کی طرح سلام کیا کرو۔ خلفائے راشدینؓ کے عہد تک یہ معمول تھا کہ عیدین کا خطبہ نماز کے بعد دیا جاتا تھا لیکن مروان نے اس سنت رسول اللہ کو بدل دیا۔ ایک مرتبہ حضرت ابو سعید خدریؓ کو عید کے موقع پر پہلے خطبہ کی طرف بڑھانا چاہا۔ حضرت ابو سعید خدریؓ نے فرمایا کہ تم نے اس کو تبدیل کیوں کیا تم اس سے بہتر روش قائم نہیں کر سکتے چنانچہ صحابہ کرام نے اس کو بدستور قائم و دائم رکھا۔ مروان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو تبدیل کرنے پر قابو نہ پا سکا۔ صحابہ کرام کو رسومات مروجہ و بدعات جاہلیت کے استیصال کا اسقدر خیال رہتا تھا کہ ذرا ذرا سی باتوں کو بھی نہ سن سکتے اور نہ دیکھ سکتے تھے۔ ایکمرتبہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ایک عورت کو حالت سکوت میں دیکھا تو اس سے سکوت کی وجہ دریافت فرمائی معلوم ہوا کہ اس نے حج سکوت کیا ہے حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا کہ یہ کام جاہلیت کا تھا اب تمہارے لئے جائز نہیں۔ جب صحابہ کرام کو کسی کام کو دیکھکر یہ خیال ہوتا تھا کہ یہ شرک و بدعت کی صورت اختیار کر لیگا تو صحابہ کرامؓ اس کو اسی وقت دبا دیا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ کے عہد تک شجرۃ الرضوان قائم رہا لوگ اس کو متبرک سمجھکر اس کی زیارت کو دور دور سے آتے تھے جب انھوں نے اس رسم کو ترقی پکڑتے دیکھا تو یہ کہکر کہ "درختے کہ اکنوں گرفت است پلئے" قطع کروا دیا۔

شرک و بدعت اکثر مذہبی عظائم سے پیدا ہوتی ہے جسکے شاہد صحابہ کرام کے زمانہ میں بکثرت موجود تھے۔ لیکن اگر صحابہ کرام کو یہ شک گذرتا کہ آگے چلکر یہ ایک اچھی خاصی بدعت ہو جائیگی اور عام طور سے شرک ہونے لگیگا تو اسکی فوراً ہی بیخ کنی کرتے تھے۔ ایکمرتبہ حضرت عمرؓ حج کرکے واپس آرہے تھے راستہ میں لوگوں کی ایک جماعت کو دیکھا کہ وہ ایک مسجد کیطرف دوڑ رہے ہیں حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کہ یہ کیوں دوڑ رہے ہیں لوگوں نے جواب دیا کہ ایک مسجد ہے جسمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی یہ بھی وہیں جا رہے ہیں حضرت عمرؓ نے کہا کہ اگر تم کو نماز پڑھنی ہے تو پڑھلو ورنہ اسکو بدعت نہ بناؤ۔

آجکل کے مسلمان غلاف کعبہ کو اپنے گھروں میں لاتے ہیں اس کو قرآن میں اور مکانوں میں تبرکاً رکھتے ہیں۔ اور سوغات کے طور پر لوگوں کو دیتے ہیں لیکن پہلے زمانہ میں کعبہ کا متولی غلاف کو دفن کر دیتا تھا تاکہ اس کو کوئی نجس شخص استعمال میں نہ لاسکے۔ جب شیبہ بن عثمان متولی کعبہ نے اس واقعہ کو حضرت عائشہؓ سے بیان کیا تو حضرت عائشہؓ نے سمجھ لیا کہ یہ کوئی فرمان خدا اور فرمان رسول نہیں بلکہ یہ ایک بدعت ہے۔ حضرت عائشہؓ نے خیال کیا کہ کہیں آگے چلکر یہ بدعت جاریہ نہ ہو جائے تو شیبہ سے کہا کہ تم ایسا نہ کیا کرو۔ اگر کوئی شخص اسکو استعمال کرے تو کوئی حرج نہیں اگر تم اس کو



فروخت کرڈالو اور اسکی قیمت غربا و مساکین کو دیا کرو تو بہت مناسب ہوگا۔ اور تمہارے لئے باعث ثواب ہوگا۔

اسلامی اخلاق کے تحفظ کا یا دوسرے لفظوں میں فرض ہونا چاہئے کہ اسلامی اخلاق کو غیروں کے اخلاق کیساتھ مخلوط ہونے نہ دے۔ دوسرے یہ کہ اگر کوئی اخلاق اور نیت وشرافت کے خلاف ہے تو اس کو جڑسے اکھیڑ دے آگے نہ بڑھنے پائے۔ اصحاب رسول اللہ نے ان دونوں کا بہت خیال رکھا۔ حضرت عمرؓ اپنے عمال سے اخلاق کی حفاظت کیلئے فرماتے ہیں۔ ایاکم واخلاق الاعاجم لا تجلسوا علی مائدۃ یشرب علیہا الخمر یعنی تم اپنے آپ کو عجمی اخلاق سے بچاؤ۔ اور اس دسترخوان پر نہ بیٹھو جس پر شراب پی جائے۔ جب عجمی فتوحات کے بعد عام طور سے شطرنج بازی مرغ بازی تضیع اوقات کے کھیل پیدا ہونے لگے تو اصحاب رسول اللہ نے اس پر بہت سختی کی اور ان کو سزائیں دینے لگے۔ حضرت عائشہؓ نے اپنے گھر کو کرایہ پر دے رکھا تھا جب معلوم ہوا کہ وہ لوگ نرد کھیلتے ہیں تو کہا کہ نرد کی گوٹیوں کو توڑ ڈالو ورنہ گھر سے نکل جاؤ۔ ایسے لوگوں کو ہمارے گھر میں رہنے کی ضرورت نہیں اگر حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنے خاندان میں کسی کو قمار بازی کرتے دیکھتے تو سخت سزا دیتے تھے۔ ایکمرتبہ لوگ شطرنج کھیل رہے تھے تو حضرت علیؓ نے دیکھکر فرمایا ماھذہ التماثیل التی انتم لھا عاکفون۔ تم ان تصویروں کے سامنے کیا سر کو جھکائے ہوئے ہو۔ یعنی تم کو کسی قسم کا فائدہ نہیں دیکھتے۔

زمانۂ قدیم میں اگر عورتوں کے بال گرپڑتے تھے یا چھوٹے ہوتے تھے تو اس میں دوسرے بال جوڑلیتی تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ممنوع قرار دیا۔ ارشاد ہے عن ابن عمر رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعن الواصلۃ والمستوصلۃ بال لگانیوالی اور بال لگوانے والی دونوں پر رسول اللہ نے لعنت کی ہے۔ بہت سی خرابیاں تو ایسی تھیں جو اسلام کے آتے ہی فنا ہوگئیں تھیں۔ اور جو کچھ رہ گئیں تھیں صحابہ کرامؓ نے انکو مٹا دیا۔ لوگ غرور وفخر کو اس طریقہ سے اظہار کرتے تھے کہ جنگلوں میں بے بکار تے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اسکو بالکل منع فرمادیا۔ اکثر شعرا فخر وغرور اور دوسروں کی ذلت شعر میں پیش کرتے تھے۔ جس سے ہزاروں اخلاقی خرابیاں پیدا ہوتی تھیں حضرت عمرؓ نے اس قسم کے اموصادر کرنے والیکو مجرم قرار دیا۔ اگر کوئی کسی کی ہجو کرتا تو اس کو سزا دیتے۔ ایک شخص نے کسی کی اپنے شعر میں ہجو کی ہے اولئک اولاد الھجین واسرۃ اللئیم ورھط العاجز المتذلل جسکا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ بے اصل ہیں دوغلے ہیں کمینے خاندان کے ہیں۔ اور ذلیل ہیں۔ جب حضرت عمرؓ نے اس شعر کو سنا تو فرمایا کہ اس شعر پر تو ہرگز نہیں معافی دیکھتا چنانچہ شاعر کو قیدخانہ میں بند رکھا اور کافی سزا دی۔ حطیئہ ایک مشہور ہجو گو شاعر تھا ایکدفعہ زبرقان بن بدر کی شان میں گستاخانہ الفاظ اداکئے جسکا ایک شعر یہ تھا دع المکارم لا ترحل لبغیتھا واقعد فانک انت الطاعم الکاسی۔ زبرقان بن بدر نے حضرت عمرؓ سے شکایت کی حضرت عمرؓ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے دریافت کیا کیا یہ ہجو ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ بیشک یہ ہجو ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے حطیئہ کو قیدخانہ میں قید کردیا۔ جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت زبیرؓ نے سفارش کی تو یہ قول لیکر چھوڑا کہ آئندہ کبھی کسی کی ہجو نہ کریگا۔

اسلام سے پیشتر عرب کے قدیم بغض وکینہ کو مٹاکر تمام مسلمانوں کو جن ستھرے اصول کا پابند کردیا تھا صحابہ کرامؓ نے انکی کڑیوں کو ایک دوسرے سے جدا ہونے نہ دیا۔ صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں لوگوں نے جو نئی چیزیں پیدا کررکھی تھیں ان کے استیصال کرنے میں صحابہؓ نے کسی قسم کی کمی نہ کی۔ خدا کرے آج بھی مسلمان اسلامی اخلاق وعادات کو اپنا شعار بنالیں تو زبانی تبلیغ سے کہیں زیادہ اچھا اثر غیر مسلموں پر پڑے۔ واللہ التوفیق بیداللہ۔ فقط۔

رسالہ

محدث
دہلی

سرپرست

شیخ عطاء الرحمن صاحب مہتمم دارالحدیث رحمانیہ





مدیر مسئول	نگران اصول
عبدالحلیم ناظم	مولانا احمد اللہ صاحب
مولوی فاضل	شیخ الحدیث

4



دارالحدیث رحمانیہ دہلی

فہرست مضامین

مقاصد

(۱) کتاب وسنت کی اشاعت۔

(۲) مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح۔

(۳) دار الحدیث رحمانیہ کے کوائف کی ترجمانی۔

ضوابط

(۱) یہ رسالہ ہر انگریزی مہینہ کے ابتدائی ہفتہ میں شائع ہوا کریگا۔

(۲) یہ رسالہ ان لوگوں کو سال بھر مفت بھیجا جائیگا جو ۸ر ٹکٹ خرچ دفتر میں بھیجدینگے۔

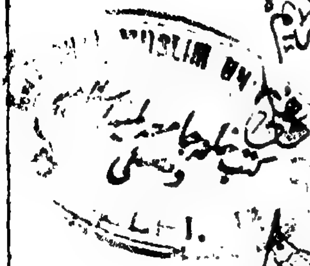
(۳) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا ضروری ہے۔

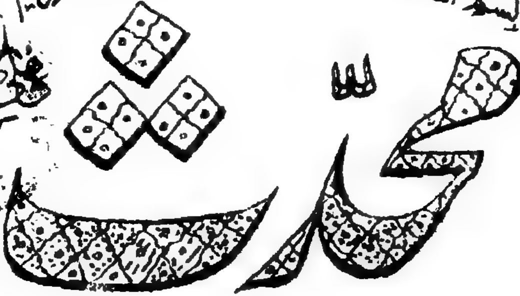
(۴) بیرون ہند کیلئے ایک شلنگ یا ۸ر خرچ ہوتے ہیں۔

خط وکتابت کا پتہ

منیجر رسالہ محدث دار الحدیث رحمانیہ دھلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم





جلد ۲	ماہ مارچ ۱۹۳۵ء مطابق ذیقعدہ ذی الحجہ ۱۳۵۳ھ	نمبر ۱۱

مناسبات

آغازِ تعلیم

حسب دستور قدیم دار الحدیث رحمانیہ کے سال جدید کی تعلیم باضابطہ نصف شوال سے شروع ہوگئی ہے امسال بھی سالہائے گذشتہ کی طرح ماہ شوال میں ابتدا ہی سے نئے طلبہ کے جھنڈ کے جھنڈ داخلہ کیلئے آنے شروع ہوئے لیکن ان میں بیشتر ایسے تھے جن کی لیاقت عام مدارس کی تعلیمی روش سے بیحد خراب تھی۔ رحمانیہ کے داخلہ کا امتحان ایک معیاری جانچ ہوتا ہے جو اس عمدگی اور ٹھوس اصول سے لیا جاتا ہے کہ طلبہ کا امتیاز نہایت صاف ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جو طلبہ رحمانیہ کے معیار پر پورے اترے ان کو جس جماعت کے لائق نکلے اس میں بخوشی داخل کر لیا گیا ہے۔ ہم اپنے جدید بھائیوں کو رحمانیہ کی شاندار تعلیم حاصل کرنے پر مبارکباد دیتے ہیں اور ان سے امید رکھتے ہیں کہ اگر وہ بالاستقلال رحمانیہ کا پورا کورس تمام کرلیں گے تو یقیناً ملک و ملت کی صحیح خدمت انجام دینے کے اہل بنجائینگے۔

ماشاء اللہ امسال طلبہ کی مجموعی تعداد گذشتہ سال سے زیادہ ہے اور سب کے سب بخوشی و خرمی اپنی تعلیم میں مصروف ہیں۔

~~~~~~

جمعیۃ الخطابہ

دار الحدیث کے تعلیمی سلسلہ کے ساتھ حسب دستور طلبہ کی تقریر و تحریر مناظروں اور علمی مقابلوں کی مشہور جمعیۃ "الخطابہ" کے نئے سال کا بھی سلسلہ شروع ہوگیا ہے۔ جمعیۃ کا یہ اصول ہے کہ صرف عہدہ صدارت کا انتخاب سالانہ ہوتا ہے اور مدرسین کے لئے مخصوص ہے باقی عہدوں کا انتخاب سہ ماہی ہوا کرتا ہے جو طلبہ کے لئے مخصوص ہے۔ چنانچہ امسال اواخر شوال میں پہلی سہ ماہی کیلئے عہدیداران کا حسب ذیل انتخاب عمل میں آیا۔

صدر شعبۂ اول :- مولانا عبداللہ صاحب ندوی مدرس دار الحدیث۔
~~~~~~

صدر شعبۂ دوم:- راقم الحروف (عبد الحلیم ناظم)

ناظم شعبۂ اول:- مولوی سید نظیر احسن سہسوانی متعلم جماعت ثامنہ

نائب ناظم شعبۂ اول:- مولوی محمد ایوب ناظم الہ آبادی " " "

ناظم شعبۂ دوم:- مولوی حافظ عبد الحلیم پرتاب گڈھی متعلم جماعت ثالثہ

نائب ناظم شعبۂ دوم:- مولوی ضیاء الدین الہ آبادی " " ثانیہ

منصرمین شعبۂ اول:- مولوی محمد علی۔ مولوی حافظ محمد اسماعیل۔ مولوی الطاف الرحمن متعلمان جماعت سادسہ و خامسہ

منصرمین شعبۂ دوم:- مولوی عبد النور۔ مولوی حافظ عبد الخالق۔ مولوی بشیر احمد متعلمان جماعت ثانیہ۔ اول۔ ادنیٰ۔

"محدث کا سال

جب سے ہم نے ڈاکخانہ میں رسالہ رجسٹر کرایا اسی وقت سے محدث کا حساب انگریزی مہینہ پر رکھا گیا۔ چنانچہ اس کا سال بھی انگریزی ماہ ہی کے اعتبار سے قرار دیا گیا۔ مئی سے ہمیشہ ہمارا سال شروع ہوگا اور اپریل پر ختم ہوگا۔ عربی ماہ کے محرم کا اب ابتدائے سال کیلئے کوئی لحاظ نہیں ہے اسی لئے اس پرچہ پر مارچ کی مطابقت کیلئے ذیقعدہ و ذی الحجہ دونوں درج ہیں لیکن نمبر ایک ہی ملتا ہے۔ اور آئندہ پرچہ نمبر ۱۲ ہے جو اپریل مطابق محرم کا ہوگا۔ پھر مئی (صفر) سے تیسری جلد شروع ہوگی۔ انشاء اللہ۔

ضروری آگاہی

ابتک ہم انتھک کوششوں سے ناظرین کی تمام شکایات و دیگر فرامین متعلقہ دفتر کی تعمیل باقاعدہ کرتے رہے۔ چنانچہ صرف تبدیل پتہ میں ہر ماہ ہم کو بہت زیادہ وقت صرف کرنا پڑا حالانکہ اس سے محدث کا تبلیغی فائدہ قطعی مدنظر نہیں۔ لہذا تمام ناظرین محدث کی آگاہی کیلئے یہ اطلاع شائع کی جاتی ہے کہ اب ہم ایک پتہ لکھنے اور چھاپنے کے بعد دوسرا پتہ قطعاً نہیں تبدیل کرسکتے۔ اس میں نہ صرف ہمارا وقت بچ جانیکا ہی فائدہ ہے بلکہ ناظرین کا بھی فائدہ ہوسکتا ہے۔ وہ اس طرح کہ تبدیل پتہ کیلئے جو کارڈ خرچ کرکے دفتر میں بھیجتے ہیں اس کی بالکل ضرورت نہ ہوگی۔ جب کوئی صاحب اپنی قدیم جگہ سے کہیں دوسری جگہ جانا چاہیں تو اپنے اس ڈاکخانہ میں نیا پتہ لکھوا دیا کریں تاکہ ڈاکخانہ والے آپ کی تمام ڈاک آپ کی جدید جگہ پر بھیجدیا کریں۔ اس صورت میں آپ کا بھی کارڈ بچ جائیگا اور ہمارے سر سے ایک بہت بڑی مصروفیت اٹھ جائیگی۔ مکرر یہ کہ یہ ایک قطعی اعلان ہے اب آئندہ کوئی پتہ ایک جگہ سے دوسری جگہ ہرگز نہیں بدلا جائیگا۔ ناظرین ہوشیار رہیں۔ مدیر

نوٹ:- ناظرین پتہ ہمیشہ صاف اور چٹ نمبر ضرور لکھا کریں۔ منی آرڈر کی کوپن پر بھی پورا پتہ لکھیں۔ برابر پیسہ والے ٹکٹ بھیجیں۔ اس ماہ میں چٹ ۱۰۶۵ تک کے چندے ختم ہوگئے ہیں جن میں صرف دوبارہ بھیجنے والوں کے نام رسالے جاتے ہیں۔ آئندہ کیلئے چٹ ۱۱۵۷ تک کے قارئین میں جنھوں نے ہنوز ٹکٹ نہیں بھیجے وہ جلد بھیجدیں تاکہ رسالہ ان کے نام جاری رہے۔ منیجر

فرضیت حج وقربانی

(از جناب مولانا احمد اللہ صاحب شیخ الحدیث رحمانیہ دہلی)

بیان فرضیت حج واحکام قربانی وغیرہ

بیت اللہ کا حج اللہ پاک نے فرض کیا ہے۔ منکر فرضیت حج کا فر ہے اور تارک گنہگار رہے۔ آخرت میں مواخذہ کی صورت ہے۔ آیات واحادیث حج کے فرض ہونے پر موجود ہیں فرمایا اللہ پاک نے وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ۔ ترجمہ لوگوں پر حج بیت (اللہ) لازم ہے۔ اللہ کیلئے جو طاقت رکھتا ہے بیت اللہ کی طرف راستہ کے (خرچ پر) اور جس نے انکار کیا اور کفر کیا (حج کے متعلق) اللہ پاک بے پرواہ ہے جہان کے لوگوں سے۔

اسلام کے پانچ رکن ہیں۔ شہادت وحدانیت الٰہی کی۔ شہادت رسول اللہ کے رسول ہونیکی۔ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ حج۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيتَاءِ الزَّكٰوةِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ وَحَجِّ الْبَيْتِ رواہ البخاری ومسلم نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اسلام کی بنیاد پانچ چیز ہیں۔ لا الٰہ الا اللہ اور شہادت رسالت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ نماز پڑھنا درستگی سے۔ زکوٰۃ دینا۔ روزہ رمضان۔ حج کرنا اللہ کے مکان کا۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ خطبہ سنایا ہم لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ فُرِضَ عَلَيْكُمُ الْحَجُّ فَحُجُّوا الحدیث رواہ مسلم۔ اے لوگو تمہارے اوپر حج فرض کردیا گیا۔ عن ابن عباس قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعجلوا الی الحج یعنی الفریضۃ فان احدکم لا یدری ما یعرض لہ۔ ترغیب۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں حج فرض ادا کرنے کیلئے جلدی کرو۔ تم لوگوں کو نہیں معلوم آئندہ کیا پیش آوے یعنی مال جاتا رہے بیماری موت پیش آجاوے۔ تمام عمر میں ایک مرتبہ حج فرض ہے اس سے زیادہ ایک دو تین علیٰ ہذا القیاس نفل ہے فرض نہیں باعث ثواب ہے جسقدر چاہے حج کرے۔

ابوامامہ صحابی ؓ فرماتے ہیں جس شخص کو کوئی حاجت کھلی ہوئی یا بادشاہ ظالم یا بیماری (سخت) نہ روکے اور مرگیا (بغیر حج کئے ہوئے) یہودی نصرانی کی موت مرجاوے اگر چاہے دارمی۔ یہ حدیث حضرت علیؓ سے بھی آئی ہے۔ قرآن شریف میں مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا آیا ہے اس سے مراد راستہ کا خرچ ہے جو دور کے رہنے والے ہیں ان کے لئے سواری بھی اس میں داخل ہے۔ آل اولاد کو خرچ دینا واپسی تک یہ بھی اس میں داخل ہے قرض سے بھی فارغ ہو راستہ میں امن ہو۔ یہ شرطیں حج کی فرضیت کی ہیں۔

عورتوں کیلئے محرم کی بھی ضرورت ہے علاوہ خرچ کے۔ محرم یہ لوگ ہیں۔ باپ، بھائی، شوہر، بھتیجا، بھانجہ، پوتا،

نواسہ، چچا، نانا، دادا، رضاعت کے سبب سے بھائی بھتیجا بھانجہ رضاعی باپ رضاعی چچا یہ کل محرم ہیں۔ اگر محلہ کی مومنہ متقیہ عورتیں رشتہ والی عورتیں دیندار اپنے محرموں کے ساتھ حج کے لئے جارہی ہیں ان کے ہمراہی میں عورت ادھیڑ جوان ہر ایک جا سکتی ہیں۔ یہ جماعت عورتوں کی جو ایمان والی دیندار ہیں محرم کے حکم میں ہیں۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اس مسئلہ کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ کا اسی طرف میلان ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ بھی اسی کے قائل ہیں ایک جماعت محققین کا یہ مذہب ہے۔

حج کی فضیلت

ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کونسا عمل زیادہ فضیلت رکھتا ہے آپ نے فرمایا اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ کسی نے کہا پھر کیا آپ نے فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ کہا گیا پھر کیا؟ آپ نے فرمایا حج مبرور۔ بخاری مسلم۔

حج مبرور یعنی حج نیکی والا جس میں دکھلانا سنانا مقصود نہ ہو گناہوں سے علیحدہ ہو۔ مال حلال ہو۔ خلوص نیت سے حج کرے۔ حج مبرور کا بدلہ جنت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایک عمرہ سے (دوسرے) عمرہ تک یہ گناہوں کا کفارہ ہے جو دو عمروں کے درمیان میں ہیں۔ اور حج مبرور کا بدلہ نہیں ہے مگر جنت۔ بخاری مسلم کی حدیث کے یہ لفظ ہیں۔ والحج المبرور لیس له جزاء الا الجنة۔

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من حج الله فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدته امه بخاری مسلم۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جو شخص اللہ کے لئے حج کرتا ہے گالی گلوچ بیہودہ نہیں بکتا اور گناہ کے کاموں سے پرہیز کیا (حج کرکے) واپس ہوتا ہے۔ ایسا ہو جاتا ہے جس دن میں اس کی ماں نے اس کو جنا۔ یعنی گناہوں سے پاک صاف ہو جاتا ہے جیسے بچہ پیدائش کے وقت میں گناہوں سے پاک ہوتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج کرو۔ حج گناہوں کو دھو دیتا ہے جس طرح پانی میل کو صاف کرتا ہے ترغیب ترہیب۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حج پہلے گناہوں کو ڈھا دیتا ہے۔ مسلم

بیت اللہ بزرگ مکان ہے

زمین جس وقت پیدا ہوئی سب سے پہلے بیت اللہ کی جگہ پیدا ہوئی ایسا سمجھنا چاہئے کہ یہ جگہ زمین کی جڑ اور بنیاد ہے۔ جب تک زمین میں اس مکان کی حرمت قائم ہے زمین آسمان کا قیام ہے جب بیت اللہ ویران ہو جائیگا قیامت قائم ہو جائیگی اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے۔ جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِّلنَّاسِ ۔ اللہ پاک نے کردیا کعبہ بیت اللہ کو لوگوں کے قیام کا باعث۔ عبادت عمرہ حج وغیرہ اس کے ذریعہ سے قائم ہیں اور ایک معنی یہ بھی ہیں لوگوں کے قیام اور آبادی کا باعث ہے۔ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے دو ہزار برس تک فرشتوں نے بیت اللہ کا حج کیا ہے۔ دنیا میں پہلے اللہ کی عبادت کا مکان بیت اللہ بنایا گیا ہے اس مکان کو پہلے فرشتوں نے تعمیر کیا تھا زمرد سرخ کا تھا۔ جس کا بیان اس حدیث میں ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ پاک نے حکم بھیجا (حضرت) آدم علیہ السلام کی طرف۔ اے آدم اس مکان کا حج کرو موت آنے سے پہلے۔ آدم نے کہا موت کیا ہے اے رب میرے۔ اللہ پاک نے فرمایا عنقریب موت کا مزہ

تجھ سونگے کہا آدم علیہ السلام نے آل اولاد پر کس کو نگراں مقرر کروں۔ اللہ پاک نے فرمایا زمین آسمان پہاڑ پر نگرانی پیش کرو۔ زمین آسمان پہاڑ پر پیش کیا کہ میرے آل اولاد کی نگرانی کرنا۔ ہر ایک نے انکار کیا۔ لڑکے نے نیابت آدمؑ کی قبول کی. یعنی قابیل جو قاتل ہابیل کا ہے اس کے بعد آدم علیہ السلام ہند سے حج کے لئے تشریف لے گئے۔ راستہ میں جس جگہ منزل کرتے تھے کھاتے پیتے تھے۔ اللہ پاک اس جگہ کو سرسبز کر دیتا تھا اور وہ جگہ آباد ہو جاتی تھی۔ اسی طرح ہر منزل کا حال ہوتا تھا۔ یہانتک کہ مکہ تشریف لائے۔ ملائکہ نے استقبال کیا اور کہا اے آدمؑ السلام علیکم تمہارا حج نیک ہو یعنی قبول ہو. خبردار ہو اس مکان بیت اللہ کا حج دو ہزار برس تم سے پہلے فرشتوں نے کیا حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت بیت اللہ یاقوت سرخ کا تھا دو دروازے تھے (صاف شفاف تھا) طواف کرنے والے باہر سے بیت اللہ کے اندر کی چیزیں دیکھتے تھے۔ اندر والے باہر والے کو جو طواف کرتے تھے دیکھتے تھے آدم علیہ السلام عبادت حج سے فارغ ہو چکے کہا ہاں اے رب میرے فرمایا اللہ پاک نے جو حاجت ہو سوال کر دیئے جاؤ گے آدمؑ نے کہا میرے گناہ معاف کر دیجئے اور میری اولاد کی خطائیں۔ فرمایا اے آدمؑ تیرے گناہ میں نے معاف کر دیئے جب زمین پر گرے (گناہ کے سبب) لیکن تیری اولاد کے گناہ جس نے مجھکو پہچانا اور میرے اوپر ایمان لایا اور میری کتابوں اور رسولوں کی تصدیق کی اس کے گناہ میں معاف کر دونگا۔ ترغیب ترہیب۔

حضرت جابر صحابی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کعبۃ اللہ کی زبان ہے اور دو لب ہیں۔ اللہ پاک کے سامنے شکایت کی کہ اے رب میرے تیرے بندے میرے پاس کم آتے ہیں اور میری زیارت کرنے والے کم ہو گئے اللہ پاک نے فرمایا بیت اللہ سے میں ایک مخلوق پیدا کرونگا میرے لئے عاجزی کرنے والے ہوں گے محبت سے تیری طرف ٹوٹ پڑینگے جسطرح کبوتری محبت سے اپنے انڈے کی طرف آتی ہے۔ ترغیب۔ اس سے امت محمدی کی طرف اشارہ ہے۔ ترک زیارت سے زمانہ جاہلیت مراد ہے اللہ پاک کے ذکر سے زمین پُر ہو گئی۔ بیت اللہ کی زیارت کیلئے اس طرح ٹوٹ رہے ہیں جس طرح پروانے شمع پر ٹوٹ کر مرتے ہیں۔ واللہ اعلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بیت اللہ سے فائدہ حاصل کرو (حج عمرہ طواف کر کے) دو مرتبہ ویران ہوا۔ تیسری مرتبہ کے بعد اٹھ جائیگا۔ ترغیب۔ یعنی دنیا سے نیست و نابود ہو جائیگا جو باعث حسرت ہے۔ عنقریب ہی قیامت آجائیگی۔

انبیاء اللہ کا حج کیلئے آنا

نوح علیہ السلام کے زمانہ میں طوفان کے سبب سے بیت اللہ اٹھا لیا گیا جو ملائکہ کا بنایا ہوا تھا۔ اسی طرح ٹیلہ کئی سو برس تک پڑا رہا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ تک۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام و اسمٰعیل علیہ السلام دونوں نے بنایا۔ اس کے درمیان میں جو انبیاء اللہ دنیا میں آئے برابر بیت اللہ کے ٹیلہ کا طواف کرتے رہے حضرت ہود علیہ السلام صالح علیہ السلام حج کرتے رہے۔ بیت اللہ کے تعمیر ہونیکے بعد بھی انبیاء اللہ برابر حج کرتے رہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عسفان کے میدان میں آئے حج کے وقت آپ نے فرمایا اے ابوبکر کون میدان یہ ہے کہا یہ وادی عسفان ہے۔ آپ نے فرمایا ہود اور صالح علیہما السلام اس وادی سے آئے

بیت اللہ کے حج کیلئے کمبل کے تہبند باندھے ہوئے چادریں کمبل کی دھاری دار اوڑھے ہوئے جوان اونٹنی پر سوار تھے۔ اونٹ کی مہار کھجور کی رسیوں کی تھی۔ احمد بیہقی ترغیب۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ستر نبیوں نے مسجد خیف (منےٰ میں) نماز پڑھی ان میں موسیٰ بھی ہیں۔ دو کمبل (موضع) قطوان کے پہنے ہوئے تھے۔ اونٹ پر سوار احرام باندھے ہوئے تھے۔ اونٹ کی مہار پوست کھجور کی تھی ان کے دو گیسو تھے۔ حسن حدیث ہے طبرانی ترغیب۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں جب آپ مکہ مدینہ کے راستہ کے درمیان میں آئے آپ نے فرمایا یہ کون میدان ہے لوگوں نے کہا یہ وادی ازرق ہے آپ نے فرمایا گویا موسیٰ علیہ السلام کو میں دیکھ رہا ہوں لمبے بال ہیں کان میں انگلی ڈالے ہوئے لبیک کہکر اللہ کی طرف چیخ رہے ہیں۔ جب آپ میدان میں آئے آپ نے فرمایا گویا میں دیکھ رہا ہوں یونس علیہ السلام کو سرخ اونٹ پر کمبل کا جبہ پہنے ہوئے ہیں لبیک پکارتے ہوئے اونٹنی کی مہار پوست خرما کی ہے۔ ابن ماجہ سند صحیح ہے۔

مہینہ حج تین ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ۔ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ۔ الایۃ مہینہ حج معلوم کئے گئے ہیں جس شخص نے ان مہینوں میں احرام حج کا لازم لے لیا پس گالی گلوچ فحش بیہودہ کلام سے پرہیز کرے اور گناہ کے کام سے اور لڑنے جھگڑنے سے حج کے وقت میں پرہیز کرے۔

حدیث شریف میں ان مہینوں کا بیان وارد ہے ماہ شوال۔ ذیقعد۔ ذی الحجہ ہیں۔ ابتدا ر شوال سے احرام حج حاجی باندھ سکتا ہے نویں تاریخ ذی الحجہ تک نویں دن دسویں رات میں حاضر عرفات کے میدان میں ہوجائے حج ادا ہوا۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَجُّ عَرَفَةُ اَلْحَجُّ عَرَفَةُ۔ سنن

شوال سے پہلے حج کا احرام نہیں ہوسکتا۔ حج سال میں ایک مرتبہ ہے۔ عمرہ یہ بھی ایک عبادت اللہ کے واسطے ہے۔ سال بھر عمرہ کرنا درست ہے جب چاہے جس دن چاہے اس کے لئے کوئی وقت مخصوص نہیں۔ عمرہ میں چار رکن ہیں احرام باندھنا۔ طواف بیت اللہ کرنا۔ سعی صفا مروہ کرنا۔ بال منڈانا یا ترشوانا۔ سال بھر میں چار مہینہ محرم ہیں۔ جب سے اللہ پاک نے زمین آسمان بنایا۔ ذی قعدہ۔ ذی الحجہ۔ محرم۔ رجب۔ شکار کرنا۔ خود رو درخت کاٹنا۔ کسی آدمی کو ستانا۔ جنگ کرنا۔ کسی گناہ کا مرتکب ہونا حرم مکہ میں درست نہیں۔ کسی کی چیز کوئی گری پڑی ہو اس کا اٹھانا درست نہیں مگر وہ شخص کہ اعلان کر کے حاجی کو دیدیوے بفضل اللہ اس کا انتظام بادشاہ ابن سعود ایداللہ کے وقت میں خوب ہی ہے سوائے زمانہ سلف کے اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے۔ وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ جو ارادہ کرے گا بیت اللہ میں ظلم گناہ کرنے کا۔ ہم اس کو سخت عذاب دردوالا پہنچائیں گے۔

عشرہ ذی الحجہ کی فضیلت

ماہ ذی الحجہ مہینہ محرم بھی ہے اور مہینہ حج بھی ہے دو قسم کی اس کی بزرگی ہے اس کے دس دن اول بڑی بزرگی والے ہیں عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَيَّامٍ اَلْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيْهَا اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ هٰذِهِ الْاَيَّامِ يعني الْعَشْرَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ وَلَا الْجِهَادُ

فِی سَبِیْلِ اللہِ اِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِہٖ وَمَالِہٖ ثُمَّ لَمْ یَرْجِعْ مِنْ ذٰلِکَ بِشَیْءٍ رواہ البخاری وغیرہ

ابن عباس کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں زیادہ محبوب اللہ عزوجل کے نزدیک کسی دن میں نیک عمل کرنا۔ ان دنوں سے زیادہ یعنی دس روز ذی الحجہ سے لوگوں نے کہا یا رسول اللہ کیا جہاد بھی نہیں اللہ کی راہ میں۔ آپ نے فرمایا نہ جہاد کرنا اللہ کی راہ میں مگر وہ شخص مجاہد جو نکلا اپنے جان مال سے پھر کچھ بھی واپس نہ ہوا۔ یعنی وہ مجاہد جو خود بھی شہید ہوا گھوڑا وغیرہ بھی ہلاک ہوا۔ بیشک یہ مجاہد اور دنوں میں جہاد کرنیوالا ذی الحجہ کے دنوں سے بھی بہتر ہے۔ حاصل یہ ہے کہ ان دس دنوں میں روزہ رکھنا تلاوت قرآن کرنا نفل نماز رات دن میں پڑھنا۔ سبحان اللہ لا الہ الا اللہ پڑھنا صدقہ خیرات کرنا لوگوں کے ساتھ سلوک کرنا اور زمانوں کے جہاد کرنے سے بھی زیادہ ثواب ہے۔

طبرانی کبیر میں سند جید سے حدیث آئی ہے اس کے لفظ یہ ہیں قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما من ایام اعظم عند اللہ ولا احب الی اللہ العمل فیھن من ایام العشر فاکثروا فیھن من التسبیح والتحمید والتھلیل والتکبیر۔ ترجمہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں نہیں ہے کوئی دن عمل کرنا زیادہ فضیلت والا اللہ کے نزدیک اور نہ زیادہ محبوب اللہ کے نزدیک عشرۂ ذی الحجہ سے کثرت سے ان دنوں میں سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الہ الا اللہ اللہ اکبر کا ذکر کرو۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما من ایام احب الی اللہ ان یتعبد لہ فیھا من عشر ذی الحجۃ یعدل صیام کل یوم منھا بصیام سنۃ وقیام کل لیلۃ منھا بقیام لیلۃ القدر رواہ الترمذی وابن ماجہ والبیھقی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں نہیں کوئی دن زیادہ محبوب کہ عبادت کی جائے (اللہ کے لئے) عشرہ ذی الحجہ سے ہر ایک روزہ عشرہ ذی الحجہ کا ایک سال روزے کے برابر ہے اور قیام کرنا یعنی نفل پڑھنا ان راتوں میں شب قدر کی برابر ہے۔

ابن عباس کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں کوئی دن زیادہ بزرگی والا اللہ کے نزدیک اور نہ کوئی عمل کسی دن میں زیادہ محبوب اللہ عزوجل کے نزدیک ان دس دنوں سے کثرت سے پڑھو ان دس دنوں میں لا الہ الا اللہ۔ اللہ اکبر۔ اور ذکر اللہ ہر دن کا روزہ ان دنوں میں برابر ایک سال کے روزے کے ہے اور (نیک) عمل ان دنوں میں سات سو سے زیادہ بڑھایا جاتا ہے۔ ترغیب۔

سعید بن جبیر تابعی عبادت نفل تہجد تسبیح تہلیل میں اس قدر کوشش کرتے تھے عشرہ ذی الحجہ میں کہ تکان سے کھڑے ہونے پر قدرت نہیں ہوتی تھی۔ حضرت انسؓ صحابی فرماتے ہیں صحابہ خیال کرتے تھے کہ ہر دن ذی الحجہ کا ہزار دن کے برابر ہے اور عرفہ کا دن دس ہزار دن کے برابر ثواب وفضیلت میں۔ بیہقی ترغیب۔ حضرت حفصہؓ فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چار چیزیں نہیں چھوڑتے تھے عاشورہ کا روزہ یعنی دسویں محرم۔ دس روزے ذی الحجہ کے اور تین روزے ہر مہینہ میں۔ اور دو رکعتیں صبح کے پہلے یعنی فجر کی سنتیں۔ احمد۔ نسائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں روزہ عرفہ کے دن کا دو سال کے گناہ جھاڑ دیتا ہے۔ ایک سال گذرا ہوا اور ایک سال آنیوالا اور روز عاشورہ ایک سال گذرے ہوئے کا

گناہ جھاڑ دیتا ہے یعنی گناہ معاف ہو جاتا ہے۔ مسلم ابوداؤد وغیرہ۔ کسی عذر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی عشرہ ذی الحجہ کا روزہ نہیں رکھا۔ حضرت عائشہؓ سے اس کے متعلق حدیث صحیح مسلم میں وارد ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے حاجیوں کو منع فرمایا جو عرفات میں موجود ہوں۔ دس روز ذی الحجہ کے روزے اکثر کے اعتبار سے ہے ورنہ عید کے دن روزہ رکھنا منع ہے۔

پانچ روز سال بھر میں روزہ رکھنا منع ہے۔ ایک دن عید الفطر، دوسرا دن عید قربانی اور تین دن ایام تشریق یعنی گیارہویں بارہویں تیرہویں تاریخ تک عید قربانی کے بعد۔

پہلی تاریخ ذی الحجہ سے تیرہویں تاریخ تک تکبیرات کی کثرت ہو نماز فرض کے بعد نفلوں کے بعد چلتے پھرتے گھروں بازاروں گلیوں جنگلوں میں۔ حدیث مرفوع۔ یہ بھی ثابت ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا۔ یہانتک کہ مسجدیں گلی کوچے بازار تکبیروں سے گونج جاویں۔ نویں تاریخ عرفہ کے دن نماز فجر سے تیرہویں تاریخ کے عصر تک تکبیر کہنے کی موقوف روایت عبداللہ بن مسعود وغیرہ سے آئی ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ صحابی اور ابوہریرہ صحابی عشرہ ذی الحجہ میں بازار کی طرف جاتے تھے تکبیریں کہتے تھے اور ان کے ساتھ اور لوگ بھی تکبیر کہتے تھے۔ حضرت عمرؓ منیٰ میں اپنے خیمہ میں تکبیر کہتے تھے ان کی تکبیر مسجد کے لوگ سنتے تھے یعنی مسجد خیف میں وہ لوگ تکبیر کہتے تھے اور بازار والے تکبیر کی آواز بلند کرتے تھے یہانتک کہ منیٰ تکبیروں سے گونجتا تھا۔ عبداللہ بن عمر تکبیر کہتے تھے منیٰ کے دنوں میں اور نمازوں کے بعد اور فرش پر اپنے خیمہ میں اپنے مجلس میں چلتے پھرتے ان دنوں میں یعنی دسویں گیارہویں بارہویں تیرہویں ذی الحجہ کو۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی صاحبہ تکبیر کہتی تھیں قربانی کے دن۔ اور عورتیں تکبیریں کہتی تھیں مردوں کے ساتھ مسجد میں نماز کے بعد (صحیح بخاری)

سلمان فارسی صحابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں تکبیر کہو اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر کبیرا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر وللہ الحمد۔ حضرت عمرو بن مسعود سے اس طرح ثابت ہے۔

پہلی تاریخ ذی الحجہ چاند دیکھنے کے بعد سے ناخن ترشوانا۔ زیرناف کے بال لینا لبوں کو ترشوانا سر کے بال منڈانا ترشوانا بغل کے بال لینا ناک کے بال لینا ہر ایک ممنوع ناجائز ہے جو قربانی کا ارادہ رکھتا ہے مرد ہوں یا عورتیں۔ عن ام سلمہ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل العشر واراد بعضکم ان یضحی فلا یمس من شعرہ وبشرہ شیئا وفی روایۃ فلا یاخذن شعرا ولا یقلمن ظفرا وفی روایۃ من رای ھلال ذی الحجہ واراد ان یضحی فلا یاخذ من شعرہ ولا من اظفارہ رواہ مسلم۔ ترجمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جب عشرہ ذی الحجہ داخل ہو اور بعض تمہارا قربانی کا ارادہ رکھتا ہو وہ نہ چھوئے اپنے بال بدن سے کوئی چیز۔ ایک حدیث میں ہے ہرگز نہ لیوے اپنے بال اور نہ ناخن ترشوائے اور ایک حدیث میں ہے جو شخص چاند دیکھے ذی الحجہ کا اور قربانی کا ارادہ رکھتا ہے وہ نہ لیوے اپنے بال اور نہ ناخن۔ جسکو قربانی میسر نہیں وہ بھی حجامت نہ کراوے اس کی وجہ سے اللہ پاک اس کو قربانی کا ثواب عنایت فرمائیگا بعد قربانی کے حجامت کراوے۔

عن عبداللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرت بیوم الاضحی جعلہ اللہ

عید الھذہ الامۃ قال لہ رجل یارسول اللہ ارایت ان لم اجد الا منیحۃ انثی افاضحی بھا قال لا ولکن خذ من شعرک واظفارک وتقص شاربک وتحلق عانتک فتمام اضحیتک عند اللہ رواہ ابوداؤد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قربانی کا دن اس امت کی عید اللہ نے کی ہے ایک آدمی نے کہا اگر قربانی مجھکو نہ ملے ایک جانور دودھ والا عاریت کا ہے ان کو قربانی کروں آپ نے فرمایا نہیں اپنے بال اور ناخون لیلے اور ترشوا اپنے لبوں کو زیر ناف کے بال لے لے تیری یہی پوری قربانی ہے۔

قربانی کرنا سنت موکدہ ہے بعض علمار کے نزدیک واجب ہے اگر قربانی نہ کرے گا باوجود وسعت وفراخی کے گنہگار ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی پر ہمیشہ دوام کیا ہے۔ دو جانور قربانی کرتے تھے ایک اپنی طرف سے اور اہل وعیال کیطرف سے اور ایک جانور اپنی امت کی طرف سے جو قیامت تک مومن مرد اور مومنہ عورتیں ہوں گے اللہ کی وحدانیت اور رسول اللہ کی رسالت پر ایمان رکھتے ہوں گے اور شرک سے پرہیز کرتے ہوں گے۔ امت کو بھی چاہئے کہ آپ کی طرف سے قربانی کرتے رہیں اللہ کے لئے۔ حضرت علیؓ کو آپ نے وصیت کی کہ اے علیؓ میری طرف سے قربانی کرتے رہنا۔ حضرت علیؓ برابر قربانی رسول اللہ کی طرف سے کرتے رہے۔

عن حنش قال رایت علیاً یضحی بکبشین فقلت لہ ماھذا فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوصانی ان اضحی عنہ فانا اضحی عنہ رواہ ابوداؤد والترمذی۔ ابوہریرہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو وسعت رکھتا ہے قربانی کی اور قربانی نہ کیا ہمارے عیدگاہ کے قریب نہ ہو۔ حدیث کے یہ لفظ ہیں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من وجد سعۃ لان یضحی فلم یضح فلا یحضر مصلانا رواہ الحاکم مرفوعا ھکذا وصححہ موقوفا۔ ترغیب ۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو قربانی کرو اور چاہتے رہو اللہ سے اس خون گرانے پر ثواب اس کا خون اگرچہ زمین پر گرتا ہے بیشک وہ خون اللہ کے حفاظت میں واقع ہوتا ہے۔ (طبرانی ترغیب)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کرنیکا حکم فرمایا ضحوا الخ قرآن شریف میں بھی قربانی کو بصیغہ امر فرمایا۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۔ نماز پڑھو اپنے رب کی اے نبی علیہ السلام اور قربانی کرو۔

قربانی کی فضیلت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے قربانی کی خوشی نفس سے ثواب کے خیال سے وہ قربانی پردہ ہوجائیگی آگ جہنم سے۔ طبرانی کبیر۔ ترغیب۔

قربانی کے دن اللہ کے نزدیک قربانی سے بڑھکر کسی اور نیکی نفلی کا ثواب نہیں عن عائشۃؓ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماعمل ابن ادم من عمل یوم النحر احب الی اللہ من اھراق الدم انہ لیاتی یوم القیامۃ بقرونھا واشعارھا واظلافھا وان الدم لیقع من اللہ بمکان قبل ان یقع بالارض فطیبوا بھا انفسا رواہ الترمذی وابن ماجہ ۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ترغیب۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ نہیں عمل کرتا بنی آدم کوئی عمل دن قربانی کے کہ زیادہ محبوب ہو

اللہ کے نزدیک خون بہانے سے ۔ بیشک قربانی آئے گی (حضور الہٰی میں) قیامت کے دن اپنے سینگوں اور بالوں کھریوں کے ساتھ اور بیشک (قربانی) کا خون البتہ واقع ہوتا ہے اللہ کے نزدیک مرتبہ قبولیت میں زمین پر گرنے سے پہلے ۔ خوش ہو جاؤ ان قربانیوں پر ۔

زید بن ارقم صحابی کہتے ہیں صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یہ قربانی کیا چیز ہے آپ نے فرمایا یہ سنت ہے تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی ۔ لوگوں نے کہا ہمیں اس میں کیا ثواب ہے آپ نے فرمایا ہر بال پشم کے بدلے میں ایک ایک نیکی (احمد و ابن ماجہ) بعض روایتوں میں یہ بھی آیا ہے پل صراط کے اوپر یہ قربانیاں تمہارے لئے سواریاں ہیں ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فاطمہؓ کھڑی ہو جا اپنی قربانی کے پاس حاضر رہو ۔ بیشک جو قطرہ خون کا گریگا ہر ایک قطرہ کے بدلے میں تیرے ہر ایک گناہ کی مغفرت ہے ۔ یہ قربانی قیامت کے دن مع گوشت خون کے لائی جائیگی ۔ تیرے ترازو میں ستر سے زیادہ کئی درجہ ۔ ابو سعید خدریؓ کہا یا رسول اللہ کیا آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص ہے یا عام مسلمانوں کیلئے ہے آپ نے فرمایا آل محمدؐ کے لئے خاصکر اور تمام مسلمانوں کیلئے ہے (ملخص ترغیب)

قربانی کا جانور عیب دار نہ ہو

حضرت علیؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا سینگ ٹوٹے ہوئے جانور سے ترمذی حدیث صحیح ہے ۔ براء بن عازب صحابی فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا چار چیز قربانی میں جائز نہیں اندھا جانور جس کا اندھا ہونا ظاہر ہے ۔ جس جانور کی بیماری ظاہر ہے اور جو جانور کھلا ہوا لنگڑا ہے ۔ لاغر جانور بے مغز ۔ ترمذی حدیث صحیح ہے ۔ عتبہ بن سلمی کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا قربانی میں اس جانور سے جس کا کان اکھڑا ہوا ہے سوراخ تک اور جس جانور کی سینگ ٹوٹی ہوئی ہے جڑ تک اور وہ جانور جس کی آنکھ جاتی رہی ۔ اور وہ جانور جو چل نہیں سکتا لاغری اور کمزوری کے سبب سے اور وہ جانور جو بے مغز ہے دبلا ٹوٹا ہوا ۔ احمد ابو داؤد ۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا کہ جانور کے آنکھ کان دیکھ لیویں نہ قربانی کریں اس جانور کی جس کا کان آگے سے یا پیچھے سے کٹا ہوا ہے یا کان پھٹا ہوا ہے یا اس کے کان میں گول سوراخ ہے ۔ ترمذی حدیث صحیح ہے ۔

قربانی کا جانور بہتر جانور ہونا چاہیئے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہتر قربانی میڈھے کی ہے (ابو داؤد) ابو امامہ صحابیؓ کہتے ہیں ہم لوگ قربانی کا جانور پال کے موٹا تازہ کرتے تھے اور مسلمان بھی اسی طرح کرتے تھے ۔ سینگ والا جانور خوبصورت چت کبرا سفید وغیرہ قربانی میں بہتر جانور ہیں ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا تذبحوا الا مسنۃ الا ان یعسر علیکم فتذبحوا جذعۃ من الضان رواہ مسلم وغیرہ ۔ نہ ذبح کرو مگر مسنہ اور اگر دشوار ہو تم پر تو ذبح کرو دنبہ ۔ مسنہ سے مراد یہ ہے کہ دانتا ہوا ہونا چاہیئے ۔ جو بکری دانتی ہوئی نہیں اس کی قربانی درست نہیں ۔

قربانی کرنیکا طریقہ

دسویں تاریخ ذی الحجہ کو جب ایک نیزہ آفتاب طلوع ہو اسوقت نماز عید پڑھنا مسنون ہے یعنی اشراق کے وقت مکان سے تکبیر کہتا ہوا بلند آواز سے عید گاہ میں جاوے۔ برابر تکبیر کہتا ہوا دوسرے راستہ سے گھر میں واپس آوے۔ عورتوں کو عید گاہ لیجانا سنت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں اور آپ کے زمانہ کی مومنہ عورتیں صحابیات عید گاہ میں نماز کیلئے جاتی تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو عید میں لیجانیکا حکم فرمایا احادیث صحیحہ اس پر موجود ہیں۔ نماز عید کے بعد قربانی عید گاہ میں کرنا سنت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عید کی نماز پڑھکر فارغ ہوتے تھے دو جانور مینڈھا دنبہ بکری بکرا آپ کے سامنے لایا جاتا آپ قربانی کرتے نماز عید کے قبل کچھ نہیں کھاتے تھے۔ قربانی کرکے قربانی کا گوشت کھاتے تھے۔ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یذبح و ینحر بالمصلی رواہ البخاری۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قربانی کا جانور ذبح کرتے تھے اور نحر کرتے تھے عید گاہ میں۔ نحر کہتے ہیں قربانی کرنے کو۔ قربانی کا جانور قبلہ رخ لٹاکر اس دعا کو پڑھنا چاہیے۔ رسول اللہ اسی طرح کرتے اور یہ دعا پڑھتے۔ ابو داؤد وغیرہ میں ہے۔ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ عَلٰی مِلَّةِ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ پھر بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ کہکر ذبح کرے پھر اس دعا کو پڑھے اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ فلان اے اللہ قبول کر فلاں کی جانب سے۔ یعنی فلاں کی جگہ نام زبان سے کہے خلوص نیت کے ساتھ۔ قربانی کرتے وقت اللہ کی طرف دل کو رجوع کرلے۔ محبت الہی میں رضاء الہی کے لئے قربانی کرے۔ مال حرام سے قربانی قبول نہیں ریاکاری دکھلانے سنانے کی قربانی قبول نہیں۔ قربانی کے گوشت سے اور اس کے چمڑے سے اجرت قصاب کو دینا درست نہیں۔ قربانی کی کھال کو فروخت کرنا درست نہیں۔ قربانی کا چمڑا صدقہ کردیا جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چمڑا اور جھل صدقہ کردیا تھا۔ (بخاری مسلم)

ایک قربانی کے جانور میں کتنے شریک

گائے کی قربانی میں سات آدمی شریک ہوسکتے ہیں اونٹ میں دس آدمی شریک ہوسکتے ہیں ترمذی وغیرہ۔ بکری میں گھر بھر شریک ہوسکتے ہیں۔ عن عطاء بن یسار قال سئلت ابا ایوب الانصاری کیف کانت الضحایا فیکم علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم قال کان رجل فی عهد النبی صلی الله علیه وسلم یضحی بالشاة عنه وعن اهل بیته۔ فیاکلون ویطعمون حتی باهی الناس فصار کما تری رواه ابن ماجة والترمذی وصححه۔ عطاء کہتے ہیں میں نے سوال کیا ابو ایوب انصاری سے کس طرح قربانی تم لوگوں کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی۔ کہا تھے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک بکری اپنی طرف سے اور گھر والوں کی طرف سے کرتے تھے اور کھاتے کھلاتے تھے یہانتک کہ اب لوگ فخر کرنے لگے جس کو تم دیکھتے ہو زیادہ قربانی کوئی کرے خالص نیت سے رضاء الہی میں بہت بہتر ہے۔ حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سو اونٹ کی قربانی کی اور ایک گائے اپنی بی بیوں کی طرف سے قربانی کیا تھا۔ صحیح مسلم میں یہ موجود ہے۔

ابورافع صحابی فرماتے ہیں بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قربانی کرتے تھے دو مینڈھے موٹے تازے سینگ والے سفید یا چت کبرے خریدتے تھے جب نماز عید پڑھتے تھے خطبہ سناتے ایک جانور آپ کے سامنے لایا جاتا تھا اور آپ عیدگاہ ہی میں کھڑے ہوتے اسکو ذبح کرتے تھے اور فرماتے تھے یہ (قربانی) میری امت کی طرف سے ہے جن لوگوں نے اے اللہ تیرے ایک ہونے کی گواہی دی (شرک سے بچے) اور میرے رسول ہونے کی گواہی دی۔ پھر دوسرا جانور سامنے لایا جاتا خود اس کو ذبح کرتے اور فرماتے یہ محمدؐ اور آل محمدؐ کی جانب سے ہے۔ پھر گوشت کھلاتے مسکینوں کو اور خود بھی کھاتے اور آل و اولاد کو اپنی کھلاتے دونوں قربانیوں سے۔ مسند احمد حدیث حسن ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصی کیا ہوا دو جانور خرید کیا ایک اپنی طرف سے اور آل اولاد کی طرف سے اور ایک امت کی جانب سے قربانی کیا۔ احمد ابوداؤد۔

قربانی کے گوشت کے تین حصہ کریں ایک حصہ محتاجوں کو۔ اور عزیز رشتہ دار دوست احباب کو کھلا دیں ایک حصہ خود کھاویں۔ ایک حصہ اگر ذخیرہ جمع کرنا چاہیں گوشت کو سکھا کر درست ہے۔ قربانی کے گوشت کے لئے آپ نے فرمایا فکلوا ما بدا لکم واطعموا وادخروا۔ احمد مسلم۔ کھاؤ جو کچھ چاہو۔ اور لوگوں کو کھلاؤ۔ ذخیرہ جمع کرو۔ دوسری حدیث میں ہے۔ کھاؤ جو کچھ چاہو۔ قربانی کا گوشت فروخت نہ کرو۔ کھاؤ کھلاؤ صدقہ کرو۔ اس کے چمڑے سے فائدہ اٹھاؤ۔ فروخت نہ کرو۔ احمد۔

مُردے کی طرف سے قربانی کرنا

مُردے کی طرف سے قربانی کرنا چاہئے۔ حضرت علیؓ والی حدیث اوپر گذر چکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور وصیت کیا کہ اے علیؓ میری طرف سے قربانی کیا کرنا۔ رسول اللہ کے انتقال کے بعد برابر حضرت علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی امت کی طرف سے قربانی کی۔ امت میں زندہ مردہ اور جو قیامت تک ہونے والے ہیں کل کو شامل کرتے مردے کی طرف سے جو قربانی کی جاوے اس کا گوشت صدقہ کر دیا جاوے اور اگر خود بھی کھاوے درست ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں قربانیوں سے گوشت کھایا کرتے جو آپ اپنی طرف سے اور آل اولاد کی طرف سے کیا کرتے تھے اور جو امت کی طرف سے قربانی کرتے تھے مسند امام احمد کی حدیث میں صاف طور پر یہ موجود ہے۔

قربانی کے دن

دسویں تاریخ عید کا دن قربانی کا بڑا بزرگ دن ہے۔ اس دن روپیہ پیسہ صدقہ خیرات کرنے میں اتنا ثواب نہیں ہے جس قدر خون بہانے میں ثواب ہے یعنی قربانی کرنے میں (ترغیب ترہیب) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قربانی کے دن کھانے پینے کے دن ہیں اور ذکر اللہ کے دن ہیں۔ یہ دن مسلمانوں کی عید کے دن ہیں ایام تشریق ہیں۔ جی بالاتفاق قربانی کرنا درست ہے نماز عید پڑھکر قربانی کرنا چاہئے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من کان ذبح قبل الصلوٰۃ فلیعد متفق علیہ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نماز عید کے پہلے ذبح کرے وہ دوبارہ قربانی کرے۔ حاصل یہ ہے سنت کے مطابق جب عید ہو گئی اس کے بعد قربانی کر سکتا ہے۔ شہر قصبہ دیہات کے لوگ کل نماز عید کی پڑھیں اور قربانی کریں۔ رسول اللہؐ نے فرمایا اے لوگو ہر ایک گھر والوں پر قربانی ہے۔ ترمذی ابوداؤد نسائی۔ نماز قربانی کی جلدی پڑھنا چاہئے اور نماز عید الفطر میں کچھ دیر کرے کچھ حرج نہیں۔ مشکوٰۃ وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین ٥۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بارش کے قطرے کو سیپ میں موتی بنانیوالے۔ قطرۂ آب کو انسانی صورت دینے والے گردش لیل ونہار کے مالک۔ ساری کائنات کے خالق ہی کی پاک ذات تمام تر تعریفوں کے لائق ہے۔ اس رحمۃ للعالمین پر درود وسلام جنکی اتباع میں دین ودنیا کی صلاح۔ اور تمام مخلوق کی فلاح ہے۔ میں دلی مسرت کے ساتھ آپ کی خدمت میں اس عید الاضحیٰ کی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی بہت سی عیدیں آپ کو اور مجھے ایمان وکامرانی صحت وشادمانی کے ساتھ دکھائے۔ آج خدا کے مہمان منیٰ کے میدان میں جمع ہونگے۔ آج ہی کے دن خلیلِ خدا راہِ مولیٰ میں اپنے اکلوتے اور چہیتے بیٹے کو قربان کرنے چلے تھے۔ اسی لئے آج کے دن قربانیاں کرتے اور مساکین و محتاج کے ساتھ سلوک کرنے کا ہمیں بھی حکم ہوا ہے۔ میں دوبارہ تہِ دل سے اس عید کی مبارکبادی آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوا درخواست کرتا ہوں کہ میری خطاؤں اور تقصیروں سے آپ درگذر فرمائیں گے۔ اور مجھے اپنی نیک دعاؤں میں نہ بھولینگے۔ پروردگارِ عالم مجھے اور آپ کو اور تمام مسلمانوں کو دائمی اور ابدی راحت عطا فرمائے۔

آمین!!!

عطاء الرحمٰن

(مہتمم دار الحدیث رحمانیہ دھلی)

باب الحجہ سنت

اصل الاصول

نمبر (۹)

(علامہ ابن تیمیہ کے رسالہ "معارج الوصول" کا ترجمہ)

(از عبد الحلیم ناظم "مولوی فاضل" مدیر محدث و مدرس رحمانیہ)

پس جب اسلام آیا تو رسول اللہ صلعم نے اس کو ثابت رکھا۔ چنانچہ اصحاب کرام مضاربت کی حیثیت سے دوسروں کے مال تجارت کیلئے سفر میں لیجایا کرتے تھے۔ اور رسول اللہ انھیں منع نہیں فرماتے تھے۔ یہ ظاہر ہے کہ رسول اللہ ہی کا فعل قول اور اقرار سنت ہے۔ پس جب حضور نے اس کا اقرار کیا (اس سے انکار نہیں فرمایا) تو مضاربتہ بھی سنت سے ثابت ہوگئی۔

حضرت عمرؓ سے مضاربتہ کے متعلق ایک مشہور اثر ہے جسکو امام مالک نے موطا میں ذکر کیا ہے اور اس پر فقہاء کا بھی اعتماد ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت عمر نے ابو موسیٰ اشعری کو یمن کا والی بنا کر بھیجا۔ ابو موسیٰؓ نے یمن میں بیت المال میں سے اپنے دو بیٹوں کو کچھ مال بطور قرض دیا اور ایک قافلہ کے ساتھ مدینہ میں تجارت کیلئے بھیجدیا۔ دونوں نے اس میں تجارت کی۔ اور نفع حاصل کیا۔ حضرت عمرؓ کو جب معلوم ہوا تو ابو موسیٰ کے دونوں لڑکوں کو بلایا اور ان سے کہا کہ چونکہ تمہارا اصل مال مسلمانوں کے بیت المال کا تھا اس لیے راس المال اور نفع مسلمانوں کا ہے۔ کیونکہ ابو موسیٰ نے تمام لشکر میں دوسروں کو چھوڑ کر تمہیں کو کیوں بیت المال کے قرضہ کے ساتھ خاص کیا تو ان میں سے ایک نے خلیفہ رسول سے کہا اگر نقصان ہوتا تو نقصانی کا تاوان ہمیں دینا پڑتا۔ پھر آپ مال و نفع دونوں کس طرح لے سکتے ہیں؟ اسوقت حضرت عمر سے بعض صحابہ نے کہا کہ آپ اس کو مضاربتہ کردیں چنانچہ انھوں نے اس کو مضاربتہ کردیا" تو ایسی رائے کیوں دی گئی تھی صرف اس وجہ سے کہ ان کے درمیان مضاربت مشہور تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ بھی بالکل قریب تھا۔ ان کے بعد کی یہ کوئی نئی چیز نہ تھی۔ تو معلوم ہوا کہ ان کے درمیان رسول اللہ ہی کے وقت سے مضاربت رائج تھی جسطرح فلاحۃ اور اس کے علاوہ خیاطی و شناوری وغیرہ صفتیں مشہور تھیں۔

اس کے علاوہ کبھی اجماعی مسائل ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں مجتہدین کے کسی گروہ کو نص نہیں معلوم ہوتا۔ لہذا وہ لوگ اپنی رائے کے اجتہاد سے جو نص کے موافق ہوتی ہے ان میں کلام کرتے ہیں لیکن ان کے غیر کے پاس نص ضرور ہوتا ہے۔ ابن جریر اور ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ اجماع بغیر ایسے نص کے منعقد ہو ہی نہیں سکتا جسکو رسول اللہ صلعم سے نقل کیا گیا ہو۔ ساتھ ہی یہ لوگ قیاس صحیح کو بھی مانتے ہیں۔

ہم تو نہیں شرط کرتے کہ وہ لوگ تمام کے تمام نص کو جانتے تھے۔ اور اس کو بالمعنی نقل کیا جسطرح خبریں نقل کی جاتی ہیں۔ لیکن ہم نے اجماع کے موارد کا جہاں تک استقراء (ڈھونڈھ اور تلاش) کیا تو کل کے کل منصوص ہی پائے۔ اکثر علما نص کو نہیں جانتے تھے لیکن جب رائے ظاہر کی تو وہ رائے جماعت کے موافق نکلی۔ جس طرح قیاس کے ساتھ دلیل لائی جاتی ہے

حالانکہ اس مسئلہ میں اجماع ہوتا ہے مگر مدلل معلوم نہیں ہوتا۔ ہاں اس کا قیاس اجماع کے موافق ہو جاتا ہے کسی مسئلہ میں کوئی نص خاص ہوتا ہے حالانکہ اس میں بعض لوگ عموم سے استدلال کرتے ہیں۔ جیسے ابن مسعود وغیرہ اللہ کے اس قول سے استدلال کرتے ہیں "واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن" اور حمل والی عورتوں کی مدت یہی ہے کہ وہ حمل کو جن لیں ابن مسعود کا قول ہے کہ چھوٹی سورۂ نساء بڑی سورۂ نساء یعنی بقرہ کے بعد نازل ہوئی۔ اور اللہ کا قول "اجلھن ان یضعن حملھن" (ان کی مدت یہی ہے کہ اپنے حمل کو جن لیں) اس میں اجل کا انحصار چاہتا ہے۔ پس اگر اس عورت پر یہ واجب کر دیا جاتا کہ ابعد الاجلین کو شمار کیا جائے تو اس کی مدت اپنے حمل کو جن لینا نہ ہوتی۔ حضرت علیؓ اور ابن عباس وغیرہ نے اس کو دونوں آیتوں کے عموم میں داخل کیا۔ آخر سبیعہ اسلمیہ کے قصہ میں نص خاص آگیا جو ابن مسعود کے قول کے موافق ہے۔

اسی طرح علماء نے مفوضہ عورت (جو شوہر کی وفات کے بعد خود کو کسی کے سپرد کردے) کے متعلق اختلاف کیا کہ اس کے لئے مہر مثل ہے یا نہیں؟ ابن مسعودؓ نے اپنی رائے سے فتویٰ دیا کہ اس کیلئے مہر مثل ہے پھر لوگوں نے بروع بنت واشق کی حدیث روایت کی جو اس کے بالکل موافق ہے۔ لیکن حضرت علیؓ اور زید وغیرہ نے اس کا خلاف کیا ان لوگوں کا قول ہے کہ مفوضہ عورت کیلئے کوئی مہر ہی نہیں۔ پس ثابت ہو گیا کہ بعض مجتہدین عموم یا قیاس سے فتویٰ دیتے ہیں حالانکہ اس مسئلہ میں نص خاص ہوتا ہے مگر انھیں معلوم نہیں ہوتا تاہم ان کا فتویٰ اس نص کے موافق ہو جاتا ہے۔ ایک بھی ایسا مسئلہ نہیں جانا جاتا جس پر اتفاق ہو کہ اس میں کوئی نص نہیں۔ بلکہ عام طور پر جس میں لوگ جھگڑتے ہیں اس میں بعض لوگ تو نصوص سے حجت پکڑتے ہیں۔ جیسے وہ حاملہ عورت جس کا شوہر وفات پا گیا ہو۔ یہ لوگ اس کیلئے دونوں آیتوں کے شمول سے دلیل بیان کرتے ہیں۔ اور دوسرے بعض کہتے ہیں کہ یہ عورت صرف آیت حمل ہی میں داخل ہوتی ہے۔ اور آیت شہور غیر حاملہ کے متعلق ہے جس طرح آیت قروء غیر حاملہ کے متعلق ہے۔ اسی طرح جب لوگوں نے حرام کے متعلق تنازع کیا تو جن لوگوں نے اس کو قسم قرار دیا انھوں نے اس آیت سے حجت پکڑی فرمایا

لم تحرم ما احل اللہ لك تبتغی مرضات ازواجك واللہ غفور رحیم۔ قد فرض اللہ لکم تحلة ایمانکم۔

اے پیغمبر! جس چیز کو اللہ نے تمہارے لئے حلال کر دیا ہے اسکو کیوں حرام کرتے ہو۔ تم اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہو۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے تحقیق اس نے تمہارے لئے تمہاری قسموں کا پورا کرنا فرض کر دیا ہے۔

اسی طرح جب لوگوں نے مبتوتہ (وہ عورت جس کو طلاق مغلظہ دیکر اس سے بالکل قطع تعلق کر لیا گیا ہو) کے متعلق تنازع کیا کہ اس کے لئے نفقہ اور سکونت ہے یا نہیں؟ تو ایک جماعت نے فاطمہؓ کی حدیث سے حجت پکڑی اور یہ کہا کہ جس سکنیٰ کا ذکر قرآن میں ہے وہ رجعیہ کیلئے ہے۔ دوسری جماعت نے کہا کہ نہیں، بلکہ یہ سکنیٰ عام ہے یعنی رجعیہ وغیر رجعیہ ہر دو کے لئے ہے دراصل نصوص کی دلالتیں کبھی پوشیدہ ہوتی ہیں جنھیں سمجھنے کیلئے خدا نے بعض لوگوں کو خاص کر لیا ہے۔ جیسا کہ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں جسکو چاہتا ہے اپنی کتاب میں سمجھ دیتا ہے۔

(باقی آئندہ)

قرآن مجید اور تعلیم حریت

(از مولوی عبدالشکور بسکوہری متعلم جماعت رابعہ رحمانیہ)

ہم اس دعوے میں بالکل حق بجانب ہیں کہ ہمارے مذہبی اصل الاصول قرآن مجید نے جو ایک آسمانی کتاب ہے سب سے پہلے دنیا کو حریت کی تعلیم دی کیونکہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نزول قرآن یعنی آمد اسلام کے قبل غلامی کا عام طور سے رواج تھا غلامی کی بندشوں میں دنیا بری طرح جکڑی ہوئی تھی بلکہ بہت سی ایسی قومیں تھیں جن کو اس ذلت کا احساس بھی نہیں تھا۔ ایسی حالت میں قرآن مجید نے حریت کا وہ آہنگی صور پھونکا کہ سوئی ہوئی بستیاں جاگ اٹھیں اور ہر خاص وعام کو معلوم ہوگیا کہ انسان کی بھی دنیا میں کوئی ہستی ہے وہ بھی کچھ حقوق رکھتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ قرآن مجید نے جو حقوق آج سے صدیوں برس پہلے انسان کو عطا کی تھیں وہ آج اس ترقی پر بھی کوئی گورے رنگ کی قوم کالے رنگ کی قوم کو ہرگز نہیں دے سکتی اور نہ کبھی دے سکیگی۔

یہی نہیں بلکہ ہندو بھی اچھوت یعنی نیچ اقوام کو اس کا عشر عشیر نہیں دے سکتے اور نہ دینے کو تیار ہیں۔ غلامی کے خلاف ہزاروں تقریریں ہوتی ہیں پھر بھی نسل انسانی کا یہ فطری حق ہزاروں جگہ غالب اقوام چھینے ہوئی ہیں مغرب میں مزدوروں کے حقوق کو جسطرح پامال کیا جارہا ہے۔ عورتوں کے حقوق کی طرف سے جسقدر بے توجہی برتی جارہی ہے کیا قرآن مجید نے صدیوں برس پہلے اس کا علاج نہیں بتادیا تھا قرآن پاک نے کامل حریت کے ساتھ ہی مساوات کا سبق سکھایا۔ چنانچہ اس نے ابتدائی سورتوں میں اپنے مقصود کی طرف اشارہ کیا۔ فلا اقتحم العقبۃ وما ادراک ما العقبۃ فک رقبۃ۔ انسان اس گھاٹی پر نہیں چڑھا اور تم نے کیا جانا وہ گھاٹی کیا ہے گردن کا آزاد کرنا ہے گویا کہ قرآن انسان کو ایسی گھاٹی پر چڑھانے آیا تھا جس پر وہ ابھی تک چڑھا نہ تھا۔ تاکہ حریت کے اعلیٰ اعلیٰ مراتب پر گامزن ہوکر شرف انسانی حاصل کرے دوسری جگہ فرمایا ا یضع عنہم اصرہم والاغلال التی کانت علیہم۔ ان کے بوجھوں اور بیڑیوں کو اتارتا ہے جو انسانوں پر لدے ہوئے تھے۔ اس آیت شریفہ میں اس چیز کی طرف اشارہ ہے کہ قرآن پاک غلامی کے باریک سے باریک مسئلہ کو دفع کرتا ہے خود خیال فرماسکتے ہیں کہ وہ کون سی بندشیں تھیں جن میں بنی نوع انسان ہمیشہ سے جکڑا ہوا تھا۔ گویا ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ قرآن نے حریت کی بنا دنیا میں اسوقت ڈالی جبکہ دنیا حریت کے نام سے بھی واقف نہ تھی اور اپنے حقوق سے بے خبر تھی اسوقت یہ آواز آسمان سے آئی تھی اور اس کے آسمانی ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ زمین اسکے خلاف تھی دنیا میں غلامی کے پودے نشوونما پا رہے تھے ان سے حریت کا اتنا بڑا شاندار درخت کیونکر پیدا ہوسکتا تھا جسکی کیفیت یہ ہو۔ اصلہا ثابت وفرعہا فی السماء تؤتی اکلہا کل حین۔ دنیا کی تمام قومیں اسکا پھل کھارہی ہوں۔ آج اس شخص کی بات نہایت قابل مضحکہ ہے جو آزادی کا علمبردار بنے اور اسے آسمانی آواز بتادے۔ دنیا کو ایسی ہدایت کی کوئی ضرورت نہیں جس پر وہ پہلے سے عامل ہو۔ ہدایت کی ضرورت اسوقت تھی جب تمام روئے زمین ظہر الفساد فی البر والبحر کا مصداق بنکر قعر ضلالت میں پڑی ہوئی تھی۔ چنانچہ قرآن نے حریت کا صور اسی وقت پھونکا جب انسانی بے حسی کیوجہ سے غلامی کوئی معیوب چیز تصور نہیں کی جاتی تھی بلکہ بعض قوموں کی عظمت وشرافت کی بین دلیل تھی۔ پس وہ قرآن ہی تھا جس نے غلامی کی جڑ کو اکھیڑ کر نیست ونابود کردیا۔

خود ساختہ بتوں کی غلامی سے رہائی ۔ قرآن کریم نے سب سے پہلے فرمایا۔ واذ قال ربک للملئکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ

یعنی بنی آدم کو رب العزت نے روئے زمین کا خلیفہ اور نائب بنایا ہے دوسری جگہ فرمایا وسخر لکم ما فی السموات والارض۔ ہم نے انسان کے لئے آسمان اور زمین کی تمام چیزوں کو پیدا کیا۔ اس سے معلوم ہوا چاند سورج دیوی دیوتا آگ پانی مٹی سب انسان کے مطیع ہیں اور انسان ان پر حاکم ہے لہذا یہ اشیاء اس قابل نہیں کہ ان کے سامنے اپنی مبارک پیشانی کو خم کیا جائے یہانتک کہ ملائکہ جو خدا کے مقرب بندے ہیں وہ بھی انسان سے افضل نہیں اگر انسان خدا کے حقوق کو پہچانے۔ **نسلی غلامی سے آزادی** قرآن نے بنی نوع انسانی کے درمیان برادری اور ایک ماں سے پیدا شدہ فرما کر مساوات کا سبق سکھایا اور نسلی امتیاز کا خاتمہ کردیا بڑائی چھٹائی شیخ سید کو نزاع لفظی قرار دیا اور فرمایا۔ یاایہا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منہا زوجہا وبث منہما رجالا کثیرا ونساء واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام ان اللہ کان علیکم رقیبا۔ یعنی اے لوگو! تم سب آدم کی اولاد ہو اور تمہارا خالق محض رب العزت ہے لہذا جب تمہارا پروردگار واحد ہے اور تم اس کی مخلوق ہو تو مخلوق ہونے میں سب برابر ہو کسی کو فوقیت حاصل نہیں ہاں مگر شرافت آسکتی ہے تو تقوی سے چنانچہ ارشاد فرمایا یاایہا الناس انا خلقناکم من ذکر وانثی وجعلنکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقکم۔ یعنی قومیت محض امتیاز قبائل کیلئے ہے ورنہ حریت کے درجہ میں سب برابر ہیں۔
سیاسی غلامی سے آزادی۔ دنیا میں ہمیشہ سے یہ دستور چلا آتا تھا کہ صاحب حکومت مخلوق عامہ سے ایک جداگانہ مخلوق سمجھے جاتے تھے وہ کسی قانون کے ماتحت نہیں تھے بلکہ یوں کہئے کہ ان کی زبان ہی قانون ہوتی جو حکم حاکم کی طرف سے نافذ ہوتا اس پر عمل کرنا لازمی ہوتا مگر قرآن پاک نے غلامی کی اس لعنت کو ہمیشہ کیلئے انسان کی گردن سے اتار دیا اور فرمایا سید القوم خادمہم۔ قوم کا سردار انکا خادم ہوتا ہے یعنی حکام پبلک کی خدمت کیلئے ہوتے ہیں حکومت قانون کی ہے قانون کے مقابل میں سب کی گردن نیچی ہے۔ یاایہا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول۔ اے لوگو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور انکی جو تم میں صاحب حکومت ہوں اگر تمہارا آپس میں یا صاحب حکومت سے جھگڑا ہوجائے تو اللہ اور رسولؐ کی طرف رجوع کرلو۔ یہاں پر اللہ اور رسول کو قانون قرار دیا۔ **تقلید سے آزادی**۔ اسلام سے قبل ہر قوم کا ذی علم طبقہ اور ان کے مشائخ جو کچھ اپنے مریدوں کو سکھاتے وہی ان کا دین اور ایمان ہوتا خواہ وہ شریعت الہی کے خلاف کیوں نہ ہو کسی بات کا تہ تک پہنچنا گستاخی تھی کسی بزرگ کے قول کی مخالفت کرنی گناہ تھا مگر قرآن کریم نے اس قسم کی تقلید کو شرک قرار دیا اور فرمایا اتخذوا احبارہم ورہبانہم اربابا من دون اللہ۔ ان لوگوں نے اپنے احبار اور رہبان کو خدا کے سوا شریک ٹھہرالیا ہے جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی تو یہود و نصاری نے اعتراض کیا کہ اے اللہ کے نبی ہم ان کو خدا کب مانتے ہیں آپ نے فرمایا کہ تمہارا کیا یہ عقیدہ نہیں کہ جو کچھ تمہارے مشائخ فتوا دیں اسی پر عمل کرنا ضروری خیال کرتے ہو انھوں نے کہا ضرور آپ نے فرمایا یہی مطلب ہے اس آیت کا۔

تمدنی غلامی سے آزادی۔ اسلام سے قبل ہر ایک قوم نے اپنی آبائی تقلید اور سوسائٹی کے رسم ورواج پر عمل کرنا اپنا دین اور ایمان سمجھ رکھا تھا اور انھیں توہمات کی بندشوں میں بالکل جکڑے ہوئے تھے اس وجہ سے ان کی تمام ذہنی واخلاقی ترقیاں رکی پڑی تھیں قرآن مجید نے فرمایا فی اعناقہم اغلال فہم مقمحون یعنی ان کی گردن میں طوق پڑے ہوئے ہیں جن سے وہ دبے جاتے ہیں اور ہر ایک ترقی سے باز ہیں اس لئے فرمایا اولو کان اباؤہم لا یعقلون شیئا ولا یہتدون۔ کیا ان کے ماں باپ کچھ عقل نہ رکھتے ہوں اور ہدایت پر نہ ہوں یہ نہیں ہوسکتا۔ یعنی وہ جو آبائی تقلید میں گرفتار ہیں ممکن کیا یقین ہے کہ ان کے آباء واجداد بے عقل اور گمراہ رہے ہوں گے غرضیکہ قرآن نے خود ساختہ تمدن کی اس غلامی سے رہائی دلوا کر ترقی کی حقیقی راہ پر نسل انسانی کو ڈالدیا۔ فقط

پتہ کی جگہ



روح اخبار

سلطان ابن سعود نے جدید اسلوب پر ایک باقاعدہ فوجی کالج کھولا ہے۔ جس میں جدید جنگی اصول کی اعلیٰ تعلیم دی جائیگی اور عنقریب سلطان ابن سعود یورپین افسروں کے ماتحت ایسی فوج تیار کرینگے جو جدید طریقہ جنگ سے واقف اور جدید سامانِ حرب سے آراستہ ہوگی۔

تازہ ترین مصری اخبارات فلسطین کے باخبر حلقوں کی ایک خبر کی راوی ہیں کہ برطانیہ کی وزارت نوآبادیات نے فیصلہ کیا ہے کہ آئندہ موسم بہار سے بغداد حیفا ریلوے کی تعمیر شروع کردی جائیگی اور بندرگاہ عقبہ کو بھی اس ریلوے سے وابستہ کردیا جائیگا۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ عقبہ حجاز کا ایک حصہ ہے۔ اور قدیم زمانوں سے حجاز ہی کے ماتحت چلا آتا ہے۔ درحقیقت وہ جزیرۂ عرب کی کنجی ہے اس پر قبضہ کرنا گویا پورے عرب پر قبضہ کرنا ہے۔ سلطان ابن سعود نے حجاز پر قبضہ کرتے ہی اعلان کردیا تھا کہ شاہ علی کا یہ فعل ناجائز ہے کیونکہ شاہ علی (شریف حسین کے بڑے لڑکے) نے حجاز سے بھاگتے ہوئے اس بندرگاہ کو ریاست شرق اردن کے حوالہ کردیا تھا۔ چنانچہ حضرت سلطانِ عرب نے عقبہ کا مطالبہ بھی کیا لیکن برطانیہ ابتک لیت ولعل کرتا رہا۔ اب عقبہ کے استحکام کو اسلامی دنیا پسندیدہ نظروں سے نہیں دیکھتی ہے بلکہ مرکز اسلام حجاز کے تحفظ کی بنا پر تمام مسلمانانِ عالم کا برطانیہ سے مطالبہ ہونا چاہیئے کہ وہ انصافاً عقبہ حکومتِ حجاز کو واپس کردے۔

حکومت انگورہ (ترکی) کے پانچ سالہ اقتصادی پروگرام نے ترکی قلمرو کو کارخانوں میں بدلنا شروع کردیا ہے۔ اور تیزی کے ساتھ صناعوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ چنانچہ سمرنا میں کاغذ سازی کا پہلا کارخانہ قائم ہوگیا ہے۔ شیشہ سازی اور فولادی اشیاء کے کارخانے حال ہی میں قائم ہیں۔ پارچہ بافی کی مزید ترقی کیلئے قیصری میں ایک کارخانہ قائم ہوا ہے۔ جس میں ۲۵ ہزار ۵ سو ۰ مشینیں کام کریں گی۔ آہنی اور جنگی سامان کا کارخانہ حال ہی میں جاری ہونے والا ہے۔ اس کارخانہ کی مشین جرمنی کے ایک مکمل کارخانے کو خرید کر بہم پہونچائی گئی ہے۔

کابل میں کچھ عرصہ سے دیاسلائی کا کارخانہ قائم ہے اگرچہ اس کا مال بہتر نہ تھا لیکن دیسی ہونے کی وجہ سے مقبول تھا اب معلوم ہوا ہے کہ یہ کارخانہ جدید استعمالات اور جدید مشینوں کے ماتحت کافی ترقی کرگیا ہے اور غیر ملکی مال کے مقابلہ میں اس کا مال بہتر ہوگیا ہے جس سے ممکن ہے بیرونی دیاسلائیوں کی درآمد بند ہوجائے۔

حبش ایک چھوٹی سی اسلامی حکومت ہے اب تازہ خبر ہے کہ اس کے بعض مقبوضات پر اٹلی قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ جو اٹلی کا بالکل ناجائز اقدام ہے اور مسلمانانِ عالم اسے نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتٰبًا

رسالہ

محدث

دھلی

سرپرست

شیخ عطاء الرحمن صاحب مہتم دارالحدیث رحمانیہ



مدیر مسئول

عبدالحلیم ناظم

مولوی فاضل



نگران اصول

مولانا احمد اللہ صاحب

شیخ الحدیث

دارالحدیث رحمانیہ دھلی سے شائع ہوتا ہے

فہرست مضامین

مقاصد

(۱) کتاب وسنت کی اشاعت۔

(۲) مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح

(۳) دارالحدیث رحمانیہ کے کوائف کی ترجمانی۔

ضوابط

(۱) یہ رسالہ ہر انگریزی مہینہ کے ابتدائی ہفتہ میں شائع ہوا کریگا۔

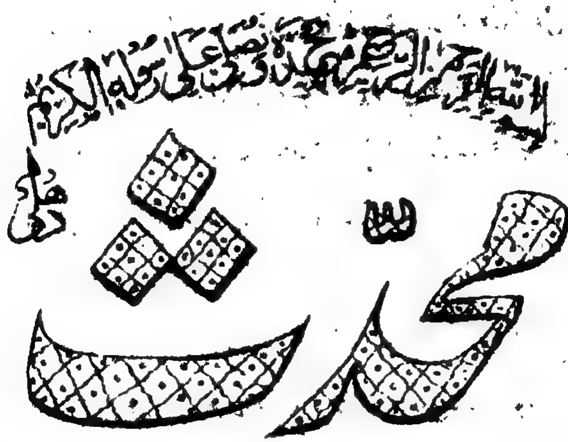
(۲) یہ رسالہ ان لوگوں کو سال بھر مفت بھیجا جائیگا جو ہم ٹکٹ خرچ دفتر میں بھیجدینگے۔

(۳) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا ضروری ہے

(۴) بیرون ہند کیلئے ایک شلنگ یا ۱۰ ار خرچ ہوتے ہیں۔

خط وکتابت کا پتہ

مینیجر رسالہ محدث دارالحدیث رحمانیہ دہلی



جلد ۲ | ماہ اپریل سنہ ۱۹۳۵ء مطابق ماہ محرم الحرام سنہ ۱۳۵۴ھ | نمبر ۱۲

مناسبات

یادگارِ مبارک

گذشتہ مہینہ میں جلالۃ الملک سلطان ابن سعود ایدہ اللہ بنصرہ کی تخت نشینی حجاز کی نویں سالگرہ مبارک منائی گئی۔ ہرچند کہ سلطان نے اس موقع پر علمائے نجد کے حکم سے رسمی زینت ومسرت کے مظاہرات نہ ہونے دئے۔ لیکن سلطان کے شاندار تذکرے اس طرح سینوں میں منقوش اور تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہیں اور رہیں گے کہ تمام عالم اسلامی کے قلوب اس مبارک ومیمون یادگار کے موقعہ پر جذباتِ مسرت وتبریک سے لبریز ہوگئے۔ سرزمین حجاز کیلئے یہ نویں سالگرہ ہے لیکن نجد کیلئے تو یہ ۳۵ ویں سالگرہ ہے جبکہ آل سعود کی کھوئی ہوئی دولت یعنی قلب جزیرۃ العرب کی حکومت سلطان ابن سعود خلد اللہ ملکہٗ کے قبضہ میں آئی۔ یاد ہوگا کہ جمادی الاولیٰ کی سنہ ۱۳۴۳ھ کی ساتویں تاریخ تھی جب سلطان مکہ مکرمہ میں فاتحانہ شان سے داخل ہوئے۔ اِدھر قوت وشجاعت کی یہ حالت تھی کہ فیصل دولیش کی فتنہ پردازیوں، مطیر وعجمان کے سرکش قبائل کی بغاوتوں کو شیرِ نیستان بنکر دبا دیا۔ اُدھر رحم وکرم کا یہ عالم تھا سنہ ۱۳۴۸ھ میں مظلوم قبائل کے پریشان بچوں اور عورتوں سے ایک نرم ومنکسر المزاج انسان بنکر ہمدردی کی۔ الغرض سلطان خدا کی بھیجی ہوئی ایک غیبی طاقت تھا جس نے جزیرۂ عربیہ کی عزت رکھ لی۔ ہم اس مبارک یادگار کے موقعہ پر جلالۃ الملک کی خدمت میں جذبات مسرت کے ساتھ ہدیہ تبریک وتہنیت پیش کرتے ہیں۔ خدائے قدوس ان کو امتِ عربیہ کی حفاظت کیلئے ہمیشہ اپنی حفاظت میں رکھے۔ آمین۔

جمعیۃ الخطابہ

حسب سالہائے گذشتہ امسال بھی عید اضحیٰ کے موقعہ پر بتاریخ ۷ مارچ یکم ذی الحجہ بروز پنجشنبہ دار الحدیث رحمانیہ کی مشہور جمعیۃ الخطابہ کے ہر دو شعبہ کا مشترکہ خصوصی اجلاس زیر صدارت

مولانا محمد صاحب مدیر "محمدی" نہایت شان واہتمام سے ہوا۔ جس میں منتخب طلبہ نے صرف قربانی اور حج سے متعلق مختلف مضامین پر عربی و اردو میں اعلیٰ تقریریں کیں۔ اور "عید قربان" کے عنوان پر عربی و اردو میں متعدد نظمیں سنائیں۔ جن میں پانچ بہترین اور کامیاب تقریر کرنے والے طلبہ کو حضرت مولانا احمد اللہ صاحب شیخ الحدیث نے جناب مہتمم صاحب کی طرف سے مقررہ انعامات تقسیم کئے۔ اجلاس ساڑھے تین گھنٹہ قائم رہ کر نہایت خیر و خوبی سے ختم ہوا۔

اختتام جلد دوم

زیر نظر پرچہ پر بفضل خدائے ذوالمنن "محدث" کی عمر کے دو سال مکمل یعنی جلد دوم کا اتمام ہوتا ہے حاشا ہمیں اس امر پر کہ ہم نے اب تک "محدث" کو کامیابی سے جاری رکھا کوئی شانِ خودی و شائبہ فخر کا ہلکا سا بھی احساس نہیں۔ یہ تو رب کعبہ کا ایک فضل تھا جس نے ہمیں اپنی خدمتوں کیلئے انتخاب کیا۔ اور جناب شیخ عطاء الرحمٰن صاحب کو جذبۂ تبلیغ دیکر اخراجات کے تحمل کی توفیق عنایت کی اور حقیر راقم الحروف کو ادارت و ترتیب کی قوت بخشی فللہ الحمد والثنا

منت منہ کہ خدمتِ سلطاں ہمی کنی ❊ منت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

دفتری گذارشات

بعض احباب ہمارے پاس اجراءِ رسالہ کیلئے استعمال شدہ خراب ٹکٹ بھیجدیتے ہیں جس سے خود اپنے لفافہ کا نقصان کرتے ہیں ہم ایسے تمام ٹکٹ ردی میں پھینک دیتے ہیں اور ان کے نام رسالہ جاری نہیں کرتے۔ اسی طرح بعض قارئین دفتر میں بیرنگ خطوط بھیجتے ہیں جن کو ہم اپنے اصول کے مطابق وصول کرنے سے قطعی مجبور رہتے ہیں۔ لہٰذا تمام ناظرین مذکورہ بالا اور دیگر تمام امور کیلئے حسب ذیل گذارشات توجہ سے پڑھیں اور براہِ کرم ہمیشہ اس کے مطابق عمل کریں۔

خراب یا مشکوک ٹکٹ، ریاستوں اور رسیدوں کے ٹکٹ کبھی نہ بھیجیں۔ بیرنگ خطوط ہرگز ارسال نہ فرماویں۔ منی آڈر کی کوپن پر بھی اپنا نام و پتہ ضرور لکھیں۔ ہر خط میں پتہ ہمیشہ مکمل، صاف اور واضح لکھا کریں۔ تمام خط و کتابت میں خصوصاً دوسرے سال کے لئے ٹکٹ بھیجتے وقت خریداری چٹ نمبر جو آپ کے نام کی بغل میں ہوتا ہے ضرور بالضرور لکھا کریں۔ رجسٹرڈ ایل نمبر لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہر آنہ پیسہ والے ٹکٹ بھیجنے کی کوشش کریں ورنہ چند آدمی ملکر اپنے پیسے بذریعہ منی آڈر بھیجدیا کریں۔ جب قریباً ایک سال کے بعد آپ کے نام کا رسالہ بند ہو جائے تو سمجھ لیں کہ چندہ ختم ہو گیا لہٰذا دوسرے سال کیلئے فوراً روانہ کر دیا کریں۔ فتاویٰ بھیجتے وقت واپسی کے لئے علیحدہ ٹکٹ اور دیگر دریافت طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ ضرور بھیجا کریں۔ چونکہ پتہ کی تبدیلی ہم نے بند کر دی ہے اس لئے کوئی صاحب دفتر سے پتہ نہ بدلوایا کریں بلکہ اپنے ڈاکخانہ سے تبدیلی کا انتظام کر لیا کریں۔ بعض حضرات اتنی ستمگری کرتے ہیں کہ لفافہ میں ٹکٹ نہیں رکھتے اور لکھدیتے ہیں کہ ہم ٹکٹ بھیج رہے ہیں لہٰذا لفافہ بھیجتے وقت غور سے دیکھ لیں کہ اندر ٹکٹ ہے یا نہیں۔ پشتِ لفافہ پر ہمارا پتہ بھی پورا اور صاف لکھا کریں تاکہ خط پہونچنے میں دشواری نہ ہو۔ امید ہے کہ قارئین کرام ہمیشہ گذارشات بالا کا خیال رکھیں گے۔

(مدیر)

نوٹ:۔ جن اصحاب کا سالانہ چندہ ختم ہو جاتا ہے ان کی اطلاع کیلئے ہم نے اب ایک مہر بنوالی ہے جن کے رسالہ پر یہ اطلاعی مہر لگی ہو وہ اپنا چندہ دوسرے سال کیلئے فوراً بھیجدیا کریں۔

مدح النبی وحدیثہ صلی اللہ علیہ وسلم

(مولانا عبدالغفور البسکوہری المدرس بدار الحدیث الرحمانیہ)

یہ بہترین عربی قصیدہ دارالحدیث رحمانیہ کے تیرھویں سالانہ جلسہ کے موقعہ پر بتاریخ ۹ شعبان ۱۳۵۲ھ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی حدیث شریف کی مدح میں محترم مصنف قصیدہ نے خود پڑھکر سنایا تھا۔ جسے علماء کرام نے اعلیٰ تخیل اور فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے بجد پسند کیا تھا۔ افسوس بعض ناگزیر وجوہ سے اس کی اشاعت میں بہت تاخیر ہوگئی۔ عام اردو داں حضرات کی دلچسپی کے لئے ہر عربی شعر کے نیچے اس کا اردو شعر میں ترجمہ بھی شاعرانہ دشواریوں کے باوجود مندرج ہے۔

(ناظم صدیقی مدیر)

حدیثُ حِبّی لی احلیٰ من الضَّرَبِ ۔۔۔ یزید واللہ من تکرارہ طَرَبی

حدیثِ دوست ہے واللہ شہد سے شیریں ۔۔۔ طرب فزا ہے وہی ذکر پے بہ پے رنگیں

ان اعجبت غیرنا حسناء اذ بَرَزَتْ ۔۔۔ مَعْ دَلِّها فی حسان الثوب والنُّخَبِ

کسی کو یوں تو حسینوں سے بس محبت ہے ۔۔۔ جنھیں لباس مزین میں صد نزاکت ہے

فاننی وبلیک الارض یُطْرِبُنی ۔۔۔ تذکارُہٗ فاھزُّ الرأس کالعَذَبِ

مگر مجھے تو حدیثوں کی یاد بھاتی ہے ۔۔۔ اسی شراب کی مستی نشے جھلاتی ہے

ما اعجب اللیلَ فیہ مُعجبٌ سَھَری ۔۔۔ أَعِی حدیثا نفیسا اعجب العجبِ

وہ شب کہ جس میں کروں میں حدیث کو ازبر ۔۔۔ عزیز تر ہے وہ اور اس کا جاگنا بہتر

ما احسن الیوم یمضی فی تدارسہ ۔۔۔ بین المعلم والتلمیذ بالکتُبِ

وہ وقت تو خوب ہے شاگرد و مولوی کیلئے ۔۔۔ تمام تر جو درسِ حدیث میں گزرے

يا حبذا مهجة في نيله تلفت   فقلت مبتهلًا الفوز بالارب

وہ جان جاں ہے جو اخذِ حدیث میں چلی جائے   اسی سے اصل تمنائے قلب بر آئے

ان كان للناس درٌّ او لهم ذهبٌ   فان لي ذاك ابهى الدرّ والذهب

کسی کو لولو و زر ہی کی حرص ہوتی ہے   مرا حدیث ہی سونا حدیث موتی ہے

او كان عندهم انواع مرتبةٍ   فانّ لي درسه من افضل الرّتب

اگرچہ سب کو بہت کچھ ہیں مرتبے حاصل   مجھے تو درسِ حدیثی ہے درجۂ کامل

ان كان للناس مطلوبٌ يسرّهم   فذا وربك عندي اطيب الطلب

اگرچہ اپنے مقاصد میں ہیں سرور میں سب   مگر مجھے ہے انھیں پاک لذتوں کی طلب

قرب الاله لقد سُنّت له طرقٌ   لكنه فاعلموا من احسن القرب

بہت سی راہیں ہیں نزدیکیٔ خدا کے لئے   یہی حدیث ہے لیکن قریب تر سب سے

الله يعلم انّي منتهى املي   نشر الحديث ببذل النفس والنشب

خدا گواہ یہی دل میں آرزو ہے نہاں   حدیث کی وہ اشاعت ہو گونج اٹھے جہاں

فيا له من حديث بالصاحبه   كلاهما من كريم الاصل والنسب

مجھے ہے دوست سے الفت حدیثِ دوست سے بھی   کہ اصل مجھکو ہے دونوں سے رغبت قلبی

وكيف لا وهو منسوب الى بشرٍ   ينمى الى خير ام ثم خير اب

بھلا حدیث سے کیوں کر نہ ہو مجھے الفت   اُسے رسولِ کریم النسب سے ہے نسبت

اعزّ في قومه بالصدق مؤتمن   نور من الله يهدي الناس خير نبي

امینِ قوم ہیں اور صدق کا ہے صد اعزاز   خدا سے ان کو ہدایت کا مِل گیا اعجاز

محمد قد دنا من امره شجر … وجاءه الجمل يشكو اذى لتعب

شجر بھی ذاتِ محمدؐ کے سامنے خم ہے … سُنیں وہ شکوہ شتر کا یہ شان کیا کم ہے

وانشق من قوله ذا البدر فی فلك … حتی راه اناس غیر محتجب

وہ جن کے ایک اشارے سے شق ہوا تھا قمر … تو لوگ دیکھ رہے تھے یہ جلوہ گیں منظر

رمی الحصاة الی الكفار فانهزموا … يدعون ذهبوا بالويل والعطب

وہ کافروں پہ جو مشتِ غبار پھینکا تھا … لگے تھے کرنے ہلاکت کا اپنی واویلا

صاحت به نخلة اذ بان واضطربت … حتی اذا ضمها انت انين صبی

جو تابِ ہجرت روتا تھا نخلۂ نبوی … لگایا سینہ سے تو چپ رہا وہ مثل صبی

قاموس علم صراح القوم منجدهم … مصباح رشد لكل منتهى الارب

وہ بحرِ علم تھے اور قوم کے انیس و نجیب … وہ شمعِ رشد و ہدایت تھے آرزوئے غریب

كهف اليتامى ومقصود لارملة … عند المئونة هش غير مكتئب

یتیم کے تھے وہ ملجا تو بیوگاں کے شفیق … مدد کے وقت میں تھے سب کے وہ معینِ رفیق

غشمشم بطل فی الفزع مقتحم … عند الحفيظة مقدام اخو غضب

بوقتِ خوف بھی تھے وہ شجاعِ شیر صفت … دمِ حفاظتِ عزت بھی سب پہ تھی سبقت

ولو اتته بفصل قومه لرات … قد وضح الامر بين الصدق والكذب

جو فیصلہ کوئی لاتا تھا ان کے پاس کبھی … سلجھ ہی جاتی تھی بس صدق و کذب کی گتھی

صحيح رای مصيب خلقه حسن … مشهور عدل عزيز مسند العرب

صحیح رائے تھی واللہ خلق اچھا تھا … وہ معتمد تھے ہوا عز و عدل کا شہرا

جادلذی الفقر متصل بذی رحم — مناہع السلم منقطع عن العتب
سلوک کرتے فقیروں سے رشتہ داروں سے — کفیل امن تھے اور دور فتنہ کاروں سے

مرفوع عزتہ محفوظ عفتہ — عدوہ بین موضوع ومضطرب
بلند درجہ تھا محفوظ ان کی عزت تھی — ہمیشہ دہر میں دشمن کو ان کے ذلت تھی

خلاصۃ الامر انی ماوجدت لہ — مماثلا فی سجایا الانس یا بابی
خلاصہ یہ کہ مماثل نہیں ملا اُن کا — "ہمارے باپ ہوں قربان اپنے مولا"

صلی علیہ امام الرسل خاتمہم
بریں امام رسل رحمت غفور بود

وسلم اللہ لا یختص بالحقب
سلام آثم ناظم بر آں حضور بود

قطعہ

(از مولوی عابد حسین صاحب عابد گیاوی ناظمی متعلم جماعت ہشتم سکرٹری ادبی الطالع)

تابکے خواب تغافل میں رہے گا مسلم! — ہوش میں آکے ذرا دیکھ تو پستی اپنی
پائے تحقیر سے ٹھکراتی ہے دنیا تجھکو — اور تو بھول گیا قوم پرستی اپنی
جامۂ ذلت و ادبار کے ٹکڑے کردے — شانِ اسلام میں کر یاد وہ ہستی اپنی
ایسی کوشش ہو کہ گذری ہوئی طاقت آجائے — جامِ رفعت میں ہو پھر بادہ پرستی اپنی

پھونک دے قوم میں پھر روح نئی اے عابد
اپنی صہبائے ترقی سے ہو مستی اپنی

بسلسلہ ماسبق

اصل الاصول

قسط (۱۰)

(علامہ ابن تیمیہؒ کے رسالہ معارج الوصولؒ کا ترجمہ)

(از عبدالعلیم ناظمؔ مولوی فاضل مدیر محدث و مدرس رحمانیہ)

کبھی نص ظاہر ہوتا ہے لیکن مجتہد اس سے غافل ہوتا ہے یا اس کو بھولا ہوا رہتا ہے۔ جیسے جنبی کا تیمم۔ قرآن مجید میں دو آیتوں میں بیان کیا گیا۔ چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے حضرت ابن مسعودؓ پر اس کے ساتھ احتجاج کرتے ہوئے کہا کہ مقیم کے متعلق عبداللہ نے جو کچھ کہا وہ دراصل سمجھا ہی نہیں۔ لیکن انھوں نے یہ کہا کہ اگر ہم مقیم کو تیمم کی اجازت دیدیں تو جب ان میں کسی شخص کو کچھ سردی معلوم ہوگی وہ تیمم کرنے لگے گا۔ حضرت ابن عباسؓ، فاطمہؓ بنت قیس اور حضرت جابرؓ کا قول ہے کہ قرآن میں جس مطلقہ عورت کا ذکر ہے وہ دراصل رجعیہ ہے کیونکہ دلیل میں یہ آیت موجود ہے

لاتدری لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا۔ اسے نہیں معلوم شاید اللہ اس کے بعد کوئی امر ظاہر کردے۔

بھلا بتلائیے تو تین طلاق کے بعد کون سا امر پیدا ہوگا۔ معلوم ہوا کہ رجعیہ ہی کی صورت میں کوئی جدید حالت پیدا ہوسکتی ہے۔ ایک جماعت نے عمرہ کے وجوب پر اس آیت سے دلیل ذکر کی۔

واتموا الحج والعمرۃ للہ — اللہ ہی کیلئے حج اور عمرہ کو تمام کرو۔

اس آیت سے فسخ کی ممانعت پر بھی حجت پکڑی گئی۔ دوسری جماعت کہتی ہے کہ آیت میں صرف اتمام کا حکم کیا گیا ہے۔ اور شارع علیہ السلام کا بھی یہی حکم ہے کہ عمرہ تمام کرلیا جائے۔ اسی طرح فسخ کے متعلق لوگوں نے کہا کہ جو شخص عمرہ کو بغیر حج کے فسخ کردے تو اس کو تمام کرنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن جب اس کو اس لئے فسخ کرے کہ اسی سال جمع کریگا تو اس صورت میں جس کو اس نے شروع کیا تھا اس کو پورا کرنا ضروری ہوگا کیونکہ اس نے صرف حج کو شروع کیا لیکن حج میں عمرہ بھی کرلیا۔ اگر اس چیز کا پورا کرنا ضروری نہ ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کرام کو حجۃ الوداع کے موقعہ پر اس کا حکم نہیں فرماتے۔

اس شخص کے متعلق بھی علماء میں جھگڑا ہے جس کے ہاتھ میں عقدۂ نکاح ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے قول اولامستم النساء (یا اگر تم عورتوں کو چھوؤ) میں بھی تنازع ہے۔ اس کے علاوہ بہت سے تنازعات ہیں جن کے استقصار کا یہ موقعہ نہیں۔ لیکن ایسا کوئی خالص مسئلہ مجھے کہیں معلوم نہیں جس پر علماء کا اتفاق ہو کہ اس میں نہ تو نص جلی سے استدلال ہے نہ نص خفی سے۔ میں اسے روا نہیں رکھتا میرے نزدیک نص کا ہونا ضروری ہے۔ دادا کے متعلق اکثر لوگوں کا جب یہ خیال ہوا کہ وہ بھی باپ ہے تو اس پر قرآن سے استدلال کیا۔ خدا فرماتا ہے۔

کما اخرج ابویکم من الجنۃ۔ جس طرح تمہارے والدین کو جنت سے نکالدیا۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ اگر جنات کا یہ گمان ہوتا کہ انسان باپ کے باپ کو دادا کہتے ہیں۔ تو وہ یہ نہیں کہتے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے پروردگار کا دادا ہے۔ وہ کہتے کہ وہ بھی باپ ہے لیکن ایسا باپ ہے جو باپ سے دور ہے۔ حضرت علیؓ اور زیدؓ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان دونوں نے قیاس سے دلیل پکڑی ہے۔ پس جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ لوگوں کے عمل بالرائے اور بالقیاس مطلقاً چھوڑ دینے پر اجماع ہے تو اس نے سخت غلطی کی۔ اسی طرح جس نے کہا کہ بعض ایسے مسئلہ ہیں جن میں صرف رائے وقیاس ہی کو دخل ہے تو اس نے بھی غلطی کی۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہر شخص اسی قدر گفتگو کرتا ہے جس قدر اس کے پاس علم ہوتا ہے۔ چنانچہ جو شخص کتاب سے کوئی دلیل دیکھتا ہے تو اس کو ذکر کرتا ہے۔ اور جو شخص میزان کی دلالت دیکھتا ہے تو اسی کو ذکر کرتا ہے۔

دلائل صحیحہ میں آپس میں ہرگز تناقض نہیں ہوتا لیکن کبھی بادی النظر میں تناقض معلوم ہوتا ہے تو صرف اس وجہ سے کہ بعض علماء پر ان کی وجہ تطابق و توافق یا ان میں ایک کا ضعف مخفی ہوتا ہے۔ صحابہ کرام کی قرآن مجید میں ایسی سمجھ ہے جو اکثر متاخرین پر مخفی ہے۔ جس طرح امور سنت اور احوال رسولؐ کی معرفت جسقدر ان کو حاصل ہے اکثر متاخرین نہیں جانتے۔ کیونکہ وہ عہد رسول اور زمانہ تنزیل قرآن میں موجود تھے۔ رسولؐ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، ان کے اقوال افعال اور احوال کو جن سے وہ اپنے مراد پر استدلال کرتے ہیں اچھی طرح پہچانا۔ اس معرفت میں اکثر متاخرین جب اس درجہ کو نہ پہنچ سکے تو انھوں نے اپنے اعتقاد کے موافق اجماع یا قیاس کا حکم تلاش کر لیا۔ متاخرین میں جن لوگوں نے کہا کہ اجماع مستند اور شریعت کی ایک بڑی دلیل ہے تو انھوں نے درحقیقت اپنی صحیح کیفیت ظاہر کر دی کہ وہ کتاب و سنت میں اپنے نقصان معرفت کی وجہ سے اس کے محتاج ہیں۔ اسی طرح ان کا قول ہے کہ اکثر حوادث میں قیاس کی طرف ضرورت پڑتی ہے۔ کیونکہ ان پر دلالت کرنیوالے نصوص صریح نہیں ہوتے۔ لیکن یہ قول ان لوگوں کا ہے جنھیں کتاب و سنت اور ان کے احکام کو بتانے کی معرفت نہیں ہوتی۔

امام احمد رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس میں یا اس کی نظیر میں صحابہ کرام نے کلام نہ کیا ہو۔ کیونکہ جب ممالک کی فتح ہوئی اور اسلام پھیلنے لگا تو اعمال کی تمام جنسیں اور نوعیں پیدا ہوگئیں۔ پس ان میں صحابہ کرام نے کتاب و سنت سے گفتگو کی۔ اور بعض صحابہ نے اپنی رائے سے تھوڑے سے مسائل میں کلام کیا۔ عام صحابہ اجماع سے بالکل حجت نہیں پکڑتے تھے اور نہ اس کے محتاج تھے اسلئے کہ وہی لوگ اجماع والے تھے چنانچہ ان کے قبل کوئی اجماع کا وجود نہیں لیکن جب تابعین کا زمانہ آیا تو حضرت عمرؓ نے قاضی شریحؒ کو لکھا سب سے پہلے جو کچھ قرآن مجید میں ہے اس سے فیصلہ کرو۔ اگر اس میں کچھ نہ پاؤ تو سنت رسول اللہ (حدیث) سے اگر اس میں بھی کوئی بات نہ پا سکو تو وہ فیصلہ کرو جو تمہارے قبل صالحین نے فیصلہ کیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس سے فیصلہ کرو جس پر لوگوں کا اجماع ہے۔ یہاں حضرت عمرؓ نے کتاب اللہ کو مقدم کیا پھر رسولؐ کی سنت کو۔ ابن مسعودؓ نے بھی حضرت عمرؓ کی طرح فرمایا کہ پہلے کتاب پھر سنت پھر اجماع۔ اسی طرح حضرت ابن عباسؓ بھی پہلے کتاب سے فتویٰ دیتے پھر سنت رسولؐ سے پھر ابو بکرؓ و عمرؓ کی سنت سے کیونکہ حدیث میں بھی وارد ہے۔

اقتدوا باللذین من بعدی ابی بکرؓ و عمرؓ — ان لوگوں کی جو میرے بعد ہیں یعنی ابوبکرؓ و عمرؓ کی اقتدا کرو۔

یہی آثار حضرت عمرؓ، ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ سے ثابت ہیں اور یہ لوگ فتوی دینے اور فیصلہ کرنے میں مشاہیر صحابہ میں سے ہیں۔ یہی اصل فیصلہ ہے اور یہی صواب و درست ہے لیکن متاخرین کا ایک گروہ کہتا ہے کہ مجتہد کو سب سے پہلے اجماع ہی میں غور و فکر کرنا چاہئے جب اجماع ہی میں اپنا مقصد مل جائے تو پھر کسی اور طرف متوجہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور اگر کوئی نص پائے جو اجماع کے مخالف ہو تو اعتقاد کر لینا چاہئے کہ یہ نص ہی کسی دوسرے نص سے منسوخ ہے جو ہم تک نہیں پہونچا۔

بعضوں کا قول ہے کہ اجماع ہی نے اس مخالف نص کا نسخ کیا ہوگا۔ اور صواب و درست سلف ہی کا طریقہ ہے یہ اسلئے کہ جب اجماع کے مخالف کوئی نص ہوتا ہے تو اجماع کے ساتھ کسی ایسے نص کا ہونا بھی ضروری ہے جس سے معلوم ہو کہ وہ نص (مخالف) منسوخ ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ممکن ہے اجماع کے موافق کوئی نص محکم ہو جسکو امت اپنی غفلت کی وجہ سے محفوظ نہ رکھ سکی ہو اور نص منسوخ ہی محفوظ رہ گیا ہو تو یہ بالکل مستبعد چیز ہے ایسا ہرگز نہیں پایا جا سکتا۔ یہ تو امت کی طرف اس غلطیات کی نسبت کردینی ہوئی کہ امت کو جسکی پیروی سے روکا گیا اس کی اس نے حفاظت کی اور جس کا حکم کیا گیا اسکو اس نے ضائع کردیا۔ حالانکہ امت محمدیہ اس قسم کی فاش غلطیوں سے قطعی محفوظ و معصوم ہے۔

دراصل اجماع کی معرفت اکثر دشوار ہوتی ہے۔ کون ایسا شخص ہے جو بخلاف نصوص کے مجتہدین کے اقوال کا احاطہ کرے۔ حالانکہ نصوص کی معرفت بہت ممکن اور آسان ہے۔ ظاہر ہے کہ ہمارے متقدمین سب سے پہلے کتاب کے ساتھ فیصلہ کرتے تھے۔ کیونکہ سنت کتاب (قرآن) کو منسوخ نہیں کر سکتی۔ اسی لئے قرآن میں سنت کے ذریعہ کوئی منسوخ چیز نہیں۔ اگر قرآن مجید میں کوئی منسوخ حکم ہے تو اس کا ناسخ بھی قرآن ہی ہے۔ لہذا قرآن پر قرآن کے سوا دوسری چیز مقدم نہیں کر سکتے۔ پھر جب کوئی چیز قرآن میں نہ ملے تو سنت میں ڈھونڈنا چاہئے۔ اور اسی طرح سنت میں کوئی منسوخ چیز نہیں مگر اس کی ناسخ بھی سنت ہی ہے۔ اجماع اور اس کے علاوہ دوسری کوئی چیز سنت کو منسوخ نہیں کر سکتی۔ سنت کا اجماع سے متعارض ہونا بلکہ آثار کے اکثر الفاظ بھی سنت کو منسوخ نہیں کر سکتے۔ پھر اگر سنت میں بھی کوئی حکم نہ ملے تو یہ سنت کی نعوذ باللہ ہرگز کوتاہی نہیں بلکہ یہ تلاش کرنیوالے کا قصور ہے۔ کبھی ایسا ہو جاتا ہے کہ تلاش کرنیوالے کو سنت میں اپنا مقصد (حکم) نہیں ملتا حالانکہ وہ چیز سنت میں موجود ہوتی ہے۔ اسی طرح قرآن میں بھی ہوتا ہے کہ طالب اپنی کوتاہی معلومات و تدبر کی وجہ سے قرآن میں کوئی حکم نہیں پاتا حالانکہ وہ حکم اس میں موجود ہوتا ہے۔

لہذا خلاصہ بحث یہ ہے کہ کسی مسئلہ یا حکم کے طالب کیلئے ضروری ہے کہ پہلے قرآن مجید میں اسکو اچھی طرح تلاش کرے اور تلاش کرائے اگر قرآن میں نہ پائے تو سنت رسول یعنی احادیث میں اس کی خوب تلاش کرے اور کرائے اور جب سنت میں ملجائے تو اس کو یقین کرنا چاہئے کہ جو کچھ سنت میں ہے وہ قرآن مجید کے معارض ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور اسی طرح اجماع صحیح بھی نہ تو قرآن مجید کے معارض و مخالف ہوگا نہ سنت رسول کے۔ پس اجماع دراصل کتاب و سنت ہی کے احکام پر متفق ہو جانیکا نام ہے۔ کتاب و سنت کے علاوہ اجماع کوئی چیز نہیں۔

خدا کے فضل و مدد سے اس رسالہ کا ترجمہ تمام ہوا۔

الحمد للہ والصلوٰۃ علی محمد رسول اللہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

رثاء المحدث الكبير ابى العلى عبد الرحمن المرحوم

(من مولانا الشيخ عبد الله الندوى المدرس بدار الحديث الرحمانية)

يا سابقا ساحة الآثار والعمل | قد كنت مرأً كميًّا فاعترى السقم

فجر موتا دعا موت العلوم وما | يذيب قلبا هو الضراء والألم

تبا له انه لم يبق من نسم | شرف فتبكى له الاقوام والامم

ابا العلى قد عممت الناس قاطبة | لاسيما لبنى العلم انبرى اليتم

تبكى عليك البواكى وهى دامية | حتى يقاسى الشجى القرطاس والقلم

لم تبكنى واحدا ايا واعى السنن | بفرقة بل تنوح العرب والعجم

محافل العلم تبكى وهى جامدة | منابر الجود ترثى وهى تنعجم

البحر فى قلق والعرش فى حرك | والفلك فى شجن والحل والحرم

حلت بنا حادثات لا تعد بها | اصاب شباننا التشييب والهرم

اشدها مضناذا الحادث الخطر | لاجله قد تمشى فى الورى العدم

والله ضاع بهاء العلم والادب | بضيعه وذرى الاخبار منهدم

احكام شرع جميعا حافظ ذكر | كانه جبل التذكار والعلم

ابو العلى كان فردا فى محاسنه | عن وصفها الاورى يقصر القلم

كانت لنا ذاته كالشمس طالعة | بالامس فاليوم فجئا كيف تنعدم

الموت فاجئه والله قاتله | فالعين باكية والقلب مضطرم

فما نجد وما نبكى فهو جلل

على حوادثنا فالدمع منسجم

فتوحاتِ اسلامی پر ایک اجمالی نظر

(از مولوی محمد سلیمان صدیقی انبیٹھوی متعلم دارالحدیث رحمانیہ)

عرب ہند مصر اندلس شام ودیلم ✦ بناؤں سے ہے ان کی معمور عالم

مہر عالمتاب جہاں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے وطن مالوف کو خیرباد کہکر ایک اجنبی شہر کو جسے مدینہ طیبہ کے نام سے پکارا جاتا ہے اپنا ملجاء وماویٰ قرار دیا تو اس کے بعد ہی اسلام کی قوت وشوکت ترقی پذیر ہوتی ہے اور پیروانِ اسلام کا رعب ودبدبہ اکناف عالم پر چھا جاتا ہے حتی کہ چند مقاموں پر اسلام کی شاندار فتح کا پرچم حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک ہی میں لہرانے لگتا ہے بعدہ آپ اس دار فانی سے رحلت فرماجاتے ہیں اور آپ کی جگہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انتخاب عمل میں آتا ہے حضرت ابوبکر خلیفہ ہونے کے بعد ممالک اسلامی کی توسیع کی فکر میں لگ جاتے ہیں حتی کہ اسلامی فتوحات قدیم بابل کے خطہ میں جہاں ایران کی حکومت تھی اور شام میں جہاں شہنشاہ مشرق کی عملداری تھی حضرت ابوبکرؓ کے وقت میں شروع ہوجاتی ہیں اور حضرت عمرؓ کے وقت میں بھی جاری رہتی ہیں چنانچہ خود حضرت عمر بیت المقدس کے فتح کے بعد وہاں آئے شام کا ملک جس میں رومیوں کی سلطنت سات سو برس سے چلی آتی تھی سات سال کے اندر مسلمانوں کے قبضۂ تصرف میں آگیا۔ حضرت عمرؓ کی فوج نے نہایت سرعت کے ساتھ عراق عرب اور ایران کو بھی فتح کرلیا۔ اخیر بادشاہ ساسانی کو تخت سلطنت سے اتار دینے اور اس کے ملک پر جو مدت دراز سے اس پر قابض ومتصرف تھا قبضہ کرلینے کیلئے دو مہینے کافی ہوئے مغرب میں بھی لشکر اسلام نے حضرت عمرو کی سرکردگی میں بڑی کامیابی حاصل کی مصر اور نوبہ دونوں فتح ہوئے۔ جسوقت حضرت عمرؓ نے ٦٤٤ء میں وفات پائی اس وقت فتوحاتِ اسلام جس کی بنیاد کو بیس سال سے زیادہ نہ گزرے تھے بہت ہی وسیع ہوچکی تھی جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں عنان خلافت آئی تو انھوں نے بھی فتوحات کے سلسلہ کو جاری رکھا اور ان کے سپہ سالار ایران کا پورا ملک قبضہ میں کرکے قفقاز تک فوج لے گئے اور پھر ہندوستان تک جا پہنچے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ ٦٥٥ء میں تخت خلافت پر متمکن ہوئے اسوقت وہ باہمی نا اتفاقیاں اور تنازع شروع ہوا جن کی وجہ سے حکومت اسلامی معرض خطر میں آگئی تھی لیکن پھر سنبھل گئی حضرت معاویہؓ ٦٦١ء میں تخت حکومت پر جلوہ افروز ہوئے اور انھیں کے ذریعہ عنان سلطنت بنو امیہ کے دست تصرف کی زینت بنا۔ حضرت معاویہؓ نے اپنی فوج افریقہ کے شمالی حصہ میں بھیجی اور سمندر تک فتح کرنے کے بعد اُسے ایک علیحدہ ولایت قرار دیا اسی زمانہ میں بارہ سو جہازوں نے بحر متوسط کا دورہ کرکے کل جزائر کو فتح کرلینے کے بعد جزیرہ صقلیہ پر قبضہ کیا حضرت معاویہ نے بیس سال کی حکومت کے بعد ٦٨٠ء میں وفات پائی لیکن ان کے خاندان میں سو برس تک خلافت باقی رہی اور خلفائے بنو امیہ نے ملک گیری کا سلسلہ ہمیشہ جاری رکھا حتی کہ ان کی فتوحات ایشیا میں سرحد چین تک اور یورپ میں بحر اٹلانٹک تک جا پہنچی الغرض پہلی

صدی ہجری کے آخر تک اسلام کا جھنڈا ہندوستان سے لیکر بحر اٹلانٹک تک اور قفقاز سے خلیج فارس تک اڑ رہا تھا اور منجملہ عیسوی ممالک یورپ کے ایک بہت بڑا ملک اندلس کا اسلام کی حکومت کے زیر سایہ آچکا تھا۔ ہجرت کی دوسری صدی میں مسلمانوں کی ملک گیری کسی قدر ترقی پر رہی لیکن زیادہ تر انھوں نے اپنے وقت کو اس عظیم الشان حکومت کے انتظام و انصرام میں صرف کیا اسی صدی میں اسلام کا دار السلطنت دمشق سے اٹھکر بغداد میں چلا گیا اور خلافت بنی امیہ کی جگہ خلافت بنی عباسیہ قائم ہوگئی دوسری صدی کے اوائل ہی میں حکومت اسلام نے ایسی کافی وسعت حاصل کر لی تھی کہ پیرینیز[1] اور جبل طارق سے ہندوستان تک اور سواحل بحر متوسط سے افریقہ کے ریگستان تک پہنچ گئی تھی ایشیا کا بھی بہت بڑا حصہ عربستان کوہستانی سے ترکستان تک اور کشمیر سے ٹارس تک خلفائے اسلام کے زیر فرمان تھا ملتان فتح ہوچکا تھا اور بادشاہ کابل اور دریائے سندھ کی گھاٹی کے کل رؤسا اسلام کے خراج گزار تھے۔ یورپ میں اندلس کا ملک اور جزائر بحر متوسط افریقہ میں مصر اور کل شمالی حصہ قانون اسلام کے پابند تھے۔ تیسری صدی ہجری میں حکومت اسلامیہ کے اجزا کا انفکاک و انتشار اطراف بعید سے شروع ہوا۔ چنانچہ قرطبہ میں ایک علیحدہ حکومت قائم ہوگئی اور دوسری طرف ایران اور ہندوستان میں اور خود بغداد کے مشرق میں بہت سی چھوٹی چھوٹی حکومتیں پیدا ہوگئیں حتیٰ کہ تھوڑے ہی مدت میں اسلامی دار السلطنت کے اردگرد خود مختار بادشاہ جمع ہوگئے۔ طولون مصر نے اپنی آزادی خرید لی اور ایک خاندانی سلطنت کی بنا ڈالی افریقہ کا ملک بالکل مطلق العنان ہوگیا۔ اندلس میں خلفائے خود مختار کی حکومت پوری طرح سے جم گئی۔ چوتھی صدی ہجری میں مملکت اسلام کے اجزا کی علیحدگی جو مقامی خود مختار حکومتوں کے قائم ہونے سے شروع ہوئی تھی وہ اس صدی میں بھی بحالہ قائم رہی اور اسی صدی میں اسلامی دار السلطنت بغداد سے منتقل ہوکر قاہرہ میں قائم کیا گیا۔ پانچویں صدی میں دو بہت بڑے واقعات ظہور پذیر ہوئے یعنی پہلی جنگ صلیبی اور سلجوقی ترکوں کا حکومت اسلامی میں دخل انداز ہونا۔ ان کی سرگذشت یہ ہے کہ یہ پہلے لڑائی میں قید ہوکر ترکستان آئے بعدہ بغداد میں خلیفہ کے دروازہ پر ان کا خاص پہرہ مقرر ہوا انھوں نے بتدریج قوت پکڑی حتیٰ کہ خلفا کی اصلی حکومت ان کے ہاتھ میں آگئی پہلے تو انھوں نے بغداد کے اطراف و جوانب کے ملکوں پر قبضہ کیا اور اس کے بعد قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا اور تمام شام کا ملک فتح کر لیا انھوں نے عربوں کے انصاف و رواداری کی جگہ اپنی تعصبانہ حکومت قائم کی اور مذہب عیسوی کی بالکل ممانعت کردی اور زائرین بیت المقدس پر انواع و اقسام کے ظلم کئے یورپ جو ایک مدت سے مسلمانوں کی ملک گیری کو ہیبت کی نظر سے دیکھ رہا تھا اب حرکت میں آیا کچھ تو پیٹر ہرمٹ کے وعظ اور کچھ پوپ اربن دوم کی عام دعوت نے پہلی جنگ صلیبی کی بنا ڈالی حتیٰ کہ ۱۰۹۵ء میں نصرانیوں نے فلسطین پر فوج کشی کی اور اسے فتح کر لیا۔ یہانتک کہ گاڈفری ایہان نے بیت المقدس میں ایک چند روزہ حکومت بھی قائم کر لی اسی صدی میں اسلامی خاندان سلطنت جزیرہ صقلیہ سے خارج کیا گیا اور عیسائیوں نے اندلس میں بھی کسیقدر کامیابی حاصل کی نصرانیوں نے جو کامیابی مشرق میں حاصل کی تھی اسی نے ان کی جرات و شوق جنگ کو یہانتک بڑھا دیا کہ چھٹی صدی میں دوسری جنگ صلیبی کی ابتدا کردی لیکن یہ جنگ اور اس کے

[1] یہ وہ پہاڑوں کا سلسلہ ہے جو فرانس اور اندلس کے بیچ میں واقع ہوا ہے۔

بابت کل سلطنت جو بیت المقدس کو مسلمانوں سے چھین لینے کے لئے بنائی گئی تھی بھولی رہی نصرانی ناکامیاب رہے مصر کے مشہور بادشاہ سلطان صلاح الدین نے فلسطین کو فتح کر لیا اور نصاریٰ کو بالکل خارج کر دیا اگرچہ اس کے بعد ہی ۱۱۸۹ء میں تیسری جنگ صلیبی ہوئی جس میں جرمنی فرانس باربروسا فلپ آگسٹس لعنتی رچرڈ شیر دل جیسے بڑے بڑے بادشاہ شریک تھے[1] لیکن پھر بھی یہ ملک سلطان صلاح الدین ہی کے ہاتھ میں رہا۔ ساتویں صدی میں کئی صلیبی جنگیں اسلام کے خلاف ہوئیں لیکن ان سب میں یورپ کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا چوتھی صلیبی جنگ جو ۱۲۰۴ء میں واقع ہوئی مسلمانوں پر حملہ کرنے کے عوض میں صلیبیوں نے دارالسلطنت قسطنطنیہ کو تاراج کیا اور ایک نئی شرقی حکومت قائم کی جس کی وہی حالت ہوئی جو حکومت بیت المقدس کی اس کے قبل ہو چکی تھی اس کے بعد کی چار صلیبی جنگیں بھی بالکل ناکام رہیں ساتویں صلیبی جنگ میں سنٹ لوئی گرفتار ہو گیا اور ایک خطیر جرمانہ دینے کے بعد رہا کیا گیا۔ آٹھویں جنگ میں وہ تونس کی دیواروں کے نیچے طاعون سے مر گیا یہ اخیر جنگ صلیبی تھی اس کے بعد یورپ کو احساس ہوا کہ ابھی اس میں اسقدر قوت نہیں ہے کہ وہ مسلمانوں کا مقابلہ کرے چنانچہ فلسطین کو فتح کرنے کی کوئی اور کوشش نہیں کی اسلام کا پرچم برابر ان مقامات مقدسہ پر لہراتا رہا آٹھویں صدی کی تاریخ ترکوں اور مغلوں کی باہمی لڑائیوں سے بھری پڑی ہے۔ دسویں صدی میں مسلمانوں کی حکومت کا پرچم سرزمین اندلس سے اکھیڑ دیا گیا جہاں آٹھ سو برس تک اس کے پھریرے لہراتے رہے ۱۴۹۲ء میں فرڈنینڈ دارالسلطنت غرناطہ پر قابض ہو گیا اور اس کے بعد قتل عام اور اخراج عام کا وہ سلسلہ شروع ہوا جو اس کے جانشینوں کے وقت تک جاری رہا تیس لاکھ مسلمان یا تو جان سے مارے گئے یا جلاوطن کر دیئے گئے اور وہ ساری اسلامی فتوحات کا عروج جس کا پرتو آٹھ سو برس سے یورپ پر جلوہ فگن تھا یکلخت فنا ہو گیا۔ مسلمانوں کے اسی انحطاط کا نقشہ حالی مرحوم نے کیا ہی خوب کھینچا ہے فقط

کوئی قرطبہ کے کھنڈر جا کے دیکھے ؛ مساجد کے محراب و در جا کے دیکھے
حجازی امیروں کے گھر جا کے دیکھے ؛ وہ اجڑا ہوا کر و فر جا کے دیکھے

اتباعِ قرآن و حدیث اور معراجِ ترقی

(از مولوی محمد ابوالخیر صاحب بردر پرہوائی پرتاب گڈھی متعلم بجماعت رابعہ)

مذہب اسلام نے دنیا میں آکر جہاں لوگوں کے تمام نقائص و عیوب دور کر کے اخلاق حمیدہ اور عادات سلیمہ سے آراستہ و پیراستہ کیا جہاں عبد اور معبود کا رشتہ قائم کرتے ہوئے بتایا کہ حاجات اور ضروریات کو پوری کرنے والی ایک اور صرف ایک ہی ہستی ہے ساری مشکلات اور شدائد و مصائب کو رفع و دفع کرنے والا ایک ہی ہے وہاں مسلمانوں کو مذہب اسلام نے یہ بھی بتایا کہ دنیا تمہارے لئے ہے لیکن یہ اسی وقت تک ہے جب تک ہمارے قانون و قواعد کی پابندی کرو گے چنانچہ اسلام نے دو قانون پیش کئے اور صاف

---

[1] یہ تینوں جرمنی اور فرانس اور انگلستان کے ہم عصر بادشاہ تھے ۱۲

تمہیں کہ یہ قانون ہیں تم جائز قانون میں رہتے ہوئے دنیا میں سرخرو رہو گے اور یہ سب چیزیں تمہاری ہی خاطر وجود میں لائی گئی ہیں
لیکن تمہیں ایک بات ماننی پڑے گی چنانچہ ارشاد ہوا۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول الآیہ۔ اللہ اور اس کے رسول کی پیروی کرو یعنی
قرآن و حدیث کو مانو۔ جب تک تم ان کو اپنا لائحہ عمل بنائے رہو گے دنیا کے خزانے تمہارے ہاتھ میں ہوں گے۔ دنیا کی حکومت سلطنت
جاہ و شوکت صرف تمہارے لئے ہوگی تم حاکم ہوگے ساری خدائی تمہاری محکوم ہوگی جیسا کہ خدائی قانون یعنی قرآن مجید کہتا ہے۔
ان الارض یرثها عبادی الصالحون۔ ترجمہ بیشک زمین کے مالک نیک بندے ہیں دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے وعد اللہ الذین
امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنهم فی الارض۔ الآیہ ترجمہ اللہ نے وعدہ کیا ہے ان لوگوں سے جو ایمان والے ہیں اور
عمل اچھے کرتے ہیں زمین کی بادشاہت کا۔ یہ تو خداوند قدوس کا فرمان ہے اور یہ ظاہر بات ہے کہ اللہ رب العالمین اپنے وعدہ
کے خلاف نہیں کرتا ہے۔ پس ہم لوگ آج کل باوجود مسلم کہلانے کے محکوم ہیں اور غلامی کی سخت زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں تو اس
صورت میں ماننا پڑیگا کہ یا نعوذ باللہ خداوند قدوس کا کلام جھوٹا ہے یا ہم لوگ مسلمان ہی نہیں چونکہ صورت اول قطعاً محال ہے۔
اس لئے ممکن ہے ہمیں لوگ مسلمان حقیقی نہ ہوں ورنہ ایک وہ زمانہ تھا کہ ہمارے اسلاف تو قرآن و حدیث کی پیروی کرتے ہوئے
ساری دنیا پر حکومت کریں اور ساری خدائی ان کی محتاج ہو۔ اور آج ہم ہیں کہ مسلم ہو کر محکوم ہیں حالانکہ مذہب اسلام غلامی کو
سخت حقارت آمیز نظروں سے دیکھتا ہے اور وہ اپنے ماننے والوں کو کبھی غلامی میں پڑے رہنے کی اجازت نہیں دیتا۔ کیونکہ عذاب
کی کئی قسمیں ہیں اس میں ایک قسم غلامی بھی ہے۔ جن قوموں نے اپنا لائحہ عمل قرآن و حدیث کو بنایا وہ ہمیشہ آسمان ترقی پر گامزن
رہیں اور کوئی طاقت و قوت ان کا مقابلہ نہ کر سکی اور اگر کسی قوم نے مقابلہ بھی کیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تاب نہ لا سکنے کی وجہ سے
ان کی طاقت پاش پاش ہو گئی چنانچہ سرور کائنات محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ترکت فیکم امرین لن
تضلوا ما تمسکتم بهما کتاب اللہ وسنت رسوله۔ یعنی آپ فرماتے ہیں کہ لوگو میں تمہارے واسطے دنیا میں دو چیزیں چھوڑے
جا رہا ہوں تم اس وقت تک گمراہ نہ ہوگے جب تک کہ ان دونوں کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہو گے وہ اللہ کی کتاب قرآن
شریف اور رسول اللہ کی حدیث شریف ہیں۔ صحابہ کرام کی حالت کو دیکھئے جہاں وہ ذرا سی بھی قول نبی سے بے توجہی کرتے
ہیں وہاں پر ان کو عظیم الشان ندامت و رسوائی اور نقصان سے دوچار ہونا پڑتا ہے اگرچہ وہ صحابہ کرام تھے رضی اللہ عنہم
ورضوا عنہ۔ ترجمہ (راضی ہوا اللہ ان سے اور وہ راضی ہوئے اللہ سے) انھیں کیلئے کہا گیا تھا اشاعت اسلام کی خاطر وہ
اپنی عزیز ترین جانوں کو قربان کر دینا کچھ نہ سمجھتے تھے محبت رسول میں اپنا مال خرچ کر دینا اپنے ماں باپ اور عزیزوں و اقرباؤں
سے قطع علائق کر لینا ایک معمولی بات تصور کرتے تھے قوانین اسلام کی پابندی میں تمام اہم مشکلات کو برداشت کرنے والے تھے
ان سب چیزوں کے ہوتے ہوئے بھی ذرا سی لغزش ہو جانے پر ان کو کتنی بڑی ہزیمت ہوتی ہے چنانچہ دیکھئے غزوۂ احد کے
موقع پر جبکہ آنحضور نے چند صحابہ کرام کو بمصلحت وقت ایک جگہ پر متعین کر دیا تھا اور ان سے کہہ دیا تھا کہ چاہے ہم کو شکست ہو
یا فتح مگر تم اس گھاٹی کو نہ چھوڑنا چنانچہ لشکر اسلام کا مقابلہ عساکر شیطانیہ سے ہوتا ہے اور مسلمان اپنی جنگی ہمت و قوت سے
کافروں کے سامنے آتے ہیں۔ بھلا وہ جماعت جس میں اللہ کے حبیب خاتم انبیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہوں وہ کیونکر شکست
کھا سکتی ہے کیونکہ خداوند قدوس نے مسلمانوں کے قعر قلب میں ایمان کا وہ جذبہ دیا ہے جس کی وجہ سے طاغوتی قوت کبھی ان کا

خطرہ نہیں ہو سکتی ہے وہ تو اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر لڑائی کیا کرتے تھے وہ جان کی قطعاً پرواہ کرتے تھے بلکہ لڑائی میں شہید ہو جانے کو سب سے اچھا کام سمجھتے تھے اور در اصل واقعہ بھی یہی ہے چنانچہ صحابہ کرام کی صفت اللہ تعالیٰ خود قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم تراہم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا الخ۔ یعنی صحابہ کرام کی تو یہ حالت تھی کہ وہ کافروں پر سخت تھے اور مسلمانوں میں ان میں کا ایک دوسرے پر مہربان ہوتا تھا اور وہ کثرت سے نمازیں پڑھا کرتے تھے اور اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی تلاش کیا کرتے تھے آخر کار لڑائی میں کافروں کو شکست فاش ہوتی ہے یہی وہ دونوں جماعت ہیں جن کا سچا نقشہ خداوند قدوس نے اپنی مقدس کتاب میں کھینچا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ ھذان خصمان اختصموا فی ربھم فالذین کفروا قطعت لھم ثیاب من نار الآیہ۔ یعنی دو جماعتیں ہیں جو کہ اللہ کے بارے میں جھگڑ رہی ہیں لیکن جن لوگوں نے کفر کیا ان کے واسطے آگ کے کپڑے تیار کئے گئے ہیں اس کے بعد جب کافروں کو شکست ہوتی ہے تو وہ بھاگ جاتے ہیں اب اس صورت کو جب ان مسلمانوں نے دیکھا جن کو کہ آپ نے ایک گھاٹی پر معین کر دیا تھا تو انھوں نے قیاس کیا کہ اب تو کافر مفرور ہو چکے ہیں اگر ہم اس کو چھوڑ دیں تو کیا خرابی ہے۔ چنانچہ اس جماعت میں سے چند لوگ اپنی جائے مقررہ کو چھوڑ کر قول نبی کو ورطۂ نسیان میں غرق کرتے ہوئے مال غنیمت کو لوٹنے میں مصروف و مشغول ہو جاتے ہیں اگرچہ ان لوگوں کو بقیہ اصحاب نبوی نے اس گھاٹی کے چھوڑنے سے روکا تھا اور باصرار کہا تھا کہ یہاں سے ہمارے لئے جانا کسی صورت میں روا نہیں ہے لیکن انھوں نے کچھ بھی خیال نہ کیا اس کا المناک نتیجہ یہ مرتب ہوتا ہے کہ جب کافروں نے دیکھا کہ مسلمان مال غنیمت لوٹ رہے ہیں موقع بہت اچھا ہے۔ چنانچہ پیچھے سے یعنی اسی گھاٹی کی جانب سے مسلمانوں پر حملہ آور ہوتے ہیں اور مسلمانوں کو سخت نقصان پہونچاتے ہیں صحابہ کرام میں سے اکابرین صحابہ نذر اجل کر دیئے جاتے ہیں خود سرکار دو جہاں احمد مجتبیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت تکلیف پہونچتی ہے آپ کے دندان مبارک شہید کر دیئے جاتے ہیں آپ کا مبارک چہرہ لہولہان کر دیا جاتا ہے۔ یہ سب کچھ تو ہوا لیکن اس کی وجہ کیا تھی؟ وجہ صرف یہی تھی کہ یہاں پر آنحضورؐ کے قول کی مخالفت ذرا سی ہو گئی تھی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار یعنی اے مسلمانو اس واقعہ سے عبرت پکڑو آنحضورؐ فرماتے ہیں کہ میری مثال اس شخص کی طرح ہے جو کہ آگ روشن کرتا ہے اور پھر پتنگے آنے شروع ہوتے اور وہ شخص ہر چند ان پتنگوں کے بچانے کی کوشش کرتا ہے لیکن وہ مغلوب ہو جاتا ہے ٹھیک یہی مثال ہماری بھی ہے کہ میں لوگوں کو جہنم سے بچانے کی ہر طرح کوشش کر رہا ہوں لیکن وہ برابر جہنم میں دھڑا دھڑ کودے جا رہے ہیں حالانکہ میں ان کی کمریں پکڑ پکڑ کر کھینچ رہا ہوں یہاں پر لفظ کمر قابل غور ہے یعنی آپ فرماتے ہیں کہ میں کمر پکڑ کر کھینچ رہا ہوں یعنی جس طرح کسی شخص کی کمر پکڑ لی جاتی ہے اور پھر اس میں جنبش کی طاقت نہیں رہتی ہے اسی طرح آپ بھی تمام لوگوں کی نجات کی خاطر انتہائی کوشش کر رہے تھے۔ اندلس کی حالت کو دیکھئے کہ وہاں پر مسلمانوں نے آٹھ سو برس تک حکومت کی اور بڑے رعب اور دبدبہ کے ساتھ لیکن آج ان کا نام و نشان نظر نہیں آ رہا ہے۔ مسجدیں مرثیہ خواں ہیں عمارتیں سونی پڑی ہیں۔ وجہ اس کی یہی تھی کہ جب تک انھوں نے قرآن و حدیث کی پابندی کی اور اس کو اپنے تئیں ضروری اور لابدی تصور کرتے رہے برابر حکومت کرتے رہے لیکن جہاں انھوں نے اسلامی قوانین کو ترک کیا بیجا عیش عشرت میں پھنس گئے۔ ان کے

خصائل سیئہ نفسانی کو مسند ہر حصر فی خلفاء کی طرح نیست و نابود کر دیا۔ اور آج وہ اس طرح بے نشان ہیں گویا کبھی تھے ہی نہیں خود ہندوستان میں بادشاہت کرنے والوں کو دیکھئے کہ آج دہلی کا لال قلعہ ویران نظر آرہا ہے اور زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ ہمارے اندر کبھی وہ ہستیاں رہا کرتی تھیں جن کی پرورش نہایت ہی ناز و نعم میں ہوا کرتی تھی لیکن صرف قرآن و حدیث کے چھوڑنے پر یہ نوبت پہونچی کہ آج لال قلعہ بالکل ویران ہے۔ برعکس اس کے زمانہ حاضر میں امام ابن سعود خلد اللہ ملکہ کو دیکھئے کہ وہ کس طرح قرآن و حدیث کی پابندی میں حکومت کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج ساری دنیا پر ان کا رعب چھایا ہوا ہے اگرچہ ان کی حکومت دیگر حکومتوں کے لحاظ سے چھوٹی ہے لیکن پھر بھی قدرت نے ان کو ملکوتی طاقت دی ہے کہ ان کو کوئی نیچا نہیں کر سکتا۔ اللہ ان کی حکومت و سلطنت کو اور بڑھائے آمین۔ پس مسلمانوں یہی دونوں چیزیں اصل میں کامیاب اور فائز المرام ہوا وہ شخص جس نے ان کو مضبوطی سے پکڑا اور دین و دنیا خراب ہوئی اس شخص کی جس نے دنیاوی عیش و آرام اور لہو لعب میں پھنس کر ان کو کچھ نہ سمجھا خداوند قدوس جمیع مسلمین کو قرآن و حدیث کی تابعداری کی توفیق دے آمین ثم آمین



سخاوت

بزرگی بایدت بخشندگی کن + کہ دانہ تا نیفشانی نروید

(از مولوی عبد المجید متعلم جماعت اولیٰ دار الحدیث رحمانیہ)

اسلام نے اعتقادات و عبادات کی جیسی نرالی اور اعلیٰ تعلیم دی ہے اسکی نظیر ملنی محال ہے۔ لیکن اسی پر بس نہیں ہے اسلام نے اخلاق عامہ کو بھی مذہبی طور پر اتنا ممتاز کر دیا ہے کہ دوسرے مذاہب اس کی گرد بھی نہیں پا سکتے۔ انہیں اخلاقی تعلیمات میں ایک چیز سخاوت ہے جو خدا کے نزدیک بیحد محبوب ہے۔ چنانچہ متعدد جگہ فرمایا وانفقوا مما رزقنکم من قبل ان یاتی احدکم الموت۔ یعنی اپنی زندگی ہی میں اپنے مال میں سے خرچ کرو۔ پھر اس کے اجر و ثواب کا بھی اکثر جگہ تذکرہ کیا۔ کہ سخیوں کی نیکیاں بہت بڑھ جاتی ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ اپنے مال کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کے بعد احسان ہرگز نہ جتلاؤ ورنہ اجر سے محروم ہو جاؤ گے۔ اسی طرح جہاد کا حکم دیتے ہوئے فرمایا جاھدوا فی سبیل اللہ باموالکم وانفسکم۔ مال کے جہاد سے مراد سخاوت ہی ہے۔ الغرض ایک مسلمان کیلئے سخاوت بہترین زیور ہے۔ رسول اللہ صلعم کی حدیثوں میں بھی اس کی ترغیب بہت ملتی ہے۔ آنحضور صلعم ارشاد فرماتے ہیں۔ السخی قریب من اللہ وقریب من الناس وبعید من النار والبخیل بعید من اللہ وبعید من الناس وقریب من النار۔ یعنی سخی اللہ سے قریب ہوتا ہے اور لوگوں سے بھی قریب ہوتا ہے اور جنت سے نزدیک ہوتا ہے اور جہنم کی آگ سے دور ہوتا ہے۔ اور بخیل اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا ہے اور لوگوں سے بھی دور ہوتا اور دوزخ سے

معلوم ہوتا ہے۔ حضورؐ نے سخاوت کے متعلق صرف لوگوں ہی کو ترغیب نہیں دی بلکہ خود بھی عملی نمونہ پیش کیا۔ آپ کی سخاوت کی یہ حالت تھی کہ آپ نے کبھی کسی سائل کو واپس نہیں پھیرا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک سائل آتا ہے اور سوال کرتا ہے آپ فرماتے ہیں کہ بیٹھو۔ پھر دوسرا آتا ہے اسکو بھی آپ کہتے ہیں کہ بیٹھو۔ پھر تیسرا آتا ہے اسکو بھی آپ کہتے ہیں کہ بیٹھو اس وقت آپ کے پاس کچھ نہ تھا کہ آپ دیتے آخر ایک شخص آیا اس نے چار اوقیہ چاندی آپ کی خدمت میں پیش کی۔ آپ نے ان تینوں کو تین اوقیہ چاندی تقسیم کردیا۔ ایک اوقیہ چاندی بچ گئی تو آپ نے پکارا کوئی لینے والا ہے کوئی نہ نکلا۔ آنحضورؐ اس چاندی کو سرہانے رکھکر سو گئے آپ کو رات کے وقت نیند نہیں آتی تھی آپ اٹھتے اور نماز پڑھتے حضرت ام المومنین عائشہؓ نے پوچھا کیا حضورؐ کو کوئی تکلیف تو نہیں۔ آنحضورؐ نے فرمایا نہیں پھر آپ اٹھے اور نماز پڑھنے لگے۔ پھر حضرت ام المومنین ؓ نے پوچھا کہ کیا کوئی خاص حکم نازل ہوا ہے آپ نے فرمایا نہیں حضرت عائشہؓ نے کہا کہ پھر کیوں اتنی بیقراری ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں ڈرتا ہوں کہ جو چاندی میرے سرہانے رکھی ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ میں اسی حالت میں فوت ہو جاؤں اور یہ چاندی میرے سرہانے رکھی رہ جائے حدیث میں ہے کہ جس وقت آپ کا انتقال ہوا اسوقت آپ کے گھر میں کسی قسم کی دولت نہ تھی۔ ایک حدیث میں ہے کہ ما سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیئاً قط فقال لا۔ یعنی کبھی ایسا نہ ہوا کہ آپ سے کسی نے کچھ مانگا ہو اور آپ نے انکار کردیا ہو۔ آپ کے صحابہ کرامؓ بھی آپ کی صحبت کی وجہ سے اسی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ چنانچہ غزوہ تبوک میں جبکہ مسلمانوں کے پاس لڑائی کے سامان نہ تھے آپ فرماتے ہیں کہ کون شخص ہے جو سخاوت کرے تمام صحابی جاتے ہیں اور مال لاتے ہیں کوئی آدھا مال لاتا ہے کوئی کچھ لاتا ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے گھر کا تمام مال لے آتے ہیں۔ آنحضورؐ پوچھتے ہیں کہ آپ کتنا مال لائے۔ حضرت ابوبکرؓ کہتے ہیں کہ میں گھر میں صرف اللہ اور اللہ کے رسولؐ کا نام چھوڑ آیا ہوں یہ تھی حضرتؐ کے جان نثار صحابہ کی سخاوت کی حالت۔ جن کو اللہ نے دنیا ہی میں جنت کی خوشخبری دے دی تھی۔ حضرت عائشہؓ کی سخاوت کی یہ حالت تھی کہ جب ان کے پاس پیسہ آتا تو فوراً اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتیں۔ اسی طرح ایک اور صحابی کا واقعہ ہے کہ ایک شخص آنحضورؐ کے پاس مہمان ہوتا ہے آپ فرماتے ہیں کہ کون ہے جو اس مہمان کی میزبانی کرے ایک صحابی اٹھکر اپنے یہاں لے جاتے ہیں گھر میں صرف ذرا سا کھانا بچوں کیلئے رہتا ہے لیکن وہ صحابی اپنے بچوں کو بھوکے سلا دیتے ہیں اور خود بھوکے رہتے ہیں اور مہمان کی خاطر تواضع کرتے ہیں یہ تھی صحابہ کرام کی سخاوت ؎

کیسے صابر تھے محمدؐ کے گھرانے والے ٭ بھوکے رہتے تھے پر اوروں کو کھلا دیتے تھے

شیخ سعدی نے کیا خوب کہا ہے ؎

بخیلان غم سیم و زر می خورند ٭ سخیاں ز اموال بر می خورند
بہشتی نباشد بحکم خبر ٭ بخیل ار بود زاہد بحر و بر

حاتم کا نام کس نے نہیں سنا۔ اسکی شہرت صرف سخاوت کیوجہ سے ہوئی۔ ایک دفعہ رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں اسکی بیٹی گرفتار ہوکر آئی تو حضورؐ نے حاتم کی سخاوت کی وجہ سے اسکو چھوڑ دیا۔ جو سخاوت کرتا ہے اسکا نام اور کام ہمیشہ دنیا میں زندہ رہتا ہے۔ خدا ہم سب کو سخاوت کی خوبی عطا کرے آمین

پتہ لی حلمہ



روح اخبار

امسال کا فریضہ حج حسب دستور نہایت شان و کامیابی سے ادا ہو گیا حاجیوں کی تعداد سال ہائے گذشتہ کی نسبت سے بہت زیادہ تھی اب حاجیوں کی سہولت کیلئے نئی سڑکوں کی تعمیر، پانی کی معقول فراہمی، پولیس، حفظان صحت اور قیام و طعام کے انتظامات نہایت احسن طریقہ پر انجام دیئے گئے ہیں۔ جا بجا لاسلکی اسٹیشن قائم ہیں۔

حجاز میں ایک عربی جمعیت طیران قائم ہوئی ہے۔ جس کا مقصد ہے کہ نوجوان عربوں میں ہوابازی کا شوق پیدا ہو۔ حکومت حجاز کی تعمیر اور حرمین شریفین کے تحفظ کیلئے فن ہوابازی کی ترقی ہو۔ جنگی ہوائی جہازوں کے سامان کئے جائیں ماہر انجنیر تیار ہوں جنسے بیرونی سے بے نیازی ہو جائے۔ اسی سلسلہ میں جمعیت سرمایہ کی فراہمی کی کوشش کریگی۔

ترکی پارلیمنٹ نے فیصلہ کیا ہے کہ حرمین شریفین کے تحفظ اور استحکام کیلئے ہر ممکن کوشش کی جائے اور آزاد ممالک سے مشورہ لیکر مقامات مقدسہ کی تقویت کی تجاویز کو عملی صورت دی جائے۔

حکومتِ حجاز کے قنصل مقیم لندن نے ایک نہایت اہم خبر شائع کی ہے کہ ۱۵ مارچ ۹ ذی الحجہ کو حرم مکہ میں بحالت طواف سلطان عبدالعزیز ابن سعود اور ان کے ولیعہد امیر سعود پر چند غنڈوں نے حملہ کر دیا۔ سلطان اور ولیعہد بال بال بچ گئے۔ باڈی گارڈ (محافظ) سپاہیوں نے فوراً دو حملہ آوروں کو عین حملہ کرتے وقت گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ معلوم ہوا ہے کہ حملہ آور یمن کے چند بزدل زیدی تھے۔ تفصیلات کا انتظار ہے۔ اسی قدر خبر آنے پر تمام ملک میں مبارکبادی کے جلسے ہو رہے ہیں اور سلطان کو تہنیت کے تار بھیجے جا رہے ہیں۔ ہمارے دارالحدیث میں جو فوراً خبر آتے ہی جلسہ ہوا ہے اسکی مختصر کارروائی درج ذیل ہے۔ دوسرے اخبارات میں مفصل شائع ہو چکی ہے۔

(مدیر)

جلسہ تہنیت

دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں سلطان ابن سعود پر حملہ کے متعلق ۱۲ ذی الحجہ (۱۹ مارچ) کو بوقت شب ایک شاندار فوری جلسہ منعقد ہوا جس میں مولانا عبداللہ ندوی مدرس اور مولانا عبدالحلیم ناظم ایڈیٹر محدث کی پُرزور تقریریں ہوئیں اور ذیل کی تجویز بالاتفاق پاس ہوئی "حضرت الامام سلطان ابن سعود اور ان کے امیر سعود پر جو حج کے موقعہ پر بحالت طواف قاتلانہ حملہ کیا گیا ہے یہ جلسہ اس باغیانہ حملہ کی زبردست مذمت کرتا ہے اور باغی حملہ آوروں کو بنظر نفرت و حقارت دیکھتا ہے۔ نیز اس مہلک حملہ میں خادم اسلام سلطان موصوف اور ولیعہد مذکور کے بالکل محفوظ رہنے پر خدائے ناصر و قادر کا شکریہ ادا کرتا ہے اور محترم سلطان کی خدمت میں نہایت مسرت و خلوص سے ہدیہ مبارکباد و ارمغان تہنیت پیش کرتا ہے"

(سید نظیر الحسن سکرٹری جمعیۃ الخطابہ)

جناب شیخ عطاء الرحمن صاحب پروپرائیٹر پبلشر نے جید برقی پریس دہلی میں چھپوا کر دفتر رسالہ محدث دارالحدیث رحمانیہ دہلی سے شائع کیا